جدید نظرثانی ایڈیشن

مجبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

چوبیس گھنٹے کی زندگی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور نورانی طریقوں اور اعمال پر مشتمل ایک نایاب کتاب، جسے پڑھ کر دلوں میں سنتوں کے اپنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مد ظلہ العالی

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

زمزم پبلشرز

جدید نظرثانی ایڈیشن

محبوبِ خداﷺ کی پیاری پیاری سُنّتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کُبریٰ

جلدِ سوم

حصہ پنجم

آپ کے بیان کردہ اسلام کے بلند پایہ مکارمِ اخلاق
کا بیان ۵۷ مضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ
مولانا مفتی محمد اِرشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی
اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ
اُستاذِ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر
زمزم پبلشرز
نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

کتاب کا نام —— شمائل کبریٰ جلدِ سوم

تاریخ اشاعت —— اپریل ۲۰۱۰ء

باہتمام —— احباب زمزم پبلشرز

کمپوزنگ —— فاروق اعظم کمپوزرز کراچی

سرورق —— احباب زمزم پبلشرز

ناشر —— زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹرنزد مقدس مسجد، اُردو بازار کراچی

فون: 021-32760374 - 021-32725673

فیکس: 021-32725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: www.zamzampublishers.com

ضروری گزارش

ایک مسلمان، مسلمان ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید، احادیث اور دیگر دینی کتب میں عمداً غلطی کا تصور نہیں کرسکتا۔ سہواً جو اغلاط ہوگئی ہوں اس کی تصحیح واصلاح کا بھی انتہائی اہتمام کیا ہے۔ اسی وجہ سے ہر کتاب کی تصحیح پر ہم زرِ کثیر صرف کرتے ہیں۔

تاہم انسان، انسان ہے۔ اگر اس اہتمام کے باوجود بھی کسی غلطی پر آپ مطلع ہوں تو اسی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ اور آپ "تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی" کے مصداق بن جائیں۔

جَزَاکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَزَاءً جَمِیْلًا جَزِیْلًا

—— مِنْجَانِب ——

احباب زمزم پبلشرز

ملنے کے دیگر پتے

- دارالاشاعت، اُردو بازار کراچی
- قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
- مکتبہ رحمانیہ، اُردو بازار لاہور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

AL-FAROOQ INTERNATIONAL
36,Rolleston Street Leicestor
LE5-3SA
Ph: 0044-116-2537640
Fax: 0044-116-2628655
Mobile: 0044-7855425358

ISLAMIC BOOK CENTRE
119-121 Halliwell Road, Bolton Bl1 3NE
Tel/Fax : 01204-389080
Mobile: 07930-464843

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

شمائلِ کبریٰ نئے انداز میں پانچ جلدیں (مکمل دس حصے) شائع ہوچکی ہیں۔ الحمد للہ اب شمائلِ کبریٰ کی چھٹی جلد (گیارہواں حصہ) اور ساتویں جلد (بارہواں حصہ) پیشِ خدمت ہے۔

اُمت میں حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب کی تالیف شمائلِ کبریٰ کو جو پذیرائی حاصل ہوئی ہے، اس کا ثبوت اس بات سے مل سکتا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں مختصر سے عرصے میں کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ خود پاکستان میں زمزم پبلشرز کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ پاکستان میں سب سے پہلے زمزم پبلشرز ہی نے یہ کتاب قدرداں قارئین کے سامنے متعارف کرائی اور اب پاکستان میں پہلی بار شمائلِ کبریٰ کے مکمل دس حصے بڑے سائز کی پانچ جلدوں میں پیش کرنے کا اعزاز بھی الحمد للہ زمزم پبلشرز کو حاصل ہو رہا ہے۔

اللہ عزوجل سے امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نئے انداز کو بھی اُمت میں پذیرائی اور اپنی بارگاہ میں قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

محمد رفیق زمزمی

شمائل کبریٰ کی جلدوں کا اجمالی خاکہ

اسوۂ حسنہ معروف بہ ''شمائل کبریٰ'' جو شمائل و سنن نبوی کا ایک وسیع بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی سرمایہ ہے۔ اس کے اڈیشن ہندو پاک میں شائع ہو کر خواص و عوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ امت نے اسے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اور اس پر منامی بشارت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔ دوسری زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہونے کی اطلاع ہے۔ اس کی دس جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں۔ بقیہ جلدیں زیر طبع اور زیر ترتیب ہیں۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس محض اپنے فضل و کرم سے بعافیت پایہ تکمیل پہنچا کر رہتی دنیا تک اسے قبول فرمائے۔

ان دس جلدوں کا اجمالی خاکہ پیش نظر ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون سی جلد کن مضامین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ اول: (۱) کھانے (۲) پینے (۳) لباس کے متعلق آپ کے شمائل اور سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد اول ...... حصہ دوم: (۱) سونے (۲) بیدار ہونے (۳) بستر (۴) تکیہ (۵) خواب (۶) سرمہ (۷) انگوٹھی (۸) بال (۹) داڑھی (۱۰) لب ناخن (۱۱) امور فطرت (۱۲) خضاب (۱۳) عصا کے متعلق آپ کے شمائل و سنن کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ سوم: (۱) معاملات (۲) تجارت (۳) خرید و فروخت (۴) بازار (۵) ہبہ (۶) عاریت (۷) اجارہ اور مزدوری (۸) ہدیہ (۹) قرض (۱۰) مرغ (۱۱) گھوڑے (۱۲) بکری (۱۳) اونٹ (۱۴) سواری (۱۵) سفر کے متعلق آپ کے شمائل و سنن کا مفصل بیان ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بلند پایہ مکارم اخلاق کا نہایت ہی مفصل بیان جو ۵۷ عناوین پر مشتمل ہے۔

شمائل کبریٰ جلد دوم ...... حصہ چہارم: (۱) اخلاص (۲) صدق (۳) محبت و الفت (۴) محبت و عداوت خدا کے واسطے (۵) حب خدا و رسول (۶) مؤمن کو خوش کرنا (۷) مسلمانوں کی مدد و نصرت (۸) پریشان حال کی مدد و نصرت (۹) مظلوم کی مدد (۱۰) یتامیٰ اور بیواؤں کی خدمت (۱۱) احباب کی ملاقات اور زیارت (۱۲) اولیاء و صلحاء کی زیارت (۱۳) عفو و درگزر (۱۴) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر (۱۵) سائلین کی رعایت (۱۶) اکرام مسلم (۱۷) بڑوں کی تعظیم (۱۸) اہل فضل کی غلطیوں کا درگزر کرنا (۱۹) مؤمن کی عزت (۲۰) لوگوں کے مرتبہ کی رعایت (۲۱) خاطر مدارات (۲۲) مہمان نوازی (۲۳) امانت اور دیانتداری (۲۴) وعدہ پورا کرنا (۲۵) حلم و بردباری (۲۶) اعتدال اور میانہ روی (۲۷) سنجیدگی (۲۸) نرمی سہولت (۲۹) پردہ پوشی (۳۰) غصہ برداشت کرنا (۳۱) توکل (۳۲) قناعت (۳۳) استغناء (۳۴) صبر (۳۵) شکر (۳۶) سادگی (۳۷) قناعت (۳۸) تواضع و انکساری (۳۹) شرم اور حیا (۴۰) سخاوت (۴۱) استقامت (۴۲) شجاعت اور بہادری (۴۳) نیکی پر خوشی، گناہ پر رنج (۴۴) زائد پر دوسروں کو ترجیح (۴۵) دوسروں کے لئے وہی جو اپنوں کے لئے (۴۶) توڑ والوں سے جوڑ (۴۷) حق پر ہونے کے باوجود جھگڑے سے پرہیز (۴۸) سلامتی صدر (۴۹) خوش کلامی (۵۰) خندہ پیشانی (۵۱) خاموشی اور قلت کلام (۵۲) شفقت اور رحمت (۵۳) ایثار (۵۴) سفارش (۵۵) حسن ظن (۵۶) مشورہ (۵۷) عدل و انصاف (۵۸) اجتماعیت اور اتحاد (۵۹) اصلاح بین الناس (۶۰) نیکوں کی صحبت (۶۱) بروں سے اجتناب (۶۲) مشتبہات سے بچنا (۶۳) مؤمن کو نفع پہنچانا (۶۴) کھانا کھلانا (۶۵) کپڑا پہنانا (۶۶) راستے سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹانا (۶۷) اہل

محبت کی آمد پر خوشی (۶۸) سلام (۶۹) مصافحہ (۷۰) والدین کے ساتھ حسن سلوک (۷۱) اولاد کے ساتھ حسن سلوک (۷۲) رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک (۷۳) پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک (۷۴) تمام مخلوق کے ساتھ اچھے برتاؤ کے متعلق آپ کی پاکیزہ تعلیمات کا بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد سوم ...... حصہ پنجم: اس جلد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی احوال واوصاف کا اور آپ کے اخلاق و عادات واطوار کا مفصل بیان ہے جو ۱۰۰ عنوانات پر مشتمل ہے۔ (۱) چہرہ مبارک (۲) پیشانی مبارک (۳) دندان مبارک (۴) آنکھ مبارک (۵) سر مبارک (۶) سینہ مبارک (۷) لعاب دہن (۸) برکات دہن (۹) رخسار مبارک (۱۰) کان مبارک (۱۱) پلک مبارک (۱۲) داڑھی مبارک (۱۳) گردن مبارک (۱۴) کندھا مبارک (۱۵) ہڈیوں کے جوڑ (۱۶) بغل مبارک (۱۷) سینہ مبارک (۱۸) پیٹ مبارک (۱۹) پیٹھ مبارک (۲۰) بال مبارک (۲۱) رنگ مبارک (۲۲) آواز مبارک (۲۳) قلب مبارک (۲۴) دست مبارک (۲۵) پیر مبارک (۲۶) قد مبارک (۲۷) سایہ مبارک (۲۸) حسن مبارک (۲۹) عقل مبارک (۳۰) پسینہ مبارک (۳۱) مہر نبوت (۳۲) خون مبارک (۳۳) پاخانہ مبارک (۳۴) آپ کا ختنہ شدہ ہونا (۳۵) قوت وشجاعت (۳۶) فصاحت و بلاغت (۳۷) خشیت و بکاء (۳۸) ہیبت و وقار (۳۹) آپ کے بلند پایہ مکارم اخلاق (۴۰) جود وسخا (۴۱) آپ کی تواضع کا بیان (۴۲) شفقت و رحمت (۴۳) حلم و بردباری (۴۴) گفتگو اور کلام مبارک (۴۵) قصہ گوئی (۴۶) آپ کے اشعار (۴۷) خوش مزاجی (۴۸) مسکراہٹ (۴۹) خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ کی عادت طیبہ (۵۰) مزاج (۵۱) شرم وحیاء (۵۲) آپ کی مجلس (۵۳) بیٹھنے کا طریقہ (۵۴) بدلہ کے متعلق (۵۵) گرفت کی عادت نہیں (۵۶) صبر کے متعلق (۵۷) اہل خانہ کے متعلق (۵۸) گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں (۵۹) احباب اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ (۶۰) بچوں کے ساتھ برتاؤ (۶۱) خادموں اور نوکروں کے ساتھ برتاؤ (۶۲) خدمت گاروں کا بیان (۶۳) یتیموں کی خدمت (۶۴) غرباء اور مساکین کی خدمت (۶۵) سائلین کے ساتھ برتاؤ (۶۶) مشورہ فرماتے (۶۷) تفاؤل خیر (۶۸) ایثار (۶۹) پچھنے لگانا (۷۰) رفتار مبارک (۷۱) نعل مبارک (۷۲) جوتا چپل پہننے کے متعلق (۷۳) موزے کے متعلق (۷۴) لینے دینے کے متعلق آپ کی عادت (۷۵) بارش کے سلسلے میں آپ کی عادت (۷۶) احباب کی خامیوں کے متعلق آپ کی عادت (۷۷) سیر وتفریح کے متعلق (۷۸) تصویر کے متعلق آپ کی عادت (۷۹) سلام کے متعلق آپ کی عادت (۸۰) مصافحہ کے بارے میں آپ کی عادت (۸۱) معانقہ کے متعلق (۸۲) تقبیل اور بوسہ کے سلسلے میں (۸۳) چھینک کے متعلق (۸۴) نام اور کنیت کے متعلق (۸۵) جنگی سامان کا ذکر (۸۶) گھریلو سامان کا ذکر (۸۷) پہرے داروں کا ذکر (۸۸) رہن سہن کے متعلق آپ کی عادات طیبہ (۸۹) وعظ وتقریر (۹۰) قرأت کا ذکر (۹۱) عبادت میں اہتمام (۹۲) نوافل کے متعلق آپ کی عادات (۹۳) لوگوں کے گھروں میں نفل پڑھنے کے متعلق (۹۴) ذکر الٰہی کرنے کے بارے میں (۹۵) توبہ واستغفار (۹۶) عمر مبارک (۹۷) متفرق پاکیزہ عادتیں۔

شمائل کبریٰ جلد سوم ...... حصہ ششم: (۱) طہارت و نظافت (۲) پاخانہ پیشاب کے متعلق (۳) مسواک (۴) وضو (۵) مسح موزہ (۶) تیمم (۷) غسل (۸) مسجد (۹) اذان (۱۰) اوقات صلوٰۃ کے متعلق آپ کے شمائل اور طریق مبارک کا مفصل بیان ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہفتم: (۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مکمل نقشہ (۲) مستحبات (۳) مکروہات وممنوعات

④ سجدہ سہو ⑤ خشوع وخضوع ⑥ سترہ ⑦ جماعت ⑧ امامت ⑨ صف کی ترتیب ⑩ اور سنن راتبہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا ذکر ہے۔

شمائل کبریٰ جلد چہارم ...... حصہ ہشتم: ① نماز شب وتہجد ② تراویح ③ وتر ④ اشراق ⑤ چاشت ⑥ دیگر تمام نفل نمازیں، صلوٰۃ الحاجہ، صلوٰۃ الشکر، صلاۃ التسبیح والحفظ وغیرہ ⑦ نماز استسقاء ⑧ نماز گہن ⑨ نماز خوف ⑩ جمعہ ⑪ عید بقرعید ⑫ نماز سفر کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ نہم: ① زکوٰۃ وصدقات ② رؤیت ہلال ③ روزہ رمضان ④ افطاری وسحری ⑤ شب قدر ⑥ اعتکاف ⑦ نفلی روزے، ماہانہ اور ہفتہ واری روزے ⑧ ممنوع روزے ⑨ اور سفر کے روزے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ حسنہ اور تعلیم وطریق مبارک کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد پنجم ...... حصہ دہم: موت میت اور برزخ کے متعلق ① قبض روح ② غسل میت ③ کفن میت ④ جنازہ میت ⑤ تدفین میت ⑥ قبر اور اموات پر برزخ ⑦ تعزیت ⑧ وصیت ⑨ وراثت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ اور تعلیم وطریق کا مفصل بیان ⑩ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات مبارک اور تجہیز وغسل وغیرہ کا بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ششم ...... حصہ یازدہم: نکاح، طلاق، اور اس کے متعلقات کا مفصل بیان۔

شمائل کبریٰ جلد ہفتم ...... حصہ دوازدہم: آپ کے حج وعمرہ مبارک وغیرہ کا مفصل ذکر۔

اس کے بعد کی جلدوں میں دیگر بقیہ شمائل وخصائل عیادت، مرض، علاج ومعالج، طب نبوی وغیرہ امور کا مفصل ذکر ہوگا۔

اللہ پاک صحت وعافیت وبرکت کے ساتھ اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے امت کے حق میں نافع اور اپنے حق میں باعث رضا بنائے۔ آمین۔

فہرست مضامین

عرض مؤلف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش نظر کتاب شمائل کبریٰ جلد پنجم "سلسلہ شمائل کی نہایت ہی اہم اور ممتاز جلد ہے۔ جس میں سیّد الکونین فخر الانبیاء و مرسلین محبوب رب العالمین فداہ روحی" ﷺ کے جسمانی احوال وصفات اور پاکیزہ خصائل وشمائل بسط وتفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں۔

شمائل کا مفہوم جس طرح مکارم اخلاق کو شامل ہے اسی طرح خلقی وجسمانی احوال وصفات کو بھی شامل ہے۔ اصحاب شمائل نے اس کا لحاظ بھی کیا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی نے شمائل میں اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے اولاً آپ کے جسمانی احوال ہی کو بیان کیا ہے۔

خالق کائنات نے جس طرح آپ کو پاکیزہ اخلاق کے اعلیٰ اور فائق مرتبے سے نوازا تھا اسی طرح آپ جسمانی اعضاء جوارح کے اعتبار سے انتہائی اعلیٰ بلند پایہ صفات سے نوازے گئے تھے۔ جس کا اندازہ آپ کو حضرت علی ہند بن ابی ہالہ وغیرہ کی رواتیوں سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

پوری کائنات میں از اول تا آخر جمال ظاہری اور کمال باطنی میں آپ سے بہتر تو دور کی بات، ببعض الوجوہ بھی مثل ومثیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح کمالات نبوت اور حقیقت محمدیہ یہ احاطہ علمی سے خارج اور فہم وعقل سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح کمال وجمال جسمانی کا واقعی ادراک بھی عقل وبیان سے وراء الوراء ہے۔ اسی کو عارف شیرازی نے اپنے کلام میں ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے:

"یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ ❁ مِنْ وَجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرَ

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ ❁ بعد از خدا تونی قصہ مختصر"

صحیح ہے۔ نہ آپ کے کمالات باطنی کا احصاء ہوسکتا ہے۔ نہ آپ کے جمالات ظاہری کو کما حقہ، کوئی بیان کر سکتا ہے۔ چنانچہ عشق رسول سے سرشار صاحب معرفت علامہ بوصیری نے اپنے مشہور قصیدہ بردہ میں اسی کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے ؎

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ ❁ حَدٌّ فَیُعرِبُ نَاطِقُ بِغَمٍ

تاہم انسانی وسعت جس قدر ادراک کرسکی اصحاب فضل وکمال، ارباب ذوق نے آپ کے جمال مبارک کا نقشہ کھینچا ہے۔

حضرات صحابہ کرام جن کی محبت و معرفت وفدائیت وفنائیت کی دنیائے محبت وعشق میں کوئی نظیر ومثال نہیں ملتی۔انہوں نے آپ کے جمال مبارک اور ظاہری کمالات کا نہایت ہی فصیح و بلیغ ادب عربی سے لبریز لغات کے مشکل ترین کلمات سے پر پیرایہ میں جو آپ کا نقشہ بیان کیا ہے۔ وہ قابل تعریف اور امت پر احسان عظیم ہے۔ کہ جس طرح انہوں نے علوم نبوت احکام شریعت کی احادیث روایت کی اسی طرح کمالات ظاہری جمال جسمانی بھی امت کے سامنے پیش کیا۔ یہ انہی کی جامعیت علمی تھی۔ ''فللّٰہ الحمد والمنۃ''

جسمانی احوال کے بعد آپ ﷺ کے مخصوص پاکیزہ شمائل وخصائل جو حیاتِ طیبہ کے ہر شعبہ سے متعلق ہیں۔ تفصیل سے ذکر کردیئے گئے ہیں۔ کہ امت کے لئے یہی اسوہ حسنہ ہے۔

مؤلف نے اس کی ترتیب میں اہتمام اور سعی بلیغ کی ہے کہ موضوع اور باب سے متعلق تمام روایتیں آجائیں۔ جس کا اندازہ اہل ذوق کو مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔تالیف میں فن اور اس کے متعلقات کے رائج کتابوں کے علاوہ نادر و کمیاب علمی ذخیرے پیش نظر رہے ہیں۔ جس کا علم حوالوں اور ماخذ سے ہوسکتا ہے۔ مزید جسمانی احوال کے ذیل میں اہل ذوق حضرات کے لئے اس کے مناسب اشعار، بھی ذکر کردیئے گئے ہیں۔ یہ تمام اشعار، عارف باللہ عاشق رسول جناب قاری عبدالسلام صاحب مضطر دامت برکاتہم کے ''حلیہ نبی اکرم'' کوثر و زمزم سے ماخوذ ہیں۔ امید ہے کہ اہل ذوق اس سے محظوظ ہوں گے۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ جس کی اعانت و ہمت افزائی سے ترتیب و طباعت کی سہولت میسر ہوئی وہ ان کو شایان شان جزاء سے خیر عطا فرمائے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا وتقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری

استاذ حدیث، مدرسہ ریاض العلوم، گورینی جونپور

ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مارچ ۲۰۰۰ء

حرف اول

تصور میں سراپائے حبیب ﷺ حق بسائیں گے
دل و دیدہ کی محفل ان کے جلوؤں سے سجائیں گے
نگاہوں میں جما کر حلیۂ فخر بنی آدم ﷺ
تخیل کے دریچے سے . انہیں دیکھا کریں گے ہم
نگاہ نامراد دید کی حسرت نکالیں گے
کسی صورت دل مہجور کو اپنے سنبھالیں گے
نہا کر آنسوؤں سے خون دل سے باوضو ہو کر
قلم بہر دعاء ہے سر بسجدۂ قبلہ رو ہو کر
تمناؤں کا ایک طوفاں اٹھ آیا ہے سینے میں
مچلتی ہو مئے گل رنگ جیسے آبگینے میں
مرے دل کو غم عشق نبی ﷺ اے میرے باری دے
تڑپ دے سوز دے دردوالم دے بے قراری دے
نہ تھمتی چشم نم میری نہ ہوتا اشک کم میرا
اسی شغل مبارک میں نکلتا کاش دم میرا
جہاں روح الامیں ہوں پر سمیٹے ششدر و حیراں
وہاں جرأت کرے کیا ایک بے مایہ حقیر انساں
جمال و حسن کی الفاظ میں تعبیر ناممکن
مجسم نور کی کھینچے کوئی تصویر، ناممکن
ولیکن ایک مدت سے تقاضا ہے میرے دل کا
کہ لفظی ترجمہ کر دوں احادیث شمائل کا

تغزل ہو تصنع ہو نہ کچھ رنگیں بیانی ہو
عبارات حدیث پاک کی بس ترجمانی ہو
قبول حق جو ہو جائے یہ کوشش میرے خامے کی
سیاہی ساری ڈھل جائے مرے اعمال نامے کی
یہ نازک اور مشکل کام ہے ہمت نہیں ہوتی
کرے پرواز مرغ فکر کو جرأت نہیں ہوتی
کوئی لغزش نہ ہو جائے الٰہی اس سے ڈرتا ہوں
بھروسے پہ ترے اس کام کا آغاز کرتا ہوں

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

چہرہ مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت چہرے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کا چہرہ تو ایسا روشن تھا جیسے سورج چہرہ پر ہو۔ (ابن سعد صفحہ ۳۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت حسین چہرے والا دیکھا۔ آپ کے بعد تو کسی کو ایسا دیکھا ہی نہیں۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۴)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کا چہرہ انور مثل تلوار کے تھا۔ انہوں نے جواب دیا نہیں تو بلکہ مثل ماہتاب تھا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۷)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا جب ذکر کیا تو کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کا چہرہ مبارک مثل تلوار کے (صاف چمکدار تھا) تو کہا نہیں۔ سورج اور چاند کے مثل تھا۔ اور ذرا گولائی پر تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۶)

حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کا چہرہ ملاحت آمیز تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۸)

ایوب بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ جیسا کسی کو نہیں پایا۔ ایسا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۹)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چہرے کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ حسن والے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر خوبصورت چہرے والا اور اچھی آواز والا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۲۱)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ایسا خوبصورت چمکدار تھا، جیسے

چودھویں کا چاند چمکتا ہے۔ (ابن سعد صفحہ۴۲۲)

ابوقرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں میری والدہ میری خالہ آپ ﷺ سے بیعت ہو کر جب واپس ہوئیں تو میری والدہ اور خالہ نے کہا ہم لوگوں نے ان سے زیادہ خوبصورت چہرے والا تو آج تک کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ (سبل صفحہ۳۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی ہے کہ آپ کا چہرہ انور گولائی لئے ہوئے تھا۔ (شمائل صفحہ۱، ترمذی)

فائدہ: معلوم ہوا کہ آپ کا چہرہ چاندی جیسا صاف وشفاف مثل آفتاب ومہتاب تھا۔ چہرہ لمبا نہیں بلکہ گولائی لئے ہوئے تھا۔ ایسا ہی چہرہ خوشنما ہوتا ہے۔ جسے کتابی چہرہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے حسن کے ساتھ چہرہ میں گولائی تھی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی ہے آپ کا چہرہ گولائی لئے ہوئے تھا۔

(جلد۶ صفحہ۴۴۵)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے صاف شفاف چاندنی رات میں آپ جب کہ لال جوڑے میں ملبوس تھے۔ کبھی آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو۔ تو آپ کا چہرہ انور چاند سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔ (شمائل ترمذی)

حضرت معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ روشن چمکدار تھا۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ کیا تھا چاند کا ایک ٹکڑا۔

(بیہقی جلد۲ صفحہ۳۹)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا چہرہ کیا تھا ایک گول چاند (یعنی بدر کے چاند کے مانند کہ اس وقت اس کا حسن کامل ہو جاتا ہے اور روشنی پوری ہوتی ہے)۔ (ابونعیم، بیہقی جلد۲ صفحہ۴۰)

چہرے سے روشنی نکلتی تھی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں کپڑا سی رہی تھی سوئی گر گئی۔ تلاش کیا تو نہیں ملی۔ اتنے میں آپ ﷺ تشریف لائے۔ تو آپ کے چہرۂ انور سے روشنی نکل رہی تھی اس سے میں نے سوئی پالی۔

(ابن عساکر، خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۶۳، بیہقی جلد۲ صفحہ۴۰)

فائدہ: چہرہ انور سے روشنی کا نکلنا ممکن ہے کہ معجزہ کے طور پر کبھی کبھی ہوتا ہو۔ ہمیشہ روشنی چاند سورج کی طرح نکلتی تو روایتیں بکثرت ہوتیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کا چہرۂ انور ایسا تھا گویا کہ روشنی آپ کے چہرہ سے نکل رہی ہو۔ (ابن جوزی، بیہقی صفحہ۴۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ میں ہوتے تو دھوپ پر آپ کے چہرۂ انور کی روشنی غالب آجاتی۔ اگر آپ چراغ کے پاس رہتے تو چراغ کی روشنی پر آپ کے چہرہ انور کی روشنی غالب آجاتی۔

فائدہ: یعنی کسی بھی روشنی پر آپ کے چہرہ انور کی چمک و روشنی غالب آجاتی۔ اور یہ آپ کی خصوصیت تھی۔

(ابن جوزی، بیہقی صفحہ ۴۰)

اسی کو عارف مضطر نے پیش کرتے ہوئے کہا ؎

وہ گول اور طول کو تھوڑا سا مائل چہرہ انور
مہ و خورشید جس کے سامنے شرمندہ و کمتر
وہ روئے پاک جیسے تیرتا ہوا آفتاب اس میں
جمال حق کا مظہر آئینہ ام الکتاب اس میں
درخشاں جس طرح سیم مصفی کوئی پیکر
وہ ایک نور مجسم بدر کامل سے بھی روشن تر

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۷)

پیشانی مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے۔

(دلائل النبوہ صفحہ ۲۱۴)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے۔

(دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۱۴، ترمذی)

سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو کشادہ وسیع دیکھا۔

(بیہقی صفحہ ۲۱)

بیہقی اور ابن عساکر نے مقاتل بن حیان سے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم کی جانب وحی بھیجی کہ اس نبی عربی کی تصدیق کرو جو کشادہ پیشانی ملی بھوؤں والا ہوگا۔ (بیہقی صفحہ ۲۱)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کشادہ ذرا اونچی تھی۔ (ابن عساکر، دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

حرب بن شریح کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی پیشانی والے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ پیشانی مبارک ایسی چمکدار تھی گویا سورج دوڑ رہا ہو۔

(ابن سعد: صفحہ ۴۱۵)

کشادہ اور نور حق سے نورانی تھی پیشانی
کہ جس سے رعایت شمس وقمر نے لی ہے تابانی

فائدہ: پیشانی کا وسیع اور کشادہ ہونا، اچھا اور خوش قسمت سمجھا جاتا ہے۔ ایسا آدمی سخی اور خوش اخلاق ہوتا ہے۔ پیشانی کی کشادگی سے چہرہ کا حسن کھلتا ہے اور آدمی وجیہہ اور پروقار معلوم ہوتا ہے۔

دندان مبارک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ دانت بڑے چمکدار تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک بڑے خوبصورت (موتی جیسے) تھے۔ (بیہقی، سبل صفحہ ۳۰)

ہند بن ابی ہالۃ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک اولے کے دانے جیسے تھے۔
(ترمذی، سبل صفحہ ۳۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی بڑی سیاہ۔ دانت بڑے خوبصورت تھے۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۱۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کے اگلے دانت کشادہ تھے۔ (ابن سعد، سبل صفحہ ۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے۔ ان میں کسی قدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے۔ جب آپ تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔ (دلائل جلد ا صفحہ ۲۱۵، شمائل ترمذی)

فائدہ: آپ کے دانت باریک اولے کے دانوں کی طرح صاف وشفاف تھے۔ پیلا پن وغیرہ جو ہوتا ہے وہ نہیں تھا۔ اگلے اوپر اور نیچے کے دو دانت ذرا کشادہ تھے اور جب تبسم کے وقت دانت کھلتے تھے تو ان دانتوں کا حسن کھل جاتا تھا اور موتی جیسے چمکتے تھے ؎

فراخی تھی دہن میں اور در دنداں کشادہ تھے
جلاء وحسن میں جو موتیوں سے بھی زیادہ تھے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے سے منہ کی باس ختم

عمیر انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اپنی بہنوں کے ساتھ جو پانچ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ سوکھا گوشت کھا رہے تھے۔ چنانچہ گوشت کی وہ بوٹی جسے آپ نے دانتوں سے چبا کر دے دیا۔ میں نے اسے (تبرک کے طور پر) بہنوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ ان میں سے ہر ایک نے وہ ٹکڑا چبایا۔ چنانچہ مرتے وقت تک ان کے دانتوں میں باس اور کسی شے کے چبانے کی جو بدبو ہوتی ہے وہ نہیں پائی گئی۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۲)

بدزبانی جاتی رہی

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک بدزبان فحاش عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ آپ سوکھا گوشت کھارہے تھے۔ اس نے آپ سے درخواست کرتے ہوئے کہا ہمیں نہیں کھلایئے گا آپ نے سامنے کا اٹھا کر دے دیا۔ اس نے کہا نہیں اپنے منہ کا دیجئے۔ آپ نے منہ سے نکال کر اسے دے دیا، اس نے کھالیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کی بدزبانی اور فحاشی جاتی رہی۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۹، طبرانی، سبل جلد ۲ صفحہ ۳۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک میں کھانے وغیرہ کی سڑاند اور باس نہیں آتی تھی۔ اور یہ آپ کا معجزہ تھا کہ جو آپ کے دانتوں کا چبایا ہوا کھالیتا اس کے منہ میں کبھی سڑان اور بو پیدا نہیں ہوتی۔

اس طرح کوئی بدزبان گالم گلوچ کرنے والا آپ کے جھوٹے کو کھالیتا تو اس کی بدزبانی فحش گوئی جاتی رہتی۔ سبحان اللہ۔

آنکھ مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بڑی آنکھوں والے تھے۔ (مسلم)
جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھ مبارک بڑی سفید مائل بسرخی تھیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنکھ آپ ﷺ کی کشادہ بڑی خوبصورت تھی۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھ سیاہ اور بڑی تھی۔ (سبل، ابن عساکر)
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کی آنکھ کا سیاہ حصہ خوب سیاہ اور سفید حصہ خوب سفید تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنکھوں کی پتلی (جو گول سی ہوتی ہے) بہت سیاہ تھی۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۲)
مقاتل بن حیان ذکر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب یہ وحی بھیجی کہ اس نبی عربی کی تصدیق کرو جو کشادہ بڑی آنکھوں والا ہے۔ (بیہقی ابن عساکر)

"چمکدار اور سیہ پتلی بڑی آنکھیں حسین آنکھیں
کہ بے سرمہ بھی رہتی تھیں ہمیشہ سرمگیں آنکھیں"

فائدہ: ان تمام روایتوں میں راوی نے جن مختلف الفاظ سے تعبیر کی ہے اس کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے کہ آپ کی آنکھیں بڑی کشادہ تھیں۔ سیاہ حصہ خوب سیاہ اور سفید حصہ خوب سفید تھا۔ ایسی آنکھیں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں۔ آپ کی آنکھ بالکل گول نہیں تھی۔ بلکہ لمبائی پر تھی۔ اور آنکھ میں سیاہ لال ڈورے تھے۔ جو خوبصورتی میں اور اضافہ کر دیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی آنکھیں ذرا سرمگیں تھیں۔ (یعنی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سرمہ لگا ہوا ہے)۔
حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب میں آپ ﷺ کی آنکھوں کو دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ سرمہ لگایا ہوا ہے۔ حالانکہ آپ سرمہ لگائے ہوئے نہ ہوتے۔ (مسند احمد، سبل صفحہ ۲۳)
فائدہ: آپ کی آنکھیں پیدائشی سرمگیں تھیں۔

پیچھے بھی دیکھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا میں پیچھے کی جانب بھی اسی

طرح دیکھ لیتا ہوں جس طرح آگے سامنے دیکھتا ہوں۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۹۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمہارا امام ہوں۔ رکوع اور سجدہ مجھ سے پہلے مت کرو۔ میں سامنے بھی دیکھتا ہوں اور پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم پر تمہارا رکوع اور سجود ظاہر ہے اور میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۱، بخاری صفحہ ۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری صفحہ ۵۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں یہ بات تھی کہ آپ پیچھے کی چیزوں کو بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح سامنے کی جانب دیکھتے تھے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ جس طرح آپ سامنے دیکھتے تھے اسی طرح صفوں کے پیچھے بھی دیکھ لیتے تھے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

اس کی ترجمانی کرتے ہوئے عارف مضطر نے کہا ہے ؎

"وہ پیچھے سے بھی اپنے دیکھتے تھے جیسے آگے سے
اندھیرے میں بھی آتا تھا نظر مانند اجالے کے
انہیں قدرت تھی یکساں قرب و دوری کے نظاروں کی
ثریا میں نظر آتی تھی چمک گیارہ ستاروں کی"

(کوثر صفحہ ۵۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بلا روشنی کے دیکھ لیتے

حضرت ابن عباس و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول پاک رات کی تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح دن کے اجالے اور روشنی میں دیکھ لیتے تھے۔ (ابن عدی، بیہقی، ابن عساکر، سبل صفحہ ۲۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں بھی اسی طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح دن کی روشنی میں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۱)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ آپ رات میں بھی دیکھ لیتے تھے۔ آپ کے لئے ظلمت ظلمت نہ تھی، یا اس وجہ سے کہ آپ کی قوت بینائی حد درجہ تیز تھی، کہ تاریکی بھی دیکھنے سے مانع نہ ہوتی۔

ثریا کے گیارہ تاروں کو دیکھ لیتے

علامہ سہیلی نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثریا میں گیارہ تاروں کو دیکھ لیتے تھے۔ قاضی عیاض نے بھی

ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ ثریا میں گیارہ تاروں کو دیکھ لیتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد۲ صفحہ ۲۵)

ابوعبداللہ القرطبی نے کتاب اسماء النبی میں بیان کیا ہے اور اسے نظم میں ذکر کیا ہے ؎

وهو الذى يرى النجوم الخافيه

مبينات فى السماء العالبه

احدى عشر قد عد فى الثريا

لناظر سواه ماتهيا

فائدہ: یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا۔ گویا آپ کی آنکھیں خوردبین اور دوربین کی طرح تھیں۔

سر مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ گھنے سر، گھنی داڑھی والے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۶)

یوسف بن مازن کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین نبی پاک ﷺ کی صفت بیان کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ آپ ﷺ سفید لالی کی طرف مائل تھے۔ سر مبارک بڑا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۱)

نافع ابن جیہ کہتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کے اوصاف مبارک کو بیان کیا تو فرمایا۔ بڑے سر اور بڑی داڑھی والے تھے۔ (دلائل جلد اصفحہ ۲۱۶)

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ بڑے سر والے تھے۔ (سبل صفحہ ۱۵)

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک پر گھنے گھنگھریالے بال تھے۔ (سبل صفحہ ۱۵)

فائدہ: سر کا بڑا ہونا اچھا ہے۔ دماغ دار ذہین فطین فہم ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ذہانت فطانت فہم میں آپ اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے۔ مثل مشہور ہے۔ ''سر بڑا سردار کا، پیر بڑا گنوار کا'' ؎

''سر اقدس جو نور عقل کامل سے منور تھا
کلاں بالاعتدال آقائے عالی جاہ کا سر تھا''

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۵)

منہ مبارک

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۶، دلائل صفحہ ۲۱۰)

حسن بن علی نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک وسیع و کشادہ تھا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک بڑا خوبصورت تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۵)

علامہ نووی نے بیان کیا کہ آپ کا دہن مبارک کشادہ اور ہونٹ باریک تھے۔

خیال رہے کہ دہن کا ذرا وسیع اور کشادہ ہونا، فصیح اللسان صاحب زبان ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ ایسا شخص فی البدیہہ کلام پر قادر ہوتا ہے۔ قوت بیان اور بولنے کی تقریر و خطابت کا ملکہ راسخہ رکھتا ہے۔ اس کا چہرہ پروقار و ہیبت معلوم ہوتا ہے، اور کھلتا ہے۔

اس کے بالمقابل جس کا دہن منہ کشادہ نہیں ہوتا ہے چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ عموماً قوت بیان کم رکھتا ہے۔ بلاغت لسانی سے محروم نظر آتا ہے۔

کیا خوب کہا کسی عارف نے ؎

"فراخی تھی دہن میں اور درنداں کشادہ تھے
جلاء و حسن میں جو موتیوں سے بھی زیادہ تھے
وہ نوری کوئی سانچہ تھا کہ جس میں نور ڈھلتا تھا
بوقت گفتگو ریخوں سے چھن چھن کر نکلتا تھا"

(کوثر صفحہ ۳۷)

لعاب دہن (تھوک) مبارک

مشک کی خوشبو

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تمام قسموں کے عطر کو سونگھا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ (تھوک) کی خوشبو سے زیادہ کسی کو خوشبودار نہیں پایا۔ (سبل صفحہ ۳۰، ابن سعد)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ڈول لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ پھر جھوٹا بالٹی میں ڈال دیا یا بالٹی میں تھوک دیا تو اس سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ (سبل)

تھوک سے پانی شیریں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں ایک کنواں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں تھوک دیا۔ پورے مدینہ میں اس سے زیادہ شیریں کسی کنویں کا پانی نہیں تھا۔ (ابونعیم، سبل صفحہ ۳۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے قبا کے کنویں میں تھوک ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد کبھی کنویں کا پانی خشک نہ ہوا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۵۷)

فائدہ: تھوک مبارک کے معجزہ کے متعدد واقعات کتب سیر میں معجزات کے ذیل میں مذکور ہیں وہاں تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

تھوک مبارک میں شفا

خیبر کے موقعہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ دکھنے لگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا۔ اور ان کی آنکھ میں آپ نے تھوک لگا دیا۔ چنانچہ وہ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ گویا کہ کچھ بیماری تھی ہی نہیں۔ (بخاری صفحہ ۶۰۵، مسلم)

عتبہ بن فرقد کی بیوی کہتی ہیں کہ میرے شوہر عطر نہیں لگاتے تھے۔ اس کا واقعہ وہ یوں بیان کرتے تھے کہ آپ کے زمانہ میں مجھے پھنسیاں نکل آئی تھیں۔ میں آپ کے پاس گیا تو آپ نے ہاتھ پر تھوک کر میرے پورے جسم میں مل دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں (وہ پھنسیاں بھی ختم ہوگئیں) پورا جسم لوگوں میں سب سے زیادہ خوشبودار ہوگیا۔ (بخاری فی تاریخہ، سبل جلد ۲ صفحہ ۳۱)

زبان مبارک سے سیرابی

حضرت ابوجعفر کا بیان ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جب چھوٹے بچے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

تھے ان کو پیاس لگی۔ آپ ﷺ سے پانی مانگا۔ آپ نے پانی تلاش کیا نہیں ملا۔ تو آپ ﷺ نے اپنا دہن مبارک ان کو دے دیا، وہ چوسنے لگے۔ جس سے وہ سیراب ہوگئے (ان کی پیاس بجھ گئی)۔

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۲، سبل صفحہ ۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ سفر کی حالت میں تھے کہ حضرت حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے (یہ اس وقت چھوٹے تھے) رونے کی آواز آئی۔ وہ دونوں اپنی ماں کے پاس تھے۔ پس آپ ﷺ جلدی سے ان کے پاس گئے اور پوچھا کیا ہوا میرے بیٹے کو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا پیاس لگی ہے۔ آپ ﷺ نے پانی تلاش کیا۔ ایک قطرہ بھی پانی نہیں ملا۔ آپ نے فرمایا لاؤ ہمیں دو۔ حضرت فاطمہ نے آپ کو دے دیا۔ آپ ﷺ نے اسے سینہ مبارک سے لگا لیا۔ اور اپنی زبان مبارک ان کو دے دی۔ وہ چوسنے لگے۔ یہاں تک کہ خاموش ہوگئے۔ (یعنی پیاس بجھ گئی) پھر رونے کی آواز نہ سنی گئی۔ اسی طرح دوسرے کو لیا۔ دونوں خاموش ہوگئے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۶۲)

فائدہ: آپ کی زبان مبارک کے چوسنے سے دونوں کی شدت پیاس جاتی رہی۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلنے والے پانی نے ان کو سیراب کر دیا۔ یہ آپ ﷺ کی زبان مبارک کی خصوصیت تھی۔

لعاب دہن (تھوک مبارک) کی برکات

آپ ﷺ کا تھوک مبارک بڑا ہی بابرکت تھا۔ مریض پر تھوک دیتے شفا پا جاتا۔ خشک کنویں میں تھوک دیتے پانی سے ابل پڑتا۔

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بیر بضاعہ پر تشریف لائے۔ ڈول سے وضو فرمایا۔ اور اس کا پانی کنویں میں ڈلوادیا۔ پھر ڈول میں دوسری مرتبہ تھوک ڈال دیا (اور اس کنویں میں پانی ڈال دیا گیا) چنانچہ اس زمانہ میں جب کوئی مریض ہوتا۔ تو اسے بیر بضاعہ سے غسل دے دیا جاتا۔ جس سے وہ اس طرح اچھا ہو جاتا جیسے اسے کسی بندھن سے کھول دیا گیا ہو۔ (ابن سعد صفحہ ۵۰۵، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کنواں تھا۔ آپ ﷺ نے اس میں تھوک مبارک ڈال دیا۔ اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ اس سے زیادہ شیریں پانی مدینہ میں نہ تھا۔ (ابونعیم، سبل جلد ۷ صفحہ ۲۲۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ قبا آئے۔ اور بیر غرس پر پہنچے۔ جہاں گدھے کے ذریعہ پانی کھینچا جاتا تھا۔ دن بھر لوگ رکے رہتے تھے مگر پانی نہ پاتے تھے۔ آپ ﷺ نے ڈول میں کلی کی اور اسے کنویں میں ڈال دیا، پس وہ پانی سے بھر گیا۔ (ابن سعد صفحہ ۵۰۵)

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح خیبر کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا، کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جس کے ہاتھ خدا فتح فرمائے گا۔ وہ خدا رسول سے محبت کرتا ہے، اور خدا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ لوگوں نے یہ سوچتے ہوئے رات گزاری کہ دیکھو کن کو دیا جاتا ہے۔ صبح ہوئی تو لوگ آپ ﷺ کے پاس گئے ہر ایک امید رکھتا تھا کہ اسے دیا جائے گا۔ آپ نے معلوم کیا علی کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا ان کی آنکھ آگئی۔ ان کو بلایا گیا۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھ میں لعاب دہن (تھوک) لگا دیا۔ اور دعا کی۔ ایسے اچھے ہو گئے کہ گویا ان کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ (بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۶۰۵)

فائدہ: لعاب دہن کی برکت سے آئی آنکھ فوراً ٹھیک ہوگئی۔ آپ کے ریق مبارک میں شفا تھی۔ یزید بن ابی عبید بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی میں زخم کا نشان دیکھا تھا۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسا زخم ہے۔ کہا خیبر کے موقعہ پر یہ چوٹ لگ گئی تھی، میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ سلمہ کو چوٹ لگ گئی ہے۔ تو آپ ﷺ نے تین مرتبہ تھوک دیا۔ اس کے

بعد سے اب تک کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ (بخاری شریف جلد ا صفحہ ۶۰۵)

حارث بن عبیدہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں چوٹ لگ گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا۔ تو وہ دوسری آنکھ سے زیادہ اچھی ہوگئی۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۰)

حنش ابن عقیل سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے مجھے اپنا جھوٹا ستو پلایا۔ چنانچہ میں آج بھی پیاس کے وقت اس کی تراوٹ محسوس کرتا ہوں۔ اور بھوک لگتی ہے تو پیٹ بھر جاتا ہے۔ (سبل الھدیٰ جلد ۱۰ صفحہ ۴۱)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد میں تیر کا زخم چہرہ پر لگ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تھوک دیا چنانچہ اس کے بعد سے اس کا اثر یہ ہوا کہ کبھی وہاں چوٹ نہیں آئی۔ (بیہقی، سبل جلد ۱۰، صفحہ ۴۱)

عکرمہ سے منقول ہے کہ زید بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر میں کعب ابن اشرف کے قتل کے موقعہ پر تلوار کا نشان پڑ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوک دیا۔ جس سے وہ زخم اچھا ہوگیا۔

حضرت جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے سامنے کھانا رکھا تھا۔ تو جرہد نے بایاں ہاتھ کھانے کے قریب کیا چونکہ ان کے دائیں ہاتھ میں تکلیف تھی۔ آپ نے اس پر تھوک دیا۔ وہ ہاتھ اچھا ہوگیا۔ پھر کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ (طبرانی، سبل جلد ۱۰ صفحہ ۴۲)

یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کا سفر کیا تو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک عورت آئی اور اس نے کہا، اے اللہ کے نبی یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے کچھ اثر ہے۔ قریب سات سال سے دن میں دو مرتبہ اس کا اثر آتا ہے (یعنی جن کا دورہ پڑتا ہے) آپ نے فرمایا اسے قریب لاؤ۔ اور آپ نے اس کے منہ میں تھوک دیا۔ اور فرمایا، نکل خدا کے دشمن، میں خدا کا رسول ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا واپسی پر مجھے بتانا کیا ہوا۔ (یعنی فائدہ ہوا کہ نہیں) چنانچہ جب ہم واپس آئے وہ آئی اور کہا، خدا کی قسم جس نے آپ کو محترم ومکرم بنایا۔ آپ سے جدا ہونے کے بعد کچھ نہیں ہوا۔ (یعنی بچہ اچھا ہوگیا دوبارہ جن کا اثر نہیں ہوا)۔

(مسند احمد، ابن سعد، بیہقی فی الدلائل جلد ۶ صفحہ ۶۱)

بشر بن عقربہ سے روایت ہے کہ عقربہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا میرا لڑکا بجیر۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ قریب ہو جاؤ، میں قریب ہوگیا۔ یہاں تک کہ اس کے دائیں طرف بیٹھ گیا پھر مجھ سے پوچھا کہ کیا نام ہے میں نے کہا بجیر اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا تمہارا نام بشیر ہے۔ اور میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ نے میرے منہ میں تھوک دیا۔ چنانچہ میری زبان سے لکنت دور ہوگئی۔ اور سر کے جس حصہ پر آپ نے ہاتھ پھیرا وہ تو علی حالہ سیاہ رہا اور باقی تمام

بال (بڑھاپے کی وجہ سے) سفید ہوگئے۔ (مجمع، سبل جلد ۱۰، صفحہ ۱۹)

سہل بن سعد رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے متعدد حضرات صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ بیر بضاعہ آئے۔ ڈول میں وضو کیا اور اس کا باقی ماندہ پانی کنویں میں ڈال دیا۔ پھر دوسری مرتبہ اس سے پیا۔ اور اس میں تھوک دیا۔ (اور اسے کنویں میں ڈال دیا گیا) جب آپ کے زمانہ میں کوئی بیمار ہوتا، تو کہا جاتا بیر بضاعہ سے اسے غسل دے دو۔ چنانچہ اسے غسل دے دیا جاتا۔ تو وہ بالکل اچھا ہو جاتا۔ (ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ فرماتے ہیں کہ جب سے کہ آپ ﷺ نے میری آنکھ میں لعاب دہن (تھوک) ڈالا کبھی آنکھ نہ آئی۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۲۲)

ابوالعشراء نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ جب میرے والد بیمار ہوئے تو رسول پاک ﷺ تشریف لائے تو آپ نے سینہ سے پیر تک تھوک دیا۔ (ابن عدی، سبل الہدیٰ جلد ۱۰، صفحہ ۳۹)

رفاعہ بن مالک کہتے ہیں کہ بدر کے موقعہ پر تیر لگنے سے میری ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ آپ نے اس میں تھوک دیا اور دعا فرمادی۔ جس سے تکلیف جاتی رہی۔ (حاکم، بیہقی، سبل جلد ۱۰، صفحہ ۱۸)

فائدہ: آپ ﷺ کے لعاب دہن (تھوک مبارک) میں بڑی برکت تھی۔ خشک کنویں میں ڈال دیتے تو پانی شیریں ہو جاتا اور ابل پڑتا۔ آنکھ یا جسم کے حصہ پر تھوک دیتے کیسا ہی شدید مرض یا زخم ہوتا فوراً اچھا ہو جاتا اور پھر وہاں دوبارہ تکلیف نہ ہوتی۔

رخسارِ مبارک

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک نرم تھے۔
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سفید تھے۔

(ابن عساکر، سبل جلد۲ صفحہ ۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک سفید تھے۔

(سبل جلد۲ صفحہ ۲۹)

فائدہ: خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پچکے اور دبے ہوئے نہ تھے۔ اور نہ بہت اٹھے ہوئے تھے بلکہ چہرے کی ہیئت سے مناسب طور پر تھے۔

اور آپ کے رخسار مبارک میں کھردرا پن نہیں تھا۔ اور نہ رخسار میں مہاسے وغیرہ کے داغ تھے۔ جیسا کہ بعض صحت مندوں کو ہو جاتا ہے۔ اور یہ کہ آپ کے رخسار پر بال بھی نہ تھے جیسا کہ بعض لوگوں کے رخسار پر بال ہوتے ہیں۔ یہ حسن اور چہرے کی خوشنمائی کو کھو دیتا ہے۔ چنانچہ آپ کے رخسار مبارک کی کیفیت میں راوی نے اسیل اور سہل بیان کیا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نہ بال نہ مہاسے وغیرہ تھے ؎

تھے رخسار مبارک آپ کے ہموار اور ہلکے
وہ گویا تھے کھلے اوراق قرآن مکمل کے

سمع (کان) مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ پوری قوت سماع رکھتے تھے۔
(ابن عساکر، سبل جلد۲ صفحہ ۲۷)

فائدہ: یعنی سننے میں کوئی کمی بیشی نہ تھی۔

ابونعیم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم لوگ وہ سن لیتے ہو جو میں سنتا ہوں۔ ہم لوگوں نے جواب دیا۔ ہم لوگ تو وہ جو آپ سن لیتے ہیں نہیں سن پاتے۔ آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کو دیکھ لیتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھ پاتے۔ میں اسے سن لیتا ہوں جسے تم نہیں سن پاتے۔ میں آسمان کی چرچراہٹ کو سنتا ہوں۔ اور اسے کوئی ملامت نہیں کہ وہ چرچرائے کہ آسمان میں ایک بالشت بھی جگہ خالی نہیں کہ حضرات فرشتے یا تو قیام کی حالت میں ہیں یا سجدہ کی حالت میں۔
(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵، دلائل ابونعیم صفحہ ۳۷۹، سبل جلد۲ صفحہ ۲۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ خچر پر سوار تھے کہ وہ اچانک بدکنے لگا۔ قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ تو دیکھا کہ وہاں چند قبریں ہیں۔ آپ نے معلوم کیا کہ ان قبر والوں کو کوئی جانتا ہے۔ کسی نے کہا میں جانتا ہوں۔ آپ نے پوچھا یہ لوگ کب مرے ہیں۔ کہا کہ یہ لوگ شرک کی حالت میں مرے ہیں۔ آپ متعجب ہوئے اور فرمایا اس امت کو قبر میں آزمایا جائے گا۔ اگر مجھے دفن کا خوف نہ ہوتا کہ تم ڈر کے مارے چھوڑ دو گے۔ تو میں تم کو عذاب قبر سنواتا جسے میں سنتا ہوں۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۳۸۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایسی چیزوں کو سن لیتے تھے جس کو دوسرے نہیں سن سکتے۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ آپ حضرات ملائکہ کو دیکھ لیتے تھے۔ اور حاضرین مجلس نہیں دیکھ پاتے۔ آپ جنت کو جہنم کو دیکھ لیتے اور حضرات موجودین کو کچھ علم نہ ہوتا۔ ہاں اگر آپ بتا دیتے تو ان کو علم ہو جاتا۔

اسی طرح آپ وحی کی آواز جو گھنٹی کی گنگناہٹ کی طرح ہوتی سن لیتے تھے اور آپ کے بغل اور مجلس میں لوگ ہوتے مگر نہیں سن پاتے تھے۔ یہ آپ کے سماع تام کی بات تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ تو آپ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ اور کسی بڑے گناہ پر عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ایک تو پیشاب سے بے احتیاطی کرتا تھا دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۳۵)

فائدہ: آپ ﷺ کے کان مبارک نے چیخ پکار اور باطنی آنکھوں نے تکلیف کا مشاہدہ کر لیا۔ جسے ہم اپنی زبان میں کشف سے موسوم کرتے ہیں۔

ناک مبارک

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک اونچی تھی۔ ایک چمک تھی جو نمایاں نظر آتی تھی۔ غور سے نہ دیکھنے والا گمان کرے گا کہ اونچی ہے مگر اونچی نہیں تھی۔ (بلکہ معلوم ہوتی تھی)۔

(ترمذی، دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک باریک تھی۔ (ابن عساکر، سبل)

بیہقی نے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک باریک تھی۔ (خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۷۴)

فائدہ: خیال رہے کہ ناک کا ذرا باریک اور اٹھی ہوئی ہونا۔ حسن اور خوش نمائی کے اسباب ہیں۔ چہرہ کے حسن میں ناک کی ہلکی بلندی کو بہت دخل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلندی کے ساتھ ذرا قوس کی شکل میں تھی۔ یعنی اوپر سے جھکی ہوئی تھی۔ چونکہ بالکل اٹھی ہوئی ہونے سے ناک کے سوراخ سامنے نظر آتے ہیں، جو حسن کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے ضرب المثل ہے طوطے جیسی ناک، کہ اس کی چونچ بلند قوس نما ہوتی ہے۔

کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

وہ بینی مبارک جس پہ نور اک جگمگاتا تھا
کہ جو ظاہر میں بینی کی بلندی کو بڑھاتا تھا

پلک اور بھوئیں مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے تو کہتے آپ گھنی اور لمبی پلکوں والے تھے۔ (دلائل صفحہ ۲۱۳، ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۴)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ کی پلک گھنی اور لمبی تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان کرتے تو کہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے پلک لمبے اور گھنے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۳)

فائدہ: ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ پلکوں پر بال بہت تھے اور لمبے تھے۔ (جمع صفحہ ۳۶)

علامہ مناوی نے ذکر کیا ہے کہ پلک پر بال خوب گھنے تھے، اور لمبے تھے، اور باریک تھے۔ خیال رہے کہ پلکوں پر گھنے بالوں کا ہونا آنکھ اور چہرے کے حسن کی علامت ہے۔ پلکوں پر بال کا نہ ہونا یا کم ہونا۔ آنکھ کے مرض کی علامت ہے۔ خدائے پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امراض جسمانی سے محفوظ رکھا تھا۔

بھوئیں مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بھوئیں ملے ہوئے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۲)

حضرت حسن نے اپنے ماموں سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھوئیں مبارک باریک اور قوس نما تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۴)

بیہقی نے ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوئیں مبارک باریک تھیں۔

سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بھوئیں بالوں سے پر لمبی اور ملی ہوئی تھیں۔ (سبل صفحہ ۲۱)

فائدہ: آپ کی دونوں بھوئیں حقیقۃً ملی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں میں تھوڑا سا فاصلہ تھا جو دور سے نظر نہ آتا تھا۔ تاوقتیکہ غور سے نہ دیکھا جائے۔ (الدمشقی فی سبل الہدیٰ صفحہ ۲۲)

چنانچہ ہند بن ابی ہالہ کی حدیث میں غیر قرن کا لفظ آرہا ہے۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ دونوں بھوئیں ملی ہوئی نہ تھیں۔

ملا علی قاری نے اسی کو صحیح قرار دیتے ہوئے کہا کہ بھوؤں کا ملنا پسندیدہ نہیں ہے۔ عرب بھوؤں کے ملنے کو

پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک فصل قابل تعریف و حسن سمجھا جاتا ہے۔

اور جن روایتوں میں بھوؤں کے ملے ہونے کا ذکر ہے۔ ان کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دراصل وہ فاصلہ جو ہلکا سا تھا بلا غور کئے نظر نہ آتا تھا۔ حالانکہ حقیقت میں وہ ملا ہوا نہ تھا۔ چنانچہ ابو صالح دمشقی کی بھی رائے ہے۔ علامہ مناوی شارح شمائل نے بھی لکھا ہے کہ دونوں بھوؤں کے درمیان فصل تھا۔ کہ عرب لمبی بھوؤں کو مکروہ اور اہل قیافہ اسے مذموم سمجھتے ہیں۔

خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہوا کہ آپ کی بھوؤیں بالوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور قوس نما دونوں طرف سے کمان کی طرح ٹیڑھی اور بالکل ملی ہوئی نہ تھیں ؎

گھنے باریک اور خمدار تھے مثل کمال ابرو
ذرا کچھ فصل سے دونوں ہلال ضوفشاں ابرو
رگ پاک ایک دونوں ابروؤں کے درمیاں میں تھی
جو غصے میں ابھر آتی تھی تیر اک دو کماں میں تھی

(کوثر صفحہ ۳۶)

داڑھی مبارک

داڑھی گھنی تھی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔

(مسلم صفحہ ۲۵۹، دلائل صفحہ ۲۱۷)

داڑھی مبارک گھنی تھی

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی گھنی تھی۔

(دلائل صفحہ ۲۱۷، ابن سعد صفحہ ۴۳۰)

داڑھی بڑی تھی

نافع بن جبیر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا، داڑھی مبارک بڑی تھی۔ (دلائل)

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بڑی تھی۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۳۴)

داڑھی کالی تھی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف کو بیان فرماتے تو کہتے آپ کی داڑھی کالی تھی۔ دانت بڑے خوبصورت تھے۔ (ابن عساکر، دلائل صفحہ ۲۱۷)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال بہت سیاہ کالے تھے۔ (ابن عساکر، سبل جلد ۲ صفحہ ۳۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بہت گھنی لمبی اور خوب سیاہ تھی۔ یہ صحت اور قوت کی علامت ہے۔ آپ کی داڑھی اتنی لمبی تھی کہ سینے تک آتی تھی۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کی وسعت ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا۔ یہاں یہاں یعنی سینہ مبارک تک پھیلی ہوئی تھی۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۳۴)

شرح احیاء میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی داڑھی گھنی اور پھیلی ہوئی تھی۔ اور علی کرم اللہ وجہہ کی تو اس قدر گھنی تھی کہ سینے کے دونوں طرف گھیرے ہوئے تھی۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۴۳۴)

خیال رہے کہ داڑھی کا وسیع اور کشادہ ہونا خوشنمائی کی علامت ہے۔ جن لوگوں کی داڑھی صرف ٹھڈی پر ہوتی۔ وہ اچھی اور خوشنما نہیں ہوتی۔ اس سے چہرے کا بھی حسن نہیں کھلتا ہے۔ اور لمبی اور چوڑی داڑھی سے چہرہ کا حسن نمایاں ہوتا ہے۔ اور چہرہ پر وقار اور وجیہہ معلوم ہوتا ہے ؎

"گھنی ریش مبارک تھی بھر دیتی تھی سینے کو
نظارے کو مسیح و خضر نے مانگا تھا جینے کو"

داڑھی بڑی خوشنما تھی

جہم بن الضحاک نے ایک صحابی سے پوچھا کہ تم نے نبی پاک ﷺ کو دیکھا ہے؟ (یعنی وہ کیسے تھے) انہوں نے کہا ہاں میں نے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ درمیانہ قد کے ذرا لمبے، بڑی خوبصورت داڑھی والے تھے۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۲۱۸)

فائدہ: کالی داڑھی جو وسیع اور کشادہ تھی۔ ملیح اور چاند جیسے چہرے پر کس قدر خوبصورت معلوم ہوتی ہوگی۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ؎

ذولحية كثة زانت محاسنه
كما يزين عيون الغادرة الحور

(الروض النظیف)

داڑھی میں کنگھی فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سر میں تیل کثرت سے لگاتے، اور داڑھی میں کنگھی فرماتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱)

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تیل لگاتے پھر کنگھی فرماتے۔

(سبل جلد ۷ صفحہ)

فائدہ: داڑھی میں کنگھی کرنی سنت ہے۔ اس سے داڑھی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ اور پراگندگی سے طبیعت پریشان نہیں ہوتی۔

داڑھی میں تیل لگانا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ داڑھی میں تیل لگاتے۔ (سبل جلد ۷)

تیل لگانے سے بالوں کی خشکی دور ہوتی ہے۔ بالوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔ بال ٹوٹتے نہیں یا کم ٹوٹتے

ہیں۔

داڑھی میں پانی لگا کر سنوارنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی مبارک ہر دن پانی لگا کر سنوارتے۔

(سبل جلد ۷ صفحہ ۳۴۶)

پانی لگا کر داڑھی میں کنگھا کرنے سے بالوں کا جٹا آسانی سے ٹوٹتا ہے۔ کنگھی سہولت سے ہوتی ہے۔ بال نہیں ٹوٹتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تیل اور اکثر پانی لگا کر داڑھی مبارک کے بال سنوارتے۔

داڑھی میں خوشبو لگاتے

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن اکوع سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مشک سر اور داڑھی میں لگاتے۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۶۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل یا زعفران داڑھی میں لگانا چاہتے تو اولاً ہاتھ پر رکھتے پھر داڑھی پر لگاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۶ صفحہ ۱۶۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔ اس لئے داڑھی میں بھی مشک زعفران لگاتے۔

خیال رہے کہ بالوں پر عطر لگانا درست ہے۔ مگر چہرے پر عطر یا خوشبو کا ملنا مناسب نہیں۔ منع کیا گیا ہے۔

کبھی دست مبارک سے داڑھی پکڑ لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رنجیدہ ہوتے تو داڑھی مبارک کو ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ (مجمع جلد ۶ صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنجیدہ ہونے کی علامت ہوتی کہ آپ داڑھی کو دست مبارک میں لے لیتے۔ یہ کبھی ہوتا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی کو ہاتھ سے پکڑنے کی عادت نہیں رکھتے تھے۔

چنانچہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے داڑھی پر ہاتھ رکھ کر سہلاتے اور پھیرتے رہتے ہیں۔ اس کی عادت اچھی نہیں۔ آپ ان امور سے پاک تھے۔ کبھی ہاتھ رکھ لیا تو مضائقہ نہیں مگر عادت اچھی نہیں۔

مزید داڑھی کے متعلق تفصیل جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں بسط و تفصیل ہے۔

گردن مبارک

ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسی مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے۔ اور رنگ میں چاندنی جیسی صاف تھی۔ (شمائل صفحہ ۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک کیا تھی ایسے جیسے چاندی کی چھاگل۔ (ابن سعد، ابن عساکر، سبل جلد ۲ صفحہ ۴۳)

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک بلند تھی۔ (سبل صفحہ ۴۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی گردن مبارک سے چادر ہٹاتے تو آپ کی گردن ایسی معلوم ہوتی، جیسے چاندی کا ڈھالا ہوا۔ (بزار، بیہقی، سبل صفحہ ۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کی گردن مبارک سے کپڑا ہٹ گیا اور گردن مبارک جو نظر آیا تو اس کا منظر میرے سامنے ہے کہ آپ کا مونڈھا اور گردن ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۴۳)

''بلند و دلفریب و خوشنما تھی آپ کی گردن
بت سیمیں کی جیسے ہو تراشی ڈھلی گردن''

حافظ ابوبکر بن ابی خیثمہ نے بیان کیا کہ آپ کی گردن بڑی خوبصورت دیدہ زیب تھی۔ گردن کا وہ حصہ جو کھلا اور نظر آتا تھا۔ وہ دھوپ اور ہوا کی وجہ سے چاندی کے اس ٹکڑے کی طرح چمکتا تھا جس میں سونے کا سنہرا رنگ پرویا ہوا ہو۔ اور گردن کا وہ حصہ جو کپڑے کے اندر رہتا وہ تو ایسا خوبصورت اور دیدہ زیب تھا جیسے بدر کا چاند۔

(سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۴۳)

مونڈھا مبارک

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے فاصلہ تھا۔ (دلائل النبوہ صفحہ ۲۴۱)

ابن میتب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کچھ فاصلہ تھا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۵، دلائل النبوہ صفحہ ۲۴۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا کندھا بڑا (یعنی وسیع اور کشادہ) تھا۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں اور جوڑوں کی ہڈیاں بلند اور مضبوط تھیں۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۴۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان فاصلہ سے محدثین نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کا سینہ کشادہ چوڑا وسیع تھا۔ جو صحت اور قوت کی علامت ہے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۴۴)

علامہ مناوی و ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مونڈھوں کے فاصلے سے سینہ اور پیٹھ کے کشادہ ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ سینہ کی کشادگی سخاوت اور وقار پر دلالت کرتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ سینہ کے اوپر کا حصہ کشادہ تھا۔ ملا علی قاری نے بیان کیا کہ آپ کا سینہ کشادہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابوسعد کی روایت میں سینہ کی کشادگی کا ذکر ہے۔ (جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۷)

اسی کو عارف مضطر نے کہا ؎

"تھے چوڑے دونوں شانے، فصل کچھ ان میں زیادہ تھا
ذرا ابھرا ہوا تھا سینۂ پاک اور کشادہ تھا"

ہڈیوں کے جوڑ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے ہڈیوں کے سرے اور مونڈھے بلند و مضبوط تھے۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ہڈیوں کے سرے اور جوڑ مضبوط اور گوشت سے پر تھے۔ (بیہقی، سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۸۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہڈی کے سرے اور جوڑ مثلاً کہنی مونڈھے گٹے وغیرہ کی ہڈیاں نکلی اور پتلی نہیں تھیں۔ جیسا کہ عموماً دبلے یا مریض کی ہڈیوں میں ہوتا ہے۔

آپ کی ہڈیاں پر گوشت اور بڑی تھیں۔ اور دیکھنے میں بڑی خوبصورت تھیں۔

کیا خوب کہا کسی عارف شاعر نے ؎

"کلاں تھیں ہڈیاں مربوط اور پر گوشت تھے اعضاء
تھے لمبے ہاتھ، لمبی انگلیاں، متناسب و زیبا"

(کوثر صفحہ ۴۰)

بغل مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا دعا میں ہاتھ اس قدر اٹھاتے کہ بغل کی سفیدی نظر آ جاتی۔ (بخاری، سبل جلد ا صفحہ ۷۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ فرماتے تو بغل کی سفیدی نظر آتی۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۳۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا بغل مبارک نہایت ہی سفید تھا۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۱۴)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو الگ رکھتے یہاں تک کہ پیچھے سے بغل کی سفیدی نظر آنے لگتی۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۲۱)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں آپ سجدہ کر رہے ہیں اور بغل کی سفیدی نظر آ رہی ہے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغل مبارک نہایت ہی صاف روشن چمکدار تھا۔ اس پر بال نہ تھے۔ علامہ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے بغل مبارک میں بال نہیں تھے۔ اسی کو امام سنوی نے بھی ذکر کیا ہے۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۷۵، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۳)

بغل میں بو نہیں ہوتی تھی

قبیلہ بن حریش کے ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم اطہر سے ملایا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا بغل کے پسینہ کا کیا حال تھا۔ تو انہوں نے جواب دیا خوشبو تھی مشک جیسی۔

(بزار، سبل جلد ۲ صفحہ ۷۵)

فائدہ: بغل کے پسینہ میں یا پورے جسم اطہر کے پسینہ میں بو نہیں تھی بلکہ مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی۔ شرح احیاء میں بھی ہے کہ آپ کے بغل میں بو نہیں تھی۔

سینہ مبارک

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اور پیٹ دونوں یکساں تھے۔ (یعنی سینہ کے مقابلے میں پیٹ نکلا ہوا یا ابھرا ہوا نہیں تھا۔) جیسا کہ موٹے لوگوں کا ہوتا ہے۔

ہند بن ابی ہالہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کا سینہ مبارک نمایاں بلند ظاہر تھا۔ (اندر کو گھسا ہوا نہ تھا، جیسا کہ کمزور مریض زیادہ دبلوں کا ہوتا ہے)۔ (شمائل ترمذی، سبل صفحہ ۵۵)

فائدہ: ملا علی قاری نے بیان کیا کہ آپ کا سینہ پیٹ کے برابر، اور پیٹ سینہ کے برابر تھا۔ دونوں میں یکسانیت تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

سینہ کشادہ تھا

حضرت ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چوڑا تھا۔ (شمائل)

فائدہ: علامہ مناوی نے بیان کیا کہ سینہ کا چوڑا ہونا، مردوں کے لئے خوبی اور تعریف کی بات ہے۔ اور یہ کہ سینہ میں دو پستانوں کی جانب گوشت کا اٹھان نہ تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

سینے کے اگلے حصہ پر بال تھے

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کے اوپری حصہ میں بال تھے۔

(ابن سعد صفحہ ۴۲۲)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر بال تھے۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۶)

فائدہ: بعض روایت میں ہے کہ عاری الثدیین تھے۔ یعنی آپ کا سینہ بالوں سے خالی تھا۔ یا تو مطلب یہ ہے کہ زیادہ بال نہ تھے ہلکے بال تھے۔ ملا علی قاری نے اس کا مطلب یہ بھی لیا تھا کہ پستانوں کے مقام پر گوشت ابھرے ہوئے نہیں تھے۔ (جیسا کہ عموماً موٹے لوگوں میں ہوتا ہے)۔ (جمع صفحہ ۴۱)

سینے اور پیٹ کے مابین بالوں کی لکیر

حضرت ہند ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک اور ناف مبارک کے درمیان بالوں

کی ہلکی لکیر تھی۔ (شمائل صفحہ۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک دھاری تھی۔ (اس کے علاوہ بازو پنڈلیوں پر بال نہیں تھے)۔ (شمائل صفحہ۲)

علامہ مناوی نے ذکر کیا ہے کہ سینہ کے ذرا اوپر جہاں ہار باندھے جاتے ہیں وہاں سے بالوں کی دھاری جیسی تھی جو ناف پر آکر ختم ہوگئی تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ۴۰)

یعنی اس کے اگل بغل کہیں بال نہ تھے ؎

''تھے کچھ بال اوپری حصہ میں بازو اور سینے کے
بقیہ کل بدن بے بال تھے مثل آگینہ کے''

پیٹ مبارک

آپ کا پیٹ نکلا نہ تھا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مبارک سینہ کے برابر تھا۔ (سینہ اور پیٹ دونوں برابر تھے، پیٹ نکلا ہوا نہیں تھا)۔ (ترمذی، بیہقی، سبل صفحہ ۵۵)

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مبارک سینہ مبارک کے مساوات میں تھا۔ (جو بلندی اور اٹھان سینہ کی تھی وہی پیٹ کی تھی)۔ (ترمذی)

ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ نکلنے کے عیب سے متصف کر سکتا تھا نہ گھسا پیٹ کہا جا سکتا تھا۔ (مسند حارث، سبل جلد۲ صفحہ ۵۵)

فائدہ: یعنی مرض کی وجہ سے یا سخت دبلے پن کی وجہ سے جو پیٹ گھس جاتا ہے۔ کمر نکل آتی ہے ایسا نہیں تھا۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ پیٹ بالکل سینے کے مساوی۔ اور سینہ بالکل پیٹ کے مساوی تھا۔ یعنی پیٹ سینے کے مقابل نہ تھوڑا نہ زیادہ اٹھا ہوا تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ موٹے نہ تھے نہ آپ کا پیٹ نکلا ہوا تھا۔

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر بال نہیں تھے۔ (ترمذی)

چونکہ عموماً جن کا پیٹ نکلا ہوا ہوتا ہے۔ ان کے پیٹ پر بال ہوتے ہیں، بال کی ہلکی دھاری کے علاوہ اور کوئی بال نہ تھے۔

خیال رہے موٹا اور پیٹ و توند کا نکلنا کوئی اچھی قابل تعریف بات نہیں بلکہ موٹاپے کی حدیث پاک میں مذمت آئی ہے۔

شکم اور سینہ ہموار اک نمائش تھی جمالوں کی
تھی سینہ سے لکیر اک ناف تک باریک بالوں کی
تھے کچھ بال اوپری حصہ میں بازو اور سینے کے
بقیہ کل بدن بے بال تھا مثل آگینہ کے

(کوثر صفحہ ۳۹)

پیٹھ مبارک

محرش بن عبدالکعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام جعرانہ سے عمرہ کرنے رات میں چلے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک کو دیکھا تو ایسا خوبصورت اور روشن تھا گویا چاندی سے ڈھلا تھا۔

(مسند احمد جلد۲ صفحہ ۴۵)

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک نہایت ہی خوبصورت تھا۔ اور حسن و جمال خوشنما ہونے میں مثل چاندی کے ڈھلا تھا۔ اس لئے راوی نے اس کی ترجمانی اس طرح کی ؎

وہ سانچے میں ڈھلی چاندی کی گویا پشت انور تھی
نہایت دیدہ زیب اور خوبصورت تھی منور تھی

(کوثر وزمزم صفحہ ۳۹)

بال مبارک کا بیان

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک کے بال بڑے سیاہ کالے تھے۔ (ابن عساکر)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے آپ کے سر مبارک کے بال گھنے تھے۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۲۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت اور خوشنما بالوں والے تھے۔

(مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ کے سر مبارک پر بال بکثرت تھے اور خوشنما تھے۔

(جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوبصورت بالوں والے تھے۔

(ابن عساکر، سبعی جلد ۲ صفحہ ۱۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور اسی طرح داڑھی کے بال نہایت ہی سیاہ اور گھنے تھے۔ خیال رہے کہ بالوں کا خوب سیاہ ہونا۔ اور گھنا ہونا قوت و شجاعت اور صحت کی علامت ہے۔ البتہ کچھ بال آخری عمر میں سفید ہو گئے تھے۔ جس کا بیان آ رہا ہے۔

بال گھنگھریالے تھے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ تو بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار تھے (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی تھی)۔ (شمائل صفحہ ا)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے تو ضرور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے اور نہ بالکل پیچدار تھے۔ (شمائل صفحہ ا)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے بال گھنے اور گھنگھریالے، خمدار تھے۔ (ابن ابی خیثمہ، سبل جلد ۲ صفحہ ۱۵)

حضرت علی بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ تو بالکل پیچدار تھے اور نہ

بالکل سیدھے۔ بلکہ کچھ گھنگھریالے تھے۔ (بیہقی)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک نہ تو بالکل سیدھے۔ جیسا کہ عورتوں کے بال ہوتے ہیں اور نہ بالکل پیچ دار گھنگھریالے ہی جیسا کہ حبشیوں کے ہوتے ہیں۔ ہلکی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے۔ جس سے بالوں کی خوبصورتی اور بڑھ گئی تھی۔ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ آپ کے بال بالکل نہ سیدھے اہل ہند کی طرح نہ بالکل خمدار سوڈانیوں کی طرح بلکہ دونوں کے درمیان تھے۔ (جلد۱۰، صفحہ ۲۹۳)

سیہ گنجان گیسو جس پہ صدقے ہوں دل و دیدہ
ذرا مائل بہ خم بالکل نہ سیدھے ہی نہ پیچیدہ

سر پر بال مبارک کی مقدار

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کندھے تک تھے۔
(بخاری، مسلم، ابن سعد صفحہ ۴۲۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کان اور کندھے مبارک کے مابین تھے۔ (مسلم، ابن سعد صفحہ ۴۲۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ کے بال مبارک نصف کان تک تھے۔
(ابن سعد صفحہ ۴۲۸، دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، بخاری صفحہ ۸۶۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کان کی لو سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۴۲، ابن سعد صفحہ ۴۲۸)

حضرت ابورمشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال مبارک کان کی لو تک پہنچے تھے۔
(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۲۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے بال وفرہ سے اوپر جمہ سے نیچے ہوتے۔ یعنی کندھوں اور کان کے مابین ہوتے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۲۹)

ابوالمتوکل الناجی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے بال مبارک لمہ تک تھے۔ جس نے کانوں کی لو کو چھپا رکھا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: خیال رہے کہ بالوں کی مختلف تعبیریں ہیں جو مقدار زمانہ اور احوال کے اعتبار سے مختلف ہو جاتے تھے۔ جس نے جس مقدار اور ہیئت کو دیکھا بیان کر دیا۔

علامہ نووی نے کہا جب بال کٹوا لیتے تھے تو کان کی لو تک ہوتے تھے۔ چھوڑ دیتے تھے تو گردن تک

آ جاتے تھے۔ یہی توجیہہ حافظ ابن حجر نے ذکر کی ہے۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ ۲۹۳، عمدۃ القاری جلد۲۲ صفحہ ۵۳)

قاضی عیاض مالکی نے کہا کہ سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نصف کان تک پہنچتے تھے۔ وسط سر کے بال اس سے نیچے اور آخر سر کے بال اس سے نیچے آتے تھے۔ (جمع الوسائل جلد۱ صفحہ ۷۶)

درازی میں پہنچ جاتے تھے نیچے کان کی لو سے
درخشاں مانگ روشن کہکشاں ہے جس کے پرتو سے

چوٹیاں

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی چار چوٹیاں دیکھی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپ کے سر مبارک پر چار چوٹیاں تھیں۔ (شمائل صفحہ ۴)

فائدہ: بظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک مرتبہ کا واقعہ ہے جب آپ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں مقیم تھے۔ اس کے علاوہ آپ سے چوٹیاں کا رکھنا ثابت نہیں۔ حافظ نے بیان کیا کہ یہ سفر کی حالت کا واقعہ ہے۔

(جلد۱۰، صفحہ ۲۹۶)

ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو بڑے بال رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ وائل کے بال بڑے تھے تو آپ نے ان پر نکیر فرمائی۔ (فتح الباری جلد۱۰، صفحہ ۲۹۶)

مزید بالوں کی تفصیل جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔ وہاں بسط تفصیل سے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔

مانگ نکالا کرتے تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے۔ اس لئے آپ ابتداً (ان کی مخالفت میں) بالوں کو یونہی لٹکا لیا کرتے تھے۔ آپ ابتداء اہل کتاب کی موافقت فرمایا کرتے تھے جس کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوتا۔ مانگ نکالنا شروع کر دیا۔ (دلائل صفحہ ۲۲۵، ابن ماجہ، ابن سعد صفحہ ۴۳۰)

راشد بن سعد اور حکیم بن عمیر نے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ نکالا کرتے تھے اور مانگ نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۳۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تک خدا نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مانگ نہیں نکالا کرتے تھے۔ پھر بعد میں مانگ نکالنے لگے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی رہا۔

مانگ کس طرح نکالا کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ نکالا کرتی تھی۔ بیچ سر تالو سے بال

کے دو حصے کر دیتی۔ اور پیشانی کے بالوں کو دونوں آنکھوں کے درمیان کر دیتی۔ (دلائل صفحہ ۲۲۶، ابوداؤد صفحہ ۵۷۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بیچ سر کے بالوں کو دونوں جانب کر دیا جائے۔ نصف دائیں۔ نصف بائیں۔ اور تالو کو بیچ قرار دیتے۔ یعنی سیدھی مانگ نکالتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۵۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مانگ سیدھی سنت ہے۔ اور جو ٹیڑھی نکالی جاتی ہے وہ خلاف سنت ہے۔ بعض عورتیں ٹیڑھی مانگ نکالتی ہیں۔ یہ بہتر اور مناسب نہیں۔

بال مبارک باعث شفا

عثمان بن معصب نے بیان کیا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چاندی کی ایک موٹی نلکی تھی۔ ان میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تھے۔ جب کسی کو بخار آ جاتا۔ (اور بخاری کی روایت میں ہے کسی کی نظر لگ جاتی)۔ اسے (پانی ڈال کر) ہلا دیا جاتا پھر اس آدمی کے چہرے پر چھینٹا مارا جاتا۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۲۳۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چاندی کی نلکی میں محفوظ کر رکھا تھا۔ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی مرض ہو جاتا تو اس نلکی میں پانی ڈال کر ہلا دیا جاتا تا کہ بال مبارک سے مس کر جائے پھر وہ پانی مریض پر چھڑک دیا جاتا منہ ہاتھ دھلایا جاتا جس سے وہ شفایاب ہو جاتا۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ لوگ اس بال مبارک کے پانی سے برکت حاصل کرتے اور مریض شفایاب ہوتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۶)

''مزید بال مبارک کی برکات جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔''

رنگ مبارک

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی خوبصورت سفید تھے گویا کہ آپ کو چاندی میں ڈھالا گیا تھا۔ (سبل صفحہ ۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید سرخی مائل تھے۔

فائدہ: یعنی سفید گندمی رنگ پر جب خون نمایاں ہوتا ہے تو آپ سرخی مائل نظر آتے تھے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۱۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی خوبصورت چہرے والے تھے بالکل خالص سفید نہیں تھے۔ (بلکہ گندمی مائل تھے)۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۱۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ (جسم کا) بہت خوبصورت تھا۔

(سبل صفحہ ۱۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سفیدی پر لالی ملی ہوئی تھی، حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید ملاحت لئے ہوئے تھے۔ یعنی گندمی رنگ تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۸، شمائل ابن کثیر صفحہ ۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے کالی چادر ہدیۃً دی۔ آپ نے پہنا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا اے عائشہ مجھ پر یہ کیسی لگتی ہے۔ میں نے کہا بہت ہی شاندار لگتی ہے، آپ پر اے اللہ کے رسول۔ آپ کی سفیدی اس کی سیاہی کے ساتھ اور اس کی سیاہی آپ کی سفیدی کے ساتھ کھل گئی ہے۔

(بیہقی، سبل صفحہ ۱۱)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ حسن یوسف رکھتے تھے۔ آپ کا رنگ نہایت ہی صاف شفاف چاندی کی طرح کھلتا تھا۔ رنگ میں سفیدی کے ساتھ لالی کبھی چمکتی ہے اسی طرح آپ نہ بالکل سفید اجلے تھے نہ بالکل پیلے اور نہ لال بلکہ خالص صاف گندمی رنگ کے تھے۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ ان روایتوں کا حاصل جو آپ کے رنگ کے بارے میں مذکور ہیں یہ ہے کہ آپ صاف گندمی رنگ کے تھے۔ لالی سفید ملی ہوئی تھی۔ بالکل سفید جسے ابیض کہا جاتا ہے۔ جیسے یورپ کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایسے نہیں تھے۔

ابن ابی خثیمہ نے بیان کیا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نہایت ہی صاف شفاف چمکدار گندمی رنگ

کے تھے۔اور کپڑے کے نیچے کا بدن سفید چمکدار تھا۔

ہند ابن ہالہ نے بیان کیا کہ آپ کا رنگ چمکدار تھا۔یعنی ایک خاص قسم کی چمک اور رونق تھی۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۱۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بالکل سفید (چونے کی طرح) تھے نہ بالکل پیلے تھے۔ بلکہ کچھ لالی لئے ہوئے تھے۔ (شمائل ابن کثیر صفحہ ۱۹)

سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان فرماتے۔تو اس طرح کہتے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت چہرے والا کسی کو نہیں دیکھا ایسا جیسا کہ سورج آپ کے چہرے پر چلتا ہو۔ (شمائل ابن کثیر صفحہ ۲۳)

فَائِدَہ: سورج کے چلنے سے مراد چمک ہے رنگ مراد نہیں۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح سورج پر کسی کی نگاہ نہیں ٹکتی اسی طرح آپ پر انتہا درجہ خوبصورت اور ہیبت نبوت کی وجہ سے نظر نہیں ٹکتی تھی۔

بیہقی نے بیان کیا کہ آپ کے جسم اطہر کا رنگ جو سفید مائل لالی کی جانب تھا وہ دھوپ اور سورج کے اثر کی وجہ سے تھا۔ ورنہ تو بدن کا وہ حصہ مبارک جو کپڑے کے اندر تھا وہ سفید چمکدار تھا۔ (شمائل بن کثیر صفحہ ۲۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید ذرا سرخی کی جانب مائل تھا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۸)

آپ کے جمال مبارک کا نقشہ کلام منظوم میں اس طرح کھینچا گیا ہے ؎

وجاہت بھی فخامت بھی جمال دلبرانہ بھی
جلال حسن بھی اور عظمت پیغمبرانہ بھی
جمیل و دلکش ایسے دور سے چوں مہر تابندہ
جو ہوں نزدیک تو خوش منظر و شیریں و زیبندہ
نہ رنگت سانولی تھی اور نہ تھے اجلے بھبھوکے سے
سفید اور سرخ گورے گندمی تھے اور چمکتے تھے
نمایاں حسن یوسف میں سفیدی تھی صباحت تھی
یہاں سرخی تھی گلگوں رنگت تھا جس میں ملاحت تھی
زنان مصر کی واں رہ گئی تھیں انگلیاں کٹ کر
یہاں قربان کر ڈالے ہیں مردان عرب نے سر

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۴)

آواز مبارک

آپ ﷺ شیریں آواز تھے

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بہت خوش آواز، شیریں زبان تھے۔

(ابوالحسن، سبل صفحہ۹۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ نے تمام نبیوں کو حسن وجہہ، حسن حسب اور حسن نسب سے نوازا۔ تمہارے نبی بھی خوشنما چہرے والے، بلند نسب والے، اور شیریں آواز والے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ پاک نے تمام نبیوں کو خوبصورت شکل، شیریں آواز والا بنایا ہے۔ ہمارے نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے حسن وجہ اور حسن آواز کے ساتھ مبعوث کیا۔

(ابن سعد، ابن عساکر، سبل صفحہ۹۱)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے میں نے آپ ﷺ سے زائد شیریں آواز کسی کو نہیں پایا۔ (اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ۱۱۳)

فائدہ: آپ ﷺ کی آواز بڑی شیریں دل لبھا دینے والی تھی۔

آواز بہت دور چلی جاتی تھی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہمیں خطبہ (مسجد میں) دیتے تھے۔ پردہ نشین اپنے گھروں سے آپ کی آواز سن لیتی تھیں۔ (بیہقی، ابونعیم صفحہ۳۷۹، سبل صفحہ۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ممبر پر (مسجد نبوی میں) تشریف فرما تھے، اور لوگوں سے کہا بیٹھ جاؤ۔ قبیلہ بنی غنم میں (جو بہت فاصلہ پر تھا) عبداللہ بن رواحہ نے سن لیا تو وہ اسی جگہ بیٹھ گئے۔

(خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۶۶، ابونعیم)

عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو منیٰ میں خطبہ دیا۔ اللہ پاک نے ہمارے کان اس طرح کھول دیئے کہ ہم آپ کی آواز کو سن رہے تھے۔ باوجودیکہ ہم لوگ اپنے گھروں میں تھے۔

(خصائص کبریٰ جلد۱ صفحہ۶۶، ابن سعد، ابونعیم، سبل صفحہ۹۱)

آپ ﷺ لوگوں کو مناسک سکھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا تمہارے ذمہ کنکریوں کو ہاتھ سے پھینکنا ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیچ کعبہ میں قرآن شریف رات کو (تہجد کی نماز میں) پڑھتے تھے اور میں اپنے بستر پر سے سن لیتی تھی۔ (ابن ماجہ، شمائل، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۶)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز معجزہ کے طور پر دور تک چلی آتی تھی۔ اور جس طرح قریب والے سن لیتے تھے دور والے بھی سن لیتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کی آواز بلند تھی مگر آواز کا دوسرے محلہ میں جانا معجزہ کے طور پر تھا۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر آواز دی تو اسے تمام قبائل نے سن لیا۔

جن جن لوگوں کو آپ نے آواز دی ان سب کے مکان صفا سے کچھ فاصلہ پر تھے اس کے باوجود لوگوں نے آواز سن لی۔ اور آپ کے پاس جمع ہوئے۔ پھر آپ نے توحید کی دعوت دی۔

کیا خوب کہا کسی نے ؎

نہ آواز آپ کی باریک ہی تھی اور نہ موٹی تھی
پڑی جیسی تھی بھاری پن تھا پر عظمت تھی دلکش تھی
طبیعت نرم جو سب کو موافق ہو بہ آسانی
وہ میٹھے اور پیارے بول پتھر جس سے ہو پانی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بلند اور قوت کے ساتھ ہوتی

حضرت ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بلند اور قوت کے ساتھ تھی۔

(سبل جلد ۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں قوت اور سختی تھی۔

ہلکی دھیمی پھسپھساہٹ نہ تھی۔ جو بولتے تو صاف قوت سے بولتے تھے۔ آپ کی آواز سینہ سے طاقت کے ساتھ نکلتی۔ عربی زبان کی خوشنمائی بھی اسی میں ہے کہ قوت اور طاقت سے بلندی کے ساتھ ادا کیا جائے۔

امام غزالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے بیان میں لکھا ہے کہ آپ بلند آواز تھے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

قلب مبارک ''شق صدر''

آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ ایک اہم ممتاز خصوصیت جس کے شرف سے آپ کو نوازا گیا تھا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کیا گیا قلب مبارک کو دھو کر اس میں نور حکمت داخل کیا گیا۔ اور آپ کے قلب مبارک کو وساوس اور دیگر تمام شیاطینی حملے اور نامناسب خیالات سے پاک اور محفوظ کر دیا گیا۔ احادیث وتفسیر میں اسے ''شق صدر'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

شق صدر کا واقعہ کتنی مرتبہ پیش آیا۔ ارباب حدیث واصحاب تحقیق کا اس میں کچھ اختلاف ہے۔ تاہم کچھ حضرات کی رائے کہ تتبع وتلاش اور واقعات کی تطبیق سے چار مرتبہ ہونے کا سراغ ملتا ہے۔

پہلا شق صدر

پہلا شق صدر کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ رضاعی والدہ کے پاس قبیلہ بنی سعد میں تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آپ کو انہوں نے پکڑا اور چت لٹا دیا۔ اور قلب مبارک کو نکالا۔ پھر قلب مبارک کو چیرا۔ اس سے خون کا ایک پھٹکا نکالا۔ اور فرمایا یہ شیطان کا حصہ تھا۔ پھر سونے کے طشت میں زمزم کا پانی لے کر آئے تھے اس سے قلب مبارک کو دھویا۔

پھر قلب کو اپنی جگہ (سینہ میں) رکھ دیا۔ اور سی دیا۔ (لڑکوں نے جب یہ دیکھا تو) ان کی رضاعی والدہ کے پاس دوڑے گئے۔ اور بتایا کہ محمد (ﷺ) تو مار ڈالے گئے۔ وہ لوگ آئے تو آپ ﷺ کو خوف زدہ پایا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کو بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ٹانکہ کا نشان آپ کے سینہ مبارک پر دیکھا۔

(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۶، مسند احمد، مسلم، ابونعیم صفحہ ۱۸۶، سبل جلد ۲ صفحہ ۶۰)

حاکم، طبرانی، دارمی، ابونعیم نے بیان کیا کہ عتبہ بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا میں قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کے زمانہ میں تھا۔ میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریوں کے ریوڑ میں تھا۔ اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا اے بھائی ماں کے پاس جاؤ میرے کھانے کے لئے کچھ لاؤ۔ چنانچہ میرا بھائی گیا اور میں بکریوں میں رہا۔ پس اتنے میں دو پرندے گدھ کی شکل کے میرے پاس اترے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا یہی ہے وہ۔ دوسرے نے کہا ہاں۔ پس وہ دونوں بڑی تیزی سے

میری طرف متوجہ ہوئے۔ اور پکڑا اور چت لٹا دیا۔ میرے پیٹ کو چاک کیا۔ میرے قلب کو نکالا۔ اسے چیرا اس سے دو کالے پھٹکے نکالے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا لاؤ ٹھنڈا پانی۔ پس اس سے میرے اندر کے حصہ کو دھویا۔ پھر کہا لاؤ ٹھنڈا پانی۔ پھر دونوں نے میرے قلب کو دھویا۔ پھر کہا لاؤ ''سکینہ۔'' اسے میرے قلب پر چھڑک دیا۔ پھر ایک نے کہا۔ اسے سی دو۔ یعنی (مرہم پٹی اور ٹانکہ لگا دو) پس ایک نے سی دیا۔ اور مہر نبوت لگا دی۔

(خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۳، سبل صفحہ ۶۰)

دوسرا شق صدر

عمر کے دسویں سال میں مکہ مکرمہ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ زوائد مسند احمد، ابن حبان، ابونعیم، ابن عساکر نے ابی بن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول۔ نبوت کے ابتدائی واقعات کیا ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں دس سال کا تھا۔ جنگل میں چل رہا تھا کہ اچانک دو آدمی میرے سر کے پاس سے آئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا۔ کیا یہ وہی ہیں۔ دوسرے نے کہا ہاں۔ وہ دونوں مجھے پکڑ کر لے گئے۔ ہم نے اس جیسی مخلوق کبھی نہیں دیکھی تھی۔ نہ ایسی خوشبو دیکھی نہ ایسے کپڑے جس میں وہ ملبوس تھے میں نے کبھی دیکھا۔ پس وہ دونوں مجھے لے کر چلے۔ یہاں تک کہ ہر ایک نے میرے بازو کو پکڑ لیا۔ اور ان کے چھونے کا مجھے احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔ پس ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹا دو۔ پس انہوں نے مجھے بلا پس و پیش لٹا دیا۔ پھر مجھے گدی کے بل کر دیا۔ پھر میرے پیٹ کو چیرا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا۔ ان کے سینے کو چاک کر دو۔ تو ان میں سے ایک میرے سینے کے جانب متوجہ ہوئے۔ اور سینہ کو چاک کیا۔ نہ تو خون ہی نکلا اور نہ کوئی تکلیف ہی ہوئی۔ ایک نے سونے کے طشت میں پانی رکھا تھا۔ دوسرا میرے پیٹ کو دھونے لگا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کر دو۔ پس میں نے اپنے سینہ کو پھٹا ہوا دیکھا۔ اور مجھے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ پھر کہا ان کے دل کو چیرو۔ چنانچہ میرے دل کو چیرا۔ پھر کہا ان کے دل سے حسد اور کینہ کو نکالو۔ پس انہوں نے جمے ہوئے خون کی شکل میں کچھ نکالا۔ اور پھینک دیا۔ پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کرو۔ تو چاندی کے مانند کوئی چیز داخل کی۔ پھر ایک باریک کوٹی ہوئی چیز نکالی۔ اسے چھڑک دیا۔ پھر میرے انگوٹھے کو پکڑا۔ اور کہا اٹھو اور ٹھیک رہو۔ میں وہاں سے واپس آیا تو چھوٹوں اور بڑوں پر شفقت اور مہربانی کرنے والا تھا۔ (ابونعیم: ۱۷۵، خصائص کبریٰ ۱/۶۴ سبل: ۶۱)

تیسرا شق صدر

یہ شق صدر چالیس سال کی عمر کے قریب پیش آیا تھا جب کہ آپ کو نبوت ملنے والی تھی۔

ابوداؤد، طیالسی، ابونعیم اور بیہقی نے دلائل میں حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے یہ روایت نقل کی ہے۔ آپ

ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک مہینے کا نذر اعتکاف مان لیتے تھے۔ پس یہ رمضان کے مہینہ میں پڑ گیا۔ اسی درمیان ایک رات نکلے تو آپ ﷺ نے السلام علیک کی آواز سنی۔ آپ نے سوچا شاید کوئی جن ہے۔ پس میں جلدی سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے۔ میں نے واقعہ بتایا۔ کہا خوش رہئے۔ سلام تو اچھا ہے۔ پھر میں دوسری مرتبہ باہر نکلا۔ تو سورج پر حضرت جبرئیل کو دیکھا۔ جن کا ایک بازو مشرق کو۔ ایک بازو مغرب کو گھیرے ہوئے تھا۔ میں خوف زدہ ہوگیا۔ جلدی سے بھاگا۔ پس ان کو گھر کے دروازے پر پایا۔ انہوں نے مجھ سے گفتگو کی تو کچھ انس ہوا۔ پھر انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا (کسی مقام پر آنے کا) پس میں آیا تو ان کو آنے میں تاخیر ہوئی پس میں نے واپس آنا چاہا۔ تو اچانک دیکھا کہ ان کے ساتھ حضرت میکائیل بھی ہیں جنہوں نے پورے آسمان کو گھیر رکھا ہے۔ پس حضرت جبرئیل تو نیچے اتر گئے۔ اور حضرت میکائیل آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہے۔ حضرت جبرئیل نے مجھے پکڑا۔ اور گدی کے بل لٹا دیا۔ پھر میرے دل کو چیرا۔ اور اسے نکالا۔ پھر جو چاہا اس سے نکالا۔ پھر طشت میں زمزم کا پانی تھا اس سے دھویا۔ پھر اسے اپنی جگہ رکھ دیا۔ اور سی دیا۔ پھر مجھے الٹ دیا جیسے برتن الٹ دیا جاتا ہے۔ پھر میری پیٹھ پر مہر لگا دی۔ یہاں تک کہ مہر لگانے کا احساس مجھے اپنے دل پر ہوا۔ (سبل جلد۲ صفحہ ۶۱، ابونعیم فی الدلائل صفحہ ۱۷۱)

چوتھا شق صدر

یہ شق صدر شب معراج میں آسمان پر جانے سے قبل کیا گیا تھا۔ اور یہ آخری مرتبہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال میں تھا کہ مجھے زمزم کے پاس لے جایا گیا۔ اور میرے سینہ کو کھولا گیا۔ پھر حکمت وایمان سے بھرا سونے کا طشت لایا گیا۔ اور میرے سینے میں ڈالا گیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنا سینہ دکھایا۔ (پھر آپ نے فرمایا) پھر فرشتہ مجھے آسمان کی طرف لے گیا۔

اور مالک بن صعصعہ کی روایت اس طرح ہے کہ شب معراج کا واقعہ سناتے ہوئے یہ بیان کیا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا آیا۔ اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا ...... چنانچہ وہ آیا اس نے میرا سینہ یہاں سے یہاں تک پھاڑ ڈالا۔ یعنی سینہ کے نیچے سے ناف تک۔ اور میرے دل کو نکالا۔ ایمان وحکمت سے بھرا سونے کا طشت جسے لے کر آئے تھے۔ میرے دل کو دھویا۔ پھر اسی جگہ رکھ دیا۔ پھر ایک جانور لے آئے جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ (پھر آسمان پر لے چلے)۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۶۵، سبل جلد۲ صفحہ ۶۲)

فائدہ:

❶ خیال رہے کہ بعض حضرات نے چوتھی مرتبہ شق صدر کا واقعہ جو شب معراج میں پیش آیا ہے اس کا انکار کیا۔

جس میں علامہ ابن حزم اور قاضی عیاض وغیرہ ہیں۔

لیکن علامہ قرطبی نے شرح مسلم میں ان حضرات کے رد پر نکیر وارد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس واقعہ کے رواۃ ثقہ اور مشاہیر میں سے ہیں اس لئے انکار کی گنجائش نہیں۔ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ اس کی روایتیں تواتر کے درجے کو پہنچی ہوئی ہیں۔ لہٰذا شب معراج میں شق کا واقعہ بھی صحیح ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد۲ صفحہ ۶۴)

❷ علامہ قرطبی نے مفہم میں علامہ تورپشتی اور طیبی نے لکھا ہے کہ شق صدر کا واقعہ ظاہر کے خلاف ہے۔ سینہ کا چاک کرنا، دل کا نکالنا، دھونا، پیٹ کا دھونا، پھر نہ خون کا نکلنا، نہ تکلیف کا ہونا، وغیرہ ذلک۔ یہ امور مہلک ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کو بلا شک وشبہ کے تسلیم کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔

مکرر کئی مرتبہ شق صدر کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا گیا اول شق صدر کی حکمت یہ تھی بچپن کی برائیوں اور کھیل کود کے مشغلہ سے آپ محفوظ ہو جائیں اور آپ کی پرورش شیطان سے عصمت اور حفاظت کی حالت میں ہو۔ نبوت کے وقت شق صدر کی حکمت یہ تھی کہ آپ نبوت کے بوجھ کے خلاف برداشت کے لائق ہو جائیں۔ اور جوانی کی حالت میں جو امور ولایت وتقرب ونبوت کے خلاف صادر ہو سکتے تھے وہ نہ ہوں۔ اور شباب کے متعلق جو بشری تقاضے سے ہوتے ہیں آپ اس سے محفوظ ہو جائیں۔

شب معراج کے موقعہ پر شق صدر کی حکمت یہ تھی کہ آپ کا قلب ملاء اعلیٰ، سیر ملکوت اور اس کے متعلقہ امور کے لائق ہو جائے۔ ماورائے سدرۃ المنتہی کے عظیم ترین امور کے آپ متحمل ہو جائیں۔ وغیرہ ذلک۔

شق صدر کے واقعہ میں بجائے حوض کوثر، یا ماء جنت کے، زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔ اس سے زمزم کی افضلیت اور اہمیت کا علم ہوتا ہے۔

ابن ابی جمرہ نے بیان کیا کہ زمزم کی اصل جنت سے ہے۔ اہل ارض کو جنت کی برکت حاصل ہو جائے اس لئے اسے زمین پر لایا گیا۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۶۹)

ابوصالح دمشقی نے بیان کیا بعض روایتوں میں پیٹ کے دھونے کا ذکر ہے۔ تو ممکن ہے کہ اس سے پیٹ کے اندر کی تمام چیزیں قلب وغیرہ سب مراد ہو یا ممکن ہے کہ اس سے صرف قلب ہی مراد ہو جیسا کہ دوسری روایت میں قلب ہی کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شق میں صرف قلب کو اور کسی شق میں صرف پیٹ کو دھویا گیا ہو۔ (سبل صفحہ ۷۰)

یہ شق صدر ظاہر جسم کے اعتبار سے ہوا تھا۔ معنوی اعتبار سے ہونا مراد نہیں جیسا کہ ملحدین نے اس کی تاویل میں کہا ہے۔ اسی وجہ سے جوڑ اور ٹانکے آپ کے سینہ مبارک پر نظر آتے تھے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے آپ کے سینہ مبارک پر ٹانکہ کا اثر دیکھا۔ (سبل صفحہ ۶۰)

شق صدر کا واقعہ

شق صدر کا واقعہ کتنی مرتبہ پیش آیا۔ اس میں ارباب تحقیق کے درمیان کچھ اختلاف ہے۔ کچھ حضرات دو مرتبہ کے قائل ہیں۔ جیسے علامہ سہیلی، ابن دحیہ، ابن منیر۔

بعض حضرات تین مرتبہ وقوع کے قائل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر کی یہی رائے ہے۔ محدث بیہقی بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ بنی سعد میں جب کہ آپ ﷺ زیر پرورش وہاں تھے۔ دوسری مرتبہ نبوت کے قریب۔ تیسری مرتبہ شب معراج میں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۵)

شق صدر کا واقعہ آپ ﷺ ہی کے ساتھ پیش آیا ہے یا اور حضرات انبیاء کرام کے ساتھ۔ بیشتر اہل تحقیق نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔

علامہ سیوطی نے ابن منیر کے قول کو ذکر کیا ہے کہ صرف آپ ﷺ کے ساتھ ہوا ہے۔

(خصائص جلد ۱ صفحہ ۶۵)

ہاتھ مبارک

ہتھیلی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک گوشت سے پر تھیں۔

(ترمذی، بخاری صفحہ ۸۷۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک گوشت سے بھری تھیں۔ (ابویعلی، ابن عساکر)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہتھیلی کی ہڈیاں یا جوڑ کمزور ہونے کی وجہ سے نمایاں نہیں تھے بلکہ گداز پر گوشت تھیں۔ جو صحت اور طاقت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی لانبی کشادہ تھی۔ (بخاری صفحہ ۸۷۶)

حضرت ہند بن ابی ہالۃ کی روایت ہے کہ آپ کی ہتھیلی ذرا پھیلی ہوئی تھی۔ (شمائل صفحہ ۲)

فائدہ: ملا علی قاری نے ہتھیلی کے کشادہ ہونے کا مطلب یہ بھی لیا ہے کہ حساً اور جسماً آپ کی ہتھیلی وسیع تھی۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے اس سے اشارہ آپ کی سخاوت اور جود کی طرف ہو۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۱)

علامہ مناوی نے ''رحب الراحۃ'' کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے جہاں حساً ہتھیلی کی وسعت کی جانب اشارہ ہوسکتا ہے وہاں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے وسعت قوت کی جانب اشارہ ہوسکتا ہے۔ مگر اول معنی راجح ہے چونکہ راوی آپ کے خلقی جسمانی اوصاف کو ذکر کر رہے ہیں۔ (جمع الوسائل)

عارف مضطر نے اس طرح نقشہ کھینچا ہے:

''کف دست اور پنجے پائے اطہر کے کشادہ تھے
گداز و نرم دیبا اور ریشم سے زیادہ تھے''

انگلیاں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں کچھ درازی پر تھیں۔ (شمائل صفحہ ۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلیوں کے جوڑ پر تھے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۷۳)

فائدہ: یعنی ان کی ہڈی نظر نہیں آتی تھی جوڑ گوشت سے پر تھے۔

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی انگلیاں (خوبصورتی وخوشنمائی میں) ایسی تھیں جیسے چاندی کی شاخیں اور چھڑیں۔ (سبل جلد۲ صفحہ۷۳)

فائدہ: قاضی عیاض مالکی نے شفاء میں بیان کیا کہ اس سے آپ کی انگلیوں کے دراز ہونے کی جانب اشارہ ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اس سے اشارہ انگلیوں کے تناسب کے ساتھ ارتفاع لمبائی کی جانب اشارہ ہے۔ جو حسن کی علامت ہے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ اس سے اشارہ ہے کہ آپ کی انگلیوں میں کسر اور تشنج نہیں تھا۔ بلکہ ایک سائز سے سیدھی اور لانبی تھیں۔ (جمع الوسائل صفحہ۴۱)

خیال رہے انگلیوں کا چھوٹا ہونا اور اس میں تشنج ہونا عیب اور مرض کی علامت ہے۔ اسی طرح موٹی اور بھدی نہیں تھیں۔ جیسا کہ عموماً موٹے اور بلغمی بدن والوں کو ہوتا ہے کہ یہ مرض کی وجہ سے ہوتا ہے ؎

”کلاں تھی ہڈیاں مربوط اور پر گوشت تھے اعضا
تھے لانبے ہاتھ لمبی انگلیاں متناسب و زیبا“

(کوثر صفحہ۴۰)

ہتھیلی مبارک ریشم سے زیادہ نرم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی حریر و دیباج کو آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ (بخاری صفحہ۵۳۰، مسلم)

مستورد بن شداد نے ذکر کیا ہے کہ میرے والد نے کہا میں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں آیا آپ نے مصافحہ کیا تو آپ کے ہاتھ مبارک کو ریشم سے زیادہ نرم پایا۔ (طبرانی، سبل صفحہ۷۴)

”کف دست اور پنجے پائے اطہر کے کشادہ تھے
گداز نرم دیبا اور ریشم سے زیادہ تھے“

(کوثر صفحہ۴۰)

فائدہ: آپ ﷺ کی ہتھیلی مبارک بہت نرم و گداز تھی۔ حافظ نے لکھا کہ ہڈی کے اعتبار سے تو غلظت تھی اور گوشت کے اعتبار سے نرماہٹ اور گداز پن تھا۔ (فتح الباری صفحہ۴۴۹)

ابن بطال نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی ہتھیلی مبارک گوشت سے بالکل بھری ہوئی تھی۔ اس میں گداز پن تھا۔ (سبل جلد۲ صفحہ۷۵)

ہتھیلی ٹھنڈی

یزید بن اسود بیان کرتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا تو میں نے دیکھا کہ

آپ کا ہاتھ مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ (بخاری، مسلم، سبل صفحہ ۴۷)

فائدہ: خیال رہے کہ ہتھیلی کا ٹھنڈا ہونا صحت اور قوت جگر و معدہ کی پہچان ہے۔ اور حرارت اور کچھ گرم ہونا حدت و حرارت جگر و معدہ کی علامت ہے جو مرض ہے۔ اور خدائے پاک نے آپ کو تمام جسمانی امراض سے محفوظ رکھا تھا جس طرح تمام امراض روحانی سے پاک و منزہ بنایا تھا۔

ہتھیلیاں مشک سے زیادہ خوشبودار

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں تشریف فرما تھے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اپنا دست مبارک بڑھائیے (کہ میں بوسہ لوں) چنانچہ آپ نے بڑھایا تو میں نے آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔ (دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۵۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو نہایت خوشبودار اور ٹھنڈا پایا۔ ایسا جیسا عطر فروش کے عطر دان سے ابھی نکلا ہو۔ (مسلم صفحہ ۲۵۶، دلائل صفحہ ۲۵۶)

ابن دحیہ کہتے ہیں کہ آپ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبو سے تر ہوتا۔
(اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

یزید بن الاسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا ہاتھ دیا۔ تو آپ کا ہاتھ مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار پایا۔ (بخاری صفحہ ۵۰۲، مسلم)

وائل بن حجر کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے مصافحہ کیا یا میرا بدن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مس ہوگیا۔ تو تم میرے ہاتھ کو پہچان لو گے وہ مشک سے زیادہ خوشبودار ہوگیا ہے۔ (طبرانی بیہقی، سبل صفحہ ۴۷)

شفا میں قاضی عیاض مالکی نے ذکر کیا ہے کہ آپ جس سے مصافحہ فرماتے تمام دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبو سے معطر رہتا۔ نسیم الریاض میں علامہ خفاجی نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ آپ کی ہتھیلی عطار کی ہتھیلی تھی۔ خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ اگر کسی بچہ کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو دوسرے بچوں کے درمیان خوشبو سے ممتاز ہو جاتا، اور پہچان لیا جاتا کہ آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا ہے۔ (نسیم الریاض)

بازو مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بازو مبارک وسیع اور گوشت سے بھرے تھے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۳۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے بازو وسیع تھے۔ (ابن سعد ابن عساکر)

ابن ابی خشیمہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے بازو گوشت سے پر اور ہاتھ مضبوط تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بازو یا جوڑ کی ہڈیاں سیدھی تھیں۔ (نکلی ہوئی نہ تھیں)۔ (بخاری صفحہ، سبل صفحہ ۷۳)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بازو مبارک پر کچھ بال تھے۔ (شمائل)

فائدہ: خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ کے بازو مبارک لامبے۔ سیدھے اور گوشت سے پر خوشنما تھے۔ بازو چھوٹے، ہڈیاں نکلی اور ٹیڑھی نہیں تھیں۔ کہ بازو کا لمبا کشادہ ہونا جود سخاوت کی علامت اور بازوؤں کی ہڈیاں نکلی اور ٹیڑھی ہونا مرض اور انتہائی دبلے ہونے کی علامت ہے۔

گٹے

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے گٹے لامبے تھے اور ہتھیلیاں کشادہ۔ (شمائل)

ابوبکر بن خشیمہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کی کلائیاں دراز تھیں۔ (شمائل، سبل صفحہ ۷۳)

فائدہ: آپ ﷺ کی کلائیاں لامبی تھیں۔ ظاہر ہے کہ جب ہتھیلیاں کشادہ، بازو لمبے ہوں گے تو کلائیاں بھی اسی تناسب سے لامبی ہوں گی۔ جو حسن اور خوش نمائی کی پہچان ہے۔ اور کلائی کی ہڈی نکلی ہوئی نہ تھی۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہڈیوں کے جوڑ مضبوط سیدھے گوشت سے پر تھے۔

دست مبارک اور اس کی برکات

بشیر بن عقربہ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذکر کرتے ہیں کہ عقربہ (میرے والد) رسول پاک ﷺ کے پاس آئے۔ تو آپ نے پوچھا یہ کون ہے (میرے بارے میں) والد نے جواب دیا میرا بیٹا ابن بحیر۔ آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ۔ چنانچہ میں آپ کے دائیں بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ میں نے کہا بحیر اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہارا نام بشیر ہے۔ اور میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ نے منہ میں تھوک دیا تو لکنت درست ہوگئی۔ اور سر کے جس حصہ پر دست مبارک پھیرا تھا۔ وہ مقام سیاہ رہا۔ اور باقی مقام بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہوگیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱۰ صفحہ ۱۹)

فائدہ: آپ کا دست مبارک سر پر جہاں لگا وہاں کے بال سیاہ ہی رہے۔ بڑھاپے کا اثر اس میں ظاہر نہ ہوا۔

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے چہرے اور سر میں ورم ہوگیا تھا۔ آپ ﷺ نے کپڑے کے اوپر سے اپنا ہاتھ مبارک میرے سر اور چہرے پر رکھا اور یہ دعا پڑھی: "بِاسْمِ اللّٰہِ اَذْھَبْ عَنْھَا سُوْءَہٗ وَفُحْشَہٗ بِدَعْوَۃِ نَبِیِّکَ الطَّیِّبِ الْمُبَارَکِ الْمَکِیْنِ عِنْدَکَ" چنانچہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ

کیا جس سے ورم جاتا رہا۔ (بیہقی، سبل جلد ۱۰ صفحہ ۲۲)

فائدہ: آپ ﷺ نے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ مبارک پھیرا۔ حالانکہ آپ اس کے مکلف نہیں تھے۔ چونکہ آپ معصوم تھے۔ مگر احتیاط اور تقویٰ کی وجہ سے امت کی تعلیم کے پیش نظر ایسا کیا۔

ابوعطیہ بکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خاندان والے رسول پاک ﷺ کے پاس لے گئے اور میں نئی عمر کا تھا۔ آپ نے میرے سر پر دست مبارک پھیرا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعطیہ کو دیکھا کہ ان کے داڑھی اور سر کے بال سیاہ تھے حالانکہ ان کی عمر سو برس ہو چکی تھی۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ، سبل جلد ۱۰، صفحہ ۳۲)

عمر بن ثعلبہ جہنی کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے ''سالہ'' (مقام) میں ملاقات کی۔ میں نے اسلام قبول کیا تو آپ نے سر پر دست مبارک رکھا۔ چنانچہ سو سال کی عمر ہوگئی۔ جس مقام پر آپ نے دست مبارک رکھا تھا وہ حصہ سیاہ رہا۔ (بڑھاپے کی وجہ سے سفید نہ ہوا)۔ (بیہقی، سبل جلد ۱۰ صفحہ ۳۲)

عطا سائب بن یزید کے غلام کہتے ہیں کہ میں حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید سیاہ ہیں میں نے کہا اے میرے آقا آپ کے سر کے بال سفید کیوں نہیں ہوتے۔ انہوں نے کہا میرے سر کے بال کبھی سفید نہ ہوں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ تشریف لے جا رہے تھے اور میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ نے بچوں کو سلام کیا اس میں میں بھی تھا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ تو آپ نے مجھے بلایا۔ پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ میں نے کہا سائب بن یزید بن اخت النمر۔ تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر پر پھیرا اور کہا خدا تجھے برکت دے۔ سو اس کی وجہ سے جس مقام پر آپ کا دست مبارک پڑا سفید نہیں ہوا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱۰ صفحہ ۳۳، مجمع الزوائد)

حضرت براء بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابورافع قتل ہوئے تو میں اوپر سے گر گیا اور پیر ٹوٹ گیا۔ میں نے آپ ﷺ سے یہ قصہ بتایا۔ تو آپ نے فرمایا اپنا پیر پھیلاؤ۔ میں نے پھیلایا۔ آپ نے دست مبارک پھیر دیا۔ تو ایسا درست ہوگیا کہ گویا کہ کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔

(بیہقی فی الدلائل جلد ۴ صفحہ ۳۸، سبل جلد ۱۰، صفحہ ۲۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ جو میں حدیث آپ سے سنتا ہوں اسے بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلا دو۔ میں نے پھیلا دی۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈالا۔ پھر فرمایا اسے سینہ سے ملا لو۔ چنانچہ میں نے ملا لیا۔ اس کے بعد سے میں کبھی نہیں بھولا۔ (بخاری، ترمذی، ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۱۱۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے یمن کی طرف (قاضی بنا کر) بھیجا تو میں

نے کہا اے اللہ کے رسول۔آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں جب کہ میں نئی عمر کا ہوں۔(مجھے تجربات اور اس کے متعلق معلومات نہیں) مجھے نہیں معلوم کہ فیصلہ کیا ہے۔اس پر آپ نے دست مبارک میرے سینہ پر رکھا۔اور یہ دعا دی "اللهم اهد قلبه، و ثبت لسانه" اے اللہ اس کے قلب کی رہنمائی فرما۔اور ان کی زبان کو ثابت رکھ۔ چنانچہ قسم اس خدا کی جس نے دانہ پھاڑا اس کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔(ابن ابی شیبہ جلد۱۰،صفحہ۱۷۶،ابن ماجہ،بیہقی جلد۵صفحہ۷۷،حاکم،سبل جلد۱۰،صفحہ۲۶)

فائدہ: دست مبارک سینہ پر رکھنے سے قضا کے پیچیدہ مراحل کھل گئے۔

عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں خیبر کے موقعہ پر آپ ﷺ کے سامنے قتال کر رہا تھا اور مجھے ایک تیر آ لگا۔جس سے چہرہ زخمی ہو گیا اور خون میرے چہرہ سینہ اور پیشانی سے نکلنے لگا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھ دیا۔جس سے چہرہ اور سینہ سے خون نکلنا بند ہو گیا۔آپ نے میرے لئے دعا فرمائی۔(طبرانی،سبل جلد۱۰صفحہ۳۵)

اسید بن ایاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ان کے چہرہ پر دست مبارک پھیرا اور ان کے سینہ مبارک پر دست رکھا۔(اس کی برکت یہ ہوئی) کہ حضرت اسید جب کسی تاریک گھر میں داخل ہوتے تو گھر روشن ہو جاتا۔(مدائنی،سبل الہدیٰ جلد۱۰،صفحہ۳۶)

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے مصافحہ کیا۔یا میرا جسم آپ کے جسم کے ساتھ مس کر گیا تو میں اپنے ہاتھ میں تین دن کے بعد بھی مشک کی خوشبو محسوس کرتا رہا۔

(بیہقی،ابن عساکر،سبل جلد۱۰،صفحہ۳۶)

فائدہ: آپ ﷺ کا دست مبارک بڑا بابرکت تھا۔جس کے سر پر ہاتھ پھیر دیتے۔سر کے بال سفید نہ ہوتے۔جس سے مصافحہ فرماتے ہاتھ مشک سے زائد مہکا کرتا۔مرض یا زخم کے مقام پر ہاتھ پھیر دیتے زخم اچھا ہو جاتا۔پھر کبھی اس مقام پر کوئی دوسری بیماری نہ ہوتی۔

پیر مبارک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پیر مبارک گوشت سے پر تھے۔
(شمائل صفحہ، دلائل صفحہ ۲۴۴)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک گوشت سے پر تھے۔
(شمائل صفحہ ۱)

ابن ابی خشیمہ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک (پیر) بھرے ہوئے تھے۔ (سبل صفحہ ۷۸)

فائدہ: یعنی آپ کے قدم مبارک گوشت سے پر اور ان میں کشادگی تھی۔ پیروں کا گوشت سے پر ہونا یہ طاقت وقوت کی پہچان ہے۔ اور مردوں میں خوبی کی بات ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان کیا کہ پیر کی انگلیاں موٹی تھیں۔ (باریک اور پتلی نہیں تھیں کہ یہ عورتوں میں خوبی کی بات ہے مردوں میں نہیں)۔ (جمع الوسائل صفحہ ۲۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ قدم کے اعتبار سے بڑے خوبصورت تھے۔ (ابن عساکر، سبل صفحہ ۷۹)

"قدم آئینہ سا قطرہ نہ پانی کا ذرا ٹھہرے
تھیں کم گوشت اور ہلکی ایڑیاں تلوے ذرا گہرے"

پنڈلیاں

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ باہر نکلے۔ پس میں گویا دیکھ رہا ہوں آپ کی پنڈلی کی سفیدی کو۔ (بخاری، دلائل النبوۃ صفحہ ۲۴۶، دلائل جلد ا صفحہ ۲۴۷)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیاں باریک تھیں۔

حضرت سراقہ بن مالک کہتے ہیں کہ میں رسول پاک ﷺ کے قریب آیا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں نے آپ کی پنڈلیوں کو جو دیکھا تو وہ ایسے تھے جیسے درخت خرما کے گوند۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۷۸)

"پنڈلیاں ہموار اور شفا زیبندہ
لطافت کا وہ عالم شاخ طوبیٰ جس سے شرمندہ"

(کوثر صفحہ ۴۰)

فائدہ: درخت خرما کا گوند صاف سفید اور چمکدار ہوتا ہے اسی طرح آپ کی پنڈلی سفید اور چمکدار تھیں۔

خیال رہے کہ روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی پنڈلی باریک تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ پر گوشت تھیں۔ مطلب یہ ہے کہ پنڈلی کے پیر کی طرف کا جو حصہ تھا وہ باریکی لئے ہوئے تھے۔ وہ موٹا نہیں تھا۔ کہ پنڈلی کا بھاری بھرکم موٹا ہونا بلغمی مزاج اور رطوبت کی علامت ہے جو مرض اور سستی کا باعث ہے۔ جو اکثر موٹے لوگوں کو ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پیر کی سب سے چھوٹی انگلی ذرا نمایاں ابھری ہوئی تھیں۔

اس روایت کو دلائل النبوہ میں محدث بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ معلق نے ابن کثیر کے حوالہ سے اسے غریب کہا ہے۔ مگر ابو صالح الدمشقی نے سبل الہدیٰ میں ابن حبان کے قول سے اس کے راوی بن حفص سعدی پر وضع کا حکم لگاتے ہوئے حدیث کو موضوع باطل لا اصل لہ قرار دیا ہے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۷۹)

ایڑی مبارک

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی مبارک گوشت سے بھری ہوئی نہیں تھی۔ (بلکہ کم گوشت تھا)۔ (ابن سعد صفحہ ۴۱۶، دلائل النبوہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ پیر کے تلوے کی جانب کا حصہ پورا گوشت سے پر نہیں تھا۔ بلکہ کچھ اٹھا ہوا تھا گوشت کے کم ہونے کی وجہ سے۔ چنانچہ ایڑی اور تلوے کے بیچ میں اٹھان تھا۔ جس کی وجہ سے پورا قدم زمین پر لگتا نہیں تھا۔ جیسا کہ پیروں کی عموماً ہیئت ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام محدثین وشراح نے پیر کے نیچے کی طرف ایڑی کی جانب یہی کیفیت بیان کی ہے۔ (جمع الوسائل، مجمع الزوائد، سبل الہدیٰ، خصائل)

انگوٹھے کے بعد کی انگلی بڑی تھی

حضرت میمونہ بن کردم نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے کے بعد کی سبابہ انگلی کو دوسری انگلی کے مقابلہ بڑا دیکھا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۷۳، مجمع الزوائد صفحہ ۲۸۰، دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

فائدہ: انگوٹھے کے بغل کی انگلی کا دوسرے انگلیوں کے مقابلہ میں بڑا ہونا اچھا سمجھا جاتا ہے ایسا آدمی ذہین اور خوش نصیب ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ پیر مبارک کا سبابہ کچھ بڑا تھا۔ ہاتھ کے انگلیوں کے سبابہ متعلق نہیں ہے۔ بعضوں نے اسے بھی ثابت کرنا چاہا مگر اس کی تردید کر دی گئی ہے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۷۶)

سبابة النبی کانت اطول
اصابع النبی فاحفظ واسائل

ایک انتباہ

بعض اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ کسی پتھر اور چٹان پر آپ کا پیر مبارک پڑتا تو وہ دب جاتا اور اس پر نشان قدم پڑ جاتا۔ تحقیقی اعتبار سے یہ ثابت نہیں۔ حدیث کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ ابوصالح الدمشقی جو اس باب میں ضعیف و منکر کو بھی بے دریغ ذکر کر دیتے ہیں۔ کتب حدیث میں اس کے ہونے کا صاف انکار کرتے ہیں۔ اور تائید میں برہان الدین الدمشقی کے قول کو نقل کیا ہے کہ کسی کتب حدیث میں کسی بھی سند و طریق سے مروی نہیں۔ لہٰذا ایسی نسبت آپ ﷺ کی طرف درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قدم رسول و قدم نبی کے نام سے جو پتھر کسی جگہ ہے اور اس کی زیارت کرتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ غلط اور موضوع من گھڑت ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۷۹)

قد مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو لانبے تھے اور نہ پستہ قد تھے۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے۔ نہ زیادہ لمبے تھے نہ پستہ قد۔ (شمائل صفحہ ۱)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے۔ (ذرا ہلکی سی لمبائی لئے ہوئے)۔ (شمائل)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بالکل لانبے تھے نہ بالکل پستہ قد۔ (شمائل صفحہ ۱)

ہند بن ابی ہالۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت لانبے سے کچھ کم اور پستہ قد سے ذرا اونچے تھے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱)

حضرت ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معتدل قامت کے تھے۔ (مسلم، شمائل صفحہ ۲)

فائدہ: خدائے پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قامت کے اعتبار سے بھی معتدل بنایا تھا۔ زیادہ پستہ اور زیادہ لمبا دونوں ناقابل تعریف اس لئے آپ دونوں کے بیچ میں تھے۔ تاہم کچھ لمبے معلوم ہوتے تھے۔ ملا علی قاری شرح شمائل میں لکھتے ہیں طول کی نفی نہیں ہے بلکہ حد سے زیادہ طول کی نفی ہے۔ آپ کچھ لمبے ہی تھے۔ علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کچھ طول کی طرف تھے۔ جیسا کہ حضرت براء کی حدیث میں ہے۔ (جمع صفحہ ۱۱)

یہ بھی ممکن ہے کہ تمام لوگوں میں آپ بڑے ہی معلوم ہوتے تھے خواہ کوئی کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہو۔ اور یہ معجزہ کے طور پر ایسا تھا ؎

نہ پستہ قدم نہ لانبے ہی کوئی مفہوم ہوتے تھے
میانہ قد سے کچھ نکلے ہوئے معلوم ہوتے تھے
مگر مجمع میں ہوتے تھے جب کبھی حضرت والا
نمایاں اور اونچا ہوتا تھا سر و قد بالا
وہ قامت نخل طوبیٰ بھی پئے تعظیم جھک جائے
وہ ایک شہکار فطرت جس پہ خود خالق کو پیار آئے

(کوثر و زمزم صفحہ ۳۲)

سایہ مبارک کے متعلق

ذکوان نے ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ سورج میں نہ چاند میں دیکھا جاتا تھا۔ (یعنی دھوپ اور چاندنی میں آپ کا سایہ مبارک نہ ہوتا تھا)۔ (خصائص جلد ۱ صفحہ ۶۸)

ابن سبع نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کی خصوصیت میں یہ بات تھی کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا کہ آپ نور تھے۔ جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۸)

حکیم ترمذی نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ آپ کے سایہ کو کوئی کافر نہ روندے یعنی پیر نہ پڑے کہ آپ کی شان میں بے ادبی ہو۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۹۰)

ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ کا نور سورج کی چمک پر غالب آجاتا۔ اگر آپ چراغ کی روشنی کے پاس کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی آپ کے (چہرے سے نکلنے والے) نور کے سامنے ماند پڑ جاتی۔

(سبل جلد ۲ صفحہ ۹۰)

حکیم ترمذی نے عبدالرحمٰن بن قیس کے واسطے سے ذکوان کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ مبارک نہ دھوپ میں نہ چاند میں نظر آتا تھا اور نہ پاخانہ نظر آتا تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۷)

فائدہ: لیکن خیال رہے کہ بعض دوسری روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا سایہ مبارک ظاہر ہوتا تھا۔ اور اسے دیکھا گیا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مسند میں ام المؤمنین حضرت زینب کا ایک واقعہ نقل کیا ہے اس میں حضور اقدس ﷺ کا دوپہر کے وقت تشریف لانا اور آپ کے سایہ مبارک کا ہونا صاف مذکور ہے۔

”قالت بینما انا یوماً بنصف النھار اذا نابظل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مقبل“ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۳۱)

نیز حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت حاوی الارواح الی بلاد الافراح جلد اول باب اول صفحہ ۴۲ میں ہے۔ جس میں حضرت نبی اکرم ﷺ کا سایہ مبارک کو خود ملاحظہ فرمانا منقول ہے۔ ”لقد رایت ظلی“ یہ دونوں روایتیں مرفوع ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۰، نظام الفتاویٰ جلد ۱ صفحہ ۳۱۵)

روایت کی تحقیق بعض اہل علم نے سایہ کے نہ ہونے کی روایت کوضعیف کہہ کر رد کر دیا ہے۔ سو اگر یہ اعتقادی حیثیت سے ہے تو قبول کیا جا سکتا ہے۔ مگر جہاں تک روایت کا پہلو سیرت اور مناقب کے اعتبار سے ہو تو اسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ باب الفضائل والمناقب کے اعتبار سے ہوتو اسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ باب الفضائل والمناقب والسیر میں ضعیف حدیث معتبر ہے اور اسے ذکر کر کے مناقب میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی ظفر الامانی مختصر الجرجانی میں لکھا ہے:

"ومن ثم ترى ارباب السير يدر جون الاحاديث الضعيفه فى تصانيفهم لا يخفى، ان السير تجمع الصحيح والسقيم والضعيف والمرسل والمنقطع والمعضل والمنكر دون الموضوع" (صفحہ۲۲۴)

لہٰذا معلوم ہوا کہ اگر سایہ نہ ہونے کی حدیث ضعیف ہوتب بھی آپ ﷺ کی سیرت میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ حدیث ''ضعیف'' کی مزید تحقیق عاجز کے رسالہ ''ارشاد اصول حدیث'' میں ملاحظہ کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن مبارک

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ کا جسم بڑا حسین تھا۔ (شمائل صفحہ ۱)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ایسے چمکتے جیسے کہ بدر کا چاند روشن اور چمکدار ہوتا ہے۔ (شمائل صفحہ ۲)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چاندنی رات تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں ملبوس تھے۔ میں کبھی آپ کو دیکھا اور کبھی ماہتاب کو۔ (کہ کون زیادہ خوبصورت ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے زیادہ خوبصورت نظر آئے۔ (شمائل صفحہ ۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین وخوبصورت تھے گویا چاند سے ڈھالا گیا ہو۔ (شمائل صفحہ ۲، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے حسین وخوبصورت تھے کہ اس جیسا کسی کو نہیں دیکھا گیا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی حسن والا دیکھا نہیں گیا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خوبصورت رنگ والے تھے۔ اس جیسا نہ میں نے دیکھا اور نہ تم دیکھ سکتے ہو۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۱۵)

ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت جمیل وخوشنما وخوبصورت تھے۔ (سبل الہدیٰ: ۲/۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر اچھی اور خوبصورت شئے کو میں نے دیکھا۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ میں ہے ؎

فھو الذی تم معناہ و صورتہ
ثم اصفاہ حبیبا باری النسم

منزه عن شريك في محاسنه
فجوهر الحسن فيه غير منقسم

علامہ القرطبی صاحب الجامع الاحکام القرآن نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا کامل حسن ظاہر نہ ہوا تھا۔ اگر پورا حسن ظاہر ہوتا تو ہماری آنکھیں اس کا تحمل نہ کر پاتی۔ (یعنی حضرات صحابہ کرام کا)۔

کسی عارف شاعر نے آپ ﷺ کے حسن کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا ؎

جمال حسن کی الفاظ میں تعبیر ناممکن
مجسم نور کی کھینچے کوئی تصویر ناممکن
درخشاں جس طرح سیم مصفی کوئی پیکر
وہ اک نور مجسم بدر کامل سے بھی روشن تر
وجاہت بھی فخامت بھی جمال دلبرانہ بھی
جلال حسن بھی اور عظمت پیغمبرانہ بھی
جمیل دلکش ایسے دور سے چوں چہرہ تابندہ
جو ہوں نزدیک تو خوش منظر و شیریں و زیبندہ

(کوثر صفحہ ۳۳)

عقل مبارک

تمام دنیا کے لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ افضل اور لوگوں میں سب سے زیادہ عقل والے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳)

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں یہ لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ عقل والے تھے۔ (ابن عساکر، ابونعیم، سبل جلد ۷ صفحہ ۳، خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۶۶)

عوارف سے منقول ہے کہ عقل کے سو جز ہیں۔ اس میں ننانوے جز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے باقی ایک جز تمام انسانوں کو دیا گیا۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۳)

اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عقل اور فہم و فراست حضرات انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ اور ان انبیاء کرام میں یہ نعمت سب سے زیادہ سرور کائنات رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ فہم و فراست عقل ذکاوت میں تمام مخلوق پر فائز تھے۔ پوری دنیا کے عقل مندوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عقل والے تھے۔

جنگی محاذ پر آپ کا محیر العقول طور پر کامیاب ہونا۔ یہود و نصاریٰ کے مکر و فریب سے محفوظ رہنا۔ دشمنوں کے نرغہ سے بچ کر نکل جانا اس کی واضح دلیل ہے۔ آپ کے جامع ارشادات، دین و دنیائے سے متعلق نفع بخش نصائح، پیشین گوئیاں وغیرہ یہ سب شہادت بیتے ہیں۔

پسینہ مبارک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ بہت آتا تھا۔ (بن سعد صفحہ ۴۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ بہت آتا تھا۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۱۵، سبل جلد ۲ صفحہ ۸۸)

فائدہ: خیال رہے کہ پسینہ آنا صحت اور قوت اعضاء کی علامت ہے۔ پسینہ بہت کم نکلنا یا نہ نکلنا یہ مرض کی علامت ہے اور حرارت غریزی کے ضعف کی علامت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر پسینہ موتی کی طرح چمکتا تھا۔

(ابن سعد صفحہ ۴۱۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے خوبصورت تھے آپ پر پسینہ موتی کی طرح چمکتا تھا۔ (مسلم جلد ۴ صفحہ ۸۱۶، سبل صفحہ ۸۵)

فائدہ: ایک تو آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند سے بھی زیادہ خوبصورت تھا۔ پھر ملاحت لئے ہوئے۔ اس پر جب پسینہ کی بوندیں نمایاں ہوتیں تو مثل موتی آبدار کے یہ چمکتا۔ چنانچہ اسی ہیئت کو دیکھ کر حضرت عائشہ مبہوت و متحیر ہوگئیں تھیں۔ جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

پسینہ مبارک مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک مشک کی طرح خوشبودار تھا۔ فدا ہوں ہمارے ماں باپ آپ پر نہ آپ جیسا پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ (ابن عساکر، سبل صفحہ ۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک چہرہ مبارک پر ایسا چمکتا تھا جیسے موتی۔ اور آپ کا پسینہ تیز مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ اور آپ کی ہتھیلی عطر فروش کی ہتھیلی تھی۔ خواہ عطر لگائیں یا نہ لگائیں۔ جس سے مصافحہ کرتے دن بھر وہ اپنے ہاتھ میں خوشبو محسوس کرتا۔ اگر اپنا ہاتھ کسی بچے کے سر پر رکھ دیتے تو وہ خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہوجاتا کہ اس کے سر سے خوشبو آتی رہتی۔ (ابونعیم، نسیم الریا، سبل صفحہ ۸۵)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ تیز مشک سے بھی زیادہ مہکتا تھا۔

(ابن سعد، سبل صفحہ ۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سوت کات رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا گانٹھ رہے

تھے۔ اور پسینہ آپ کی پیشانی سے بہہ رہا تھا۔ اور یہ پسینہ ایک نور پیدا کر رہا تھا جس سے میں مبہوت ہو رہی تھی۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں مبہوت ہو رہی ہو۔ میں نے کہا آپ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہے اور اس پسینہ سے نور کی شکل پیدا ہو رہی ہے۔ اگر ہزلی شاعر آپ کو دیکھ لیتا تو اس کو پتہ چل جاتا جو اس نے شعر کہا ہے اس کے آپ زیادہ حقدار ہیں (پھر ہزلی کا یہ شعر پڑھا) (جس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے)

ع واذا نظرت الى اسرة وجهه برقت بروق العارض المتهلل

(ابن عساکر، ابونعیم، سبل صفحہ ۸۸)

پسینہ پونچھ پونچھ کر رکھتے صحابہ جسم اطہر کا
جو خوشبو میں گلاب و مشک و عنبر سے بھی بہتر تھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ کی تشریف آوری کو آپ کی خوشبو سے معلوم کر لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ مدینہ کی گلیوں میں سے کسی بھی گلی سے گزرتے تو خوشبو سے پتہ چل جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گلی سے گزرے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۰۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا عطر اور معطر تھے۔ دست مبارک، یا پسینہ سے یا جسم اطہر سے جو خوشبو آتی تھی۔ بغیر خوشبو لگائے خوشبو آتی تھی وہ خارجی خوشبو لگانے کی وجہ سے نہیں تھی۔ بلکہ آپ کے جسم کے پسینہ کی خوشبو تھی۔ بغیر خوشبو لگائے خوشبو آتی تھی۔ علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ یہ خدا کا ایک انعام و اکرام تھا جس سے آپ نوازے گئے تھے۔

علامہ ابوصالح دمشقی نے ابن مردویہ کے حوالہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے۔
معراج کے واقعہ کے بعد آپ کا جسم اطہر ایسا معطر بلا عطر لگائے رہتا تھا۔ جیسے (عرب میں) دلہن کو عطر سے معطر کر دیا جاتا ہے بلکہ اس سے زائد۔ (سبل صفحہ ۸۸)

گویا کہ خدائے پاک کے قرب اور ہمکلامی اور عرش اعظم کی برکت تھی۔

ایک انتباہ

بعض کتابوں میں بھی دیکھا گیا ہے اور بعضوں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ''گلاب'' آپ کے پسینہ سے پیدا ہے۔ سو یہ واہیات ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ حافظ ابوالقاسم، امام نووی حافظ و دیگر محققین نے اس کی تردید کی ہے۔ اور دیلمی کی مسند میں جو اس قسم کی روایت ہے وہ موضوع ہے اس کا ایک راوی مکی بن بندر وضاعین میں سے ہے۔ (سبل جلد ۲ صفحہ ۸۸)

کیا ہی خوب ترجمانی کسی شاعر عارف نے کی ہے ؎

کسی کوچے سے ہوتا جب گزر محبوب باری کا
تو چلتا کارواں اک نکہت باد بہاری کا
فضا ساری مہک جاتی تھی وہ جس راہ سے جاتے
نکلتے جستجو میں جو وہ خوشبو سے پتہ پاتے
نہ عطر عود و عنبر نے مہک مشک تاری کی
وہ اک خوشبو ذاتی محبوب باری کی
مصافحہ کو ہونے کی سعادت ہاتھ آتی تھی
تو پورا دن گزر جاتا مگر خوشبو نہ جاتی تھی

(کوثر صفحہ ۵۷)

مہر نبوت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو دو مونڈھوں کے درمیان جو سرخ رسولی کے مانند کبوتری کے انڈے جیسے تھی۔ دیکھا۔ (بخاری مسلم، دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا تو وہ مسہری کے گھنڈی کے برابر تھے۔ (شمائل، بخاری، دلائل صفحہ ۲۵۶)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مبارک کو بیان کرتے تو فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النّبیین تھے۔

عمر بن اخطب کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوزید قریب ہو جاؤ میری کمر دبا دو۔ میں نے کمر دبانا شروع کیا تو میری انگلی مہر نبوت پر لگ گئی۔ علبا نے (جو ان کے شاگرد تھے انہوں نے ان سے) پوچھا کہ وہ کیا چیز تھی تو انہوں نے کہا بالوں کا مجموعہ تھا۔ (ترمذی، طبرانی جلد ۱۷، صفحہ ۲۷، ابن سعد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ابونضرہ نے پوچھا مہر نبوت کیا تھی۔ انہوں نے بتایا کہ پشت مبارک پر گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔ (شمائل، مسند احمد، دلائل صفحہ ۲۱۵)

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ اپنے اصحاب کے درمیان تھے۔ میں ذرا آپ کی پیٹھ کی جانب گھوم گھوم کر دیکھنے لگا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مقصد جان لیا۔ پشت سے آپ نے چادر مبارک ہٹائی تو میں نے دیکھا کہ دو مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ جو مٹھی کے ہم شکل ہے اس کے چاروں طرف تل تھے گویا کہ مسہ۔ (شمائل، مسلم، ابن سعد صفحہ ۳، دلائل جلد ۱ صفحہ ۲۶۳)

حضرت ابی رمشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے رسولی کے مانند دونوں مونڈھوں کے بیچ میں (مہر نبوت) دیکھی۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: مہر نبوت پیدائشی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ابھرا ہوا گوشت مسہ کی شکل میں تھا۔ اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اسے مہر نبوت کہا گیا ہے۔

اس کا ثبوت متعدد صحابہ سے ہے۔ جو تواتر معنوی کی حد تک پہنچا ہے۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ احادیث سے متواتر طور پر یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بائیں مونڈھے کی جانب ابھرا ہوا گوشت کبوتر کے انڈے

کے برابر تھا۔ (جلد۶ صفحہ۴۳۹)

اسی کو شاعر نے یوں کہا ہے ؎

میان ہر دو شانہ پشت پر مہر نبوت تھی
کبوتر کے جو انڈے کی طرح تھی سرخ رنگت تھی

اس کی کیفیت، ہیئت، مقدار، شکل اور اس پر کیا لکھا ہوا ہے۔ مزید دیگر امور کے متعلق کچھ تفصیل اور اختلافات ہیں۔ اہل ذوق حضرات کے لئے بقدرے ضرورت اس کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

ہیئت، شکل اور مقدار

① کبوتر کے انڈے کے مثل

جابر بن سمرہ کی روایت ہے کہ میں نے مہر نبوت کو آپ ﷺ کے دو مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو کبوتری کے انڈے کے برابر تھا۔ (شمائل، مسلم صفحہ۲۵۹)

② ابھرے گوشت کی طرح

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ مہر نبوت جو دونوں مونڈھوں کے درمیان تھا ابھرا ہوا گوشت تھا۔ (شمائل، ترمذی، مسند احمد)

③ مٹھی کے ہم شکل

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کی مہر نبوت کو دو مونڈھوں کے درمیان بائیں کندھے کے نیچے دیکھا جو مٹھی کی مقدار تھے جس پر تل تھے مثل مسے کے۔

(شمائل: مسلم صفحہ۲۶۰، ابن سعد)

④ مثل سیپ کے

حضرت موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی مہر نبوت تھی جو کندھے کے نیچے بازو کے اوپر سیپ کے مانند تھی۔ (یعنی چھوٹے سے سیپ کی طرح گولائی لئے)۔ (ترمذی، سبل صفحہ۴۷)

⑤ رسولی کے مثل

حضرت ابورمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے والد کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو رسولی کی مانند تھی۔ (رسولی جسم پر کسی مقام میں گوشت ابھر جاتا ہے عموماً یہ گھنڈی کے برابر ہوتا ہے)۔ (ابن سعد)

⑥ بندوق کی گولی

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت مبارک پر مہر نبوت تھی جو گوشت کا بندوق کی گولی کی مانند تھی۔ (ابن حبان)

⑦ نیزے کے خول کی مانند

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں مونڈھے کے جانب نیزے کے خول کے مانند مہر نبوت تھی۔ (طبرنی، ابونعیم، سبل صفحہ ۴۶)

نیزے کا خول جس پر نیرہ چڑھایا جاتا گولائی لئے چھوٹا سا ہوتا ہے۔ اسی سے تشبیہ ہے۔

مسہری کی گھنڈی کی مانند

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک کی جانب کھڑا تھا۔ میں نے مہر نبوت کی جانب دیکھا جو دو مونڈھوں کے درمیان مسہری کی گھنڈی کے مانند تھے۔

(بخاری، مسلم جلد۲ صفحہ ۲۵۹)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت سرخ رسولی کے مانند کبوتری کے انڈے کی طرح تھی۔ (ابوالحسن، سبل صفحہ ۴۹)

اونٹ کی مینگنی

ابوعالم بن بہدلہ نے ابورمثہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اونٹ کی مینگنی کے مانند تھی۔ (دلائل)

فائدہ: بظاہر ان روایتوں میں کوئی تضاد نہیں۔ الفاظ کی تعبیر کا فرق ہے۔ اسی وجہ سے علامہ القرطبی نے تمام احادیث مذکورہ کا خلاصہ ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بالاتفاق یہ روایتیں بتاتی ہیں کہ سرخ رنگ کا ابھرا ہوا گوشت بیضوی شکل کا تھا۔ (فتح الباری)

محل

دونوں مونڈھوں کے درمیان بائیں بازو کے مساوی بائیں کندھے کے نیچے ٹھیک قلب کے مقابل تھا۔ حافظ نے فتح الباری میں اسی طرح سہیلی نے لکھا ہے کہ مہر نبوت بائیں کندھے کے نیچے ہونے کی مصلحت یہ ہے کہ یہی محل شیطان کے وسوسہ ڈالنے کا ہے۔ اس کی وجہ سے آپ شیاطینی وسوسہ سے محفوظ ہو جائیں گے۔

چنانچہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے خدائے تعالیٰ سے یہ پوچھا کہ انسان کو شیطان کس مقام سے وسوسہ ڈالتا ہے۔ تو دیکھایا گیا کہ شیطان مینڈک کی شکل میں ٹھیک دل کے مقابلے

مونڈھے کے نیچے مچھر کے سونڈ کی طرح بیٹھا ہے۔ بائیں کندھے سے لے کر قلب تک مسلط رہتا ہے۔ جب خدا کے ذکر سے غافل پاتا ہے۔ ڈس لیتا ہے۔ (فتح جلد۶ صفحہ ۴۳۹)

اس کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جو ابونعیم کی دلائل میں طیالسی کی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شق صدر کے موقعہ پر دل کو زمزم سے دھونے کے بعد میری پیٹھ میں مہر لگا دی۔ جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے قلب میں محسوس کیا۔ (جمع صفحہ ۵۸، فتح جلد۶ صفحہ ۴۳۸، ابونعیم صفحہ ۱۷۱)

دوسرا ضعیف قول یہ ہے کہ دائیں مونڈھے کے درمیان تھا جسے ابونعیم نے ذکر کیا ہے۔ ملا علی قاری نے اسے نقل کر کے رد کرتے ہوئے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بائیں بازو کے مقابل تھا۔

پیدائشی تھی یا بعد میں

ایک قول تو یہ ہے کہ پیدائشی تھی۔ جس وقت آپ پیدا ہوئے اسی وقت سے یہ تھی۔ چنانچہ ابن عائذ سے علامہ مغلطائی نے یہی قول نقل کیا ہے۔

چنانچہ ابونعیم کے حوالہ سے ہے جب کہ آپ پیدا ہوئے تو فرشتہ نے سفید ریشمی تھیلی سے ایک مہر نکال کر آپ کے بائیں مونڈھے پر لگا دی۔ (جمع الوسائل جلد۱ صفحہ ۵۹)

دوسرا قول ہے کہ بعد میں شق صدر کے موقعہ پر فرشتوں نے بائیں مونڈھے پر مہر نبوت لگا دی۔ جیسا کہ ابھی حدیث عائشہ میں گزرا۔

آپ کی خصوصیت تھی یا عام

شیخ برہان الدین الحلی کا قول ابوصالح دمشقی نے بیان کیا کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ چنانچہ ولادت کے وقت یا شق صدر کے موقعہ پر یہ واقعہ پیش آنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھا۔ ان امور سے کسی دوسرے نبی کو نہیں نوازا گیا۔

نیز چونکہ اس مہر نبوت سے اشارہ ختم نبوت کی طرف ہے۔ اور یہ آپ ہی کے ساتھ خاص ہے۔ (سبل صفحہ ۵۰)

دوسرا قول

ہر نبی کو مہر نبوت سے نوازا گیا۔ ہاں مگر یہ کہ تمام کو دائیں ہاتھ میں اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بائیں مونڈھے کے نیچے عطا کیا گیا تھا۔ یہ قول وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ حاکم نے اس کی تخریج کی ہے۔

مہر نبوت سے خوشبو

اکثر روایتوں میں تو صرف اس کی کیفیت اور مقدار کو ذکر کیا گیا ہے۔ خوشبو وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔ مگر ابن

عسا کرنے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پیچھے بٹھایا۔ تو میں نے آپ کے مہر نبوت کو بوسہ دیا تو اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ ملا علی قاری نے بھی امام بخاری کے حوالہ سے بیان کیا کہ اس سے مشک کی بو آتی تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ ۵۹)

بظاہر یہ کوئی خاص بات نہیں۔ مہر نبوت کی کیا خصوصیت آپ کے پورے جسم سے اور پسینہ سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ ممکن ہے کہ مہر نبوت سے زیادہ اس کا احساس ہوتا ہو۔

وقت وفات محو ہوگئی

یہ مہر نبوت وفات کے وقت اٹھا لی گئی تھی۔ چنانچہ ابونعیم اور دلائل میں واقدی کی روایت سے یہ ہے کہ وفات کے بعد لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت میں شک کیا۔ بعضوں نے کہا ہے آپ پر موت طاری نہیں ہے۔ تو اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہر نبوت پر رکھ کر دیکھا تو اسے نہ پایا تو کہا کہ آپ وفات پا چکے ہیں۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سے مہر نبوت کو اٹھا لیا گیا۔ اسی سے آپ کی موت کا یقین ہوا۔

(جمع الوسائل صفحہ ۵۹، سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۵۲)

حاکم نے تاریخ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میں نے مہر نبوت کو دیکھا تو وہ نہیں تھی۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۵۲)

مہر نبوت کو رسولی سمجھ کر علاج کا مشورہ

اس مہر نبوت کو جو ابھرے ہوئے گوشت کی شکل میں رسولی کے مانند معلوم ہوتی تھی۔ اس کو بعض دیکھنے والوں نے رسولی جو ایک بیماری ہوتی ہے اس میں گوشت ابھر آتا ہے۔ اور تناسب اعضاء کے اعتبار سے یہ بیماری معلوم ہوتی ہے سمجھ کر اس کے علاج کا مشورہ دیا۔ تو آپ نے بتا دیا کہ یہ مرض نہیں اللہ کی جانب سے ایک علامت ہے۔

حضرت ابورمثہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد آپ کی خدمت میں گئے تو میرے والد کی نگاہوں نے دونوں مونڈھوں کے درمیان جو رسولی کے مانند گوشت تھا دیکھ لیا۔ تو کہا اے اللہ کے رسول میں لوگوں میں سب سے بڑا طبیب ہوں میں اس کا علاج کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں اسی طبیب نے تو اسے پیدا کیا ہے۔

ابورمثہ کی ایک دوسری حدیث میں ہے کہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا میں نے اپنے صاحبزادے سے کہا بیٹے یہ خدا کے نبی ہیں۔ اس نے جب آپ کو (اس علم کے بعد) دیکھا تو خوف زدہ ہوگیا (ادھر انہوں نے آپ کی مہر نبوت دیکھ لی جس کو ابھرا ہوا گوشت سمجھا) جب میں واپس آنے لگا تو میں نے

کہا ہم لوگ خاندانی طبیب ہیں۔ ہمارے والد بھی ایام جاہلیت کے مشہور و معروف طبیب تھے۔ آپ اجازت دیجئے آپ کے مونڈھے کے درمیان جو رسولی ہے۔ اسے دبا دوں خدائے پاک اپنے نبی کو شفا دے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس کا کوئی طبیب نہیں سوائے اللہ کے۔ چنانچہ وہ کبوتری کے انڈے کے برابر تھا۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

فائدہ: یعنی آپ ﷺ نے ان پر یہ ظاہر کیا کہ یہ مرض کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ پاک نے مصلحت و حکمت کی وجہ سے اسے بنایا ہے۔ یعنی علامت نبوت ہے۔ اس لئے اس کے علاج کی ضرورت نہیں۔

مہر نبوت پر کیا لکھا تھا

مہر نبوت کی ثبوت کے متعلق تو روایت بکثرت ہیں۔ جو تواتر معنوی کے درجہ یا مشہور کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں۔ مگر مہر نبوت پر کچھ لکھا تھا یا نہیں یا کیا لکھا تھا۔ اس کے متعلق کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ تاہم اس پر کچھ مکتوب تھا روایتوں میں اس کا ذکر آتا ہے۔ اس پر مکتوب کے متعلق متعدد اقوال ملتے ہیں:

❶ ملا علی قاری نے ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۵۹)

ابن عساکر نے اور حاکم نے تاریخ نیشا پور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ اس پر گوشت سے محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ (خصائص کبریٰ صفحہ، حاشیہ دلائل النبوۃ صفحہ ۲۶۰، سبل)

❷ ابن دحیہ نے کتاب التنویر میں ذکر کیا ہے کہ مہر نبوت کے اندرونی حصہ پر اللہ وحدہ، اور اوپری حصہ پر، ”توجه حيث شئت فانك منصور“ لکھا تھا۔ (حاشیہ دلائل النبوۃ صفحہ ۲۶۰)

محدث ابونعیم نے بھی سلمان سے اسی طرح نقل کیا ہے کہ اس کے اندرونی حصہ پر ”الله وحده لا شريك لهٗ محمد رسول الله“ لکھا تھا۔ اور اوپری حصہ پر ”توجه حيث شئت فانك منصور“ لکھا تھا ابن حدیہ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۰)

❸ حکیم ترمذی نے ذکر کیا کہ اس پر ”الله وحده لا شريك له“ لکھا تھا۔ ابن دحیہ نے اسے منکر قرار دیا ہے۔ (شمائل ابن کثیر صفحہ ۵۱)

❹ ابوالدحاح الدمشقی نے لکھا کہ اس کے سطر اول میں ”لا اله الا الله“ اور دوسری لائن میں ”محمد رسول الله“ لکھا تھا۔ موردالظمان میں اس کو باطل قرار دیا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸)

❺ ملا علی القاری نے ایک قول یہ لکھا کہ اس پر ”سر فانك المنصور“ لکھا تھا۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۵۹)

تحقیق

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے ان تمام اقوال کی تردید کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ اس سلسلے کی وہ تمام روایتیں جس میں مہر نبوت کے پچھنے کے داغ کی طرح ہونے کا، یا سبز سیاہ نشان ہونے کا ذکر ہے (جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے) یا اس پر "لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" یا "سر فانك المنصور" لکھنے کا ذکر ہے کوئی ثابت نہیں۔ حافظ کے اسی قول کو علامہ مناوی شرح شمائل میں ملاعلی قاری نے جمع الوسائل میں ابو صالح دمشقی نے سبل الہدیٰ میں نقل کیا ہے اور کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے حافظ کی تحقیق کو معتبر قرار دیتے ہوئے اس قسم کی تمام روایتوں کو واہی غیر ثابت تسلیم کیا ہے۔ اور محدث ابن حبان نے الصحیح میں جو "محمد رسول اللّٰہ" کے مکتوب ہونے کی روایت کو ذکر کیا ہے۔ اسے بعض لوگوں نے مستند سمجھا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ابن حبان پر بھی رد کیا ہے کہ ان سے غفلت اور چوک ہوگئی ہے کہ انہوں نے غیر ثابت روایت کو صحیح میں ذکر کر دیا ہے۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۳۹، جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۵۹، سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۵۱)

خون مبارک

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے آپ پچھنہ لگا رہے تھے جب اس سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اے عبداللہ اس خون کو لے جاؤ اور ایسی جگہ ڈال آؤ جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑے۔ چنانچہ وہ آپ کی نظر سے ہٹے اور اس خون کو پی لیا۔ واپس آئے تو آپ نے پوچھا اے عبداللہ! خون کو کیا کیا۔ کہا میں نے اسے سب سے زیادہ مخفی مکان میں ڈال دیا جس سے زیادہ مخفی مکان میرے علم میں نہیں (یعنی پیٹ میں) آپ نے فرمایا شاید تم نے پی لیا۔ کہا ہاں۔ (مجمع: ۲۷۰، مطالب عالیہ: ۲۱)

فائدہ: چنانچہ حضرت عبداللہ کو بڑی قوت وطاقت ہوگئی تھی۔ حضرات صحابہ سمجھتے تھے کہ یہ قوت اسی خون پینے کی وجہ سے تھی۔ (مطالب عالیہ)

حضرت سفینہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنہ لگایا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اس خون کو دفن کر دو۔ چنانچہ وہ گئے۔ پھر آئے تو آپ نے مجھ سے پوچھا۔ کیا کیا۔ میں نے کہا میں نے اسے پی لیا۔ چنانچہ آپ نے مسکرا دیا۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۱، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۷۰)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک سے جب خون احد کے موقع پر بہہ پڑا تو میرے والد سنان نے اسے چوس لیا۔ لوگوں نے کہا ارے تم خون پی رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی رہا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا خون تمہارے خون میں مخلوط ہوگیا۔ تمہیں جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پاک تھا۔ محدثین وائمہ مجتہدین نے آپ کے خون مبارک کو پاک طاہر اور عام انسانوں سے الگ قرار دیا ہے۔ مطالب عالیہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''طہارۃ دم'' کا باب قائم کر کے صراحۃً اس کی پاکی ظاہر کی ہے۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے آپ کا خون پی لیا تھا۔ جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن زبیر، ابوطیبہ اور غلام قریش ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۳۵)

اسی طرح مالک بن سنان اور آپ کے خادم حضرت سفینہ نے جس کا ذکر اوپر گزرا۔ خون مبارک پیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات جس میں خون داخل ہے۔ محقق قول کے اعتبار سے پاک ہے۔ حافظ ابن حجر کے علاوہ عینی نے بھی اسے الیق بالطہارۃ قرار دیا ہے۔ جس سے اس کا پاک ہونا بالکل محقق اور واضح ہے۔

"پاخانہ" و "پیشاب" مبارک کا بیان

پاخانہ بھی خوشبودار

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا تشریف لے جاتے تو کچھ نہ دیکھا جاتا۔ ہاں البتہ خوشبو کی مہک پاتی۔ تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمارے اجسام (پیغمبروں کے اجسام) اہل جنت کی روحوں سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اس وجہ سے جو چیز نکلتی ہے زمین نگل لیتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث کو بیہقی نے موضوعات میں قرار دیا ہے مگر سیوطی نے اس کے متعدد طرق کو دوسری روایت سے ثابت کر کے معتبر قرار دیا ہے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۷۰)

ابونعیم کے حوالہ سے سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ جب آپ بیت الخلاء سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو کچھ نظر نہیں آتا سوائے مشک کی خوشبو کے۔

(خصائص جلد ا صفحہ ۷۰)

زمین آپ کے پاخانہ کو نگل لیتی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا جب آپ بیت الخلاء جاتے ہیں تو وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم حضرات انبیاء سے (جو پاخانہ وغیرہ) نکلتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے، کچھ نظر نہیں آتا۔ (خصائص، ابونعیم صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: زمین کراماً واحتراماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاخانہ کو نگل لیتی کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو کچھ نظر نہ آتا، ہاں مگر یہ کہ خوشبو کی مہک مجھے محسوس ہوتی۔ اگر کچھ نکلتا تو زمین اسے نگل لیتی ہے۔ میں نے اس کا ذکر آپ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم کہ ہمارے (انبیاء کرام کے) اجسام جنت کی روحوں سے پیدا ہوتے ہیں جو کچھ نکلتا ہے زمین اسے نگل لیتی ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۳۵، معارف السنن: جلد ا صفحہ ۹۷، سعد، بیہقی، دار قطنی، حاکم)

حضرت ام ایمن بیان کرتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں بیدار ہوئے۔ گھر کی جانب مٹی کا ایک گھڑا تھا اس میں پیشاب کیا۔ میں رات میں اٹھی۔ مجھے پیاس لگ رہی تھی، مجھے پتہ نہیں تھا (نہ مجھے احساس ہوا) میں

نے پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے مجھے کہا اے ام ایمن کھڑی ہو اس برتن میں پیشاب ہے اسے باہر ڈال آؤ۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں نے تو اسے پی لیا۔ آپ اتنا مسکرائے کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا جاؤ تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔ (دلائل ابونعیم صفحہ ۳۸۱، مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۲، مجمع صفحہ ۲۷۱)

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کو رات میں پیشاب لگتا تو لکڑی کے پیالے میں (جو رکھ دیا جاتا تھا) پیشاب فرماتے تھے۔ جسے بستر کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ (چنانچہ آپ نے پیشاب کر کے رکھ دیا تھا) آپ نے معلوم کیا اس برتن میں کچھ نہیں ہے (پیشاب کیا تھا ہونا چاہئے) تو ایک عورت نے جس کا نام برکت تھا ام حبیبہ کی خادمہ تھی، حبشہ سے آئی تھی۔ تو کہا پیشاب کہاں تھا (وہ تو پانی تھا) میں نے پی لیا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ کبھی بیمار نہ ہوئی۔ ہاں موت کے وقت بیمار ہوئی جس میں انتقال کر گئی۔ (خصائص کبریٰ ۱/۷۱، جمع الوسائل صفحہ ۳)

یعنی آپ ﷺ کے پیشاب مبارک میں بو نہیں ہوتی تھی، اسی وجہ سے تو خادمہ نے پانی سمجھ کر پی لیا اور احساس تک نہ ہوا اور پوچھنے پر کہنے لگی پیشاب کہاں تھا وہ تو پانی تھا۔ یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے آپ کے پیشاب یا پاخانہ کو پاک و طاہر تسلیم کیا ہے۔ اور دیگر علماء حسب القاعدہ نجس کی طرف گئے ہیں۔

آپ ﷺ کے بول براز کی پاکی کے متعلق تحقیق

آپ ﷺ کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی چیزیں مثلاً خون پیشاب اور پاخانہ بیشتر حضرات بلکہ جمہور علماء کرام نے پاک مانا ہے۔

بعض اہل علم حضرات نے زعم اور قیاس کی بنیاد پر پاکی سے انکار کرتے ہوئے ناپاک ہونا ذکر کیا ہے۔ اس لئے پاکی کے سلسلے میں محققین علماء کے اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔

تاکہ قیاس کے بجائے دلائل و شواہد کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ یہ قول کوئی شاذ و غیر محقق نہیں بلکہ ائمہ اربعہ اور دیگر جلیل القدر ائمہ کے اقوال اور بعض کی رائے میں یہ مجمع علیہ قول ہے۔

قاضی عیاض مالکی شرح شفا میں لکھتے ہیں:

"قال ابوبکر عربی بول النبی صلی اللہ علیه وسلم ونحوه طاهر، وهو احد قولی الشافعی وقال النووی فی الروضة ان بوله ودمه وسائر فضلاته طاهرة علی احد الوجهین" (صفحہ ۱۶۰)

مزید قاضی عیاض مالکی اس کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا پیٹ میں درد نہ ہوگا۔ نیز آپ نے دوبارہ منع نہیں فرمایا اگر ناپاک ہوتا تو آپ ضرور منع فرماتے۔

علامہ خفاجی نسیم الریاض میں ذکر کرتے ہیں:

"وقال القاضی حسین الاصح القول الطهارة الجمیع واختاره کثیر من المتاخرین ...... ثم وقع فی فقه الشافعیة ایضاً ان حکم فضلات الانبیاء علیهم الصلاة کذلك طاهرة" (جلد ا صفحہ ۱۶۳)

دیکھئے طہارت کے قول کو الاصح قرار دے رہے ہیں۔ علامہ خفاجی اس کی وجہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ (شق صدر کے موقع پر) آپ کے پیٹ مبارک کو (جو اس کا ظرف ہے) دھودیا تھا اور پاک کردیا تھا۔ یعنی اس تطہیر جوف کی وجہ سے اس کے تمام فضلات پاک ہوگئے۔ (جلد ا صفحہ ۳۵۴)

ظاہر ہے کہ یہ خصوصیت عام انسانوں کو نصیب نہیں۔ لہٰذا انسانی فضلات پر قیاس کرتے ہوئے اسے ناپاک قرار دینا تحقیق کے خلاف ہوگا۔

علامہ یوسف البنوری "معارف السنن" میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وقد صرح اهل المذاهب الاربعة بطهارة فضلات الانبیاء ومن الشافعیة ابن حجر فی التلخیص الحبیر ومن الحنفیة ابن عابدین فی ردالمحتار وعز القسطلانی الی البدر العینی انه قال وبه قال ابوحنیفة" (جلد ا صفحہ ۹۸)

دیکھئے ائمہ اربعہ اس کی طہارت کے قائل اور قسطلانی اور علامہ عینی کی نقل اور تحقیق کے مطابق یہی قول امام ابوحنیفہ کا ہے۔ پھر تو متبعین احناف کے لئے قیاس کرنے اور غیر طاہر کی گنجائش نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض علماء احناف نے جو ناپاک ہونا راجح قرار دیا ہے ان کو امام صاحب کا قول معلوم نہ ہوگا۔

علامہ بدرالدین الحنفی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

"وقال بعض شراح البخاری فی بوله ودمه وجهان الالیق الطهارة وذکر القاضی حسین فی العذرة وجهین" (جلد ا صفحہ ۳۵)

علامہ عینی کی بھی رائے طہارت کی ہے۔ اسی وجہ سے امام غزالی کے قول نجاست پر شدید رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "یا للغزالی من هفوات" پھر پاکی کے دلائل احادیث سے ثابت کیا ہے۔ پھر جو لوگ عام فضلات پر قیاس کرتے ہوئے غیر طاہر کے قائل ہوئے ہیں۔ ان پر شدت سے رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام کو غیر انبیاء عامۃ الناس پر ہرگز قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے نہ ہمارا ایسا عقیدہ اور اصل ہے۔ دیکھئے علامہ عینی کی عبارت:

"قلت یلزم من هذا ان یکون الناس مساوین للنبی علیه الصلوٰة والسلام

ولا یقول بذلک الاجاهل غبی واین مرتبة من مراتب الناس ولا یلزم ان یکون دلیل الخصوص بالنقل دائماً والعقل لہٗ مدخل فی تمیز النبی علیه الصلوٰة والسلام من غیره فی مثل هذه الاشیاء وانا اعتقد انه لا یقاس علیه غیره وان قالوا غیر ذلک فاذنی عنه صماء'' (جلد۳ صفحہ۳۵)

علامہ عینی اس درجہ عقیدت رکھتے ہیں کہ اس کے علاوہ کسی تحقیق کو سننے کیلئے اپنے کان کو بہرا قرار دیتے ہیں۔

علامہ شامی ردالمحتار میں اس کی طہارت کے متعلق لکھتے ہیں:

''صحح بعض ائمة الشافعیة طهارة بوله صلی اللّٰه علیه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابوحنیفه کما نقله فی المواهب اللدنیة عن شرح البخاری للعینی. وصرح به البیری فی شرح الاشباه. وقال الحافظ بن حجر تظاهرت الادلة علی ذلک. وعدالائمة ذلک من صلی اللّٰه علیه وسلم ...... لملا علی القاری انه قال اختاره کثیر من اصحابنا'' (جلد۱ صفحہ۳۱۸)

دیکھئے علامہ شامی بھی امام اعظم اور ''کثیر من اصحابنا'' کا قول پاکی کا نقل کر رہے ہیں۔

ملاعلی قاری جمع الوسائل میں ذکر کرتے ہیں:

''قال ابن حجر وبهذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمین وغیرهم علی طهارة فضلاته صلی اللّٰه علیه وسلم وهو المختار وفاقاً فالجمع من المتأخرین فقد تکاثرت الادلة علیه وعده الائمة من خصائصه'' (جلد۲ صفحہ۳)

دیکھئے ملاعلی قاری جمع ''من ائمتنا المتقدمین'' وغیرہم کا قول طہارت کے متعلق لکھتے ہیں۔ پھر اس کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''وقیل سببه شق جوفه الشریف وغسل باطنه صلی اللّٰه علیه وسلم'' یعنی آپ ﷺ کے فضلات کے پاک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے جوف مبارک کو شق کر کے دھویا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دولت اور کسی کو حاصل نہیں۔ لہٰذا آپ کے فضلات عام جنس انسانی فضلات پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔

خلاصہ

ماقبل کی ان عبارتوں سے معلوم ہوگیا کہ ائمہ اربعہ۔ متقدمین اور متاخرین کا ایک جم غفیر اور اقوال میں سے ''الاصح'' قول آپ کے فضلات کی پاکی کا ہے۔ لہٰذا پاکی کا قول ایک محقق اور جمہور کا قول ہوا۔ اس کے خلاف ناپاک قرار دینا درست نہ ہوگا۔

مختون پیدا ہوئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب کی نوازشوں میں سے یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا ہوں۔ اور یہ کہ کسی نے میری شرم گاہ کو نہیں دیکھا۔
(خصائص کبریٰ صفحہ ۵۳، مجمع صفحہ ۲۲۴، طبرانی، ابونعیم صفحہ ۱۱۷)

حضرت ابن عباس نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ خوش و خرم (روتے ہوئے نہیں ہوئے جیسا کہ بچہ پیدا ہوتا ہے، تو روتا ہوا ہوتا ہے) پیدا ہوئے۔ (ابونعیم صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے ہوئے ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔
(خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے۔ محدثین کی ایک جماعت نے جس میں طبرانی، ابونعیم، ابن عساکر، ابن سعد، ابن عدی وغیرہ نے تخریج کی ہے جس کی سندوں کو اہل تحقیق نے جید قرار دیا ہے۔ محققین کی ایک جماعت نے آپ کے غیر مختون پیدا ہونے پر جزم ویقین پیش کیا ہے۔ جس میں ابن حبیب، ابن جوزی، حاکم، ہشام بن محمد، ابن درید وغیرہ سرفہرست ہیں۔ حاکم نیشا پوری نے بیان کیا کہ آپ کے مختون ہونے کی خبریں تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۳)

البتہ شمس الدین ذہبی اس کے خلاف ہیں۔ وہ اس کے قائل ہیں کہ عرف کے مطابق آپ کے دادا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختنہ کیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

البتہ ایک دوسری روایت ابوبکر سے موقوفاً مروی ہے کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھویا گیا اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کا ختنہ کر دیا تھا۔ (ابونعیم صفحہ ۱۱۱، مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۴)

لیکن پہلی روایت ارباب تحقیق کے نزدیک راجح ہے۔ ابوصالح دمشقی نے ذکر کیا کہ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔ (سبل جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

ابن جوزی اور ابن درید نے نقل کیا ہے حضرات انبیاء کرام میں تیرہ نبی مختون پیدا ہوئے۔ جن میں دس متفق علیہ یہ ہیں۔ حضرت آدم، شیث، نوح، لوط، یوسف، شعیب، موسیٰ، سلیمان، عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام، آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (سبل جلد ۱ صفحہ ۳۴۸)

قوت وشجاعت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ سنجیدہ، سخی اور بہادر باہمت تھے۔ (داری، سبل صفحہ ۴۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں پر قوت وشجاعت کے اعتبار سے فوقیت دی گئی تھی۔ (دلائل النبوۃ جلد۵ صفحہ ۴۷۵، ہدایہ صفحہ ۷۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار چیزوں پر فوقیت دی گئی تھی جس میں سخاوت اور شجاعت ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ۱۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ بدر کے موقع پر سب سے زیادہ قریب دشمن سے آپ تھے۔ اور اس دن لوگوں میں آپ سب سے زیادہ بہادر اور باہمت تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ۱۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں بہادر، خوبصورت اور سخی تھے۔ چنانچہ ایک رات اہل مدینہ، بہت زیادہ خوف زدہ ہوئے۔ چنانچہ آپ (تنہا) اس آواز کی طرف گئے (جس طرف سے لوگ خوف زدہ ہورہے تھے) آپ لوگوں میں پہلے جا کر (خبر لائے اور) فرمایا خوف مت کرو۔ (کوئی خوف کی بات نہیں)۔

اس وقت آپ ننگی تلوار زمین میں لٹکائے بلا زین کے حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ چنانچہ لوگ بھی کہنے لگے مت ڈرو۔ (کوئی خوف کی بات نہیں)۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۲۵۲، ابن سعد صفحہ ۳۷۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معرکہ بدر میں ہم تمام لوگوں سے آپ دشمن کے قریب تھے۔ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر بہت زیادہ سخت تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب معرکہ میں جنگ تیز ہو جاتی اور ایک کا دوسرے سے مقابلہ شروع ہو جاتا تو ہم سب آپ کے سہارے رہتے تھے اور ہم سے کوئی دشمن کے اتنا قریب نہ ہوتا تھا جتنا کہ آپ ہوتے۔ (اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ ۱۴۱)

حضرت براء کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم گفتگو کرنے والے تھے جب لوگوں کو جنگ کا حکم دیتے تو خود کمر کس کر آگے بڑھتے۔ (شرح احیاء جلد۷ صفحہ ۱۴۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دوسروں کو آگے بڑھا کر آپ پیچھے نہ رہتے تھے بلکہ سب سے آگے رہ کر سپہ سالاری کرتے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو خندق کی کھدائی کا حکم دیا۔ تو ایک بڑی سخت چٹان نکل آئی۔ جس میں پھاوڑا کام ہی نہیں کر رہا تھا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ کپڑا سونارا، پھاوڑا لیا اور بسم اللہ کہہ کر مارا۔ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ پھر دوبارہ مارا دوسری تہائی بھی ٹوٹ گئی۔ پھر تیسری مرتبہ مارا پوری چٹان پاش پاش ہوگئی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۴۷)

فائدہ: صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی پھاوڑا مارا کہ بالکل وہ ریت کی طرح چور چور ہو کر پھیل گئی۔ (بخاری شریف صفحہ ۵۸۸)

فائدہ: اس واقعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے انتہا شجاع و بہادری کا علم ہوتا ہے۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی واقعہ منقول ہے کہ ایک رات اہل مدینہ خوفزدہ ہوئے۔ کچھ (دشمن وغیرہ کی) آواز محسوس ہوئی۔ تو تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ کے گھوڑے پر بلا زین کے سوار گردن میں تلوار لٹکا کر نکلے۔ (اور جائزہ لے کر) اعلان فرما دیا کوئی خوف نہیں کوئی خوف نہیں۔ پھر آپ نے (گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے) فرمایا گھوڑے کو مثل سمندر پایا۔ (یعنی سبک رفتاری میں)۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۲، بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

فائدہ: بخاری میں یہ واقعہ متعدد جگہ ہے۔

حضرت براء سے قبیلہ قیس کے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا تم لوگ جنگ حنین کے موقع پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرار ہو گئے تھے۔ (یعنی معرکہ جنگ میں) انہوں نے کہا ہاں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہٹے تھے۔ (اپنی جگہ پر میدان جنگ میں جمے تھے......) ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید خچر پر سوار تھے۔ اور ابوسفیان آپ کی لگام کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور آپ فرما رہے تھے۔ "انا النبی لا کذب. انا ابن عبدالمطلب" میں جھوٹا نبی نہیں ہوں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ (ابن ابی شیبہ، سبل صفحہ ۴۶، شمائل ترمذی)

فائدہ: حنین کے موقعہ پر جب ہوازن کے تیر بے تحاشا برسنے لگے۔ جو حضرات صحابہ معرکہ جنگ سے اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے ایسے موقعہ پر آپ معرکہ میں مضبوطی سے ایک کمزور خچر پر جم کر مقابلہ کرتے رہے یہ آپ کی انتہائی درجہ شجاعت اور بلند ہمت کی بات تھی۔

رکانہ پہلوان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کشتی

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مقام بطحاء میں تھے، کہ یزید

رکانہ یا رکانہ (مشہور پہلوان) آیا۔ اس کے پاس نیزہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو (چیلنج کرتے ہوئے) کہا تم مجھ کو پچھاڑ دو گے۔ آپ نے فرمایا پچھاڑ دوں گا تو کیا انعام دو گے۔ اس نے کہا ریوڑ سے بکری۔ چنانچہ کشتی ہوئی۔ آپ ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا۔ ایک بکری لے لی۔ رکانہ نے کہا اب کی دوبارہ پچھاڑ دو۔ آپ نے فرمایا کیا انعام۔ دوبارہ اس نے یہی کہا چنانچہ کشتی ہوئی آپ نے پھر پچھاڑ دیا۔ اس نے کہا خدا کی قسم آج تک زمین پر ہماری پیٹھ نہیں لگی تھی۔ آپ نے اس کی بکریاں واپس فرمادیں۔

(ابونعیم صفحہ ۳۳۷، دلائل النبوۃ جلد ۶ صفحہ ۲۵۰، مراسیل ابوداؤد صفحہ ۱۴، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸)

فائدہ: رکانہ بڑا بہادر جری القلب مشہور شخص تھا۔ مقابلہ اور کشتی وغیر میں وہ کبھی ہارا نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے اسے چت کر دیا۔ ایک مشہور پہلوان کا چت کر دینا وہ بھی ایک مرتبہ نہیں متعدد مرتبہ یہ آپ کے کمال شجاعت پر دال ہے۔ محدثین اور اصحاب سیر نے اسے آپ کا معجزہ قرار دیا ہے۔

طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کو چالیس مردوں کے برابر بہادری کی طاقت اور جماع کی قوت دی گئی تھی۔ (شرح احیاء جلد ۷ صفحہ ۱۴۱)

مقابل میں نہ تھا کوئی دلیری اور شجاعت میں
برابر تیس یا چالیس مردوں کے تھے طاقت میں
رکانہ پہلوان ملک عرب کا رستم اعظم
کیا اس نے یہ شرط اسلام لے آنے کی مستحکم
میں لے آؤں گا ایمان تم سے کشتی میں اگر ہارا
رسول اللہ نے پکڑا اٹھایا اور دے مارا

(کوثر زمزم صفحہ ۵۸)

قوت مردمی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے چالیس مرد کی قوت دی گئی ہے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۷۰، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۴۱)

مجاہد اور طاؤس سے منقول ہے کہ آپ کو عورتوں کے اعتبار سے چالیس مرد کی قوت دی گئی۔

(ابن سعید جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

مجاہد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کو جنتی مرد کے اعتبار سے چالیس مردوں کی قوت سے نوازا گیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپس میں تذکرہ کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو تیس مرد

کے برابر قوت دی گئی ہے۔ (خصائص کبریٰ صفحہ ۶۹)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا مجھے چار چیزوں سے نوازا گیا جس سے دوسرے نہیں نوازے گئے۔

سخاوت۔شجاعت۔قوت مردمی۔اور طاقت۔ (خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۷۰)

صفوان بن سلیم سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام میرے پاس ایک ہانڈی لے کر آئے۔میں نے اسے کھایا۔تو چالیس مردوں کے برابر قوت مردمی ہوگئی۔

(خصائص کبریٰ صفحہ ۶۹،ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۴)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ جس طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دیگر تمام خَلقی اور خُلقی اوصاف میں دوسرے تمام انسانوں سے فائق تھے۔اسی طرح قوت مردمی میں بھی آپ کو فوقیت دی گئی تھی کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چالیس مرد کی طاقت رکھتے تھے۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے کس قدر نفس کو دبایا صبر وتحمل سے کام لیا۔اور نو ہی بیویوں پر اکتفا کیا جو یقیناً ایک مجاہدہ نفس کی بات ہے متعدد بیویوں کے ہونے پر اعتراض کرنے والے ان روایتوں کو سامنے رکھیں تو ان کا اعتراض دور ہو سکتا ہے۔

فصاحت و بلاغت

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح تھے۔

(سبل الہدیٰ جلد۲ صفحہ ۱۰۰، اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ ۱۱۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں نے پورے عرب کا چکر لگایا ہے۔ ان کی فصاحت و بلاغت کو سنا ہے۔ مگر آپ جیسا فصیح میں نے کسی کو نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ مجھے میرے رب نے سکھایا اور میری پرورش قبیلہ بنی سعد بن بکر میں (جو فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھا) ہوئی۔

ابراہیم تیمی نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون سی چیز مجھے فصاحت سے روکتی قرآن میری زبان میں نازل ہوا۔ جو خالص فصیح عربی ہے میں قریش میں پیدا ہوا (جو افصح العرب ہے) اور میری پرورش قبیلہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔ (سبل جلد۲ صفحہ ۹۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ متعدد اسباب فصاحت و بلاغت پائے گئے۔ قریش جو عرب میں سب سے فصیح تھے اس میں پیدا ہوئے۔ قبیلہ بنی سعد بن بکر جس کی فصاحت و بلاغت ضرب المثل تھی اس میں آپ کی پرورش ہوئی۔ پھر قرآن پاک جو فصاحت و بلاغت کے اعجازی مرتبہ پر فائز آپ پر نازل ہوا۔ تو بھلا آپ کیوں نہ فصیح ہوتے۔ اور آپ سے زیادہ کون فصیح و بلیغ ہوتا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ اس قدر فصیح و بلیغ کیسے ہیں۔ جب کہ آپ ہمارے درمیان سے کبھی نکلے بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان مٹ گئی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے میں نے اسے محفوظ کرلیا۔

فائدہ: یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان فصیح و بلیغ تھی۔ ان کے بعد قوموں کے خلط سے مٹ گئی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ یہ زبان آپ نے سیکھ لی۔ جس کی وجہ سے آپ تمام عرب میں فصیح و بلیغ ہوئے۔ اور آپ کے فصاحت آمیز کلمات احادیث کی کتابوں میں بھرے ہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا النبی لا کذب ابن عبدالمطلب"، میں خالص عرب ہوں۔ (یعنی ہمارے قبیلہ میں غیروں کی آمیزش نہیں ہوئی) میری پرورش قبیلہ بنی سعد بن بکر میں ہوئی۔ پس کیوں نہیں فصاحت اور خوش نمائی آئے گی۔ (سبل صفحہ ۹۹)

برہ بنت عامر ثقفیہ کہتی ہیں کہ آپ جیسا فصیح و بلیغ عرب نے ماضی میں نہیں پیدا کیا اور نہ آئندہ ایسا فصیح و بلیغ پیدا ہوسکتا ہے۔ جب آپ کلام فرماتے۔ تو بڑے بڑے فصیح کو عاجز فرما دیتے۔ بلیغ فصیح خطیب کو گونگا بنا دیتے۔

یعنی آپ کی فصاحت آمیز کلام سے وہ ساکت اور حیرت سے خاموش ہو جاتا۔ (سبل صفحہ ۹۹)

ایک موقعہ پر قبیلہ نہد سے آپ فصیح و بلیغ گفتگو کر رہے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کی گفتگو کو سنا تو کہا۔ اے اللہ کے رسول ہم ایک ہی خاندان سے ہیں (ایک ہی دادا کی اولاد ہیں) پھر آپ کو وفود عرب کے ساتھ ایسی گفتگو کرتے دیکھتے جو ہم (باوجود اہل زبان ہوکر) سمجھ نہیں پاتے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے میرے رب نے سکھلایا اور خوب سکھلایا۔

اور میری پرورش قبیلہ بنی سعد میں ہوئی (جس کی وجہ سے میں تم لوگوں سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کرتا ہوں)۔ (کشف الخفا، سبل جلد۲ صفحہ ۹۳)

ابن ابی الدنیا میں مرسلاً یہ منقول ہے کہ ایک بادیہ نشین نے آپ سے کہا۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں پایا۔ (اتحاف السادۃ جلد۷ صفحہ ۱۱۲)

ہر قبیلہ والوں کے ساتھ انہیں کی زبان میں گفتگو

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا۔ آپ ﷺ تمام زبان عرب سے واقف تھے۔ ہر قوم سے اسی کی زبان و لغت میں گفتگو فرما لیتے تھے۔

فائدہ: یہ آپ ﷺ کا اعجازی پہلو تھا اور آپ کی خصوصیت تھی کہ باوجودیکہ آپ قریشی اور بنو سعد کی لغت میں پرورش پائی تھی۔ مگر زبان تمام قبائل عرب کی جانتے تھے۔ جو شخص جس زبان میں آپ سے سوال کرتا اسی زبان میں آپ ﷺ جواب دیتے۔

اہل جنت کی زبان آپ کی زبان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اہل جنت آپ ﷺ کی زبان میں گفتگو کریں گے۔

(حاکم، جمع الوسائل جلد۲ صفحہ ۸)

فائدہ: چونکہ تمام زبانوں میں عربی کو فوقیت حاصل ہے۔ پھر عرب کے قبائلی زبان میں قریش کو افضلیت حاصل ہے۔ کیوں نہیں کہ خدا کا کلام اسی مقدس لغت پر نازل ہوا۔

لوح محفوظ میں اسی زبان میں کلام الٰہی محفوظ ہے۔ بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کہ اہل جنت کی زبان

سریانی ہوگی۔ مگر حدیث پاک میں اہل جنت کی زبان عربی ہونے کا ذکر ہے۔ اس لئے بلا تاویل کے یہی صحیح ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اہل عرب سے تین وجہ سے محبت کرو۔ میں عربی ہوں۔ کلام الٰہی عربی ہے۔ جنت کی زبان عربی ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۸)

احیاء العلوم میں ہے کہ اہل جنت نبی پاک ﷺ کی زبان میں گفتگو کریں گے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۲)

جوامع الکلم تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کو جوامع الکلم سے نوازا گیا تھا۔

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جوامع الکلم سے گفتگو فرماتے تھے۔ جس میں نہ کوئی بات زائد ہوتی تھی نہ کم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: حاصل ان احادیث کا یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جامع گفتگو سے نوازا تھا۔ آپ کا کلام نہایت ہی جامع ہوتا تھا۔ مختصر الفاظ کے ساتھ معنی کی خوبیوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔ آپ کا بول مختصر ہوتا تھا مگر معانی اس میں بہت ہوتے تھے۔ سلیمان بن عبداللہ نوفلی نے ذکر کیا کہ بول اور کلمہ الفاظ کم ہوتے اور معانی بہت ہوتے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

خشیت و بکاء

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس تشریف لائے، ساتھ سو گئے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اجازت دو کہ رات اپنے رب کے ساتھ گزاروں۔ چنانچہ کھڑے ہوئے (نماز پڑھنے لگے) قرآن پڑھتے تھے اور خوب روتے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آنسو بہتے بہتے کمر تک پہنچ چکے تھے۔ پھر آپ دائیں کروٹ لیٹ گئے۔ دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا پھر رونے لگے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آنسو سے زمین تر ہوگئی ہے۔ پھر حضرت بلال آئے۔ نماز کی اطلاع دی تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں۔ تو انہوں نے (تسلی دیتے ہوئے کہا) آپ رو رہے ہیں حالانکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ کو خدا نے معاف کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور پھر فرمایا میں کیوں نہ روؤں کہ اللہ تعالیٰ نے رات ہی یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ "ان فی خلق السموات والارض ...... وقنا عذاب النار" تک ہلاکت ہے ان پر جو آیتوں کو پڑھے اور تفکر و تدبر نہ کرے۔ (ابوشیخ، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۲۷)

فائدہ: آہ بکا ڈرنا رونا۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کی خصلت ہے۔ جو جتنا ہی زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ اسی قدر خشیت و خوف کا حامل ہوتا ہے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر قیامت کا ذکر کیا جاتا تو قیامت کو یاد کر کے اس قدر چیخ مار کر روتے جیسے گائے ڈکارتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی بیشتر یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ خوف خدا سے چیخ کر روتے ہیں۔ (مناوی صفحہ ۱۱۷)

علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ آہ بکا کی حالت اس وقت پیدا ہوتی تھی جب کہ خدا کی صفات جمالیہ اور جلالیہ دونوں کا اکٹھے ظہور ہوتا۔ ورنہ تو اگر جلالیہ کا غلبہ تنہا ہوتو کوئی انسان اس کے برداشت و تحمل کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔ اور جب آپ پر صفات جمالیہ کا ظہور ہوتا تو فرحت اور خوشی کی کیفیت نمایاں ہوتی تھی۔ (شرح مناوی صفحہ ۱۱۶)

اللہ کے برگزیدہ بندوں کو بھی یہی دونوں احوال پیش آتے ہیں۔

ابن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ آپ کے سینے سے رونے کی وجہ سے ایسی آواز آرہی ہے۔ جیسے چکی کے چلنے کی آواز آتی ہے جیسے ہانڈی کے جوش مارنے کی آتی ہے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۳۵۷، ابوداؤد، صفحہ ۱۳۰، شمائل ترمذی صفحہ ۲۱)

فائدہ: یعنی آپ خوف خدا سے سسک سسک کر رو رہے تھے۔ بکا و خشیت جو عبدیت کے صفات میں سے اعلیٰ

ترین صفت ہے۔ جو قلب خاشع کا اثر ہے۔ جس کی آپ نے دعا مانگی ہے۔ اور قلب میں خشیت نہ ہونے سے پناہ مانگی ہے۔ چنانچہ "اللھم انی اسئلك قلبا خاشعا" اے اللہ خشیت والا دل عطا فرما۔ اور "اعوذ بك من قلب لا تخشع" نہ ڈرنے والے دل سے پناہ مانگتا ہوں آپ کی دعا میں سے ہے۔

آپ کا یہ رونا خوف اور جلال خداوندی کی وجہ سے تھا۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ یہ رونا آپ ﷺ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وراثت میں ملا تھا کہ ان کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سینے سے رونے کے گھٹن کی، ہانڈی کے جوش مارنے کے مثل ایسی آواز سنائی دیتی جو ایک میل کی مسافت سے سنائی دیتی تھی۔

(شرح مناوی صفحہ ۱۱۶)

ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ آپ کو خدا نے کمال خوف وخشیت سے نوازا تھا۔ اسی وجہ سے تو آپ ﷺ نے فرمایا بھی ہے۔ میں تم میں سب سے زیادہ خدا کی مغفرت رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری)

اور آپ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں اگر تم جان لو تو ہنسنا کم ہو جائے اور رونا زائد ہو جائے۔ اسی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "انما یخشی اللہ من عباده العلماء" اہل علم ومعرفت بندے ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۶)

کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

نمازوں میں وہ ضبط گریہ اشک غم کے پینے سے
نکلتی تھی صدا پکتی ہوئی ہانڈی کی سینے سے

تلاوت قرآن کے موقعہ پر رونا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک ﷺ نے فرمایا قرآن پڑھو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ پر قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن نازل کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے پسند ہے کہ اپنے غیر سے قرآن سنوں۔ تو میں نے سورہ نساء پڑھی اور جب "وجئنا بك علی ھولاء شھیدا" پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے دونوں آنکھوں سے آنسو کے قطار بہہ رہے ہیں۔ (شمائل، بخاری صفحہ ۷۵۵، مسلم ابوداؤد)

بخاری میں ہے کہ اس آیت پر جب ابن مسعود پہنچے تو آپ نے فرمایا بس کرو۔ یعنی دل پھٹا جا رہا ہے جس کی بنیاد پر آپ نے یہ فرمایا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ اس قدر رو رہے تھے کہ آپ کی داڑھی مبارک اور دونوں گال مبارک تر تھے۔ (جمع صفحہ ۱۱۷)

خیال رہے کہ کبھی خود سے پڑھنے سے وہ خشوع اور کیفیت پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے کی والہانہ مخلصانہ آواز

سے ہوتی ہے۔اسی لئے آپ اپنے اصحاب سے فرمائش کر کے قرآن پاک سنتے اور محظوظ ہوتے۔ چنانچہ پڑھنے کے علاوہ دوسرے سے سننا بھی مسنون ہے۔جس کا تعلق ذوق اور انشراح سے ہے۔

قرآن کی تلاوت کرنے یا کسی سے سننے کے وقت خشیت و بکا کا طاری ہونا اور رونا مطلوب اور باعث فضیلت ہے۔معرفت اور احسان کی علامت ہے۔گویا کہ کلام سے متکلم کا استحضار ہو رہا ہے۔جو عارفین کی شان ہے۔

ابن بطال کے حوالہ سے ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں قیامت کے ہولناک منظر کا ذکر ہے کہ لوگ پریشان ہوں گے اور حضرات انبیاء کرام سے تبلیغ امت پر گواہی طلب کی جائے گی۔(صفحہ ۱۱۸)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ آیت تلاوت فرماتے "یوم نبعث من کل امة شهیدا"، تو آپ کی آنکھ مبارک سے آنسو جاری ہو جاتے۔(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۷۲)

فائدہ: تلاوت قرآن کے وقت خصوصاً ان آیتوں پر جس میں جزا سزا وعید عذاب اور قیامت وجہنم کے خوف ناک امور کا ذکر ہے رونا یا روتا چہرہ بنالینا آداب تلاوت میں ہے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔اور تلاوت کے وقت رونا عارفین کی علامت اور صالحین بندوں کی عادت ہے۔(الاذکار صفحہ ۹۰)

حمران بن عین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا "ان لدینا انکالاً وجحیماً وطعاماً ذاغصة" **ترجمہ:** "ہمارے پاس آنکڑے ہیں آگ کا عذاب ہے۔ خاردار کھانے اور دردناک عذاب ہے۔" تو آپ چیخ پڑے۔(سبل الہدیٰ صفحہ ۷۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ رو رہے تھے دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

(ابوداؤد، صفحہ ۴۵۱، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۹۳، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۵)

فائدہ: ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ انہوں نے دو مقام حبشہ اور مدینہ کی ہجرت کی تھی۔ معرکہ بدر میں حاضر ہوئے تھے۔مہاجرین میں سب سے پہلے وفات پانے والوں میں تھے۔ بڑے عابد زاہد صحابہ میں تھے۔ بقیع میں دفن ہوئے۔(جمع الوسائل صفحہ ۱۲۳، مرقات)

ابن جوزی کی کتاب الوفاء کے حوالہ سے شارح شمائل نے بیان کیا ہے کہ آپ بہت روئے اور آپ نے کپڑا ہٹا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا۔اور جب چارپائی اٹھائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔مبارک ہو تمہیں اے عثمان نہ تم دنیا میں لگے نہ دنیا تم میں لگی۔(انہوں نے بڑے زہد کی زندگی گزاری اسی کی طرف اشارہ

ہے)۔(جمع الوسائل صفحہ۱۲۳)

خیال رہے کہ یہ رونا آپ کا غایت درجہ، محبت و تعلق کی بنیاد پر تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ میت پر از راہ محبت رونا درست ہے۔ البتہ چیخنا منہ پھاڑ کر رونا سر پٹخنا اور کپڑے پھاڑ نا یہ ناجائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی (ام کلثوم) کی قبر پر دفن کے وقت تشریف فرما تھے اور میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔(بخاری صفحہ ۱۷۱، طحاوی صفحہ ۳۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام میں نے ابراہیم رکھا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جب ان کی جان جا رہی تھی اور یہ آپ کے ہاتھ مبارک میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور آپ نے فرمایا آنکھ رو رہی ہیں۔ دل غمگین ہے اور اللہ پاک کی رضا کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اے ابراہیم تمہاری جدائیگی کا ہمیں غم ہے۔(ابوداؤد صفحہ ۴۴۶)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا۔ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس قدر قیام کیا کہ گویا کہ رکوع کا ارادہ ہی نہیں پھر رکوع اس قدر طویل ہوگیا کہ گویا کہ رکوع سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر رکوع سے سر اٹھا کر اتنا کھڑے رہے کہ گویا سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر سجدہ میں گئے اور طویل سجدہ ہوگیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں۔ پھر سجدہ میں گئے اور طویل سجدہ کیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو جلسہ بھی طویل کیا۔ پھر دوسرا سجدہ بھی طویل کیا گویا کہ سجدہ سے اٹھنے کا ارادہ ہی نہیں۔ اور آپ سانس لیتے تھے اور روتے تھے، اور کہتے تھے اے اللہ آپ نے وعدہ کیا ہے میری موجودگی میں امت کو عذاب نہ دیں گے۔ کیا آپ نے وعدہ نہیں کیا جب تک یہ لوگ استغفار کرتے رہیں گے عذاب نہ ہوگا۔ اور ہم سب استغفار کرتے ہیں۔

جب دو رکعت نماز پوری ہوگئی تو سورج کھل گیا۔ پھر کھڑے ہوئے خدا کی حمد و ثنا کی۔ اور فرمایا چاند سورج خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کسی کی موت و حیا کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ پس ڈرتے ہوئے خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔(شمائل صفحہ ۲۱، ابوداؤد صفحہ ۱۶۹، نسائی)

فائدہ: سورج گرہن کی نماز میں آپ پر عجیب ہیئت طاری تھی۔ آپ پر خوف ولرزاں طاری تھا۔ اور سانس کے ساتھ رونے کی آواز آ رہی تھی سسک سسک کر رو رہے تھے۔

ایام جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ سورج یا چاند گرہن کسی بڑی ہستی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے یہ دور فرمایا۔ اس کے نور کو لے کر خدا اپنی قدرت ظاہر فرماتے ہیں کہ ان کو کوئی اختیار نہیں۔ ان کی روشنی خدا کے اختیار میں ہے۔ یا قیامت کا نمونہ اور ایک مثال ہے۔ جس طرح آج اس کی روشنی ختم

ہو رہی ہے کل قیامت میں بھی یہ بے نور ہو جائیں گے۔

حجر اسود پر آنسو کے قطرات

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے پاس آئے اور اس پر منہ مبارک رکھ کر خوب دیر تک رونے لگے۔ پھر ہٹے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وہ رو رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا اے عمر یہ آنسو بہانے کی جگہ ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۱۱، حاکم جلد ا صفحہ ۴۵۴)

فائدہ: حج یا عمرہ کے موقعہ پر آپ حجر اسود پر چہرہ مبارک رکھ کر زار و قطار رو رہے تھے۔ حجر اسود قیامت کے دن لوگوں کے حق میں گواہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حجر اسود کو اس حال میں اٹھالائے گا کہ دیکھنے کے لئے اس کی دو آنکھیں ہوں گی۔ اور بولنے والی زبان ہوگی جس سے وہ اس شخص کے بارے میں شہادت دے گا جس نے اس کا استیلام حق کے ساتھ کیا ہوگا۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۹۱، بیہقی، جلد ۵ صفحہ ۷۵، دارمی جلد ۲ صفحہ ۴۲)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حجر اسود کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے تیز زبان ہوگی جس سے وہ اس کے متعلق شہادت دے گا جس نے اس کا توحید کے ساتھ استیلام کیا ہوگا۔

(سبل الہدیٰ جلد ا صفحہ ۱۷۷)

یہ پتھر سفید تھا اور جنت سے نازل کیا گیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حجر اسود جنت سے اتارا گیا ہے۔ وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا انسان کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ (ترمذی صفحہ ۱۷۷، مسند احمد، ابن خزیمہ، سبل جلد ا صفحہ ۱۷۵)

ابن خزیمہ کی روایت عن ابن عباس میں ہے کہ حجر اسود سفید یاقوت میں سے تھا۔ مشرکین کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ قیامت کے دن احد کی طرح اسے اٹھایا جائے گا اس دنیا میں جس نے اس کا بوسہ لیا یا استیلام کیا وہ اس کے متعلق شہادت دے گا۔ (ابن خزیمہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۰)

قبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ یہاں تک کہ زمین تر ہوگئی۔ پھر آپ نے فرمایا اسی طرح ہوگا (سب کو موت آئے گی) پس تیاری کرلو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹)

فائدہ: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کے متعلق کہ "روضة من رياض الجنة يا حفرة من حفر النيران" ہے یعنی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنم کے

گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ (مجمع جلد۳ صفحہ۴۹)

نہ ہو سکے تو روتا چہرہ بنا لے

حضرت سعد بن وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ روؤ اگر رونا نہ آئے تو روتا چہرہ ہی بنالو۔ (ابن ماجہ صفحہ۳۰۹)

فَائِدَہ: اللہ پاک کو رونا بہت پسند ہے۔ اسے یہ بات بہت محبوب ہے کہ بندہ اس کی طرف آہ وزاری کرے اسی لئے حکم ہے کہ روؤ اگر نہ روسکو تو چہرہ بنالو۔ کہ رونے سے خدا کی توجہ اور عنایت متوجہ ہوتی ہے۔

آنسو سے جہنم حرام

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کسی بھی مؤمن کی آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے آنسو نکلتا ہے خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ پھر اس کے چہرہ پر ٹپک جائے تو اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے۔ خوف خدا سے ایک آنسو کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ جہنم حرام ہو جاتی ہے۔ اسی لئے آپ نے رونے والی آنکھوں کا سوال کیا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ۳۰۹)

لوگوں میں سب سے زیادہ خوف وخشیت کے حامل

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کی معرفت والا اور سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ (بخاری صفحہ۹۰۱، سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ۵۶)

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم میں سے میں سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا اور ڈرنے والا ہوں۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب آندھی آتی یا گرج وکڑک کی آواز آتی تو آپ کا رنگ (مارے خوف کے) بدل جاتا اس کا اثر چہرہ پر ظاہر ہو جاتا۔ (سبل جلد۷ صفحہ۵۷)

فَائِدَہ: آندھی کے عذاب سے قوم عاد ہلاک ہوئی تھی۔ تو آپ خوفزدہ ہو جاتے تھے کہ اسی ہوا سے قوم عاد ہلاک ہوئی اس کے تصور سے آپ گھبرا جاتے تھے۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ کے اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات عم یتساءلون اور کورت نے بوڑھا کر دیا۔ یعنی اس میں قیامت اور دوزخ کے ہولناک واقعات ہیں۔ جس کی وجہ سے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اسی طرح عتبہ بن عامر کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ایک صاحب نے پوچھا کہ آپ پر بڑھاپا آگیا۔ آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود جیسی سورتوں نے بوڑھا کر دیا۔ (چونکہ اس میں قیامت کے خوفناک واقعات ہیں جس کے خوف نے مجھے قبل از

وقت بوڑھا کر دیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۶)

حضرت صفوان بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہ، آہ فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ آہ اللہ کے عذاب سے۔ آہ قبل اس سے کہ آہ کرنا نفع نہ پہنچائے۔

فائدہ: یعنی خوف خدا سے آہ آہ کرتے تھے۔ اللہ کے عذاب سے ڈر کر آپ فرماتے تھے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۵۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے آرام سے بیٹھوں کہ صور والے (حضرت اسرافیل) منہ میں صور لئے ہوئے اپنی پیشانی کو متوجہ کئے ہوئے کان لگائے ہوئے اللہ کے حکم کے انتظار میں ہیں کہ کب حکم ملے تو صور پھونک دیا جائے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول ہم پھر کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہو "حَسْبُنَا اللّٰهَ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ" (ترمذی، ابویعلی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۲)

ابوحاتم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب آیت "فاستقم کما امرت" نازل ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا کمر کس لو اور نیک عمل کرو پھر اس کے بعد سے آپ کو ہنستا ہوا نہیں دیکھا گیا۔
(سبل صفحہ ۵۸، خصائل صفحہ ۴۰)

ہند ابن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین رنجیدہ رہا کرتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت کے احوال اور آخرت کی فکر سے مغموم رہا کرتے تھے۔ یا دین کی فکر کی وجہ سے آپ متفکر رہا کرتے تھے۔

مقصد ان احادیث مذکورہ کا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف وخشیت خداوندی کا ہمیشہ غلبہ رہا کرتا تھا۔ دنیا کے جھمیلوں میں مست ہو کر زندگی نہیں گزارتے تھے۔ برگزیدہ بندوں کی یہی شان ہوتی ہے۔

رونے والی آنکھوں کی دعا

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا منقول ہے:

"اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ عَيْنِين هَطَّا اللَّتَيْنِ تَسْقِيَانِ الْقَلْبَ بِذُرُوْفِ الدَّمُوْعِ وتشبعان مَنْ خَشْيَتِكَ قَبْلَ اَنْ تَكُوْنَ الدَّمُوْعَ دَمًا وَالْاَضْرَاسَ جَمْرًا"

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں ایسی موسلا دھار رونے والی آنکھیں عطا فرما کہ جس کے آنسو تیرے خوف سے گرنے کی وجہ سے قلب کو شفاء حاصل ہو قبل اس کے کہ آنسو خون ہو جائے اور ڈھاڑ ٹھیکرے کی طرح خشک ہو جائے۔" (جامع صغیر صفحہ ۹۵، کتاب الزہد صفحہ ۱۶۵، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۷۳)

ہیبت ووقار

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب انہوں نے نبی پاک ﷺ کو تخشع کے ساتھ بیٹھا دیکھا تو ان کی رگ پھڑک اٹھی۔ تو بیٹھنے والوں نے کہا اے اللہ کے رسول بے چاری ڈر گئی۔ تو آپ ﷺ نے میری طرف نہیں دیکھا چونکہ میں پشت کی طرف تھی۔ تو آپ نے فرمایا اے مسکینہ، اطمینان رکھو، جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا تو میرا رعب جاتا رہا۔

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے گفتگو کی تو (مارے رعب کے) وہ کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا مطمئن رہو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۳۸)

یزید بن اسود اسوائی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ کے ساتھ ہم نے حج کیا۔ آپ نے صبح کی نماز پڑھائی، مڑے اور لوگوں کی طرف رخ کیا۔ تو دیکھا کہ دو آدمی نماز میں شریک نہیں ہوئے۔ اور پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے ان دونوں کو بلوایا۔ چنانچہ ان کو لایا گیا تو وہ کانپ رہے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۲۱۳)

فائدہ: آپ ﷺ کو خدائے پاک نے رعب وقار سے نوازا تھا۔ اسی وجہ سے باجود شدید مخالفت وعناد مشرکین اور اہل کتاب آپ سے بالمشافہ مقابلہ نہیں کرتے تھے۔ سامنے مخالفت سے گریز کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باوقار اور بارعب ہونا تکبر کی علامت نہیں ہے۔

جو آپ ﷺ کو دیکھتا مرعوب ہو جاتا

ابو رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ میرا لڑکا تھا۔ میں نے کہا اے میرے بیٹے یہ خدا کے نبی ہیں۔ جب اس نے دیکھا تو مارے ہیبت کے کانپنے لگا۔

(سبل صفحہ ۱۰۹، ابن سعد)

قیس بن ابی حازم کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور جیسے ہی بیٹھا کہ اس کی رگ (کانپنے کی وجہ سے) پھڑکنے لگی۔ آپ نے فرمایا مطمئن رہو۔ میں کوئی بادشاہ تھوڑے ہی ہوں۔ ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۳۸)

فَائِدَہ: خدا کی بخشے ہوئے رعب اور نبوت کی ہیبت اور وقار سے لوگ مرعوب ہو جاتے تو آپ ﷺ ان سے ملاطفت فرماتے مانوس کرتے۔ اور تواضعاً فرماتے کہ میں بہت معمولی آدمی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اپنا رعب تکلف کر کے جمائے نہیں جیسا کہ بعض متکبر لوگ کرتے ہیں۔ ہاں کسی کو خدا بارعب بنا دے اور لوگوں کے نزدیک اس کا رعب وقار قائم ہو تو دوسری بات ہے۔ پھر لوگوں کو مخاطب کرنے اور ہونے کے لئے ان سے ملاطفت کرے۔ اور شفیقانہ متواضعانہ باتیں کرے۔

رعب کی وجہ سے سر بھی نہیں اٹھاتے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوتے تو ہم میں سے کوئی سر نہیں اٹھاتا تھا۔ سوائے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہ یہ دونوں آپ سے مسکراتے اور آپ ان سے مسکراتے۔

(حاکم، سبل صفحہ ۱۰۹)

فَائِدَہ: ان دونوں سے غایت درجہ تعلق و محبت و انس کی وجہ سے آپ ﷺ مسکرا لیتے تھے ورنہ عام لوگوں پر خاموشی طاری رہتی تھی۔

آپ ﷺ رعب و وقار سے نوازے گئے تھے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ جو آپ ﷺ کو فی البدیہہ دیکھتا تو ہیبت زدہ ہو جاتا۔ جب ہل جاتا تو مانوس محبوب ہو جاتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو خدا نے ہیبت و رعب سے نوازا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نہ لمبے تھے نہ پستہ قد تھے۔ جو آپ کو دیکھ لیتا ہیبت زدہ ہو جاتا۔ یعنی عظمت شان سے متاثر ہو جاتا۔ (شمائل صفحہ ا، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۰۹)

آپ ﷺ کی مجلس پر ہیبت و پر وقار

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک ﷺ کی مجلسوں میں اس طرح ہوتے گویا ہمارے سروں پر پرندہ بیٹھا ہے۔ سوائے حضرت صدیق کے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کوئی کلام نہیں کر سکتا تھا۔ (مجمع الزوائد)

اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ کی مجلس میں پر سکوت خاموش بیٹھتے۔ ایسا گویا کہ ہمارے سروں پر پرندہ ہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ کے اصحاب اردگرد بیٹھے تھے۔ اور

مجلس پر سکون تھی۔ گویا ان پر پرندہ بیٹھا ہے۔ میں نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔

حضرت براء بن عازب کی حدیث میں ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازہ میں نکلے۔ قبرستان پہنچے تو لحد کھودنے کے انتظار میں ہم لوگ آپ ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے (اس طرح خاموش بیٹھے تھے) جیسے ہمارے سروں پر پرندہ ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۱۱، مجمع جلد ۳ صفحہ ۵۲، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۰۹)

فائدہ: آپ ﷺ کی مجلس پر ہیبت و پروقار ہوتی۔ کوئی شخص نہ بے جا بات کرتا نہ بے جا حرکت کرتا۔ پرندہ سر پر بیٹھنے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی کے سر پر پرندہ بیٹھ جاتا تو وہ حرکت نہیں کرتا تاکہ اڑ نہ جائے خاموش رہتا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ نہ لوگ زبان کو ہلاتے نہ اعضاء جوارح کو حرکت دیتے۔

آپ ﷺ کی جانب لوگ نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے زیادہ ہم لوگوں کو کوئی محبوب نہ تھا۔ اور نہ آپ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں وقعت تھی۔ لیکن پھر بھی ہم لوگ آپ ﷺ کو نظر میں نظر ملا کر مارے ہیبت کے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۹)

ابن یزید اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ جب نبی پاک ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوتے تو مارے جلال و ہیبت کے آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

نبوت کے وقار اور ہیبت کی وجہ سے لوگ آپ سے نظر نہیں ملاتے تھے۔ رعب اور جلال کی وجہ سے ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ہاں جب آپ انس و ملاطفت سے گفتگو فرماتے اور متوجہ ہوتے تو اصحاب کی بھی ہمت ہوتی۔ اور پھر دیکھتے اور بات ہوتی۔ پھر تو ایسے فدا اور مانوس ہوتے کہ سو جان سے فدا ہو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند پایہ مکارم اخلاق

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے۔ انہوں نے کہا آپ کے اخلاق قرآن تھے۔ اس کے لئے راضی ہوتے تھے اسی کے لئے غصہ ہوتے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۳۰۸)

حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ اے اُم المؤمنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ انہوں نے کہا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ کہا ہاں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن تھے۔ (مسلم دلائل النبوۃ صفحہ ۳۰۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۳۴۶)

حضرت مسروق جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے تو ان سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے۔ مجھے بتایئے تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کیا تم اہل عرب نہیں۔ قرآن نہیں پڑھا انہوں نے کہا۔ ہاں۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ کا خلق قرآن تھا۔

سعد بن ہشام نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتایئے۔ انہوں نے کہا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے۔ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ قتادہ نے کہا قرآن پاک نے بہترین انسانی اخلاق پیش کئے ہیں۔ (وہی آپ نے اختیار کیا اسی قرآنی اخلاق کو آپ نے عملی نمونہ میں پیش کیا)۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۴)

فائدہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی اعمال واخلاق کو عملاً پیش کیا تو یہی قرآن آپ کا خلق ہوا۔

امام حسن بصری نے قرآن کریم کی آیت مبارکہ "فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ......" "اللہ پاک کی رحمت سے آپ نرم دل ہوگئے۔" کہ تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ہے۔ جسے اللہ نے بیان کیا ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۰)

حضرت یزید بن مابنوس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور پاک

ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ تو انہوں نے کہا آپ کا اخلاق قرآن پاک تھا۔ پھر فرمایا تم لوگ سورہ مؤمن کو پڑھے ہو کہا جی ہاں۔ فرمایا اچھا پڑھو۔ تو میں نے پڑھنا شروع کیا "قَدْ اَفْلَحَ المؤمنون ...... حافظون" تک۔

تو حضرت عائشہ نے فرمایا یہی آپ کا خلق تھا۔ (اخلاق النبی ابوالشیخ صفحہ ۲۱)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا دنیا میں کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کے اصحاب اور گھر والوں میں سے جب کوئی آپ کو بلاتا تو جواب فرماتے "لبیك" "حاضر" اس لئے خدائے پاک نے آپ کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ "انك لعلی خلق عظیم"
(اخلاق النبی ابوالشیخ صفحہ ۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق متواضعانہ تھے۔ آپ نہایت ہی رحم دل نرم دل تھے۔ اصحاب کی رعایت و خدمت میں عار محسوس نہ فرماتے۔ بادشاہوں رئیسوں متکبرین کی طرح مزاج نہیں تھا۔ کہ اصحاب کی رعایت اور خدمت کو عار سمجھتے۔

مرضی کے خلاف امور کو خدا کی تقدیر کے حوالے فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت کی۔ اور آپ نے کبھی نکیر نہیں فرمائی کوئی کام آپ کے مُوافق ہوا یا خلاف۔ اگر بعض ازواج مطہرات فرماتیں کہ اگر آپ ایسا کرتے تو ایسا ہوتا۔ تو آپ فرماتے چھوڑو وہی ہوتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ باوجود کہنے کے اور اسباب اختیار کرنے کے اگر کوئی کام مرضی اور چاہت کے خلاف ہو جاتا تو آپ اس پر مکدر نہ ہوتے اور نہ افسوس و پریشان ہوتے اور اگر کوئی کہتا کہ اگر ایسا کرتے تو نہ ہوتا تو آپ تقدیر کے حوالہ فرما کر مطمئن ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ منشاء کے خلاف کوئی بات ہو جائے تو رنج و غم و افسوس میں پریشان نہ ہو بلکہ خدائے پاک کے فیصلے اس کی تقدیر اور اس کی تدبیر و حکمت کے حوالے کر دے۔ اور یہ سوچے کہ "واللّٰہ ما یفعل وھو خیر" جو اللہ پاک کرتا ہے وہی خیر کا باعث ہوتا ہے گو ہمارے سمجھ میں نہ آئے۔

بروں سے بھی متوجہ ہو کر بات فرماتے

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بدترین خلائق سے بھی گفتگو فرماتے تو متوجہ ہو کر اس کی بات سنتے، اور باتوں کے ذریعہ مانوس فرماتے۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۱۵، شمائل صفحہ ۲۳، بخاری، مسلم)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ بے توجہی اور بے رغبتی سے بات نہ فرماتے کہ ان کو احساس ہوتا کہ ہمیں کمتر اور ذلیل سمجھا جا رہا ہے۔ بلکہ ایسا برتاؤ فرماتے کہ وہ آپ سے مانوس ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کسی سے

بات کرے یا اس سے کوئی بات کرے تو توجہ اور رغبت سے سنے بے توجہی بے رغبتی سے بات نہ کرے کہ اسے کمتر سمجھنے کا احساس ہو۔ بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ جب ماحولاً وعرفاً کسی کمتر سے بات کرتے ہیں تو بڑی بے رغبتی اور بے توجہی سے کرتے ہیں۔ یہ اکرام ناس اور خلق کریم کے خلاف ہے۔ ہر شخص اپنی ذات میں محترم ہے۔

برائی اور تکلیف کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ معافی سے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ معافی اور درگزر سے لیتے۔ (ترمذی صفحہ ۲۱، شمائل ترمذی صفحہ ۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۳۳۰، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۸۴)

فَائِدَہ: درگزر کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کچھ تعرض نہ فرماتے۔ صرف نظر فرما دیتے۔ اگرچہ ماحول میں ایسا شخص کمزور اور ذلیل سمجھا جاتا ہے مگر خدا اور رسول کی نگاہ میں بہتر ہوتا ہے۔

برا فرمانے پر بھی اچھا برتاؤ

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس تھی ایک شخص نے ملاقات کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا قبیلہ میں بڑا ہی برا آدمی ہے پھر آپ نے اجازت دے دی وہ داخل ہوا۔ آپ نے اس سے نہایت ہی نرمی اور اچھائی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے کہا آپ نے تو اس کے بارے میں ایسا ایسا (یعنی برا ہونا) ظاہر فرمایا پھر اچھائی اور بھلائی کا معاملہ فرمایا۔ آپ نے فرمایا لوگوں کے بدترین خلائق ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کی برائی کی وجہ سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔ (بخاری صفحہ ۹۰۵، شمائل صفحہ ۲۴، مسلم)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کتنا ہی برا کیوں نہ ہو جب وہ ہمارے پاس آئے۔ ہماری مجلس میں آئے تو ہمارے ذمہ اس کا اکرام اور خوش اخلاقی کا برتاؤ ہے۔ تاکہ ان کا تعلق جب نیکوں سے باقی رہے گا اور ان کے اخلاق سے متاثر ہوں گے تو ان کو برائی کا احساس ہوگا اور وہ برائی سے باز آسکتے ہیں۔

اگر اہل صلاح ان کو برا بھلا کہہ کر بھگا دیں گے تو ان کی برائی میں اضافہ ہوگا اور اس برائی کے نتائج بد سے یہ بھی متاثر ہوں گے۔ ہاں ان سے محبت اور انس منع ہے کہ ان کے اوصاف ذمیمہ اثر نہ کر جائیں۔

کسی کی برائی اس کے سامنے نہ کہتے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک شخص جس پر زرد رنگ کا اثر تھا آپ کی عادت تھی کہ کسی کی بات ناپسندیدہ یا تکلیف دہ ہوتی تو آپ اس سے مواجہہ نہ فرماتے۔ جب وہ کھڑا ہوا اور چلا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا ہوتا تم کہہ دیتے کہ وہ اس زرد رنگ کو چھوڑ دے۔

(شمائل، ادب مفرد صفحہ ۱۳۵)

فائدہ: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کسی کی برائی پر اس کے سامنے نکیر نہ فرماتے۔ بلکہ چاہتے کہ کوئی دوسرا اسے برائی پر متوجہ کر دیتا۔ ایسے شخص کی جانب دلی رنج کی وجہ سے کھل کر نہ دیکھتے۔ اور مواجہہ نہ فرماتے۔ یہ حمیت شرعی کی وجہ سے تھا۔ جو کمالِ حبِ شریعت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

خطاب عام میں اصلاح فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کام کیا یا کچھ بنایا لوگ اس میں شریک نہ ہوئے اور اس سے الگ رہے۔ آپ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے تقریر فرمائی اللہ کی تعریف کی اور کہا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ جسے میں کرتا ہوں لوگ اس سے پرہیز کرتے ہیں حالانکہ میں ان میں سب سے زیادہ خدا کی معرفت رکھتا ہوں۔ اور سب سے زیادہ خوف خدا رکھتا ہوں۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۳۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ جب کسی کی ناکردنی اور نامناسب امور پر تنبیہ فرماتے تو عموماً عام انداز میں تقریر اور خطبہ فرماتے۔ کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ایسا کرتے ہیں خاص اس کا نام لے کر نہ کہتے۔ اس طرح نصیحت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ اور سمجھنے والا سمجھ جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ نے سامنے نکیر فرما دیا۔ اور ملامت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ ایک شخص آپ کی مجلس میں آیا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی۔ آپ نے اس پر نکیر فرمائی۔ بظاہر دونوں طرز مبارک سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر منصوص حرام و ناجائز امر کا مرتکب دیکھتے تو فوراً اسی لحظہ اسے منع فرماتے اور نکیر فرماتے۔ اور حمیت ایمانی اور مزاج نبوت کی وجہ سے تاخیر گوارہ نہ فرماتے۔ اسی طرز پر اکابرین واسلاف بھی رہے کہ اگر خلاف شرع حرام امور کا ارتکاب کیا تو فوراً زجر توبیخ اور نصیحت ونکیر فرمائی اور اس کے علاوہ میں موقعہ وگنجائش کے موقعہ پر یا عام مجمع ومجلس میں تنبیہ فرمائی اور لوگوں کو متنبہ اور بیدار کیا۔ محرمات شرعیہ میں رعایت نہ فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ظالم و تکلیف دہ امور کا کسی سے بدلہ نہ لیتے تاوقتیکہ وہ محارم کا نہ ارتکاب کر بیٹھتا اور جب وہ خدا کے محارم کا لحاظ نہ کرتا (یعنی اس کا ارتکاب کرتا) تو آپ کا غصہ بھڑک اٹھتا یعنی پھر آپ اس کی رعایت نہ فرماتے۔ اور تساہل نہ برتتے بلکہ فوراً نکیر زجر توبیخ فرماتے۔ اس کی شرعاً سزا ہوتی تو سزا دیتے۔ (شمائل صفحہ ۲۴)

بدلہ دیتے تو زائد دیتے

ربیع بنت معوذ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کھجور اور نرم ککڑی لے کر آئی تو آپ نے مٹھی بھر سونا دیا۔ (شمائل صفحہ ۲۴، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۴، ابوالشیخ)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور وسعت مزاجی۔ کھجور اور ککڑی پر آپ نے مٹھی بھر سونا مرحمت فرمایا۔

دراصل یہ بدلہ نہیں بلکہ خلوص ومحبت کا تاثر احسان اور نوازش کی شکل میں تھا۔ آج کل کوئی احسان اور کسی کی خیر خواہی سے متاثر ہو کر بدلہ دیتا ہے تو بنیے کی طرح حساب لگا کر دیتا ہے۔ کہ اس کی مالیت اتنی ہے لہٰذا اتنا اسے دیا جائے۔ یہ وسعت مزاجی کے خلاف ہے۔

اپنا کام خود بھی کر لیتے

ہشام نے اپنے والد سے یہ روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ گھر میں آپ کیا کام کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ اپنا کپڑا سیتے، جوتا گانٹھ لیتے جو کام لوگ گھر میں کیا کرتے ہیں آپ بھی کیا کرتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۶)

ابن شہاب زہری حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گھریلو کام کیا کرتے تھے اکثر آپ سینے کا کام کرتے تھے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۴، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ پیوند لگا لیتے۔ جوتا سی لیتے۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گھریلو کام گھر میں کر لیتے زیادہ گھر میں کپڑا سیا کرتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۳۳)

حضرت ہشام نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ آپ گھریلو کام گھر میں کر لیتے تھے حضرت عائشہ نے فرمایا ہاں اپنا جوتا گانٹھ لیتے تھے اور اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔ (مختصر دلائل النبوۃ صفحہ ۳۲۸)

فائدہ: اپنا کام خود کرنا ایک تو اس میں دوسروں کا محتاج اور دوسروں کے انتظار میں نہ رہنا ہے جو سکون کا باعث ہے۔ نیز اس میں تواضع اور دافع کبر ہے۔ اس قسم کے مشاغل دوسرے واہی لایعنی امور سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ جو یقیناً دین دنیا کیلئے نفع کی بات ہے۔ خصوصاً مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے لئے از حد نفع بخش ہے۔

اخلاق نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پر حضرت علی کی ایک جامع حدیث

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے والد سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اندرون خانہ مصروفیات کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ذاتی طور پر مجھے اس کی اجازت تھی کہ جب چاہیں اندرون خانہ تشرف لے جائیں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا معمول تھا کہ جب آپ گھر تشریف لاتے تو اپنے وقت کے تین حصے کر لیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے۔ دوسرا اہل وعیال کے لئے تیسرا اپنے آرام کے لئے۔ پھر اپنے آرام کا وقت بھی لوگوں کو دے دیتے۔ اس طرح کہ خواص کے ذریعہ اس کا فائدہ بھی عوام تک لوٹا دیتے۔ اور ان سے کوئی چیز اٹھا کر نہ رکھتے۔ چنانچہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت مبارکہ تھی کہ اس وقت میں جوامت کے لئے تھا اپنی منشاء کے مطابق اہل فضل کو ترجیح دیتے تھے۔ اور اس وقت کی تقسیم دینی فضیلت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ ہوتی

تھی۔ ان میں سے کسی کا ایک کام ہوتا تھا کسی کے دو، کسی کے متعدد۔ آپ ان کے کاموں میں لگ جاتے اور ان کو بھی ان امور میں مشغول رکھتے جن سے ان کی اور امت کی اصلاح ہوتی۔ چنانچہ آپ ان سے سوالات فرماتے۔ پھر ان کے مناسب حال ان کو ہدایت فرماتے۔ اور فرماتے کہ جو یہاں موجود ہیں وہ ان ہدایات کو اوروں تک پہنچا دیں۔ (آپ فرماتے تھے مجھے اس شخص کی ضرورت بتا دو جو اپنی ضرورت کو مجھ تک نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ جس نے امیر تک ایسے آدمی کی حاجت کو پہنچایا جو خود اس تک اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس شخص کو ثابت قدم رکھے گا۔ پس آپ کے پاس یہی ذکر تذکرہ رہتا اور اس کے علاوہ آپ کسی کی کوئی بات پسند نہ فرماتے۔

سفیان بن وکیع کی روایت میں مذکور ہے کہ صحابہ آپ کے پاس (علم دین کے) متلاشی بن کر آتے اور بغیر لئے وہاں سے جدا نہ ہوتے اور جب نکلتے تو رہنما بن کر نکلتے۔ راوی نے ''رہنما'' کی تشریح فقہا کے الفاظ سے کی ہے۔ (یعنی دین کی خوب سمجھ لے کر اٹھتے)۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے والد سے عرض کیا۔ حضور ﷺ کی بیرون خانہ مصروفیات کے بارے میں بتلائیے۔ کہ آپ کا کیا معمول تھا۔ فرمانے لگے آپ ﷺ بے فائدہ باتوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے۔ لوگوں کو اپنے سے مانوس کرتے۔ اور جدا نہ ہونے دیتے۔ ہر قوم کے معزز آدمی کی عزت کرتے اور اسی کو امیر والی بناتے۔ آپ ﷺ لوگوں سے ملنے میں حزم واحتیاط کو مدنظر رکھتے۔ مگر کسی کے ساتھ اپنی بشاشت وخوش خلقی میں فرق نہ آنے دیتے۔ اپنے ساتھیوں کی خبر گیری فرماتے۔ لوگوں سے ان کے حالات پوچھتے رہتے۔ اچھی بات کی تحسین فرماتے۔ اور اس کی تصویب فرماتے۔ اور بری بات کی برائی بتاتے۔ اور اس کی خرابی بیان کرتے۔ آپ کے ہر کام میں اعتدال ہوتا۔ نہ کہ اِدھر اُدھر ڈھل جانا۔ آپ لوگوں کا برابر خیال رکھتے کہ وہ کہیں غافل نہ ہو جائیں۔ یا اکتا نہ جائیں۔ ہر حالت کے لئے آپ کے پاس اس کا انتظام تھا، نہ حق کی بجا آوری میں کوتاہی کرتے نہ حق کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتے۔ آپ ﷺ کے مقرب بہترین لوگ تھے۔ آپ کے نزدیک سب سے افضل وہ تھا جس کی خیر خواہی سب کے لئے عام ہو۔ آپ کے نزدیک سب سے بلند مرتبہ والا وہ شخص ہوتا جو ان میں غم خواری اور اعانت کے اعتبار سے سب سے اچھا ہوتا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے (اپنے والد سے) حضور ﷺ کی نشست و برخواست کا حال دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا آپ اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر فرماتے۔ اور آپ کسی جگہ کو اپنے لئے خاص نہ فرماتے۔ اور ایسا کرنے سے دوسرے لوگوں کو بھی منع فرماتے چنانچہ جب آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھتے تو جہاں جگہ پاتے تشریف فرما ہو جاتے۔ اور اس بات کا دوسروں کو حکم دیتے۔

آپ اپنے ہر شریک مجلس کو اس کے (حسب استعداد) اس کا حصہ عطا فرماتے۔ اور کوئی یہ احساس نہ کرتا کہ اس کے سوا دوسرا شخص آپ کو زیادہ عزیز ہے۔ جو شخص (کسی ضرورت کی بناء پر) آپ کے پاس آکر بیٹھتا یا کھڑا ہو جاتا۔ تو آپ اس کے ساتھ اپنے آپ کو اس وقت تک روکے رکھتے تا آنکہ وہ خود ہی جدا ہو جاتا اور جو آپ سے کوئی حاجت طلب کرتا تو اپنی مراد پا کر لوٹتا یا پھر نرم بات سن کر جاتا۔

آپ کی خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے یکساں تھی چنانچہ شفقت میں آپ ان کے باپ تھے۔ اور سب لوگ حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھے۔ آپ کی نشست، حلم، حیا، صدق و امانت کی نشست تھی جس میں آواز بلند نہ ہوتی کسی کی عزت و آبرو پر بٹہ نہ لگایا جاتا۔ اور نہ کسی کی لغزش کو اچھالا جاتا۔ شرکاء مجلس میں اعتدال تھا۔ تقویٰ کو برقرار رکھتے آپس میں تواضع سے پیش آتے۔ بڑوں کی تعظیم کرتے۔ چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ حاجت مندوں کو ترجیح دیتے۔ اجنبی مسافروں کی دیکھ بھال رکھتے۔

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے والد سے پوچھا حضور ﷺ کا اہل مجلس کے ساتھ کیا برتاؤ تھا۔ تو انہوں نے فرمایا حضور ﷺ ہمیشہ بشاشت سے ملتے آپ نرم خو اور نرم طبع تھے۔ بدخو اور درشت (سخت نہیں) نہ آپ بازاروں میں چلاتے اور نہ فحش کلامی کرتے۔ نہ کسی کو عیب لگاتے اور نہ کسی کی بے جا تعریف کرتے، ناپسندیدہ چیزوں سے آپ اعراض فرماتے۔ اور لوگ اس کے بارے میں آپ سے مایوس ہو جاتے۔ اور آپ اس کے متعلق جواب بھی نہ دیتے تھے۔ تین چیزوں سے اپنے آپ کو بچا رکھا تھا۔ جھگڑے فساد سے، زیادہ بات بنانے سے اور لغو کام سے۔ اور تین چیزوں سے آپ نے دوسرے لوگوں کو بچا رکھا تھا۔ کسی کی مذمت نہ کرے۔ کسی کو عار نہ دلائے اور کسی کا عیب تلاش نہ کرے۔ وہی بات زبان سے نکالتے جس میں ثواب کی امید ہو۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو سب اہل مجلس اپنی گردنیں اسی طرح جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اور جب آپ سکوت فرماتے تب دوسرا بولنا شروع کرتے۔ اور آپ کے سامنے کوئی کسی کی بات نہ کاٹتا۔ جب ایک بات شروع کرتا تو دوسرے اس وقت تک خاموش رہتے جب تک وہ اپنی بات پوری نہ کر لیتا۔ ان میں سے ہر شخص کی بات آپ کے نزدیک اس طرح توجہ کی مستحق ہوتی جیسے کہ پہلے بات کرنے والے شخص کی ہو۔ جس بات پر سب ہنستے آپ بھی اس پر خندہ فرماتے۔ اور جس بات پر سب تعجب کرتے آپ بھی تعجب فرماتے۔ اجنبی کی اِدھر اُدھر کی گفتگو پر آپ صبر فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ کے اصحاب ایسے لوگوں کو آپ کے پاس لے کر آتے تاکہ ان کے سوالات کرنے سے نئی باتوں کا علم ہو۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ تم کسی حاجت مند کو اپنی حاجت طلب کرتے دیکھو تو اس کی امداد کیا کرو۔ کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ گوارا نہ فرماتے ہاں اگر وہ شکریہ کے طور پر کچھ کہتا تو الگ بات تھی۔ آپ کسی کی بات نہ کاٹتے البتہ وہ اگر حد سے تجاوز کرنے لگتا تو پھر آپ اس کی

بات کو اس طرح کاٹتے یا تو اس کو منع فرماتے یا اس جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ پھر میں نے (اپنے والد سے) حضور ﷺ کے سکوت فرمانے کے متعلق دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا، آپ ﷺ کا سکوت فرمانا چار چیزوں کے لئے ہوتا تھا۔ علم کی بناء پر۔ احتیاط کے مدنظر۔ اندازہ لگانے کی غرض سے۔ اور غور و فکر کے لئے۔ آپ کا اندازہ لگانا یہ تھا کہ صورت معاملہ پر پوری طرح غور کیا جائے۔ اور لوگوں کی باتیں سن لی جائیں۔ رہا آپ کا غور و فکر سو وہ ان چیزوں میں ہوتا۔ جو باقی رہنے والی ہیں اور فنا نہیں ہوتیں۔ اور حلم نے آپ کے لئے صبر ہی جمع کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ کو نہ کوئی چیز غصہ دلاتی اور نہ بے چین و مضطرب کرتی تھی اور احتیاط کو آپ کے لئے چار چیزوں میں جمع کر دیا گیا تھا۔ (بایں طور کہ) آپ اچھی چیز کو اختیار فرماتے۔ تاکہ لوگ اس کو اپنائیں اور بری چیز ترک کر دیتے تاکہ لوگ اس سے باز رہیں۔ اور جس چیز میں امت کی اصلاح ہوتی اس میں اپنی رائے کو خوب کام میں لاتے۔ اور جس میں ان کی خیر ہوتی اس کو لے کر اٹھ کھڑے ہوتے۔ اس طرح آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے دنیا و آخرت دونوں کی بھلائیوں کو اکٹھا فرما دیا تھا۔ (ابوالشیخ اخلاق النبی، شمائل ترمذی، بتصرف قانہ)

اخلاق نبوی ﷺ کا ایک نہایت ہی جامع ترین نقشہ

آپ ﷺ کے اخلاق کے سلسلے میں ایک جامع بیان جیسے کسی محقق عالم نے احادیث واردہ کو سامنے رکھ کر اختصاراً مرتب کیا ہے امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اسے احیاء العلوم میں بیان کیا ہے۔ شارح احیاء علامہ زبیدی نے ہر ایک کو مدلل بالحدیث کیا ہے۔

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم، بہادر، صاحب انصاف، معاف کرنے والے تھے۔ کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہ چھوتے۔ جو آپ کی ملک یا منکوحہ یا ذو رحم محرم نہ ہوتیں۔ بہت سخی تھے۔ دینار درہم کے ہوتے ہوئے رات نہ گزارتے۔ (پہلے ہی خیرات کر دیتے) اگر کوئی نہ ملتا اور رات آ جاتی تو اس وقت تک گھر نہ جاتے جب تک کہ ضرورت مند کو تقسیم نہ فرما دیتے۔ اللہ کے عطا کردہ رزق سے سال بھر کا حساب لگا کر رکھ لیتے، کھجور، جَو، جو آسان سمجھتے رکھ دیتے باقی تمام کو راہ خدا میں دے دیتے۔

سائلین کو ضرور دیتے۔ جمع کردہ خوراک میں سے لوگوں کو دیتے رہتے۔ ان پر ایثار فرماتے یہاں تک کہ سال گزرنے سے قبل آپ ضرورت مند ہو جاتے۔ اگر کچھ آنے کی نوبت نہ آتی۔ اپنا جوتا خود سی لیتے۔ کپڑے میں پیوند لگا لیتے۔ اپنے گھر کا کام کر لیتے۔ گوشت کاٹ لیتے۔ بہت ہی زیادہ حیادار تھے۔ کسی پر نگاہ جما کر نہیں دیکھتے۔ آزاد غلام کی دعوت قبول کر لیا کرتے۔ ہدیہ قبول فرماتے۔ خواہ دودھ کا ایک ایک گھونٹ سہی۔ یا خرگوشت کی ران سہی اور اس کا بدلہ بھی دیتے۔ ہدیہ نوش فرماتے صدقہ نہیں۔ مسکین اور باندی کی دعوت قبول

کرنے سے گریز نہ فرماتے۔ خدا کے لئے غصہ ہوتے اپنی ذات کے لئے غصہ نہ ہوتے۔ حق کو جاری فرماتے خواہ آپ کو یا اصحاب کو اس کا نقصان ہوتا (یعنی بظاہر جیسا کہ حدیبیہ کے موقع پر)۔ مشرکین کی نصرت واعانت قبول نہ فرماتے۔ (حکم الٰہی کے ادا میں) سو اونٹ کی قربانی ادا فرمادی باوجودیکہ آپ کے اصحاب ایک ایک اونٹ کے محتاج تھے۔ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ جو موجود حاضر ہوتا تناول فرما لیتے۔ آئے ہوئے کو واپس نہ فرماتے۔ حلال کھانے سے گریز نہ فرماتے۔ اگر کھجور بلا روٹی کے پاتے کھا لیتے۔ بھنا ہوا کھاتے (مثلاً گوشت) گیہوں، جو کی روٹی کھاتے، حلو شہد کھاتے، روٹی پاتے دودھ نہیں تو خالی روٹی ہی کھا لیتے۔ ککڑی کھجور کھاتے۔ نہ سہارے سے کھاتے نہ ٹیبل کرسی پر کھاتے۔ کھانے کے بعد پیر کے تلوے سے پونچھ لیتے۔ مسلسل تین یوم تک گیہوں کی روٹی کھانے کی نبوت نہ آسکی کہ وفات پا گئے۔ نہ محتاج تھے، نہ فقیر۔ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح وایثار فرماتے۔ دعوت ولیمہ میں جاتے۔ مریض کی عیادت فرماتے۔ جنازہ میں جاتے۔ دشمنوں کے بیچ بنا کسی محافظ دستے کے ساتھ چلتے۔ بہت زیادہ متواضع اور خاموش رہنے والے تھے۔ متکبر نہ تھے۔ بلیغ الکلام تھے۔ ہمیشہ مسکراتے چہرے سے رہتے۔ دنیا کی کوئی چیز کو اہمیت نہ ڈالتے۔ جو ملتا پہن لیتے۔ جوڑے، کبھی منقش چادر میں ہوتے۔ کبھی صوف کا جبہ پہن لیتے۔ جو مباح ہوتا اسے استعمال نہ فرماتے۔ چاندی کی انگوٹھی پہنتے۔ دائیں اور بائیں کی چھوٹی انگلی میں۔ اپنے پیچھے سواری کے غلام وغیرہ کو بٹھا لیتے۔ جو سواری ملتی گھوڑا، اونٹ، گدھا خچر سوار ہو لیتے۔ کبھی پیدل ننگے پیر چلتے۔ کبھی بلا عمامہ، ٹوپی اور چادر کے بھی چل لیتے۔ شہر کے دور دراز محلے میں بھی کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ خوشبو کو پسند، بدبو سے کراہت فرماتے۔ غریبوں کے ساتھ بیٹھتے مساکین کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اہل فضل وشرف کا اکرام فرماتے۔ اہل شرف پر احسان فرما کر ان کو مانوس کرتے۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک بلا فرق کئے ہوئے کرتے۔ کسی کو ناگوار بات نہ کہتے۔ بلا آواز کے ہنستے۔ جائز کھیل دیکھتے تو نکیر نہ فرماتے۔ اپنے ازواج سے بھی دوڑ میں بازی لگا لیتے۔ آپ پر کوئی آواز بلند کرتا تو صبر فرما لیتے۔ بکریوں اور اونٹ کے دودھ پر آپ اور ازواج مطہرات کا گزر تھا۔ کھانے اور لباس میں دوسرے پر فوقیت نہ ظاہر فرماتے۔ کوئی عمل غیر اللہ کے لئے نہ کرتے۔ اپنے اصحاب کے باغیچوں کی طرف نکل جاتے۔ کسی کو غربت یا مرض کی وجہ سے حقارت سے نہ دیکھتے۔ کسی بادشاہ کی بادشاہت سے مرعوب نہ ہوتے۔

خدائے پاک نے آپ میں تمام اخلاق فاضلہ اور سیاست کاملہ کو جمع فرما دیا تھا۔ باوجودیکہ آپ امی ان پڑھ تھے۔ جاہلیت کے عہد میں پیدا ہوئے۔ بکریاں چرانے کی حالت میں پرورش پائی، یتیم تھے نہ ماں نہ باپ کا سہارا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام محاسن اخلاق اور طریق فاضلہ کی تعلیم فرمائی۔ اولین آخرین کا علم دیا۔ طریقہ نجات، آخرت کی کامیابی کا راستہ بتایا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۰۷)

جود وسخاوت

آپ ﷺ کی جود وسخاوت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی مال خرچ کرنے والے تھے۔ اور آپ ﷺ ماہ مبارک رمضان میں سب سے زیادہ سخاوت فرماتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر شب آپ کے پاس تشریف لاتے۔ آپ ان کو کلام پاک سناتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات پر (جو ماہ مبارک میں ہوتی) تیز ہوا سے بھی زیادہ آپ سخی ہوجاتے۔

(بخاری ابن سعد صفحہ ۳۶۹، مکارم ابن ابی الدنیا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ کسی سخی، خرچ کرنے والا، بہادر اور خوب بھرپور دینے والا نہیں دیکھا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ کرم وبخشش والے تھے۔ (ابن سعد مکارم صفحہ ۴۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا جاتا تو آپ ﷺ نہیں نہ فرماتے۔ حضرت جنید راوی کہتے ہیں کہ یا تو آپ بخش دیتے یا خاموش رہتے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۵۸۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے جو سوال کیا گیا آپ نے اسے پورا کیا۔ ایک شخص آیا۔ آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان ان کو بکریاں عنایت فرمائیں۔ وہ جب اپنی قوم میں واپس گیا تو کہا۔ اے لوگو اسلام لے آؤ۔ محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ لوگوں کو فقر وفاقہ کا اندیشہ وخوف نہیں رہتا۔ اور یہ کہ لوگ آپ کے دنیا کے ارادے سے آتے ہیں۔ ابھی شام بھی نہیں گزرتی کہ دین ان کے نزدیک دنیا اور اس کے درمیان کی چیزوں سے محبوب ہوجاتا۔ (مسلم صفحہ ۲۵۳، سبل صفحہ ۴۹)

فائدہ: یہ انوار نبوت کی برکت تھی کہ تھوڑی صحبت اور برکت دیدار سے دنیا دار، دین کا راغب اور شیدا ہوجاتا۔ یہی برکت اولیاء اللہ کی صحبت سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ کہ دنیا کا طالب خدا اور آخرت کا طالب ہوجاتا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے لوگوں نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ

ﷺ نے ان کو دے دیا۔ پھر آپ نے فرمایا (جو تھا دے دیا) میرے پاس کچھ نہیں کہ اسے رکھوں۔ (مکارم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میرے پاس جو بھی مال ہوتا ہے میں اسے دے دیتا ہوں (رکھتا نہیں ہوں)۔ (مکارم صفحہ ۲۶۰)

صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور لوگوں میں آپ سب سے زیادہ مبغوض تھے۔ آپ نے مجھے ہدایا دیئے خوب دیئے۔ اب وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

(مسلم صفحہ ۲۵۴، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۴۴)

فائدہ: آپ ﷺ بہت وسیع الظرف تھے۔ خوب وسعت سے مرحمت فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ بڑے شفیق و مہربان تھے۔ جو بھی آپ ﷺ کے پاس آتا یا تو آپ دے دیتے یا وعدہ فرماتے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۲)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور آپ سے سوال کیا۔ آپ نے (معذرت کرتے ہوئے) فرمایا کہ میرے پاس نہیں ہے کہ میں تم کو کچھ دوں۔ البتہ تم میرے اوپر قرض لے لو۔ کچھ آئے تو میں دے دوں گا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ کے رسول آپ کو اللہ پاک نے اس کا مکلف تھوڑے ہی بنایا ہے۔ جو ہو تو آپ دے دیجئے۔ نہ ہو تو تکلیف مت اٹھائیے۔ راوی نے کہا، آپ ﷺ کا چہرہ اس سے پژمردہ ہو گیا، یہاں تک کہ چہرہ مبارک پر اس کا اثر ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی کھڑے ہوئے اور کہا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ عرش کے مالک سے کمی کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ چنانچہ آپ کا چہرہ مسکرا اٹھا۔ اور فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

(مسند بزار جلد ۴ صفحہ ۲۵۴، شمائل صفحہ ۲۴، ترمذی، مکارم الخرائطی صفحہ ۵۸۶)

فائدہ: آپ ﷺ کسی کو نامراد نہ فرماتے۔ پاس نہ ہوتا تو قرض لے کر دوسرے سے مانگ کر ادا فرماتے۔

حضور پاک ﷺ کی سخاوت اور کرم کے واقعات جس کثرت سے ہیں ان کے احاطہ کی کس کو طاقت ہے اس کرم کے لئے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس موجود بھی ہو۔ ضرورت مندوں کے لئے قرض لے کر ان کو ان پر خرچ کرنا حضور اکرم ﷺ کا عام معمول تھا۔

ابو عامر ہوزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال مؤذن رسول ﷺ سے حلب میں پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اخراجات کی کیا صورت تھی انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہ تھا۔ میں ہی اخیر تک اس کا منتظم رہا۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان حاضر خدمت ہوتا اور آپ اس کو ننگا دیکھتے۔ تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام

کرتا۔ ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص آیا اور آکر کہنے لگا کہ میرے پاس بہت مال ہے۔ ضرورت پر (میرے علاوہ کسی سے قرض نہ لینا) چنانچہ میں اسی سے قرض لینے لگا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان دینے ہی جا رہا تھا کہ وہ کافر چند تاجروں کے ساتھ میرے پاس آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا اے حبشی۔ میں نے کہا ہاں۔ اور وہ کود پڑا اور سخت اور کڑوی بات کہنے لگا۔ اور کہا تجھے معلوم ہے کہ مہینہ باقی رہنے میں اتنے دن رہ گئے ہیں۔ میں نے کہا قریب ہی ہے۔ اس نے کہا صرف چار دن رہ گئے ہیں تجھے پکڑ لوں گا قرضہ کے بدلے۔ نہ میں تمہارا لحاظ کروں گا نہ تمہارے صاحب کا۔ قرضہ ادا نہ کرو گے تو غلام بنا لوں گا اور پچھلی حالت میں لوٹا لوں گا۔ بکریاں چرانے لگو گے، جیسے کہ پہلے چراتے تھے (چونکہ حضرت بلال غلامی کے دور میں بکریاں چراتے تھے)۔ پس (ان باتوں کو سن کر) مجھ پر وہی گزرا جو لوگوں پر گزرتا ہے۔ چنانچہ میں آیا، اذان دی۔ عشاء کے بعد جب آپ ﷺ اپنے اہل میں آنے لگے تو میں نے اجازت چاہی آپ نے اجازت دی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ فدا۔ وہ مشرک جس سے میں (آپ کے لئے) قرض لیا کرتا تھا اس نے ایسا کہا ہے۔ نہ آپ کے پاس ادائے قرض کے لئے کچھ ہے نہ میرے پاس۔ اور وہ مجھے ذلیل ورسوا کرے گا۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں کہیں مسلمان بھائیوں میں روپوش ہو جاؤں یہاں تک کہ اللہ پاک اپنے رسول کے قرضہ کا انتظام فرما دے۔ چنانچہ میں اپنے گھر چلا آیا۔ اور اپنی تلوار، موزہ نیزہ، چپل سر کے قریب رکھ لیا اور صبح کا انتظار کرنے لگا۔ پس جہاں نیند آتی بیدار ہو جاتا (گھبراہٹ کی وجہ سے) جب رات دیکھتا تو سو جاتا۔ صبح ہو گئی تو میں نے چلنے کا ارادہ کیا۔ اچانک ایک شخص کی آواز آئی جو پکار رہا تھا اے بلال رسول پاک ﷺ بلا رہے ہیں۔ میں آپ ﷺ کے پاس چلا آیا۔ تو میں نے چار اونٹنیاں بوجھ لدی ہوئی دیکھی۔ اجازت لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خوش ہو جاؤ۔ اللہ پاک نے تمہارے قرضہ کا انتظام کر دیا ہے۔ تم نے چار سامان سے لدی اونٹنیوں کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ہاں۔ پس وہ سب تمہارے لئے ہیں۔ (قرض ادا کرنے کرنے کے لئے) ان پر کپڑے اور غلے تھے۔ جسے فدک کے حاکم نے ہدیۃً بھیجا تھا۔ لے جاؤ اس سے قرضہ ادا کرو۔ چنانچہ سامان اتارا اور باندھ دیا۔ اور صبح کی نماز کو چلا۔ جب صبح کی نماز آپ ﷺ نے پڑھ لی۔ تو میں بقیع کی طرف نکلا۔ اور کان میں انگلی ڈال کر اعلان کیا جس پر حضور پاک ﷺ کا کوئی قرض ہو وہ آجائے۔ چنانچہ میں بیچتا رہا اور قرض ادا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ زمین پر کسی کا بھی آپ کا قرض باقی نہ رہا اور دو یا ڈیڑھ اوقیہ بچ گیا۔ میں مسجد میں گیا اور دن خوب ہو چکا تھا۔ میں نے تنہا آپ ﷺ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا جو اللہ کے رسول پر دین تھا سب اللہ نے پورا کر دیا۔ آپ

نے پوچھا کچھ بچا۔ میں نے کہا دو اشرفی۔ مجھے اس سے راحت دو (یعنی اسے بھی خرچ کر دو، صدقہ خیرات کر دو کہ مال کے رہنے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے) گھر جانے سے پہلے اس سے مجھے راحت ہو جائے۔ کوئی لینے نہ آیا (کہ سب لوگ قریب پا چکے تھے) تو آپ ﷺ نے رات مسجد میں گزاری یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اور دوسرے دن بھی مسجد میں رہے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ دو سوار آئے میں ان کو لے گیا اور غلہ کپڑا (جو بچا تھا) دے دیا۔ پھر آپ نے عشاء کی نماز کے بعد مجھے بلایا اور پوچھا۔ کیا ہوا۔ میں نے کہا اللہ نے آپ کو راحت دے دی۔ (یعنی جو باقی مال تھا جس کی وجہ سے آپ کو کلفت ہو رہی تھی گھر تک نہیں جا رہے تھے وہ تقسیم ہوگیا) آپ نے (مارے خوشی کے) اللہ اکبر اور الحمد للہ کہا۔ یہ خوف کرتے ہوئے کہ کہیں موت نہ آ جائے اور یہ مال ان کے پاس رہے۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے آیا یہاں تک کہ آپ ازواج مطہرات میں چلے گئے۔ ہر ایک کو سلام کیا۔ پھر وہاں آئے جہاں رات گزارنی تھی۔ پھر (حضرت بلال نے سائل کی طرف متوجہ ہو کر) کہا یہ وہ ہے جس کے متعلق تم نے سوال کیا۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: دیکھا آپ نے۔ لوگوں کے لئے قرض لیتے۔ جو مال آتا باوجود ضرورت کے ایک حصہ نہیں رکھتے۔ جب تک تقسیم نہ ہو جاتا آرام نہ فرماتے، یہاں تک کہ گھر بھی نہ جاتے۔

مخالفین اور دشمنوں کے ساتھ بھی سخاوت

ابوالفغواء خزاعی بواسطہ والد بیان کرتے ہیں کہ (قحط کے موقعہ پر) آپ ﷺ نے ابوسفیان (سردار مکہ) کو قریش کے غریبوں کے لئے جو مشرک تھے۔ تالیف قلب کے طور پر تقسیم کے لئے مال بھیجا۔ جب میں مکہ آیا تو میں نے مال ابوسفیان کو حوالہ کر دیا۔ تو ابوسفیان کہنے لگے۔ میں نے اس شخص سے زیادہ کسی کو نیک اور کسی کو حسن برتاؤ والا نہیں پایا، یعنی نبی پاک ﷺ ہم لوگ ان کی مخالفت کرتے ہیں ان کے خون کے پیاسے رہتے ہیں۔ اور وہ ہمیں بخششوں اور ہدایا سے نواز کر بھلائی کرتے ہیں۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۸)

حضرت سہل ابن سعد ذکر کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول پاک ﷺ کی خدمت میں ایک چادر (جسے اس عہد میں برد کہا جاتا تھا) لے کر آئی۔ سہل نے پوچھا جانتے ہو وہ بردہ کس چادر کو کہتے ہیں۔ کہاں ہاں جس کے کنارے میں ڈیزائن بنے ہوئے ہوں۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے بنا ہے۔ تاکہ آپ کو پہناؤں۔ آپ ﷺ نے ضرورت سمجھتے ہوئے قبول فرما لیا۔ آپ پہن کر نکلے۔ قوم کے ایک شخص نے محسوس کر لیا۔ اور کہا اے اللہ کے رسول ہمیں پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ جب تک اللہ نے چاہا مجلس میں بیٹھے پھر گھر واپس ہوئے۔ اسے لپیٹا اور بھیج دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا۔ تم نے سوال کیا

اچھا نہیں کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کسی سوال کرنے والے کو واپس نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا قسم خدا کی میں نے اس لئے مانگا کہ جب میں مروں تو میرا یہ کفن ہو جائے۔ حضرت سہل کہتے ہیں چنانچہ وہ کفن ہوا۔

(مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۴۴)

سو اونٹ ہدیہ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حنین کے مال غنیمت میں سے عیینہ کو سو اونٹ، اور اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: آپ بہت ہی وسیع الظرف تھے۔ مقدار کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ ذاتی طور پر کسی کو سو سو اونٹ بخش دینا جس کی مالیت چار، پانچ لاکھ سے کم نہ ہوگی کوئی معمولی بات نہیں۔ پانچ سو، ہزار روپیہ کسی کی ذات کو دینا آج کل بہت مشکل سمجھا جاتا ہے۔ وہی شخص ایسا کر سکتا ہے جس کا مزاج بھی بے انتہا سخی ہو۔ اور اس کے نزدیک دنیا کی حیثیت بھی نہ ہو۔ وہی اس عظیم مقدار کو ہدیۃً دے سکتا ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کا صرف ایک ہی یہی واقعہ نہیں بلکہ ان گنت واقعات ہیں۔ چند کو یہاں درج کیا گیا ہے۔

زمین کا ہدیہ

حضرت ام سنبلہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا کی روایت ہے کہ میں آپ کے پاس ہدیہ لے کر حاضر ہوئی تو ازواج مطہرات نے انکار کر دیا۔ آپ نے حکم فرمایا تو انہوں نے قبول فرمایا۔ پھر آپ نے وادی کا قطعہ، وادی کی زمین کا ایک ٹکڑا ہدیۃً دیا۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۱۴، طبرانی، سبل صفحہ ۵۰)

ہتھیلی بھر سونا

حضرت ربیع بن عفراء کہتی ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں کھجور اور ککڑی لے کر آئی، اور دیدیا تو آپ نے ہتھیلی بھر سونا دیا۔ (شمائل صفحہ ۲۴، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

فائدہ: یعنی معمولی ہدیہ پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اتنی بڑی بخشش فرمائی۔

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اگر میرے پاس تہامہ کے مثل سونا ہو تو میں اسے تقسیم کر دوں۔ تم مجھے جھوٹا پاؤ نہ بخیل۔ (ابن عدی، سبل جلد ۷ صفحہ ۵۳)

کچھ باقی نہ رکھتے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حنین کے سال لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کو بکریاں اونٹ گائے دیا۔ یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہا۔ پھر آپ نے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ کیا

تم چاہتے ہو کہ میں بخل کروں۔ (روک کے رکھے رہوں) قسم خدا کی نہ بخیل ہوں اور نہ میں کم ہمت بزدل ہوں نہ جھوٹا ہوں۔

فائدہ: مطلب یہ کہ شاید تم کہو کچھ روک کے رکھا ہو۔ یا کچھ روک کر رکھ لوں۔ سو میرا مزاج ایسا نہیں۔

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرات انصار کے کچھ لوگوں نے آپ سے مانگا۔ آپ نے دے دیا۔ پھر انہوں نے مانگا آپ نے دے دیا۔ اور فرمایا۔ میرے پاس رکھنے کے لئے کچھ نہیں کہ میں اسے جمع کر کے رکھوں (بلکہ سب خرچ کر دیتا ہوں) جو عفت چاہے گا خدا اسے عفت سے نوازے گا۔ جو قناعت اختیار کرے گا اسے قناعت سے نوازے گا۔ جو صبر کرے گا خدا اسے صبر کی توفیق دے گا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال ایسی چیز ہے کہ حرص بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ قناعت اور استغنا جو اختیار کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے۔ (مختصراً ابن ماجہ، ابوداؤد، سبل جلد ۷ صفحہ ۵۳)

صفوان بن امیہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض تھا (کفر کی وجہ سے) آپ نے مجھے خوب دیا۔ آپ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو گئے۔

(مسلم، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۵)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ انصار کے کسی صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ نے ان کو عطا فرمایا۔ پھر انہوں نے سوال کیا آپ نے ان کو عطا فرمایا، اور فرمایا میں تم سے بچا کر کوئی ذخیرہ تھوڑے ہی جمع کرتا ہوں۔ (مکارم صفحہ ۲۶۰)

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد میں بیٹھے آپ کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ ایک دھاری دار نجرانی چادر اوڑھے آ رہے تھے۔ پیچھے سے ایک دیہاتی آیا اور آپ کی چادر کو مضبوطی سے پکڑ لیا پھر زور سے کھینچا۔ آپ اس کی طرف واپس ہو گئے۔ اس نے آپ کو دیکھا تو پکارا۔ اے محمد ہمیں وہ مال دیجئے جو آپ کے پاس ہے۔ آپ نے مسکرایا اور اسے مال دینے کا حکم فرمایا۔ (مسلم، مکارم صفحہ ۲۴۷، بخاری صفحہ ۴۴۶)

فائدہ: باوجودیکہ اعرابی نے آپ کے ساتھ سختی کی۔ آپ کی بے ادبی کی، تکلیف پہنچائی۔ مگر آپ نے برداشت کیا اور نوازا۔ یہ آپ کے وسعت اخلاق کی بات تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ آپ سے اسلام کی بنیاد پر کسی نے مانگا ہو اور آپ نے نہ دیا ہو۔ ایک سائل نے آپ سے سوال کیا تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں عنایت فرما دیں۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو اپنی قوم سے کہا۔ اے قوم اسلام لے آؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر دیتے ہیں کہ محتاجگی کا خوف نہیں رہتا۔ (مسلم صفحہ ۲۵۳، مکارم صفحہ ۲۵۳)

غزوہ حنین کے موقعہ پر ایک عورت آئی۔ اس نے شعر سنایا۔ اور قبیلہ ہوازن میں آپ ﷺ کے دودھ پینے کا ذکر کیا۔ آپ نے اس کو خوب نوازا۔ یہاں تک کہ اس کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا تو پانچ لاکھ (درہم) کا اندازہ لگا۔ ابن دحیہ نے بیان کیا کہ یہ بے انتہا سخاوت نفس کی بات ہے۔ ایسی سخاوت کی مثال نہیں ملتی۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۵۱)

فائدہ: واقعی ایک عورت کو اس مقدار ہدیۂ جس کی مالیت اس دور کے اعتبار سے کروڑ سے زائد ہی بنتی ہے۔ دنیائے سخاوت کا یہ نادر واقعہ ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ کے نزدیک مال دنیا کی کوئی قیمت نہیں۔ کم بیش کا لحاظ وہاں کیا جاتا ہے جہاں اس کی حیثیت اور مالیت ذہن میں ہو۔

حجامت پر ایک اشرفی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے پچھنہ لگوایا۔ تو حجام کو ایک اشرفی عنایت فرمائی۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۹)

فائدہ: پچھنہ لگانے کی معمولی اجرت ہوتی ہے۔ اس پر آپ نے ایک اشرفی عنایت فرمادی۔ یہ جود، سخاوت کی وجہ سے ہی ہوسکتی ہے۔ متوسط المزاج بھی ایسا نہیں کرسکتا۔

حضرت جابر کو بحرین کے مال کا ہدیہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد جب شہید ہوگئے تو مجھے رسول پاک ﷺ نے فرمایا تم کو مال کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اگر میرے پاس مال آئے گا تو میں تم کو اتنا دوں گا۔ چنانچہ دینے سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ حضرت صدیق اکبر کی جب خلافت کا عہد آیا تو بحرین سے مال آیا۔ تو انہوں نے کہ آپ ﷺ کا جتنا وعدہ تھا اسی کے مطابق لے لو۔

(بخاری صفحہ ۴۴۳، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کا بیان

حضرت قدامہ بن عبداللہ بن عامر کی روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حج کے موقعہ پر) ایک سرخ اونٹنی پر رمی فرما رہے تھے اس طرح کہ نہ لوگوں کو مارا پیٹا جا رہا تھا نہ دھکے دیئے جا رہے تھے نہ ہٹو ہٹو کا شور ہنگامہ تھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: عام طور پر دیکھا جاتا ہے کوئی بڑا آدمی بھیڑ اور ازدحام میں چلتا ہے یا گزرتا ہے تو اس کے لئے آگے بڑھ کر راستہ صاف کیا جاتا ہے۔ گزرنے والے سے کنارے ہٹو ہٹو کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہرگز پسند نہ فرماتے۔ افسوس آج بعض بڑے لوگ اسے اپنا وقار سمجھتے ہیں۔ سو وقار اور اکرام و تعظیم کا وہ طریقہ جو خلاف سنت ہو محمود نہیں۔ یہ متکبر اور شاہوں کا طریقہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درہم کا بھی نہ ہوگا۔ اور فرما رہے تھے اے اللہ اس حج کو ریاء اور شہرت سے خالی فرما۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۰۷، شمائل صفحہ ۲۲)

فائدہ: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس اونٹنی پر سوار حج فرما رہے تھے اس کے پالان یا آپ جس کپڑے میں ملبوس تھے اس کی قیمت چار درہم چار چونی بھی نہ تھی۔ یہ بھی اس غایت تواضع کا اثر تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت تھی۔ گو بعض مصالح سے بعض اوقات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیش قیمت لباس پہننا بھی ثابت ہے۔

نصر بن وہب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک ایسے گدھے پر سوار تھے جس پر زین بھی نہ تھی بلکہ صرف رسی لگام ڈالی ہوئی تھی۔ اور اس پر اونٹ کی کھال کا ٹکڑا پڑا تھا۔ پھر آپ نے معاذ کو بلایا اور اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ (اخلاق صفحہ ۱۱۵)

فائدہ: بلا زین کی سواری، رسی کی لگام، اور اونٹ کی کھال پر بیٹھنا یہ سب امور تواضع سے متعلق ہیں چونکہ شان اور وقار والے ان امور کو بڑائی کے خلاف سمجھتے ہیں۔

ہند ابن ابی ہالۃ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جس سے ملاقات ہوتی، پہلے سلام فرماتے۔

(ترمذی، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۳)

فَائِدَہ: ابتداءِ سلام تواضع اور حسن اخلاق کی علامت ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی تو اس کی رگ پھڑکنے لگی آپ نے فرمایا اطمینان رکھو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں قریش کی اس عورت کا بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۳۸، سبل صفحہ ۳۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے کپڑے میں پیوند لگا لیتے تھے۔

(اخلاق صفحہ ۱۱۷)

فَائِدَہ: کپڑے پر پیوند لگانا اور پھر اسے پہننا انتہائی درجہ کی تواضع کی بات ہے۔ آج پیوند لگا کپڑا اچھے لوگ پسند نہیں کرتے۔ اس کی اہمیت وفضیلت جلد اول میں صفحہ ۲۴۸ پر ملاحظہ کیجئے۔

حضرت انس فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مجلس میں کوئی مسند یا فرش نہیں بچھایا جاتا۔

(اخلاق النبی صفحہ ۱۳۲)

فَائِدَہ: بلکہ لوگوں کی طرح نشست ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کو پوچھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔

مسجد کا گرد وغبار صاف فرماتے

یعقوب بن یزید کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے غبار کو کھجور کے جھاڑو سے صاف فرمایا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۸، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۴)

فَائِدَہ: جھاڑو دینا گرد وغبار صاف کرنا یہ تواضع کی بات ہے کہ رؤسا لوگ یہ کام نوکروں سے لیتے ہیں خود کرنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اپنے ہاتھ سے اینٹ گارے کا کام کر لیتے

حسنہ اور سواء خالد کے بیٹوں نے ذکر کیا کہ ہم دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کو دیکھا کہ دیوار کو درست کر رہے تھے۔ (ادب مفرد، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۶)

زمین پر بیٹھنا زمین ہی پر کھانا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا آپ زمین پر (بلا فرش) بیٹھ جاتے تھے، زمین پر کھا لیتے تھے۔ صوف (موٹے اون کا کھردرا) کپڑا پہن لیتے تھے۔

(مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۰، سبل صفحہ ۳۶)

فَائِدَہ: عموماً لوگ بلا کچھ بچھائے زمین پر بیٹھنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بلا کرسی اور تخت کے زمین پر بیٹھنا

ان کو بھاتا نہیں۔ سو آپ ﷺ تواضع ومسکنت کی وجہ سے ان امور کو اختیار فرما لیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس کھانا لایا گیا۔ تو میں نے کہا آپ کیوں نہیں ٹیک لگا کر کھانا کھا لیتے ہیں کہ اس میں آپ کو آسانی ہوگی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اور پیشانی کو جھکا لیا قریب تھا کہ پیشانی زمین کو چھو جاتی۔ اور فرمایا میں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام۔ (آقا کے سامنے کھانا کھاتا ہے)۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۹۵، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۷)

فائدہ: آپ ﷺ نے انتہائی تواضع اور مسکنت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے آپ کو ایک غلام کے مثل قرار دیا اور عمل کر کے دکھلایا۔ یہی حقیقی تواضع ہے کہ قول اور فعل دونوں سے کیفیت تواضع معلوم ہو۔

تین متواضعانہ صفات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ میں تین خصلتیں ایسی تھیں جو متکبرین میں نہیں ہوتیں۔

❶ گدھے پر سوار ہو جاتے۔

❷ کوئی بھی آزاد غلام دعوت دیتا قبول فرما لیتے۔

❸ کوئی کھجور پڑا پاتے تو اسے (صاف فرما کر) کھا لیتے۔ (بیہقی فی الدلائل جلد ۶ صفحہ ۹)

فائدہ: شرفا اور رؤسا میں یہ چیزیں ہرگز نہیں ہوسکتیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ صوف کا لباس اور پیوند لگے ہوئے جوتے پہن لیتے۔ اور جو کھا لیتے تھے۔ (دار قطنی، سبل صفحہ ۳۲)

فاتح مکہ کا متواضعانہ داخلہ

مسند ابویعلی میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے جس کا لوگ استقبال کر رہے تھے۔ تو آپ ﷺ کا سر مبارک تواضع اور مسکنت سے کجاوہ سے لگا جا رہا تھا۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۳۶)

فائدہ: آدمی تو فاتحانہ بڑے کروفر، وقار اعزاز سے داخل ہوتا ہے مگر آپ ﷺ نے اس کے مقابلہ میں شکر اور تواضع کو پسند فرمایا۔

مجلس میں تواضع کی ایک صورت

موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے تواضع کی ایک شکل یہ ہے

کہ آدمی مجلس کے کنارے بیٹھنے پر خوش رہے۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۱۵ ۷)

فائدہ: چونکہ اہل وقار کے لئے یہ شان کے خلاف ہے کہ وہ کنارے بیٹھ جائیں یا ان کو ایسی جگہ ملے جہاں عامۃ الناس بیٹھے ہوں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی جگہ دل کی رضا کے ساتھ بیٹھنا تواضع ہے۔ خیال رہے کہ مجلس میں اونچی جگہ ملے اور اس کی کوشش کرے۔ اس کے خلاف نفس کو گراں گزارے کبر کی علامت ہے۔

سواری میں تواضع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے موقعہ پر گدھے پر سوار تھے۔ جس کا لگام کھجور کی چھالوں سے بنا تھا، اور پالان بھی اسی کا بنا تھا۔ (شمائل صفحہ ۲۲)

فائدہ: عرب کے ماحول میں گدھے کی سواری بہت معمولی خیال کی جاتی ہے۔ شان اور وقار والے اس کا استعمال نہ فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اس کی سواری فرماتے۔ چنانچہ غزوہ قریظہ میں باوجودیکہ امیر لشکر اور سپہ سالار تھے گدھے پر سوار تھے۔ حالانکہ ایسے موقع پر فاتح اپنی شان ہر ہیئت اور حالت میں دکھاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، اونٹ، گدھے، خچر ہر ایک کی سواری فرمائی۔ یعنی ماحول میں جو عمدہ سمجھا جاتا ہے اس کی بھی اور جو کمتر سمجھا جاتا ہے اس کی بھی۔

آج کل جیپ، کار، موٹر سائیکل اور اسکوٹر پر چلنے والے سائیکل پر چلنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس سواری کو کمتر سمجھتے ہیں۔ سو یہ تواضع کے خلاف ہے۔ کبھی کار پر بھی چلے کبھی سائیکل کا موقع ہوا تو سائیکل پر بھی چل لیا۔ یا قریبی مکان میں جانا ہے سائیکل سے چلا جائے۔ کبھی پیدل چلا جائے یہ تواضع ہے۔

تواضع کی اہمیت اور فضیلت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خشوع اختیار کرتے ہوئے تواضع اختیار کرے گا قیامت کے دن اس کا درجہ بلند ہوگا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۷۸)

متواضعین کا مقام

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تواضع جو بندہ اختیار کرتا ہے اللہ پاک اسے ساتویں آسمان میں بلند فرماتا ہے۔

حکمت کا نور

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے۔ اللہ اس کی حکمت کو بلند کرتا ہے۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۷۱۸)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر آدمی کے سر میں حکمت ہے جو فرشتہ کے قبضہ میں ہے جب بندہ تواضع کرتا ہے تو فرشتہ سے کہا جاتا ہے۔اس کی حکمت کو بڑھاؤ۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ۵۶۱)

تواضع کا حکم

حضرت عیاض بن حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک نے مجھے وحی بھیجی ہے کہ میں تواضع اختیار کروں۔ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی ظاہر نہ کروں۔ (ترغیب صفحہ ۸۵۸)

تواضع سے مرتبہ بلند

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا۔معافی سے عزت ہی بڑھتی ہے۔تواضع سے مرتبہ ہی بلند ہوتا ہے۔ (مسلم، ترمذی، ترغیب جلد۳ صفحہ۵۵۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔اور اس پر فوقیت ظاہر کرتا ہے اللہ اسے پست کرتا ہے۔

(مجمع جلد۸ صفحہ۸۳، ترغیب جلد۳ صفحہ۵۶۱)

تواضع کا محل دل ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تواضع کرو۔تواضع کا تعلق دل سے ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۸ صفحہ۸۲)

گھریلو کام کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا آپ ﷺ گھر پر کیا کام کرتے ہیں۔انہوں نے کہا آپ عام آدمیوں میں سے ایک آدمی کی طرح رہتے تھے۔اپنے کپڑوں میں جوں تلاش کر لیتے تھے۔خود بکریوں کا دودھ نکال لیتے تھے۔اپنا کام خود کر لیتے تھے۔ (ادب مفرد صفحہ۱۶۵، شمائل)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کرلیا کرتے تھے اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار میں حضور اکرم ﷺ کو کچھ گرانی یا تکبر مانع نہ ہوتا تھا۔ (خصائل صفحہ۲۹۶)

فائدہ: بعض لوگ گھریلو کام مثلاً گھر کی صفائی کھانے پکانے سے متعلق کوئی امور، چارپائی وغیرہ کی درستگی، پانی بھرنا، بازار جانا وغیرہ اچھا نہیں معلوم دیتا۔اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔سو آپ ﷺ کی ایسی عادت نہ تھی۔

جوں کے تلاش کا جو ذکر ہے مراد دوسروں کا جوں ہے۔آپ ﷺ کے بدن یا کپڑے میں جوں نہیں

پڑتی تھی۔

احباب کے ساتھ معمولی کام میں شریک

ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا کام تقسیم فرمالیا۔ ایک نے اپنے ذمہ ذبح لیا۔ دوسرے نے کھال نکالنا۔ کسی نے پکانا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور ﷺ یہ کام ہم لوگ خود کرلیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کرلو گے۔ لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ مجمع میں ممتاز رہوں۔ اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔ (سبل صفحہ ۱۳، خصائل صفحہ ۲۸۱)

کام میں شرکت تواضع کی علامت ہے۔ ایسا نہیں تو کبر کا شائبہ ہے۔ اور خدا کو ذرہ برابر بھی کبر گوارہ نہیں۔

پیدل چلنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر بلکہ پیدل تشریف لائے۔ (بخاری صفحہ ۸۴۴، شمائل صفحہ ۲۳)

فائدہ: راوی کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ حسب ضرورت پیدل چلتے تھے۔ بڑے لوگ اسے پسند نہیں کرتے۔ اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ اس سے محفوظ تھے۔ چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ تیس، چالیس قدم بھی پیدل چلنے میں سبکی محسوس کرتے ہیں۔ اسکوٹر موٹر سائیکل سے ہی وہ جاتے ہیں۔ قریب میں بازار ہو یا اور کوئی کام ہو۔ تب بھی سواری سے جاتے ہیں۔ یہ تواضع کے خلاف ہے۔ ایسا طریقہ شان وقار جو سنت کے خلاف ہو محمود نہیں مذموم ہے۔ محمود وہ طریقہ ہے جو انبیاء کا ہو یہ تو متکبرین اور نوابوں کا ہے۔

خصائل شرح شمائل میں ہے آپ ﷺ امراء وسلاطین زمانہ کی طرح سواری کے عادی نہ تھے بلکہ پیادہ کثرت سے چلتے تھے۔ بخاری شریف کی روایت میں اس عیادت کا قصہ ذرا مفصل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا۔ حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابوبکر دونوں حضرات پا پیادہ میری عیادت کو تشریف لائے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا۔ جس سے مجھے افاقہ ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔

(خصائل صفحہ ۲۹۴)

فائدہ: اولاً ایسے موقع پر تو بہت سے لوگ کام میں شرکت سے کتراتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں کہ یہ لوگ کیا کریں۔ میں بیٹھا کھاؤں۔ یہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔ کہ ہاتھ نہ بٹائے اور نفع کا منتظر رہے۔ اگر کوئی کام

لینا بھی ہے تو وہ جس میں ذرا اعزاز ہو اور پریشانی کم ہو۔ معمولی اور کمتر درجہ کے کام سے گھبراتا ہے۔ سو خیال رہے جس قدر مشکل اور کمتر کام ہوگا اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔

مجذوم کے ساتھ ایک پیالہ میں کھالیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا، اور اسے اپنے پیالہ میں شریک کرلیا اور فرمایا کھاؤ، ''بسم اللّٰه وثقة باللّٰه وتوكلا عليه''

(ترمذی جلد۲، صفحہ۴، ابوداؤد، ابن سنی صفحہ۴۱۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذام والے سے جس سے لوگ گھن کرتے ہیں ایک پیالے میں ساتھ کرلیا۔ یہ انتہائی تواضع اور للّٰہیت کی بات ہے۔ خیال رہے کہ حکم عام نہیں بلکہ اجازت ہے کہ ان سے دور رہیں۔

شفقت رحمت

بے انتہا شفیق ومہربان تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ لوگوں میں کسی کو شفیق و مہربان نہیں پایا۔ (مسلم، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۷)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بسا اوقات نماز میں رہتا ہوں۔ اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز میں طول کروں۔ مگر بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ ان کے رونے کا مجھے سخت احساس ہوتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۹۸، مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بچوں کے رونے کی آواز کو شفقت ورحمت کی وجہ سے برداشت نہ کر پاتے۔ اور نماز کو مختصر فرما دیتے تا کہ شریک ہونے والی عورتیں بچوں کو چپ کر سکیں۔

مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی رحمدل اور مہربان تھے۔ میں آپ کے پاس بیس رات رہا۔ آپ نے گمان کیا کہ مجھے اپنے گھر والوں کا اشتیاق ہے تو آپ نے مجھ سے جو اہل وعیال کو چھوڑ کر آیا تھا دریافت کیا اور فرمایا اپنے اہل وعیال میں چلے جاؤ اور وہیں رہو۔

(بخاری، مسلم، بیہقی، جلد ۳ صفحہ ۵۴، سبل جلد ۷ صفحہ ۲۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے از روئے محبت وشفقت ان کو تاڑ لیا۔ اور گھر کے اشتیاق کی وجہ سے انہیں گھر جانے کو فرما دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اور کعبہ کے پاس تشریف لائے اور اس کی چوکھٹ کو پکڑتے ہوئے فرمایا۔ تم لوگ کیا کہتے ہو اور کیا (ہم سے) گمان رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کریم بھائی اور کریم بھائی کے لڑکے۔ انہوں نے تین مرتبہ کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے حق میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں۔ خدا تمہاری مغفرت کرے گا اور وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔

ذلیل رسوا کیا مارا پیٹا سخت ترین اذیتیں پہنچائیں اور جب آپ نے ان پر قابو پایا اور مکہ فتح کیا تو وہ قبضے میں آئے تو آپ ﷺ نے بجائے کچھ بھی کہنے کے اور انتقام لینے کے معاف فرما دیا۔ یہ آپ ﷺ کی رحمت و شفقت کے باعث تھا۔ انسانی فطرت اور انصاف کا تقاضا تھا کہ آپ ان سے ان کے ظلم کے مثل بدلہ لیتے۔ خیال رہے کہ آپ ﷺ کی رحمت اور شفقت کے متعلق کوئی ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات ہیں۔ جہاں آپ نے شفقت و رحمت اور مہربانی کا معاملہ کیا۔ آپ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ شفیق و مہربان تھے۔ شفقت و رحمت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ احباب اور دوستوں پر تو کیا کھلے اور چھپے دشمن پر بھی آپ نے انتہائی درجہ کا رحیمانہ شفیقانہ برتاؤ کیا۔ اپنی ذات سے کسی کو معمولی سے معمولی تکلیف نہیں پہنچائی۔ انسان تو انسان جانوروں پر بھی آپ رحیم و شفیق و مہربان تھے۔ آپ کی رحمت و شفقت کا علم جانوروں تک کو تھا۔ اسی لئے وہ اپنے مالک کی ظالمانہ شکایت اور فریاد بھی آپ سے کرتے۔ کیوں نہیں آپ تمام عالم میں رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قرآن پاک اس کی شہادت دیتے ہوئے کہتا ہے۔ ''وما ارسلناك الا رحمة للعالمين''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یہودی عورت جس نے زہر آلود بکری کھلائی تھی آپ کی خدمت میں لائی گئی۔ اور آپ سے عرض کیا گیا آپ اسے قتل کیوں نہیں فرما دیتے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

(بخاری، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۲۰)

فائدہ: آپ ﷺ کی شفقت و رحمت نے گوارا نہ کیا کہ اس سے بدلہ اور انتقام لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عبید سے مروی ہے کہ جب (غزوہ احد میں) آپ ﷺ کے دانت بھی ٹوٹ گئے۔ اور چہرہ مبارک بھی زخم آلود ہو گیا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اور کہا کہ آپ ان پر کیوں نہیں بددعا فرما دیتے تو آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے کے لئے یعنی بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں دعا اور باعث رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے دعا کی اے اللہ ان کو ہدایت دیجئے یہ نہیں جانتے۔

(ادب مفرد صفحہ ۱۰۳، سبل صفحہ ۲۱)

حلم و بردباری

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا حلیم و بردبار تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بادیہ نشین شخص نے آپ کو پکڑا اور آپ کی چادر کو خوب زور سے پکڑ کر کھینچا کہ آپ کی گردن لال ہوگئی، اور وہ چادر بڑی کھردری تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو ایک اعرابی تھا جو آپ سے یہ کہہ رہا تھا۔ یہ دو اونٹ ہمیں دے دیجئے۔ کہ تم نہ تو اپنا مال دو گے اور نہ اپنے باپ کا مال دو گے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ ”استغفراللّٰه، استغفراللّٰه، استغفراللّٰه“ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اونٹ کھجور، اور جو بھرا اونٹ دیا۔ (ابوداؤد، صفحہ ۶۵۸، سبل صفحہ ۱۸)

فائدہ: دیکھئے اس دیہاتی نے آپ کے ساتھ کیا تکلیف دہ برتاؤ کیا، تکلیف بھی دی اور نامناسب بات بھی کہا کہ اگر دو گے تو نہ اپنا نہ اپنے باپ کا دو گے بلکہ مال غنیمت کا دو گے۔ اور آپ نے چھوڑ ہی نہیں دیا بلکہ مانگنے سے زائد دیا۔ یہ آپ کے حلم بردباری اور سخاوت کی وجہ سے تھا، جو ایسا برتاؤ کیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی مسجد میں آیا اور پیشاب کرنے لگا۔ آپ کے اصحاب نے اسے پیشاب سے روکا۔ تو آپ نے فرمایا اسے (اب) مت روکو (کہ اب پیشاب کرتے روکو گے ڈانٹو گے تو بھاگے گا اور پوری مسجد خراب کرے گا)...... پھر آپ نے اسے بلا کر سمجھایا کہ مسجد میں پیشاب وغیر نہیں کیا جاتا۔ یہ ذکر تلاوت کی جگہ ہے۔ پھر ایک آدمی سے ڈول میں پانی منگوایا اور پھر اسے صاف کیا۔

(مختصراً بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد صفحہ ۵۴)

فائدہ: اس اعرابی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بے جا اور غلط حرکت پر کچھ ڈانٹا ڈپٹا نہیں بلکہ بلا کر سمجھا دیا۔ یہ آپ کے حلم اور بردباری کی بات تھی۔ ورنہ تو ایسے مقام پر غصہ آجاتا، اور سخت وسست کہہ دیتا ہے۔ کمال ہے آپ کے حلم کی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر ایک شخص نے آپ سے کہا اے اللہ کے نبی انصاف کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ”ویحك“ افسوس تم پر میں اگر انصاف نہ کروں گا۔ تو کون انصاف کرے گا میں ناکامیاب ہو جاؤں گا گھاٹے میں پڑ جاؤں گا اگر انصاف نہ کروں گا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں اس منافق کی گردن اڑائے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا لوگ کہیں گے یہ اپنے ہی لوگوں کو قتل کرتا ہے۔ (مسلم، بیہقی فی الدلائل جلد ۵ صفحہ ۱۸۶)

فائدہ: دیکھئے کیسی تکلیف دہ اور غلط بات کہی۔ بھلا بتائیے آپ ﷺ کو اکڑ کر کہتا ہے "انصاف سے کام لیجئے" بھلا آپ سے زیادہ کون منصف ہوگا کہ آپ زہد، تقویٰ خوف خدا میں سب سے زیادہ تھے۔ آپ نے اس پر کچھ نہیں کہا۔ حلم و بردباری سے سب برداشت کر گئے۔ یہ تھی آپ کی شان حلیمانہ۔

اس زمانہ میں ایسا واقعہ پیش آ جائے تو وہ خود اور اس کے حواریین برس پڑیں گے۔ اور بڑھ چڑھ کر انتقام لیں گے۔ پھر ہمیشہ عنادی سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ یہ حلم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ غزوہ حنین کے موقعہ پر آپ مال غنیمت تقسیم کرر ہے تھے اور مولف قلوب کو دے رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیا اور قریش کے معزز لوگوں کو دیا۔ اور ان حضرات کو دوسروں کے مقابلہ میں زائد دیا۔ تو اس پر ایک شخص نے کہا اس تقسیم میں انصاف کا برتاؤ نہیں کیا گیا۔ اور نہ اللہ پاک کی رضا و خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ (بلکہ اپنے قبیلہ والوں کو خوش کیا گیا ہے) جب آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ (ایسا ایسا کہا گیا ہے) تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور بدل گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر خدا، رسول ہی انصاف نہ کرے گا تو کون کرے گا۔ پھر فرمایا خدا رحم کرے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کو اس سے زیادہ تکلیف دی گئی، اور انہوں نے صبر کیا۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۳۴۰)

اس طرح کے واقعات جس سے آپ کا حلم کے اعلیٰ صفت کا حامل اور اس پر فائز ہونا معلوم ہوتا ہے ایک نہیں سینکڑوں ہیں۔ آپ ﷺ حلم و بردباری میں تمام انسانوں پر فائق تھے۔ آپ لوگوں کی تکلیفوں اور باتوں کو محض اللہ واسطے اور مکارم اخلاق پر گامزن ہونے کی وجہ سے برداشت کرتے۔ آپ نے غصہ اور انتقامی جذبہ سے کوئی کام نہیں کیا۔ حضرات انبیاء کرام اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی شان یہی ہوتی ہے۔ خدائے پاک نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرمایا: "ان ابراھیم لاواہ حلیم" حضرت ابراہیم بڑے آہ بکا کرنے والے اور حلیم و بردبار تھے ؎

وہ صبر و حلم کا عالم دعا دی دشمن جان کو
نہ اپنے ہاتھ سے مارا کسی انسان و حیوان کو
تحمل اجنبی کی ناروا باتوں کا فرماتے
کہ بے تہذیبوں گستاخیوں کو ضبط کر جاتے
خلاف طبع باتوں سے تغافل کر لیا کرتے
نہ باتوں کی پکڑ کرتے نہ شرمندہ کیا کرتے

(کوثر زمزم صفحہ ۴۹)

گفتگو اور کلام کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

تدریج سے کلام فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ آپ کا کلام بالکل صاف جدا۔ جدا، ممتاز ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والا اسے محفوظ کر لیتا تھا۔ (شمائل، ابوداؤد صفحہ ۳۸، ۳۹، مسلم، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۵)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو یکے بعد دیگرے ملی ہوئی نہ تھی۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ ہر کلمہ ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز الگ الگ ہوتا تھا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو تدریج کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر فرماتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۶۵، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جدا جدا ہوتا تھا۔ جو سنتا تھا سمجھ لیتا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۵)

فائدہ: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جلدی جلدی بولتے ہیں۔ ایسوں کی گفتگو جلدی سمجھ میں نہیں آتی دوبارہ پوچھنا پڑتا ہے یا بلا سمجھے چھوڑ دیا جاتا ہے آپ کی گفتگو ایسی نہ ہوتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو تھوڑی تھوڑی گفتگو فرماتے۔ اور تم لوگ تو جلدی جلدی چھینٹ دیتے ہو۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: یعنی تم لوگ تو مسلسل جلدی جلدی کلام کر جاتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی نہ ہوتی تھی۔

تبسم فرماتے ہوئے گفتگو فرماتے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ایسا نہ دیکھا کہ آپ گفتگو فرماتے ہوئے مسکراتے نہ ہوں۔ (مجمع جلد ا صفحہ ۱۳۱)

گفتگو فرماتے ہوئے دانتوں مبارک سے نور نکلتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو آپ کے دانتوں سے نور نکلتا ہوا معلوم ہوتا۔ (بخاری، سبل جلد ۷ صفحہ ۱۳۰)

کسی کی بات کے درمیان گفتگو نہ فرماتے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بات نہ کاٹتے (نہ بیچ میں بولتے نہ منع فرماتے) تاوقتیکہ وہ حد سے زیادہ تجاوز نہ کرتا۔ پھر یا تو منع فرماتے یا اٹھ جاتے۔ (شمائل صفحہ ۲۹۱)

فائدہ: یعنی بولنے والے کو موقع دیتے اس کی بات کاٹ کر نہ بولتے۔ ہاں نامناسب بات پر روک دیتے یا مجلس سے اٹھ جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فضول باتوں میں نہ رہتے

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جامع گفتگو فرماتے۔ نہ بہت مجمل و مختصر گفتگو فرماتے، نہ فضول باتیں کرتے۔ (ترمذی، ابوالشیخ، سبل صفحہ ۱۳۰)

جوامع الکلم سے نوازے گئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ (بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰)

فائدہ: یعنی آپ نہایت ہی فصیح و بلیغ و جامع گفتگو سے نوازے گئے۔ اسی وجہ سے تو آپ کے ایک ایک کلمہ سے علماء نے سینکڑوں مسائل و نکات نکالے۔

گفتگو کرتے وقت کبھی ہاتھ کو حرکت دیتے

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو (کبھی) دائیں ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ (ترمذی، ابن سعد، سبل صفحہ ۱۳۶)

کلام ایسا مکمل جامع و پر مغز حقانی
نہ بالکل مختصر ادھورا ہی نہ طولانی

(کوثر و زمزم صفحہ ۴۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام طول طویل نہ ہوتا تھا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام طول طویل نہ ہوتا تھا۔ مختصر جامع ہوتا تھا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

آپ کی آواز بلند تھی گو آپ زور سے نہ بولتے تھے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

خوشی اور غصہ کی حالت میں بھی آپ کا کلام حق اور معتدل ہوتا تھا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت پر ہی گفتگو فرماتے۔ بلا فائدہ کچھ نہ بولتے۔ آپ کی عادت زیادہ بولنے کی نہ تھی۔ تبلیغ دعوت اور فکر آخرت میں آپ متفکر رہتے۔

خاموشی میں وقار، گفتگو میں بہار

ام معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خاموش رہتے تو وقار ٹپکتا تھا، گفتگو فرماتے تو بہار ہوتا۔ آپ بہت خوش کلام تھے۔ (بیہقی، سبل صفحہ ۱۳۰)

کبھی گفتگو کرتے ہوئے آسمان کی جانب نگاہ

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات بیٹھے گفتگو فرماتے تو آسمان کی جانب نگاہ فرماتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۵، بیہقی، سبل جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: آسمان کی جانب نگاہ کرنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد اور وحی کے انتظار میں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا اشتیاق رہتا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ فرط محبت الٰہی کی وجہ سے آسمان کی جانب نظر فرماتے۔

شمار کرنے والا شمار کر لیتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو اس قدر آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر جدا جدا فرماتے کہ کوئی گننے والا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ (کنز ۳۸، ۱۸۴، جمع الوسائل صفحہ)

فائدہ: ؎

اگر لفظ گنتا کوئی گن لینا تھا آساں تر
ہر ایک لفظ کو بالفصل فرماتے تھے منہ بھر کر

اکثر تین مرتبہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ کو تین، تین مرتبہ لوٹاتے تاکہ سمجھ میں آجائے۔ (شمائل صفحہ ۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔ اور

جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ اسے کہتے۔ (ترمذی، بخاری صفحہ ۲۰)

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۲۱، سیرۃ الشامی صفحہ ۱۳۰)

سوال کا جواب بھی تین مرتبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے یا سوال کا جواب دیتے تو تین مرتبہ تکرار فرماتے تاکہ سمجھ میں آجائے۔ (ابن سعد، سبل صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: اس میں ہر طبقہ کی رعایت ہے سننے والے کو یہ خدشہ ہی نہیں رہتا کہ پتہ نہیں کیا بولا گیا۔ مزید دوبارہ معلوم کرنے کی جس سے بسا اوقات جھجک ہوتی نوبت نہیں آتی۔

چیخنا اور زور سے بولنا ناپسند تھا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی آدمی کو چیختا ہوا پاتے تو اسے ناپسند فرماتے۔ آپ کو ہلکی آواز پسند تھی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۷)

فائدہ: زور سے چیخنا بلند آواز سے بولنا اچھی بات نہیں۔ قرآن پاک میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ بازاری اور جاہلوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کسی بات کو متانت اور سنجیدگی کے بجائے چلا کر ہی بولتے ہیں۔ جو شرافت کے خلاف ہے۔

ہند ابن ابی ہالۃ کی زبانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کی کیفیت

ہند بن ابی ہالۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے غم میں متواتر سوچ میں رہا کرتے۔ آپ کو بے فکری نہیں تھی۔ اکثر خاموش رہتے۔ بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ گفتگو کی ابتدا و انتہا میں منہ بھر کلام فرماتے (کوئی بات کٹتی نہیں) جامع الفاظ ہوتے۔ کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا۔ فضولیات نہیں ہوتیں۔ نہ کوتاہ (کہ مطلب ہی سمجھ میں نہ آئے) نہ سخت مزاج تھے۔ نہ کسی کی توہین کرنے والے۔ نعمت کی قدر فرماتے (مختصراً، شمائل ۱۴)

آپ کے کلام کی جامع کیفیت ابن قیم نے زاد المعاد میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتگو مبارک کا نہایت ہی جامع نقشہ میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ فصیح الکلام، شیریں کلام تھے آپ کی باتیں بہت میٹھی ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ کا کلام دلوں کی گہرائیوں میں پیوست ہو جاتا تھا۔ اور روح کو قید کر لیتا۔ جس کی شہادت خود ان کے دشمنوں نے دی۔ جب گفتگو فرماتے تو الگ الگ جدا جدا کہ گننے والا گن لیتا۔ اس قدر تیز نہیں کہ محفوظ نہ رکھا جا سکے۔ نہ انتہائی آہستہ کہ کلام کے ٹکڑوں کا فصل معنی میں خلل پیدا کردے۔ بلکہ ہر اعتبار سے خوبیوں کا حامل۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ لیکن اس طرح صاف صاف جدا جدا فرماتے کہ حاضرین مجلس اسے یاد کر لیتے تھے۔ بسا اوقات کلام کو تین، تین مرتبہ لوٹاتے کہ سمجھ میں آ جائے۔ اسی طرح (کبھی) سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔ طویل خاموش رہتے۔ بلا ضرورت کلام نہ فرماتے۔ کلام کا آغاز اور اختتام منہ بھر کر فرماتے (کہ کوئی حرف ادھورا نہ رہتا) جامع گفتگو فرماتے۔ نہ فضول بولتے نہ بہت مختصر بولتے۔ لایعنی کلام تو کرتے ہی نہیں۔ وہی گفتگو فرماتے جس میں ثواب کی امید ہوتی۔ (زادالمعاد جلد ا صفحہ ۱۸۲)

فائدہ: اس کلام میں ابن قیم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔ آپ کا کلام بھی آپ کی صورت وسیرت کی طرح نہایت ہی خوبیوں کا حامل ہوتا کہ اس سے زائد کا تصور نہیں ہوسکتا۔ کبھی جب گفتگو فرماتے تھے موتی پروتے تھے کہ سب الفاظ واضح غیر مبہم صاف ہوتے تھے۔

کبھی ہاتھوں کے اشارہ سے سمجھاتے

حضرت ابوجبیرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور قیامت یکے بعد دیگرے بھیجا گیا ہوں۔ اس طرح پھر آپ نے انگشت شہادت کو بیچ والی انگلی سے ملا کر دکھلایا۔

(طبرانی، سبل جلد ۷ صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: خطاب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ہاتھ چلانے کی نہیں تھی۔ البتہ کبھی کبھی کسی چیز کو سمجھانے کے لئے بطور مثال کے ہاتھوں سے کر کے دکھاتے تھے۔ تاکہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔

باتوں کو مثالوں سے بھی سمجھاتے تھے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جاڑوں میں تشریف لائے۔ درخت کے پتے جھڑ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ابوذر۔ میں نے کہا لبیک اے رسول خدا۔ آپ نے فرمایا بندہ مؤمن جب نماز پڑھتا ہے اور اس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۴۸)

ابورزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں آیا تو پوچھا اے رسول اللہ، اللہ پاک مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا اچھا بتاؤ تم کبھی خشک سوکھی زمین پر سے گزرے ہو۔ پھر ہری بھری (بارش) ہوگئی ہو اس پر سے گزرے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا اسی طرح زندہ کرنا ہوگا۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۷۹)

عربی کے علاوہ میں آپ ﷺ کی گفتگو

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے میں نے عرض کیا۔ہم نے ایک بکری ذبح کی اور ایک صاع جو پکایا ہے۔آپ اور کچھ اصحاب تشریف لے آئیں۔آپ نے اعلام فرما دیا اے خندق کھودنے والے۔جابر نے ''سور'' بنایا ہے۔چلو! (بخاری صفحہ ۵۸۹)

فائدہ: سور، فارسی زبان میں کھانے کو کہتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور میں پیٹ کے درد میں مبتلا تھا تو آپ نے فرمایا۔اشکنب درد۔میں نے کہا ہاں۔آپ نے فرمایا جاؤ نماز پڑھو اس میں شفا ہے۔

(ابن ماجہ، سبل صفحہ ۱۳۳)

اشکنب زبان فارسی میں پیٹ کو کہتے ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کی زبانوں کو جاننا اور بولنا درست ہے۔فارسی بولنا آپ کے معجزہ کے طور پر تھا۔یا عرف میں رائج یا سننے سے معلوم ہوگیا ہوگا۔معلوم ہوا کہ نماز میں صحت مرض ہے۔پیٹ کے درد کے موقعہ پر نماز مفید ہے۔حافظ نے بیان کیا کہ نماز میں فارسی زبان میں گفتگو نہ کرنے کی حدیث جہنمیوں کی گفتگو فارسی ہوگی۔ضعیف ہے۔جو نا قابل اعتبار ہے۔

قصہ گوئی

اہل وعیال کی ملاطفت

کبھی احباب کی رعایت میں عبرت آمیز قصے اور واقعات بھی آپ ﷺ سناتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک رات بنی اسرائیل کے واقعات کو سناتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ کہ صرف نماز ہی کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ یعنی تہجد کی نماز کے لئے۔

فائدہ: اتفاق سے آپ ﷺ نے بنی اسرائیل کے واقعات کو کسی مصلحت یا ضرورت کی وجہ سے سنایا ہوگا۔ اور سلسلہ کلام چل پڑا ہوگا۔

یا راوی نے دیر گئی رات کی تعبیر مبالغۃً صبح سے کردی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی عملی سلسلے میں اگر اتفاقاً کبھی رات دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ مگر صبح کی نماز یا تہجد کے معمولات وغیرہ میں کوئی فرق نہ پیدا ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ اکثر و بیشتر ہمیں یہ قصہ سنایا کرتے تھے۔ ایک عورت پہاڑ کے دامن میں اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی تھی۔ بچے نے پوچھا آپ کو کس نے پیدا کیا۔ ماں نے کہا اللہ نے پھر پوچھا باپ کو کس نے پیدا کیا۔ جواب دیا اللہ نے۔ پھر پوچھا آسمان کو کس نے بنایا۔ کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا زمین کو کس نے پیدا کیا کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا پہاڑ کو کس نے پیدا کیا۔ اس نے کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا گائے کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے۔ پھر پوچھا بکری کو کس نے پیدا کیا۔ کہا اللہ نے۔ بچے نے کہا میں اللہ کی یہ شان نہیں سن سکتا۔ پس اس نے پہاڑ سے گرا کر اپنے کو ہلاک کر دیا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۸۵)

قصہ گوئی

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے رات کو (عشاء کے بعد) اپنی بیویوں کو قصہ سنایا۔ اس پر ایک بیوی نے یہ کہا۔ یہ قصہ تو ایسا ہی ہے جیسے کہ خرافہ کا قصہ۔ (خرافہ کا قصہ ان کے درمیان مشہور تھا) آپ نے فرمایا جانتی ہو خرافہ کا اصل واقعہ کیا ہے۔ خرافہ قبیلہ بنی عذرہ کا ایک شخص تھا۔ جسے جنات جاہلیت کے زمانہ میں اٹھا لے گئے تھے۔ ایک زمانہ تک وہ جناتوں میں رہے۔ پھر انسانوں کی طرف واپس کر دیا۔ وہاں کے قیام کے زمانہ کے جو عجائبات (اور قصوں) کو نقل کرتے۔ اسے لوگ حدیث خرافہ کہنے لگے۔ (شمائل صفحہ ۱۷۱، مجمع جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

فَائِدَہ: آپ ﷺ ازواج مطہرات کو سونے کے وقت عشاء کے بعد خوش طبعی کے طور پر نتیجہ خیز عبرت آمیز کوئی قصہ واقعہ سناتے۔ ایک مرتبہ آپ نے کوئی تعجب خیز قصہ سنایا تو کسی بیوی نے بتایا کہ یہ تو تعجب خیز ہونے میں حدیث خرافہ کی طرح ہے اس پر آپ ﷺ نے خرافہ کا حقیقی واقعہ بتایا۔ اس زمانہ میں ہر تعجب خیز حیرت انگیز واقعہ کو حدیث خرافہ کہہ دیا جاتا تھا۔ چونکہ وہ مثل خرافہ کے ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیوی بچوں کو عشاء کے بعد سونے کے وقت خوش طبعی کے طور پر کوئی قصہ واقعہ جس میں عبرت اور سبق حاصل ہو سنائے تو ممانعت میں داخل نہیں۔ (جمع جلد۲ صفحہ ۴۸)

اور رات کو عشا کے بعد واہی تباہی امور میں پڑ کر سونے میں تاخیر کرنا۔ یا یونہی وقت اِدھر اُدھر ضائع کرنا ممنوع ہے۔ کہ عشا کے بعد متصلاً سونے کی تاکید ہے۔ تاکہ تہجد کی توفیق ہو سکے یا صبح کی نماز میں کسی سستی نیند کا غلبہ نہ ہو۔ ”دیکھئے شمائل کبریٰ دوم سونے کا بیان“ افسوس کہ آج کل عشاء کے بعد رات گئے کافی دیر تک واہیات میں پڑے رہتے ہیں یا ٹی وی جیسے حرام امور کے ساتھ مشغول رہ کر اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔ بجائے ذکر الٰہی پر سونے کے خرافات غضب الٰہی کا باعث ہو کر سوتے ہیں۔ خدا کی پناہ۔

شعر کے متعلق

آپ ﷺ کا کلام منظوم

جندب بن سفیان الجبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی انگلی کو ایک پتھر نے زخمی کر دیا (جنگ احد کے موقع پر) اور اس سے خون بہنے لگا تو آپ نے یہ پڑھا ؎

هل انت الا اصبع دميت ❁ وفي سبيل اللّٰه مالقيت

نہیں ہو تم مگر ایک خون آلود انگلی ❁ جو تکلیف پہنچی ہے وہ راہ خدا میں ہے

(بخاری صفحہ ۶۱۷، شمائل صفحہ ۱۶)

حضرت براء سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا اے ابو عمارہ (ان کی کنیت ہے) کیا تم لوگ حنین کے موقعہ پر پیچھے بھاگ گئے تھے۔ کہا میں تو حضور پاک ﷺ کے پاس تھا نہیں بھاگا تھا۔ ہاں البتہ لوگوں نے جلدی کی تھی۔ اور ہوازن کے لوگوں نے تیر سے چھلنی کر دیا تھا۔ اور ابو سفیان بن الحارث آپ کے سفید خچر کے لگام کو پکڑے تھا اور آپ یہ پڑھ رہے تھے ؎

انا النبي لا كذب ❁ انا ابن عبدالمطلب

(بخاری صفحہ ۶۱۷، شمائل صفحہ ۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ باوجودیکہ شاعر نہیں تھے۔ شاذ و نادر طور پر کبھی کبھار شعر پڑھ لیتے تھے۔ عموماً کبھی دوسرے کے اشعار سے تفریح کر لیتے تھے۔ اوپر جو "هل انت الا اصبع" شعر گزرا ہے۔ بیشتر لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ آپ کا شعر نہیں ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ یہ شعر ابن رواحہ کا ہے۔ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ شعر ولید بن الولید کا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۴۵، جمع الوسائل صفحہ ۳۶)

بعضوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ رجز ہے شعر نہیں۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ بالقصد شعر نہیں کہا۔ بلکہ بلا ارادہ کلام منظوم صادر ہو گیا۔ (فتح الباری)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اگر آپ کا ہی شعر ہو تو ایک آدھ شعر سے آدمی شاعر، اور شعر والا نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ ہی کا کلام ہو تب بھی کوئی حرج نہیں۔ (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۳)

دوسرا شعر جنگ حنین کے موقعہ کا ہے۔ قبیلہ ہوازن کے تیروں کی بوچھاڑ کی وجہ سے حضرات صحابہ ذرا پیچھے

ہٹ گئے تھے تو آپ نہایت ہی شجاعت اور بہادری سے دُلدُل نامی خچر پر سوار جسے مقوقس نے ہدیۃً دیا تھا۔ یہ شعر پڑھ کر مبارزہ کر رہے تھے۔ عبدالمطلب آپ کے دادا تھے والد نہیں تھے۔ دادا کی طرف نسبت کی وجہ یہ تھی کہ والد کا انتقال ہوگیا تھا اور آپ دادا کی طرف سے ہی مشہور تھے۔ مزید یہ کہ دادا رئیس مکہ تھے اس وجہ سے آپ نے دادا کی طرف منسوب کیا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ کبھی عبداللہ بن رواحہ کا کوئی شعر پڑھ رہے تھے۔ (کبھی اور کسی شاعر کا) اور کبھی یہ شعر پڑھ لیا کرتے تھے۔ "ویاتیك بالاخبار من لم تزود."

فائدہ: اس حدیث پاک میں ذکر ہے کہ کبھی کبھار آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے شاعر کے اشعار جو حکمت سے پر ہوتے تھے پڑھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث مذکور میں دو شاعروں کے شعر پڑھ لینے کا ذکر ہے۔ عبداللہ بن رواحہ اسلامی شاعروں میں ہیں جو مشہور صحابی ہیں۔ آپ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہوگئے تھے۔ قبیلہ خزرج سے متعلق تھے۔ بدریین میں سے تھے۔ جنگ موتہ ۸ھ میں شہید ہوئے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۳۴)

یہ شعر جو مذکور ہے طرفہ ابن عبد کا ہے۔ سبعہ معلقہ جو ادب کی مشہور کتاب ہے اس میں اس کا ایک معلقہ ہے اسی میں شعر ہے۔ پورا شعر یہ ہے ؎

ستبدی لك الایام ماکنت جاهلاً ❁ ویاتیك بالاخبار من لم تزود

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کبھی آپ کوئی شعر پڑھتے تھے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا آپ کو شعر مبغوض تھا۔ ہاں کبھی طرفہ کا یہ شعر پڑھ لیتے تھے اور وہ اول کلمہ کو آخر اور آخر کو اول کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "من لم تزود بالاخبار" کہا تو حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اس طرح نہیں ہے۔ اے اللہ کے رسول یعنی "الاخبار" پہلے ہے اور "من لم تزود" بعد میں ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں کوئی شاعر نہیں ہوں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۳۴، مع شرح مناوی)

یعنی آپ معنی کی رعایت ملحوظ رکھتے وزن شعری کا نہیں۔ اور کبھی وزن کے مطابق بھی پڑھتے تھے۔ چنانچہ عکرمہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ سے انہوں نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھ لیتے تھے۔ ہاں کبھی گھر میں داخل ہوتے تو یہ شعر پڑھ لیا کرتے تھے۔

ع یاتیك بالاخبار من لم تزود

یعنی وہ غیب کی خبریں لاتا ہے جس کی تم کوئی اجرت نہیں دیتے ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۳۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعروں کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مخصوص ایسے شاعر تھے جن سے آپ مخصوص طور پر شاعرانہ خدمات لیا کرتے تھے۔

❶ حضرت حسان بن ثابت یہ کافروں کی ہجو کیا کرتے تھے۔ اور ہجو یہ اشعار کے ذریعہ سے ان کی ہجو کرتے تھے۔ آپ ﷺ حضرت حسان سے فرماتے ان کی ہجو کرو تمہارے ساتھ حضرت جبرئیل ہیں۔
(مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۰، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسان کے لئے دعا فرماتے ہوئے فرمایا "اللھم ایدہ بروح القدس" اے اللہ ان کی مدد جبرئیل سے فرما۔ (مسلم صفحہ ۳۰۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت حسان کے لئے مسجد نبوی میں منبر لگا دیا جاتا وہ اس پر اشعار پڑھا کرتے۔

براء بن عازب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تک تم مشرکین کی ہجو کرتے رہو حضرت جبرئیل تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔

❷ عبداللہ بن رواحہ کافروں کو عار دلانے والے اشعار پڑھا کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۳۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں عبداللہ بن رواحہ نے اشعار پڑھے تو آپ نے فرمایا بہت عمدہ پڑھا۔ (طحاوی صفحہ ۳۷۳)

حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابن رواحہ کے بارے میں فرمایا تم بہت اچھا شعر پڑھتے ہو۔ (طحاوی صفحہ ۳۷۲)

❸ کعب بن مالک کفار کو حربی اور قتال کے شعر سے خوفزدہ کرتے تھے۔ (سبل صفحہ ۳۷۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت کعب شعر پڑھتے اور خوب اچھا پڑھتے۔ (طحاوی صفحہ ۳۷۲)

آپ ﷺ کا پسندیدہ شعر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب سے سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا وہ لبید کا ہے۔ "الا کل شیء ماخلا اللہ باطل" آگاہ ہو جاؤ اللہ کے علاوہ ہر شے فانی ہے۔ اور امیہ ابن صلت کا قریب تھا کہ اسلام لے آئے۔ (شمائل صفحہ ۱۶، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: لبید ایک مشہور شاعر تھا۔ حدیبیہ کے بعد وفود کی آمد کے سال مدینہ آیا۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے میں اس کی شرافت مشہور تھی۔ طویل عمر پائی۔ بعضوں نے کہا ۱۴۰ سال کی، بعضوں نے کہا ۱۵۷ سال کی عمر پائی۔ عرب کے فصیح و بلیغ شاعروں میں اس کا شمار تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد شعر گوئی چھوڑ دی تھی اور کہتا کہ مجھے قرآن کافی ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرع یہ ہے۔

ع وکل نعیم لا محالة زائل

ہر نعمت یقیناً زائل ہونے والی ہے۔ (جمع صفحہ ۳۵)

امیہ بن صلت بھی ایک مشہور شاعر تھا اس کے اشعار بھی بڑے پر حکمت اسلامی مزاج کے موافق ہوتے تھے۔ مگر یہ اسلام کی دولت سے مشرف نہ ہو سکا۔ اس شاعر نے بدر کا بھی زمانہ پایا۔ مقتولین کفار بدر پر اس کا مرثیہ بھی ہے ۸ھ میں طائف کے محاصرہ کے موقعہ پر انتقال ہوا۔ (جمع الوسائل صفحہ ۳۵)

شعر سننا

حضرت ثرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے آپ کو امیہ بن صلت کے سو شعر سنائے۔ ہر شعر پر آپ ﷺ فرماتے اور سناؤ۔ یہاں تک کہ میں نے سو اشعار اور سنائے۔ پھر فرمایا قریب تھا کہ اسلام لے آتا۔ (شمائل، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ثرید نے کہا کہ میں آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھا۔ تو آپ نے مجھ سے پوچھا اے۔ امیہ بن صلت کے اشعار تجھے یاد ہیں میں نے کہا ہاں۔ میں نے ایک شعر پڑھ کر سنایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اور سناؤ یہاں تک کہ سو اشعار سنا دیئے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۳۸، شمائل صفحہ ۱۶)

فائدہ: اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے سنانے کی اولاً فرمائش کی۔ چنانچہ فرمائش کرتے رہے اور سن کر محظوظ ہوتے رہے۔

یہ سفر کے موقعہ کا واقعہ ہے۔ سفر کی پریشانی اور تعب اور مشقت وکلفت کو دور کرنے کے لئے تقریباً آپ نے یہ اشعار سنے تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ رفیق سوار ثرید کی رعایت میں کہ اس کا دل بہلتا رہے۔ اور سفر کے تعب کا احساس نہ ہوا آپ نے ایسا کیا ہو۔ امیہ بن صلت کے اشعار باوجودیکہ وہ اسلام نہ لا سکا تھا اس وجہ سے پسند تھے کہ اس کے اشعار میں توحید، قیامت امور حقہ اور پند نصائح زیادہ ہوتے تھے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امیہ کا جب آپ نے یہ شعر سنا ؎

لك الحمد والنعماء والفضل ربنا
فلاشى اعلى منك حمداً ولا مجداً

تو آپ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ ایمان لے آئے۔

امیہ بن صلت۔ ایام جاہلیت کا مشہور بلیغ فصیح شاعر تھا۔ قبیلہ ثقیف کا تھا۔ وحدانیت اور بعثت کا قائل تھا۔ جاہلیت کے زمانہ کا عابد زاہد تھا۔ انجیل وتورات کا عالم تھا آپ ﷺ کی بعثت سے قبل آپ کی آمد کا علم جیسا کہ یہود نصاریٰ کے علماء رکھتے تھے واقف تھا۔ اس نے ایام جاہلیت میں خطوط کے آغاز میں "باسمك اللهم" لکھا۔ اسی سے قریش نے سیکھا۔ مگر آپ کی نبوت پر حسد کی وجہ سے ایمان نہ لا سکا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ

نے اس کے متعلق فرمایا۔ "امن لسانه و كفر قلبه" زبان سے ایمان کی باتیں کرتا ہے۔ دل سے کافر ہے۔
(جمع الوسائل صفحہ ۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اشعار

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں سو مرتبہ سے زائد بیٹھا ہوں۔ آپ کے اصحاب آپ کی مجلس میں اشعار پڑھتے تھے۔ اور جاہلیت کے قصہ واقعات کا ذکر کرتے تھے۔ آپ خاموش سنتے رہا کرتے تھے۔ اور بسا اوقات ان کے ساتھ مسکرا دیتے تھے۔ (شمائل صفحہ ۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں اصحاب مجلس کی رعایت فرماتے۔ وہ اشعار سناتے۔ ایام جاہلیت کے واقعات وقصص کہ ہم لوگوں کا ایمان سے پہلے یہ حال تھا ان واہیات میں ہم لوگ گرفتار تھے۔ کچھ واقعات کے طور پر کچھ مزے کے طور پر سناتے۔ آپ ان کی دلداری میں تفریحاً سنتے۔ کبھی ہنسی کی بات پر مسکرا بھی دیتے۔ راوی کا مقصد اس روایت سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں صرف دنیا اور آخرت جنت وجہنم ہی کا ذکر نہ ہوتا۔ بلکہ اصحاب ورفقا کی دلداری میں تفریحی باتیں بھی ہوتیں۔

ملا علی قاری نے مجلس میں آپ کے خاموش ہونے کی توجیہہ میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی تحیر فی اللہ (توجہ باطنی) کے لئے یا دنیا و آخرت کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اور راوی کا یہ بھی مقصد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشعار اور جاہلیت کے واقعات کے مجلس میں ہونے سے انکار اور منع نہ فرماتے تھے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں اصحاب کی رعایت میں اشعار واقعات قصص واخبار وغیرہ کا تذکرہ ہو جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں مگر منکرات پر مشتمل نہ ہو کہ وہ گناہ ہے۔ مثلاً غزل وغیرہ یا واہیات محض نفس کہانیاں، ناولی اور افسانوں قصے تو ان کی شرعاً اجازت نہیں۔ ایسی باتیں جو مباح اور جائز ہوں اہل مجلس کی رعایت کے لئے تفریحاً کبھی کبھی ہو جائے تو یہ بھی مشروع ہے اور سنت ہے۔ کیسے نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا اشعار پر حکمت بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۹۰۸، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرة القضاء کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو ابن رواحہ آپ کے آگے چلتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہے تھے ؎

خلوا بنی الكفار عن سبيله ❁ اليوم نضر بكم على تنزيله
ضرباً يزيل الهام عن مقيله ❁ ويذهل الخليل عن خليله

ترجمہ: "اے کافر کی اولاد و حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ چھوڑ دو۔ ان کی آمد تم پر ہوئی ہے آج تم کو پیٹیں گے، کہ سر تن سے جدا ہو جائے گا اور دوست دوست کو بھول جائے گا۔"

حضرت عمر فاروق (جو پاس ہی تھے) نے کہا اے ابن رواحہ حضور پاک ﷺ کے سامنے اور حرم میں شعر پڑھ رہے ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر! ان کو مت روکو۔ یہ اشعار ان پر (کفار) پر تیر سے زیادہ سخت ہیں۔ (ترمذی، شمائل صفحہ ۱۶، نسائی)

فائدہ: ۶ھ میں حضور اقدس ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا لیکن کفار مکہ نے حضور ﷺ کو موضع حدیبیہ میں روک دیا تھا۔ اس وقت جو شرائط فریقین میں ٹھہری تھیں ان میں یہ بھی تھا کہ سال آئندہ آکر اپنا عمرہ پورا کر لیں۔ اس معاہدہ کی بناء پر ذیقعدہ ۷ھ میں حضور اقدس ﷺ نے عمرہ کا ارادہ فرمایا یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک پہلے عمرہ کی قضا ہے۔ (خصائل نبوی صفحہ ۱۹۱) اسی وجہ سے اس کا نام عمرۃ القضاء پڑا۔

حافظ ابن حجر نے اور ملا علی قاری نے اس موقعہ کے اور بھی اشعار نقل کئے ہیں۔

مثلاً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے ادب اور حرم کے احترام کی رعایت سے ابن رواحہ کو منع فرمایا۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے مقامی اور وقتی مصلحت سے کہ اشعار بھی لسانی جہاد ہے، اس کو باقی رکھا۔ (خصائل صفحہ ۱۹۱)

چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن پاک میں شعر کی مذمت نازل فرمائی ہے (اور یہاں شعر کو پڑھتے دیکھ رہے ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا مؤمن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ (ان اشعار کے ذریعہ) گویا تم ان پر تیر برساتے ہو۔ (جمع جلد۲ صفحہ ۴۲)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح تلوار سے مار کر ان کی طاقت ختم کی جاتی ہے اسی طرح اشعار میں ہجو کے ذریعہ سے ان کے غرور فخر و تکبر کا قلع قمع کیا جاتا ہے۔ جو عزت والوں کے لئے تیر سے زیادہ سخت ہے۔ اسی کو کسی شاعر نے کہا ؎

جراحات السنان لها الالتيام ❁ وما يلتام ما جرح اللسان

ترجمہ: ''کہ تلوار کا زخم تو بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اشعار کا حکم یکساں نہیں جو حکمت، نصیحت دینی باتوں پر مشتمل ہو اس کی اجازت سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے۔ علامہ قرطبی ''والشعراء يتبعهم'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں جب آپ ﷺ نے شعر سنا، حضرت ابوبکر نے پڑھا تو اس کے علاوہ بھی کسی کی اقتدا معیار پر ہو سکتی ہے حسن بصری کہتے ہیں اچھے اشعار کا کسی اہل علم نے انکار نہ کیا اور اسی طرح کبار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اور اہل علم و اہل اقتداء نے شعر پڑھا یا اور دوسروں کے اشعار کو نقل کیا ہے۔ (قرطبی جلد۱۳ صفحہ ۱۵۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش مزاجی اور خندہ دہنی

مسکراتا چہرہ

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کے بعد ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے چہرہ سے میرے ساتھ ملاقات فرمائی۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دروازے سے ایک متبرک آدمی جس کے چہرے پر فرشتوں کے مانند نورانیت برستی ہے آرہا ہے۔ چنانچہ حضرت جریر داخل ہوئے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۵۰، ادب مفرد صفحہ ۲۵۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے چہرے کے ساتھ رہتے۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۵۱)

ام درداء کہتی ہیں کہ حضرت ابو درداء کوئی گفتگو کرتے تو مسکرا کر فرماتے میں نے اس کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے کہا میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا نہیں دیکھا کہ مسکراتے ہوئے گفتگو نہ فرماتے ہوں۔ (اسی سنت کی اتباع میں میں بھی ایسا کرتا ہوں)۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ مسکرانے والے اور اخلاق حمیدہ کے حامل تھے۔ (مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۹)

فائدہ: باوجودیکہ آپ آخرت اور اسلام کی فکر میں مغموم رہا کرتے تھے۔ مگر چہرہ پر اس کا اثر نمایاں نہیں رہتا۔ گفتگو اور ملتے وقت مسکراتے ہوئے ملتے جس سے ملنے والا شیداء ہو جاتا۔

حصین بن یزید کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستا نہیں دیکھا ہاں مگر مسکراتے دیکھا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۲۶۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس مکھ اور مسکراتے چہرے کے ساتھ رہتے تھے۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی آتا تو آپ کے چہرے میں ایسی مسکراہٹ پاتا کہ آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا چوم لیتا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بعض اوقات خوش طبعی ہنسی

مذاق کی بھی باتیں کرتا ہوں۔ ہاں مگر وہ حق اور سچی بھی ہوتی ہیں۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: عموماً آدمی ہنسی مذاق خوش طبعی خلاف واقعہ جھوٹ سے کرتا ہے۔ آپ یہ نہ کرتے۔

مالداروں پر فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا تم مالداروں پر سبقت حاصل نہ کرسکو گے۔ لیکن تم چہرے کی بشاشت اور حسن اخلاق سے آگے بڑھ جاؤ گے۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۵۴، حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

افضل ترین صدقہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ اپنے ہر ڈول سے اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو۔ اور یہ کہ مسکراتے چہرے سے لوگوں سے ملاقات کرو۔

(ادب مفرد صفحہ ۳۰۴، ترمذی صفحہ ۱۸، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۶۸)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں ڈال دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، نیک بات کا بتانا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے، اپنے بھائی کے ساتھ مسکرانا صدقہ ہے۔ گم شدہ راہ کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔ (ترغیب صفحہ ۴۲۱، مکارم طبرانی صفحہ ۳۱۹)

خندہ پیشانی کو معمولی نہ سمجھو

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا نیکی کو معمولی یا حقیر مت سمجھو۔ اگرچہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی ہی کے ساتھ چلنا کیوں نہ ہو۔ (ترغیب صفحہ ۴۲۱، مسلم)

خوش مزاج ہونا ایک نعمت ہے

عبداللہ ابن خُبیب جہنی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا خوش مزاج اور ہشاش و بشاش ہونا ایک نعمت ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۹۸)

فائدہ: خوش مزاجی اور ہشاش بشاش ہوکر لوگوں سے ملنا اہل جنت کی علامت ہے اور صفائی قلب اور مودت اور کینہ سے خالی ہونے کی پہچان ہے۔ متکبر اور رعونت کی علامت ہے کہ لوگوں سے ملے۔ اور چہرہ پر رعب دبدبہ ظاہر کرے۔ چنانچہ اکثر جاہ اور منصب والے کو دیکھیں گے کہ ملیں گے تو چہرہ پر رعب اور پھیکا پن ظاہر کریں گے۔ سو یہ حسن اخلاق کے خلاف ہے۔

مسکراتے ہوئے سلام کی فضیلت

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسکراتے چہرے کے ساتھ سلام کرو۔

صدقہ کا ثواب ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: یعنی سلام اور مسکرانے دونوں کا الگ الگ ثواب ملے گا۔

خدا کو پسند

مورق العجلی کہتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو نرمی اور مسکراتا چہرہ خندہ پیشانی بہت پسند ہے۔ (بیہقی جلد ۶ صفحہ ۲۵۴)

فائدہ: خدا رسیدہ بندوں کی علامت ہے جن کا دل اللہ کی معرفت سے پر، اور بندوں کے کینہ سے پاک، جو اہل جنت کی خاص علامت ہے۔

مسکراہٹ اور ہنسنے کے متعلق

لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لوگوں میں سب سے زیادہ ہنس مکھ اور پاکیزہ نفس والے تھے۔ (فیض القدیر صفحہ ۱۷۹، کنز جدید جلد ۷ صفحہ ۱۴۰)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لوگوں میں سب سے زیادہ پر مزاح تھے۔ (فیض القدیر صفحہ ۱۸۰)

فَائِدَہ: آپ باطناً تو ہمیشہ فکر آخرت میں رنجیدہ رہا کرتے تھے اور بظاہر مسکراتے نظر آتے تھے۔ (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۱۵)

اگر ہنستے تو کیا کیفیت ہوتی

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کھلکھلا کر ہنستا ہوا کبھی نہیں دیکھا کہ دانت کے جبڑے نظر آجائیں۔ (دلائل النبوۃ جلد ۸ صفحہ ۳۲۲، ادب مفرد صفحہ ۸۵)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کھلکھلا کر باآواز ہنستا آپ کو کبھی نہیں دیکھا گیا۔

بہت سے بہت ایسا تو ہوا کہ کسی عجیب وغریب واقعہ سے متاثر ہو کر ہنسے کہ کچھ دندان مبارک نظر آگئے۔ جیسا کہ ابن مسعود اور ابوذر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے۔

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کی عادت مسکرانے کی ہی تھی کھلکھلا کر ہنستے نہیں تھے۔ (حاشیہ جمع الوسائل صفحہ ۱۵)

لوگوں کی عادت ہنسنے کی زائد ہوتی ہے اور مسکرانے کی کم۔ اور آپ کی عادت مسکرانے کی زیادہ تھی اور ہنسنے کی کم۔ (جمع الوسائل صفحہ ۵۶)

ہنسی کے وقت منہ مبارک پر ہاتھ رکھ لیتے

مرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو جب ہنسی آتی تھی تو دست مبارک کو منہ مبارک پر رکھ لیتے تھے۔ (جامع صغیر صفحہ ۶۶۳۵، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۰)

فَائِدَہ: آپ لحاظاً وحیاءً ایسا کرتے تھے۔ اولاً تو آپ ہنستے نہیں تھے۔ اگر ہنسی آجاتی تو منہ مبارک پر دست مبارک رکھ لیتے تھے۔

ملا علی قاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ جب ہنستے تھے تو اس سے ایک خاص روشنی نکلتی تھی جس کا اثر دیواروں پر ظاہر ہوتا وہ چمک جاتی۔ (سبل جلد۷ صفحہ۱۲۱، جمع الوسائل جلد۲ صفحہ۱۵)

کھلکھلا کر نہ ہنستے

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کھلکھلا کر نہ ہنستے تھے۔

(طبرانی، کنز جدید صفحہ۱۴۰)

عبداللہ بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہنسا مسکرانا ہوتا تھا۔

فَائِدَہ: یعنی آپ ہنستے نہیں تھے البتہ مسکرادیا کرتے تھے۔

ہنسا اسے کہتے ہیں جس میں منہ کھل کر دانت نظر آجائیں اور کچھ آواز ہو۔ آپ کی عادت طیبہ ایسی نہ تھی۔ ہاں اگر کبھی غیر معمولی واقعہ پیش آجاتا تو ہنس بھی دیتے مگر ایسا بہت کم ہوا ہے۔ چنانچہ اس شمائل میں حضرت ابوذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ایک واقعہ پر آپ سے ہنسا ثابت ہے جس سے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ کبھی جب مسکرادیتے تو بجلی کوند جاتی تھی در ودیوار پر ایک روشنی سی جگمگاتی تھی۔

خوشی اور رنج کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

خوشی و مسرت کے موقعہ پر

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خوشی اور شادمانی کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چاند کے مانند ہو جاتا۔ (بخاری صفحہ ۵۰۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی مسرت ہوتی تو آپ خدا کا شکرادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے۔ (کنز العمال جدید صفحہ ۱۳۹)

فائدہ: خوشی اور ناراضگی کا اثر آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہوتا۔ کسی خوشی کے موقعہ پر سجدہ ریز ہو جاتے۔ مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ دو رکعت نماز شکر کے طور پر ادا فرماتے۔ اسے سجدہ شکر سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی اتفاقاً فرط مسرت سے سجدہ میں چلا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

خوشی ناخوشی کا اظہار چہرہ مبارک سے ہو جاتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و ناخوشی چہرہ سے پہچان لیا جاتا۔ آپ خوش ہوتے تو چہرہ مبارک چمکنے لگتا گویا کہ آپ کے چہرہ پر درو دیوار کا مثل آئینہ عکس نمودار ہو جاتا ہے۔ اور ناراض ہوتے تو غصہ کی وجہ سے چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ (اخلاق صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ناراض ہوتے تو چہرہ غصہ سے سرخ ہو جاتا۔ (اخلاق صفحہ ۱۴۱)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی چیز کا زیادہ اثر ہوتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی چیز کا زیادہ اثر ہوتا تو داڑھی مبارک کو پکڑتے اس میں ہاتھ ڈالتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ کسی شئے کا اثر ہوتا تو آپ داڑھی

مبارک زیادہ پکڑتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۹ صفحہ ۴۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زبان سے گرم نہ ہوتے۔ نہ اس کا اظہار فرماتے بلکہ تحمل اور برداشت کرتے اور اس کی یہ علامت ہوتی کہ داڑھی مبارک کو پکڑتے خلال فرماتے۔

اگر کوئی چیز پسند ہوتی تو کیا فرمائے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز اچھی معلوم نہ ہوتی (اور وہ ہو جاتا) تو آپ فرماتے۔ چلو ایسا ہی مقدر تھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۴۹)

فائدہ: خیال رہے کہ کوشش اور سعی کے باوجود یا خلاف اور کوئی ناگوار یا تکلیف دہ امور پیش آ جائے تو اپنے کو پریشان اور رنج میں نہ ڈالے۔ تقدیر خدا کے حوالہ کرے۔ فرمان الٰہی بھی اسی طرح ہے۔ ”لکی لا تا سوا علی مافاتکم“، جو نہ حاصل ہو سکے اس پر زیادہ افسوس نہ کرے۔ کہ چیز تو ملے گی نہیں ناحق قلب منتشر ہوگا۔ جس سے عبادت اور ذکر کی حلاوت جاتی رہے گی۔

خوشی کے موقعہ پر کیا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی و شادمانی کا موقعہ پیش آتا تو آپ یہ فرماتے۔ ”الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات“، تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں جس کے انعامات سے اچھائیاں مکمل ہوتی ہیں۔ (ابن سنی، کنز جلد ۷ صفحہ ۱۳۹)

غصہ دیر میں ہوتے اور خوش جلدی ہو جاتے

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنی آدم میں سب سے بہتر وہ ہے جو غصہ تو دیر میں ہو اور خوش جلدی ہو جائے۔ (ترمذی، اتحاف صفحہ ۱۱۲)

شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس اور سیّد الناس تھے چنانچہ آپ غصہ دیر سے اور خوش جلدی ہو جاتے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ غصہ کم ہونا یا دیر سے ہونا، یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ اس سے تعلقات خوشگوار رہتے ہیں۔ جلد غصہ ہونا اچھی بات نہیں اس سے شکایت اور ناگواری پیدا ہوتی ہے۔ ایسا آدمی لوگوں سے ملاطفت اور محبتانہ برتاؤ جو حسن اخلاق میں داخل ہے نہیں کر سکتا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی سے ناراضگی ہوتی

حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اپنے ماموں ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کے اوصاف معلوم

کئے تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ جب کسی سے ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۹۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی سے ناراض ہوتے تو اکثر ایسا ہوتا کہ آپ اس کی طرف رخ اور توجہ نہ فرماتے۔ (ابوداؤد)

فائدہ: حضرات صحابہ چونکہ مخلصین اہل محبت میں سے تھے آپ کی معمولی ناگواری کو بھی برداشت نہیں کر پاتے تھے۔ صادقین کی یہی علامت ہے۔ چنانچہ کوتاہی پر تنبہ ہو جاتا۔ اس کی تلافی کرتے معافی کے خواستگار ہوتے۔ اس طرح آپ کی ناراضگی سے ان کی اصلاح ہو جاتی۔ اپنے مقتدی کی ناراضگی اور بے رخی سے متاثر نہ ہونا عدم خلوص اور منافقت کی علامت ہے۔ ایسا شخص اصلاح سے ہمیشہ کورا رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ متعلقین سے ناراضگی کی وجہ سے تنبیہاً بے توجہی کبر نہیں ہے۔

مزاح کے متعلق پاکیزہ عادات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مزاح تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے پر مزاح تھے۔
(بیہقی فی الدلائل)

حبشی بن جنادہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوش مزاح تھے۔
(کنز العمال صفحہ ۱۷۸۹)

عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو مزاح کرنے والا نہیں پایا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مزاح تھے اور آپ فرماتے تھے جو شخص اپنے مزاح میں سچا ہو خدائے پاک اس کا مواخذہ نہیں کرتا۔ (کہ جھوٹے مزاح میں مواخذہ ہے اور گناہ ہے)۔
(سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے آپ سے (مزاح کرنے پر) پوچھا کہ کیا آپ بھی مزاح فرماتے ہیں (چونکہ مزاح وقار کے خلاف ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر میں حق اور سچا کہتا ہوں۔

فائدہ: لوگوں کو خوش وخرم رکھنے کے لئے اور انس محبت کے لئے آپ مزاح بھی کبھی کبھی فرما دیا کرتے تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹی مزاح جو ہمارے درمیان رائج ہے یا کسی کو پریشان کرنے کے لئے جو مزاح کیا جاتا ہے۔ یہ شرعاً ممنوع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ایسا مزاح نہ فرماتے۔ حتیٰ کہ اپنے احباب ورفقاء سے ایسا مزاح کرنا جو بے ادبی اذیت و پریشانی کا باعث ہو حرام ممنوع ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور مزاح کی عادت تھی۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۸۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہنسی مزاح بھی کرتا ہوں، مگر ہنسی مزاح میں حق اور سچی بات بولتا ہوں۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ ہنسی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ ہنسی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷۶)

اصحاب کا مزاحیہ گفتگو

حضرت صہیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے پاس آیا آپ کے سامنے روٹی اور کھجور رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا قریب ہو جاؤ اور کھاؤ میں کھانے لگا، آپ نے فرمایا کھجور کھا رہے ہو حالانکہ تمہارے آنکھ میں آشوب چشم ہے۔ میں نے کہا دوسری طرف (آنکھ) سے کھا رہا ہوں۔ یعنی جدھر آشوب چشم نہیں۔ اس پر آپ نے مسکرا دیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۴، اتحاف جلد ۷ صفحہ ۵۰۴)

مزاح کے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا ؎

صحابہ میں کبھی جب رعب دہشت کا اثر پاتے
تو خوش طبعی بھی کرتے مگر حق بات فرماتے
نہ کوئی لفظ لایعنی زبان پر لاتے
ثواب و اجر کی جو بات ہوتی تھی وہ فرماتے

(کوثر زمزم صفحہ ۴۴)

چھوٹے بچے سے مزاح

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم میں گھلے ملے رہتے تھے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ حضور پاک ﷺ اس سے فرمایا کرتے تھے۔ یا ابا عمیر. مافعل النغیر. اے ابوعمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی۔ (بخاری صفحہ ۹۰۵، شمائل، ادب مفرد صفحہ ۸۹)

فائدہ: نغیر ایک جانور (پرندہ) ہے جس کا ترجمہ علما لال سے کرتے ہیں۔ صاحب حیاۃ الحیوان نے بلبل لکھا ہے۔ امام ترمذی کی اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمائی۔ اس نے ایک جانور پال رکھا تھا۔ وہ مر گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ رنجیدہ بیٹھا تھا حضور اقدس ﷺ نے اس کو چھیڑنے کے لئے پوچھا کہ وہ نغیر کیا ہوا۔ حالانکہ حضور اقدس ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ مر گیا۔

(خصائل نبوی صفحہ ۱۷۷)

عبداللہ بن البسر المازنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے انگور کا خوشہ لے کر بھیجا کہ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں دے آؤ۔ میں نے اسے (بجائے آپ کو دینے کے) کھا لیا۔ میری والدہ نے آپ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا مجھے تو نہیں ملا۔ اس کے بعد جب بھی مجھے آپ ﷺ دیکھتے تو (مزاحاً) فرماتے، دھوکا دھوکا۔ (یعنی اس واقعہ کی جانب اشارہ کر کے مزہ لیتے)۔ (سبل الہدیٰ والسلام جلد ۷ صفحہ ۱۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مزاحاً فرمایا اے دوکان والے۔ ابواسامہ راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ مزاحاً فرمایا تھا۔ (شمائل)

فائدہ: کان تو سب کے دو ہوتے ہیں مگر آپ نے ان سے یہ جملہ بطور مزاح کے فرمایا تھا۔ مزاح درست ہے۔ اس طرح بچوں میں بڑوں سے ربط محبت اور جوڑ پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف جو لوگ رعب و دبدبہ ظاہر رکھتے ہیں اس سے بچے دور رہتے ہیں جس سے بڑوں کے اوصاف نہیں پیدا ہوتے اور تعلیم و تربیت سے محروم رہتے ہیں۔

بڑوں سے مزاح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کوئی سواری کا جانور بخش دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزاحاً) فرمایا میں تم کو اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے (گھبرا کر) کہا اے اللہ کے رسول میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا (کہ وہ سواری کے کام نہ آئے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزاح کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہوئے) فرمایا اونٹ بھی تو کسی اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ (شمائل، بیہقی، جلد۴ صفحہ ۳۱۷)

فائدہ: دیکھئے مزاح بھی اور حقیقت بھی، آپ نے مزاح میں بھی سچ فرمایا۔ سائل اس لطیف اور باریک بات کو سمجھ نہ سکا۔ اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دوسرے کی بات کمال غور و فکر سے سننی اور سمجھنی چاہئے۔ (خصائل صفحہ ۲۷۹)

اس سے یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی کہ لوگ کہتے اور سمجھتے ہیں کہ جب تک جھوٹ اور دھوکا نہیں مزاح پر لطف نہیں ہوتا۔ سو یہ غلط ہے۔ بلا وجہ گناہ معصیت کا ارتکاب قساوت قلب اور گناہ کبیرہ ہے۔

اپنے اصحاب سے مزاح فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال سے محبت فرماتے اور ان سے مزاح فرماتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱)

ابوالورد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ ہو رہا تھا۔ (یعنی جسم یا چہرے پر خون کی لالی تھی) تو آپ نے (مزاحاً) فرمایا تم تو گلاب کے بھی باپ ہو۔

(اخلاق النبی، سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: یعنی زیادہ لال و سرخ مثل گلاب کے ہونے کی وجہ سے آپ نے مزاح کے طور پر گلاب کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے گلاب فرمایا۔ یہ راوی ابوالورد کے والد ہی کا واقعہ ہے۔ ان کا رنگ سفید و سرخ تھا۔ اس پر آپ نے ابوالورد سے فرمایا۔ چنانچہ یہ اسی کنیت سے مشہور ہوئے۔

حضرت ام ایمن ایک مرتبہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں اور کہا میرے شوہر آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کون وہی جس کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول، قسم خدا کی اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس کی آنکھ میں سفیدی ہے، اس نے کہا نہیں خدا کی قسم تب آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۵۰۰، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: سفیدی سے انہوں نے آنکھ میں بیماری والی سفیدی سمجھا۔ اسی وجہ سے قسم کھاتے ہوئے انکار کیا۔ دیکھئے آپ نے مذاق کیا مگر کیسا سچ اور حق تھا۔

حضرت سفینہ فرماتے ہیں کہ (سفر کے موقعہ پر) لوگوں کو سامان کا بہت بوجھ ہوگیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ۔ اور آپ نے سب سامان چادر میں ڈال دیا پھر آپ نے فرمایا اٹھاؤ تم تو سفینہ کشتی ہو۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت سفینہ کا یہ حال ہوا۔ ایک اونٹ دو اونٹ کا بوجھ لاد لیتے۔ یہاں تک کہ سات اونٹ کا سامان لاد لیتے تو بھی بوجھ نہ ہوتا۔ (مسند احمد، مجمع جلد ۹ صفحہ ۳۶۶)

سفینہ یہ آپ کے خادم تھے۔ آپ نے ان کو مزاحاً سفینہ بمعنی کشتی فرمایا۔ اور لوگوں کا بوجھ لاد دیا۔ آپ کے اس فرمانے کی برکت سے کہ تم کشتی ہو ایک کشتی کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیتے۔ چنانچہ سات اونٹ کے برابر بھی بوجھ لاد لیتے تو گرانی نہ ہوتی۔

بیوی سے مزاح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ ﷺ نے ایک دن فرمایا۔ تمہارے آنکھ کی سفیدی کتنی زائد ہے۔ (میزان الاعتدلال، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: ظاہر ہے کہ آنکھ میں سفیدی کالا پن کے مقابلہ میں زائد ہوتی ہی ہے۔

بوڑھی عورت سے مزاح

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئی اور کچھ سوال کیا۔ آپ نے اس سے کہا اور مزاحاً کہا۔ بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی۔ ادھر نماز کا وقت ہوگیا آپ نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ اور یہ عورت خوب تیز روتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ یہ عورت رو رہی ہے آپ نے اسے کیا فرما دیا۔ کہ بوڑھی عورت جنت نہ جائے گی۔ تو آپ ہنسنے لگے۔ اور فرمایا ہاں بوڑھی عورت جنت نہ جائے گی۔ (یعنی بوڑھی عورت جوان ہو کر جائے گی)۔ (ترمذی، سبل جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: آپ نے صحیح فرمایا بوڑھی عورت جوان کر دی جائے گی۔ بوڑھی نہ رہے گی۔ چونکہ جنت میں ہر ایک کی

عمر تیس سال قریب ہوگی۔ سب کی عمر جوان کی عمر ہو جائے گی۔

حضرت عدی بن حاتم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنے سر کے نیچے دو دھاگے رکھتا ہوں۔ تو وہ دونوں دھاگے کہاں ممتاز ہوتے ہیں۔ (حالانکہ صبح صادق ہو جاتی ہے) تو آپ نے (مزاحاً) فرمایا تمہارا تکیہ تو بہت وسیع عریض ہے کہ (آسمان تک اس میں سما جاتا ہے)۔

(بخاری، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: عدی نے خیط ابیض واسود سے حقیقۃً دھاگا سمجھا حالانکہ اس سے مراد صبح صادق اور کاذب ہے۔ جو افق سماوی پر نمایاں ہوتا ہے۔ انہوں نے دھاگا سمجھ کر تکیہ کے نیچے رکھ لیا تھا اور ممتاز نظر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا تمہارا تکیہ کتنا وسیع ہے کہ آسمان کا صبح صادق وکاذب اس میں سما گیا۔

ممنوع مزاح کا بیان

جھوٹے مزاح کے متعلق وعید

حضرت علی یا ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ بندہ ایمان کی حقیقت تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہاں تک کہ جھگڑا نہ چھوڑ دے اگرچہ وہ حق پر کیوں نہ ہو۔ اور مزاح میں بھی جھوٹ چھوڑ دے۔

(بیہقی فی الشعب صفحہ ۳۱۷)

مزاح کی کثرت وقار کو کھو دیتی ہے

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرمایا کرتے تھے کہ جو زیادہ مزاح کرے گا اس کی اہمیت اور اس کا وقار جاتا رہے گا۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۴۹۹، بیہقی جلد ۶)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خلیفۃ الراشد نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا تھا کہ مزاح سے دور رہو۔ اس سے آدمی کا وقار اور مروت کم ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جو مذاق کرتا ہے اس کا وقار جاتا رہتا ہے۔

(اتحاف جلد ۷ صفحہ ۴۹۶)

بچوں سے مزاح نہ کرے

منکدر سے روایت ہے کہ ان کی والدہ کہا کرتی تھیں بچوں سے مزاح نہ کرو کہ تمہارا مرتبہ گر جائے۔

فائدہ: بچوں اور چھوٹوں سے زیادہ مزاح نہیں کرے کہ اس سے بچے بے ادب ہو جاتے ہیں اور وقار اور مرتبہ جاتا رہتا ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کبھی کبھی دلجوئی اور انس کے لئے کر لیا کرتے تھے۔

مزاحاً کسی کا سامان نہ لے

عبداللہ بن السائب نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔کوئی آدمی کسی کا سامان نہ مزاحاً لے نہ حقیقۃً لے، اگر اپنے بھائی سے مزاحاً لے لے تو فوراً واپس کر دے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۸۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی سے جدال مت کرو، اس سے مذاق مت کرو (جس سے وہ پریشان ہو) اور اس سے وعدہ خلافی مت کرو۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۴۱۷)

فائدہ: بعض لوگوں کا مزاج اور ان کی عادت ہوتی ہے کہ ایسا مذاق کرتے ہیں جس سے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات تو مذاق ہی کی وجہ سے لڑائی کی نوبت آجاتی ہے۔ سو یہ ہرگز درست نہیں۔ آپ ﷺ نہ ایسا مذاق فرماتے، نہ کسی مسلم کے لئے جائز قرار دیتے۔

شرم وحیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ پردہ نشین کنواری عورت سے بھی زیادہ حیاء دار تھے۔ آپ کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تو چہرے مبارک سے پہچان لیا جاتا۔ (بخاری صفحہ ۵۰۳، شمائل، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)

فائدہ: حیاء انسان کے اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ آپ ﷺ میں یہ علی وجہ الاتم تھا۔ آپ نے فرمایا حیا میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ آپ نے اسے شعبہ ایمان فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے آپ زبان سے ناگواری کا اظہار نہیں فرماتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ حجرہ مبارکہ کے آڑ میں غسل فرماتے اور آپ کے ستر مبارک کو کسی نے نہیں دیکھا۔ (بزار، جمع الوسائل صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: خیال رہے کہ اس عہد کے عرب میں مردوں کے درمیان حفظ ستر کا اہتمام نہیں تھا۔ ننگے غسل کو باعث عار نہیں سمجھتے تھے۔ استنجاء پاخانہ میں کوئی اہتمام نہیں تھا۔ جہاں چاہا جیسے چاہا کرلیا۔ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق اور ارشادات سے اس بری عادت کو مٹایا۔ اور حیا وستر کی تعلیم فرمائی۔

کسی پر نکیر نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کسی کے متعلق آپ ﷺ کو (ناگواری کی) خبر پہنچتی تو آپ اس سے یہ نہ فرماتے کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ آپ عمومی بات فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۱۷)

فائدہ: آپ حیاءً اور اکراماً اس کو مخاطب بنا کر نہ فرماتے کہ اسے تکلیف ہو۔ اور وہ رسوا ہو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو کسی سے کوئی ناگواری ہوتی تو اس کی جانب (حیاء) چہرہ مبارک نہ کرتے۔ (ادب مفرد، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۷)

فائدہ: جس سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہو آپ اتنے غیور اور حیاء سے پر تھے کہ اس کی جانب چہرہ نہ فرماتے اور اسے دیکھتے نہیں۔ یعنی آپ کی غیرت گوارا نہ کرتی۔ یہ انتہائی درجہ لطافت طبع کی بات ہے۔

کیا خوب کہا کسی شاعر نے ؎

”حیا و شرم سے آنکھیں نہ آنکھوں سے ملاتے تھے
نہ نظروں کو کسی کے چہرہ پر اپنی جماتے تھے“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ مجلس اور کیفیت کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا نقشہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں اٹھتے بیٹھتے ذکر فرماتے۔ کسی متعین جگہ کو (اپنے بیٹھنے کے لئے اختیار نہ فرماتے اور مجلس میں جگہ متعین کرنے سے منع فرماتے۔ جہاں مجلس ختم ہوتی وہاں ہی بیٹھ جاتے اور اسی کا حکم دیتے۔ ہر بیٹھنے والے کو اس کا حق دیتے کوئی اہل مجلس یہ نہ سمجھتا کہ آپ نے اس پر کسی دوسرے بیٹھنے والے کو فوقیت دی اور اس کا (مقابلۃً) زیادہ اکرام کیا۔ کوئی سوال کرتا تو اسے رد نہ فرماتے۔ یا نرم بات سے (معذرت) فرما دیتے۔ سب کے ساتھ اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ والدہ کی طرح سب کا حق برابر رکھتے۔ آپ کی مجلس مجلس علم حیا صبر وامانت کی ہوتی نہ اس میں آواز بلند ہوتی نہ کہ عزت وقعت جاتی۔ تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت کا معاملہ فرماتے۔ تواضع کے ساتھ بڑوں کی توقیر فرماتے۔ چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ اہل حاجت کو ترجیح دیتے۔ اجنبیوں کا خوب خیال فرماتے۔ (کہ وہ اپنے کو اجنبی محسوس نہ کرے)۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۵۷)

فائدہ: یہ تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ مجلس کاش کہ اس کا دسواں حصہ بھی ہماری مجلس ہو جائے تو رحمتوں کی بارش ہو اور لوگوں کی معرفت و ہدایت اور عقیدت ومحبت کا ذریعہ ہو۔

مجلس میں اگر کوئی ناپسندیدہ امر ہوتا تو

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کوئی حد سے تجاوز کرتا نامناسب کام یا نامناسب بات کرتا تو اسے یا تو آپ روک دیتے یا آپ خود اٹھ کھڑے ہو جاتے۔

فائدہ: مجلس میں اگر کوئی شرعاً یا اخلاقاً ایسی بات ذکر کر دیتا تو ناپسندیدہ فرماتے ہوئے روک دیتے سنجیدگی سے بلا شدت ومنازعت کے منع فرما دیتے کہ دیکھو بھائی یہ مناسب نہیں اسے مت ذکر کرو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اٹھ کھڑے ہو جاتے۔ اور آپ اس سے جھگڑا یا منازعت نہ فرماتے۔ جب مجلس ہی ختم ہو جاتی تو بات ہی ختم۔ افسوس کہ آج مجلس میں کوئی نامناسب مثلاً کسی کی تحقیر یا غیبت ہوتی ہے تو اور بڑھ چڑھ کر لوگ حصہ لیتے ہیں۔

حالانکہ چاہئے کہ اولاً سنجیدگی اور خوش اخلاقی کے ساتھ منع کر دے۔ اور نہ مانیں یا منع کرنے کی صلاحیت نہ

رکھتا ہو تو مجلس سے اٹھ جائے۔ عموماً جو لوگ ماحولاً بزرگ و صاحب وقار سمجھے جاتے ہیں ان کی مجلس میں لوگ رعایۃً ان جیسے خلاف شرع امور کو برداشت کر لیتے ہیں۔ سو یہ کثرت معصیت ہے۔ جو درست نہیں۔ ادب و اکرام کی رعایت کے ساتھ بلا خوف لومۃ لائم منع کر دینا لازم ہے۔

مجلس میں آنے والوں کا اکرام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جریر بن عبداللہ آئے تو آپ نے چادر لے کر ان کی طرف بڑھا دی۔ اور فرمایا بیٹھو اے جریر۔ (اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۱۱)

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایسے گھر میں تشریف فرما تھے کہ وہ گھر لوگوں کے ازدحام سے بھرا پڑا تھا۔ تو حضرت جریر دروازے ہی پر کھڑے رہے۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھا کہیں گنجائش نہیں نظر آئی۔ تو آپ نے اپنی چادر لی اسے لپیٹا اور باہر ان کی طرف پھینکا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ انہوں نے چادر لیا اور اسے (عقیدت کے مارے) سینہ سے لگا لیا۔ اور بوسہ دیا۔ اور واپس فرمایا۔ اور کہا خدا آپ کا خوب اکرام فرمائے جیسا آپ نے میرا اکرام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کا معزز تمہارے پاس آئے تو اکرام کرو۔ (یعنی دوسروں سے زیادہ اکرام کا برتاؤ کرو)۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جریر اسلام لانے کے ارادے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔ اے جریر کیسے آئے۔ کہا آپ کے دست مبارک پر اسلام لانے کے لئے۔ تو آپ نے ان کی طرف چادر ڈال دی۔ اور فرمایا جب تمہارے قوم کا کریم آئے یا معزز آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والوں کا خصوصاً جب کہ خواص اور قوم کے معزز پر وقار ہستیوں میں ہو اکرام فرمایا۔ اور لوگوں کو اس کی تاکید اور حکم دیا۔ ایک حدیث میں ہے لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتارو۔ یہ شرافت اور اخلاقیات میں سے ہے۔ ایسے لوگوں پر اکرام کا مثبت اثر پڑتا ہے۔

اکرام میں اپنی چادر بچھا دیتے

محمد بن عمیر نے بیان کیا کہ وہب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ تو اولاً اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا ماموں آیئے، اور آپ نے اپنی چادر بچھا دی۔

(اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۱۱، مکارم)

ابوداؤد نے ذکر کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ آپ کے رضاعی والد اور آپ کے رضاعی بھائی تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنا کپڑا بچھا دیا۔ پھر آپ کی والدہ (رضاعی) تشریف لائیں آپ

نے کپڑے کا دوسرا کنارہ ان کے لئے بچھا دیا۔ پھر رضاعی بھائی آئے تو آپ (مارے محبت کے) کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے سامنے بٹھایا۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کوئی معزز و مکرم شخص آتا تو آپ اپنی چادر دے دیتے۔ یا اپنی چادر پھیلا دیتے اور اس پر بٹھاتے۔ شرح احیاء میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضاعی والدہ بھائی اور رضاعی والد کی آمد پر اپنی چادر بچھا دی۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۱۱۱)

عرف اور رواج میں جو امور بھی اکرام میں داخل ہو اس کا لحاظ کیا جائے۔

مجلس میں آنے والے کے ساتھ

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی آتا تو آپ کے چہرے میں ایسی خوشی و مسکراہٹ پاتا کہ آپ کے دست مبارک کو پکڑ بیٹھتا۔ گرویدہ ہو جاتا۔ (ابن سعد صفحہ ۳۷۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ سے تھی کہ آنے والے پر خوشی و مسرت کا اظہار فرماتے۔ جس سے آنے والا باوجود آپ کی وجاہت اور رعب رسالت کے آپ پر گرویدہ اور مانوس ہو جاتا۔

مجلسی گفتگو میں اصحاب مجلس کی رعایت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے تو اگر ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ ہی ایسی گفتگو فرمانے لگتے۔ اگر ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ شریک ہو جاتے۔ اگر ہم کھانے پینے کی باتوں میں لگتے تو آپ بھی ایسی ہی گفتگو فرماتے۔ مؤمنو میں تم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام (اخلاق کی) باتیں بتائے دے رہا ہوں۔ (اخلاق النبی صفحہ ؟)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو میں ازراہ محبت اپنے اصحاب کی رعایت فرماتے۔ جیسی بھی مباح قسم کی گفتگو ہوتی۔ یا ایام جاہلیت کا تذکرہ ہوتا۔ یا اشعار عرب کی بات ہوتی۔ تو آپ بھی اس میں شریک رہتے موافقت فرماتے۔ اور ان کی دلجوئی فرماتے۔ ہاں آج کل کی طرح کسی کی برائی تحقیر اور غیبت پر مجلس ہرگز نہ ہوتی۔ نیز ایسے گناہ کی مجلس میں شرکت اور موافقت درست نہیں ہے۔

آنے والے کو خوش آمدید فرماتے

عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے مرحباً یا الراکب المہاجر فرمایا۔

چونکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے بھاگ کر سمندری سفر اختیار کر لیا تھا اسی لئے آپ نے ان کو یہ

فرمایا۔(ترمذی صفحہ ۹۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار نے جب آنے کی اجازت چاہی اور آپ ﷺ نے ان کو آواز سے پہچان لیا تو فرمایا "مرحبا بالطیب المطیب" "خوش آمدید اے پاک و پاکیزہ۔" (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۶)

آنے والے کو خصوصاً اہل محبت کی آمد پر "خوش آمدید" جو مرحباً کا ترجمان ہے۔ مسنون اور بہتر ہے۔ اس سے آنے والے کا دل خوش ہوتا ہے۔

تکیہ سے اکرام

حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا آپ تکیہ پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے آپ نے اسے میری طرف بڑھا دیا اور فرمایا کوئی مسلمان جو اس کے پاس آئے اور اس کے اکرام میں تکیہ پیش کرے۔ تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۶۸)

فائدہ: تکیہ بھی اکرام کا باعث ہے اسی طرح ماحول میں جو چیزیں اکرام اور عزت کی بات سمجھی جاتی ہے۔ وہ سب اکرام میں شامل ہے۔

جب مجلس کشادہ کرنے کو کہا جائے تو کشادہ کر کے جگہ دے دیں

﴿یا ایھا الذین امنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللہ لکم﴾

ترجمہ: "اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلس کشادہ کرو تو کشادہ کر دو۔ خدا تمہارے لئے کشادہ کر دے گا۔"

مفہوم: جہاں مسلمانوں کا اجتماع ہو کہ مجلس میں کچھ لوگ بعد میں آجائیں تو مسلمان ان کے لئے جگہ دینے کی کوشش کریں اور سمٹ کر بیٹھ جائیں۔ ایسا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے ان کے لئے اللہ تعالیٰ وسعت پیدا کر دیں گے۔ یہ وسعت آخرت میں تو ظاہر ہی ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ دنیوی معیشت میں بھی یہ وسعت حاصل ہو۔ (معارف القرآن صفحہ ۱۷)

اگر امیر مجلس یا اس کی طرف سے مقرر کردہ منتظمین کسی کو اس کی جگہ سے اٹھ جانے کے لئے کہیں۔ تو ادب مجلس یہ ہے کہ ان سے مزاحمت نہ کرے۔ اپنی جگہ سے اٹھ جائے۔ کیونکہ بعض اوقات خود صاحب مجلس کسی ضرورت سے خلوت اختیار کرنا چاہتا ہے یا کچھ مخصوص لوگوں سے کوئی راز کی بات کرنا چاہتا ہے یا بعد میں آنے والے حضرات کے لئے اس کے سوا کوئی انتظام نہیں پاتا کہ بعض بے تکلف لوگوں کو مجلس سے اٹھا دے جن کے

متعلق معلوم ہو کہ ان کا کوئی نقصان مجلس سے اٹھنے میں نہیں ہوگا۔ یا بے تکلف احباب ہوں۔

البتہ صاحب مجلس یا منتظمین مجلس کے لئے یہ لازم ہے کہ ایسا طریقہ اختیار کریں کہ اٹھنے والا اپنی خفت محسوس نہ کرے۔ اس کو ایذا نہ پہنچے۔ (معارف صفحہ ۱۸)

بہر حال اس آیت اور احادیث واردہ سے آداب مجلس کے متعلق ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل مجلس کو چاہئے کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ دینے کی کوشش کریں۔ دوسری بات کسی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائیں، تیسری بات صاحب مجلس کے لئے مجلس سے اٹھا دینے کی گنجائش ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں تین آنے والے شخصوں کا ذکر ہے ان میں ایک وہ بھی ہے جو مجلس میں جگہ نہ پانے کی وجہ سے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پھر تعریف وثنا فرمائی۔

(معارف ۲۸، صفحہ ۱۹)

مفسر قرطبی نے بیان کیا کہ تاوقتیکہ زحمت نہ ہو اپنے بھائی کے لئے کشادہ ہو کر جگہ دے دے۔

(جلد ۱۸، صفحہ ۲۸۳)

کس کی آمد پر مجلس کشادہ کی جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین آدمی کے لئے (خاص کر) مجلس کشادہ کی جائے۔ عالم کے لئے علم کی وجہ سے، بڑی عمر والوں کے لئے بڑی عمر کی وجہ سے، حاکم وسلطان کے لئے۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۶۸)

تقویٰ اور احتیاط کے پیش نظر کھڑے ہونے کو پسند نہ کرنا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کے سہارے تشریف لائے تو ہم لوگ کھڑے ہو گئے تو آپ نے منع فرمایا۔ اہل عجم کی طرح مت کھڑے ہو کہ وہ لوگ ایک دوسرے کی تعظیم (اسی طرح) کرتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اس کے باوجود وہ آپ کو تشریف لاتے دیکھتے تو آپ کے اکرام میں کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ ناپسند تھا۔

(اخلاق النبی صفحہ ۱۲۱، ادب مفرد صفحہ ۲۷۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آمد پر کھڑا ہونا پسند نہ تھا۔ یہ آپ کے تواضع اور مسکنت کی بات تھی۔ باوجودیکہ آپ اس کے مستحق تھے۔

ازراہ محبت وشفقت کھڑے ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ (ازراہ محبت) کھڑے ہو جاتے۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ بٹھاتے۔ اس طرح آپ تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں آپ کا ہاتھ پکڑتیں، بوسہ لیتیں، اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۰، بیہقی جلد ۶ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: ازراہ محبت وشفقت یہ معاملہ ہوتا۔ نیز عرب کا ماحول بھی تھا۔

مجلس میں کسی معزز شخص کی آمد پر اکراماً کھڑے ہونا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب (مسجد یا مجلس سے) گھر جانے کا ارادہ فرماتے (اور کھڑے ہوتے) تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اور بیان فرماتے جب آپ کھڑے ہو جاتے (جانے کے لئے) تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ ازواج مطہرات کے گھر داخل ہو جاتے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۲)

فائدہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر جانے کے لئے کھڑے ہوتے تو حضرات صحابہ بیٹھے نہ رہتے۔ بلکہ آپ کی موافقت اور احترام میں کھڑے ہو جاتے۔ مجلس کا ادب یہی ہے۔

رہی بات کسی کی آمد پر بیٹھے ہوئے لوگوں کا اکراماً تعظیماً کھڑا ہونا۔ سو اس کے متعلق بعض روایت میں اجازت بھی آئی ہے اور بعض روایت میں ممانعت۔ تاہم آپ نے اپنے لئے تو اسے پسند نہ فرمایا۔ گو دوسروں کے لئے آپ نے اجازت بھی دی حکم بھی فرمایا۔

قیام کے سلسلے میں اہل تحقیق کی رائے

بعض حضرات کسی کی آمد پر قیام کو درست نہیں قرار دیتے ہیں۔ ان کے سامنے وہ روایتیں پیش نظر ہیں جس میں قیام کی ممانعت ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے لئے کھڑے ہوں ان پر جہنم واجب ہے۔ اور جو شخص یہ چاہے کہ لوگ میرے لئے کھڑے ہوں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

(فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۰)

ان جیسی روایتوں کا جواب حافظ نے نقل کرتے ہوئے یہ دیا۔ یہ وعید ان کے حق میں ہے جو اس سے خوشی اور مسرت محسوس کرتے ہوں۔ اکرام کے طور پر کھڑے ہونے کی ممانعت نہیں۔

ابن قتیبہ کے حوالہ سے ہے کہ ممانعت خاص اس صورت کے ساتھ ہے جو اہل عجم کا طریقہ ہے کہ بادشاہوں کے پاس (تعظیماً) کھڑے رہا کرتے تھے۔ اپنے بھائی کے لئے ممانعت نہیں۔

امام بخاری نے ادب مفرد میں اس مسئلہ کو تین باب قائم فرما کر بہت بہتر طور پر حل کیا ہے۔ اولاً قائم کیا ہے "**قیام الرجل لاخیه**" اس سلسلے میں تین احادیث پیش کر کے جائز ہی نہیں بلکہ اکرام قرار دیا ہے جو مطلوب اور محمود ہے۔ پھر باب قائم کیا ہے قیام "**الرجل للرجل القاعد**" اس میں مذکورہ حدیث کے ذریعہ سے اسے ممنوع قرار دیا ہے کہ وہ تو بیٹھے رہیں اور لوگ کھڑے رہیں۔ کہ یہ متکبرین عجم کا طریقہ ہے۔ پھر باب قائم کیا ہے "**کره ان یقعد ویقوم لهٗ الناس**" اس میں بھی اسی حدیث جابر کو پیش کر کے ممنوع قرار دیا ہے کہ وہ صاحب تو بیٹھ جائیں اور لوگ کھڑے رہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بھائی کے اکرام میں کھڑے ہونا ممنوع نہیں ہے۔ اسی وجہ سے حافظ نے ذکر کیا ہے کہ سر کے پاس کھڑے ہونے کی صورت میں ممانعت ہے۔ جو عجم کا طریقہ ہے۔ (اور شارع نے اسی کو ممنوع قرار دیا ہے)۔

حافظ نے قیام کی تین صورتیں بیان کی ہیں:

1. سر کے پاس کھڑا رہنا، یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔
2. کسی کی آمد پر کھڑے ہونا، اس میں کوئی حرج نہیں۔
3. کسی کے دیکھنے پر کھڑا ہونا۔

اسی تیسرے میں اختلاف ہے۔ سر کے پاس کھڑے رہنے کی ممانعت حدیث پاک میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اپنے بڑوں کی اس طرح تعظیم کی کہ وہ تو بیٹھتے رہتے اور لوگ ان کی تعظیم میں کھڑے رہتے۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۷۷، ۲۸۴)

ابوالولید بن رشد نے بیان کیا کہ قیام کی چار صورتیں ہیں:

1. ممنوع یہ اس وقت ہے کہ جب کوئی کبر اور علو کی وجہ سے چاہے کہ لوگ کھڑے ہوا کریں۔
2. کھڑے ہونے سے کبر اور بڑے پن کا احتمال ہو۔
3. جائز۔ اکرام اور ادب کے پیش نظر کھڑے ہونا۔
4. مندوب و مستحب۔ کوئی سفر سے آ رہا ہو تو فرحت اور مسرت سے کھڑے ہو کر آگے بڑھنا اور سلام کرنا۔

بیہقی نے بھی بیان کیا ہے کہ ادب اور اکرام کے لئے کھڑا ہونا درست ہے۔ ہاں البتہ اپنی کوئی تعظیم اور بڑائی اس میں سمجھتا ہے کہ لوگ کھڑے ہوا کریں۔ تو یہ ممنوع ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۲)

اکراماً تو حضرات صحابہ بھی کھڑے ہوتے تھے چنانچہ یہ روایت گزری کہ آپ بیان فرماتے رہتے جب آپ اٹھتے تو صحابہ کرام بھی اٹھ جاتے یہاں تک کہ آپ گھر میں داخل ہو جاتے اور ازراہ محبت تو آپ بھی کھڑے ہو جاتے۔ چنانچہ حضرت جعفر جب حبشہ سے واپس آئے تو آپ کھڑے ہوگئے۔ حافظ نے لکھا ہے کہ رئیس فاضل حاکم عالم کے لئے اکراماً کھڑا ہونا مستحب ہے۔

امام غزالی کے حوالہ سے ہے کہ علی سبیل الاکرام کھڑا ہونا کوئی قبیح نہیں۔ (جلد۱۱ صفحہ۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ طلباء کو اساتذہ کے لئے اور اہل ارادت کو اپنے مشائخ کے لئے ادباً و اکراماً کھڑا ہونا محمود اور مندوب ہے۔

فقہاء احناف کے یہاں بھی اس کی اجازت ملتی ہے۔ درمختار میں ہے کہ آنے والے کے لئے تعظیماً قیام مندوب ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جو مستحق تعظیم ہو اس کے لئے کھڑا ہونا درست ہے۔ یعنی کوئی کراہت و قباحت نہیں۔ (جلد۶ صفحہ۳۸۴، مصری)

مجلس میں لوگوں کی گردنوں کو نہ پھاندے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجلس میں لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر جائے وہ گنہ گار ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ۶۳، کنز جلد۹ صفحہ۳)

فائدہ: پیچھے جگہ جہاں مل جائے بیٹھ جائے۔ آگے جانے کے لئے لوگوں کی گردنیں پھاند کر تکلیف نہ دے۔

دو آدمی کی مجلس میں تیسرا بلا اجازت شریک نہ ہو

حضرت سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر ایک آدمی کے ساتھ بیٹھے بات کر رہے تھے۔ کہ میں ان کے پاس جا کر شریک ہوگیا۔ انہوں نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا تم کو معلوم نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہوں تو بلا اجازت ان کی مجلس میں شریک نہ ہو۔ (مجمع صفحہ۶۳)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان تیسرا بلا اجازت کے نہ بیٹھے۔ (ابوداؤد، ترغیب جلد۴ صفحہ۵۱)

فائدہ: دو آدمی جب کوئی خصوصی گفتگو کر رہے ہوں تو بلا اجازت کے داخل مجلس ہونا منع ہے۔ ایسے موقعہ پر خود احتیاط کرے۔

مجلس میں حاضر ہوتے وقت سلام کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مجلس میں

آئے تو سلام کرے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۴۴)

مجلس سے اٹھتے وقت سلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مجلس سے اٹھے تو سلام کرے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۴۵)

فائدہ: آداب مجلس میں ہے کہ آتے اور رخصت ہوتے سلام کرے۔

مجلس میں کہاں جا کر بیٹھے

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جہاں مجلس ختم ہو وہیں بیٹھ جاؤ۔ اگر مجلس کشادہ کر دی جائے۔ لوگ (کھسک کھسک کر) جگہ دے دیں تو پھر جہاں جگہ نکل جائے وہیں بیٹھ جائے۔ ورنہ تو جہاں کشادگی پائے وہیں بیٹھ جائے۔ (بیہقی، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں بیٹھ جاتے۔ (بخاری)

مجلس میں کہاں بیٹھنا تواضع ہے

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد ایک مجلس میں شریک ہوئے۔ لوگوں نے ہر طرف سے میرے لئے جگہ کشادہ کر دی۔ تو میں نے ان کو (طلحہ) کو بلایا کہ وہ بیچ مجلس میں بیٹھ جائیں۔ تو انہوں نے قبول نہیں کیا اور مجلس کے کنارے ہی بیٹھے رہے۔ پھر کہا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا اللہ کے لئے تواضع یہ ہے کہ مجلس کے کنارے ہی بیٹھنے پر خوش رہے۔ (مکرام خرائطی صفحہ ۴۱۸، جامع صغیر صفحہ ۲۴۵۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے تو جہاں مجلس میں ہم جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہاں ہم بیٹھ جاتے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۳۲)

مجلس میں کسی کو اٹھا کر نہ بیٹھا جائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی آدمی کسی کو مجلس سے اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھے۔ (بخاری صفحہ ۹۲۹)

حضرت ا.ن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی آدمی کسی کو اٹھا نہ بیٹھے، ہاں کشادہ کر دے اور اسے جگہ دے دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی آدمی اٹھ جائے اور یہ ان کی جگہ بیٹھیں۔ (بخاری صفحہ ۹۲۹)

امام بخاری نے ادب مفرد میں بیان کیا ہے کہ خود بھی کوئی آدمی اگر حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کے لئے (اکراماً) اٹھ جاتا تو یہ نہ بیٹھتے تھے۔ (مکارم اخلاق صفحہ ۷۰)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کا تقویٰ اور احتیاط تھا ورنہ خود سے اگر کوئی جگہ دیدے تو بیٹھ سکتے ہیں۔ (صفحہ ۶۴)

حافظ نے ذکر کیا ہے کہ علم وعظ کی مجلس میں اگر کوئی بیٹھ جائے تو اسے ہٹایا جا سکتا ہے۔ اس طرح ایسے شخص کو جس سے اہل مجلس کو اذیت ہوتی ہو جیسے پیاز و لہسن کی بدبو والے کو اٹھایا جا سکتا ہے۔ (صفحہ ۶۴)

خیال رہے کہ اہم سے اہم شخص بھی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مجلس میں آتا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بٹھاتے۔ اگر مجلس میں جگہ نہ ہوتی تو آپ باہر چادر یا کوئی کپڑا مرحمت فرما دیتے۔ تاکہ اکرام کے ساتھ بیٹھ جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت جریر تشریف لائے مجلس میں اندر جگہ نہ تھی تو آپ نے باہر اپنی چادر پھینک دی اور کہا کہ اس پر بیٹھو۔ حضرت جریر نے اکراماً اسے چوم کر واپس فرما دیا۔

مجلس سے کسی کو اٹھا کر بٹھانا درست نہیں۔ ہاں مگر یہ کہ وہ خوشی سے بطیّب خاطر اجازت دے دے۔

جو بیٹھ کر جائے اس کا حق باقی

حضرت وہب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا آدمی اپنی جگہ کا حقدار ہے۔ اگر کوئی ضرورت پیش آ جائے اس کے لئے جائے پھر واپس آ جائے تو وہ اپنی جگہ کا حقدار ہے۔ (مکارم صفحہ ۱۱۷)

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا وہ آدمی بیٹھنے کا زیادہ حقدار جو بیٹھ کر گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مجلس سے جائے اور پھر واپس آئے تو وہ زیادہ مستحق ہے اس جگہ کا (جہاں جو بیٹھا تھا)۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سے بیٹھا ہوا شخص اگر کسی کام وغیرہ سے اٹھ کر جاتے تو اس جگہ پر اس کا حق باقی رہتا ہے۔ واپس آنے کے بعد وہ اسی جگہ بیٹھنے کا استحقاق رکھتا ہے۔ تاہم کہا جائے یا کوئی علامت چھوڑ جائے تاکہ دوسرا آدمی خیال رکھے۔

مجلس میں جوتا کہاں رکھے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کہتے ہیں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ مجلس میں آدمی جب بیٹھے تو جوتا اتارے اور اس کو اپنے بغل میں رکھ لے۔ (ابوداؤد، ادب مفرد صفحہ ۳۴۷، مشکوٰۃ)

فائدہ: جوتے پر دھیان لگا رہتا ہے گم ہونے سے پریشانی کے پیش نظر آپ نے کہا اطمینان رہے اپنے بغل

میں رکھنے کی اجازت تھی۔

گزرگاہوں اور راستوں پر بیٹھنا منع ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار راستوں پر بیٹھنے سے بچو۔ (ادب صفحہ ۵۳۵)

دروازے کے سامنے بیٹھنا منع ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ دروازے کے سامنے یا لوگوں کی گزرگاہوں پر بیٹھوں۔ (فرمایا) اگر بیٹھنا ضروری ہی ہو تو پھر گزرنے والوں کا حق ادا کرو۔ پوچھا گیا۔ وہ کیا آپ نے فرمایا۔ نگاہیں پست رکھو۔ سلام کا جواب دو۔ (بزار کشف الاستار جلد ۲ صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: دروازے کے سامنے بیٹھنے سے بے پردگی ہوتی ہے۔ اہل خانہ کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے اس لئے اس سے آپ نے منع فرمایا۔

اندھیرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بیٹھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اندھیرے مقام میں جہاں روشنی نہ ہوتی تشریف فرما نہ ہوتے۔ (کشف الاستار، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۶۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اندھیرے میں آرام فرماتے اور نہ اندھیرے میں بیٹھتے۔ مبادا کوئی اذیت دہ بات نہ ہو جائے۔

مجلس کے بیچ میں بیٹھنا پسند نہ فرماتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس کے بیچ میں بیٹھنے والوں پر لعنت فرمائی۔ (ترغیب صفحہ ۵۰)

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حلقہ بنا کر بیٹھتے اس طرح بیچ میں جا کر بیٹھنے سے کسی کی جانب پشت کرنا ہوگا۔ جو آپ کو پسند نہیں۔ نیز یہ کہ بیچ میں جا کر بیٹھ جانا فخر کبر اور علو مزاجی کی بات ہے۔ جو مذموم اور قبیح ہے۔

سایہ اور دھوپ میں بیٹھنا منع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ اور دھوپ میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (بزار جلد ۲ صفحہ ۴۲۴، مجمع الزوائد صفحہ ۶۰)

ابن بریدہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سایہ اور دھوپ میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دھوپ اور سایہ کے درمیان شیطان کی آرام گاہ ہے۔ (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۶، ابن ماجہ)

فائدہ: دھوپ وسایہ میں بیٹھنا صحت جسمانی کے اعتبار سے بھی مضر ہے۔

دھوپ میں نہ بیٹھے

قیس اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرے والد آئے تو آپ خطبہ دے رہے تھے۔ دھوپ میں بیٹھ گئے تو آپ نے سایہ میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۲)

فائدہ: موسم گرما یا گرم علاقے میں دھوپ میں بیٹھنا صحت کے اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ البتہ موسم سرما میں دھوپ سے راحت ہوتی ہے۔ اس لئے دھوپ میں بیٹھنا مکروہ نہیں ہے۔

بات کرنے والے کی طرف رخ فرماتے بے توجہی نہ فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ملاقات کرتا اور گفتگو کرتا تو آپ اس کی طرف سے توجہ نہ ہٹاتے۔ تاوقتیکہ وہ آپ سے رخ نہ ہٹالیتا۔ (یعنی بات ختم نہ کرلیتا)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

محدث ابن ماجہ نے اکرام الرجل جلیسہ کا باب قائم کیا اور یہ حدیث پیش کی جس سے اشارہ ہے کہ مجلس کے آداب واکرام میں سے اہل مجلس کے اکرام اور حق میں سے یہ ہے کہ اہل مجلس کی بات توجہ سے سنے۔ اس سے بے توجہی اور بے رخی نہ برتے۔ خواہ اس کی بات کیسی ہی ہو وہاں نامناسب بات ہو تو اسے سنجیدگی سے منع کردے نصیحت کردے۔

قبلہ رخ بیٹھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شئے کا سردار ہوتا ہے۔ مجلس کا سردار وہ مجلس ہے جو قبلہ رخ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکرم المجالس وہ ہے جو قبلہ رخ ہو۔
(خرائطی صفحہ ۱۳۹، مجمع الزوائد صفحہ ۵۹، الخرائطی صفحہ ۳۷)

فائدہ: بیٹھنے وغیرہ میں قبلہ رخ بہتر اور افضل ہے۔ اگر مجلس میں اس کی رعایت ہو سکے تو رخ قبلہ مجلس رکھے۔ ویسے اس کے خلاف بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکثر رخ قبلہ بیٹھتے تھے۔

(ادب صفحہ ۳۳۱)

کون سی مجلس امانت نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجلس کی باتیں امانت ہیں (اس کا عام کرنا ہر کس و ناکس سے ذکر منع ہے) مگر تین چیزیں امانت نہیں ہیں (اس کا ظاہر کر دینا لازم ہے)

۱. جس میں ناحق خون کی بات ہو۔
۲. زنا کی بات ہو۔
۳. کسی کے ناحق مال لینے کی بات ہو۔ (مکارم خرائطی صفحہ ۲۰۷، کنز جلد ۹ صفحہ ۳۶، ابوداؤد)

فائدہ: اصل تو یہ ہے کہ مجلس کی باتوں کا افشاء نہ کرے۔ لیکن اگر مجلس میں گناہ کی بات ہو کسی کی جان کا مسئلہ ہو، ناحق کسی کے مال لینے کا ذکر ہو۔ کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے کا مسئلہ ہو۔ غرض کہ کسی بھی قسم کی اذیت وظلم کا مسئلہ ہو تو ان باتوں کو ظاہر کر دے۔ تا کہ لوگ ضرر و فساد سے محفوظ رہیں۔ یہ جائز ہی نہیں بلکہ ظاہر کر دینا لازم ہے۔ مجلس کی باتیں امانت ہیں۔

مجلس کی بات امانت ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (جامع صغیر)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجلس میں آدمی کوئی بات کرے۔ پھر چلا جائے تو اس کی بات امانت ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۸)

ابوبکر بن محمد نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ دو آدمی جو مجلس میں بیٹھے ہوں ان کی باتیں امانت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کے لئے درست نہیں کہ وہ اپنے ساتھی کی راز کی بات کو ظاہر کرے۔ جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ (مکارم اخلاق، خرائطی صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: احادیث پاک میں مجلس کی بات کو امانت کہا گیا ہے اور اس کو دوسروں پر ظاہر کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ خیال رہے کہ یہ حکم مجلس کی ہر بات کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ جو خاص باتیں رازانہ طور پر ہوتی ہیں ان کے متعلق اور اسی طرح وہ باتیں جن کا ظاہر ہونا اپنے ساتھی کو پسند نہیں۔ یا یہ کہ وہ صراحۃً منع کر دے کہ یہ ہمارے درمیان رازدرانہ باتیں ہیں انہیں ظاہر نہ کیا جائے۔ ان صورتوں میں اس کا دوسروں پر ظاہر کرنا اور کھولنا درست نہ ہوگا۔ عموماً لوگ رازانہ باتوں کو اور منع کر دینے کے باوجود چپکے سے مطلع کر دیتے ہیں۔ اور بعض موقعوں پر یہ کہتے ہوئے ظاہر کر دیتے ہیں کہ دیکھو کسی کو کہنا نہیں۔ پھر وہ بھی دوسروں سے کہہ دیتا ہے۔ جس طرح اس نے خیانت کی اسی طرح دوسرا بھی خیانت کرتا ہے۔ اور مصاحبوں اور ہم نشینوں کے درمیان یہ سلسلہ چل کر تمام ہو جاتا ہے۔

جو بسا اوقات فساد اور تنازع کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے آپ نے منع کیا ہے۔

مجلس میں کس طرح بیٹھے

حضرت حسن نے اپنے والد کی طویل روایت میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو سب اہل مجلس اپنی گردنیں اس طرح جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپ سکوت فرماتے تب دوسرا بولنا شروع کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کسی کی بات نہ کاٹتا جب کوئی ایک بات شروع کرتا دوسرے اس وقت تک خاموش رہتے جب تک کہ وہ اپنی بات پوری نہ کر لیتا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷)

فائدہ: اس میں اہل مجلس کی رعایت ہے۔ ایسی مجلس رحمت الٰہی کے نزول کا باعث ہے۔

بہترین مجلس کون سی ہے

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مجلس وہ ہے جس میں توسیع زیادہ ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۳۱)

فائدہ: یعنی آنے والے کی رعایت کی جائے ان کو جگہ دی جائے۔ یہ نہیں کہ جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوں کشادہ ہونے کے بجائے آنے والوں کو باہر یا تکلیف میں بیٹھنے پر مجبور کر دیں۔ جیسا کہ آج کل اہل مجلس عموماً عام برتاؤ میں کرتے ہیں ذرا کھسکنا گوارا نہیں کرتے ایسی مجلس کو شریعت نے خیر سے محروم قرار دیا ہے اور یہ اکرام انسانی کے بھی خلاف ہے۔

بدترین مجلس کون سی ہے

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدترین مجلس وہ ہے جو بازار کے راستوں پر ہو۔ اور بہترین مجلس مساجد کے ہیں (یعنی ذکر عبادت کے حلقے) اگر مسجد میں نہ بیٹھ سکو تو گھر لازم پکڑ لو۔ (طبرانی، کنز جلد ۹ صفحہ ۱۴۱)

فائدہ: گھر کی تنہائی میں آدمی عام مجالس کے خلاف شرع امور سے بچا رہے گا۔

مجلس کا کیا حق ہے

سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجلس کا حق ادا کیا کرو۔ وہ یہ ہے (مجلس میں) خوب اللہ کا ذکر کیا کرو۔ لوگوں کو صحیح راستہ بتاؤ۔ نگاہوں کو پست رکھو۔ (کنز جلد ۹ صفحہ ۱۳۹)

ذکر خدا کے بغیر مجالس کا انجام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مقام پر یا مجلس میں بیٹھے

اوراس میں خدا کا ذکر نہ ہوا ہو۔تو یہ اس کے لئے اللہ کے نزدیک حسرت وافسوس کا باعث ہوگی۔

(کنز جلد۹صفحہ۱۴۸)

فَائِدَہ: مجلس کیسی ہی ہو خدا رسول کا ذکر ہو جائے تو ٹھیک ورنہ اگر صرف دنیا ہی کا ذکر ہوا تو کفارہ مجلس کی دعا ہو جو اس فصل کے آخیر میں ہے۔ پڑھ لیا کرے۔

بری مجلس سے تنہائی بہتر ہے

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برے ہم نشین سے تنہائی بہتر ہے۔اور نیک مجلس تنہائی سے بہتر ہے۔اور خاموشی شر سے بہتر ہے اور خیر کی بات سکوت سے بہتر ہے۔ (مکارم خرائطی صفحہ۳۷۹)

عمر بن حبیب جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے بے وقوفوں کی مجالست سے بچو۔ان کی مجلس اور ہم نشینی (روحانی) بیماری ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ۳۴۵)

فَائِدَہ: عموماً آج کے اس دور میں مجالس میں شرکت نہ کرنا ہی بہتر ہے۔اہل صلاح وخیر کی مجلس میسر ہو جائے تو بہتر ورنہ تنہائی اختیار کرے اور دینی اصلاحی کتابوں کا مطالعہ کیا کرے۔کہ یہ کتابیں بہترین جلیس ہیں۔

نیکوں کی مجلس اختیار کرے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صالح جلیس کی مثال عطر فروش کے مانند ہے۔اگر نہ بھی عطر خریدا گیا تب بھی اس کی خوشبو سے تو فائدہ اٹھا ہی لے گا۔اور برے ہم نشیں کی مثال لوہاری بھٹی کے مانند ہے اگر کپڑے نہ جلائے تو دھوں سے دوچار ہو ہی جائے گا۔

(بخاری، بیہقی فی الشعب صفحہ۵۴، مجمع جلد۸ صفحہ۶۱)

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ مساکین کی صحبت اختیار کرو اور اہل بدعت سے بچو۔ (بیہقی جلد۷ صفحہ۶۴)

حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ پانچ آدمیوں کی ہم نشینی اختیار مت کرو۔

1. جھوٹا...... کہ تجھ کو اس سے دھوکا ہوگا۔
2. احمق...... کہ اس سے تجھ کو کچھ نہ ملے گا۔وہ تجھ کو نفع پہنچانا چاہے گا تو اپنی بے وقوفی سے تجھ کو ضرر پہنچے گا۔
3. بخیل...... کہ جب تم کو اس کی ضرورت ہوگی تو تم سے وہ ربط توڑ دے گا۔
4. بزدل...... کہ ضرورت کے وقت تجھے چھوڑ کر بھاگ جائے گا۔
5. فاسق...... کہ ایک لقمہ یا اس سے کمتر کے عوض تجھ کو بیچ دے گا۔ (احیاء العلوم جلد۷ صفحہ۶۳، ارادت جلد۲ صفحہ۲۴۸)

فضیل کہا کرتے تھے اہل بدعت کی صحبت مت اختیار کرو۔ مجھے خوف ہے اس پر لعنت خدا نازل نہ ہو۔

عام مجلسوں سے پرہیز کرے

حضرت ابان بن عثمان سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قبیلوں کی مجالس سے پرہیز کرو۔

(کنز جلد۹ صفحہ۲)

فائدہ: یعنی عموماً علاقے اور محلے کے لوگ بیٹھ کر مجلس لگاتے ہیں ان میں اکثر غیبت و استہزاء خلاف شرع باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ نیز وقت کی بردباری الگ ہوتی ہے۔ اس لئے آپ نے اس سے پرہیز کا حکم دیا ہے۔ بے وقوف اور بے شرع لوگوں کی مجلس میں جانے سے پرہیز دین و دنیا کی بھلائی کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا عام مجلسوں میں مت بیٹھا کرو۔

(مکارم الخرائطی)

فائدہ: شریعت سے آزاد لوگ جن کے نزدیک حلال حرام اور منکرات کی کوئی حیثیت نہ ہو جیسے بازار کی مجلس، چائے خانوں وغیرہ کی مجلس کہ ان میں گناہ ثواب جائز و ناجائز کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی نہ بیٹھے۔ آج اس دور میں مجلسیں ایسی ہی ہوتی ہیں اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

کس کی مجلس اختیار کرے

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اکابرین کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ علماء سے پوچھا کرو۔ بڑے لوگوں سے گفتگو اور خطاب کیا کرو۔ یزید رقاشی کہتے ہیں کہ حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا۔ اے میرے بیٹے علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ اور ان کے قریب مجلس میں رہو۔ مردہ دل حکمت کے نور سے اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح خشک زمین بارش سے۔ (مکارم صفحہ۱۲۷)

فائدہ: بڑوں کی مجلس میں بیٹھنے سے آدمی میں بڑوں کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ نیکوں کی صحبت سے نیکی آتی ہے۔

مجلس میں تقسیم وغیرہ دائیں جانب سے ہو

حضرت معمر انصاری سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ ہمارے گھر تشریف لائے آپ کے ہمراہ ابوبکر اور کچھ دیہاتی بھی تھے میں نے آپ کے لئے بکری کا دودھ دوہا اور اس میں کوئیں کا پانی ملایا۔ وہ دودھ آپ کو پینے کے لئے دیا گیا۔ آپ نے نوش فرمالیا۔ آپ کے بائیں جانب ابوبکر و عمر تشریف فرما تھے۔ اور دائیں جانب ایک دیہاتی تھا۔ تو حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ کے رسول ''ابوبکر'' (یعنی ابوبکر کو دیجئے کہ یہ بڑے ہیں) مگر آپ نے دیہاتی کو دیا۔ اور فرمایا دائیں جانب والا اولاً مستحق

ہے۔اس کے بعد بائیں جانب والا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۶۸۰، بخاری مختصراً جلد ۲ صفحہ ۸۴۰، ابن ماجہ صفحہ ۲۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ پھر اپنے دائیں جانب والے کو دے دیا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۶۸۰)

فائدہ: مجلس کا شرعی ومسنون ادب اور حق یہ ہے کہ تقسیم کا دور دائیں جانب سے چلے۔ گو بائیں جانب کتنے ہی بڑے حضرات کیوں نہ ہوں۔ ہاں دائیں والے کی اجازت سے ایسا ہوسکتا ہے۔ اگر اجازت نہ دیں تو نہیں جیسا کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں دائیں جانب حضرت ابن عباس اور بائیں جانب حضرت خالد تھے۔ آپ کی خدمت میں دودھ لایا گیا۔ (پینے کے بعد دینے کے لئے) آپ نے ابن عباس سے اجازت چاہی کہ تم اجازت دو تو میں حضرت خالد کو پلا دوں۔ اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے کو اپنے علاوہ کسی دوسرے کو ترجیح نہیں دیتا۔ چنانچہ ابن عباس نے (اولاً) لیا اور پھر پیا (اس کے بعد حضرت خالد نے پیا)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں سب سے آخر میں پیتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو کچھ پلا رہے تھے۔ اصحاب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول پہلے آپ نوش فرمالیں آپ نے فرمایا قوم کا ساقی تو آخر میں پیتا ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۶۷۸)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کا ساقی جو پلانے والا ہوتا ہے وہ آخر میں پیتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۵، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۱)

فائدہ: مجلس میں جو صاحب کسی کو کوئی شئے کھلائے یا پلائے تو وہ پہلے ہی اپنا حق نہ وصول کرلے۔ بلکہ بعد میں سب سے آخر میں وصول کرے۔ بالفرض اگر ختم ہو جائے تو صبر کرے۔ خدائے تعالیٰ پھر نوازے گا، اور ثواب الگ پائے گا۔

آپ مجلس میں کتنی مرتبہ استغفار فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک مجلس میں شمار کیا تو آپ سو مرتبہ یہ کلمات فرماتے "رب اغفر لی وتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ"۔ "میرے رب میری مغفرت فرما۔ میری توبہ قبول فرما۔ آپ توبہ قبول فرمانے والے مہربان ہیں۔" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۲، ابن سنی صفحہ ۳۹۸)

مجلس میں اٹھنے سے قبل استغفار فرماتے

عبداللہ بن حضرمی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھتے تو بیس مرتبہ زور سے استغفار (استغفر اللہ)

فرماتے۔ (ابن سنی صفحہ ۴۰۱)

جب مجلس سے اٹھتے تو

حضرت رافع کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تو فرماتے "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ" پھر فرمایا کہ یہ کلمات حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آئے تھے۔

کفارہ مجلس کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں نامناسب باتیں ہو جائیں۔ اٹھنے سے قبل وہ یہ دعائیں پڑھ لیں۔ تو اس مجلس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

"سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ"

ترجمہ: "پاک ہیں اے اللہ آپ قابل تعریف ہیں۔ میں گواہ ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ سے مغفرت چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: آج کل ہم لوگوں کی مجلس عموماً ایسی ہی ہوتی ہیں جو قابل مواخذہ و گرفت امور پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو شرعاً نہ ہونی چاہئے۔ اس لئے درود شریف اور آخر میں یہ دعا پڑھ لینی چاہئے۔ تاکہ مجلس کا کفارہ ہو جائے۔

کسی عارف نے کلام منظوم میں آپ ﷺ کی مجلس کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

حیا صبر حلم و علم کی مجلس امانت کی
نہ شور غل نہ تہمت کی نہ عیبوں کی اشاعت کی
کبھی مجلس میں اپنے پائے اقدس کو نہ پھیلاتے
خدا کا ذکر اٹھتے بیٹھتے ہر وقت فرماتے
جگہ اپنی نہ مجلس میں کوئی مخصوص فرماتے
کنارے بیٹھ جاتے اور یہی لوگوں کو سکھلاتے

(کوثر صفحہ ۵۰)

بیٹھنے کے متعلق آپ ﷺ کے عادات طیبہ کا بیان

دائرہ اور حلقہ بنا کر تشریف فرما ہوتے

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھتے تو حلقہ بنا کر (گول دائرے میں) بیٹھتے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: آپ ﷺ کی مجلس آگے پیچھے بیٹھ کر نہ ہوتی۔ اس میں ایک دوسرے کے پس پشت بیٹھتا ہے۔ اور آپ کو کسی کے پیچھے بیٹھنا پسند نہ تھا۔ اس لئے گول دائرے میں آپ کی مجلس ہوتی۔ چنانچہ آج بھی عرب کی مجلس ایسی ہی ہوتی ہے حرم پاک میں عربوں کی جو مجلس ہوتی ہے وہ اسی طرح گول دائرے میں ہوتی ہے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔ حتی الامکان بیٹھنے میں ایسا ہی حلقہ نما طریقہ اختیار کیا جائے۔ تا کہ سنت کا ثواب ہو۔ اور یہ سنت طریقہ رائج ہو۔

حضرت خالد خزاعی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب اپنے اصحاب میں بیٹھتے تو آپ کے اصحاب آپ کے چاروں طرف ہو جاتے۔ (یعنی حلقہ بنا کر بیٹھتے کسی کے سامنے کسی کا پشت نہ ہوتا)۔
(مطالب علیہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۰)

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان اس طرح حلقہ (گول دائرہ) بنا کر بیٹھتے جس طرح دستر خوان پر (آمنے سامنے) بیٹھا جاتا ہے۔ اور آپ بیچ میں تشریف فرما ہوتے۔ اور گفتگو فرماتے ہوئے کبھی اس جانب رخ اور توجہ فرماتے اور کبھی دوسری جانب رخ اور توجہ فرماتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

حضرت حسن بن الضحاک فرماتے ہیں کہ ہم لوگ بقیع غرقد کسی جنازہ میں تھے تو آپ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ ہم لوگ حلقہ بنا کر ارد گرد بیٹھ گئے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

حبوہ یا گوٹ مار کر بیٹھتے

قیلہ بنت مخرمہ کہتی ہیں کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو مسجد میں حبوہ گوٹ مارے نہایت متواضع بیٹھے

دیکھا۔ میں آپ کے رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۳، ابوداؤد صفحہ ۶۶۶، شمائل صفحہ ۹)

ابوامامہ حارثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تو گوٹ مارے بیٹھتے۔ (حاشیہ الشمائل صفحہ ۱۱۵)

ایاس بن ثعلبہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوٹ مارے پیٹ کو رانوں سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو باندھے بیٹھا کرتے تھے۔ (طبرانی صفحہ ۷۹۴، الشمائل المحمدیہ حاشیہ نمبر ۱۱۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو حبوہ بنا کر بیٹھتے۔ (سبعی الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

اور شمائل میں ہے کہ آپ مسجد میں بیٹھتے تو حبوہ بنا کر بیٹھتے۔ (شمائل صفحہ ۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فناء کعبہ میں حبوہ بنا کر بیٹھے دیکھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: قیلہ بنت مخرمہ کی روایت میں آپ کے بیٹھنے کی تعبیر لفظ القرفصاء سے کی ہے۔ قرفصاء کی مشہور یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے۔ اسی کو (مغربی یوپی) میں گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔

شرح اخلاق النبی میں القرفصاء کے معنی ہیں۔ اکڑوں بیٹھ کر ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھنا جسے گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔

اسی کے ہم معنی لفظ احتباء بھی ہے۔ (دونوں میں فرق یہ ہے کہ احتباء کی صورت میں پیٹھ اور پنڈلیوں کو کپڑے سے باندھا جاتا ہے اور قرفصاء کی صورت میں ہاتھوں کو باندھ لیا جاتا ہے۔ بیٹھنے کی ہیئت اور صورت قریب قریب ایک ہی ہوتی ہے۔ جس صحابی نے آپ کو جس صورت میں دیکھا اسی طرح بیان کر دیا۔

یہ مقصد نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ہیئت اکثر تکان دور کرنے اور کچھ آرام حاصل کرنے کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔ عام نشست وہی ہے۔ جو حق تعالیٰ شانہ نے نماز کے لئے منتخب فرمائی ہے۔ (شرح اخلاق النبی صفحہ ۳۳۲)

حبوہ کی تفصیل خصائل شرح شمائل میں

دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کر کے بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا، لنگی عمامہ وغیرہ اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ کمر اور پنڈلیوں پر لپیٹ جائے۔ یہ ہیئت تواضع اور مسکنت کی نشست ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر ایسے ہی تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرات صحابہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی لیکن یہ مقصود نہیں کہ ہمیشہ ایسے ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ (صفحہ ۱۰۲)

ٹیک لگا کر

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ بائیں جانب تکیہ پر ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۱۵۳)

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر کے سہارے ٹیک لگائے تشریف فرما دیکھا۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: آپ ٹیک لگا کر اور کسی کے سہارے بھی تشریف فرما ہوتے۔ کبھی تکیہ وغیرہ کا کبھی چادر وغیرہ کا سہارا لگا لیا کرتے۔ معلوم ہوا کہ ٹیک لگا کر بیٹھنا بھی طریق مسنون ہے۔ اور کبر کی علامت نہیں کہ حضرات انبیاء کے سارے امور اخلاقیہ ذمیمہ سے پاک ہوتے ہیں۔

مسند اور فرش نہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مجلس میں نہ کبھی مسند لگایا جاتا اور نہ فرش (قالین عمدہ فرش وغیرہ)۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۳۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ شاہوں اور نوابوں کے بیٹھنے کے لئے بڑے بڑے گاؤ تکیے لگائے جاتے ہیں۔ اور ان کے بیٹھنے کی جگہ عام جگہوں سے ممتاز ہوتی ہے۔ قالین یا خاص گدا بچھایا جاتا ہے جس سے اور ان کی جگہ ممتاز ہو جائے۔ آپ کی مجلس میں ایسا نہیں تھا کہ آپ کی مجلس سادہ ہوتی۔ کہ اجنبی کو دھوکا ہو جاتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کون ہے۔ کہ یہ امور کبر اور علو سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ کے برگزیدہ بندے ان امور سے پاک ہوتے ہیں۔

فجر کے بعد چہار زانو بیٹھتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر سے فارغ ہوتے تو سورج کے نکلنے تک چہار زانو بیٹھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۶)

فائدہ: آپ عموماً چہار زانو نہ بیٹھتے۔ البتہ فجر سے فارغ ہونے کے بعد آرام وسہولت، کے لئے چہار زانو بیٹھتے۔ پھر جب سورج نکل کر بلند ہو جاتا تو اشراق کی نماز ادا فرماتے۔

جوتا اتار کر بیٹھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تو جوتا اتار کر بیٹھتے۔

(بیہقی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: مجلس میں جوتا چپل پہنے بیٹھنا نہایت ہی قبیح ہے۔ اس سے پریشانی ہوتی ہے۔ بعض لوگ جوتا چپل پہنے ہی کنارے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ خلاف سنت ہی نہیں مروت و شرافت کے بھی خلاف ہے۔

کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں وعظ

ابورفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ خطبہ دے رہے تھے۔ تو میں نے آپ سے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول ایک مسافر آدمی دین کے متعلق معلومات کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ آپ خطبہ چھوڑ کر ہماری جانب متوجہ ہوئے آپ کے لئے کرسی لائی گئی، میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے۔ اور ہمیں سکھانا شروع کیا، جو خدائے پاک نے آپ کو بتایا تھا۔

(مسلم جلد۱ صفحہ ۲۸۷، نسائی)

ایک دوسری روایت میں ابورفاعہ سے اس طرح منقول ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کرسی پر خطبہ فرمارہے تھے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے پایہ لوہے کے تھے۔ (ابوالشیخ صفحہ ۴۲۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ و تقریر کرنا برا نہیں بلکہ بہتر اور مسنون ہے۔ اس لئے کہ واعظ یا مقرر ذرا اونچی جگہ بیٹھتا ہے تو سب کا مواجہہ ہو جاتا ہے۔ اور سامنا رہنے کی وجہ سے بات سمجھ میں آتی ہے۔ اس لئے کہ متکلم کی بات کان سے سننے کے ساتھ دیکھنا بھی سننے میں زیادہ موثر ہوتا ہے۔ بعض لوگ جہالت کی بنیاد پر اعتراض یا نقد کرتے ہیں یا بہتر نہیں سمجھتے یہ نادانی کی بات ہے۔

خیال رہے کہ وعظ و تقریر کے لئے کرسی کا استعمال آپ نے فرمایا ہے۔ بیٹھنے کے لئے کرسی کا استعمال آپ نے نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ زمین یا فرش پر بیٹھتے۔ محض بیٹھنے کے لئے کرسی کا استعمال جائز ہے۔ مگر سنت طریقہ نہیں ہے۔

زمین پر بیٹھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھتے زمین پر کھاتے۔

(طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ عدی بن حاتم آپ کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گھر بلا لیا۔ آپ زمین ہی پر بیٹھ گئے۔ خادمہ نے تکیہ پیش کیا تو اپنے اور عدی کے درمیان تکیہ رکھ دیا۔ اس پر (زمین ہی پر بیٹھ جانے کی وجہ سے) عدی نے کہا میں سمجھ گیا کہ آپ کوئی بادشاہ نہیں۔ ابن قیم نے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر، چٹائی پر، بستر پر بیٹھ جاتے تھے۔ (جلد۱ صفحہ ۱۷۰)

فائدہ: زمین پر بیٹھنا زمین پر سونا آپ کی عادت طیبہ تھی عموماً کھجور کی چٹائی ہوتی۔ اگر چٹائی نہ ہوتی تب بھی

آپ زمین پر بلا تکلف بیٹھ جاتے۔ کھانا بھی آپ زمین ہی پر کھاتے ٹیبل کرسی تو کیا چار پائی تخت پر بھی نہ کھاتے۔ ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ کے لئے دسترخوان زمین میں بچھایا جاتا۔ آپ زمین پر کھاتے۔ (صفحہ۵۴)

اسی طرح نبوی لیل ونہار میں ہے آپ نے میز کرسی پر بیٹھ کر کبھی کھانا تناول نہیں فرمایا بلکہ زمین پر دستر خوان بچھا دیا جاتا تھا اس پر آپ کھانا تناول فرماتے۔ (صفحہ۴۰۴)

مجلس میں بیٹھے آسمان کی جانب نگاہ

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مجلس میں تشریف فرما کر باتیں کرتے آسمان کی جانب نگاہ فرماتے۔ (بیہقی، سیرۃ الشامی صفحہ۱۵۳)

فائدہ: آسمان کی جانب نگاہ وحی کی آمد وانتظار کی وجہ سے فرماتے۔ یا ملا اعلیٰ کی وجہ سے کہ وہ آسمان پر ہے کبھی کبھی نگاہ فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس نبوی میں عام لوگوں کی طرح بیٹھتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے درمیان اس طرح بیٹھتے کہ کوئی عرب (جو آپ سے متعارف نہ ہوتا) آتا تو پوچھتا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ۱۵۴)

مجلس میں اصحاب کی رعایت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں بیٹھے ہوئے کبھی اپنے اصحاب سے آگے اپنے گھٹنے نہیں بڑھاتے۔ بلکہ اصحاب کے برابر میں رکھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ۲۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے گھٹنے کے پاس بیٹھنے والے سے آگے نہیں نکالتے۔ اور کبھی ایسا ہوتا کہ آپ کے پاس کوئی آکر بیٹھا ہو اور آپ اس کے اٹھ جانے سے پہلے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ کسی نے اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دیا ہو اور آپ نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا یہاں تک کہ وہ خود اپنا ہاتھ چھڑا لیتا۔ (اخلاق النبی صفحہ۳۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں نمایاں اور ممتاز ہونے کو پسند نہ فرماتے تھے۔ حلقہ بنا کر سب کی طرح برابر بیٹھتے گھٹنہ بھی آگے بڑھانا ناپسند نہ فرماتے۔ اور آج کل لوگ ممتاز ہیئت بنا کر بیٹھنا شان سمجھتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ خلاف سنت طریقے سے شان مطلوب نہیں۔ کہ اس سے کبر پیدا ہوتا ہے۔

بدلہ اور قصاص

آپ ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ آپ سے کسی کو کسی درجہ بھی تکلیف پہنچتی تو اس سے فرماتے کہ تم بدلہ لے لو۔ اسی طرح کسی کو کسی مناسب وجہ سے بھی مارتے تو فرماتے تم بھی مجھے مار کر بدلہ لے لو۔ یہ آپ کے کمال تواضع اور احتیاط کی بات تھی۔

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں آیا آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی وہ اس کے پیٹ میں لگ گئی...... آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کا بدلہ لے لو۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا یا بدلہ لو یا معاف کرو۔

حبیب ابن مسلمہ کی روایت میں ہے آپ ﷺ نے ایک اعرابی کو بدلہ لینے کے لئے بلایا۔ جسے غلطی سے آپ سے خراش لگ گیا تھا۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد۔ تم کو جبار اور متکبر بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ تو آپ نے اس دیہاتی کو بلایا اور فرمایا۔ مجھ سے بدلہ لے لو۔ اس نے کہا میں نے معاف کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ میں ہمیشہ معاف کرتا رہوں گا۔ خواہ آپ ہمارے اوپر چڑھ جائیں (یعنی جانی تکلیف پہنچائیں) آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا خیر کی۔ (سبل، حاکم جلد۳ صفحہ ۲۵۸، کنز)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر نے ایک شخص سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں حنین کے موقعہ پر آپ ﷺ سے ٹکرا گیا۔ اور میرے پیر میں ایک موٹا جوتا تھا۔ پس آپ ﷺ کا ایک پیر کچل گیا۔ آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے اس سے مار دیا۔ اور کہا تو نے مجھے تکلیف پہنچا دی۔ (اس کا مجھ پر بڑا اثر اور مارے غم کے) میں رات بھر اپنے پر ملامت کرتا رہا۔ اور کہتا رہا میں نے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچا دی۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو اچانک ایک آدمی آیا اور کہا فلاں کہاں ہے میں نے کہا وہی بات ہے جو کل پیش آئی تھی۔ چنانچہ میں چلا۔ اور بہت ڈر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کل تم نے میرے پیر کو روند ڈالا تھا۔ جس کی وجہ سے میں نے تم کو چھڑی سے مار دیا تھا۔ سو یہ اسّی بھیڑ اس کے بدلہ (کفارہ) میں لے جاؤ۔ (دارمی جلد۱ صفحہ ۳۵)

فائدہ: دیکھا کہ آپ نے باوجودیکہ حقاً مارا تھا۔ مگر پھر اس کی تلافی میں آپ نے اخلاقاً اور اکراماً اسّی بھیڑ دیئے۔ جو آپ کی سخاوت کی ایک نادر مثال ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک شخص

آپ کے پاس آ گیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ اسے لگ گئی۔ اور اس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا بلاؤ اسے وہ مجھ سے بدلہ لے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۲۴)

سواد بن عمر ذکر کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور ایک مرکب مجموعہ خوشبو لگائے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا ورس ہے (ایک رنگین خوشبو دار گھاس ہے) الگ رہو الگ رہو۔ اور آپ کے ہاتھ میں ایک شاخ تھی میرے پیٹ پر مار دیا۔ مجھے تکلیف ہوگئی۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول بدلہ۔ چنانچہ آپ نے اپنا پیٹ کھول دیا۔ میں نے جلدی سے بوسہ لے لیا اور کہا اے اللہ کے رسول مجھے چھوڑ دیجئے۔ میں اسے قیامت کے دن شفاعت کا ذخیرہ بناتا ہوں۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۰۷)

فائدہ: صحابی اہل محبت میں سے تھے۔ موقعہ نکال کر آپ کے جسم اطہر کا بوسہ لے لیا۔ انتقام اور بدل کو کل قیامت کے لئے ذخیرہ بنا دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے میں معاف کرتا ہوں تا کہ قیامت کے دن آپ کی شفاعت حاصل کروں۔ (سبل، مجمع جلد ۶ صفحہ ۲۸۹)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ ﷺ معصوم اور بخشے بخشائے تھے۔ آخرت میں کسی قسم کا مواخذہ آپ سے نہیں ہوگا۔ مگر اس کے باوجود آپ پر خوف وخشیت کا غلبہ تھا۔

اولاً تو آپ ﷺ نے کسی کو بالقصد تکلیف اور اذیت نہیں پہنچائی۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ایسا سابقہ پیش آ گیا تو آپ ﷺ نے احتیاط کے پیش نظر فوراً اسے مکلّف کیا اور مطالبہ کیا کہ اس تکلیف کا بدلہ مجھ سے لے لے۔ اگر کسی کو مارا پیٹا یا چوٹ خراش لگی تو فوراً اپنا جسم بدلہ کے لئے پیش کیا۔ چونکہ صحابہ کرام بھی محبت میں سرشار تھے۔ انہوں نے بدلہ نہیں لیا۔ دل سے معاف کر دیا۔ اور اس معافی کو شفاعت کا ذریعہ خیال کیا۔ یہ واقعات ہمارے لئے باعث سبق وعبرت وتعلیم ہیں کہ ہم بالقصد وارادہ بھی کسی کو تکلیف پہنچاتے ہیں تو نہ تو اس سے بدلہ لینے کو کہتے ہیں نہ معافی مانگتے ہیں معافی تو بعد کی بات ہے اولاً بدلہ لینے کا مطالبہ کرنا چاہئے پھر اسے اختیار ہے کہ خواہ بدلہ لے یا معاف کر دے۔ آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ ہمیں بھی چاہئے کہ بجائے قیامت میں بدل دینے کے دنیا میں بدلہ دے کر معاملہ ختم کر دیں۔

برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے کر معاف کر دیتے

ابوعبیداللہ الجلی نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ گھر میں بااخلاق تھے۔ نہ تو فحش گو تھے۔ اور نہ فحش گوئی کو پسند فرماتے تھے نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور چھوڑ دیتے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

قتل کرنے والے تک کو معاف فرمادیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ سے واپس ہوتے ہوئے دوپہر کا قیلولہ کرنے کے لئے ایک درختوں کے باغ میں رک گئے۔ الگ الگ درختوں کے سائے میں لوگ منتشر ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک ببول کے درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے اور اپنی تلوار درخت میں لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو آواز دی۔ تو کیا دیکھا کہ ایک دیہاتی کھڑا ہے اور آپ نے فرمایا اس نے میرے اوپر میری ہی تلوار سونت لی اور میں سو رہا تھا۔ میں جاگا تو دیکھا میری تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور مجھ سے کہہ رہا تھا تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے میں نے تین مرتبہ کہا اللہ اللہ اللہ (یعنی مجھے اللہ بچا سکتا ہے) پھر آپ نے اسے (چھوڑ دیا) کوئی گرفت نہیں فرمائی اور آپ بیٹھ گئے۔ (بخاری صفحہ ۴۰۷، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۷)

حضرت جعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے کہ میں حاضر تھا آپ کی خدمت میں ایک شخص پیش کیا گیا۔ کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تم مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو تو خدا تجھ کو میرے اوپر قابو نہ دیتا۔ (اور آپ نے معاف فرمادیا)۔ (بیہقی، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۸)

فائدہ: انسانیت کا تقاضا تو یہ تھا کہ سزاءً آپ اسے مار دیتے سخت پٹائی کرتے۔ قید وحبس میں ڈال دیتے۔ کہ ایسا مہلک اقدام آپ پر کیسے کیا۔ مگر قربان جایئے آپ کی رحم دلی اور خلق عظیم کا کہ آپ نے کچھ تعرض نہ کیا اور اسے معاف فرمادیا۔ اسی طرح لبید بن عاصم نے جب آپ پر سحر کر دیا تھا۔ جس کے سحر سے آپ چھ ماہ پریشانی اور تکلیف میں رہے معلوم ہو جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تعرض نہ کیا۔ حتیٰ کہ ناراضگی کے ساتھ اس کا ذکر تک نہ کیا۔ نہ اس کی جانب سے آپ کے چہرہ پر کوئی اثر ظاہر ہوا۔

اسی طرح خیبر کے موقعہ پر ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر آلود گوشت پیش کیا۔ جیسے ہی آپ نے کھایا گوشت کی بوٹی نے اپنا زہر آلود ہونا بیان کر دیا۔ آپ نے فوراً پھینک دیا۔ اور لوگوں سے واقعہ بیان کیا مگر اس پر یہودیہ کو آپ نے زجر وتوبیخ نہیں فرمائی۔ حالانکہ اس کا قتل جائز تھا کہ اس نے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ اسے قتل کیوں نہیں فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اسے معاف فرمادیا ؎

وہ صبر و حلم کا عالم دعا دی دشمن جان کو
نہ اپنے ہاتھ سے مارا کسی انسان و حیوان کو

تکلیف دینے والے کو معاف فرمادیتے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار حضرت سعد

بن عبادہ (کے گھر عیادت کے لئے گئے تو ان) سے فرمایا کہ تم نے نہیں سنا کہ ابوالحباب ابی) نے کیا کہا۔ اس نے ہمیں ایسا ایسا (برا) کہا۔ اس پر حضرت سعد نے کہا۔ اے اللہ کے رسول آپ اسے معاف فرما دیجئے اور درگزر سے کام لیجئے چنانچہ آپ نے اسے معاف فرما دیا۔ راوی کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ اور اصحاب کرام یہود ونصاریٰ کی اذیت آمیز باتوں کو معاف فرما دیا کرتے تھے اس پر اللہ پاک نے یہ آیت اتاری۔ **"فاعفوا واصفحوا الخ"** (اخلاق النبی صفحہ ۷۰)

فَائِدَہ: آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کو کفار مکہ، یہود و نصاریٰ ہر ممکن طرح اذیت پہنچاتے۔ بدکلامی سے پیش آتے۔ آپ اسے معاف فرما دیا کرتے تھے اور اس سے کوئی تعرض نہ فرماتے۔ اور نہ بدلہ لیتے اور نہ دل میں کچھ رکھتے کہ نہ دوسری مرتبہ بعد میں اس کا کوئی منفی اثر ظاہر ہوتا۔ یہ آپ کے وسعت اخلاق کی بات تھی۔

سب کو معاف فرما دیتے

حضرت عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول پاک ﷺ حدود شرعی کے علاوہ تمام مجرموں اور گنہ گاروں کا معاف فرما دیتے تھے۔ (یعنی ان کی معافی بلا دریغ قبول فرما لیتے) البتہ شرعی حد میں رعایت نہ فرماتے جب آپ کے پاس شرعی شرطوں کے ساتھ آ جاتا تو اسے نافذ فرماتے تا کہ اللہ کے حدود پامال نہ ہوں۔ اس لئے آپ اس میں معافی و رعایت نہ فرماتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۸)

فَائِدَہ: شرعی حدود میں نہ معافی ہے نہ سفارش۔

گرفت فرمانے کی عادت نہیں

مہاجرام سلمہ کے غلام کہتے ہیں کہ میں نے کئی سال آپ ﷺ کی خدمت کی مگر کبھی آپ نے جس کو میں نے کہا آپ نے نہیں فرمایا کہ کیوں کہا۔ اور کسی کام کو نہیں کیا تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کیوں نہیں کیا۔

(طبرانی مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ۱۶)

فَائِدَہ: یعنی کرنے یا نہ کرنے پر گرفت نہیں فرماتے تھے بلکہ برداشت کر لیتے تھے۔

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی۔ کبھی آپ نے اف نہیں فرمایا۔ اور نہ یہ فرمایا کہ کیوں کیا۔ اور نہ یہ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کیا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۹۲)

فَائِدَہ: یعنی آپ ﷺ نے کرنے اور نہ کرنے پر زجر و توبیخ اور گرفت نہیں فرمائی بلکہ مسامحت اور ملاطفت سے کام لیا۔

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ شریعت کے امور لازمہ کے بارے میں یہ بات نہیں تھی اس میں تو آپ نہ کرنے پر گرفت فرماتے۔ کہ اس میں مسامحت درست نہیں۔ (فتح الباری جلد۱۰ صفحہ۴۶۰)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی کبھی آپ نے اف نہیں فرمایا۔ (یعنی ڈانٹا نہیں) اور نہ کسی چیز کے کرنے پر فرمایا کیوں کیا۔ اور نہ کرنے پر بھی کیوں نہیں کیا، نہیں فرمایا۔ (دلائل جلد۱ صفحہ۳۱۲، مسلم)

حدود کے علاوہ جرموں کو آپ ﷺ عموماً معاف فرمادیتے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے پاس عموماً جو جرم اور غلطیاں پیش ہوتیں آپ معاف فرمادیتے، سوائے حدود کے۔ (کہ آپ اسے ہرگز نہ معاف کرتے نہ سفارش قبول کرتے بلکہ اسے نافذ فرماتے)۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۹۳، مکارم الخرائطی صفحہ۳۸۵)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول پاک ﷺ کے پاس قصاص حدود کے علاوہ جو بھی (مجرم) پیش کیا جاتا آپ اسے معاف فرمادیتے۔ (ابوداؤد صفحہ۶۱۸)

اپنا انتقام کسی سے نہیں لیا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی ذات کا کسی سے انتقام اور بدلہ نہیں

لیا۔ ہاں اللہ کے حدود میں سے کسی حد کو پامال کیا تو آپ اس سے انتقام لیتے۔ یعنی اللہ کے احکام کو جاری کرتے ہوئے سزا دیتے۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ چوری، زنا قتل وغیرہ کا شرعی ثبوت ہو جاتا تو پھر حدود کے نافذ کرنے میں کوئی رعایت نہ فرماتے۔ معافی معذرت قبول نہ فرماتے۔

اس کے برخلاف اگر آپ کو تکلیف واذیت کوئی دیتا۔ ظلم کرتا تو آپ بدلہ نہ لیتے بلکہ معاف فرما دیتے۔

لعن طعن کی عادت نہیں

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہ کسی کو گالی دیتے تھے نہ لعن طعن فرماتے تھے۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۳۱۴)

لعن طعن والے شفاعت سے محروم

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ لعن طعن کرنے والے کی نہ قیامت کے دن شہادت دیں گے، نہ شفاعت کریں گے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۰۲)

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا جو لوگ لعن طعن کرتے ہیں خود لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔
(ادب مفرد صفحہ ۱۰۲)

صبر

آپ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر بہت زیادہ صبر فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے تھے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۸)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے (خلاف مزاج باتوں اور امور کو) برداشت کرنے والے تھے۔ اور (تکالیف و مشقت پر) صبر کرنے والے اور غصہ کو پی جانے والے تھے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۶۹)

صبر و مدارات کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ پر موٹے کنارے والی نجرانی چادر تھی آپ کو ایک دیہاتی نے پکڑا۔ اور چادر کو پکڑ کر آپ کو خوب زور سے کھینچا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ چادر کے موٹے کنارے کا آپ کی گردن پر (زور سے کھینچنے کی وجہ سے) نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا اے محمد جو مال اللہ کا آپ کے پاس ہے، مجھے دے دیجئے، آپ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا (بجائے ڈانٹ ڈپٹ کے) اور اسے دینے کا حکم دے دیا۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۳۷، ابوداؤد، سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۱۰)

فائدہ: اس نے آپ کے ساتھ بے ادبی کی، گستاخی کی لیکن آپ نے بجائے ڈانٹنے کے صبر ہی نہیں کیا بلکہ جو مانگا آپ نے اسے دے دیا۔ سوال کو بھی پورا کر دیا۔ اس قسم کے بے شمار واقعات آپ سے متعلق ہیں۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال تقسیم فرمایا۔ تو ایک شخص نے آپ کو کہا اس تقسیم سے خدا کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ (بلکہ تعلقات اور احباب کی رعایت کر کے ان کو خوب دیا گیا ہے) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس واقعہ کی اطلاع کی۔ آپ بہت سخت غصہ ہوئے آپ کا چہرہ لال ہو گیا۔ یہاں تک کہ میں تمنا کرنے لگ گیا کہ کاش میں ذکر نہ کرتا۔ آپ نے صبر فرمایا اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجھ سے زائد تکلیف دی گئی۔ (یعنی اسی طرح ان کو بھی پریشان اور ان پر اعتراض کیا گیا) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپسی پر جعرانہ میں تھے۔ حضرت بلال کے کپڑے میں چاندی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لئے ہوئے اسے تقسیم فرما رہے تھے۔ پس اس نے کہا اے محمد انصاف کرو۔ آپ نے

فرمایا افسوس ہے تم پر میں جب انصاف نہ کروں گا تو پھر کون تم سے انصاف کرے گا۔ اگر میں نے انصاف نہ کیا تو میں سخت گھاٹے اور خسارہ میں رہوں گا حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا چھوڑ دیجئے اے اللہ کے رسول میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے کہا معاذ اللہ لوگ کہیں گے کہ یہ اپنے اصحاب کو قتل کر دیتے ہیں۔ (اور آپ نے ان کو معاف فرما دیا)۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۴۰)

فَائِدَۃ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان لوگوں کے اعتراض کو سنا اور متواضعانہ جواب دے کر کہا کہ جب خدا کا رسول انصاف نہ کرے گا تو کون انصاف کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو اس کی ذات کے بارے میں کچھ طعن کیا جائے تو برداشت کرے۔

عموماً اہل عہدہ اور ارباب انتظام جب کوئی بات جس میں نقد وغیرہ ہو سن کر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں غیظ وغضب میں مبتلا ہو کر بسا اوقات انتقامی جذبہ سے پیش آتے ہیں۔ جو جابرانہ مزاج سے متعلق ہے۔ حضرات انبیاء کی شان برگزیدہ بندوں کی پہچان ہے کہ متواضعانہ جواب دے کر صرفِ نظر کرے اور کسی قسم کا کوئی انتقام نہ لے۔ کیا خوب ترجمانی کی کسی شاعر عارف نے ؎

وہ صبر حلم کا عالم دعا دی دشمن جان کو
نہ اپنے ہاتھ سے مارا کسی انسان و حیوان کو
تحمل اجنبی کی ناروا باتوں کا فرماتے
کہ بے تہذیبوں گستاخیوں کو ضبط کر جاتے
خلاف طبع باتوں سے تغافل کر لیا کرتے
نہ باتوں کی پکڑ کرتے نہ شرمندہ کیا کرتے

(کوثر و زمزم صفحہ ۴۹)

اہل خانہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ

ازواج مطہرات کو گھریلو کھیل کی اجازت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں گھر میں لڑکیوں کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تو وہ سب چھپ جاتی تھیں۔ تو آپ ان کو پکڑ کر میرے پاس لاتے تھے۔ تو وہ میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۹۸۲، مشکوٰۃ صفحہ۲۸۰، بخاری مسلم)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے مزاج کی رعایت فرماتے۔ ان کی خوشی اور مسرت کے امور کو ملحوظ رکھتے۔ بے تکلف رہتے۔ جابر قاہر کی طرح نہ رہتے۔ انس اور الفت کا لحاظ فرماتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مسابقت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں میں آپ کے ساتھ تھی۔ تو میرے اور آپ کے درمیان دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ تو میں آگے بڑھ گئی۔ (جیت گئی آپ ہار گئے) پھر جب میرا بدن بھاری ہوگیا اور آپ سے پھر دوڑ کا مقابلہ ہوا تو آپ مجھ پر بازی لے گئے۔ اور فرمایا یہ اس کا بدلہ ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ۲۸۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تلطف اور انس کے طور پر ایسا کیا۔ یہ علامت ہے محبت اور بے تکلفی کی جو آدمی گھر آتے ہی شیر بن جاتا ہو۔ ڈانٹ ڈپٹ کا سلسلہ شروع کر دیتا۔ حاکمانہ جابرانہ برتاؤ کرتا۔ وہ ایسے بے تکلفی کا برتاؤ کہاں کر سکتا ہے۔ عورتوں کے ساتھ نوکرانی جیسا برتاؤ کرنے والوں کو یہ کہاں نصیب۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جس سے اس کو انس ہو وحشت نہ ہو۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے اس قدر ڈھیل دے کہ بد اخلاق ہو جائے۔

کامل کون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان میں کامل وہ ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں، اور وہ اپنے اہل اور ازواج میں شفیق و مہربان ہو۔ (مشکوٰۃ، ترمذی صفحہ۲۸۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں میں بہتر ہو۔ اور میں تم لوگوں کے لئے بہتر ہوں۔ (ترغیب صفحہ۴۹)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ تم میں بہتر وہ ہے جو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۹۷۸)

فائدہ: کمال ایمان اور کمال اخلاق میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے ماتحتوں سے خوش اخلاقی اور نرمی برتے۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ باہر کے لوگوں سے بہت اخلاق اور سنجیدگی سے پیش آتے ہیں اور گھر میں بیوی اور بچیوں کے لئے شیر اور چیتا بن جاتے ہیں۔ ڈانٹ ڈپٹ تیز کلامی سے ہی پیش آتے ہیں۔ یہ نہایت ہی مذموم اور قبیح عادت ہے۔ ہمیشہ ایسا برتاؤ اور مزاج گھر کے نظام کو بگاڑ دیتا ہے۔

اہل سے مزاحیہ باتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک یا حنین تشریف لائے تو طاقچہ میں پردہ دیکھا۔ ہوا چلنے سے پردہ ہٹ گیا تو حضرت عائشہ کا کھلونا نظر آ گیا۔ تو آپ نے پوچھا اے عائشہ یہ کیا ہے۔ کہا گڑیا، اس کے درمیان گھوڑا دیکھا جس کے دو کاغذ کے پر یا بازو بنے تھے۔ تو آپ نے پوچھا اے عائشہ یہ اس کے درمیان کیا ہے۔ کہا گھوڑا ہے۔ پیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا یہ کیا ہے۔ کہا دو پیر گھوڑے کے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے گھوڑے کے دو بازو۔ حضرت عائشہ نے کہا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑنے کے پر تھے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ آپ کو ہنسی آ گئی یہاں تک کہ دانت نظر آ گئے۔

(مشکوٰۃ: صفحہ ۲۸۲، ابوداؤد)

فائدہ: آپ اہل وعیال سے مزاحیہ باتیں بھی فرماتے۔ تاکہ انس ومحبت آپس میں اچھی طرح قائم رہے۔ حسن معاشرت میں ایسی چیزیں بہت معین ہوتی ہیں۔ اور آپس میں خوشگوار تعلقات رہتے ہیں۔

ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ حج کرایا

حضرت صفیہ بنت حی کہتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج مطہرات کو اپنے ساتھ حج کرایا۔

(مجمع جلد ۴ صفحہ ۳۲۳، مسند احمد، جلد ۶ صفحہ ۳۳۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تلطف وثواب باوجودیکہ فرض نہیں تھا کرا دیا۔ تاکہ اسلام کا عظیم ترین رکن اور خدائے پاک کے تقرب کا باعث عظیم جو مالی جانی عبادت سے مرکب ہے۔ آپ کی صحبت وموجودگی میں ادا ہو جائے۔ اور اس ثواب عظیم کا شوق پورا ہو جائے۔ عورت کا حج شوہر کے ساتھ بہتر طور پر ادا ہوتا ہے۔ نفس اور نگاہ دونوں سے حفاظت رہتی ہے۔ اس لئے وسعت ہو تو شوہر کے ساتھ حج کرے یا کرا دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج عورتوں کا جہاد قرار دیا ہے۔ (کذا فی، ابن ماجہ صفحہ ۲۰۸)

دنیا کی تین چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا کی تین چیزیں محبوب ہیں: (۱) عورت (۲) خوشبو (۳) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (نسائی، سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ۴۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں محبوب تھیں۔ طعام، عورت، خوشبو دو کو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پا لیا۔ عورت و خوشبو مگر کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ پا سکے۔

(مسند احمد، سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ۶۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کھانے کی سہولت نہ ہوسکی دونوں وقت کھانے کی نوبت نہ آسکی۔ بسا اوقات کئی کئی ماہ تک صرف کھجور پانی پر گزارا ہو جاتا تھا۔

عصر کے بعد بیویوں کے پاس جاتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات کے پاس عصر کے بعد تشریف لے جاتے اور ان کے قریب ہوتے۔ (اٹھتے بیٹھتے باتیں فرماتے)۔ (بخاری، مسلم، سبل جلد۹ صفحہ۶۶)

ہر دن صبح و شام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دن صبح و شام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور ان کو خود سلام فرمایا کرتے تھے۔ (اتحاف المہرہ جلد۴ صفحہ۵۱۸)

فائدہ: ربط اور محبت اور گھریلو دیکھ بھال، کس چیز کی ضرورت ہے کون آیا کون گیا۔ ان امور کے لئے آپ دونوں وقت ان کے پاس تشریف لے جاتے۔ بسا اوقات ان ازواج مطہرات کے پاس دوسری عورتیں مسائل شرعیہ معلوم کرنے آتیں۔ تو وہ آپ کی آمد کی منتظر رہتی تھیں۔ اس لئے آپ تشریف لے جاتے تھے۔ باقی اوقات عامۃ الناس میں دینی امور میں مشغول رہتے تھے۔

آپ گھر میں اہل خانہ کے ساتھ کس طرح رہتے

عمرو نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ جب گھر میں تشریف لے جاتے تو اہل خانہ کے ساتھ کس طرح رہتے۔ تو حضرت عائشہ نے کہا۔ آپ عام آدمی کی طرح رہتے۔ ہاں مگر آپ بہت کریم تھے۔ اور اخلاق کے اعتبار سے بہت عمدہ۔ ہنستے مسکراتے رہتے تھے۔ (الخرائطی صفحہ)

عبداللہ الجدلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ اپنے اہل خانہ میں کس طرح رہتے تھے۔ تو انہوں نے کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے عمدہ اخلاق کے حامل تھے۔ نہ فحش بات بولتے نہ پسند

کرتے۔ نہ بازار میں آواز بلند فرماتے۔ نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے۔ معاف اور درگزر فرماتے۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ حد درجہ عورتوں کی رعایت فرماتے ان کو ڈانٹ ڈپٹ جھڑکتے نہیں تھے۔ عورتیں تکلیف دہ برتاؤ کرتیں تو آپ درگزر فرماتے۔ اس کا بدلہ نہ لیتے کہ تم نے ایسا کہا اور کیا تو میں نے بھی ایسا کیا اور کہا۔ جیسا کہ عام لوگوں کا مزاج ہے۔

اہل خانہ پر بڑے شفیق اور مہربان تھے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے اہل وعیال میں بڑے شفیق و مہربان تھے۔

(المطالب العالیہ جلد۴ صفحہ ۲۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ان کی ضرورتوں کا۔ راحت و آرام کا خیال فرماتے۔ ڈانٹ ڈپٹ سختی جھڑک یا مار پیٹ نہ فرماتے۔ جیسا کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے۔ گھر والوں پر سخت، باہر والوں پر نرم ایسے نہیں تھے۔ ہاں اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض واجبات میں بھی نرمی اور تساہل برتتے۔ بلکہ اس میں مناسب طور سے سختی برتتے۔

اہل خانہ کے ساتھ برتاؤ

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہ کبھی کسی خادم و نوکر کو مارا نہ کبھی کسی بیوی کو اپنے ہاتھ سے کسی کو آپ نے نہیں مارا۔ ہاں مگر جہاد میں۔ (ابن سعد صفحہ ۳۶۷)

فائدہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بڑے رحم دل شفیق مہربان تھے۔ نرمی سنجیدگی عفو درگزر کے پیکر تھے۔ آپ نے اپنے دشمنوں کو نہیں مارا۔ اپنے خادموں کو نوکروں کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کیا۔ تو ازواج مطہرات کو کیا مارتے کہ ازواج مطہرات بھی صالحات اور مطیع فرمانبردار تھیں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مزاج و منشاء کی رعایت کرنے والی تھیں۔ دنیا اور عیش کی زندگی کو چھوڑ کر فاقہ اور غربت کی زندگی کو اختیار کر کے آپ کی زوجیت پر نازاں تھیں۔ مہینہ مہینہ گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا مگر کسی کو شکایت نہیں۔ صابرہ شاکرہ عابدہ تھیں۔

اپنی بیویوں کا نفقہ سال بھر کا ادا کرتے

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خیبر کی جائداد سے اپنے ازواج مطہرات کو سال بھر کا نفقہ ایک سو اسی واسق کھجور دیا کرتے تھے۔ اور بیس وسق جو دیا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے عہد میں اختیار دے دیا تھا کہ خواہ پیداوار لیں یا زمین لیں۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۰۶، مسلم، ابوداؤد)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے مال میں سے ایک سال کا نفقہ اپنی بیویوں کو ادا فرما دیتے۔ (مسند احمد جلد۱ صفحہ ۲۰۸)

فَائِدَہ: گھریلو نظم اور سہولت کے پیش نظر آپ ﷺ سال بھر کا نفقہ ادا کر دیا کرتے تھے۔ حضرات ازواج مطہرات حسب خواہش خرچ کرتیں۔ اور زیادہ تر تو راہ خدا میں خرچ کر دیتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سہولت کے لئے سالانہ یا ماہانہ انتظام کرنا توکل کے منافی نہیں۔ چونکہ آپ سے زیادہ کون متوکل ہو سکتا ہے۔

کسی کو شکایت کا موقع نہ دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ سفر فرماتے تو اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۷۸۴)

فَائِدَہ: سفر میں اپنی سہولت کے لئے جس بیوی کو آپ چاہتے اپنی سہولت کے پیش نظر لے جا سکتے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے قرعہ اندازی فرما کر جس کا نام نکلتا اسے لے جاتے۔ آپ اس لئے ایسا کرتے تا کہ کسی کو شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ یہ حسن معاشرت کی بات ہے۔ خیال رہے کہ ایسے امور میں جہاں کسی کا حق متعین طور پر نہ ہو۔ اور سب کو نہیں مل سکتا تو قرعہ کے ذریعہ مسئلہ کا حل نکالنا چاہئے تا کہ شکایت کا موقعہ نہ ملے۔

گھر والوں پر نرم مزاجی

حضرت عمرو نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ گھر میں کس طرح رہتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم مزاج اور سب سے زیادہ خوش اخلاق تھے۔ انسانوں میں سے ایک انسان تھے ہاں مگر یہ کہ ہنستے مسکراتے رہتے تھے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۶۵)

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نرم مہربان ہے۔ اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرمی پر وہ بخشش فرماتا ہے۔ جو سختی پر نہیں فرماتا۔ (مکارم اخلاق صفحہ ۳۲۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب خدائے پاک کسی گھر والے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان میں نرمی داخل فرما دیتا ہے۔ (مکارم صفحہ، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۷۱)

یعنی شدت اور سختی کی وجہ سے جو ایک دوسرے سے الفت نہیں ہوتی جس سے نظام خانہ فاسد اور خراب رہتا ہے۔ نرمی سے اس کی نوبت نہیں آتی۔

اہل خانہ کی رعایت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بڑے نرم دل نرم خو تھے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسی چیز کو پسند فرماتیں۔ تو آپ ان کا کہا نہ ٹالتے۔ (بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ نہ ہو)۔

(اخلاق النبی صفحہ ۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گھریلو اور معاشرتی امور میں آپ ان کی رعایت فرماتے۔ یہ مطلب نہیں کہ آج کل کی طرح ہر جائز و ناجائز امور میں بیگم کی رعایت فرماتے۔

مرحومہ زوجہ کی رعایت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی کچھ (ہدیہ وغیرہ لاتا) تو آپ فرماتے جاؤ اسے فلاں عورت کی طرف لے جاؤ۔ وہ خدیجہ کی سہیلن ساتھی ہے۔ خدیجہ کو ان سے بہت محبت تھی۔ (حاکم، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۸۷)

فائدہ: جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی رعایت فرماتے اسی طرح اپنی محبوب زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کا بھی خیال فرماتے۔ یہ آپ کے کمال محبت اور وسعت اخلاق کی دلیل ہے۔

بیویوں کے پاس تشریف لاتے تو خود سلام کرتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح کو اپنے ازواج کے پاس تشریف لاتے۔ تو ان کو سلام فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۱۹)

فائدہ: یعنی اپنی بیویوں کے گھر آتے تو خود اولاً سلام فرماتے۔ ایسا نہیں کہ ان کے سلام کا انتظار فرماتے۔ ہمارے ماحول میں شوہر کا بیوی کو سلام کرنا کم رائج ہے عورتیں ہی اولاً ان کو سلام کرتی ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رات میں بھی ان سے اولاً فرماتے۔ یہی سنت ہے۔

سوکنوں کی باتوں کو برداشت فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بیوی کے پاس تھے کسی دوسری بیوی نے آپ کی خدمت میں ایک پلیٹ بھیجی جس میں کھانا تھا۔ اس بیوی نے خادم کے ہاتھ میں ایسا مارا کہ وہ پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور کھانا بکھر گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ٹکڑے کو سمیٹنے لگے اور وہ کھانا جو گر گیا تھا سمیٹنے لگے۔

(بخاری صفحہ ۷۸۷، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیوی کو جس نے ہاتھ مار کر خادم کے ہاتھ سے پیالہ گرا دیا، کچھ زجر و توبیخ نہیں فرمائی اور نہ ڈانٹا ڈپٹا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسروں کو نرم مزاجی کی وجہ سے نہیں ڈانٹتے تو ازواج مطہرات کو کیا ڈانٹ ڈپٹ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوکنوں کی ان باتوں کو برداشت فرماتے کہ اس کا تعلق غیرت سے ہے۔ اور غیرت کی وجہ سے ایسی باتیں ہو جاتیں ہیں جسے آپ وسعت اخلاق کی وجہ سے برداشت فرما لیتے۔

اہل و عیال کے ساتھ مزاح اور قصہ گوئی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک رات نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد بیویوں کو

قصہ سنایا تو ایک عورت نے کہا کہ یہ قصہ (حیرت اور تعجب میں) بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے۔ خرافہ بنو عذرہ (ایک قبیلہ کا نام ہے) کا ایک شخص تھا جنات اسے پکڑ لے گئے۔ ایک عرصہ تک جناتوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ دیا۔ پس وہ لوگوں سے وہاں کے عجائبات بیان کیا کرتا۔ پس لوگ ایسے قصوں کو قصہ خرافہ کہنے لگے۔ (مسند احمد، شمائل صفحہ ۱۸، بزار صفحہ ۲۴۷۵)

فائدہ: آپ ﷺ کبھی بیویوں کے سامنے قصے اور واقعات سناتے اسی میں یہ بھی ہے۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ گھر میں بیوی بچوں سے اس قسم کی باتوں کا ذکر کرنا ان سے خوش طبعی کرنا مذموم نہیں بلکہ حسن معاشرت میں داخل ہے۔ آپ ﷺ کے قصے اور واقعات نصیحت حکمت پر مبنی ہوتے تھے۔

گھر کے اوقات تین حصوں میں تقسیم فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو وقت کو تین حصے میں تقسیم فرمالیتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے (یعنی عبادت خداوندی تہجد ذکر و استغفار کے لئے) ایک حصہ اپنے لئے (اپنی ازواج مطہرات کے لئے)۔ ایک حصہ لوگوں کے لئے۔ پس عوام وخواص سب آتے۔ (اور اس کی ضرورت پوری فرماتے گفتگو فرماتے)۔ (مختصراً بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: آپ ﷺ اوقات کو تقسیم فرمالیا کرتے تھے۔ اس سے نظم اور کام میں سہولت ہوتی ہے۔ برکت ہوتی ہے۔ پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ ہر کام اپنے وقت پر سہولت اور عافیت سے ہو جاتا ہے۔ جو لوگ تقسیم اوقات اور نظم سے کام کرتے ہیں ان کا کام بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور دقت اور پریشانی بھی نہیں ہوتی۔ جن کے پاس مختلف کام اور ذمہ داری ہو وہ تقسیم اوقات سے کام کریں اور اس میں خدا کی عبادت ذکر تلاوت کے لئے وقت فارغ کر لیں اس سے دونوں امور اچھی طرح انجام پاسکیں گے۔

گھریلو کام خود انجام دینا

اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے۔ (یعنی گھر میں جب رہتے تو کیا مصروفیات رہتی تھیں) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا گھریلو کام میں شریک رہتے تھے۔ اور جب نماز کا وقت ہو جاتا تو فوراً نماز کے لئے تشریف لے آتے۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۸۹۲، ادب مفرد صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح میں دیگر احادیث پیش کی ہیں۔ جس سے گھریلو کام کی مصروفیات واضح ہوتی ہیں۔ مسند احمد اور صحیح بن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ گھر میں کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کپڑے سی لیتے۔ جوتے گانٹھ لیتے۔ عام طور پر

جو کام آدمی اپنے گھر میں کرتا آپ کر لیتے تھے۔ مسند احمد کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جوتے گانٹھ لیتے۔ کپڑے سی لیتے۔ ڈول بھر لاتے (یعنی پانی سے) حافظ نے بیان کیا کہ حضرات انبیاء کرام کی شان تواضع کی ہوتی ہے اس لئے وہ ان امور کو انجام دیتے ہیں۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۴۶۱)

اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے ان معمولی کام کو شان کے خلاف نہ سمجھتے۔ حضرات انبیاء کرام سے زیادہ کس کی شان بلند ہو سکتی ہے۔ گھر میں فراغت پر گھریلو کام میں شریک ہو جائے۔

یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ "خدمت الرجل فی اهله" جس سے مقصد یہ ہے کہ آدمی کا گھر میں گھریلو کام میں لگنا انبیاء علیہم السلام کے عادات میں سے ہے جو محبوب اور مشروع ہے۔

گھر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہونے کی تاکید اور فضائل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس گھر میں داخل ہوتو گھر والوں کو سلام کرو۔ گھر کی بھلائی میں اضافہ ہوگا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۹)

سعید بن مسیب کی روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے بیٹے جب تم اپنے گھر میں داخل ہوتو سلام کرو۔ یہ تمہارے اور تمہارے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۹۹)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گھر میں داخل ہوتو سلام کرو۔ اور جب گھر سے نکلوتو سلام کے ساتھ نکلو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹)

سلام سے شیطان سے حفاظت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوتو اہل خانہ کو سلام کرو۔ جب تم سلام کرو گے تو شیطان تمہارے گھر میں داخل نہ ہوگا۔ (مکارم الخرائطی صفحہ ۸۱۶)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت ہے کہ سلام کی برکت سے شیطان کے ضرر سے گھر محفوظ ہو جاتا ہے۔ آج عموماً گھروں میں شیطانی اثرات کی شکایت ہے۔ یہ اس کا حل ہے۔ اس میں حفاظت بھی ہے برکت بھی ہے۔

گھر میں سلام کرتے ہوئے جانے سے خدا کی حفاظت میں

حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین شخص خدا کی حفاظت اور ضمان میں ہوتے ہیں (اس میں ایک شخص وہ ہے) جو گھر میں داخل ہوتا ہے تو سلام کر کے داخل ہوتا ہے۔ تو یہ بھی خدا کی حفاظت میں ہو جاتا ہے (مختصراً)۔ (ابوداؤد جلد۱ صفحہ ۳۷۶، حاکم جلد۲ صفحہ ۷۳)

فائدہ: سلام کی برکت سے جو دعاء حفظ و عافیت ہے گھر کے مکارہ اور پریشانیوں سے خدا کی حفاظت میں آ جاتا ہے۔

ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ گھر میں (سفر سے آکر) اچانک نہ داخل ہو جاتے۔ بلکہ ان کے علم میں ڈال دیتے۔

آپ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو اہل خانہ کو سلام فرماتے۔ آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو کبھی کھانے کے متعلق سوال کرتے ہوئے فرماتے کچھ کھانے کو ہے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ آپ خاموش رہتے یہاں تک کہ آپ کے سامنے آسانی سے جو میسر ہوتا پیش کر دیا جاتا۔ گھر میں جاتے ہوئے ذکر کرتے ہوئے جاتے اور فرماتے کہ اس صورت میں شیطان کا دخل نہیں ہوتا۔ (زادالمعاد جلد۲ صفحہ۲۰)

گھر میں داخل ہوتے تو کیا دعا پڑھتے

ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے پھر سلام فرماتے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا" "اے اللہ اچھے داخلہ اور اچھے نکلنے کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ کے نام سے داخل ہونا اور نکلنا ہے۔" الخ۔ (حصین صفحہ۱۳۴، ابوداؤد جلد۲ صفحہ۶۹۵)

گھر میں ذکر کرتا ہوا جائے اور ذکر کرے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان سنا کہ جب تم میں سے کوئی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور خدا کا ذکر کرتا ہے اور کھانے کے وقت ذکر کرتا ہے۔ (یعنی بسم اللہ پڑھتا ہے) تو شیطان کہتا ہے نہ رات گزارنے کی جگہ ملے گی اور نہ کھانا ملے گا۔ اور جب داخل ہوتا ہے اور ذکر خدا نہیں کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے رات گزارنے کی جگہ ملے گی اور اگر کھانے کے وقت بھی خدا کا نام نہیں لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے رات گزارنے کی جگہ بھی ملے گی اور کھانا بھی ملے گا۔ (مسلم شریف جلد۲ صفحہ۱۷۲، ابوداؤد صفحہ۵۲۸)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان خدا کے ذکر کی وجہ سے قدرت نہیں پاتا۔ اگر گھر میں خدا کا نام لیا جائے تو گھر پر اور کھانے پر لیا جائے تو کھانے پر قدرت نہیں پاتا۔ خدا کے ذکر کی کتنی بڑی برکت ہے۔ بلا ذکر خدا کے جب گھر میں داخل ہوگا تو شیطان بھی اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جائے گا۔ خود بھی داخل ہوتا ہے اور دوسرے شیاطین کو بھی دعوت دیتا ہے۔ (شرح مسلم صفحہ۱۷۲)

خیال رہے کہ ذکر سے مراد عام ذکر بھی ہے اور داخل ہونے کی دعا بھی مراد ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ گھر میں داخل ہونے کے وقت اور کھانے کے وقت ذکر اللہ مستحب ہے۔ (شرح مسلم جلد۲ صفحہ۱۷۲)

احباب اور رفقاء کے ساتھ کس طرح رہتے

احباب اور رفقاء کی رعایت

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو سے زائد مرتبہ بیٹھا ہوں گا۔ آپ کے رفقاء ہم مجلس مسجد میں اشعار پڑھتے تھے۔ اور کچھ جاہلیت کے زمانہ کی باتیں بھی کر لیتے تھے۔ آپ مسکراتے رہتے تھے۔ (یعنی ان کی رعایت میں رد اور منع نہ فرماتے تھے)۔ (ابن سعد صفحہ ۳۷۲)

سماک بن حرب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تم حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ (اور آپ کی مجلس کا حال بیان کیا) آپ طویل خاموش رہتے۔ رفقاء اشعار پڑھتے۔ اور جاہلیت کے زمانہ کی باتیں کرتے اور ہنستے تو آپ مسکرا دیتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۲)

کسی کے کہنے پر سفارش فرما دیتے

حضرت بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل بڑے سخی خوبصورت، خوب سیرت جوان تھے۔ کوئی سوال کرتا تو اسے واپس نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ قرض نے سارا مال سمیٹ لیا۔ انہوں نے آپ سے گفتگو کی آپ قرض خواہ سے سفارش فرما دیں، چنانچہ آپ نے قرض خواہ سے گفتگو کی۔ (طبرانی، سبل جلد ۹ صفحہ ۳۷۳)

فائدہ: کوئی ضرورت مند کسی ضرورت سے سفارش کو کہے تو اس کی درخواست قبول کر کے سفارش کر دے۔ کہ اس کا بہت ثواب ہے۔

سفارش کا حکم

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سفارش کر دیا کرو۔ ثواب پاؤ گے۔ میں کسی کام کو دیر سے کرتا ہوں تا کہ تم سفارش کرو اور اس کا ثواب پاؤ۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۷۳)

احباب کے ساتھ کام میں شریک ہونا

محدث طبری نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہم لوگوں کے ساتھ) سفر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ ایک بکری کے ذبح کا انتظام کریں۔ چنانچہ احباب میں سے ایک نے کہا۔ میرے ذمہ ذبح کرنا ہے، اے اللہ کے رسول۔ دوسرے نے کہا اے اللہ کے رسول میرے ذمہ کھال کھینچنی ہے۔ کسی نے کہا اے اللہ کے رسول

میرے ذمہ پکانا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ذمہ لکڑیوں کا (جنگل سے) جمع کرنا ہے۔ اس پر اصحاب نے فرمایا اے اللہ کے رسول ہم سب کام کے لئے کافی ہیں۔ (یعنی آپ نہ کریں) اس پر آپ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ آپ لوگ کافی ہیں مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم میں امتیازی شان نمایاں کروں۔ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ پسند نہیں جو اپنے رفقاء کے درمیان امتیازی شان اختیار کرے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۳)

فائدہ: اس حدیث پاک سے چند اہم فائدے معلوم ہوئے۔

❶ آدمی کو چاہئے کہ کام میں خود پیش قدمی کرے، دوسروں کے کہنے اور حکم کا انتظار نہ کرے۔ دیکھئے حضرات صحابہ نے خود اپنے ذمہ کام لیا۔

❷ احباب میں مل کر کام کرنا اور تقسیم کار کرنا۔ اور قائد رہنما، بزرگ کا شریک ہونا وقار اور شرافت کے خلاف نہیں۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ احباب و رفقاء کے ساتھ کام میں شریک ہونا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ الگ بیٹھ کر حکومت اور بڑھوتری ظاہر کرتے ہیں۔ یہ شرافت اور سنت کے خلاف ہے۔

❸ قائد اور امیر جماعت اور مقتدی حضرات کو بھی چاہئے کہ احباب کے ساتھ کام میں شریک ہوں۔ ان کا ہاتھ بٹائیں۔ اور آسان سہل کام نہ ڈھونڈیں۔ کہ حضرات انبیاء کرام کے پاکیزہ خصائل میں ہے تواضع ہے نہ بڑائی کا اظہار۔ جو کبر وعلو کی علامت ہے۔ جو خدا کو پسند نہیں۔ آج لوگوں کا مزاج خادمانہ کے بجائے مخدومانہ ہو گیا ہے۔ خدا ہی حفاظت فرمائے۔

گفتگو میں اہل مجلس واحباب کی رعایت

خارجہ بن زید کہتے ہیں کہ کچھ لوگ حضرت زید بن ثابت کے پاس آئے کہ آپ ﷺ کے کچھ اخلاق ہمارے سامنے بیان کیجئے۔ تو انہوں نے کہا میں آپ کا پڑوسی تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلاتے میں آتا اور وحی لکھتا۔ جب ہم مجلس میں دنیا کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا ہی کا تذکرہ کرتے۔ اور جب ہم آخرت کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ آخرت کا تذکرہ فرماتے۔ جب ہم کھانے کی چیزوں کا تذکرہ کرتے تو آپ بھی اسی کا تذکرہ فرمانے لگتے۔ (شمائل صفحہ ۲۳، دلائل جلد ۱ صفحہ ۳۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ احباب و رفقاء کی رعایت حد درجہ فرماتے۔ مجلس میں جس طرح احباب گفتگو وغیرہ فرماتے تو آپ ان میں شریک ہوتے۔ حتیٰ کہ وہ اگر ایام جاہلیت کا ذکر کرتے۔ اشعار پڑھتے یا ذکر کرتے تو آپ اس میں موافقت فرماتے۔ چنانچہ ابھی ابن سعد کی روایت گزری رفقاء اشعار پڑھتے جاہلیت کے زمانہ کی باتیں کرتے اور ہنستے تو آپ مسکرا دیتے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۲)

ازواج مطہرات کی سہیلیوں کا خیال کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے کسی ازواج مطہرات پر رشک نہیں آتا جتنا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر آیا۔ میں نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔ آپ بکثرت ان کا ذکر فرماتے۔ اور کوئی بکرا ذبح فرماتے تو ان کی سہیلیوں کو تلاش فرماتے اور ان کو ہدیہ بھجواتے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۲۲)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن مزاج اور وسعت مزاجی کی بات تھی کہ آپ وفات شدہ بیوی کی سہیلیوں کا خیال فرماتے۔ یہ غایت درجہ تعلق اور حسن معاشرت کی بات ہے۔ اپنے احباب کی بھی اور ازواج مطہرات کی سہیلیوں کی بھی رعایت فرماتے۔

اپنے اصحاب کے مزاج اور ضرورت کی رعایت فرماتے

حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی رحم دل و مہربان تھے۔ ہم نے اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ آپ کی خدمت میں بیس دن قیام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال ہوا کہ شاید ہمیں اپنے گھر جانے کا اشتیاق پیدا ہوگیا ہے۔ لہٰذا آپ نے ہم سے دریافت کیا تم اپنے پیچھے اپنے گھر والوں میں سے کس کس کو چھوڑ کر آئے ہو۔ ہم نے پوری تفصیل بتا دی۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس چلے جاؤ اور وہیں مستقل طور پر رہو۔ (یعنی تبلیغ دین کا کام کرو)۔ (بخاری صفحہ۱۰۷۶، مسلم، سبل الہدیٰ جلد۷ صفحہ۲۸)

فائدہ: آپ کس قدر لوگوں کی ضرورت کا خیال رکھتے کہ ان کے گھر میں رہنے اور جانے کی ضرورت کو محسوس کر لیا۔ اور اجازت از خود دی۔ بڑوں کو اہل انتظام کو چاہئے کہ جو ان کے ماتحت ہیں۔ وہ نہ بھی ضرورت ظاہر کریں تب بھی ان کی ذاتی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔ اور معلوم کر کے ان کو سہولت پہنچائیں۔ اب تو بڑے لوگوں کا مزاج ہوگیا ہے کہ ماتحت لوگ ان کے پاس آئیں۔ درخواست اور اصرار کریں اور یہ ان کو ان کی ضرورت پر تکلیف دہ باتیں کہیں۔ اللہ کی پناہ اسی پر مشہور مقولہ ہے "الوضیع اذا ارتفع تکبر، اذا حاکم جابر" کمینہ اور اہل شر کی یہ خاصیت ہے کہ جب بلند مرتبہ پاتے ہیں۔ تو تکبر کرتے ہیں اور حاکم اور اہل نظام بنتے ہیں تو ظلم کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اہل شرف و کرم جب بلند مرتبہ پاتے ہیں تو متواضع ہو جاتے ہیں۔ جیسے پھل دار پیڑ کی ڈالی۔ پھل کے بوجھ سے جھک جاتی ہے۔

اہل تعلق واحباب کے یہاں بلا بلائے خود کبھی چلا جانا

حضرت ام منذر فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے رکھے تھے۔ آپ تناول فرمانے لگے۔ ساتھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

(جمع الوسائل مختصراً صفحہ۲۲۷)

کسی کی بات نہ کاٹتے

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بات نہ کاٹتے۔ تاوقتیکہ وہ حد سے تجاوز نہ کرتا۔ پھر آپ منع فرماتے یا اٹھ جاتے۔ (شمائل، ترمذی صفحہ ۲۹۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کسی کی گفتگو کے درمیان بیچ میں نہ بول پڑتے۔ نہ اسے بولنے سے روکتے۔ ہاں اگر وہ نامناسب کوئی بات بولتا تو آپ منع فرماتے یا مجلس ہی برخاست فرما دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں کوئی نامناسب بات بولے تو اسے روک دے۔ اگر وہ نہ رکے اور بولتا رہے یا اسے روک نہیں سکتا تو مجلس سے خود ہی اٹھ جائے۔

احباب واصحاب کی ضرورت معلوم فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور معلوم فرمایا کہ تمہیں مال کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہیں سے مال آئے گا تو میں تم کو اتنا اتنا دوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی مگر نوازنے کا موقع نہیں ملا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے (تو انہوں نے معلوم کیا کہ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہو وہ حسب وعدہ مال لے لے) اور مال بحرین سے آیا تو انہوں نے فرمایا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ فرمایا تھا اس کے مطابق مال لے لو تو میں نے لے لیا۔ بخاری میں تین، تین مٹھی کا ذکر ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۴، بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نیک احباب کی ضرورت معلوم کر کے حسب وسعت اس کی امداد و اعانت کرے کہ یہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا اسوہ ہے۔

اپنے اصحاب کی رعایت میں بھوکے رہتے

اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم فاقہ سے رہ جاتے۔ اعرج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ بھوکے کس طرح آپ رہ جاتے تھے (جب کہ آپ کے اصحاب آپ کو بھیجتے رہتے تھے)۔ تو ابوہریرہ نے فرمایا مہمانوں اور جو آپ کی مجلس میں اکثر افراد رہا کرتے تھے اس کی وجہ سے اور ان اصحاب کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ (مثلاً اصحاب صفہ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھانا نہ کھاتے تھے مگر یہ کہ آپ کے پاس اصحاب کی ایک جماعت ہوتی تھی اور وہ اہل حاجت جو مسجد میں رہا کرتے تھے۔ (اصحاب صفہ)۔ (ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۴۰۹)

احباب اور اہل تعلق کی ملاقات

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انصار کی ملاقات کو تشریف لے گئے اور آپ نے ان کے یہاں کھانا تناول فرمایا۔ جب تشریف لانے لگے تو گھر والے نے چٹائی بچھائی اور آپ نے نماز پڑھی اور ان کے لئے دعا کی۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انصار کے پاس بغرض ملاقات تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں کو سلام کرتے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ (نسائی، جامع صغیر صفحہ ۷۰۳۴)

اپنے رفقاء، اہل مجلس اور اہل محبت کی خبر گیری

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اہل تعلق میں سے کوئی شخص اگر تین دن تک نہ آتا (یا اس سے ملاقات نہ ہوتی) تو آپ اس کے متعلق معلومات فرماتے۔ اگر وہ باہر (سفر میں) ہوتا تو اس کے لئے دعا کرتے۔ اگر وہ موجود ہوتا آپ اس کے پاس تشریف لے جاتے ملاقات فرماتے۔ اگر بیمار ہوتا تو اس کی عیادت مزاج پرسی فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۶، کنز صفحہ ۱۸۴۸۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا کس قدر خیال رکھتے۔ یہ ہے اصحاب و رفقاء کی رعایت اہل محبت کے غائب ہونے کی خبر معلوم کرنی چاہئے۔

ہم نشینوں کے ساتھ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں ہم جلیسوں سے گھٹنے آگے کر کے نہیں بیٹھتے تھے۔ بلکہ اصحاب کے برابر رکھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

فائدہ: اللہ اکبر۔ کس قدر آپ اپنے رفیقوں اور اہل مجلس کا لحاظ فرماتے۔ صحیح ہے جو جس قدر مرتبہ کا حامل ہوتا ہے۔ اسی قدر پر اس کا ظرف وسیع ہوتا ہے۔ رفقاء مجلس کی رعایت میں گھٹنے بھی آگے نہ فرماتے۔ حالانکہ آپ ایسا کرتے تو عقیدت و محبت کی وجہ سے کسی کو ناگوار نہ ہوتا۔

احباب کے یہاں ضرورت پر خود تشریف لے جاتے اور احباب کو بھی لے جاتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں نکلے (گھر سے) کہ عموماً ایسے وقت میں کوئی نہیں نکلتا اور نہ کسی سے ملاقات ہوتی۔ (گرمی کی دوپہر کو کہ آپ مسجد تشریف لے آئے) ادھر حضرت ابوبکر بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے ابوبکر۔ تو انہوں نے جواب دیا نکلا تو آپ سے ملاقات ہوگئی۔ پھر حضرت عمر بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے عمر۔ انہوں نے کہا۔ بھوک کی

وجہ سے آپ نے فرمایا۔ مجھے بھی اسی کا احساس ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ مع اصحاب کے ابوالہشیم بن التیہان الانصاری جو بڑے ہی باغ و بکری و باغیچہ والے تھے، تشریف لے گئے۔ ان کا کوئی خادم نہیں تھا (وہ کہیں کام پر گئے تھے) آپ نے ان کو نہیں پایا۔ آپ نے ان کی اہلیہ سے پوچھا تمہارے شوہر کہاں گئے۔ جواب دیا میٹھا پانی ہم لوگوں کے لئے لانے گئے۔ اتنے میں ابوالہشیم بھی پانی کا مشکیزہ لئے آ گئے۔ بڑھ کر آپ سے معانقہ کیا۔ اور اپنے ماں باپ کو آپ پر فدا کرنے لگے۔ پھر اپنے باغیچے گئے اور ان حضرات کے لئے چٹائی بچھا دی۔ اور کھجور کے باغ سے ایک خوشہ کھجور لے آئے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ پکا ہوا کھجور اس سے کیوں نہیں چھانٹ لیا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول ہم نے ارادہ کیا کہ آپ حضرات جو کچھ پکا ہوا خود ہی پسند کر لیں۔ پس سب نے کھایا اور پیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم یہی وہ نعمت ہے (کھجور و پانی یا کھانے والی چیزیں) جس کے متعلق تم سے قیامت میں سوال کیا جائے گا۔ ٹھنڈا سایہ، تازہ کھجور، ٹھنڈا پانی۔ یعنی اس آیت کی تفسیر کی جانب آپ نے اشارہ کیا جو قرآن پاک میں ہے۔

"ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ" (ترمذی جلد۲ صفحہ۶۲)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اسی روایت میں جو حاکم کی سند سے ہے ذکر کیا کہ اسی حدیث میں رسول پاک ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے۔ یہی وہ نعیم ہے جس کے متعلق قیامت کے دن تم سے باز پرس ہوگی۔ صحابہ نے تکبیر کہی (یعنی اللہ اکبر) آپ نے فرمایا جب تم کو ایسی چیز مل جائے اور اپنے ہاتھوں سے روٹی کھانا شروع کرو تو "بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ" کہا کرو اور جب کھا چکو تو کہا کرو۔ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَاَنْعَمَ عَلَيْنَا وَاَفْضَلَ" (ترجمہ:) تعریف اس اللہ کی جس نے پیٹ بھرا۔ سیراب کیا انعام کیا اور بہتر نوازا۔ (تفسیر مظہری جلد۱۰ صفحہ ۳۳۶)

فائدہ: اس حدیث پاک کو صحاح ستہ اور اس کے علاوہ کمی بیشی کے ساتھ اکثر محدثین نے نقل کیا ہے۔ مزید اور حدیث ہے یہاں اختصاراً ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بھوک یا اور کوئی پریشانی و ضرورت ہو تو اپنے مخلص بے تکلف احباب کے یہاں تعاون کے لئے چلا جائے۔ خواہ خود بیان کر دے یا وہ سمجھ کر مدد و اعانت کریں۔ تو اسے خدا کی جانب سے سمجھ کر قبول کرے اور قدر کرے۔ اور ایسے احباب کو چاہئے کہ ان کے ساتھ نہایت ہی غایت درجہ اکرام، جھکاؤ اور احسان مندی کا برتاؤ کریں۔ اکرام کے ساتھ بٹھائیں ماحضر پیش کریں اور ان کی ضرورت کا خیال کریں۔ بن بلائے آنے پر اکرام کے خلاف معاملہ نہ کریں۔ کسی کا مال نیک بندوں پر خرچ ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہے۔

اور یہ کہ ہر نعمتوں کے متعلق خدا کے یہاں حساب ہوگا۔ کہاں سے لایا۔ کس طرح خرچ کیا اور یہ کہ کھانے

پینے کی ابتدا و انتہا دعا سے ہونی چاہئے۔ کہ مؤمن کا کھانا پینا بھی ذکر ہے اور دعاؤں سے اور شکر نعمت سے ذکر بن جائے اور مزید خداوند کی جانب سے عطا ہو۔

آپ ﷺ اصحاب کے بارے میں کسی کی کوئی بات قبول نہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی کی تکلیف دہ بات قبول نہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کے متعلق بھی کسی کی کوئی بات (جو بری اور شکایت یا تکلیف دہ) ہوتی تو اسے نہ سنتے۔

(فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۸۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے کہ تم میں سے کوئی میرے صحابہ کے متعلق کوئی شکایت کی بات نہ کہے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب تم لوگوں کے سامنے آؤں تو میرا سینہ تم لوگوں کی طرف سے صاف صحیح سالم رہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۸۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کے بارے میں مجھے کوئی (تکلیف دہ) بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے درمیان سے نکلوں تو میرا دل تمہاری طرف سے بالکل محفوظ رہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۸۶۰)

فائدہ: بہت اہم اور عزیمت کی بات ہے۔ اپنے اصحاب سے جس سے ہر وقت سابقہ رہتا ہے۔ جس سے دینی کام وابستہ ہے۔ جس پر دینی کام کا مدار ہے اس کی جانب سے دل صاف اور حسن ظن سے پر رکھنا چاہتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کے متعلق کوئی ایسی بات سننا ہرگز گوارہ نہ فرماتے جس سے اذیت اور تکلیف ہو کر دل کی صفائی جاتی رہے۔ اور خوشگوار تعلقات میں کوئی رخنہ پیدا ہو۔ چونکہ عموماً اصحاب سے شکایت اور بدگمانی اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ بلاوجہ مخالفت اور تکلیف دہ بات نقل کر دیتے ہیں۔ اور یہ اس پر اعتبار کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ ایسی باتیں پسند ہی نہ فرماتے تا کہ انشراح اور حسن ظن اور خوشگواری میں فتور پیدا نہ ہو۔ ارباب انتظام اور اہل عہدہ کو اس کا خصوصی اہتمام چاہئے۔ تا کہ ان کو اپنے اصحاب سے کدورت پیدا نہ ہو۔

بچوں سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات واخلاق کا بیان

بچوں سے خوش مزاجی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ بڑے خوش مزاج پر مزاح تھے۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۳۳۱، شمائل ابن کثیر صفحہ ۸۷)

فائدہ: حدیث پاک میں ہے "افکه الناس مع صبی" جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ بچوں کے ساتھ خوش مزاج، خوش مذاق تھے۔ جس پر آپ کے واقعات شاہد ہیں یہ تواضع ومسکنت اور حسن اخلاق کی بات ہے۔ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ بچوں پر اپنا رعب اور وقار جھاڑتے رہتے ہیں یہ حسن اخلاق اور سنت کے خلاف طرز ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کو (جو بچے تھے) اپنی زبان نکال کر دکھاتے۔ وہ بھی اپنی زبان نکال کر دکھاتے۔ اور خوش ہوتے اور اس کا بوسہ لیتے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۷ صفحہ ۱۰۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ کی لڑکی زینب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھیلتے ہوئے فرماتے۔ اے چھوٹی سی زینب، اے چھوٹی سی زینب۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن یا حضرت حسین کا ہاتھ پکڑا۔ پھر اپنے دونوں قدم مبارک کو ان کے پیر پر رکھ دیا۔ اور (مزاحاً) فرمایا کھینچو۔ (ادب مفرد صفحہ ۹۰)

فائدہ: یعنی اپنی پیر مبارک کو ان کے پیر پر رکھ کر کھینچنے کو کہا۔ ظاہر ہے کہ بچہ کہاں کھینچ سکتا ہے۔ آپ نے بطور خوش مزاجی کے ایسا فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اور عبد اللہ اور عبید اللہ کو جمع کر لیتے۔ اور اپنے بازو مبارک کو پھیلا کر فرماتے۔ جو جلدی سے میرے پاس دوڑ کر پہنچے گا اسے اتنا اتنا انعام دوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم سب دوڑ کر آتے کوئی پیٹھ پر، کوئی سینہ پر آ گرتا۔ آپ چمٹا لیتے اور بوسہ

لیتے۔ (طبرانی: سبل صفحہ ۳۶۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم لوگوں کے ساتھ میل جول خوش طبعی سے پیش آتے۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ آپ ﷺ اس سے فرماتے۔ اے ابو عمیر تمہارا نغیر کہاں گیا۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۱۵)

فائدہ: نغیر ایک پرندہ تھا۔ اسے لال یا بلبل بھی کہا جاتا ہے۔ اس بچہ نے اسے پالا تھا۔ اور وہ اس سے کھیلا کرتا تھا۔ وہ مرگیا تو آپ ﷺ باوجودیکہ جانتے تھے کہ مرگیا ہے چھیڑنے کے لئے اس سے کہتے تھے۔ ابو عمیر تمہارا نغیر کہاں گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر بچے کسی پرندے وغیرہ سے کھیلیں جو ان سے مانوس ہو۔ اور پرندہ کو کسی قسم کی اذیت نہ ہو تو یہ جائز ہے۔ مثلاً پیر میں دھاگا باندھ کر اڑائے۔ تو یہ درست نہیں کہ اس سے پرندہ کا پر کٹ جاتا ہے۔

بچوں کو سلام کرنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو سلام کرتے۔ (بخاری صفحہ ۹۲۳، دلائل النبوۃ صفحہ ۳۳۰)

بچوں سے مصافحہ کرنا

حضرت سلمہ بن وردان کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں سے مصافحہ کرتے دیکھا۔ مجھے دیکھ کر پوچھا تم کون ہو۔ کہا نبی مبعوث کا خادم۔ آپ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا، اور کہا خدا تجھے برکت دے۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۸۶)

بچوں سے معانقہ کرنا

حضرت یعلی بن مرہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ نکلے اور ہمیں کھانے کے لئے بلایا گیا۔ تو راستہ میں حضرت حسین کھیلتے مل گئے۔ آپ جلدی سے لوگوں سے آگے بڑھے، اور اپنا ہاتھ پھیلا دیا (پکڑنے کے لئے) وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے اور آپ کو ہنسا رہے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ ٹھوڑی پر اور دوسرا سر پر رکھا۔ پھر معانقہ کیا (سینے سے لگایا) پھر آپ نے فرمایا حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔ خدا اس سے محبت کرے جو حسین سے محبت کرے۔ حسین میری اولاد ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: خیال رہے کہ سینہ سے لگانا جسے معانقہ بھی کہا جا سکتا ہے اکرام و احترام کے پیش نظر نہیں تھا۔ بلکہ محبت و شفقت کے طور پر تھا۔ بچوں کے ساتھ یہ احترام نہیں شفقیانہ برتاؤ ہے۔

نیز یہ کہ بچوں کو سلام اور اس سے مصافحہ کرے تاکہ ان کو سلام کی عادت ہو۔ خصوصاً گھر میں چھوٹے بچوں اور بچیوں کو خود سلام کرے تاکہ ان کو اس کی عادت ہو کہ سلام ایک بہترین دعا ہے۔

پیٹ مبارک پر بچوں کا سونا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں دروازے کے قریب بیٹھی تھی کہ حضرت حسین (جو اس وقت کھیلتے چھوٹے بچے تھے) گھر کے اندر آئے۔

میں نے دیکھا کہ آپ کے پیٹ مبارک پر یہ بچہ سویا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیلی میں کچھ الٹ پلٹ رہے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول (یہ کیا ماجرا ہے) آپ ہتھیلی پر کچھ الٹ پلٹ رہے ہیں۔ اور بچہ پیٹ پر سو رہا ہے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

آپ نے فرمایا ابھی حضرت جبرئیل آئے تھے۔ اس مٹی کو لے کر جس میں ان کو شہید کیا جائے گا اور مجھے خبر دی کہ آپ کی امت اسے شہید کر دے گی۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۷۳)

فائدہ: آپ کو ان کے شہادت کی اطلاع اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی دے دی تھی۔

سینہ مبارک پر کھیلنا اور پیشاب کر دینا

احمد بن منیع کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چت لیٹے تھے اور ایک بچہ آپ کے سینہ پر کھیل رہا تھا۔ اور اس نے اچانک پیشاب بھی کر دیا۔ (سبل صفحہ ۳۶۸)

ابن ابی لیلیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا اور آپ کے پیٹ یا سینے پر حضرت حسن تھے۔ انہوں نے پیشاب بھی کر دیا۔ میں نے دیکھا پیشاب کی دھار تیزی سے بہہ رہی ہے۔ ہم لوگ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا چھوڑو پھر پانی منگوایا اور اسے بہا دیا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۵۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچے سے بے تکلف رہتے۔ آپ کے جسم اطہر پر وہ کھیلتے رہتے۔ بچے پیشاب کر دیتے تو آپ ڈانٹ ڈپٹ نہ فرماتے اور نہ جھڑکتے۔ سہولت کے ساتھ برداشت فرما لیتے۔

مجلسی تقسیم میں بچوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز ادا کی۔ تو آپ نے فرمایا تم سب اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو۔ آپ کو مسکہ، پھر حلوہ ہدیۃً پیش کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو ایک چمچہ (مسکہ) پھر حلوہ کھلاتے رہے۔ جب آپ میرے نزدیک آئے اور اس وقت میں بچہ تھا۔ تو آپ نے مجھے بھی ایک چمچہ چٹایا۔ اور پھر فرمایا اور دوں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے مجھے بچہ

ہونے کی وجہ سے ایک مرتبہ اور دیا، پھر آپ نے مجلس کے آخری شخص تک حلوہ تقسیم فرما دیا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۴۷)

فَائِدَہ: شرح اخلاق النبی میں ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں بچوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ بلکہ ان کے بچپن کی وجہ سے دگنا حصہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (صفحہ ۳۱۷)

خیال رہے کہ محبت و ملاطفت کی وجہ سے کبھی ایسا ہو جائے یا یہ کہ مجلس میں ایک دو بچے ہوں تو ان کو چھوٹے ہونے کی وجہ سے دوگنا دیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ ان کی خوشی اور مسرت میں اضافہ کا باعث ہے۔ ورنہ تو مجلس میں سب کا حق مساوی ہے۔ اس کا دھیان رہے۔ تعلقات یا اور کسی وجہ سے زائد دینا ہو تو مجلس سے الگ دے تا کہ دوسروں کو تکلیف اور شکایت نہ ہو۔

بچوں اور اہل و عیال پر بڑے مہربان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر اور اہل خانہ پر بڑے شفیق و مہربان تھے۔

(ابن عساکر، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۵)

فَائِدَہ: یعنی محبت و شفقت کے ساتھ پیش آتے۔ ہر وقت گرج برس ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتے۔ باہر والوں کے ساتھ رعایت اور گھر والوں کے ساتھ نفرت ایسا نہ فرماتے جیسا کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے۔

بچوں کا دعا اور برکت کے لئے لانا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچے لائے جاتے۔ آپ ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ "تحنیک" فرماتے پھر ان کو دعا دیتے۔ (کنز، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

ولید بن عتبہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر لوگ اپنے بچوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے۔ آپ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ ان کے لئے دعا فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۷۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچے دعا کے لئے لائے جاتے۔ آپ ان کے لئے دعا فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۴۶، طحاوی جلد ا صفحہ ۵۶)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میرا ایک لڑکا پیدا ہوا۔ تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر اسے حاضر ہوا۔ آپ نے اس کا نام ابراہیم رکھا۔ اور برکت کی دعا دی اور پھر مجھے دیا۔

(بخاری صفحہ ۸۲۱، مسلم، نزل الابرار صفحہ ۳۶۱)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ مقام قبا میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ میں آپ کی خدمت میں اسے لے کر آئی۔ آپ کی گود میں میں نے اسے رکھ دیا۔ آپ نے کھجور منگایا۔ اسے چبایا پھر اس کے منہ میں ڈال دیا۔ پہلی چیز جو اس کے منہ میں گئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک مبارک تھا۔ آپ

نے کھجور سے "تحنیك" فرمائی دعا دی اور برکت کی دعا دی۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۸۲۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچے کو اہل اللہ اور بزرگوں کی خدمت میں لانا اور ان سے دعا کرانا مسنون ہے۔ جب بچہ پیدا ہو تو خاص کر کے اس مقام اور اس عہد کے کسی بڑے بزرگ کے پاس لے جائے ان سے دعا کرائے۔ کھجور کشمش وغیرہ چبا کر بچے کے منہ میں ڈال دے۔ اور ان کے لئے دین دنیا کی خوبی کی دعائی کرائے "تحنیك" کا یہی مطلب ہے۔ آج یہ مسنون طریقہ قریب قریب چھوٹ چکا ہے اسے رائج کرنے کی ضرورت ہے۔

بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے گود میں بٹھاتے

عبداللہ بن سلام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میرا نام یوسف رکھا۔ اور مجھے گود میں بٹھایا۔ اور میرے سینہ پر ہاتھ پھیرا۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۷)

جمرہ حنظلیہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں صدقہ کے اونٹ لے کر حاضر ہوئی تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور میرے لئے خیر کی دعا کی۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ ۲۷)

حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مجھے پکڑ لیتے تھے۔ اور اپنی ران پر بٹھاتے تھے۔ اور حضرت حسن کو دوسری ران پر۔ پھر دونوں کو ملاتے اور فرماتے اے اللہ میں ان پر شفقت کرتا ہوں آپ ان پر رحم فرمائیے۔ (بخاری صفحہ ۸۸۸)

حضرت سلمہ بن وردان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا۔ اور برکت کی دعا دی۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۸۶)

فائدہ: چونکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ از راہ محبت بچوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے آپ کی اتباع میں حضرت انس نے بھی ایسا کیا۔ اسی طرح اکابرین کا بھی یہ معمول ہے کہ بچوں کے سر پر از راہ محبت برکۃً ہاتھ پھیرتے۔ اور بڑے بزرگوں کے پاس لے جا کر بچوں کے سر پر ہاتھ پھرائے اور دعا کرائے۔

فائدہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بچوں سے بہت محبت فرماتے۔ ان کو اپنی گود میں بٹھاتے۔ اپنی ران میں بٹھاتے۔ ان کو پیار کرتے۔ کبھی کبھی دو دو بچوں کو اپنی رانوں پر بٹھاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو دلار و پیار کرنا، گود میں بٹھانا، خواہ اپنے بچے ہوں یا دوسرے کے مسنون اور سنۃ الانبیاء ہے۔ ہاں مگر بچوں سے اس درجہ دلار و محبت نہ کرے کہ وہ بے خوف نڈر ہو جائیں اور ان کا وقار جاتا رہے۔ بلکہ اعتدال سے معاملہ کرے۔ حضرت سلمہ بن وردان کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا۔ اور برکت کی دعا دی۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۸۶)

اپنی اولاد کے ساتھ غایت درجہ محبت فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اپنی اولاد سے محبت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک شیر خوار بچہ ابراہیم کو دودھ پلانے کے لئے ایک انا مقرر ہوئی۔ جو مدینہ کے اطراف میں رہتی تھی۔ اس کا شوہر لوہار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دیکھنے کے لئے وہاں تشریف لے جاتے۔ اس پر (کھیل کود اور زمین پر چلنے کی وجہ سے) گرد وغبار پڑا ہوتا۔ پھر بھی آپ سینے سے لگاتے پیار کرتے۔ بوسہ لیتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۳۰)

محبت کی وجہ سے اس کے مٹی وغیرہ کا بھی خیال نہ فرماتے اور اس سے پیار کرتے اور بوسہ لیتے۔

حضرت فاطمہ کی آمد پر حد درجہ خوشی کا اظہار

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بول و چال میں حضرت فاطمہ سے زیادہ کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ نہیں دیکھا۔ جب فاطمہ آپ کے پاس آتیں تو آپ (محبت میں) کھڑے ہو جاتے۔ خوش آمدید فرماتے۔ اس کا بوسہ لیتے۔ اسے اپنی جگہ بٹھاتے۔ اسی طرح جب آپ فاطمہ کے یہاں جاتے تو وہ کھڑی ہو جاتیں۔ آپ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لیتیں، خوش آمدید کہتیں، بوسہ لیتیں، اپنی جگہ بٹھاتیں۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی اولاد فاطمہ کے ساتھ کیسا عجیب محبتانہ برتاؤ تھا۔ افسوس کہ آج باپ اور اولاد کے درمیان یہ محبت رسمی رہ گئی ہے۔ جب تک نفع اور فائدہ ہوتا ہے۔ تعلقات باقی رہتے ہیں ورنہ شکایت کا باعث ہو کر یہ گہرا تعلق بھی کم ہو جاتا ہے۔

بچوں سے پیار و محبت کا برتاؤ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بادیہ نشیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور کہا آپ بچوں کا بوسہ لیتے ہیں۔ میں تو بوسہ نہیں لیتا ہوں (یعنی بچوں سے اتنی محبت و ملاطفت نہیں کرتا ہوں) آپ نے فرمایا میں تیرا مالک کیسے ہو سکتا ہوں (یعنی تیرے دل میں کیسے اثر ڈال سکتا ہوں)۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے محبت اور رحمت کو نکال دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کا بوسہ لیا تو اقرع بن حابس مجلس میں موجود تھا اس نے کہا میرے تو اس قدر لڑکے ہیں میں کسی کا بوسہ نہیں لیتا ہوں۔ تو آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۶۸)

بچوں کے ساتھ آپ کی رعایت

ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ میرے اوپر زرد رنگ کا (خوشنما) کپڑا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سنہ سنہ'' فرمایا۔ یہ حبشی زبان کا کلمہ ہے جس کے معنی خوب اچھا خوب اچھا کے ہے میں آئی اور آپ کے مہر نبوت سے (جو مونڈھے پر کبوتر کے انڈے کے برابر تھا) کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ پھر مجھے آپ نے فرمایا ''ابلی اخلقی'' (یہ عمر درازی کی دعا ہے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچہ اگر بڑوں کے سامنے اپنی عمر کے تقاضے کے اعتبار سے کھیلنے لگ جائے اور اس سے بے ادبی اور اذیت نہ ہو تو اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ کہ یہ اس کی فطرت ہے۔

بچوں کو کندھے پر اٹھا لیتے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور فرمارہے ہیں۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں آپ بھی اسے محبت فرمایئے۔

(بخاری صفحہ ۵۳۰، ادب مفرد صفحہ ۳۹)

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امامۃ بنت العاص زینب کی بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی آپ کے کندھے پر تھی۔ (بخاری، طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۷۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ آپ کے دونوں کندھے پر ہیں تو میں نے فرمایا۔ کیا ہی بہترین گھوڑے پر تم ہو۔ تو آپ نے جواب دیا اور دونوں سوار بھی کیا ہی بہترین ہیں۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۷۲)

فائدہ: بچوں کو ازراہ محبت کندھے پر اٹھانا جہاں بچوں سے ملاطفت کی بات ہے وہاں تواضع اور مسکنت کی بات بھی ہے۔ کہ اہل کبر کے نزدیک یہ وقار کے خلاف ہے۔ آپ بکثرت بچوں کو گود میں ازراہ محبت لے لیتے۔ گود میں لینے سے بعض بچے پیشاب بھی کر دیتے۔ مگر آپ اسے نہ ڈانٹتے نہ برا فرماتے نہ افسوس اور رنجیدہ ہوتے بلکہ پانی منگا کر دھو لیتے۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۵۱)

بچوں کو کھیل کی اجازت

ام خالد بنت خالد کہتی ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے والد کے ساتھ آئی۔ میرے اوپر زرد کرتا تھا آپ نے فرمایا۔ بہت خوب بہت خوب۔ پھر میں آپ کے خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے والد نے

مجھے ڈانٹا تو آپ نے فرمایا چھوڑ و اسے کھیلنے دو۔ پھر آپ نے مجھے دعا دی "ابلی و اخلقی" اور تین مرتبہ فرمایا۔
(بخاری صفحہ ۸۸۶)

ابوعقبہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ راستہ میں چل رہے تھے۔ تو حبشی بچوں پر گزرے جو کھیل رہے تھے۔ تو انہوں نے دو درہم نکال کر ان کو دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: یعنی بچوں کے کھیلنے کو انہوں نے پسند کیا تب ہی تو انہوں نے درہم دیئے، اور حضرت ابن عمر کا یہ پسند کرنا علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے سمجھا ہوگا جیسا کہ اوپر کی حدیث سے بھی صراحۃً معلوم ہوا۔

نیز اس میں بچوں کا جسمانی فائدہ بھی ہے۔ کہ اس سے ورزش ہوتی ہے۔ اور دیگر برے مشاغل سے حفاظت بھی ہے۔ اسی وجہ سے ابراہیم نخعی سے امام بخاری نے ادب مفرد میں نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب (صحابہ اور تابعین) بچوں کو تمام کھیلوں کی اجازت دیتے ہیں۔ سوائے کتے کے ساتھ کھیلنے کے (اس سے منع فرماتے تھے)۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۷۶)

بچوں کے ساتھ کھیل فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل فرماتے۔
(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۶۳)

فائدہ: یہ آپ کے خوش مزاجی اور تواضع کی بات تھی جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان ہے۔ عموماً حضرت حسن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ کھیل فرماتے۔ ان کے قدم پر اپنے پیر مبارک کو رکھ دیتے اور کھینچنے کو فرماتے۔

نماز کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھیلتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سجدہ فرماتے تو حضرت حسن و حسین (جو اس وقت چھوٹے بچے تھے) آپ کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے۔ تو ایسی حالت میں آپ (رعایت میں) سجدہ لمبا فرما دیتے۔
(مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۷۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے ہوتے اور حضرت حسن و حسین کھیلتے رہتے اور آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جایا کرتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: بچے نماز میں کھیلتے تو آپ ازراہ الفت ومحبت اسے برداشت فرماتے۔ اور غصہ نہ ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چھوٹا بچہ اگر نماز کی حالت میں گود یا پیٹھ پر آجائے تو اسے مارے غصے کے دھتکار نہ دے۔ بلکہ سہولت سے نرمی سے ہٹا دے۔ اسے موقعہ دے کہ وہ خود سے ہٹ جائے تو نماز کے ارکان ادا کرے۔

لوگوں کے گھر جاتے اور ان کے بچوں سے محبت فرماتے

حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے قبیلہ میں تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں کو سلام فرماتے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ ان کے لئے دعا فرماتے۔ (حاشیہ ادب مفرد ۳۰۶، نسائی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ احباب اور رشتہ داروں کے گھر جائے تو ان کے بچوں سے پیار محبت کرے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرے اور برکت کی دعا دے۔ تاکہ دعا کی برکت سے ان کا مستقبل بہتر ہو۔

بیمار بچوں کی عیادت فرماتے

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینب) کا کوئی بچہ سخت بیمار ہوا۔ والدہ (آپ کی صاحبزادی) نے آپ کو اطلاع دی کہ میرا بچہ موت کی حالت میں ہے۔ آپ نے قاصد سے پیغام بھجوایا کہ یہ کہہ دے سب اللہ پاک کے اختیار میں ہے۔ جو چاہے لے لے جو چاہے بخش دے۔ ہر ایک کی موت کا وقت مقرر ہے۔ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے۔ پھر آپ سعد بن عبادہ وغیرہ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے۔ (ادب مفرد مختصراً صفحہ ۱۵۶)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح کسی بڑے آدمی کی عیادت مسنون ہے۔ اسی طرح چھوٹے بچے بیمار ہوں تو ان کی عیادت بھی مسنون ہے۔ چنانچہ ادب مفرد میں امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ "عیادۃ الصبیان" اور اس کے ذیل میں یہ حدیث بیان کی۔ جس کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ بچوں کی بھی عیادت کرے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (جلد اصفحہ ۱۷۱)

بچوں کو درازی عمر کی دعا دیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دیتے ہوئے فرمایا:

"اَللّٰهُمَّ اَطِلْ عُمْرَهٗ وَاَكْثِرْ مَالَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ" (بیہقی، خصائص کبریٰ جلد اصفحہ ۱۶۸)

ترجمہ: اے اللہ! اس کی عمر دراز فرما اور اس کے مال میں زیادتی فرما اور اس کی مغفرت فرما۔

ام خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو "اَبْلِي وَاَخْلِقِي" دعا دی۔ (جو کنایہ ہے درازی عمر سے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کو درازی عمر کی دعا دینی سنت سے ثابت ہے۔ اور جو لوگ درازی عمر کی دعا دیتے ہیں مشروع و مسنون ہے۔ البتہ اس کے ساتھ صلاح و تقویٰ کی بھی دعا دے دی جائے تا کہ طویل عمر نفع بخش ہو۔

بچوں کو تنبیہ میں رکھنے کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ گھر میں کوڑے لٹکائے

رکھیں۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۵۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھڑی اٹھا کر مت رکھو (اسے ختم مت کرو) ان کو اللہ کے مسئلہ میں خوف دلاتے رہو۔ (یعنی خدا کی نافرمانی، دیگر بے ادبی اور غلط باتوں پر اس کو تنبیہ کرتے رہو)۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ بچوں کو تنبیہ اور تاکید میں رکھے۔ ان کو آزاد بے پرواہ نہ بنائے۔ چھڑی وغیرہ گھر میں رکھے تاکہ غلطی پر ان کو تنبیہ کر سکے۔ اور وہ چھڑی دیکھ کر ڈریں کہ ہم نے غلطی کی تو اس سے پٹائی ہو جائے گی۔ مارنے میں جلدی نہ کرے۔ بلکہ خوف اور تنبیہ میں رکھے۔ وہ خود چھڑی کو دیکھ کر نامناسب امور سے پٹائی کی ڈر سے باز رہیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

خیال رہے خدا کے احکام میں اسے تنبیہ کرتا رہے۔ آزاد بے دین نہ بنائے۔ شریعت کی پابندی کی عادت ڈالے۔ دینی تعلیم اور تربیت اس کا حق ہے۔ اس میں کوتاہی نہ کرے کہ کل قیامت مواخذہ ہو۔ بہتوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ خود تو پابند شریعت رہتے ہیں۔ مگر اولاد کو آزاد، یہ درست نہیں۔ اس کے حق واجب میں خیانت ہے۔

بچوں کا کان پکڑنا یا کھینچنا

مقدام بن یکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا میں اپنے چچا کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرا کان پکڑے تھے۔ (ابو یعلی، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۷۰)

بچوں کو "اے میرے بیٹے" کہہ کر پکارتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اے میرے بیٹے کہہ کر پکارتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۷۸)

چھوٹے بچے کو محبت کے طور پر اے بیٹے کہہ کر پکارا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس جو ابوطلحہ کے صاحبزادے تھے اس طرح پکارا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "**قول الرجل لصاحبه یا بنی**" باب قائم کر کے اس کے مشروع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (صفحہ ۹۱۴)

بال پکڑنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میرے سر پر گیسو تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اسے پکڑتے اور کھینچتے۔ (طبرانی، سبل صفحہ ۳۷۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سر کے بال بڑے ہو گئے تھے تو از راہ الفت آپ اسے پکڑتے اور کھینچ لیتے تھے۔

خادموں اور نوکروں کے ساتھ حسن برتاؤ درگزر اور مصالحت

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت کی مگر کبھی آپ نے اف نہیں فرمایا (یعنی معمولی سے معمولی بھی ڈانٹ نہیں فرمائی) اور نہ کسی کے کام کے کرنے اور نہ کرنے پر کیوں کیا، کیوں نہیں کیا، نہیں فرمایا۔ (دلائل جلد اصفحہ ۳۱۲، مسلم)

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ دو غلام تھے۔ آپ نے ان میں سے ایک حضرت علی کو دیتے ہوئے فرمایا۔ اسے مت مارنا۔ نماز پڑھنے والے کے متعلق مجھے مارنے سے روک دیا گیا ہے۔ اور میں نے اسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ جب سے یہ میرے پاس آیا ہے۔

(ادب مفرد صفحہ ۶۰، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۷۲)

حضرت ابومسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک خادم کو مار رہا تھا میں نے پیچھے سے آواز سنی اے ابومسعود اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے جتنی تم کو اس پر ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تھے۔ میں نے کہا (مارنے کے کفارہ میں) کہ یہ خدا کے واسطے آزاد ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تم کو چھو لیتی۔ (یعنی اس ضعیف و کمزور پر ظالمانہ اور نازیبا برتاؤ کی وجہ سے) (ادب مفرد ۶۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، جس نے کسی کو مارا قیامت کے دن اس کا بدلہ اس سے دلوایا جائے گا۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر خادموں، نوکروں کو ڈانٹتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ غلطی ہو جائے تو سخت کلامی سے پیش آتے ہیں اچھی بات نہیں۔ خدا نے ان کو ضعیف و ماتحت بنایا ہے۔ درگزر اور مسامحت کا معاملہ کرنا چاہئے۔

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گھر میں تھے آپ نے خادمہ کو بلایا۔ اس نے آنے میں تاخیر کی۔ آپ کے چہرۂ انور پر غضب کے نشانات ظاہر ہونے لگے۔

حضرت ام سلمہ پردہ کے پاس آئیں تو دیکھا وہ خادمہ کھیل میں لگی ہوئی ہیں۔ آپ کے پاس مسواک تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قیامت کے دن بدلہ کا خوف نہ ہوتا تو میں تم کو اسی مسواک سے پیٹتا۔

(ترغیب، مطالب عالیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے کسی ضرورت سے بھیجا تو میں نے کہہ دیا۔ واللہ میں نہ جاؤں گا۔ اور دل میں تھا میں ضرور جاؤں گا۔ کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا۔ چنانچہ میں نکلا یہاں تک کہ بچے جو بازار میں کھیل رہے تھے اس میں لگ گیا۔ (تاخیر ہوئی تو آپ پیچھے سے آئے) تو آپ

ﷺ نے پیچھے سے میری گردن پکڑ لی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ فرمایا اے اُنیس جہاں بھیجا تھا وہاں گئے تھے۔ میں نے کہا ہاں اب جا رہا ہوں اے اللہ کے رسول۔ (آپ نے کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں فرمائی)۔ (البدایہ والنہایہ جلد ا صفحہ ۴۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سالوں آپ ﷺ کی خدمت کی (اس اثناء میں آپ نے کبھی گالی نہ دی نہ مارا۔ نہ جھڑکا۔ نہ کبھی آپ نے میرے چہرے پر غصہ کی نگاہ ڈالی۔ اور نہ آپ نے مجھے کسی ایسے کام کے بارے میں عتاب اور مواخذہ کیا جس کے کرنے کا آپ نے حکم دیا۔ اور میں نے اس میں سستی کی بلکہ اگر اہل خانہ میں سے کوئی اس بارے میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرتا تو آپ فرما دیتے چھوڑو جی۔ اگر مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۴۲)

فائدہ: یہ تھے آپ کے خادموں کے ساتھ برتاؤ۔ نرم مزاجی کی علامت ہے۔ تاہم آج کل کے دور میں نرمی کے ساتھ غلطی پر معمولی تنبیہ کر دیا کرتے کہ دور دوسرا ہے۔

خادموں اور نوکروں کے کام میں ہاتھ بٹا دینا

حضرت سلام بن عمر ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے خادم تمہارے بھائی ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ ایسے کاموں میں ان سے مدد لو جن کو تم نہ کر سکو اور جس کام میں وہ پریشان ہوں اس میں تم ان کا ہاتھ بٹاؤ، اور مدد کرو۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی کام مشکل ہو جائے جلد نہ کر سکے، کرتے ہوئے پریشان ہو جائے یا زیادہ ہو تو ایسی صورت میں تم ان کی رعایت کرو اور شریک ہو کر کام آسان کر دو۔ یہ کوئی وقار و عزت کے خلاف نہیں ہے بلکہ ثواب کا کام ہے۔ اس کا آخرت میں صلہ ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں خادم کے کاموں میں مدد کرو، چونکہ اللہ کا عامل جو بھائی کے کاموں میں اعانت کرے نامراد نہیں ہوتا۔ (ادب مفرد صفحہ ۶۷)

خادموں اور ماتحتوں کی ضرورت پوچھتے رہتے

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ خادموں اور نوکروں سے ان کی ضرورت معلوم فرماتے رہتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۸۰، اتحاف السادہ جلد ۷ صفحہ ۱۱۰)

نبی پاک ﷺ کے ایک خادم کہتے ہیں کہ آپ خادموں سے پوچھتے رہتے کہ تمہیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۵۰۰، مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۳۸)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو کہنے کی ضرورت پیش نہ آتی آپ خود ان سے معلوم فرماتے رہتے شاید کہ لحاظ میں وہ ظاہر نہ کرسکیں اور ان کو تکلیف ہو۔ یہ آپ کے وسعت اخلاق اور کمال محبت کی دلیل ہے۔

خادم کے ساتھ کھانے میں شریک ہونا

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب خادم کھانا لائے تو اسے بھی (کھانے پر) بٹھائے۔ اگر وہ نہ بیٹھے (مثلاً لحاظ معلوم ہو) تو اس میں سے کچھ اُسے دے دے۔

(ادب مفرد صفحہ ۶۹، ترمذی ابوداؤد)

خادم ساتھ رکھنا

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مدینہ تشریف لائے اور آپ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ تو حضرت ابوطلحہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضور پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں لے گئے۔ اور کہا اے اللہ کے رسول یہ انس ایک تیز چالاک لڑکا ہے۔ یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ حضرت انس نے فرمایا میں نے سفر اور حضر میں آپ کی خدمت کی۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۸۸، ادب مفرد صفحہ ۶۰، فتح جلد ۵ صفحہ ۳۵۹)

فَائِدَہ: بعض روایات میں ہے کہ ان کی والدہ ام سلمہ نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کام کی سہولت کے لئے خادم کا رکھ لینا بہتر ہے۔ اور خادم چھوٹا لڑکا ہو تو یہ بہتر ہے کہ اس میں پھرتیلا پن بھی ہوتا ہے۔ اور بسہولت گھر میں آمد و رفت کرسکتا ہے۔ اور یہ کہ بچہ ہونے کی وجہ سے کام لینے میں تکلف نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ خادم تیز و چالاک ہو۔ اگر بے وقوف اور کم فہم یا کج فہم ہوگا تو بجائے راحت کے کلفت و زحمت میں ڈال دے گا۔ مزید اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کو خدمت اور تربیت اچھی دینی چاہئے۔ اور اسے کسی نیک صالح اچھے عالم کی صحبت میں رہنے کا موقع دے۔ تب وہ آگے چل کر کام کا نکلے گا۔

''خدمت گار'' خادموں کا بیان

آپ ﷺ کی خدمت کو حضرات صحابہ کرام، جنہوں نے آپ ﷺ کو ایک نظر دیکھ لیا آپ سے گفتگو کر لی۔ آپ کی مجلس میں شریک ہوئے۔ آپ کے عاشق زار جان نچھاور کرنے والے ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت کو باعث شرف وسعادت سمجھنے لگے۔ ہر شخص آپ کی خدمت کو اپنے لئے سرمایہ نجات اور بیش بہا دولت سمجھتا۔

اس لئے آپ کے خادموں کی تعداد۔ جنہوں نے کوئی خاص کام انجام دیا ہو۔ سفر میں یا حضر میں، ان حضرات کی ایک کثیر تعداد ہے۔ تقریباً چالیس کی تعداد جو غلام کے علاوہ ہیں ابوصالح دمشقی نے ذکر کیا ہے۔

خیال رہے کہ یہ خادمین کوئی باتنخواہ ملازمین یا اجیر یا نوکر نہیں تھے۔ بلکہ حسبۃً اللہ آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے اور اسے باعث سرمایہ نجات وسعادت سمجھتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ صاحب سواک ونعل کے لقب سے ملقب تھے۔ یہ آپ ﷺ کے مختلف کام انجام دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تو یہ جوتا پہناتے۔ اور جب آپ ﷺ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے جوتوں کو اپنے بازو میں دبا لیتے۔ آپ ﷺ کے بالوں کو جھاڑتے۔ جب آپ سو جاتے تو جگاتے۔ جب غسل فرماتے تو پردہ کرتے رہتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ چلتے۔

عبداللہ بن عتبہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود آپ ﷺ کے راز داں تھے۔ تکیہ، بستر، مسواک، نعل اور وضو کی خدمت انجام دیتے تھے۔

درخت پر چڑھ کر آپ ﷺ کے لئے مسواک توڑ لاتے۔

ایک مرتبہ یہ مسواک توڑنے درخت پر چڑھے تو چونکہ یہ دبلے پتلے تھے ان کے پیر اور پنڈلی بہت دبلے تھے۔ تو کسی نے ہنس دیا۔ تو آپ نے فرمایا پیر کے پتلے ہونے پر ہنستے ہو۔ یہ قیامت کے دن احد کے پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گے۔

قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود آپ ﷺ کو جوتا پہناتے پھر عصائے مبارک لیتے آپ کے آگے آگے چلتے۔ جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو جوتا نکالتے۔ اسے اپنے بازو میں رکھتے۔ اور آپ کو عصائے مبارک دیتے۔ پھر مجلس برخاست ہوتی تو آپ کو جوتا پہناتے۔ آپ کے آگے آگے چلتے۔ یہاں تک

کہ آپ سے پہلے حجرہ مبارک میں داخل ہوتے۔

ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہا۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود کو آپ کے گھر والوں میں سمجھتا رہا۔ کہ کثرت سے آپ ﷺ کے پاس آنے جانے اور امہات المؤمنین کی خدمت میں آتے جاتے رہتے۔

ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ کی وہ بات سن لیتے تھے۔ جو ہم لوگ نہیں سن سکتے تھے۔ اور اس مقام پر داخل ہو جاتے۔ جہاں ہم لوگ نہیں جا سکتے۔ یعنی آپ ﷺ کے گھر اور ازواج مطہرات میں۔

(امانی الاحبار، طبرانی، مسند احمد، ابویعلی، سبل الہدیٰ)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

آپ ﷺ کے چہیتے لاڈلے خادم تھے۔ چھوٹے ہی سے آپ ﷺ کی خدمت میں تھے، خواتین کے یہاں آنے جانے کا کام آپ ہی کے واسطے سے ہوتا تھا۔ ہر وقت سفر حضر میں آپ کی خدمت انجام دیتے تھے۔ دس سال تک آپ کی خدمت انجام دی۔

محمد بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کبھی آپ ﷺ کے دروازے سے الگ نہیں ہوتے تھے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۹۷)

حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

یہ آپ ﷺ کے مالیاتی امور کو انجام دیتے تھے۔ گھریلو خرچہ، مہمانوں پر خرچ، قرضہ وغیرہ لینا بھی یہی کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۴۰۰، دلائل)

حضرت معیقیب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

یہ آپ ﷺ کی انگوٹھی مہر مبارک کے ذمہ دار تھے۔

اسلع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

آپ ﷺ کی سواریوں کے متعلق خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ (سبل صفحہ ۴۱۴)

عبداللہ بن رواحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

آپ ﷺ کی اونٹنیوں کی مہار پکڑ کر آگے چلتے تھے۔ (سبل جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۶)

عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

آپ ﷺ کے خچر کے نگہبان تھے۔ سفر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ (سبل صفحہ ۴۱۶)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ سفری خادم تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوتے تو یہ آگے آگے ہوتے۔ ایک روایت میں ہے عمار پیچھے سے ہانکا کرتے تھے اور میں آگے رہا کرتا تھا۔ (طبرانی، سبل)

معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بھی سفری خادم تھے۔ کجاوہ وغیرہ لگاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر مبارک کا انتظام فرماتے۔ چنانچہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر یہ خدمت انجام دے رہے تھے۔

ابوحرہ الرقاشی کے چچا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابوحرہ رقاشی اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ایام تشریق کے دوران میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی مبارک کی مہار پکڑے ہوئے تھا۔ (ابویعلی، سبل صفحہ ۴۰)

ام ایمن حبشیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رہتی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ام ایمن جو آپ کی باندیوں میں ہیں اس کے علاوہ ہیں۔ انہوں نے آپ کے پیشاب کو پی لیا تھا۔

ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میں آپ کے دروازے پر رات گزارا کروں جب ضرورت ہو مجھے اٹھا دیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۲)

ربیع بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ بھی آپ کے وضو کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔

ایمن بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ آپ کی طہارت کے امور انجام دیا کرتے تھے۔

اسود بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تو حدی پڑھنے کی خدمت انجام دیتے تھے۔

مزید وہ خدامان حضرات جن کے کام اور خدمت کی تعین نہ ہو سکی۔ ہمہ وقت ہمہ امور حسب الحکم انجام دیا کرتے تھے۔

اربد، اسماء بن حارثہ، بکیر بن متداخ، ثعلبہ بن عبدالرحمٰن۔ ابوذر غفاری، جدیع بن نذیر۔ حنین (اولاً غلام تھے

پھر آزاد ہوکر خادم ہوئے)۔ خالد بن سیار غفاری۔ ذو مخمر (شاہ نجاشی کے بہن یا بھائی کے بیٹے تھے، آپ کی خدمت کے لئے بھیجے گئے)۔ سالم الہاشمی، سعد (صدیق اکبر کے غلام تھے)۔ مقداد بن الاسود۔ نعیم بن ربیعہ (مہاجرام سلمہ کے غلام) ہلال بن الحارث۔ ہندابی الحارثہ، ابوالمليح، ابوسلام، رزینہ، مسلمہ ام رافع، صفیہ، میمونہ، ام عباش، خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (السیرۃ الشامیہ جلد ۱۱ صفحہ ۴۱۷)

سلمٰی بیان کرتی ہیں کہ میں خضرہ۔ رضوی۔ میمونہ بنت جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۹۷)

بیس انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر وقت خدمت کے لئے تیار

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے بیس جوان صحابہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر وقت تیار بیٹھے رہا کرتے تھے۔ جب جس چیز کے لئے اور جہاں آپ کو ضرورت پڑتی بھیج دیا کرتے۔

(مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چار یا پانچ اصحاب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ مبارک سے جدا ہوتے ہی نہیں تھے۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے رہا کرتے تھے۔ تاکہ جب کسی چیز کی ضرورت ہو کوئی کام ہو تو ہم کر دیا کریں۔ ہم خدمت گاروں کی تعداد بہت ہوگئی تھی۔

(بزار، مجمع جلد ۹ صفحہ ۲۲)

فائدہ: یعنی یہ لوگ ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب، دروازے پر رہا کرتے تھے کہ کب کس موقعہ پر آپ کو ضرورت پڑ جائے۔ یہ تھی مخلصانہ خدمت جو اس دور میں عنقا ہے۔ باطنی دولت جو ملتی ہے وہ خدمت سے ہی ملتی ہے۔

آپ ﷺ یتیموں کی خدمت کرتے

آپ ﷺ یتیموں اور بیواؤں کی خدمت کرتے

ابتداء وحی کی روایت میں امام بخاری نے حضرت خدیجہ کا نبی پاک ﷺ کے متعلق یہ اخلاق عالیہ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں۔ غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ عاجزوں کو سہارا دیتے ہیں۔ مہمان کی خدمت کرتے ہیں۔ ضرورت کے مقامات پر خرچ کرتے ہیں۔ خدائے پاک ایسوں کو برے حال سے دوچار نہیں کرتا۔ (بلکہ اسے راحت واطمینان اور برکت والی زندگی وروزی سے نوازتا ہے)۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۳)

فائدہ: حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اول وحی کے نزول کے موقعہ پر جو گھبراہٹ ہوئی تھی۔ اس پر تسلی اور اطمینان دیتے ہوئے یہ بنیادی بات بتائی تھی کہ آپ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں کی خدمت کرتے ہیں۔ ان پر مال خرچ کرتے ہیں۔ ایسوں پر خدا کی نصرت ہوتی ہے۔ ذلت ورسوائی کی زندگی سے محفوظ ہوتے ہیں۔

ابوعبس بن خیبر الانصاری عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی مسجد میں ایک یتیم آ کھڑا ہوا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں ایک یتیم مسکین غلام ہوں۔ اور ہماری ماں ایک بیوہ ہے اور مسکین عورت ہے۔ ہمیں کچھ کھلایئے جو اللہ پاک نے آپ کو کھلایا۔ ہمیں کچھ دیجئے۔ جو اللہ نے آپ کو نوازا ہے۔ یہاں تک کہ خوش ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے بہت اچھی بات کہی گھر جاؤ اے بلال جو کچھ کھانا پاؤ لے آؤ۔ پس وہ اکیس کھجور لے کر آئے۔ اور آپ کے ہاتھ میں دے دیا۔ آپ ﷺ نے اس کی جانب اشارہ فرمایا ہم سمجھ رہے تھے کہ آپ ﷺ کھجور میں برکت کی دعا کر رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ سات تمہارے لئے، سات تمہاری بہن کے لئے، سات تمہاری ماں کے لیے۔ وہ بچہ آپ ﷺ کے پاس سے چلا گیا۔ حضرت معاذ نے اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا اے بچے خدا تمہاری یتیمی کی تلافی کرے، اور تمہارے باپ کا نائب بنائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ میں نے تم کو دیکھا جو بچے کے ساتھ (محبت کا معاملہ کر رہے تھے) انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول شفقت کی وجہ سے۔ تو آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا قسم خدا کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔ جو شخص بھی کسی مسلمان یتیم کو اچھی طرح شفقت سے رکھے۔ اس کے سر پر (محبت سے) ہاتھ پھیرے۔ تو اللہ پاک ہر بال کے بدلہ ایک درجہ بلند کرتے ہیں۔ ایک نیکی لکھتے ہیں۔ ایک گناہ

معاف فرماتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۶۱، مکارم الخرائطی صفحہ ۶۵۷)

بشیر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے جنگ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور پوچھا کہ میرے والد صاحب کا کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا وہ تو شہید ہو گئے۔ میں رونے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لیا اور سر پر ہاتھ پھیرا، اور اپنے ساتھ اٹھا لے گئے۔ اور فرمایا کیا تم کو اس بات کی خوشی نہیں کہ میں تمہارا باپ ہو جاؤں اور (حضرت) عائشہ تمہاری ماں ہو جائے۔ (بزار، مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۱)

غلام اور بیواؤں کے کام کرنے میں عار محسوس نہ کرتے

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غلاموں اور بیواؤں کی ضرورت اور خدمت کے سلسلے میں چلنے میں کوئی عار محسوس نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ ان کی ضرورت پوری ہو جاتی۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۳۲۹)

فائدہ: عموماً لوگوں کا مزاج خاص کر بڑوں کا یہ ہوتا ہے۔ اپنے سے نیچے جسے سمجھتے ہیں۔ ان کے ساتھ چلنے میں اور ان کا کام کرنے میں عار سمجھتے ہیں۔ سو یہ شان ایمان اور تواضع کے خلاف ہے۔ بلکہ مرتبہ انسانیت کے بھی خلاف ہے۔

جو دوسروں کے خصوصاً غریبوں کے کام آتا ہے خدا اس کے کام آتا ہے۔

غرباء اور مساکین کمزوروں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ

غرباء اور مساکین کی ملاقات اور ان کی خبر گیری

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور غرباء مسلمین سے ملاقات فرماتے۔ ان میں کوئی بیمار پڑ جاتا تو ان کی عیادت فرماتے۔ اور ان کے جنازے میں حاضر ہوتے۔

(مستدرک حاکم، کنز العمال جدید جلد ۷ صفحہ ۱۵۵)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ضعیف مسکین بیوہ لوگوں کے پاس چل کر ان کی ضرورت پوری کرنے میں کوئی کراہت محسوس نہ فرماتے۔ اور نہ اپنے کو اس سے بڑا سمجھتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۴۱)

غرباء اور مساکین کے ساتھ چلنے میں عار نہ محسوس فرماتے

عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ذکر فرماتے تھے۔ گفتگو بہت کم فرماتے تھے۔ نماز لمبی پڑھتے تھے۔ خطبہ مختصر دیتے تھے۔ اور غریب اور بیواؤں کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ ان کی ضرورتوں کو پورا فرماتے۔ (نسائی، دلائل جلد ۱ صفحہ ۳۲۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاقی برتاؤ میں غریب و امیر کا فرق نہ فرماتے۔ غربا و مساکین کا بلکہ زیادہ لحاظ فرماتے۔ ان کے ساتھ ان کی ضرورتوں میں بلا تکلف چلتے۔ ان کی ضرورتوں کو پورا فرماتے۔

افسوس کہ آج کل ہمارا معاشرہ بالکل بدل گیا ہے۔ طریق نبوت سے ہٹ گیا ہے۔ رؤسا اور مالداروں کے ساتھ چلنے پھرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ جن سے اپنی ضرورت اور غرض وابستہ ہوتی ہے۔ انہیں کی رعایت اور ضرورت و حاجات میں تعاون کرتے ہیں۔ غربا و مساکین کو ذلت کی نگاہ سے دیکھ کر ان سے بعد اور ان کے ساتھ صحبت میں سبکی محسوس کرتے ہیں۔ ان کی ضرورتوں کا تو خیال کریں گے۔ کمزور ضعیف سمجھ کر ان پر ظلم کرتے ہیں ان کو تکلیف دیتے ہیں۔ ان کو نقصان پہنچا کر فوائد و منافع اپنے حق میں کر لیتے ہیں۔ ان کی مدد کے بجائے ان کو مزید کمزور اور ضعیف بنائے رکھتے ہیں تا کہ ان پر ظلم اور حق تلفی آسان ہو۔ خدا کی پناہ۔

معمولی اور غریب آدمی کی دعوت قبول کر لینا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گدھے پر سوار ہو جاتے۔ صوف کا موٹا لباس زیب تن فرما لیتے۔ غلام کی دعوت فرما لیتے۔ میں نے خیبر کے موقعہ پر دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار تھے۔ جس کی لگام کھجور کی چھالوں سے بنا تھا۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۳، بدایہ)

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔

(مجمع جلد ا صفحہ ۲۰، ابن سعد صفحہ ۳۰۷)

سعد مقری کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے غلام کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ (صفحہ ۳۷۱)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو عوالی مدینہ کا کوئی شخص آدھی رات میں بھی جو کی روٹی کی دعوت کرتا تو آپ اسے قبول فرما لیتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۲۰)

فَائِدَہ: غریب اور معمولی شخص کی دعوت قبول کر لینا اور ان کے یہاں کھانے کے لئے چلے جانا یہ تواضع اور مسکنت کی بات ہے۔ کبر وفخر سے خالی ہونے کی علامت ہے۔ جو خدا کے برگزیدہ بندے کی شان ہے۔ عموماً لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ان کے یہاں کیا ملے گا۔ اور ایسی دعوت میں سبکی محسوس کرتے ہیں۔ بڑی بری بات ہے۔ دعوت کا مقصود عمدہ مرغن غذاؤں کا کھانا نہیں بلکہ محبت اور تعلق کو باقی رکھنا اور لوگوں سے مخلصانہ محبتانہ برتاؤ کو فروغ دینا ہے۔

معمولی سے معمولی آدمی کی ضرورت میں چل پڑتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی باندی بھی اپنی ضرورت سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتی تو آپ اس کی ضرورت میں چل پڑتے۔ (یہاں تک کہ آپ اس کا کام کر کے فارغ ہو جاتے)۔

(اخلاق النبی صفحہ ۲۷، البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۴۶)

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کمزور عقل والی تھی۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام فلاں چلو راستہ میں چل کر جس جگہ کھڑی ہو جاؤ گی۔ میں تمہارے پاس آکر کھڑا ہو جاؤں گا (اور تمہاری بات سن لوں گا) پھر آپ اس کے ساتھ راستہ سے ہٹ کر بات چیت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی پوری بات کہی۔ (اور آپ غور سے سنتے رہے)۔ (اخلاق النبی صفحہ ۲۵)

غرباء ومساکین سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بہت محبت و تعلق رکھتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ دعا فرماتے:

"اللهم احینی مسکینا وامتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرة المساکین یوم القیمة"

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں مسکینوں کے ساتھ زندگی عطا فرما۔ اور مسکینوں کے ساتھ موت عطا فرما، اور قیامت کے دن مسکین کے ساتھ ہمارا حشر فرما۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا یہ دعا آپ کیوں کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ اس لئے کہ وہ مال داروں سے چالیس خریف یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔ اے عائشہ کبھی مساکین کو واپس نہ کرنا خواہ کھجور کی گٹھلی ہی سہی۔ اور ان کو اپنے سے قریب رکھنا۔ (یعنی ان سے ربط محبت وصحبت رکھنا) اللہ پاک تم کو قیامت کے دن اپنے قریب رکھے گا۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۶۷)

فائدہ: دیکھئے مساکین وغرباء کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیسی عزت اور وقعت تھی۔ کہ آپ ان کے ساتھ زندگی موت اور حشر قیامت کی دعا کر رہے ہیں۔ اور آپ فرما رہے ہیں کہ ان کا قرب اور ان کی محبت خدا کے قرب وتقرب کا باعث ہے۔ چونکہ یہ متواضعانہ صفات ہیں اور اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اللہ کو تواضع پسند ہے۔ افسوس صد افسوس کہ آج ایسے لوگوں کو ماحول میں کمتر ذلیل سمجھتے ہیں۔ ربط وتعلق ومصاحبت تو دور کی بات ہے باوجود رشتہ ناطے ہونے کے ایسوں سے شادی بیاہ تک نہیں کرتے۔ سوچتے ہیں ان سے کیا ملے گا۔ عوام تو عوام خواص اور عرفاً اہل دین کا مزاج ایسا پایا جاتا ہے۔ گنے چنے دیندار اہل معرفت ہی ان احادیث پر عمل کرنے والے ہیں۔ ورنہ تو جو دیندار طبقہ کہا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک بھی مال اور دنیا کی بڑی وقعت ہے۔ جب ان احادیث پر عمل کا وقت آتا ہے تب سمجھ میں آتا ہے کتنی دینداری ہے۔

سائلین کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن برتاؤ

کسی کے سوال پر لا یعنی انکار نہ فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ ﷺ سے کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے فرما دیا ہو نہیں۔ یعنی نفی میں جواب نہیں دیا انکار نہیں فرمایا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۲، مسلم ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا تو آپ نے کبھی نہ نہیں فرمایا۔

فائدہ: یعنی سائل کو آپ بالکل نہیں کر کے نا امیدی کے ساتھ واپس نہ فرماتے۔ کچھ نہ کچھ ضرور دیتے، نہ ہوتا تو قرض لے کر دیتے۔ کبھی آئندہ دینے کا وعدہ فرماتے۔ یا خاموش رہتے زبان سے انکار (لحاظاً و اکراماً) نہ فرماتے۔

فرزدق شاعر نے اسی خلق عظیم کو اس شعر میں ذکر کیا ہے ؎

ما قال لا قط الا فی تشهده ❁ لو لا التشهد کانت لاءه نعم

سوائے تشہد کے کبھی آپ نے لا نہیں کیا اگر تشہد میں لا نہ ہوتا تو آپ نعم بجائے لا کے فرماتے۔

(جمع الوسائل صفحہ ۱۶۷)

علامہ بوصیری نے بھی اسے قصیدہ بردہ میں ذکر کیا ہے۔

اسی کو عارف مضطر نے بڑی خوبی سے ادا کیا ہے ؎

کبھی محروم سائل کو نہ حتی الوسع لوٹاتے
نہ ہوتا تو نرمی بہ لجاجت سے عذر فرماتے
سخاوت کے سبب سے بیشتر مقروض رہتے تھے
بچا کر کچھ نہ رکھتے سائلوں سے لا نہ کہتے تھے

(کوثر؟ صفحہ ۵۲)

کبھی خاموش رہتے

محمد حنفیہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی عادت انکار کی عادت نہ تھی۔ جب کوئی سوال کرتا اور اسے دینے

کا ارادہ فرماتے تو نعم۔ ہاں۔ اچھا فرماتے۔ اور (کچھ دینے کو آپ کے پاس نہ ہوتا تو) نہ دینے کا ارادہ فرماتے تو خاموش رہتے۔ اور آپ کے چہرے سے پہچان لیا جاتا۔ (ابن سعد جلد اصفحہ ۳۶۸)

فائدہ: آپ لا۔ اور انکار کرنا مروت اور اکرام کے خلاف سمجھتے اسی وجہ سے خاموش رہتے۔ سمجھنے والا سمجھ لیتا اور واپس چلا جاتا۔

بعض لوگ اس خاموشی کا راز نہیں سمجھتے تو بار بار اصرار کر کے انکار پر مجبور کرتے ہیں۔ یہ شرافت کی بات نہیں۔

ضرورت پوری نہ کر سکتے تو نرمی سے جواب دیتے

حضرت حسن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک طویل حدیث جوان کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کوئی حاجت طلب کرتا تو آپ اس کی ضرورت پوری فرماتے یا نہ فرما سکتے تو بہت نرمی اور اخلاق سے اس سے کہتے اور معذرت فرماتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اسے جھڑکتے یا سختی سے بات نہ کرتے بہت لجاجت اور مسکنت سے معذرت فرماتے۔ خیال رہے کہ سائل کا یہ حق ہے کہ اس سے سختی یا جھڑک کر لعن طعن دے کر بات نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی دلی تکلیف سے اس کے مقام پر آ جائے۔

نہ ہوتا تو قرض لے کر ضرورت پوری فرماتے

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ ان کو کچھ دیا جائے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جواب میں فرمایا میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ لیکن تم ایسا کر لو کہ میرے نام پر تم کچھ خرید لو۔ میرے پاس کچھ آئے گا تو میں اسے ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول آپ کے پاس جو کچھ تھا آپ دے چکے اور جو آپ کی وسعت میں نہیں خدائے پاک نے آپ کو اس کا مکلّف نہیں بنایا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ کہنا پسند نہیں آیا۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول خرچ کیجئے اور عرش کے مالک سے کمی کی کوئی پرواہ نہ کیجئے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو انصاری کی یہ رائے پسند آئی اور آپ نے مسکرا دیا اور فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ (شمائل صفحہ ۲۴)

فائدہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جود وسخا اور خلق عظیم کی وجہ سے ہر ایک کی حاجت روائی فرماتے۔ کسی کو رد نہ فرماتے۔ لوگوں کی ضرورت پوری کرنے میں قرض تک گوارا فرما لیتے۔ خصائل نبوی میں ہے۔ ضرورت مندوں کے لئے قرض لے کر ان پر خرچ کرنا، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا عام معمول تھا۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث میں خود موجود ہے۔

ایک شخص نے حضرت بلال سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اخراجات کی کیا صورت تھی انہوں نے فرمایا۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہ تھا میں ہی اخیر تک اس کا منتظم تھا۔ عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہوکر حاضر خدمت ہوتا۔ اور آپ اس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام کا حکم فرماتے میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا۔ اور کھانے کا انتظام کرتا۔ (صفحہ ۳۱۷)

ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگوں کے لئے آپ نے قرض لیا۔ اور وقت پر ادا نہ فرما سکے تو قرض خواہوں سے ان کے خاطر سخت سست بات بھی سنتے اور برداشت فرماتے۔ جیسا کہ قرض کے فصل میں گزر چکا ہے۔

فَائِدَۃٌ: خیال رہے کہ سائل یا مانگنے والے کی یہ رعایت اس وقت ہے جب کہ وہ کسی ایسے امور میں نہ خرچ کرے جو خلاف شرع بدعت یا رسم وغیرہ ہو کہ ان امور میں تعاون کرنا گناہ کی بات ہے۔ بسا اوقات لوگ محرم اور ربیع الاول وغیرہ کے بدعات میں مالی تعاون اور چندہ دینے پر لوگوں کو اصرار کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں رعایۃً اور لحاظاً دینا بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر ایسے اوباش لوگوں کا اس درجہ غلبہ ہو کہ نہ دینے کی صورت میں ظلم اور پریشان کریں گے تو ظلم سے بچنے کی نیت سے کچھ دے دینا گناہ کا باعث نہ ہوگا۔

ایثار

ایثار نبوی ﷺ

سہیل کی روایت ہے کہ ایک عورت آپ ﷺ کی خدمت میں ایک خوشنما چادر لے کر آئی۔ اور کہا اے اللہ کے رسول میں نے اس کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے، لائی ہوں تا کہ آپ کو پہناؤں۔ چنانچہ آپ کو ضرورت تھی آپ نے لے لیا۔ آپ اس کا ازار تہبند بنا کر گھر سے نکلے۔ ایک شخص نے دیکھ لیا (کہ آپ اچھی چادر پہن کر نکلے ہیں) اس نے سوال کر لیا کہ اے اللہ کے رسول ہمیں پہننے کے لئے دیجئے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ جب تک مجلس میں بیٹھنا تھا تشریف فرما رہے اس کے بعد اٹھے اور لپیٹ کر اسے دے دیا۔ (مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۳۷۷)

فائدہ: ایثار کے معنی ہیں اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دینا مؤمنین کاملین کی یہ شان ہے۔ اپنے مقابلہ میں دوسروں کا خیال رکھنا۔ یہ بڑا اونچا بلند پایہ وصف ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندے ہی اس کے حامل ہوتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو اس وصف کے حامل ہیں۔ اصحاب زہد وتقویٰ اور اصحاب ذکر وعبادت تو بہت ملیں گے مگر اس وصف کے حامل کم ہی لوگ ملیں گے۔ عموماً ہر شخص اپنے فائدہ اور نفع کی فکر میں رہتا ہے۔ جب دوسرے کی رعایت (خصوصاً جو ماحول میں برابر کا ہو یا کمتر ہو) اور نفع ونقصان یا عزت وجاہت کا تقابل ہو تو تب اس کا پتہ چلتا ہے۔ اس زمانہ میں ایثار تو بہت ہی بڑی بات ہے۔ امور خیر میں شریک کر لے تو بھی بہت بڑی بات ہے۔ بڑے مبارک اور فضیلت کے حامل ہیں وہ حضرات جو ایثار کا مادہ رکھتے ہیں اور خدا واسطے بلا کسی غرض دنیاوی کے ایثار پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو خیر الناس ہیں۔ ان کے ایثار سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور حدیث پاک میں ہے۔ ”خیر الناس من ینفع الناس“. ترجمہ: لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

مشورہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب سے مشورہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی لوگوں سے بکثرت مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۳۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے زیادہ میں نے کسی کو مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔
(الخرائطی فی المکارم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اصحاب سے مشورہ فرمایا۔
(احسان صفحہ ۲۲۷)

مشورہ میں خیر و برکت ہے

ضحاک سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کا حکم دیا چونکہ مشورہ میں خیر و برکت ہے۔ (ابن ابی شیبہ، سبل جلد۹ صفحہ ۳۹۸)

یحییٰ بن سعد کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن مشورہ فرمایا۔ آپ نے غزوۂ قریظہ اور بنونضیر کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ (ابن سعد، سبل جلد۹ صفحہ ۳۹۸)

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سزا کے متعلق مشورہ فرمایا کہ انہوں نے بدعہدی کی اور خفیہ سازشوں کے ذریعہ اسلام کو جانی و مالی نقصان پہنچایا ان کو کیا سزا دی جائے۔

بنونضیر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع فرما کر خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو کچھ سلوک اور احسان کیا تھا اس کو سراہا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ اے گروہ انصار چاہو تو میں اموال بنی نضیر کو تم اور مہاجرین میں برابر تقسیم کر دوں۔ اور حسب سابق مہاجرین تمہارے شریک حال رہیں اور اگر چاہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کر دوں اور وہ تمہارے گھر خالی کر دیں۔ سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ سرداران انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نہایت طیب خاطر سے اس پر راضی ہیں کہ مال فقط مہاجرین میں تقسیم فرما دیں۔ اور حسب سابق مہاجرین ہمارے گھروں میں رہیں اور کھانے پینے میں ہمارے شریک رہیں۔ (سیرت مصطفیٰ جلد۲ صفحہ ۲۷۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کن امور میں مشورہ فرماتے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے جنگی امور (ملکی اور سیاسی باتوں) میں مشورہ فرماتے۔ آپ احکام شرعیہ کے نافذ یا ادا کرنے کے متعلق مشورہ نہ فرماتے کہ احکام الٰہیہ میں مشورہ نہیں ہوا کرتا۔ اسی طرح حضرات صحابہ بھی مشورہ سے امور انجام دیتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے اولاً خلافت وامارت کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشورہ ہی سے امیر وخلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد جو کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے اس کے متعلق صحابہ کرام نے مشورہ کیا چنانچہ ان سے قتال کے متعلق صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے تسلیم کر لی گئی۔ (الجامع للقرطبی جلد۹ صفحہ ۳۸)

اس طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیرات عیدین، تکبیرات جنازہ، خروج منی سے غسل کے متعلق، شارب خمر کی سزا کے متعلق مشورہ کیا اور مشورہ میں جو طے ہوا اس پر امت کو عمل کا حکم دیا۔ (مزید اس کے متعلق احادیث جلد چہارم کے باب المشورہ میں مذکور ہیں)۔

تفاؤل خیر

تفاؤل خیر کو پسند فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تفاؤل خیر کو پسند فرماتے اور آپ نحوست اور بدفالی کے قائل نہ تھے۔ (مسند احمد، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تفاؤل خیر کو پسند فرماتے تھے اور بدفالی کو ناپسند فرماتے تھے۔ (مستدرک حاکم، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تفاؤل خیر کو پسند فرماتے تھے۔
(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۳۰، اخلاق النبی صفحہ ۷۵۷)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدفالی نہ لیتے لیکن نیک شگون لیا کرتے۔

(اخلاق النبی صفحہ ۷۵۱)

حضرت کثیر نے اپنے والد و دادا کے واسطے سے یہ روایت بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ھا خضرۃ ''لو سبز و شادابی'' تو آپ نے (نیک شگون لیتے ہوئے فرمایا) ہاں لبیک۔ (اس کے حصول کے لئے حاضر ہیں) ہم نے تمہارے منہ سے نکلے کلمات سے نیک شگون لیا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۷۵۵)

فائدہ: یہ واقعہ غزوہ وَدان کے موقعہ کا ہے۔ آپ اس غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص کی زبان سے سبز شادابی نکلا۔ آپ نے اس سے شگون خیر لیتے ہوئے فرمایا ہاں میں اس کا طالب ہوں۔ چنانچہ آپ اس غزوہ میں تشریف لے گئے قتال کی نوبت نہ آئی۔ اور کفار نے سرسبز شاداب علاقہ آپ کو حوالہ کر دیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے نیک فالی پسند ہے اور نیک فالی اچھے لفظ سے لی جاتی ہے۔ (صفحہ ۷۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے پوچھا نیک فالی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نیک فالی اچھا کلمہ ہے۔ یعنی اچھے کلمے سے نیک فالی لی جاتی ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۷۵۳)

نکلتے وقت اچھے ناموں کا سننا پسند

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کی وجہ سے نکلتے (مثلاً غزوہ وغیرہ

میں) تو یا راشد، یا نجیح کی آواز پسند فرماتے ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ باہر نکلے اور کسی نے اتفاقاً راشد یا نجیح یا اسی کے مثل کسی نے پکارا تو اس کو اچھا سمجھتے۔

کسی چیز میں نحوست نہیں

حضرت سعد بن مالک سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بدفالی اور نحوست کسی چیز میں نہیں اگر ہوتی تو عورت میں گھوڑے میں ہوتی ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۲، طحاوی صفحہ ۳۸۱)

سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد سے نحوست کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ڈانٹا اور کہا کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا کہ نحوست کسی شئے میں نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو عورت، گھر، گھوڑے میں ہوتی ۔ (طحاوی صفحہ ۳۸۱)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بدفالی کو پسند نہ فرماتے ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۲)

فائدہ: خیال رہے کہ تفاؤل یا نیک شگونی کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کسی اچھے کلمے کو سن کر اس سے کسی اچھے نتیجہ کی امید رکھے۔ مثلاً کسی کام کے ارادے سے نکلا فائز، نجح فلاں وغیرہ نام کے آدمی سے ملاقات ہوئی۔ جس کے معنی کامیاب کے ہیں تو یہ سمجھنا کہ اس مقصد میں کامیاب ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح کان میں۔ مفتوح منصور وغیرہ کسی کے بولنے سے سننے میں آگیا اس سے نتیجہ نکالا کہ میں انشاء اللہ کامیاب ہو جاؤں گا یہی نیک شگون ہے۔ اس کے برخلاف کسی برے کلمہ سے برا نتیجہ نکالنا۔ مثلاً مقہور، ذلیل، مجبور، وغیرہ کلمہ سن لیا۔ اپنا ارادہ فسخ کر دیا یہ بدفالی ہے۔ جو درست نہیں ہے۔ اسی طرح کسی سے نقصان ہونے کی بنیاد پر اسے منحوس خیال کرتا۔ یہ بھی درست نہیں ہے۔

نیک فالی کا طریقہ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بدفالی تو نہیں لیتے تھے۔ (البتہ نیک فالی لیتے تھے جس کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ کہیں تشریف لے جاتے تو نام معلوم فرماتے۔ اگر اچھا نام معلوم ہوتا تو خوش ہوتے۔ اور مسرت کے نشانات چہرے پر نمایاں ہو جاتے۔ اگر برا نام ہوتا تو چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے۔ اسی طرح اگر عامل بنا کر بھیجتے تو نام معلوم فرماتے۔ اگر اچھا ہوتا تو خوش ہوتے۔ برا ہوتا تو اسے پسند نہ فرماتے۔ اور یہ آپ کے چہرہ انور سے معلوم ہو جاتا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۵۵)

موطا امام مالک کے واسطے سے ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن ایک اونٹ کا دودھ دوہنے کے لئے پوچھا کہ کون دھوئے گا۔ ایک شخص کھڑا ہوا۔ کہا میں۔ آپ نے پوچھا۔ تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا مرہ۔ آپ نے کہا

بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا کون دھوئے گا۔ ایک دوسرے نے کہا میں۔ آپ نے پوچھا نام کیا ہے، کہا جمرہ۔ آپ نے کہا بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا کون دھوئے گا۔ کسی دوسرے نے کہا میں۔ آپ نے پوچھا کیا نام ہے۔ اس نے کہا یعیش آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ دوھو۔ (موطا، سبل جلد ۹ صفحہ ۳۵۶)

فائدہ: خیال رہے کہ نام کا اثر مسمّٰی پر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے اچھے نام کا اعتبار کیا اور کرتے تھے۔ یعیش کے معنی خوشگواری اچھائی کے ہیں۔ گویا کہ اب اس فعل میں اچھائی ہوگی۔ اسی وجہ سے حکم ہے کہ اچھا نام رکھو۔

خطابی نے تفاؤل خیر کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اچھے معنی والے الفاظ کو سنے اور اس سے اچھا نتیجہ نکالے۔ یہی تفاؤل خیر ہے اسی کو آپ نے بتایا ہے۔

اس کے مقابلہ میں بدفالی درست نہیں۔ گویا کہ خدائے تعالیٰ سے بدگمانی ہے جو ممنوع ہے اور یہ کہ وہمی شئے پر اعتبار کرنا ہے۔ (سبل صفحہ ۳۵۶)

بدفالی اور نحوست کو پسند نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بدفالی کو ناپسند فرماتے اور اس سے شدت سے انکار فرمایا کرتے۔ (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۸۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ بدفالی اور نحوست کچھ نہیں ہے۔ (طحاوی صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: امام طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے بدفالی اور نحوست سے منع فرمایا ہے۔ اور آپ نے اسے شرکیہ افعال میں فرمایا۔ آپ نے ایسے اسباب سے منع فرمایا ہے جس سے بدفالی محسوس ہو۔

(جلد ۲ صفحہ ۳۹۰)

چنانچہ لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سفر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ کوئی بلی یا کتا راستہ میں اولاً مل گیا۔ تو منحوس سمجھتے ہوئے سفر منقطع کر دیتے ہیں۔ یا اسی طرح کسی نے چھینک دیا۔ تو ارادہ بدل دیتے ہیں۔ یہ جہالت کی باتیں ہیں جن سے احتراز ضروری ہے۔ یہی تفاؤل شر ہے۔

بدفالی کے وقت یہ دعا کرے

آپ ﷺ نے فرمایا۔ بدفالی سے کراہیت محسوس کرو تو یہ دعا پڑھو "اَللّٰهُمَّ لَا يَاتِي بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" "اے اللہ کوئی بھلائی آپ کے بغیر نہیں آ سکتی کوئی برائی آپ کے بغیر دور نہیں ہو سکتی۔ کوئی طاقت کوئی قوت سوا اللہ کے نہیں۔" (بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۶۳)

پچھنا لگانے کے متعلق

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا اور مجھے حکم دیا کہ میں پچھنا لگانے والوں کو اس کی اجرت دوں۔ (شمائل، ترمذی صفحہ ۲۴، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے گردن کی ان دو رگوں کا پچھنا لگوایا جو کندھوں کے مابین ہیں۔ اور حجام کو اجرت دی۔ اگر اجرت درست نہ ہوتی تو آپ نہ دیتے۔

(طحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۷۱، شمائل ترمذی صفحہ ۲۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حالت احرام میں مقام حل میں پیر کے اوپر پچھنا لگوالیا۔ (شمائل صفحہ ۲۵)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے سر کے حصہ میں پچھنا لگوایا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۴۹)

فائدہ: بدن کے فاسد یا زائد خون کو نکالنے کا نام عربی میں حجامت ہے۔ اردو میں سینگی لگانا یا پچھنا لگانا کہا جاتا ہے۔

عہد قدیم میں خاص کر عربوں کے یہاں پچھنا لگوانا رائج تھا۔ اس میں رگوں کے خون کو ایک آلہ کے ذریعہ سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور کبھی جونک کے ذریعہ سے بھی یہ کام لیا جاتا ہے۔ عموماً بدن میں خون کی زیادتی سے اس علاج کی ضرورت پڑتی ہے۔ اہل ہند اور دیگر عرب کے علاوہ علاقوں میں یہ علاج رائج نہیں۔ اور اس عہد میں ویسے بھی خون کی کمی کی شکایت عام ہے۔ جس سے ایسے علاج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مزید ان جیسے امور کی تفصیل طب نبوی کے ذیل میں آئے گی۔ جہاں علاج و معالجہ نبوی کا ذکر ہوگا۔ انشاء اللہ۔

رفتار مبارک کا بیان

تیز رفتاری سے چلتے

یزید بن مثرد سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو تیز رفتاری سے چلتے۔ یہاں تک کہ جو آپ کے پیچھے ہوتا دوڑ کر بھی آپ کے ساتھ نہ چل پاتا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو چستی سے چلتے سستی سے نہ چلتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۸، مسند احمد جلد ا صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹتی تھی۔ جب ہم لوگ آپ کے ساتھ چلتے۔ تو تھک جاتے۔ حالانکہ آپ کی رفتار معمولی ہوتی۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۸۰، سبل صفحہ ۱۵۸، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۵۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ میں تھے۔ ہم ساتھ چلتے مگر آپ آگے ہو جاتے۔ بغل میں ایک شخص میری طرف متوجہ ہوا (یعنی حیرت کا اظہار کرتا ہوا) تو میں نے کہا آپ کے لئے اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہما السلام کے لئے زمین لپٹتی تھی۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹، ابن ابی شیبہ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو آپ کے پیچھے اصحاب دوڑتے ہوئے چلتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتاری سے چلتے۔ سست اور آہستہ نہ چلتے۔ اور آپ کے لئے زمین لپٹتی تھی۔ یعنی معمولی رفتار سے بھی چلتے تو مسافت زیادہ طے ہوتی۔ یہ آپ کا معجزہ تھا کہ آپ آگے نکل جاتے دوڑتے ہوئے بھی اصحاب آپ کے ساتھ شریک نہ ہو پاتے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ کی سرعت رفتاری کمال قوت کی وجہ سے تھی۔ (جمع جلد ا صفحہ ۱۷۶)

زمین کا لپٹنا جسے طے ارض کہا جاتا ہے۔ آپ کی برکت سے بعض امتی کو بھی نصیب ہوئی۔ جس کا ذکر بعض اہل اللہ کے سوانح میں ملتا ہے۔

چستی کے ساتھ چلتے

ابن ابی سیار کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو مضبوط قدم اٹھاتے۔ بیمار اور سست کی طرح نہ چلتے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹)

ابن قیم لکھتے ہیں کہ آپ ہوناً چلے کرتے تھے جس کا ذکر کلام پاک میں ہے۔ "یمشون علی الارض ھوناً" قرآن نے عبادالرحمن کی شان میں کہا ہے۔

رفتار ہون کے معنی یہ ہے کہ سکون وقار کے ساتھ بلا تکبر کے اور بلا ہلائے کندھے کے چلے۔ ایسا جیسے بلندی سے نشیبی زمین کی جانب۔ (زادالمعاد جلد ا صفحہ ۱۵۸)۔

اس طرح چلتے گویا اونچائی سے اترتے ہوئے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا آپ اونچائی سے اتر رہے ہوں۔ (اتحاف جلد ۷ صفحہ ۵۴)

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نہایت سکون وقار سے چلتے۔ آپ کی رفتار اس طرح ہوتی گویا اونچائی سے نیچائی کی جانب اتر رہے ہوں۔ (بیہقی، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۵۹)

خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ سنجیدگی اور قوت کے ساتھ زمین سے پیر اٹھاتے۔ گھسٹ کر نہیں چلتے۔ ذرا سا جھکاؤ چلنے میں ہوتا۔ جو تواضع مسکنت کی ہیئت ظاہر کرتا۔ خدا کے برگزیدہ بندوں اور اصحاب معرفت کی یہی شان ہوتی ہے۔

ذرا جھک کر چلتے ہوئے معلوم ہوتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ذرا سا جھک کر چلتے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو ہلکا سا جھک کر چلتے۔ جیسے کوئی اونچی زمین سے نیچے کی جانب آتا ہے تو جھک جاتا ہے۔ (ابن سعد، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب چلتے تو ہلکا سا جھک کر چلتے۔ گویا کسی بلندی سے نشیب کی جانب اتر رہے ہوں۔ (ابن الضحاک، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اس طرح چلا کرتے جیسے عصا کے سہارے، یعنی ہلکا سا جھکاؤ لئے ہوئے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۸۴۲۵)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس طرح چلنا عزم، ہمت و شجاعت کا چلنا ہے۔ یہ سب سے بہتر رفتار ہے اور جسم

کے لئے راحت بخش ہے۔ (زاد جلد ا صفحہ ۱۶۷)

چلتے وقت اِدھر اُدھر نہ دیکھتے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب چلتے تو اِدھر اُدھر رخ نہ فرماتے۔ بسا اوقات آپ کی چادر کسی درخت میں پھنس جاتی یا کسی اور سے بھی تو آپ بھی پیچھے نہ مڑتے۔ لوگ ہنس بھی لیتے تھے اور مطمئن رہتے کہ آپ مڑ کر نہ دیکھیں گے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹)

فَائِدَہ: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے چلتے ہیں آپ ایسا نہ چلتے کہ یہ شرافت اور وقار کے خلاف ہے۔ یہ لا ابالی پن کی علامت حضرات انبیاء اور شرفاء ان امور سے پاک ہوتے ہیں۔

مڑتے تو پورا مڑتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب رخ فرماتے اور مڑتے تو پورے بدن سے مڑتے۔ اور پشت فرماتے تو پورے طور پر پشت فرماتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۱۶۰)

عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کنارۂ چشم سے دیکھ لیتے تھے مگر رخ نہ کرتے تھے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۶۰)

حضرت ابوامامۃ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مکمل جسم کے ساتھ پورے طور پر مڑتے تھے۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم صرف چہرہ موڑ کر یا آدھ جسم موڑ کر کسی جانب نہ دیکھتے تھے۔ بلکہ پورے جسم کے ساتھ مڑ کر دیکھتے تھے۔

پیچھے کی جانب بلا مڑے بھی چل دیتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ میں ایک دن باہر سے آئی اور رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گھر کے اندر نماز پڑھ رہے تھے۔ اور دروازہ بند تھا۔ میں نے کھلوایا۔ چنانچہ آپ آگے بڑھے اور دروازہ کھول دیا پھر پیچھے کی طرف سے لوٹے۔ اور نماز پوری کی۔ (ترمذی صفحہ ۱۳۱)

فَائِدَہ: حدیث پاک میں اسے قہقہری کہا گیا ہے۔ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ پشت کی جانب چلنے کو کہتے ہیں۔

فَائِدَہ: آپ نماز کی حالت میں دروازہ کھولنے کے بعد پیچھے کی طرف بلا مڑے لوٹے تھے۔ خیال رہے کہ احناف کے یہاں نماز میں عمل کثیر مفسد صلوٰۃ ہے۔ اگر اس طرح جلدی ہو جائے کہ یہ عمل کثیر نہ کہلائے تو اجازت ہے۔

کبھی ننگے پیر بھی چل لیتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے پیر اور جوتے کے ساتھ دونوں طرح چل لیتے تھے۔ (بزار، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۶۰)

فائدہ: کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ننگے پیر تواضعاً بھی چل لیتے۔ چنانچہ ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں آپ ننگے پیر بھی چل لیتے تھے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۶۲)

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں ہم لوگ سعد بن عبادہ کی عیادت میں ان کے یہاں گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم میں سے کسی کے پیر میں جوتا اور چپل نہ تھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۶۲)

پیدل بھی چل لیتے تھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا پیدل اور سواری پر تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا تشریف لے جاتے تھے۔ کبھی پیدل جاتے کبھی سوار۔ (بخاری صفحہ ۱۵۹، مسلم صفحہ ۴۴۸، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

فائدہ: قباء آپ کا محبوب اور مدینہ منورہ کا تاریخی مقام ہے۔ مسجد نبوی سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ اس مسجد میں آپ پیدل بھی تشریف لے جاتے تھے اور کبھی سواری پر بھی تشریف لے جاتے۔ اس مسجد کی بڑی فضیلت ہے۔ جو اس مسجد قباء میں آکر دو رکعت نماز پڑھے اسے ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۲۱۷)

آپ اصحاب کی زیارت و ملاقات کے لئے بھی پیدل تشریف لے جاتے، اور کبھی معمولی سواری خچر اور گدھے پر فرماتے جو اس زمانہ میں معمولی سواری شمار ہوتی تھی۔ حیرت اور تعجب ہے آج پیدل چلنے میں عار محسوس کرتے ہیں پیدل چلنے کو کمتر محسوس کرتے ہیں۔ محلے میں قریبی مکان میں جانا ہو تو بلا سواری کے نہیں چلتے۔

خیال رہے کہ اس احساس میں کبر کا شائبہ ہے۔ جیسا موقعہ دیکھا چل دیا۔ کبھی سواری کبھی پیدل یہی سنت اور اکابرین و اسلاف کا طریقہ ہے۔ مزید یہ باب تواضع کے ضمن میں بھی ہے کہ اصحاب شمائل نے آپ کا پیدل چلنا تواضعاً قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے پیدل چلنا تواضع کی علامت ہے۔

اپنے اصحاب کے ساتھ پیچھے چلنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے آگے آگے چلا کرتے تھے۔ اور آپ پیچھے ملائکہ کے لئے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (سبل ابن ماجہ صفحہ ۲۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے تھے۔ کمزور لوگوں

کو آگے رکھتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: آپ ﷺ جب کہیں چلتے تو اپنے اصحاب کو آگے رکھتے تھے اور اپنے پیچھے ملائکہ کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ آپ کا اپنے اصحاب کو چلنے میں آگے رکھنا یا تو تواضعاً تھا۔ یا اس وجہ سے کہ آپ ان کی نگہبانی فرمائیں۔ مزید اس وجہ سے کہ کمزور اور ضعیف کی رعایت ہو سکے۔ پیچھے رہنے کی وجہ سے ان سے تغافل نہ ہو جائے۔ ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ سفر میں آپ اپنے اصحاب کو آگے رکھا کرتے تھے۔ (جلد ا صفحہ ۱۶۹)

کبھی اپنے اصحاب کا ہاتھ پکڑ کر چلتے

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں ایک دن کسی ضرورت سے نکلا۔ آپ ﷺ ہمارے آگے چل رہے تھے۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور ساتھ چلنے لگے۔ (مسند احمد صفحہ ۴۲، طحاوی صفحہ ۷)

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول پاک ﷺ نے دیکھا تو اشارہ کیا میں آپ کے پاس آیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سے چلنے لگے۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ باہر نکلے اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے کھڑے ہو گئے۔ (طبرانی، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۳)

فائدہ: آپ ﷺ کبھی اپنے اصحاب اور رفقاء کا ہاتھ پکڑ کر چلتے اور یہ محبت اور حسن ربط وتعلق کی بات ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہم عمر اصحاب چلتے ہوئے احباب کا ہاتھ از روئے محبت پکڑ لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سنت سے ثابت شدہ امر ہے۔

کسی کام کے لئے تیزی سے نکلنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ بڑی تیزی سے جھپٹتے ہوئے ہماری جانب آئے۔ کہ ہم لوگ اس قدر تیزی سے آنے کی وجہ سے ڈر گئے۔ جب ہماری جانب آ گئے تو آپ نے سلام کیا۔ اور فرمایا میں تیزی سے آیا کہ تم کو شب قدر کی خبر کر دوں۔ مگر تمہارے درمیان (لڑائی) دیکھ کر میں بھول گیا۔ اب اسے عشرہ اخیرہ میں تلاش کرو۔ (ادب مفرد صفحہ ۸۱۳)

امام بخاری نے ادب مفرد میں السرعۃ فی المشی باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ کبھی تیزی سے جھپٹ کر بھی آیا جا سکتا ہے یہ کوئی مذموم نہیں۔

عصا کے سہارے چلنا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہمارے پاس عصا کا سہارا لئے ہوئے

تشریف لائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷۲)

حضرت مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۳۱)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لئے ہوئے تھے۔

(طبرانی صفحہ ۵۸۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عصا رکھتے تھے اور عصا کے سہارے حسب ضرورت چلتے تھے۔ عصا رکھنا اس کے سہارے چلنا آپ اور آپ سے پہلے انبیاء کی سنت ہے۔ جو لوگ اسے شرف وقار کے خلاف سمجھتے ہیں۔ درست نہیں۔ مزید تفصیل جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی حالت

حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے اپنی خالہ ہند بن ابی ہالۃ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کو جھک کر چلا کرتے تھے۔ اور متانت اور وقار کے ساتھ قدم اٹھاتے۔ آپ چلنے میں تیز رفتار تھے۔ آپ جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی اونچائی سے اتر رہے ہوں۔ جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے۔ راستہ چلتے وقت آپ کی نظر زمین کی طرف جھکی ہوئی۔ آپ کی نگاہ آسمان کے مقابلے میں زمین کی جانب زیادہ رہتی۔ (نزول وحی کی وجہ سے آپ آسمان کی جانب بھی کبھی دیکھتے)۔

آپ اکثر گوشۂ چشم سے دیکھا کرتے تھے۔ چلے وقت صحابہ کو آگے رکھتے اور خود پیچھے چلتے۔ گویا اس کی قیادت (چلا رہے ہیں) کر رہے ہیں۔ جس سے ملاقات فرماتے سلام کرنے میں خود ہی پہل کرتے۔

(ابوالشیخ اخلاق النبی صفحہ ۲۱۱)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قدموں سے اس طرح پاؤں اٹھا کر چلتے گویا آپ کے تلوے ہی نہیں آپ پورے طور سے آگے بڑھتے۔ اور پورے طور سے پیچھے ہٹتے تھے۔ (یعنی آدھے جسم کے ساتھ نہیں مڑتے تھے) میں نے آپ جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۲۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسن و جمال میں ایسے تھے گویا سورج آپ کی پیشانی میں چل رہا ہو۔ اس طرح میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار کسی کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ کے لئے لپیٹ دی گئی ہے۔ (اخلاق النبی)

ایک عارف نے آپ ﷺ کی رفتار کا نقشہ اسی طرح کھینچا ہے ؎

قدم قوت سے اٹھتا اور جھک پڑتا تھا دھرنے میں
بلندی سے جو ہیئت ہوتی ہے نیچے اترنے میں
طمانیت سے چلتے پاؤں رکھتے تھے بڑھا کر کے
تواضع سے نظر نیچی کئے سر کو جھکا کر کے
تھی سرعت چال میں ہمراہ چل نہ سکتا تھا کوئی
زمین لپٹتی سمٹتی آتی تھی بہر قدم بوسی

(کوثر وزمزم صفحہ ۴۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک دو تسمے والا تھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک میں دو تسمے تھے۔

(بخاری صفحہ ۸۷۱)

حضرت قتادہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک کیسا تھا۔ فرمایا ہر ایک نعل میں دو تسمے تھے۔ (شمائل صفحہ ۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل میں دو دو تسمے تھے۔ اور بیچ کا تسمہ دہرا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۸)

فائدہ: آپ کا نعل مبارک چپل نما تھا۔ چونکہ انگوٹھے پر جو تسمہ ہوتا ہے (جیسا کہ ہوائی چپل میں) ہوتا ہے۔ ہند کے متعارف چپل کے مانند نہ تھا۔ چمڑے کے چپٹے تلے پر دو تسمے لگے ہوئے تھے۔ عموماً چپل میں ایک ہی تسمہ رائج پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے جو پیر کے انگوٹھے سے چل کر وسط پیر دونوں جانب ختم ہو جاتا ہے جیسے ہوائی چپل میں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپل میں دو تسمے تھے۔ ایک تسمہ انگوٹھے سے تھا دوسرا بیچ کی انگلی سے تھا۔ علامہ قسطلانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے۔ آپ کے نعل میں دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھا اور اس کی بغل والی انگلی سے دوسرا اس کے بغل والی کے درمیان سے۔ (جلد ۵ صفحہ ۴۵)

ملا علی قاری نے شرح شمائل میں ابن جوزی کے حوالہ سے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کے نعل مبارک میں دو فیتے تھے۔ ایک ابہام انگوٹھا اور اس کی بغل والی انگلی سے تھا۔ دوسرا فیتہ بیچ والی انگلی اور اس کے بعد والی انگلی سے تھا۔ اور یہ دونوں فیتے وسط پیر ایک پٹی میں مل جاتے تھے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۲۹)

اسی طرح علامہ مناوی نے شرح شمائل میں ذکر کیا ہے۔ مفتی الٰہی بخش کے رسالہ اکمال الشیم مترجم میں بھی اسی توضیح کے ساتھ ہے اور آپ کے نعلین شریفین میں انگلیوں میں پہننے کے دو تسمے تھے ایک انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان ایک وسطی اور پاس والی انگلی کے درمیان۔ (نشر الطیب صفحہ ۱۸۱)

وہ تسمے ڈال لیتے انگلیوں میں اپنی پیغمبر
انگوٹھے کے پاس بھی ایک بیچ کی انگلی کے بھی اندر

ایک تسمہ کی ابتدا حضرت عثمان سے ہوئی ہے حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نعل میں دو تسمے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر کے اور عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے چپل میں دو تسمے تھے۔ سب سے پہلے جس نے ایک تسمہ کی ابتدا کی وہ حضرت عثمان تھے۔ (بزار طبرانی سیرت)

فَائِدَہ: حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ایک تسمہ رائج ہوگیا۔ آج کل بھی اسی طرح کا چپل رائج ہے۔ دونوں درست ہیں۔ شرح مواہب میں ہے کہ یہ عادت کی بات ہے۔ ایک تسمہ میں کوئی کراہت نہیں۔ (صفحہ ۴۵)

سہولت اور آسانی کی وجہ سے رائج ہے۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۱)

پشت پر کا تسمہ دہرا تھا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نعل میں دو تسمے تھے اور بیچ پر کا تسمہ دہرا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۸)

عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نعل مبارک کے تسمے دو تھے اور بیچ کا تسمہ دہرا تھا۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۳)

فَائِدَہ: آپ کے تسمے تو دو ہوتے ہی تھے مگر پشت پر جو ایک پٹی ہوتی ہے۔ جس سے چپل پیر میں ٹکا رہتا ہے وہ بھی دہری تھی۔ اس پشت پر کے تسمے کے دوہرے ہونے کی وجہ غالباً اس کا مضبوط ہونا ہوگا۔

انگلی سے آنے والے دونوں تسمے اس میں جڑ گئے تھے۔ جیسا کہ عموماً چپل میں ہوتا ہے کہ انگلی سے نکلا ہوا فیتہ وسط کی پٹی سے مل جاتا ہے۔ شرح شمائل میں ملا علی قاری نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں پٹیاں وسط کی پٹی سے مل گئی تھیں۔ (صفحہ ۱۲۹)

"تلہ دوہرا تھا اور دوہرے تھے تسمے دو جگہ اس میں
لگی تھیں پشت پا پر بیچ میں دو پٹیاں جس میں"

نعل مبارک کا تلہ دوہرا تھا

حضرت عمر بن حریث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ایسے جوتے میں نماز پڑھتے دیکھا جس میں دو چمڑے سلے ہوئے تھے۔ (نسائی صفحہ ۷)

یزید بن شخیر نے ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا چپل سلے چمڑے کا تھا۔ (مسند احمد، سیرۃ صفحہ ۵۰۴)

فَائِدَہ: چپل کا تلہ ذرا موٹا ہوتا ہے۔ تاکہ تلے کی مضبوطی بھی رہے اور پیر کی بھی حفاظت رہے۔ چنانچہ آپ تلے کا چمڑا بھی سل کر دوہرا کرلیا گیا تھا۔ آج کل چپل میں بجائے سینے کے چپکا دیا جاتا ہے۔ بہرحال تلے کا

مضبوط اور موٹا ہونا بہتر ہے۔

حارث ابن اسامہ بواسطہ حمید ایک صحابی سے نقل کیا ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے نعل کو دیکھا ہے جو گائے کے چمڑے سے بنے تھے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۵۰۳)

علامہ زرقانی نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ کا نعل مبارک گائے کے چمڑے کا تھا۔ (جلد ۵ صفحہ ۴۶)

اس سے معلوم ہوا کہ چمڑے کا چپل سنت ہے۔

چپل مبارک ایڑی نما

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت محمد ابن علی نے نبی پاک ﷺ کے نعل مبارک کو دکھلایا جو ایڑی نما تھے۔ جو حضرمی نعل کی طرح تھے۔ اس میں دو تسمہ تھے۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۲)

اسماعیل ابن علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا نبی پاک ﷺ کے نعل مبارک ایڑی نما بے بالوں والے تھے جس میں دو تسمے لگے تھے۔

ابن یزید نے تیمی سے نقل کیا ہے کہ جس نے حضور پاک ﷺ کے نعل مبارک کو دیکھا اس نے کہا کہ آپ کے نعل میں دو تسمے اور ایڑی والا نعل تھا۔ (سیرۃ صفحہ ۱۱)

اسی طرح حضرت ابوجعفر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا نعل ذرا (بیچ سے) باریک ایڑی دار تھا۔

(ابن شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۱)

فائدہ: روایتوں میں معقبہ کا لفظ ہے۔ جو عقب ایڑی سے ماخوذ ہے۔ جس کا ترجمہ ایڑی نما ایڑی والا کیا گیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایڑی کی جانب کچھ نکلا ہوا تھا تاکہ پیر کا کچھ حصہ باہر نہ رہے۔ جیسا کہ نقشہ سے ایڑی کے حصہ کا نمایاں ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۵۰۶)

اس کا ایک دوسرا مفہوم علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ جو اس سے واضح ہے وہ یہ ہے کہ ایڑی کی جانب چمڑے کا ایک تسمہ یا پٹی تھی جس سے آپ پیر کو باندھ لیتے تھے۔ جیسا کہ سنڈل نما بعض چپلوں میں پیچھے کی جانب باندھنے کا ہوتا ہے۔ (جلد ۵ ۴۷)

اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام احمد نے کتاب الزہد میں بیان کیا ہے آپ ﷺ ناپسندیدہ سمجھتے تھے کہ پیر کا حصہ کچھ باہر ہو جائے (اس لئے آپ پیچھے ایک فیتہ رکھواتے تھے تاکہ اس سے پیر کو باندھ لیا جائے)۔ (سیرۃ خیر العباد صفحہ ۵۰۴)

علامہ مناوی نے بھی شرح شمائل میں لکھا ہے کہ ''معقبہ'' کا یہ مطلب ہے کہ ایڑی کی جانب چمڑے کا فیتہ تھا جسے آپ باندھ لیتے تھے۔ جیسا کہ اکثر چپلوں میں ہوتا ہے۔ (برحاشیہ جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۳۰)

اسی طرح یزید تیمی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

نعل مبارک کے اگلے حصے مثل زبان کے گولائی لئے تھے

ہشام کہتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نعل مبارک ایڑی نما، باریک خم لئے ہوئے زبان کے مثل (گولائی لئے ہوئے) تھا۔ (سیرۃ صفحہ ۵۰۰، شرح مواہب صفحہ ۴۷)

یزید بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کو دیکھا جو ذرا باریکی لئے ایڑی دار مثل زبان کے تھا۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۴۷، ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۲)

ہشام بن عروہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک خم دار باریکی لئے ہوئے ایڑی والا مثل زبان کے دیکھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۷۸، شرح مناوی برجمع الوسائل صفحہ ۱۳۰)

روایت میں لفظ "مخصرہ" کا ہے۔ جس کا مطلب شراح نے لکھا ہے کہ ذرا باریکی لئے ہوئے تھا جیسا کہ وسط پیر میں ٹخنے کے مقابل خم لئے گولائی کے ساتھ کٹا ہوا ہوتا ہے۔ بعض چپل میں یہ نمایا ہوتا ہے۔
(شرح مناوی صفحہ ۱۳۰)

روایت میں دوسرا لفظ "ملسنہ" ہے جس کا ترجمہ مثل زبان کے کیا گیا ہے۔ اس لفظ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مناوی اور علامہ قسطلانی نے لکھا کہ اس کی ہیئت زبان کی طرح تھی۔ اگلا حصہ مثل زبان کے (گول لمبائی لئے ہوئے تھا)۔ (صفحہ ۴۷)

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ نعل کا اگلا حصہ زبان کی طرح کچھ گولائی پر تھا۔ چنانچہ ایک عاشق شاعر ترجمانی کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

تھی چپل کی طرح کی ساخت نعلین معلّٰی کی
زبان کی شکل ہیئت تھی جو چرم مصفٰی کی

لہٰذا اسوۂ رسول (مؤلفہ ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب) میں نعل مبارک کا نقشہ بنا ہوا ہے وہ آگے کی جانب بالکل نوک لئے ہوئے محراب کی شکل میں ہے۔ باوجود شدید تلاش کے اس ہیئت کی کوئی سند نہ مل سکی۔ تاوقتیکہ کوئی سند نہ ہو اس قسم کا نقشہ پیش کرنا اور نسبت کرنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بظاہر نسبت درست نہیں۔

آپ کا نعل بلا بال والے چمڑے کا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بال والے چمڑے کے نعل کو پہنتے دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۸۷۰)

فائدہ: عرب میں دباغت شدہ چمڑے جس سے جوتے وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ وہ دو قسم کے ہوتے تھے۔

1. بال باقی ماندہ۔ اہل عرب خصوصاً غریب اور متوسط طبقہ اسی چمڑے کے جوتے پہنتے تھے۔

❷ بال زائل کردہ۔ اس کا استعمال کم تھا۔ اہل وسعت لوگ اس چمڑے کے بنے جوتوں کو استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر نے جب اس قسم کے چمڑے کے چپل کا استعمال کیا تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس چمڑے کے چپل میں دیکھتا ہوں انہوں نے کہا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اسے پہنتا ہوں۔ کہ آپ کو بال دور کردہ چمڑے کے چپل میں دیکھا ہوں۔ (شرح مواہب جلد۵ صفحہ ۴۶)

کس رنگ کا تھا

آپ کا نعل مبارک زرد رنگ کا تھا۔ (شرح مواہب جلد۵ صفحہ ۴۶)

فائدہ: چمڑے کی جو زردی ہوتی ہے اسی رنگ کا تھا۔ الگ سے جو رنگ چمڑے میں کالا، وغیرہ چڑھایا جاتا ہے وہ نہیں تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کی لمبائی

آپ کے نعل مبارک کی لمبائی ایک بالشت دو انگل اس کی چوڑائی ٹخنے کے قریب تو سات انگل تھی۔ اور وسط قدم میں پانچ انگل، اور اوپر پنجہ کے پاس سات انگل اور دونوں تسموں کے درمیان دو انگل کا فاصلہ تھا۔

(سیرۃ الشامی صفحہ ۵۰۵)

فائدہ: اس سے آپ کے قدم مبارک کا اندازہ ہوگیا۔ چونکہ آپ کا نعل مبارک آپ کے قدم مبارک کے موافق تھا۔

مروج نعل مبارک کی تحقیق

عام طور پر کتابوں میں اور نقشوں میں جو نعل مبارک کی تصویر دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اسوۂ رسول میں ہے۔ احادیث اور روایت میں جو آپ کے نعل مبارک کی تفصیل آتی ہے اس پر منطبق نہیں مزید اس میں بعض امور زائد ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی نسبت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ہوگی۔ جو درست نہیں کم از کم محل نظر ہونے میں تو کوئی کلام نہیں۔

❶ رائج نعل مبارک میں اوپر کا حصہ بالکل نوک دار محرابی شکل کا دکھلایا گیا ہے۔ حالانکہ روایت میں اس کے اگلے حصہ کو مثل زبان کے بتایا گیا ہے۔ اور زبان کی ہیئت گول لمبائی لئے ہوتی ہے جو بین اور بدیہی بات ہے۔ نہ کہ نوک دار محرابی شکل۔

❷ رائج نقشہ نعل میں دونوں تسموں کے سرے اور وسط قدم میں جہاں ملے ہیں وہاں ایک مدور گول پھول بنا ہے۔ اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ معلوم ہوتا ہے خوشنمائی کے لئے دے دیا گیا ہے۔

تو کیا خوشنمائی کے لئے نعل مبارک میں یہ پھول بنانا درست ہے۔ نعل مبارک ہونے کی وجہ سے اس کی

نسبت تو آپ کی طرف ہو جائے گی۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری کی بھی یہی تحقیق ہے کہ یہ نعل مبارک کا مروجہ نقشہ ثابت نہیں اور محل نظر ہے۔ تحقیق مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رحیمیہ میں ہے۔

''نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقہ حضور ﷺ کے نعل مبارک کی صحیح تصویر ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے نعل مبارک کے درمیانی پٹھے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالتین) پر ایسے ہی پھول اور نقش نگار بنے تھے جیسے اس نقشے میں بنے ہوئے ہیں۔ اور بلا ثبوت صورت و ہیئت کے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے۔ اندیشہ ہے کہ ''من کذب علی متعمداً'' کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفیٰ ﷺ قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے نعل مبارک استعمال کی تھی جس کے پٹھوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے۔ اور اس طرز کے نقش و نگار بھی تھے۔

(فتاویٰ رحیمیہ جلد ۶ صفحہ ۳۳۱)

نعل مبارک اور اس کی برکات

اس نقشہ (نعل) شریف کے آثار و خواص و فضائل کو کون شمار میں لا سکتا ہے۔ مگر اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ علماء و محدثین و محققین سے چند برکات اور ابیات مشتمل بر ذوق و شوق نقل کئے جاتے ہیں۔ کہ پڑھنے سے حضور ﷺ کے ساتھ تعشق اور محبت پیدا ہو اور بوجہ غلبہ محبت بلا تکلف آپ کا اتباع نصیب ہو جو اصل مقصود اور سرمایہ نجات دنیوی و اخروی ہے۔

طریق توسل

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہو سکے پڑھے اس کے بعد گیارہ بار درود شریف گیارہ بار کلمہ طیبہ گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشہ کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع تمام (رونے کی شکل کے ساتھ) جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی میں جس قدر مقدس پیغمبر ﷺ کے نقشہ نعل شریف کو سر پر لئے ہوں ان کا ادنیٰ درجہ کا غلام ہوں الٰہی اس نسبت غلامی پر نظر فرما کر بہ برکت نعل شریف کے میری فلانی حاجت پوری فرمایئے۔ مگر خلاف شرع کوئی حاجت طلب نہ کرے پھر سر پر سے اتار کر اپنے چہرہ پر ملے اور اس کو محبت سے بوسہ دے اشعار ذوق و شوق نغرخ از یاد عشق محمدی پڑھے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عجیب کیفیت پائے گا۔

(زاد السعید)

نعل مبارک کے چند فوائد

ابوجعفر احمد جوایک نہایت صالح اور متقی شخص تھے کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کو یہ نقشہ نعل مبارک بنا دیا تھا ایک روزہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے گزشتہ رات اس کی بڑی عجیب برکت دیکھی میری بیوی کو اتفاقاً سخت درد ہوا کہ قریب ہلاکت ہوگئی۔ میں نے یہ نقشہ شریف درد کی جگہ رکھ دیا اور کہا اے اللہ اس نعل کی برکت سے شفا عطا فرما۔ اللہ پاک نے اسی وقت شفا عطا فرمایا۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۴۸)

ابوالقاسم ابن محمد نے اس کے برکات مجربہ میں سے بتایا کہ ظالموں کے ظلم، دشمنوں کے غلبہ سے سرکش شیاطین (اجنہ) سے حاسدوں کے حسد سے مامون رہے گا۔ دردزہ کے وقت حاملہ کے داہنے ہاتھ میں رکھنے سے ولادت میں سہولت ہوگی۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۴۸)

جوتا وچپل کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

چپل یا جوتا کس طرح پہنتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ کھڑے بیٹھے دونوں طرح جوتا پہن لیتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۰۴)

فائدہ: اکثر و بیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت بیٹھ کر پہننے کی تھی۔ چونکہ اس میں سہولت تھی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ آپ کے جوتے میں پیچھے کی جانب (ایڑی کی جانب) تسمہ تھا جسے باندھنے کی ضرورت پڑتی ہوگی۔

(زرقانی جلد ۵ صفحہ ۴۷)

اس سہولت کے پیش نظر آپ کا یہ طریقہ تھا۔ جیسا موقعہ دیکھتے کھڑے بیٹھے پہن لیتے تھے۔

کھڑے ہوکر جوتا یا چپل پہننا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر جوتا وچپل پہننے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۷۰، ابن ماجہ، ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: اگر کھڑے ہوکر جوتا پہننے میں تعب ہو جیسے کہ تسمہ کا باندھنا تو ایسی صورت میں بیٹھ کر پہننے کا حکم ہے تاکہ کلفت ومشقت سے محفوظ رہے، مطلقاً ممانعت نہیں بلکہ موزہ یا چپل کو باندھنے کی جب ضرورت پڑے۔

(مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۴)

علامہ طیبی نے لکھا ہے کھڑے ہوکر منع اس وقت ہے جب کہ تسمہ وغیرہ باندھنے کی ضرورت ہو۔

خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے کھڑے ہوکر پہننا ثابت ہے۔ اگر بہر صورت ممنوع ہوتا تو نہ پہنتے۔ تعامل اسلاف بھی اسی پر ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ حضرت علی نے کھڑے ہوکر جوتا پہنا ہے۔ حفص بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کو کھڑے ہوکر جوتا پہنتے دیکھا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہوکر دونوں پیروں میں جوتا ڈال رہے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۳۰)

ایک جوتا یا چپل پہن کر نہ چلے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی ایک جوتے (وچپل) میں نہ چلے۔ خواہ دونوں کو اتار کر خواہ دونوں کو پہن کر چلے۔ (بخاری صفحہ ۸۷۰، ترمذی صفحہ ۲۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کا تسمہ (پٹی) ٹوٹ جائے تو ایک ہی چپل سے چلنا نہ شروع کردے بلکہ اسے درست کرلے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: چونکہ ایک ہی چپل سے چلنا عرفاً بھی قبیح سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں تعب و مشقت بھی ہے۔ اس لئے آپ نے درست فرما کر چلنے کو کہا۔ اگر ایسی نوبت آجائے تو چپل یا جوتے ہاتھ میں لے لے اور ننگے پیر چلے اور اس میں عار محسوس نہ کرے کہ آپ سے ننگے پیر چلنا بھی ثابت ہے۔ اگر کم چلنا پڑے مثلاً قریب ہی میں مکان ہو تو ایک پیر میں چپل پہن کر آسکتا ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقع پر ایک چپل میں بھی چلنا منقول ہے۔ قاسم بن محمد نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ آپ ایک چپل پہنے بھی چل لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے کہ وہ ایک چپل میں بھی چل لیتی تھیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۰)

چنانچہ علامہ طیبی اس حدیث عائشہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک چپل میں چلنے کا واقعہ یا تو کبھی ایک آدھ مرتبہ پیش آیا ہے۔ یا کسی سبب سے آپ گھر میں چلے ہیں۔ (جلد ۱۲ صفحہ ۲۴۴)

عام واقعہ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ایسے لوگ بے وقوف سمجھتے ہیں۔ اور اس میں تناسب اور اعتدال باقی نہیں رہتا اس لئے ممنوع ہے۔ لیکن اگر کسی عارض کی وجہ سے ایک جوتا پہن کر چلے مثلاً جوتا ٹوٹ جائے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (خصائل صفحہ ۶۴، فتح جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۰)

کبھی ننگے پیر چلنے کا حکم

عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے فضالہ بن عبید سے پوچھا کہ کیا بات ہے تم کو پراگندہ بالوں میں (چلتا پھرتا) دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (بن سنور کر رہنے) سے منع فرمایا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا بات ہے تمہارے پیر میں جوتا نہیں دیکھتا ہوں۔ کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم کبھی ننگے پیر چلیں۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ زندگی سادگی سے گزرے۔ پروقار، پرفیشن ہر وقت اچھی حالت میں نہ رہے۔ تواضع و مسکنت کے پیش نظر کبھی ننگے پیر بھی چل لے۔

موٹا پہنو، اور ننگے پیر چلو

حضرت ابوحدرد فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانہ لگانا سیکھو، موٹا پہنو اور ننگے پیر چلو۔

فائدہ: تواضعاً یہ تعلیم ہے۔ خواہ کبھی تواضعاً گھر وغیرہ میں ایسا کرے۔ یا اتفاقاً کبھی جوتا چپل ٹوٹ جائے تو تھوڑا ننگے چلنے میں عار محسوس نہ کرے۔ ضرورت پر چل لے۔ ورنہ عادت اختیار نہ کرے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ۱۳۹)

ننگے پیر چلنے کی عادت خلاف سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ننگے پیر چلنے کی نہ تھی۔

(رسالہ طاہر کردی صفحہ۲۱)

کبھی جوتا یا چپل ٹوٹ جائے تو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چپل کا تسمہ اگر ٹوٹ جاتا تو ایک ہی چپل سے چلنے لگتے اور دوسرا ہاتھ میں لے لیتے یہاں تک کہ اسے درست کر لیتے۔ (طبرانی بسند حسن، مجمع جلد۵ صفحہ۱۴۲)

مطلب یہ ہے کہ اتفاقاً کبھی تسمہ ٹوٹ جاتا ایک سے چلنے میں اور ایک کو ہاتھ میں اٹھا لینے سے عار محسوس نہ کرتے کہ یہ تواضع اور سادگی کی بات ہے۔ اور جو ممانعت ہے وہ بلا ضرورت چلنے پر ہے۔ یا لاپرواہی سے ایک جوتے کے استعمال پر ہے۔ ابن عبدالبر مالکی نے بھی بیان کیا ہے کہ آپ تسمہ ٹوٹنے کی شکل میں ایک چپل سے بھی چل لیتے تھے۔ (سیرۃ الشامی جلد۷ صفحہ۵۰۵)

جوتا چپل کس طرح پہننا سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جوتا چپل پہنتے تو پہلے دائیں پیر میں پہنتے۔ اور جب اتارتے تو بائیں پہلے اتارتے۔ (سیرۃ جلد۷ صفحہ۵۵۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی جوتا پہنے تو پہلے دائیں پیر میں پہنے۔ جب اتارے تو بائیں پیر سے پہلے اتارے۔ تاکہ دایاں پہننے میں پہل ہو۔ اور اتارنے میں اخیر ہو۔ (بخاری صفحہ۸۷۰، مسلم صفحہ۱۹۷، شمائل)

فائدہ: جوتا پاؤں کے لئے زینت ہے۔ ہر وہ چیز جس کا پہننا زینت ہو اس کے پہننے میں دائیں کو مقدم کرے۔ اور نکالنے میں بائیں کو۔ جیسے کرتا، پاجامہ اچکن وغیرہ۔ (خصائل صفحہ۴)

ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے کہ بائیں پیر سے جوتا پہننا خلاف سنت کا ارتکاب ہے اور برا ہے۔ حافظ نے کہا کہ لباس جوتا وغیرہ انسانی اکرام ہے۔ اس میں دایاں بہتر ہے بایاں سے۔ (فتح جلد۱۰ صفحہ۳۱۲)

خیال رہے کہ مسجد میں اول دایاں پیر رکھنا سنت ہے۔ ادھر جوتے سے پیر اولاً بایاں نکالنا سنت ہے۔ چنانچہ ایک سنت پر عمل کرنے سے دوسرا چھوٹ جاتا ہے۔ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے۔ دونوں سنتوں پر عمل کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً جوتے چپل بائیں پیر سے نکال کر اپنے چپل یا جوتے پر رکھے۔ پھر دایاں پیر جوتے سے نکال کر سیدھے مسجد

میں رکھے۔اسی طرح اس کا عکس مسجد سے نکلتے وقت کرے اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے گا۔

جوتا یا چپل چمڑے کا مسنون ہے

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو گائے کی کھال کے دھرے تلے جوتے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔(سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰۴)

حمید بن عبدالرحمٰن سے نقل ہے کہ ایک اعرابی سے میں نے سنا کہ آپ گائے کی کھال سے بنے چپل پہنے ہوئے تھے۔(سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۵۰۳)

فائدہ: دباغت شدہ کھال سے بنے جوتے آپ استعمال فرماتے تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ چمڑے کا چپل یا جوتا مسنون ہے۔اور پلاسٹک کے مقابلہ میں بے ضرر نفع بخش راحت دہ بھی ہے۔

بے بال والے چمڑے کی چپل مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبتی چپل پہنے ہوئے دیکھا جس پر بال نہیں ہوتے اسی کو پہنے آپ وضو فرما رہے تھے۔(بخاری صفحہ ۵۷۰)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ عبید بن جریج نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ اے ابوعبدالرحمٰن میں تم کو بلا بال والے چمڑے کے چپل پہنے ہوئے دیکھتا ہوں۔انہوں نے کہا میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی چپل میں دیکھا جس میں بال نہیں تھے اور آپ اسی میں وضو فرما رہے تھے۔مجھے بھی پسند ہے کہ میں بھی ایسا ہی پہنوں۔(بخاری)

فائدہ: یہ عشق محبت اور کمال اطاعت کی بات تھی جو آپ میں دیکھا وہی پسندیدہ، مرغوب ہو گیا۔عرب میں دونوں قسم کے چمڑے استعمال ہوتے تھے۔جس پر بال باقی ہوں۔اور جس پر سے بال دور کرا دیئے گئے ہوں۔وضو فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد اسے پہنا۔

دوہرے تلے کا جوتا اور چپل

حضرت عمر بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے (چپل) میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کا تلا دھرا تھا۔(شمائل صفحہ ۷)

ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گائے کے چمڑے کے بنے جوتے میں نماز پڑھتے دیکھا۔جس کا تلا دھرا تھا۔(مسند احمد، سیرۃ الشامی صفحہ ۵۰۳)

فائدہ: یعنی اس کا تلا دھرا تھا۔اوپر نیچے دو تہ چمڑے کا تھا۔یا یہ مطلب ہے کہ ٹوٹے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔(خصائل صفحہ ۴)

جوتا یا چپل اٹھانے کا مسنون طریقہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جوتے کو بائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ (اور انگوٹھے) سے اٹھاتے۔ (طبرانی، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰۳)

فائدہ: جوتے یا چپل اٹھانے کا یہی مسنون طریقہ ہے۔ دائیں ہاتھ سے اٹھانا خلاف سنت ہے۔

جوتے اور چپل کہاں رکھے

حضرت عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فتح مکہ کے موقع پر نماز پڑھی۔ اور اپنے چپل مبارک کو اپنے دائیں جانب رکھا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو جوتے اتارے اور اپنے بغل میں رکھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱، ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جوتا چپل اتار کر اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ اسے بائیں جانب رکھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ آگے کی جانب نہ رکھے احترام قبلہ کے پیش نظر اور نہ دائیں رکھے۔ اور نہ پیچھے رکھے کہ کوئی چرا نہ لے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مسجدوں میں قبلہ کی جانب بکس ہوتا ہے جس میں جوتے رکھے جاتے ہیں یہ بہتر نہیں اس میں بے ادبی ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مجلس میں اپنے ساتھ جوتا رکھنا بے ادبی اور شرافت کے خلاف نہیں۔

جوتا اور چپل پہنے ہوئے بیٹھنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بیٹھو تو اپنے جوتوں کو اتار لو۔ اپنے پیر کو آرام پہنچاؤ۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

فائدہ: جوتا پہن کر بیٹھنے میں کلفت اور مشقت ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا ہے۔ جوتا موزہ پہننے سے قبل اسے دیکھ لے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزے منگوائے۔ تاکہ اسے پہنیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موزہ پہنا ہی تھا کہ اچانک ایک کوا آیا۔ اور دوسرے موزہ کو اڑا لے گیا۔ اسے پھینکا تو اس سے سانپ نکلا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ اسے چاہئے کہ موزے نہ پہنے تاوقتیکہ اسے جھاڑ نہ لے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۴۳، سیرۃ جلد ۷ صفحہ ۵۰۰)

فائدہ: یہ آپ کا معجزہ تھا کہ کوے نے اڑا کر سانپ دکھلا دیا اس میں تعلیم اور اشارہ ہے کہ پہننے سے قبل اسے جھاڑ لیا جائے۔ تاکہ قابل ضرر و اذیت چیزیں ضرر نہ پہنچا سکیں۔ جوتے میں بھی یہ بات ہوسکتی ہے۔ اس لئے

جوتا بھی جھاڑ لیا جائے۔ اسی وجہ سے آپ نے بستر کے بھی جھاڑنے کا حکم دیا ہے۔

جوتے اور چپل پہننے کا حکم

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جوتے چپل بکثرت پہنا کرو۔ جوتا پہننے والا گویا کہ سوار کی طرح ہوتا ہے۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۱۴۱، فتح جلد۱۰ صفحہ ۳۰۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جوتے اور انگوٹھی کا حکم دیا۔ (مجمع جلد۵ صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''اپنے پیر میں جوتے لازم کرلو۔''
(ابن ماجہ صفحہ ۱۰۳)

فائدہ: چونکہ جوتے اور چپل سے پیر کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور چلنے میں کنکر، پتھر و کانٹوں کے ضرر سے حفاظت ہوتی ہے۔ اس لئے آپ نے خود بھی اس کا استعمال فرمایا اور حکم بھی دیا۔ (مرقات جلد۴ صفحہ ۴۵۳)

تسمہ دار چپل پہننے کا حکم

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تسمہ دار چپل جوتی پہنو۔
(کنز العمال جلد۱۵ صفحہ ۴۱۰، مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۱۴۱)

جوتا اور چپل اپنے ہاتھ سے گانٹھنا سنت ہے

حضرت عروہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم کیا کہ گھر میں آپ کا کیا مشغلہ تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔ اپنا جوتا گانٹھ لیتے۔ اور (عام) آدمی جو کام اپنے گھروں میں کرتے ہیں آپ بھی کر لیتے تھے۔ (ابن حبان، فتح الباری جلد۱، صفحہ ۴۶۱)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ اپنا جوتا خود گانٹھ لیتے تھے۔ (جلد۱ صفحہ ۱۶۴)

یہ آپ ﷺ کے حسن معاشرت اور تواضع و سادگی کی بات تھی۔ انسان کو اسی طرح رہنا چاہئے۔ معمولی معمولی کام میں دوسروں کا محتاج یہ بادشاہوں کی شان ہے۔ بیہقی نے دلائل نبوت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ جوتا خود گانٹھ لیتے تھے، اپنا کپڑا سی لیتے تھے۔ اور گھر کا کام کاج کر لیتے تھے۔ جو آدمی گھر میں کرلیا کرتا ہے۔ (جل۱ صفحہ ۲۲۸)

جوتے اور چپل کے متعلق چند آداب

1. جوتے چپل کا استعمال کرنا۔
2. اولاً دائیں پیر میں پہننا۔

۳ چمڑے کا چپل مسنون ہے۔

۴ ایک جوتا یا چپل پہن کر نہ چلنا۔

۵ کبھی کبھی ننگے بھی چل لینا۔

۶ جوتا یا چپل بائیں ہاتھ سے اٹھانا۔

٧ چپل یا جوتا پہنے بیٹھنا یا کھانا ممنوع ہے۔

۸ تسمہ دار چپل بہتر ہے۔

۹ کبھی خود سے گانٹھ لینا سنت ہے۔

۱۰ مجلس و مسجد میں چپل جوتا اپنے ساتھ رکھنا۔

۱۱ مسجد میں قبلہ کی جانب نہ رکھنا۔

۱۲ مسجد میں رکھنے سے قبل گندگی کا جھاڑ لینا۔

۱۳ ایسے طور پر رکھنا کہ چپل جوتے میں لگی مٹی وغیرہ جھڑے مکروہ ہے۔ پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ کر رکھے تا کہ مسجد آلودہ نہ ہو۔ یا وہاں بکس ہو جس سے مسجد آلودہ نہ ہو تو یہ بھی درست ہے۔

۱۴ نکالتے وقت بایاں نکالنا۔

۱۵ مسجد سے نکلتے وقت ایسی ترتیب اختیار کرنا کہ مسجد سے بایاں پیر نکال کر اپنے چپل پر رکھے۔ پھر دایاں پیر چپل میں ڈالے۔

موزوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ شاہ نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پہنا اور وضو کے بعد اس پر مسح بھی فرمایا۔ (شمائل، ترمذی صفحہ ۶)

فائدہ: معلوم ہوا کہ ہدیہ قبول کرنا اور اس کا استعمال کرنا سنت ہے۔ نجاشی نے جس زمانے میں ہدیہ دیا تھا اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر مسلم کا ہدیہ لینا اور استعمال کرنا درست ہے۔

(مواہب جلد ۵ صفحہ ۴۶)

چمڑے کا موزہ مسنون ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۃً پیش کئے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (موزہ) پہنا عامر کی روایت ہے کہ ایک جبہ بھی بھیجا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا یہاں تک کہ پھٹ گئے۔ آپ نے ان موزوں کے متعلق یہ بھی تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ مذبوح جانور کے تھے یا غیر مذبوح کے۔ (شمائل صفحہ ۶)

فائدہ: ہدیہ دینا اور لینا سنت ہے۔ آپ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ اس سے تعلقات خوشگوار ہوتے ہیں۔ حسن تعلقات کا بہترین ذریعہ ہے۔ موزہ چونکہ دباغت شدہ تھے اس لئے وہ پاک تھے۔ اسی سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناقابل استعمال اور پھٹنے سے قبل کسی چیز کا چھوڑ دینا بہتر نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ نے ایک موقعہ پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ کپڑے کا استعمال اس وقت تک موت چھوڑنا جب تک کہ وہ پھٹ کر قابل پیوند نہ ہو جائے۔

آپ بکثرت چمڑے کا موزہ استعمال فرماتے۔ موزہ کا معمول سفر اور حضر دونوں میں پہننے کا تھا۔ آپ کے پاس متعدد موزے تھے۔

دبیز سوتی موزے

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جورب پر مسح کیا ہے۔

(ترمذی صفحہ ۱۵)

فائدہ: جورب اونی یا سوتی موزے کو کہتے ہیں۔ ایسے موزے پر مسح اس وقت جائز ہے جب کہ اس کے نیچے یا اوپر دونوں چمڑا لگا ہوا ہو۔ یا اتنے دبیز اور سخت ہوں کہ بلا باندھے بھی پیر سے نہ نکلے اور ایک میل اگر چلا جائے تو نہ پھٹے اور نہ پانی رسے۔

جرموق موزے کا خول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے موزہ کے خول کے اوپر مسح کیا ہے۔ (سنن کبری، بیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۸۹)

فائدہ: چمڑے کے موزے پر چمڑے کا ایک خول ہوتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کے خاطر پہنا جاتا ہے۔ یہ بھی موزے کے حکم میں ہے۔

سیاہ موزے پسندیدہ اور مسنون ہیں

بریدہ کی روایت ہے کہ شاہ نجاشی نے آپ کو دوسادے سیاہ موزے دیئے تھے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کیا۔ (ابن شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سیاہ موزے موزوں ہیں۔ یعنی مناسب اور بہتر ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۲۸۷)

جوتا اور موزہ پہننے سے قبل جھاڑ لینا چاہئے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ موزے کو پہننے سے قبل جھاڑ لے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزوں کا ایک تعجب خیز واقعہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہننے کے لئے موزے منگوائے آپ نے ایک کو پہنا ہی تھا کہ ایک کوا آیا اور دوسرے موزہ کو اٹھا لے گیا (آپ کو پہننے کا موقعہ نہ ملا) پھر اس نے پھینک دیا۔ اس سے سانپ نکلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے والا بغیر جھاڑے موزہ کو نہ پہنے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۴۳)

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا مسنون ہے

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزہ پر مسح کرتے دیکھا۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۲۶۱)

سفر میں موزوں کا استعمال

حضرت عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے آپ سفر میں موزہ پر مسح فرمارہے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: چمڑے کے موزہ پر مسح کرنا سنت ہے اور اہل سنت والجماعت کی علامت ہے۔ موزہ کو نکال کر پیر کو دھونا خلاف سنت ہے۔

مقیم اور مسافر کے لئے مسح کی مدت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن اور مقیم کو ایک دن مسح کی اجازت دی ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۳۵)

فائدہ: یعنی مسافر تین دن تک اور مقیم چوبیس گھنٹے تک مسح کرسکتا ہے۔ اس مدت کے بعد کھول کر پیر دھونا ضروری ہوتا۔ مزید مسائل کتب فقہ میں دیکھئے۔

موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کرنا مسنون ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا تعلق عقل سے ہوتا تو موزہ کے نچلے حصہ پر مسح کرنا اولیٰ ہوتا بمقابلہ اوپری حصہ پر کرنے کے۔ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ موزہ کے اوپری حصہ پر مسح فرماتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دین کی بنیاد محض عقل پر نہیں ہے۔ ہاں مگر عقل کے موافق ہے۔ عقل کے خلاف نہیں ہے۔ تاہم ہر ایک کی عقل معیار اور بنیاد نہیں بلکہ عقل سلیم کا اعتبار ہے۔

ذخیرہ اندوزی کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

کل کے لئے ذخیرہ فرما کر نہ رکھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل دوسرے دن کے واسطے (کھانے پینے وغیرہ) اشیا کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔ (بخاری، ترمذی، بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۲۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ نے ایک دن مجھ سے کہا۔ کچھ ہے تمہارے پاس جو تم ہمیں کھلاؤ گے۔ ہم نے کہا۔ ہاں اے اللہ کے رسول۔ کل گزشتہ کا کھانا کچھ بچ گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو میں نے نہیں کہا تھا کہ کل کے لئے تم کچھ اٹھا کر مت رکھنا۔

(ابن ابی شیبہ، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۸۷)

ابوسعد مالینی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو پرندے ہدیۃً دے گئے۔ (حضرت بلال نے اسے کل کے لئے رکھ دیا) تو آپ نے فرمایا اے بلال یہ کیا ہے۔ حضرت بلال نے کہا میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھ دیا (کہ ختم نہ ہو جائے) آپ نے فرمایا اے بلال عرش کے مالک سے کمی کی پرواہ مت کرو، ہر آئندہ کل کا رزق اللہ پاک دے گا۔ کیا میں نے تم کو متنبہ نہیں کیا تھا کہ کل آئندہ کے لئے کوئی ذخیرہ مت رکھنا۔

(کنز صفحہ ۱۶۱۸۹، خطیب، سبعی الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۸۸)

عرش کے مالک سے کمی کا خوف نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ حضرت بلال کے پاس تشریف لائے آپ نے ان کے پاس کھجور کا ڈھیر دیکھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال یہ کیا ہے؟ کہا کھجور جسے جمع کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا افسوس ہے تم پر اے بلال، تمہیں ڈر نہیں کہ تمہارے لئے یہ جہنم کا دھواں بنے۔ اے بلال اسے خرچ کر دو۔ عرش کے مالک سے کمی کی پرواہ مت کرو۔ (بیہقی، بزار، سبل صفحہ ۸۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی چیز آتی تو اسے اپنی ذات کے واسطے بچا کر کل کیا کھائیں گے اور کل کام آئے گا نہ رکھتے اور نہ خادم کو رکھنے دیتے۔ کہ جس خدا نے آج دیا ہے وہ خدا کل بھی دے

گا۔ چنانچہ اسے احباب میں اور راہ خدا میں فوراً خرچ کر دیتے اسی طرح صدقات وخیرات کا مال آتا تو اسی دن تقسیم فرما دیتے کل نہ ہونے دیتے۔

خیال رہے کہ یہ طریقہ اپنے مال اور اپنی چیزوں کے بارے میں احتیاط فرماتے۔ اگر اس سے دوسرے کا حق وابستہ ہوتا۔ مثلاً اہل وعیال کا نفقہ تو پھر آپ اس میں ان کے حقوق کی رعایت فرماتے۔ خصائل نبوی شرح شمائل میں ہے ''جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرما دیتے اس خیال سے کہ کل کو ضرورت ہوگی اس کو محفوظ نہ رکھتے۔'' یہ حضور ﷺ کا غایت توکل تھا۔ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا۔ یہ اپنی ذات کے لئے تھا۔ بیویوں کا نفقہ ان کے حوالہ کر دیا جاتا۔ وہ جس طرح چاہیں رکھیں یا تقسیم کریں۔ (خصائل صفحہ ۳۱۵)

حافظ ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ کھانے پینے وغیرہ کی چیزیں آپ کل کے لئے نہ رکھتے۔ جس کا واضح مطلب دیگر اشیاء ضروری استعمالات کی چیزوں اور خشک غلہ وغیرہ کے متعلق یہ بات نہ تھی۔ چنانچہ آپ ازواج مطہرات کے لئے ایک سال کے نفقہ کا انتظام فرماتے۔ (جمع الوسائل جلد ۹ صفحہ ۱۷۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول پاک ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کسی باغ میں داخل ہوئے۔ آپ کھجور چن کر کھانے لگے۔ اور مجھ سے کہا اے ابن عمر کیا بات ہے تم نہیں کھا رہے ہو۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول مجھے بھوک نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے تو بھوک ہے۔ یہ چوتھا دن ہے کہ کچھ چکھا تک نہیں ہے۔ اگر میں جانتا تو اپنے رب سے دعا کرتا وہ مجھے شاہ قیصر وکسری کی طرح دیتا۔ اے ابن عمر تمہارا کیا حال ہوگا جب تم اس قوم کو پاؤ گے جو سالوں کا رزق رکھے گی اور زیادہ رکھے گی۔ چنانچہ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ یہ آیت اتری۔ ''وکاین من دابة لا تحمل رزقها'' پھر آپ نے فرمایا نہ مجھے دنیا کو خواہشات کے طور پر رکھنے کی اور نہ خواہشات کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جو دنیا کو باقی زندگی کے لئے خزانہ بنا کر رکھتا ہے سو زندگی اللہ کے قبضہ میں ہے نہ میں درہم دینار جمع کرتا ہوں نہ کل کے لئے رکھتا ہوں۔ (مسند حمیدی، سبل صفحہ ۸۹)

فائدہ: خیال رہے کہ ذخیرہ اندوزی اپنے لئے اور اپنے بعض اصحاب کے لئے زہد و غایت درجہ توکل کی بنیاد پر پسند نہیں۔ یہ حکم عام نہیں۔ خود آپ نے اپنی بیویوں کے لئے سال بھر کے نفقہ کا انتظام کیا۔ جس کا قلب مضبوط ہو۔ نہ ملنے پر برداشت اور گھبرا کر سوال اور ہاتھ پھیلانے اور ناشکری و بے قناعتی کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کر سکتا ہے۔ عزیمت کی بات ہے۔ جیسا کہ بعض مشائخ اہل علم وسلوک کے متعلق تاریخ میں منقول ہے۔ ورنہ تو آدمی ضرورت کی چیز رکھ سکتا ہے۔

خیر القرون میں اور اس کے بعد بھی ایک زمانہ تک اہل ایمان کے درمیان خبر گیری اور رعایت کا بہت مزاج تھا۔ ایثار اور ہدایہ وتحائف کا معمول تھا۔ اب اس دور حاضر میں ہر آدمی اپنی فکر میں ہے۔ خبر گیری اور ایثار کا

معمول نہیں ایسی حالت میں ذخیرہ بنا کر رکھنا کہ کل ضرورت پر کام آئے سوال کی ضرورت نہ ہو توکل اور زہد کے منافی نہیں بلکہ حکم شرع کی تعمیل ہے۔

ضرورت پر ذخیرہ اندوزی کی اجازت

حضرت عائشہ اور اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے سفر کا کھانا بنا کر دیا۔ (بخاری صفحہ ۸۱۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ بکری کے پائے پندرہ دن تک رکھتے تھے۔

(بخاری صفحہ ۸۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ قربانی کے جانوروں کا گوشت رکھتے تھے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۸۰۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت پر بعد کے لئے کھانے کا انتظام بھی رکھا ہے۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے سفر پر آپ نے کئی دن کا کھانا رکھا ہے۔ جیسا کہ حدیث اسماء میں ہے۔ چونکہ ایسے موقعہ پر دیگر کسی انتظام کی امید نہیں ہوتی، اور خود سے پریشانی اختیار کرنا ممنوع ہے۔ ہاں البتہ قیام مدینہ کے موقعہ پر آپ ذخیرہ بنا کر اپنی ذات کے لئے نہ رکھتے۔ اولاً تو آپ کو اتنا موقعہ ہی کہاں ملتا کہ مہمانوں اور مساکین کا سلسلہ لگا رہتا۔

حضرات صحابہ کرام نے بھی حسب ضرورت ذخیرہ کیا ہے اور امت کو اس کی اجازت بھی ہے۔ خصوصاً سفر کے موقع پر۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے۔ "**ما كان السلف يدخرون في بيوتهم واسفارهم من الطعام واللحم**" وغیرہ۔ (صفحہ ۸۱۵)

اس سے اشارہ ہے کہ کھانے پینے کا سامان حسب ضرورت رکھنا خصوصاً سفر کے موقعہ پر اسلاف کی سنت ہے۔ خیال رہے کہ اگر اس قسم کا انتظام خدائے پاک کی مرضی کے خلاف ہوتا تو حج جیسی عظیم عبادت کے لئے استطاعت اور توشہ کی شرط نہ لگائی جاتی بلکہ توکلاً علی اللہ نکل جانے کو کہا جاتا۔

ہاں ذخیرہ اندوزی حریصانہ اور مبالغانہ طور پر منع ہے۔ جسے عرف میں کہا جاتا ہے۔ "سامان سو برس کا کل کی خبر نہیں۔"

پہلی بارش کے سلسلے میں آپ ﷺ کی پاکیزہ عادات

موسم کی پہلی بارش اور آپ ﷺ کا عمل

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول پاک ﷺ کے ساتھ تھے بارش ہوئی تو آپ نے کپڑا اٹھایا تا کہ بارش کا پانی پہنچ جائے (یعنی جسم اطہر کو لگ جائے) ہم نے پوچھا کہ آپ نے کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا یہ زمانہ کے اعتبار سے اپنے رب سے قریب ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۹۴، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۶۹۵، ادب مفرد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ موسم کی پہلی بارش کو استعمال فرماتے۔

(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۸۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ موسم (کی پہلی بارش) کی بوندوں کو اپنے جسم مبارک پر لیتے تھے۔ اور اپنے کپڑے اتار لیتے تھے۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے (کہ وہ اس کو بدن پر لگائیں)۔

پہلی بارش برکت عظیم کا باعث

حضرت معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اور اصحاب کرام موسم کی پہلی بارش کا قطرہ گرتا تو سر کھول لیتے اور فرماتے کہ اس کا عہد خدائے تعالیٰ سے قریب ہے۔ اور برکت عظیم کا باعث ہے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب بارش ہوتی تو اپنی باندی سے فرماتے اے ہمارے کپڑے نکالو۔ (یعنی غسل کروں گا) اور یہ آیت پڑھتے "ونزلنا من السماء ماء مبارکاً" (ادب مفرد صفحہ ۱۲۲۸)

فائدہ: موسم گرما کی پہلی بارش طب وصحت کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ آپ ﷺ پہلی بارش کو بدن پر ملتے اور کپڑے کو ہٹا کر اس کی بوندیں جسم اطہر پر گرنے دیتے۔

حاکم نے لکھا ہے کہ پیٹھ پر سے کپڑے اتار دیتے۔ کپڑے ہٹانے کا مفہوم طیبی نے بیان کیا کہ سر پر سے

کپڑے اتار دیتے۔ بعضوں نے بیان کیا ہے کہ بدن سے کپڑے کو ہٹا کر بوندوں کو بدن پر جانے دیتے۔

(حاشیہ ابوداؤد صفحہ ۶۹۴)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سنت یہ ہے کہ موسم کی پہلی بارش کو بدن پر گرنے دے۔ (صفحہ ۲۹۴)

خلاصہ یہ ہے کہ موسم کی پہلی بارش کے قطروں کو اپنے جسم پر آنے دے ہو سکے تو غسل کرے کہ صحت بدن کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ جلدی امراض کا دافع ہے۔

لینے اور دینے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

لینا دینا دائیں ہاتھ سے کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو لیتے تو دائیں ہاتھ سے لیتے۔ اور جب کسی کو کچھ دیتے تو دائیں ہاتھ سے دیتے اور ہر شئے میں دایاں کو پسند فرماتے۔ (سبل جلد ۹ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: مسنون ہے کہ کسی کو کوئی چیز دے تو دائیں سے دے۔ اور کوئی چیز لے تو بھی دائیں سے لے۔ لینے دینے میں دائیں کا استعمال کرنا بہتر اور مسنون ہے۔

بائیں ہاتھ سے لینا دینا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی نہ بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ بائیں ہاتھ سے پانی پئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ حضرت نافع اس پر مزید یہ کہتے تھے اور نہ بائیں سے لے اور نہ بائیں ہاتھ سے دے۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: ادب یہ ہے کہ پاخانہ پیشاب کے علاوہ ہر چیز کو لینا دینا دائیں ہاتھ سے کرنا مسنون ہے۔ خود بھی عادت بنائے اور بچوں کو بھی اس کی تاکید کرے تاکہ مسنون طریقہ رائج ہو۔ عام طور پر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔ اگر کوئی بچہ وغیرہ بائیں ہاتھ سے دے تو اسے نہ لے اور تعلیماً کہے کہ دائیں سے دیجئے۔ اس طرح احساس بھی ہوگا عادت بھی ہو جائے گی اور سنت کے رائج کرنے کا ثواب ہوگا۔ اگر کوئی بڑا آدمی ہو تو اکراماً ایسا نہ کرے البتہ مسنون طریقہ بیان کر دے۔

احباب کی خامیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ

غلطی پر نہ عار دلاتے اور نہ ترش رو ہوتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا اگر مجھ سے کوئی غلطی واقع ہو جاتی یا غلط کر جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی عار نہ دلاتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نو سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی آپ نے کبھی بھی میرے کام میں ذرا سا بھی عیب نہیں لگایا۔ (اخلاق النبی صفحہ ۱۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی غلطی ہو جانے پر) ترش روئی کا اظہار نہ فرماتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۵۸)

فائدہ: یہ بہت بڑی وسعت ظرفی اور توسع اور نرم اور شفقت مزاجی کی بات ہے کہ ملازم اور خادم کو جو سالوں رہا ہو غلطیوں اور خامیوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ اور اس پر غصہ اور ترش روئی کا اظہار نہ کرے۔ یہ انسانیت کے مرتبہ سے بالاتر نبوت کا مقام ہے اور نبوت کے بلند پایہ وسعت مزاجی اور اخلاق کے اوصاف ہیں۔ انسان میں جو اس مرتبہ کے لائق ہوتے ہیں۔ اس اوصاف کے حامل ہوتے ہیں۔

برائی کی نسبت کسی طرف متعین نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی کے بارے میں کچھ بات (نامناسب) پہنچتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ فلاں کو کیا ہو گیا بلکہ آپ فرماتے لوگوں کو کیا ہو گیا۔ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۰، دلائل النبوۃ صفحہ ۳۱۸)

فائدہ: کسی خاص سے اگر کوئی غلطی ہو جاتی اور آپ اس پر نکیر فرماتے تو نہ آپ اس کا نام لے کر فرماتے نہ اس طرف کوئی اشارہ فرما کر نکیر اور ملامت فرماتے۔ بلکہ عمومی بات کی طرح نکیر فرماتے۔ اور یہ فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ قبیلہ اشعری کو مراد لیتے ہوئے یہ فرمایا کہ ”کہ کیا بات ہے کہ

بعض قومیں اپنے پڑوسیوں سے نہ علم سیکھتی ہیں نہ سمجھ سیکھتی ہیں نہ نصیحت حاصل کرتی ہیں" الخ۔

(فضائل صدقات صفحہ ۳۵۰)

برائی کا اظہار چہرے سے ظاہر فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین غیر شادی شدہ لڑکیوں سے زیادہ حیادار تھے۔ جب کسی چیز کو ناگوار پاتے۔ پسند نہ فرماتے تو ہم لوگ اس کو آپ کے چہرہ سے معلوم کر لیتے۔ (یعنی آپ حلم و بردباری کی وجہ سے زبان سے نہ بگڑتے نہ زجر توبیخ فرماتے)۔ (ابن سعد جلد اصفحہ ۳۶۸)

فائدہ: یہ حضرات صحابہ کی محبت و ذہانت تھی کہ ناراضگی کو چہرہ انور کی کیفیت سے معلوم فرما لیتے اور اس سے بلا صراحۃً منع کئے باز رہتے۔ یہ کمال محبت واطاعت کی بات تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے نہ ٹوکتے اور نہ برا بھلا کہتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ بہت ہی کم کسی کے منہ پر ایسی بات کہتے جو اسے بری لگے۔ چنانچہ ایک مرتبہ (کھانے کے موقعہ پر) لوکی کے ٹکڑے کو اپنی انگلیوں سے تلاش کر رہے تھے کہ ایک آدمی داخل ہوا۔ جس پر زرد رنگ کا اثر تھا آپ کو یہ برا معلوم ہوا۔ مگر آپ نے اسے کچھ نہ کہا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے فرمایا اگر تم کہہ دیتے کہ یہ زرد رنگ چھوڑ دیتا تو بہتر ہوتا۔

(اخلاق النبی صفحہ ۱۴۴)

فائدہ: اس شخص نے اولاً تو بے موقعہ آنے کا جرم کیا۔ پھر اس پر لباس بھی خلاف شرع تھا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکراماً اس سے کچھ نہ فرمایا۔ آپ نے اس وقت مناسب کسی وجہ سے نہ سمجھا ہوگا۔ شاید اجنبی ہو اور آپ کے منع کرنے سے ممکن تھا کہ ایسا جواب دیتا جس سے بے ادبی کا ظہور ہوتا اس وجہ سے آپ نے اصحاب سے یہ خواہش کی کہ اسے منع کر دیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو اگر ڈانٹتے تو کیا فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی پر عتاب فرماتے تو (اسے برا بھلا یا گالی یا سخت کلمہ نہ کہتے بلکہ) یہ فرماتے "مالہ تربت یمینہ" اسے کیا ہو گیا اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ ایسا کلمہ فرماتے جو ماحول میں رائج ہوتا اور اس سے لوگ تکلیف محسوس نہ کرتے۔ (اخلاق النبی صفحہ ۵۱)

سیر وتفریح کے سلسلہ میں آپ ﷺ کی عادات طیبہ

ہرے بھرے میدان اور باغیچہ اور نہر پسندیدہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو ہرے بھرے میدان اور باغیچے بہت محبوب تھے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کو ہرے اور شاداب علاقے (چمن و باغیچہ بہت پسند تھا۔ اور آپ ﷺ کو باغیچہ میں نماز پڑھنا بہت پسند تھا۔ (ابوداؤد طیالسی، سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۹۳)

فائدہ: صحت کے لئے ہرے بھرے میدانوں میں ٹہلنا اور نکلنا بہت مفید ہے۔ خصوصاً دماغ اور معدہ اور آنکھوں کے لئے بہت مفید ہے۔

تفریح کے لئے تشریف لے جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم کیا گیا کہ آپ (باہر تفریح کے لئے) نکلتے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ آپ ﷺ ٹیلے اور وادی کی طرف (تفریح کے لئے) نکلتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۳۵، ادب مفرد صفحہ ۱۷۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ہریالی اور بہتا پانی بہت محبوب و پسندیدہ تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ دلوں کو تھوڑا تھوڑا راحت پہنچاتے رہا کرو۔

(سبل الہدیٰ جلد ۹ صفحہ ۳۹۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو ہریالی، ہرے بھرے باغ باغیچے، چمن سرسبز شاداب جنگل و میدان بہت پسندیدہ تھے۔ آپ جب موقعہ اور فرصت ملتی ان جگہوں میں سیر وتفریح کے لئے تشریف لے جاتے۔ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تمہید میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ باغیچوں میں تفریح کے لئے نکل جاتے۔ اور وہاں تفریح و آرام فرماتے، ٹیلے جھرنا، وادی آپ کو بہت پسند تھا۔

خیال رہے کہ آبادی میں ہوا مکدر ہو جاتی ہے۔ طبیعت میں کسل اور نشاط باقی نہیں رہتا۔ جنگل، میدان، ٹیلوں اور باغیچوں میں ہوا کھلی اور بہت صاف رہتی ہے۔ جو صحت کے اعتبار سے بہت مفید ہے۔ طبیعت میں

نشاط اور قوت پیدا کرتی ہے۔ امراض کی دفاعی طاقت مضبوط ہوتی ہے۔ تکدر اور کسل ختم ہو کر چستی پیدا ہوتی ہے۔ شہر کی گنجان اور مسموم فضاء سے جو ایک تعب اور سستی پیدا ہوتی ہے اس کے دفاع کے لئے یہ تفریح بہت ضروری ہے۔ اسی لئے اطباء اور ڈاکٹر اس کی بہت تاکید کرتے ہیں اور فوائد بیان کرتے ہیں۔

دماغی محنت، درس تدریس تصنیف تالیف والے حضرات کے لئے بہت ضروری اور اہم ہے۔ صحت ٹھیک رہتی ہے۔ معدہ درست رہتا ہے۔ دماغ اور قلب کو راحت ملتی ہے۔ اس لئے نعمت صحت کی حفاظت اور یا سنت سمجھ کر ہرے بھرے میدانوں اور علاقوں میں ٹہلنا جہاں صحت کے لئے مفید اور نفع بخش ہے ہاں ثواب بھی ہے۔

ہریالی اور بہتے پانی کی جانب دیکھنا بہت خوشگوار تھا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سبزی اور ہریالی اور بہتا پانی کو دیکھنا بہت خوش گوار معلوم ہوتا تھا۔ (ابونعیم، ابن سنی، فیض القدیر جلد۵ صفحہ ۲۳۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہریالی، اور بہتا پانی پسند تھا۔

(سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ ۳۹۳)

ابن عمر مالکی نے تمہید میں بیان کیا ہے کہ آپ تفریح کے لئے باغیچوں میں نکل جاتے اور راحت حاصل کرتے۔ (سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ ۳۹۳)

فائدہ: آپ بہتا پانی اور سبزی کو دیکھنا پسند فرماتے تھے۔ کہ اطباء نے بیان کیا ہے کہ یہ بصارت کے لئے مفید ہے۔ امام غزالی کے حوالہ سے علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ طبع سلیم خوشنما اشیاء مثلاً پھول وغیرہ کی طرف راغب ہوتی ہے۔ جو مزیل رنج وغم ہوتا ہے۔ اور قلب کی فرحت کا باعث ہے۔

تصویر دار گھروں کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

دعوت میں تصویر دیکھتے تو واپس چلے جاتے

حضرت سفینہ سے منقول ہے کہ کسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دعوت کی اور ان کے لئے کھانا بنایا۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی دعوت کرتے تو ہم سب ان کے ساتھ کھاتے۔ دعوت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ دروازے پر رک کے چوکھٹ پر ہاتھ رکھا (یعنی جیسے داخل ہوئے) تو گھر کے ایک کنارے میں تصویر دیکھی۔ واپس چلے آئے۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ذرا جایئے اور آپ سے پوچھئے کہ آپ واپس کیوں ہوگئے۔ اے اللہ کے رسول۔ تو آپ نے فرمایا میرے لئے گنجائش نہیں کہ تصویر والے گھر میں داخل ہوؤں۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۲۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۴۰)

حضرت اسلم مولی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب ہم حضرت عمر بن الخطاب کے ہمراہ شام پہنچے تو وہاں کے دہقان آئے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین ہم نے آپ کی دعوت کا انتظام کیا ہے میری خواہش ہے کہ آپ مع اپنے معزز رفقاء کے ہمارے مکان پر تشریف لائیں یہ میرے لئے باعث صد افتخار و اعزاز کی بات ہوگی۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم تمہارے ان تصویروں کی وجہ سے نہیں آسکتے جو تمہارے کنیسوں (یا گھروں) میں لگی ہیں۔

(ادب مفرد صفحہ ۳۶۴)

سعد بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا پکایا۔ آپ کی دعوت کی۔ آپ تشریف لائے۔ آپ نے تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے۔ (اور کھانا نہیں کھایا)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دعوت میں تشریف لے گئے تو) گھر میں تصویر دیکھی تو واپس تشریف لے آئے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیوار پر کپڑے کا پردہ دیکھا تو فرمایا قسم خدا کی نہیں کھاؤں گا اور واپس تشریف لے آئے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۷۷)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ ذی روح جاندار کی تصویر گھر یا دوکان وغیرہ میں ہو حرام اور ناجائز ہے۔ اور ایک سخت منکر کا ارتکاب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (طحاوی صفحہ ۳۶۳)

ایک موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تصویر دار کپڑا گھر میں خرید کر رکھا (اور سمجھا کہ آپ دیکھیں گے تو پسند فرمائیں گے) تو آپ دیکھتے ہی واپس ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا کہ جب تک اسے دور نہ کرو گی گھر نہیں آؤں گا۔ چنانچہ حضرت عائشہ نے اسے دور کیا تب آپ تشریف لے گئے۔ تصویر سے آپ کو اس قدر نفرت تھی۔ دعوت کرنے والے کے یہاں تصویر ہوتی تو آپ بلا کھائے واپس ہو جاتے۔ تاکہ تصویر کی کراہیت لوگوں کے ذہن میں ہو جائے۔ افسوس در افسوس کہ آج اہل علم اور خواص طبقہ بالکل منکرات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حضرت ابن مسعود حضرت ابن عمر اور ایک واقعہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی عمل رہا۔

ہم بلا جھجک ایسی دعوتوں میں بلا رد و اظہار کراہیت کے خوشی بخوشی شریک ہوتے ہیں۔ یا تو اس وجہ سے کہ تساہل اور دینی تغافل ہے۔ یا شریعت کے مقابلہ میں تعلقات کو استوار رکھنا چاہتے ہیں یا کھانے اور دعوت کے ایسے حریص ہیں کہ اس میں منکرات اور خلاف شرع امور کو بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ یقیناً یہ دینی مداہنت ہے جو مذموم ہے۔ حدیث پاک ہے جہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو بندوں کی رعایت میں اسے اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

مد نظر مرضی جاناں، جانا نہ چاہئے۔

اسی طرح دعوت میں کوئی بھی منکر خلاف شرع امور ہو مثلاً گانا بجانا، ٹی وی، وی سی آر، شراب وغیرہ۔ یا کرسی ٹیبل پر کھڑے کھانا تو خصوصاً اہل علم اور صلحا و نیک لوگوں کو ایسی دعوت میں شریک نہ ہونا چاہئے۔ اگر منکر پر گرفت میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو اٹھ کر چلا جائے کسی طعنہ اور ملامت کی پرواہ نہ کرے۔ کہ دین اور شریعت یہی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابن ماجہ نے باب قائم کیا ہے۔ "اذا رأى الضيف منكرا رجع" کہ مہمان کوئی خلاف شرع امور دیکھے تو واپس چلا آئے۔

آج دنیاوی نفع مالداروں کی ہیبت اور اس کی رعایت کی وجہ سے خلاف شرع امور پر کوئی نکیر نہیں کرتے۔ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔ کل قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔

سلام کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

سلام کو عام کرنے کا حکم دیتے

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام عام کرو (اسے خوب پھیلاؤ) نجات پاؤ گے۔ (ترغیب جلد۳ صفحہ ۴۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام کو خوب رائج کرو۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اپنے گھروں میں کثرت سے نماز پڑھا کرو۔ تمہارے گھروں میں اچھائیاں اور بھلائیاں زائد ہوں گی۔ میری امت میں سے جس سے ملاقات ہو سلام کیا کرو۔ تمہاری نیکیاں زائد ہوں گی۔ (بیہقی، جامع صغیر جلد ا صفحہ ۸۶)

فائدہ: سلام، سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔ اسے عام اور رائج کرنے کی تاکید فرمائی ہے اور اس کے بڑے فضائل بیان کئے ہیں۔

کس طرح سلام کرنے کا حکم دیتے

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو کہا۔ علیک السلام۔ تو آپ نے فرمایا "علیك السلام" مت کہو۔ "السلام علیکم" کہو۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰۱)

سلام کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ "السلام علیکم" کہے۔ اس کے خلاف جتنے بھی طریقے ہیں سب خلاف سنت ہیں۔

ذرا سی جدائیگی کے بعد بھی سلام کا حکم فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے (مسلمان) بھائی سے ملاقات کرو تو سلام کرو۔ اگر (چلتے ہوئے) درخت حائل ہو جائے، یا کوئی بڑی دیوار یا چٹان (پہاڑ) پھر ملاقات ہو تو سلام کرو۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۷، مشکوٰۃ صفحہ ۳۹۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ذرا دیر کے لئے علیحدگی اور جدائیگی ہو جائے تو پھر سلام کرے۔ یہ نہ سوچے کہ ابھی تو سلام کیا۔ سلام کرے۔ چنانچہ ایک جگہ ملاقات ہوئی تو سلام کرلیا۔ پھر دوبارہ اسی جگہ یا دوسری فوراً ملاقات ہوئی تو پھر سلام کرے۔ اس کے لئے وقفہ بعید کی ضرورت نہیں۔ یہ تو دعائیہ جملہ ہے۔ ہر آن اس کا محتاج ہے۔

کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے ہی پر سلام فرماتے

ابن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر کے دروازے پر آتے تو بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں جانب یا بائیں جانب تشریف فرما ہوتے۔ اور السلام علیکم فرماتے۔ اور اس زمانہ میں گھروں میں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱)

فائدہ: سامنے کھڑے ہونے سے بے پردگی ہو تو کنارے کھڑے ہو کر سلام کرنا اور اجازت لینی چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام تین مرتبہ فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام فرماتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے۔ گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ اس کو لوٹاتے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۳، ترمذی صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نہ سنتا اور جواب آپ کو نہ ملتا تو آپ تین مرتبہ اعادہ فرماتے۔ اس سے زائد نہ فرماتے واپس ہو جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پہنچا دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ان سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت جبرئیل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ اس پر عائشہ نے فرمایا "وعليه السلام ورحمة الله وبركاته."

(ابوداؤد صفحہ ۷۱۰، ترمذی صفحہ ۹۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سلام حضرت عائشہ کو پہنچا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو غائبانہ سلام بھیجنا بے ادبی نہیں۔ اور جس کے واسطے سے سلام بھیجے وہ سلام پہنچا دے۔ بعض لوگ سلام قبول کرنا اور اس کو پہنچانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ہاں کوئی کلفت زحمت ہو، دور ہو تو دوسری بات ہے۔ جو لوگ اسے بے ادبی اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں وہ اس حدیث پر غور کریں۔ شارع علیہ السلام کا کوئی عمل وطریقہ بے ادبی اور بے سروتی میں داخل نہیں۔ ہاں کئی آدمی کو یا پورے محلے والے کو یا متعدد مختلف مقام کے لوگوں کو سلام بھیجے تو یہ ٹھیک نہیں کہ پہنچانے والے کو کلفت ہوگی۔ جواب میں لانے والے اور بھیجنے والے دونوں کو شریک کرے۔

عورتوں کو بھی آپ ﷺ سلام فرماتے

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے تو سلام کیا۔ (مشکوۃ صفحہ ۳۹۹)

اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک دن مسجد میں گزرے اور عورتوں کی جماعت بیٹھی تھی تو آپ نے ان کو ہاتھ کے اشارے سے سلام کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۷، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۹)

آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ آپ مردوں کو، بچوں کو، عورتوں کو ہر ایک کو بلاتفریق سلام کرتے۔ آپ ﷺ کے لئے ہر عورتوں کو سلام کرنا درست تھا۔ خواہ جوان ہوں یا بوڑھی۔ محارم ہوں یا غیر محارم۔

امت کے حق میں یہ حکم عام نہیں۔ رشتہ دار محارم کو سلام کی اجازت ہے۔ اجنبی عورتوں کو سلام کرنے کی اجازت نہیں۔ والدہ، نانی، دادی، بہن، بیٹی، نواسی، چچی، پھوپھی وغیرہ کو بہر صورت سلام کی اجازت ہے۔ بوڑھی عورتوں کو جب کوئی اتہام کا اندیشہ نہ ہو تو سلام کی اجازت ہے۔ ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ جب جمعہ کی نماز سے واپس لوٹتے راستے میں بوڑھی عورتیں ملتیں تو ان کو سلام فرماتے۔ (زادالمعاد جلد ۲ صفحہ ۲۷)

کسی کے سلام کا جواب کس طرح دیتے

غالب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آکر آپ کی خدمت میں کہا کہ میرے والد آپ ﷺ کو سلام کہتے ہیں آپ نے فرمایا وعلیک وعلیٰ ابیک السلام۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۱۰، زادالمعاد جلد ۲ صفحہ ۳۱)

فائدہ: جب کسی کا سلام پیش کیا جائے تو اولاً اس لانے والے کو پھر غائبانی سلام کرنے والے کو اس طرح جواب دے۔ علیک وعلیہ السلام۔

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کا حکم فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے انس گھر میں داخل ہو تو گھر والوں پر سلام کرو۔ گھر کی بھلائی میں اضافہ ہوگا۔ (خرائطی صفحہ)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ تمہارے لئے اور تمہارے گھر والے کے لئے برکت کا باعث ہے۔

(جلد ۲ صفحہ ۹۹)

فائدہ: گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا آج متروک ہوگیا۔ اس میں شرم و لحاظ معلوم ہوتا ہے۔ دراصل سنت کی اہمیت دلوں سے جاتی رہی ہے۔ گھر میں سلام گھر کی برکت و عافیت کا باعث ہے۔ گھر میں بے برکتی محسوس ہوتی ہے تو تعویذ گنڈے کے متلاشی ہوتے ہیں۔ سنت کے طریقہ سے برکت حاصل کرنے سے گریز

کرتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔

بچوں کو بھی سلام فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرے تو سلام فرمایا۔
(بخاری صفحہ ۹۲۳)

فائدہ: تواضعاً فرمایا تعلیماً کہ یہ بچے بھی اسلامی طریقہ سیکھ لیں۔ اوران کو معلوم ہو جائے۔

عام مجلس میں بھی سلام فرماتے

بخاری کی ایک طویل حدیث جو اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے محلّہ بنی خزرج میں تشریف لے گئے تو ایسے مجلس سے گزرے جس میں مسلمین غیر مسلمین سب تھے تو آپ نے سلام کیا۔ دعوت دی۔ اور قرآن پیش کیا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۲۴)

فائدہ: مخلوط مجلس میں سلام کرے اور نیت مسلمانوں کی کرے۔

بغیر سلام کے آجانے پر واپس فرمادیتے

صفوان بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے نہ اجازت لی اور نہ سلام کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا واپس جاؤ اور السلام علیکم کہہ کر کہو کیا میں داخل ہوسکتا ہوں؟ (ترمذی صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا سلام کئے داخل ہونا پسند نہ تھا۔ آپ نے تاکیداً اور عادت ہونے کے لئے واپس کر دیا اور سلام کے ساتھ داخل ہونے کو فرمایا۔ ایسوں کو واپس کرنا کبر میں داخل نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل کبر اور کبر کے شائبہ سے پاک تھا۔ اور اس سے ناراض ہونا چاہئے کہ سنت کی ترویج اور مشق و عادت ڈالنے کے لئے ہے۔

رات میں کس طرح سلام فرماتے

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تشریف لاتے تو اس طرح (آہستہ) سلام فرماتے کہ سوتا ہوا بیدار نہ ہوتا۔ جاگتا ہوا سن لیتا۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۱)

فائدہ: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ رعایت تھی کہ کسی سونے والے کی نیند میں خلل نہ پڑے۔ اگر بیدار ہو تو سن کر جواب دے دے۔ دیکھئے کیسی رعایت ہے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے۔ یہی اسلام کی بلند پایہ تعلیمات اور آپ کے پاکیزہ شمائل ہیں۔

فَائِدَہ: ابن قیم نے زاد المعاد میں سلام کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ عادات و خصائل کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

❶ آپ ﷺ ہر سامنے والے (ملاقات ہونے والے) کو سلام فرماتے۔ یعنی اہل اسلام میں سے۔

❷ آپ ﷺ سلام (عموماً) برکاتہ تک فرماتے۔

❸ آپ ﷺ (جواب نہ ملنے پر) تین مرتبہ سلام فرماتے۔

❹ آپ ﷺ سلام میں پہلے فرماتے (دوسروں کے سلام کا منتظر نہ رہتے)۔ (کہ تکبر سے ناشی ہے)۔

❺ آپ ﷺ مجلس میں تشریف لاتے تو خود سلام اولاً فرماتے۔

❻ مجلس سے واپس جاتے تو پھر آپ خود سلام کرتے۔

❼ گھر میں داخل ہوتے تو سلام فرماتے۔

❽ رات میں گھر جاتے تو آہستہ سلام کرتے کہ سوتا ہوا بیدار نہ ہوتا۔

❾ آپ ﷺ بلا سلام کے آنے والے کو داخل نہ ہونے دیتے۔

❿ آپ ﷺ کے پاس بلا سلام کئے کوئی آجاتا تو اسے لوٹا دیتے اور فرماتے کہ جاؤ سلام کر کے آؤ۔

آپ ﷺ سلام کا جواب کبھی اس طرح دیتے اور کبھی لفظ زائد سے بھی دیتے۔ مثلاً کبھی "السلام علیکم" کا جواب "وعلیکم السلام" سے دیتے اور کبھی "رحمة الله" وغیرہ کا اضافہ فرمادیتے۔

آپ ﷺ سلام کا جواب اسی طرح دیتے کہ سلام کرنے والا جواب کو سن لیتا یعنی آہستہ سے نہ دیتے۔ یعنی مسنون اور مشروع طریقہ یہی ہے کہ ذرا صاف اور زور سے جواب دے کہ وہ سن لے۔ اور اس کو معلوم ہو جائے کہ اس نے جواب دیا ہے۔ بعض جواب اس قدر آہستہ دیتے ہیں کہ سلام کرنے والے نہیں سن پاتا، اور اسے یہ ادب اکرام سمجھتے ہیں سو یہ غلط ہے۔ بے ادبی اور حق تلفی اس میں ہے کہ اُسے جواب نہ سنایا جائے۔

⓫ آپ ﷺ بچوں کو بھی سلام کرتے۔

⓬ آپ ﷺ کسی کے غائبانہ سلام پہنچانے کی صورت میں سلام پہنچانے والے کو اور جس کا سلام ہوتا دونوں کو جواب میں شریک فرماتے۔ اس طرح "علیك وعلیه السلام"۔

⓭ آپ ﷺ کے اصحاب واحباب میں کوئی غلط اور معصیت یا بدعت کا کام کرتا تو آپ ابتداءً سلام کو ترک فرمادیتے تاوقتیکہ وہ حال درست نہ کر لیتا توبہ کر کے باز نہ آجاتا۔

(خیال رہے کہ یہ حکم ہر شخص کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ ان برگزیدہ حضرات کے لئے ہے جو مقام اصلاح پر یا ایسے مرتبہ پر ماحولاً یا عرفاً فائز ہوں کہ ان کے ترک سلام سے وہ متاثر ہو کر باز آسکتے ہیں۔ ورنہ تو عام حکم یہ ہے

کہ سلام ہر شخص کو کیا جائے صالح ہو یا غیر صالح)۔ (زاد المعاد جلد۲ صفحہ ۲۹ تا ۳۱)

سلام میں پہل فرماتے

ہند ابن ابی ہالة سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ملاقات کی صورت میں سلام میں پہل فرماتے۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سلام میں سبقت اور جلدی فرماتے۔ (اتحاف السارة صفحہ ۱۰۸)

فائدہ: سنت اور باعث فضیلت یہ ہے کہ آدمی سلام میں پہل کرے۔ دوسروں کے انتظار میں نہ رہے وہ سلام کرے کہ اس میں کبر کا شبہ ہے سلام میں پہل کرنے والے کو زیادہ ثواب ہے۔ مزید سلام کی تفصیلی بحث جلد چہارم میں ملاحظہ کیجئے۔ سلام کے متعلق بڑی تفصیل سے بحث ہے۔

مصافحہ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ بکثرت فرماتے تھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت حذیفہ سے ہوئی۔ آپ نے مصافحہ کرنا چاہا وہ ہٹ گئے (یعنی نہیں کرنا چاہا) اور کہا میں ناپاک ہوں۔ تو آپ نے فرمایا مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۳۳، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۷۵)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور آپ وضو فرما رہے تھے تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو جواب دیا ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ کیا۔

(مکارم الخرائطی صفحہ ۸۲۶)

ایوب بن بشیر العدوی نے قبیلہ غزہ کے ایک شخص سے یہ روایت کی کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب وہ شام جارہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب تم ان سے ملاقات کرتے تو تم سے مصافحہ فرماتے تھے۔ تو حضرت ابوذر نے فرمایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے ملاقات کی تو آپ نے مصافحہ نہ کیا ہو۔

(مختصراً، ابوداؤد، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۴۳۴)

یعنی جب وہ بھی ملاقات کرتا آپ مصافحہ فرماتے۔

قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مصافحہ ہوتا تھا۔ تو حضرت انس نے فرمایا۔ ہاں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱، بخاری، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۷۱)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کو مقام بطحاء تشریف لائے۔ وضو فرما کر ظہر کی دو رکعت (قصر) ادا فرمائی۔ فراغت کے بعد لوگ کھڑے ہوئے اور آپ سے مصافحہ کرنے لگے اور تبرکاً اپنے چہرے پر ملنے لگے۔ میں نے بھی مصافحہ کیا اور منہ پر مل لیا۔ تو آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زائد خوشبودار پایا۔ (البدایہ جلد ۶ صفحہ ۲۴)

ابواسحاق نے بیان کیا کہ میں نے حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ملاقات کی تو انہوں مجھے سلام کیا۔ اور مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور مسکرانے لگے۔ اور پھر کہا تمہیں معلوم ہے ایسا میں نے کیوں کیا۔ میں نے کہا نہیں۔ ہاں مگر کسی ثواب میں کسی وجہ سے ایسا کیا ہوگا۔ تو حضرت براء نے کہا۔ مجھ سے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے ایسا ہی کیا جیسا میں نے کیا۔ یعنی سلام کیا پھر مصافحہ کیا اور مسکرایا۔

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۰۳، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۵۰)

فَائِدَہ: جن سے محبت اور عقیدت ہوتی ہے۔ ان کی ہر ادا بھاتی ہے اور آدمی اسی کو اختیار کرتا ہے۔ چنانچہ حضرات براء سے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سلام و مصافحہ کیا اور مسکرایا تو حضرت براء نے بھی اسی طرح سنت پر عمل کیا۔ اور اس کا سلسلہ شاگرد در شاگرد چلتا رہا۔

اسے حدیث مسلسل بالمصافحہ کہا جاتا ہے۔ آپ کی اتباع میں ہر راوی اور مروی نے مصافحہ پر عمل کرتے ہوئے حدیث روایت کی ہے۔ جسے شاہ ولی اللہ دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے مسلسلات میں بیان کیا ہے۔

مصافحہ میں آپ ہاتھ کب جدا فرماتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی حدیث ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رخصت کے وقت جب کسی کا ہاتھ پکڑتے تو (مصافحہ فرماتے) تو اس وقت تک ہاتھ نہ چھوڑتے جب تک کہ وہ خود ہاتھ نہ چھوڑ دیتا۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۶)

یہ آپ کی محبت اور خوش اخلاقی کی بات تھی کہ آپ از راہ محبت ایسا فرماتے تھے۔

مصافحہ سے ہاتھ خوشبودار

ابن دحیہ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کسی سے مصافحہ فرماتے تو تمام دن مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ خوشبودار رہتا۔ (اتحاف السادہ جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

ابونعیم اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک حدیث میں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ہتھیلی عطار کی ہتھیلی تھی۔ خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں مصافحہ کرنے والا مصافحہ کرتا تو تمام دن آپ کے دست مبارک کی خوشبو سے اس کا ہاتھ خوشبودار رہتا۔ (نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۴۹)

مصافحہ سے گناہ جھڑ جاتے ہیں

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو اہل محبت آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے (موسم پت جھڑ میں) درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(بیہقی فی الشعب صفحہ ۲۷۴)

براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو مسلمان ملتے ہیں باہم مصافحہ

کرتے ہیں تو ان کی ہاتھ کے الگ ہونے سے قبل مغفرت ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے فرماتے

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے تشہد کی تعلیم دی اور میری ہتھیلی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی دونوں ہتھیلی کے درمیان میں تھی۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۹۲۶)

امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ باب المصافحہ کے ذیل میں اس حدیث مبارک کو پیش کرکے اس مقصد کو ظاہر کر رہے ہیں کہ آپ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ فرماتے۔ اور یہی طریقہ مسنون ہے جو حضرات مصافحہ ایک ہاتھ سے کرتے ہیں یہ مصافحہ کے طریق مسنون کے خلاف ہے۔ البتہ ایک ہاتھ کو پکڑنا اور ازراہ عقیدت و محبت جائز و مباح ہے۔ جو مصافحہ کے مفہوم سے خارج ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے الاخذ بالیدین کا۔ اس کے ذیل میں امیر المومنین عبداللہ مبارک کے متعلق نقل کیا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اس سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کی مسنونیت کو بیان کرنا ہے۔ سنت یہی ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرے۔

خیال رہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔ ایک ہاتھ سے نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے امام بخاری نے باب الاخذ بالیدین قائم کرکے دونوں ہاتھ سے مسنونیت کو ثابت کرنا چاہا ہے۔

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی مجموعۃ الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

تمام فقہاء دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو مسنون کہتے ہیں مجالس الابرار میں ہے کہ مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے ہو۔ درمختار اور جامع الرموز میں بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں۔ تو ان کے ہاتھوں کو علیحدہ ہونے سے پہلے ان کی گناہوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے انتہی۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہونا چاہئے اس لئے کہ اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوتا تو حدیث میں لفظ "اکفھما" کی جگہ "کفاھما" ہوتا اور اس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ تعلیق ہے جو باب الاخذ بالیدین میں ہے۔ "وصافح حماد بن زید ابن المبارك بيديه" حماد بن زید نے ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ انتہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین کے دور میں بھی یہی طریقہ مروج تھا۔ اور ایک ہاتھ سے مصافحہ کا جو ذکر بخاری میں ہے کہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں مجھ کو نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سورت قرآن کی تعلیم کی تشہد یعنی التحیات للہ الخ کی تعلیم دی اس حال میں کہ میرا ہاتھ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مصافحہ ملاقات کے وقت ہونے والا مسنون مصافحہ نہ تھا بلکہ یہ تعلیم کے لئے تھا۔ کیونکہ اکابر کسی خاص چیز کی تعلیم کے اہتمام کے لئے اپنے چھوٹوں کا ایک یا دونوں ہاتھ پکڑ کر تعلیم دیا کرتے ہیں۔ اگر اس مصافحہ کو ملاقات تسلیم کر لیا جائے تو اس کا ثبوت آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے

دونوں مبارک ہاتھوں سے ہورہا ہے اور ابن مسعود کی جانب سے فقط ایک ہاتھ کا ہونا یقینی اور قطعی نہیں ہے بلکہ جنس کے معنی میں ہے اوراسی طرح لفظ ید کا استعمال محاورات عرب میں آیات قرانیہ واحادیث نبویہ میں بمعنی جنس ثابت ہے۔ تواس صورت میں لفظ ید ایک اور دو ہاتھ کو متضمن اور شامل ہوگا۔ اوراکثر مقامات میں دو ید کے موقعہ پر لفظ ید آیا ہے۔ اس اعتبار سے جس حدیث میں اخذ بالید وارد ہے۔ اس کی مراد ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا نہیں وہاں دونوں صورتوں کا احتمال ہے ایک ہاتھ سے ہو یا دو ہاتھ سے۔ البتہ اگر کسی جگہ حدیث صحیحہ اور صریحہ سے یہ بات معلوم ہو کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ مسنون ہے تو فقہا کے اقوال کو چھوڑنا پڑے گا اور اس تصریح صریح کے بغیر فقہا کے اقوال پر عمل کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ (مجموعۃ الفتاویٰ قدیم جلد۲ صفحہ ۱۵۳، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ جلد۲ صفحہ ۳۱۲)

معانقہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کسی سفر یا غزوہ سے) مدینہ تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تھے۔ وہ آئے تو دروازہ کھٹکھٹایا، آپ کھلے بدن تھے۔ چادر لے کر کھینچتے ہوئے باہر نکلے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے کھلا بدن نہ اس سے پہلے دیکھا آپ کو نہ اس کے بعد۔ پھر آپ نے معانقہ کیا اور بوسہ لیا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۰۲، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام میرے پاس آیا۔ میں گھر میں نہیں تھا۔ میں جب آیا تو مجھے پتا چلا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھ سے معانقہ فرمایا اور فرمایا یہ (معانقہ مصافحہ سے) بہتر ہے، بہتر ہے۔

(بیہقی جلد۶ صفحہ ۴۷۵، ابوداؤد صفحہ ۷۰۸، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲)

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ مدینہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور مجھ سے معانقہ فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا ہمیں نہیں معلوم فتح خیبر کی مجھے خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۲، شرح السنہ)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معانقہ فرماتے تھے۔ اور معانقہ کرنا سنت ہے۔ خصوصاً سفر سے واپسی پر۔

حضرات صحابہ کرام کا معانقہ کا اہتمام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تو مصافحہ فرماتے۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۴۳۳)

حضرت شعبی نے کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے۔ (طحاوی جلد۲ صفحہ ۳۲، بیہقی فی الشعب جلد۶ صفحہ ۴۷۵)

قتادہ نے کہا صحابہ کرام ایک دوسرے سے مصافحہ فرماتے تھے (طحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۶۲، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۷۱)

غیم بن سلمہ نے کہا کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ملک شام تشریف لائے اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استقبال کیا تو حضرت عمر فاروق سے مصافحہ کیا۔ اور ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور الگ ہو کر رونے لگے (یعنی فرط محبت میں رونا آ گیا)۔ (کنز العمال، مکارم الخرائطی صفحہ ۸۲۵)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مصافحہ اور معانقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق میں ہے ملاقات پر مصافحہ اور سفر یا طویل وبعد کے ملاقات پر معانقہ فرماتے تھے۔ چنانچہ اکابرین واسلاف سے بھی یہی تعامل ثابت ہے کہ اکثر و بیشتر ملاقات پر مصافحہ اور سفر سے واپسی پر معانقہ۔

بچوں سے معانقہ

حضرت یعلی بن مرہ کی روایت میں ہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستہ میں کھیل رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا دیا۔ (پکڑنے کے لئے) صاحبزادے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ اور آپ اسے ہنسانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ نے پکڑ لیا۔ آپ نے اپنا ایک ہاتھ مبارک اس کی ٹھوڑی کے نیچے دوسرا سر پر رکھا۔ یعنی اس طرح پکڑا۔ پھر آپ نے سینہ سے لگایا۔ اور فرمایا حسین مجھ سے ہیں اور میں اس سے ہوں۔ خدا اس سے محبت فرمائے جو حسین سے محبت فرمائے۔ حسین میری اولاد ہے۔

فائدہ: امام بخاری نے ادب مفرد میں باب معانقہ الصبی سے غالباً اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس طرح تعلیماً بچوں سے سلام مصافحہ ہے اسی طرح معانقہ بھی ہے۔ تا کہ یہ اسلامی طریقہ ان میں رائج ہو۔ اور وہ اس سے واقف ہوں۔

معانقہ کا ایک دوسرا مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ بچوں سے کھیلنا، پیار کرنا، بوسہ لینا اسی طرح معانقہ یعنی سینہ سے لگا لینا۔ جسم سے چمٹا لینا ازراہ محبت آپ فرماتے تھے۔ اور بچوں سے اس قسم کا محبتانہ برتاؤ محمود اور مسنون ہے۔ معانقہ کا یہی مفہوم بہتر ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے "رحمة الولد تقبيله ومعانقته" یہاں معانقہ سے مراد ازراہ محبت سینہ سے لگا لینا ہے۔ یہی مراد اور مقصد معانقہ عرفی میں بھی ہے۔ کہ بڑوں میں عموماً ملاقات پر ہے اور بچوں سے پیار محبت کی بنیاد پر مطلقاً ہے۔

معانقہ کا طریقہ۔ ادب اور بہتر یہ ہے کہ ہر شخص کندھے کا دایاں رخ دائیں سے ملائے۔ گو اس کی تصریح نہیں ملی۔ چونکہ یہ فعل محمود ہے اور اس میں دایاں رخ اور ہیئت کو اختیار کرنا اصوب اور محمود ہے۔

تقبیل اور بوسہ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادات

ازراہ محبت اولاد کا بوسہ

اقرع بن حابس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت حسن کا بوسہ لے رہے ہیں۔ تو کہا میرے تو دس لڑکے ہیں میں نے تو ان میں سے کسی کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ (بوسہ) نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شفقت نہیں کرتا اس کے ساتھ شفقت کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ (بخاری صفحہ ۸۷۷، ابوداؤد صفحہ ۷۰۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے صاحبزادہ) ابراہیم کو بوسہ دیا اور سونگھا۔ (بخاری صفحہ ۸۸۶)

مخرمہ بن بکیر کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زینب بنت عمر بن ابی سلمہ کا بوسہ لیا اور وہ قریب دو سال کی ہوگی۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۱۷)

فائدہ: خیال رہے کہ اپنے بچوں سے یا دوسروں کے بچوں سے پیار کرنا محبتانہ برتاؤ کرنا مسنون ہے اور حضرات انبیاء کی عادت طیبہ میں سے ہے۔ بچوں سے پیار محبت کرنا شفقت اور محبت کی پہچان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بوسہ لیتے پیار کرتے۔ بعض لوگ ایسے سخت مزاج ہوتے ہیں کہ اپنے بچوں سے بھی پیار محبت نہیں کرتے۔ یہ تواضع اور شفیقانہ مزاج کے خلاف ہے۔ امام بخاری نے الولد وتقبیلہ کا باب قائم کر کے اس کے محمود اور مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ البتہ لڑکی جب کچھ بڑی ہو جائے تو اس کا بوسہ لینا درست نہیں۔ چنانچہ امام بخاری نے ادب مفرد میں باب "باب قبلة الرجل الجارية الصغيره" قائم کر کے اسی کو واضح کیا ہے۔ (صفحہ ۱۱۷)

دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کا بوسہ

شعبی سے منقول ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب سے ملاقات فرمائی تو معانقہ کیا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: حضرت جعفر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ آپ ان سے بہت محبت فرماتے۔ جنگ موتہ میں

شہید ہوگئے تھے۔ خیال رہے کہ ہم عمر اور بڑے بزرگ کا ازراہ عقیدت ومحبت واخوت پیشانی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ خصوصاً جن علاقوں میں اس کا عرف رواج ہو اور ملاقات پر پیشانی کا بوسہ لینا لوگوں کی عادت ہو تو وہاں گنجائش اور درست ہے جیسے عرب میں۔

اسی طرح اپنے سے کم عمر والے جس کی داڑھی نہ نکلی ہو پیشانی کا بوسہ درست نہیں ہے کہ یہ مقام اتہام ہے۔ اور ہر مؤمن کو اس سے احتیاط لازم ہے۔ اس طرح گال کے بوسہ کا بھی یہی حکم ہے۔ جہاں رائج ہو جیسے حرمین اور اہل عرب میں کہ رواج کی وجہ سے مامون الشہوۃ ہوتا ہے۔ اور جہاں رواج نہیں وہاں اس کی گنجائش نہیں چونکہ یہ چیزیں از قبیلہ عبادات اور مامورات نہیں ہیں۔

سر کا بوسہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری سنو اے عائشہ اللہ پاک نے تمہاری برأت نازل فرمائی۔ اور قرآن کی آیت تلاوت فرمائی تو والدین نے کہا اے عائشہ کھڑی ہو جاؤ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا بوسہ لو۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: اس روایات میں سر کے بوسہ کا ذکر ہے۔ یا تو اس کا مطلب پیشانی کا بوسہ لینا ہے یا پیشانی کے اوپر بالوں کا۔ عربوں میں یہ طریقہ بھی رائج تھا۔ عموماً سر کا بوسہ اکراماً ہوتا ہے۔ اس کا وہی حکم ہے جو پیشانی کا ہے۔

ہمارے ہند و پاک میں بوسے کے یہ طریقے رائج نہیں ہیں۔ صرف بچے اور بچیوں کا رائج ہے۔ خیال رہے کہ منکوحہ کا مطلقاً جائز ہے۔ باقی اس کے علاوہ میں مامون الشہوۃ کی صورت میں گنجائش ہوگی ورنہ نہیں۔

اپنے ہاتھ مبارک کو چومنے دیتے

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو میں نے آپ کے دست مبارک کو چوم لیا۔ آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۴۲)

کعب بن مالک سے مروی ہے کہ جب عذرۃ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے دست مبارک کو لیا اور چوم لیا۔ (مجمع جلد ۸ صفحہ ۴۲)

ثابت نے حضرت انس سے پوچھا کہ تم نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چھوا ہے کہا ہاں۔ میں نے آپ سے کہا آپ اپنا دست مبارک مجھے دیجئے۔ آپ نے دیا میں نے ہاتھ کو چوم لیا۔

(مطالب علیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۸)

صہیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست پاک کو چوم رہے تھے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۸۹)

ابوداؤ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چوم لیا۔ (ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۷۰۹)

سنن ترمذی میں حضرت صفوان بن عالی کی روایت میں ہے کہ (یہودیوں کے سوال کے جواب دینے پر) یہود کی جماعت نے آپ کے دست و پا مبارک کو بوسہ دیا۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۰۲)

سنن ابوداؤد میں ام ابان بنت الوزاع کی روایت میں ہے کہ ان کے دادا زارع جو وفد عبدالقیس میں تھے جب مدینہ آئے تو پہلے جلدی آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پیر مبارک کا بوسہ دیا۔ (سبل جلد۲ صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ ہے کہ فرط محبت وعقیدت و غایت درجہ تعلق کی وجہ سے اکراماً وتعظیماً عالم، بزرگ، اور بڑے کے ہاتھ کو چوم لینا درست اور مشروع ہے۔ اس میں کوئی ممانعت وکراہیت نہیں۔ فقہاء کرام نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔ شامی میں ہے۔ **"لاباس بتقبل یدالرجل العالم المتورع"**

(جلد۶ صفحہ ۳۸۳، کتاب الکراہیہ)

البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کا پیر چومنا ممنوع ہے۔ فقہا نے اس کی اجازت نہیں دی ہے کذا فی الشامی کہ یہ غلو ہے۔ (جلد۶ صفحہ ۳۸۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری شرح بخاری میں ہاتھ کو بوسہ دینے کے جواز میں ان مذکورہ روایتوں کو ذکر کرنے کے علاوہ مزید ان روایتوں سے بھی استدلال جواز ہی نہیں بلکہ استحباب کیا ہے اسامہ بن شریک کہتے ہیں کہ ہم لوگ (ایک موقعہ پر مجلس سے) اٹھے اور آپ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق نے آپ کے ہاتھ مبارک کا بوسہ لیا۔ ابولبابہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیا۔ حدیث بریدہ میں ایک اعرابی کے قصہ میں ہے کہ انہوں نے کہا اے رسول اللہ مجھے دست مبارک اور پیر مبارک کے بوسہ کی اجازت دیجئے۔ حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابن عباس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ جب کہ حضرت ابن عباس ان کی رکاب کو تھامے ہوئے تھے۔ اسی طرح حضرت انس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ ابومالک اشجعی نے ابن ابی اوفی سے کہا اس ہاتھ کو دیجئے میں بوسہ لوں جس سے آپ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔

امام نووی نے بیان کیا کہ زہد، صلاح، بزرگی علم شرافت و دیانت کے پیش نظر کسی کا محبت وعقیدت کی بنیاد پر ہاتھ کا بوسہ لینا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔ البتہ دنیاوی مال وجاہت سے متاثر ہو کر بوسہ لینا مکروہ ہی نہیں بعضوں کے نزدیک ناجائز ہے۔ (فتح الباری جلد۱۱ صفحہ ۵۷)

چھینک کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل

الحمدللہ فرماتے

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ کو جب چھینک آتی تو الحمدللہ فرماتے۔ اس کے جواب میں آپ کو "یرحمك اللّٰہ" کہا جاتا تو پھر آپ "یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَاَصْلَحَ بَالَکُمْ" فرماتے۔ خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال بہتر فرمائے۔ (مسند احمد، سیرۃ الشامی صفحہ ۳۶۵)

فَائِدَہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمد للّٰہ" کہے۔ اور اس کے بغل میں بیٹھنے والا "یرحمك اللّٰہ" کہے۔ اور اس کے جواب دینے والا "یھدیکم اللہ یصلح بالکم" کہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴، بخاری صفحہ ۹۱۹)

الحمدللّٰہ کے جواب میں آپ ﷺ "یرحمك اللّٰہ" فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے ایک شخص کو چھینک آئی اس نے کہا "الحمد للّٰہ" آپ ﷺ نے "یرحمك اللّٰہ" فرمایا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۷۴)

فَائِدَہ: آپ کی عادت طیبہ تھی کہ "الحمد للّٰہ" کے جواب میں اہل اسلام کو "یرحمك اللّٰہ" فرماتے۔ آپ نے اسے حق مسلم فرماتے ہوئے اس کی تاکید فرمائی ہے اسی لئے فقہاء نے "الحمد للّٰہ" کے جواب کو واجب قرار دیا ہے۔

الحمدللہ نہ کہنے پر آپ جواب نہ دیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص کو آپ ﷺ کی مجلس میں چھینک آئی۔ ایک کو آپ نے "یرحمك اللّٰہ" فرمایا اور دوسرے کو نہیں۔ اس پر ایک شخص نے پوچھا اے اللہ کے رسول ایک کو آپ نے "یرحمك اللّٰہ" کہا اور مجھ کو نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اس نے "الحمد للّٰہ" کہا تم نے نہیں کہا۔

(مسلم صفحہ ۴۱۲، بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۱۹، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چھینک آئی ایک نے چھینک پر "الحمد للّٰہ" نہیں کہا تو آپ نے بھی اس کا جواب "یرحمك اللّٰہ" سے نہیں دیا۔ دوسرے نے چھینک پر "الحمد للّٰہ" کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواب دیا اس پر اس (میں سے) ایک نے کہا میں نے چھینکا تو آپ نے مجھے جواب نہیں دیا اس نے چھینکا تو جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے اللہ کو یاد کیا "الحمد للّٰہ" کہا میں نے بھی اسے یاد کیا "یرحمك اللّٰہ" کہا اور تم اللہ کو بھول گئے تو ہم تم کو بھول گئے۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۷۵، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۵۸، بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۲۶)

فائدہ: چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے والے کو آپ جواب دیتے نہ کہتا تو آپ جواب نہ دیتے۔ آپ اسی پر عمل فرماتے اور اسی کا حکم دیتے۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے۔ تو تم "یرحمك اللّٰہ" کہو اور "الحمد للّٰہ" نہ کہے تو تم "یرحمك اللّٰہ" نہ کہو۔ (مسلم صفحہ ۴۱۳، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۵)

بار بار چھینک کا جواب نہ دیتے

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھینک کے جواب میں "یرحمك اللّٰہ" فرمایا۔ پھر اسے دوسری مرتبہ چھینک آئی تو آپ نے کہا (جواب نہ دیا اور) فرمایا اسے تو زکام ہے۔

(مسلم صفحہ ۴۱۳، ادب مفرد صفحہ ۲۷۵)

فائدہ: بار بار چھینک آنا یہ زکام کی علامت ہے۔ زکام کی چھینک کا آپ جواب نہ دیتے کہ اس طرح آدمی جواب دیتے دیتے تنگ آ جائے گا۔ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تیسری مرتبہ کے بعد کہا تھا۔ زکام کی وجہ سے چھینک آ رہی ہو تو تین مرتبہ کے بعد جواب نہ دینے میں اختیار ہے۔ (مرقات)

منہ پر ہاتھ یا کپڑا رکھ لیتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آتی تو آواز کو پست فرماتے، کپڑے پر چھینکتے، چہرہ مبارک کو کپڑے سے ڈھک لیا کرتے۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، بیہقی جلد ۷ صفحہ ۳۲، اخلاق النبی صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ جب چھینک آتی تو ہاتھ میں کپڑا رکھ کر منہ پر لگا لیتے کپڑا نہ ہوتا تو ہاتھ رکھ لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھینک کے وقت کپڑا یا ہاتھ منہ پر لگا لے تاکہ لوگوں کو کراہیت نہ ہو۔ خاص کر مجلس میں اس کا خیال رکھے۔ دسترخوان پر کھانے کے وقت اگر ایسی نوبت آئے تو منہ کو فوراً دوسری جانب کرے۔ ایسا کرنا ضروری ہے تاکہ کھانا خراب نہ ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی نہیں آئی

ابوصالح دمشقی نے ذکر کیا ہے کہ آپ کو جمائی کبھی نہیں آئی۔ (سیرۃ الشامی جلد۹)

غیر مسلم کی چھینک پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں مسلمانوں اور یہودیوں کی جماعت تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل اسلام کی چھینک کا جواب "یغفراللّٰہ لکم ویرحمنا وایاکم" "اللہ تمہاری طرف مغفرت فرمائے اور ہم پر تم پر رحم فرمائے۔" اور یہود کو جواب دیا تو فرمایا "یھدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" "خدا تمہیں ہدایت دے اور تمہارا حال درست فرمائے۔" (بیہقی فی الشعب جلد۷ صفحہ۳۱)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہود چھینکتے تھے اور آپ کے دعائیہ جملہ "یرحمك اللّٰہ" کی تمنا کرتے تھے۔ مگر آپ ان کو "یھدیکم اللّٰہ ویصلح بالکم" جواب دیا کرتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۷ صفحہ۳۱)

فائدہ: یہود چونکہ آپ کو نبی برحق جانتے تھے گو حسد عناد کی وجہ سے نہیں مانتے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے کہ آپ کی دعا "یرحمك اللّٰہ" ہمارے لئے رحمت خداوندی کا باعث ہوگی۔ مگر آپ ان کی مکاریوں سے واقف تھے اس وجہ سے رحمت کی دعا کے بجائے ہدایت کی دعا فرماتے تھے۔

مسجد میں زور کی آواز پسند نہ فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں زور سے چھینک کو پسند نہ فرماتے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۷ صفحہ۳۲)

بعض حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ ڈکار اور چھینک کے وقت اپنی آواز کو ذرا بلند کر دیتے ہیں آپ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ زور کی آواز شیطان کو پسند ہے اور وہ اس سے ہنستا ہے۔

"یھدیکم اللّٰہ" کی جگہ "یغفراللّٰہ" بھی

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں چھینک کا جواب سکھایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو "الحمد للّٰہ رب العالمین" کہو۔ اس کے جواب میں بیٹھا ہوا "یرحمك اللّٰہ" کہے تو تم کہو "یغفراللّٰہ لی ولکم" (بیہقی جلد۷ صفحہ۳۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ "یرحمك اللّٰہ" کے جواب میں "یھدیکم اللّٰہ" بھی کہا جا سکتا ہے اور "یغفراللّٰہ لنا ولکم" بھی۔

چھینک پر "الحمد للّٰہ" کہنے کا ثواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی چھینکتا اور "الحمد للّٰہ" کہتا ہے تو حضرات فرشتے "رب العالمین" کہتے ہیں۔ پس جب بندہ "رب العالمین" کہے تو اس کے جواب میں فرشتے "یرحمك اللّٰہ" کہتے ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۵۷، بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۲۴)

دور سے چھینک کی آواز آئے

حضرت مکحول کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر کے بغل میں تھا۔ مسجد کے ایک کنارے سے چھینک کی آواز آئی تو حضرت ابن عمر نے کہا اگر تم نے "الحمد للّٰہ" کہا تو "یرحمك اللّٰہ" (ادب مفرد صفحہ ۲۷۵)

اگر دوری کی وجہ سے پتہ نہ چلے تو "الحمد للّٰہ" کہنے کی شرط کے ساتھ "یرحمك اللّٰہ" کہہ دے۔

خلاف سنت جواب نہ دے

حضرت نافع ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بغل میں بیٹھا تھا۔ اس نے چھینک کے جواب پر "الحمد للّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ" کہا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا اس طرح ہمیں اللہ کے رسول نے نہیں سکھایا۔ بلکہ یہ سکھایا کہ ہم کہیں۔ "الحمد للّٰہ علی کل حال"

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۶)

چھینک پر آپ جو فرماتے اور جو کہنے کا حکم دیتے تھے اس سے زائد اپنی جانب سے اضافہ کرنا خلاف سنت بدعت ہے باوجودیکہ سلام صلوٰۃ کی بڑی فضیلت ہے۔ مگر اس موقعہ پر کہنا درست نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ "الحمد للّٰہ" اور "الحمد للّٰہ علی کل حال" دونوں کہا جا سکتا ہے۔

کان اور دانت کا درد نہ ہوگا

حضرت خیثمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے جس نے چھینک کا جواب سن کر "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ما كان" کہا تا قیامت کان اور دانت کا درد نہ ہوگا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۷۳)

حافظ نے طبرانی کے حوالہ سے بسند ضعیف مرفوعاً نقل کیا ہے کہ کمر اور داڑھ کا درد "الحمد للّٰہ" کہنے سے نہ ہوگا۔ (حاشیہ ادب مفرد صفحہ ۲۷۳)

فَائِدَۃ: بظاہر اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے چھینک کا جواب "یرحمك اللّٰہ" سن کر "الحمد للّٰہ" کہا تو وہ خصوصیت کا حامل ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ چھینک والے نے "الحمد للّٰہ" کہا تو اس کی یہ خصوصیت ہوگی۔

جمائی آئے تو کیا کرے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اپنا ہاتھ منہ پر رکھے کہ شیطان اس میں داخل ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۶، مسلم صفحہ ۴۱۳)

مسلم کی روایت میں ہے کہ جب جمائی کے وقت ''ھا'' (منہ کھول کر کرتا ہے تو شیطان ہنستا ہے)۔

(ترمذی صفحہ ۱۰۳، مسلم صفحہ ۴۱۳)

حتی الامکان جمائی دور کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی شیطان کی جانب سے ہے۔ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو جہاں تک ہو سکے وہ اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔

(بخاری صفحہ ۹۱۹، بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۳۴، ادب مفرد صفحہ ۲۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ چھینک کو پسند کرتا ہے اور جمائی کو ناپسند کرتا ہے۔ جب کسی کو چھینک آئے اور وہ ''الحمد للّٰہ'' کہے تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جو اسے سنے وہ اس کا جواب ''یرحمك اللّٰہ'' دے اور جمائی تو شیطان کی طرف سے ہے۔ حتی الوسع اسے دور کرنا چاہئے۔ جمائی لیتے وقت آدمی جب آہ کہتا ہے تو شیطان اس کی آواز پر ہنستا ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۷۷، بخاری صفحہ ۹۱۹)

فائدہ: جمائی اولاً روکے اگر نہ رکے تو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت منہ پر رکھ لے۔ جمائی آتے وقت اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور خیال کرے تو اس سے رک جاتی ہے۔

چھینک کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعال نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا (اور روح ڈالی) تو چھینک آئی۔ تو اللہ پاک نے الہام کیا کہ وہ ''الحمد للّٰہ'' کہے۔ تو انہوں نے ''الحمد للّٰہ'' کہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''رحمك اللّٰہ ربك'' (بیہقی فی الشعب جلد ۷ صفحہ ۲۴)

نام اور کنیت کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ عادتیں

اچھا نام اچھی کنیت پسند فرماتے

حضرت حنظلہ بن حذیم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا کہ لوگ اچھے ناموں اچھی کنیت سے پکارے جائیں۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۴، مجمع جلد ۸ صفحہ ۵۶)

فائدہ: اچھے سے مراد معنی دار ہو یا اور کسی خیر بھلائی کے معنی اس میں پایا جانا مراد ہے۔

ابوحیدر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر پوچھا میرا اونٹ کون چرائے گا۔ کسی نے کہا میں۔ آپ نے نام پوچھا تو آپ نے فرمایا نہیں۔ دوسرا کھڑا ہوا آپ نے فرمایا کیا نام ہے۔ (نام سن کر پسند نہ آیا تو) فرمایا نہیں۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا۔ آپ نے نام پوچھا۔ اس نے کہا ناجیہ۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے تم جاؤ چراؤ۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس کے نام سے آپ نے تفاؤل خیر کا ارادہ کیا۔

کون سا نام رکھنا اچھا و پسندیدہ ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک پسندیدہ نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۷۶، مطالب عالیہ صفحہ ۳۲)

نام کسی عالم یا بڑے بزرگ سے رکھوائے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کے گھر میں ولادت کی آواز پائی تو فرمایا اسماء کو لڑکا ہونے والا ہے تو (جب بچہ پیدا ہو جائے) تو تم اس کا نام مت رکھنا۔ میں اس کا نام رکھوں گا۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور اس کی تحنیک فرمائی۔ یوسف بن عبداللہ سے منقول ہے کہ آپ نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور میرا نام یوسف رکھا۔ (طبرانی جلد ۹ صفحہ ۳۶۲، سبل جلد ۹ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: نام میں معنی کا لحاظ ہوتا ہے اس لئے صاحب علم سے نام تجویز کرائے۔

برے ناموں کو آپ ﷺ اچھے ناموں سے بدل دیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ قبیح اور برے ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیتے تھے۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ۱۱)

فائدہ: آپ ﷺ ان ناموں کو جن کا ترجمہ اور مفہوم مناسب نہ ہوتا تھا اسے بدل دیتے۔ اس لئے کہ نام کا اثر صاحب نام پر پڑتا ہے۔ خیال رہے کہ نام بدلنے کے لئے کسی عمر کی قید نہیں۔ بڑوں اور بالغوں کا نام بھی نامناسب ہونے پر بدلا جا سکتا ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس نام سے عقیقہ ہوا ہے اسے نہیں بدلا جا سکتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ آپ ﷺ نے زیادہ تر بڑوں ہی کا نام بدلا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا آپ ﷺ نے اس کا نام جمیلہ رکھ دیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۵، ابوداؤد صفحہ ۶۷۵)

بشیر بن خصاصیہ سے مروی ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان کا نام زحم پایا۔ تو آپ ﷺ نے ان کا نام بشیر رکھ دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۷)

رائطہ بنت مسلم اپنے والد سے نقل کرتی ہیں کہ وہ (ان کے والد) حنین کے موقعہ پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے کہا غراب۔ آپ نے فرمایا نہیں تمہارا نام مسلم ہے۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ۳۲، ادب مفرد صفحہ ۲۴۶، مجمع جلد۸ صفحہ۵۲)

مطیع بن الاسود کہتے ہیں کہ میرا نام العاص تھا۔ آپ ﷺ نے میرا نام مطیع رکھ دیا۔

(ادب مفرد صفحہ ۲۴۶، سبل صفحہ ۳۶۰)

فائدہ: عاص کے معنی گنہ گار کے ہیں ظاہر ہے یہ نام برا ہے۔

عبدالرحمٰن بن سبرہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میرے والد نے میرے بارے میں بتایا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اس کا نام کیا ہے۔ کہا حباب۔ آپ نے فرمایا حباب نام مت رکھو حباب شیطان ہے۔ بلکہ اس کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ (طبرانی، سبل جلد۹ صفحہ ۳۶۰)

سعید بن مسیّب نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ ان کے دادا احزن جب آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ انہوں نے کہا حزن ہے۔ آپ نے کہا بلکہ تم سہل ہو۔

(بخاری صفحہ ۹۱۴، ابوداؤد صفحہ ۶۷۷، سبل صفحہ ۲۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی سے آپ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے کہا شہابہ آپ نے فرمایا تم ہشام ہو۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ زینب بنت ابی سلمہ کا نام برہ تھا۔ آپ نے فرمایا تم خود اپنی تعریف کرتی ہو۔ آپ نے اس کا نام زینب رکھ دیا۔ (بخاری جلد۲ صفحہ۹۱۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جویریہ بنت الحارث کا نام برہ تھا۔ آپ نے اس کا نام جویریہ رکھ دیا۔ کہ آپ پسند نہ کرتے تھے کہ یہ کہا جائے کہ برہ (بھلائی) نکلی ہے۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۸)

فائدہ: برہ کے معنی نیکی اور بھلائی کے ہے۔ اب اگر کہا جائے برہ چلی گئی۔ برہ گھر میں نہیں ہے۔ تو یہ تفاؤل خیر کے خلاف ہوگا کہ آدمی خود کہہ رہا ہے کہ اس کے گھر سے بھلائی نیکی چلی گئی۔ اس لئے آپ نے برہ کا نام نہیں پسند کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حسن پیدا ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا میرا بیٹا مجھے دکھاؤ کیا نام رکھا ہے۔ میں نے کہا حرب۔ آپ نے فرمایا نہیں وہ حسن ہے۔ پھر جب حسین کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام حزب رکھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ حسین ہے۔ پھر محسن کی ولادت ہوئی تو میں نے حرب رکھا۔ تو آپ نے فرمایا بلکہ وہ محسن ہے۔ (مجمع جلد۸ صفحہ۵۲)

حرب کے معنی لڑائی کے ہیں۔ عربوں کا یہ نام قتال وغیر میں ممتاز اور ماہر ہونے کی وجہ سے پسند تھا سو آپ نے اچھا نام رکھ دیا۔

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ نام کا اثر مسمّٰی پر پڑتا ہے۔ اس لئے نام معنی کے اعتبار سے بہتر اور اچھا ہونا چاہئے۔ اس سے کسی اچھی صفت وحالت کی جانب اشارہ ہو تو اسے بدل لینا چاہئے۔

خیال رہے کہ نام بدلنے کے لئے کسی عمر کی قید نہیں۔ بعض لوگ بڑے ہو جانے کی وجہ سے نام خواہ کیسا ہی ہو نہیں بدلتے۔ سو یہ جہالت کی باتیں ہیں۔ جب بھی علم ہو جائے یا کوئی اہل علم نامناسب ہونے کی وجہ سے بدل دے تو قبول کر لیا جائے۔ اسی طرح بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ عقیقہ اس نام سے ہو چکا ہے۔ کیسے بدلا جائے۔ یہ بھی غلط ہے۔ عقیقہ کے بعد بھی نام بدلا جا سکتا ہے۔ اسی لئے بہتر ہے کہ نام کسی اہل علم سے رکھوایا جائے۔ اور کوئی اہل علم مشورہ دے کہ نام بدل دو اچھا نہیں ہے تو بدل ڈالے اور اچھا نام رکھوا لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے لوگوں کے ناموں کو جس کے معنی اچھے نہیں تھے بدل ڈالے تھے اور انہوں نے قبول کر کے آپ کا تجویز کردہ نام رکھا۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کے نام پر نام رکھنا

ابووہب الجمشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرات انبیاء کرام کے ناموں پر نام رکھو۔ خدا کے نزدیک پسندیدہ نام عبداللہ عبدالرحمٰن ہے۔ سچا نام حارث ہمام ہے۔ برا نام حرب مرہ ہے۔
(ادب مفرد صفحہ ۲۴۳، ابوداؤد صفحہ ۶۷۶)

فائدہ: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھنا بہتر ہے۔ گو اس کے معنی معلوم نہ ہوں۔ نبیوں کے نام جیسے الیاس، زکریا، یونس، عیسیٰ، موسیٰ، اسمٰعیل وغیرہ۔ اسی طرح اللہ کے ناموں پر عبد بڑھا کر۔ جیسے عبدالجلیل، عبدالجبار وغیرہ۔

اچھے ناموں کے رکھنے کا حکم

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے دن اپنے اپنے آباء کے نام سے پکارے جاؤ گے۔ اس لئے نام اچھا رکھو۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۷۶)

فائدہ: جس طرح دنیا میں برے نام سے لوگ ہنستے ہیں۔ اور سبکی محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح قیامت میں جب ان کا نام پکارا جائے گا تو سبکی اور ذلت کا احساس ہوگا۔ اس لئے نام بہتر رکھے جس کے معنی اچھے ہوں۔

بدترین نام کون سا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے نزدک مبغوض ترین نام ''ملک الاملاک'' ہے۔ یعنی شاہان شاہ۔ (بخاری صفحہ ۹۱۶، ابوداؤد صفحہ ۶۷۸)

فائدہ: یہ نام متکبرانہ ہے اور درست بھی نہیں کہ واقعہ کے خلاف ہے۔ تمام بادشاہوں کا بادشاہ تو اللہ تعالیٰ ہے انسان کہاں۔ اسی طرح ہر وہ نام جو متکبرانہ ہو۔ جھوٹ پر مشتمل ہو۔ یا اس سے خود تعریف ٹپکتی ہو۔ جیسے رئیس الناس، اشرف الناس وغیرہ۔ ہاں اشرف، افضل نام اچھے ہیں۔

جس سے خود کی تعریف ظاہر ہو وہ نام نہ رکھے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ تو آپ کو معلوم ہوا کہ اس کا نام برہ ہے (نیک) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خود اپنی تعریف نہ کرو۔ اللہ ہی جانتا ہے کون تم میں برہ کون ہے اور کون فاجرہ۔ پس آپ نے زینب نام رکھ دیا۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: ایسا نام جس سے خود اس کی تعریف یا بڑائی ظاہر ہو۔ جیسے سیّد الناس، جلیل القدر، رفیع القدر وغیرہ۔ مطلق اس سے تعریف یا اچھائی ظاہر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے اشرف، افضل صالح ابرار وغیرہ۔

شیطانی نام نہ رکھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اجدع شیطان کا نام ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۷۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: جو نام برے اور ظالم لوگوں کا ہو اس پر نہ رکھے۔ اس طرح پرویز، قیصر، جمشید وغیرہ غیر مسلم ہستیوں

کے نام ہیں۔ یہ نام بھی نہ رکھے۔

بادشاہوں کے نام پر نام نہ رکھے

حضرت ابن مسیّب کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی کو ایک لڑکا پیدا ہوا لوگوں نے اس کا نام ولید رکھا۔ اسے لے کر نبی پاک ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے پوچھا تم نے نام رکھ دیا۔ کہا ہاں "ولید" رکھا۔ آپ نے کہا چھوڑو چھوڑو اس کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ تم نے اس کا نام ظالم (فرعون) کے نام پر رکھا۔ ہماری امت میں ایک ولید نامی ہوگا۔ وہ ہماری امت پر فرعون سے بھی سخت ہوگا جو اپنی قوم پر ظلم کرتا تھا۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ۳۱)

فائدہ: دنیا دار ظالم بادشاہوں کے نام پر بھی نہ رکھے۔ ولید نے اہل مدینہ پر ظلم کیا تھا۔ حرمین پر حملہ کیا تھا۔ یہ ظلم و جبر میں بہت مشہور تھا۔ لہٰذا ظالم جابر دیانت دار بادشاہوں کے نام پر نام نہ رکھے۔

نام مختصر کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے مجھ سے کہا اے عائش یہ جبرئیل علیہ السلام تمہیں سلام پیش کرتے ہیں۔ میں نے کہا "علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ."

(بخاری صفحہ ۹۱۴، ادب مفرد صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: یہاں آپ ﷺ نے عائشہ کے بجائے عائش کہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا اے عثم لکھو۔ (ادب مفرد صفحہ ۲۴۷)

فائدہ: یہاں آپ ﷺ نے عثمان کو مختصر کر کے عثم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نام کو مختصر کر کے پکارا جا سکتا ہے۔ مگر خیال رہے کہ نام آخیر کے حذف کرتے ہوئے مختصر کیا جا سکتا ہے۔ شروع سے نہیں۔ مثلاً نظام الدین سے نظام۔ فرید الدین سے فرید۔ یہاں دین نہیں کہا جا سکتا۔ چونکہ اس مختصر کرنے سے نہ نام کی خرابی ہے اور نہ بے ادبی ہے۔ اور جو نام اللہ کے بابرکت ناموں پر مشتمل ہو اس سے عبد کو حذف کر کے پکارنا درست نہیں۔ مثلاً عبدالرحمٰن کو رحمٰن۔ عبدالرب کو رب پکارنا۔ اسی طرح عبدالرحیم کو رحیم سے پکارنا۔

عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ اس جیسی حرکت کرتے ہیں۔ سو اس غلط رواج اور طریقہ کو چھوڑنا لازم ہے۔ اسی طرح نام کو بگاڑ کر پکارنا یہ بھی ممنوع ہے۔ اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے مردوں کو چاہئے کہ اس سے منع کریں۔ نام کو بگاڑ کر پکارنا بہت بری عادت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنگی سامانوں کا بیان

تلوار مبارک

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے معرکہ پر اپنے لئے ایک تلوار مال غنیمت سے لے لی تھی جس کا نام ذوالفقار تھا۔ (ابن سعد)

ابو علقمہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوار کا نام ذوالفقار تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۶)

ابن سہیل کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقعہ پر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کے پاس تلوار تھی۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۳۶۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کی تعداد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیارہ تلواریں تھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

❶ ماثور: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تلوار ہے۔ جو والد کی وراثت سے ملی تھی۔ ہجرت کے موقع پر مدینہ تشریف آوری کے وقت اسی کو لئے ہوئے تھے کہا جاتا ہے کہ اسے جنات نے بنایا تھا۔

❷ ذوالفقار: بدر کی غنیمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل کے طور پر جسے حاصل کیا تھا۔

❸، ❹، ❺ یہ وہ تین تلواریں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قینقاع کے ہتھیاروں میں سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ سعید بن معلیٰ کہتے ہیں کہ بنی قینقاع کے جنگی سامانوں میں سے تین تلوار قلعیہ، البتار، الحتف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تھیں۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۵۸)

❻، ❼ قبیلہ بنی طے سے حاصل ہوئی تھیں۔

❽ العضب: سعد بن عبادہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے موقع پر دی تھی۔

❾ القضیب: یہ بھی بنی قینقاع کے جنگی سامانوں سے ملی تھی۔

❿ الصمصامۃ: یہ عمر معدیکرب کی تھی۔ انہوں نے خالد بن سعید بن العاص کو ہبہ کر دی تھی۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال میں آگئی تھی۔

⓫ اللحیف: حافظ ابوالفتح نے اس کا ذکر اپنے قصیدہ میں کیا ہے۔ (السیرۃ الشامیۃ صفحہ ۳۶۴)

تلوار کے دستوں کی کیفیت

بریدہ نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ داخل ہوئے تو آپ کی تلوار پر سونا اور چاندی لگا تھا۔ (یعنی دستہ پر)۔ (شمائل صفحہ۷، ترمذی)

محمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا میان اور دستہ چاندی کا تھا۔

ابوالحکم صیقل نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کی تلوار کو انہوں نے صیقل (صاف اور چمکا دیا تھا) اس کا قبضہ، دستہ چاندی کا تھا جس کا نام ذوالفقار تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تلوار کے دستہ کا سرا چاندی کا تھا۔

(ابوداؤد، شمائل، ابن سعد صفحہ ۴۷۸)

حضرت بصری ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی تلوار کا قبضہ چاندی سے تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۷)

فائدہ: عام طور پر تلوار کا دستہ اور قبضہ سونے چاندی یا کم از کم پیتل وغیرہ کا ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ آپ ﷺ کے تلوار کا دستہ بعض روایت میں جو گزرا کہ سونے کا تھا۔ سو اس سے جواز کا استدلال نہ کیا جائے۔ ملا علی قاری نے علامہ تورپشتی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اس کی سند قابل اعتبار نہیں۔ ابوقاسم نے اسے منکر بتایا ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۵۷)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہو اور یہ جائز ہے۔ اور قبضہ میں چاندی کا استعمال درست ہے۔

ملا علی قاری شرح شمائل میں لکھتے ہیں کہ تلوار کو اور تمام آلات حرب میں تھوڑی چاندی کا استعمال (مثلاً قبضہ میں) جائز ہے۔ اور تمام علماء اس کی اجازت دیتے ہیں۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے اپنی تلوار حضرت سمرہ کی تلوار کے موافق بنوائی۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ان کی تلوار آپ ﷺ کی طرح بنائی گئی تھی۔ اور آپ کی تلوار قبیلہ بنوحنیفہ کے تلواروں کی طرح تھی۔

(شمائل ترمذی صفحہ۷)

فائدہ: یہ قبیلہ تلوار بنانے میں مشہور تھا۔ اس کی تلوار بہت عمدہ ہوتی تھی۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی تلوار قبیلہ بنوحنیفہ سے آئی ہوئی ہو۔ (جمع الوسائل جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

خود، لوہے کی ٹوپی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر لوہے کی ٹوپی تھی۔ (شمائل صفحہ ۸، بخاری صفحہ ۶۱۴، مسلم، ترمذی، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

آپ ﷺ کے پاس جنگی سامانوں میں ایک لوہے کی ٹوپی تھی جسے جنگ کے موقعہ پر پہنتے تھے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اولاً خود پہنا ہو پھر عمامہ پہن لیا ہو۔ یا عمامہ کے اوپر لوہے کی ٹوپی پہنتے ہوں۔

(طحاوی جلد۲ صفحہ ۴۳۶)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آپ کے پاس دو لوہے کی ٹوپی تھی۔ الموشح، السبوع۔ (جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۳)

ڈھال

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ایک ڈھال ہدیہ دی گئی تھی۔ جس پر عقاب، یا مینڈھے کی تصویر تھی۔ آپ کو اس سے کراہت ہوئی۔ صبح ہوئی تو وہ تصویر مٹ گئی۔ مکحول سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کی ایک ڈھال تھی جس پر مینڈھے کی تصویر تھی۔ خدا نے اسے مٹا دیا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۸۹، سبل الہدیٰ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک ڈھال جس کا نام الجمع تھا۔

(سبل صفحہ ۳۷۰)

فائدہ: آپ ﷺ کے پاس تین ڈھال تھیں۔ ① ازلوق ② الفتق ③ جس میں عقاب یا مینڈھے کی تصویر تھی۔ ڈھال پر سے تصویر کا ازخود مٹ جانا یہ آپ کے معجزے میں سے تھا۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۳۷۰)

پٹکہ

السائب بن یزید نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک چمڑے کا پٹکہ تھا جس میں تین چاندی کے حلقے تھے۔ جسے کمر میں باندھا جاتا تھا۔ (مسند احمد، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۶۹)

کمان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ کی ایک کمان تھی جس کا نام السداس تھا۔

(طبرانی، سبل صفحہ ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔

(سبل صفحہ ۳۲، ابن ماجہ)

سعد القرظ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب جنگ کے مقام پر خطبہ دیتے تو کمان پر دیتے۔

(السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۲)

ابوصالح الدمشقی نے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی چھ کمان تھیں۔ اول کا نام۔ الروہا۔ دوم کا نام شوحط۔ سوم کا نام صفراء۔ چہارم کا نام السداس۔ پنجم کا نام الزوراء۔ ششم کا نام الکتوم تھا۔ سعید بن المعلیٰ نے بیان کیا کہ بنی قینقاع کے جنگی سامان سے تین کمان تیس تیر ملے تھے۔ یہ روحاء، شوحط اور صفراء تھے۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۸۹)

تیر

سعید بن المعلیٰ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کو بنی قینقاع سے تین تیر حاصل ہوئے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۹)

صاحب السریۃ الشامی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے پاس پانچ تیر تھے۔ جن کے یہ نام تھے۔

① المشوی ② المثنی ③، ④، ⑤ بنی قینقاع سے جو حاصل ہوئے تھے۔ (سبل صفحہ ۳۶۵)

نیزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک نیزہ تھا جس کا نام نبعہ تھا۔ آپ ﷺ کے پاس پانچ نیزے تھے۔

① نبعہ ② بیضاء ③ عنزہ ④ الہد ⑤ القمرہ۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں آپ ﷺ کے (پاس نیزہ تھا) جسے عیدگاہ میں گاڑ دیا جاتا تھا جسے سامنے کر کے آپ نماز پڑھتے تھے۔ (سبل جلد ۷ صفحہ ۳۶۵)

آپ ﷺ بسا اوقات ان نیزوں سے سترہ کا کام لیتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید وغیرہ کے موقع پر آپ ﷺ کے سامنے گاڑ دیتے اور آپ اس کے سامنے نماز پڑھتے۔ یعنی سترہ بنا دیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۶۵)

زرہ مبارک

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ پر جنگ احد میں دو زرہیں تھیں۔

(شمائل ترمذی صفحہ ۸)

محمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے بدن مبارک پر احد میں دو زرہیں دیکھیں۔ ذات الفضول اور فضہ اور خیبر کے موقعہ پر بھی دو زرہیں دیکھیں۔ ذات الفضول اور سغد یہ۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۷)

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے نقل کیا کہ آپ ﷺ کے زرہ میں دو مقام پر چاندی کے حلقے تھے۔ سینہ کے مقام پر۔ اور پشت کی جانب راوی نے ذکر کیا کہ میں نے اسے پہنا تو (وہ اتنے لمبے تھے کہ) زمین پر گھسٹنے لگے۔ (جمع الوسائل ابن ۱۵۹، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۸۸)

زرہوں کی تعداد

ملا علی قاری نے علامہ برک کے حوالہ سے اور ابوصالح الدمشقی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے پاس سات زرہیں تھیں۔

❶ الفضول، سعد بن عبادہ نے بدر کے موقع پر دیا تھا۔ یہی یہودی کے پاس رہن تھا۔

❷ السغد یہ داؤد علیہ السلام کا زرہ تھا جسے جالوت کے مقابلے کے وقت پہنا تھا۔

❸ فضہ۔

❹ ذات الوشاح۔

❺ ذات الحواشی۔

❻ البتراء۔

❼ الخرنق۔ (جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۵۲، سبل صفحہ ۳۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اہل وعیال کے خرچہ کے لئے ایک زرہ یہودی کے پاس تیس صاع جو کے عوض رہن رہ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

فائدہ: کسی روایت میں ساٹھ صاع کسی روایت میں ایک وسق جو کا ذکر ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنی گنجائش نہ ہوئی کہ رہن چھڑا لیتے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے زہد اور دنیا سے بے رغبتی کی وجہ سے یہ بات تھی۔

علم، جھنڈا مبارک

حضرت عبیداللہ بن بریدہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا جھنڈا، کالا تھا اور چھوٹا جھنڈا سفید تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۰۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا سیاہ تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ کے پاس چھوٹا جھنڈا سفید تھا۔

(ابوداؤد، ترمذی، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۷۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا چوڑا دھاری دار تھا۔ جس پر چیتے کی طرح نشانات تھے۔ (ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۲۹۷، سبل جلد ۷ صفحہ ۳۷۲)

حارث بن حسان کہتے ہیں کہ میں مدینہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سامنے تلوار لٹکائے کھڑے تھے اور سیاہ جھنڈا تھا۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا یہ عمرو بن العاص ہیں جہاد سے آئے ہیں۔ (مسند احمد، ترمذی، ابن ماجہ صفحہ ۲۰۲)

محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے متعلق میں نے براء سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا سیاہ اور چوڑا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۴۹)

ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا زرد تھا۔ (السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۷۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے پر "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد

رسول اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا۔ (ابوالشیخ)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جھنڈے پر ''لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' لکھا ہوا تھا۔ (السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۷۱)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے متعدد جھنڈے تھے۔ جو جہاد کے موقع پر نصب کئے جاتے تھے۔ یا ہاتھ میں لے کر چلے جاتے تھے۔ اسی طرح حضرات انصار اور مہاجرین کے بھی الگ الگ جھنڈے تھے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس دو قسم کے جھنڈے تھے ایک بڑے جن کو رایۃ اور دوسرے چھوٹے جن کو لواء کہا جاتا ہے۔

یہ متعدد رنگوں کے تھے۔ سیاہ، سفید، زرد۔ ان کی ہیئت مربعہ چوکور تھی۔ اوران پر سفید دھاریاں تھیں۔ ایسے جیسے چیتے کے بدن پر ہوتا ہے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جھنڈے کا نام ''عقاب'' تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حدی خوانوں کا بیان

حبشی حدی خواں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدی خواں تھا جو بڑی اچھی شیریں آواز والا تھا۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۲۵۵)

انجشہ: یہ حبشی غلام تھے۔ بڑی شیریں آواز تھی۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ازواج مطہرات کی اونٹنیوں کے حدی خواں تھے۔ انہوں نے جو حدی پڑھنا شروع کیا اونٹ مست ہو کر بڑی تیزی سے چلنے لگے۔ (خطرہ ہوا کہ کہیں ازواج مطہرات گر نہ جائیں) تو آپ نے انجشہ سے فرمایا۔ اے ذرا آہستہ۔ ان شیشہ اندام کا خیال کرو۔ مسلم کی روایت ہے کہ ان شیشوں کو مت توڑو۔ یعنی کمزور اور صنف نازک کا خیال کرو۔

براء بن مالک مردوں میں حدی خواں تھے اسی طرح عبداللہ بن رواحہ۔ عامر بن اکوع جو سلمہ بن اکوع کے چچا تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱۱ صفحہ ۳۹۶)

فائدہ: عربستان کے لق دق میدان میں اونٹ کو مستی اور چستی سے چلانے کے لئے جو نغمے ان کو سناتے تھے اسے حدی کہتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کو حدی خواں کہتے ہیں۔ اس سے باوجود بھوک و پیاس کے اونٹ بسہولت چلتا رہتا ہے۔ اور لق دق مہیب راستہ جلد طے ہو جاتا ہے۔ نہ اونٹ کو احساس ہوتا ہے نہ سوار کو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے داروں کا بیان

آپ کو مخالفین اور معاندین کی جانب سے جانی خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اور یہ جسم و جان خدا کی امانت ہے۔ اس کی حفاظت کا حکم خدائے پاک نے دیا ہے۔ اس کے پیش نظر ابتداء میں آپ نے پہرے داروں کو متعین کر رکھا تھا۔ جو مختلف موقعوں پر سفر اور حضر میں دشمنوں سے آپ کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

چنانچہ مسجد نبوی کے ریاض الجنۃ میں ایک ستون الحرس کے نام سے موسوم اور مشہور ہے۔ یہاں حضرات صحابہ پہرہ اور محافظ دستے کے طور پر بیٹھے رہا کرتے تھے۔ ویسے تو تمام حضرات صحابہ آپ کے جاں نثار تھے۔ اور آپ کو معمولی سے معمولی اذیت اور تکلیف سے بچانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہا کرتے تھے۔

مگر چند حضرات اس کام پر خصوصیت اور ذمہ داری کے ساتھ مامور تھے۔

ابوقتادہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ دیا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک رات کسی ضرورت سے آپ نکلے۔ مجھے (پہرہ دیتے ہوئے دیکھا) تو میرا ہاتھ پکڑ کر چلنے لگے۔ (مسند احمد)

معرکہ بدر کی رات میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرہ پر مامور تھے۔ جب آپ نے (ان کو پہرہ دیتے ہوئے) دیکھا تو ان کو یہ دعا دی۔ اے اللہ ابوقتادہ کی آپ حفاظت کیجئے جس طرح اس شب میں اس نے میری حفاظت کی۔ (طبرانی، صغیر)

سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بدر کے موقعہ پر بھی پہرہ دے رہے تھے اور آپ چارپائی پر سو رہے تھے۔

ادرع اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ رات میں پہرہ دینے پر مامور تھے۔ یہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں پہرہ دے رہا تھا۔ تو ایک شخص کو مردہ پڑا پایا۔ لوگوں نے بتایا یہ عبداللہ ذوالبجادین ہیں۔ چنانچہ لوگ تجہیز و تکفین کے بعد ان کو اٹھائے جا رہے تھے تو آپ نے فرمایا ان کے ساتھ نرمی کرو۔ یہ خدا رسول سے محبت کرنے والا تھا۔

○ ابوریحانہ اور ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ اپنے پہرہ کے متعلق واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے۔ پس

ایک دن اور رات مقام سرف میں ہم لوگوں نے گزارا۔ رات میں بڑی سخت سردی تھی۔ لوگ زمین کھود کر اس میں گھس رہے تھے۔ اور اس پر اپنے ڈھال کو رکھ دیتے تھے۔ (تاکہ ہوا اور فضا کی سردی سے حفاظت ہو جائے) آپ نے لوگوں کو دیکھا تو پوچھا آج رات جو میرا پہرہ دے گا میں اس کے لئے دعا کروں گا جس کی وجہ سے اس کو فوقیت حاصل ہوگی۔ ایک انصاری نے کہا میں اللہ کے رسول۔ آپ نے اسے قریب کیا اس کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا آپ نے دعا دی خوب دعا دی۔ جب میں نے آپ کی دعا کو سنا تو (مجھے بھی خواہش ہوئی) میں بھی کھڑا ہوا۔ آپ نے پوچھا کون میں نے کہا ابوریحانہ چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے دعا دی مگر اس انصاری سے کم۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

معرکہ بدر میں آپ ﷺ خیمہ مبارک میں تھے اور تلوار سونتے سر پر رکھے پہرہ دے رہے تھے کہ کوئی مشرک آپ ﷺ تک نہ پہنچ جائے۔

قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ ہمیشہ خصوصی محافظ باڈی گارڈ پولیس کی طرح آپ کے سامنے رہا کرتے تھے۔

ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مقام خیبر میں جب آپ ﷺ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے (نکاح کے بعد) یہ اس وقت پہرہ دے رہے تھے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ ایک رات آپ ﷺ کو نیند نہیں آرہی تھی۔ (خواہ دشمن کے نرغہ کی وجہ سے یا جنگی فکر کی وجہ سے) تو آپ نے فرمایا کاش میرے ساتھیوں میں کوئی ایسا نیک ہوتا جو آج رات پہرہ دیتا۔ میں نے سن لیا تو کہا السلام علیکم۔ آپ نے پوچھا کون۔ میں نے کہا سعد بن ابی وقاص میں پہرہ دوں گا۔ اے اللہ کے رسول۔ چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ آپ سو گئے یہاں تک کہ سونے کی آواز آنے لگی۔

محمد بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احد کے موقعہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیبیہ کے موقعہ پر سر پر تلوار لئے پہرہ دے رہے تھے۔

زبیر بن العوام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

خندق کے موقعہ پر پہرہ دے رہے تھے۔

پہرہ یا حفاظتی انتظام توکل کے منافی نہیں

فَائِدَۃ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جان مال کی حفاظت کے لئے پہرہ کا انتظام یا کوئی ایسا طریقہ جو باعث حفاظت ہو۔ اختیار کرنا توکل اور بھروسہ خداوندی کے خلاف نہیں۔ آپ ﷺ سے زیادہ کون متوکل علی اللہ ہوگا۔ پھر جب "**واللہ یعصمک من الناس**" کی آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے پہرہ کا نظام ختم کر ڈالا۔ چنانچہ عباد بن بشر پہرہ دے رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی باہر نکل کر آپ نے اطلاع دی اور پہرہ ہٹا دیا۔ (السیرۃ الشامیہ جلد ۱۱ صفحہ ۳۹۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو سامان کا ذکر

چارپائی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چارپائی تھی جو بردی درخت کی چھال سے بنی ہوئی تھی۔ اس پر کالا بستر رہتا تھا۔ (طبرانی، سبل صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: بردی ایک درخت ہوتا ہے جس کی چھال نرم ہوتی ہے اس کی چارپائی بنی جاتی تھی جو بہت کھردری ہوتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کو کھجور کے چھالوں کی بنی چارپائی پر دیکھا، اور سر کے نیچے وہ تکیہ تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر اور چارپائی کے درمیان کچھ نہ تھا۔ (ادب مفرد صفحہ ۳۴۰، سبل صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: یعنی بلا بستر کے آپ چارپائی پر آرام فرماتے تھے۔ کبھی بستر پر بھی آرام فرماتے اور کبھی اس طرح کوئی اہتمام نہ تھا۔ یہ تواضع اور مسکنت کی بات ہے۔

بعض لوگ خالی چارپائی پر بیٹھنا یا آرام کرنا شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ تواضع کے خلاف ہے۔ بھلا آپ سے زیادہ کس کی شان ہوگی۔ ہاں کسی مہمان کے اکرام میں بستر کا بچھانا دوسری بات ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ قریش مکہ کو چارپائی پر سونا بہت پسند تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں آپ کا قیام ہوا۔ تو آپ نے حضرت ابوایوب سے پوچھا۔ تمہیں کوئی چارپائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا نہیں بقسم خدا۔ یہ خبر حضرت اسعد بن زرارہ کو پہنچ گئی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک چارپائی بھیج دی۔ جس کے پائے ساگوان کے بنے تھے۔ آپ اسی پر آرام فرماتے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ اسی پر آپ آرام فرما رہتے تھے۔ اسی پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔ لوگ اپنے مردوں کو اسی چارپائی پر لے جاتے۔ حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق اور دیگر حضرات کو بھی اسی چارپائی پر برکۃً لے جایا گیا۔ (تاریخ بلاذری، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہی ایک چارپائی تھی۔ اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تاحین حیات سوتے اور آرام فرماتے رہے۔ وفات کے بعد برکت کے طور پر اس چارپائی کو جنازہ کے لئے استعمال کرتے۔ حضرت ابن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے سامنے آپ کی چارپائی (مسجد نبوی کے اندر) بچھادی جاتی اور بستر لگا دیا جاتا۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد۳ صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: مسجد نبوی میں آپ اعتکاف فرماتے تو اسطوانہ توبہ کے سامنے کے ستون کے پاس آپ کی چارپائی بچھا دی جاتی۔ اس ستون کو اب اسطوانہ سریر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ریاض الجنۃ کے ستونوں میں سے ایک متبرک ستون ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چارپائی پر آرام کرسکتا ہے۔ مسجد میں چارپائی کا بچھانا درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔ اگرچہ عوام جہالت کی وجہ سے اسے قابل اعتراض سمجھتے ہیں۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی آپ کا عصا پیالہ، بڑا پلیٹ یا تسلی، تکیہ جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ ایک چادر، کجاوہ تھا۔ قریش کے کوئی صاحب آتے تو ان کو حضرت عمر دکھاتے کہ دیکھو یہ اس ذات گرامی کی میراث ہے۔ جسے خدا نے مکرم معزز اور اتنے اتنے مرتبہ سے نوازا تھا۔

(ابوالحسن، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی، چمڑے کا ٹکڑا (بستر وغیرہ) تسلی، پیالہ تھا۔ صوف کا ٹکڑا چکی، ترکش دان تھا، جو کوئی جماعت باہر سے آتی تو ان کو دکھلاتے کہ لو دیکھو یہ تمہارے نبی کی میراث ہے۔ جس کو خدا نے مکرم ومعزز بنایا تھا۔ اور خود بھی روزانہ اسے دیکھتے۔

(ابوالشیخ، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۴)

فائدہ: عبرت اور سبق کے لئے لوگوں کو دکھلاتے کہ دیکھو تمہارے پاس دنیا کا کتنا سامان ہے۔ اور وہ جو شہنشاہ دو عالم تھے ان کے پاس کتنا سامان تھا۔ عیش وعشرت میں پڑنا دنیا کی فراوانی میں مشغول رہنا کوئی اچھی اور قابل تعریف بات نہیں۔ یہ دنیا گزرگاہ ہے اصل منزل جنت ہے۔ افسوس کہ آج ایسا طرز حیات اختیار کرنے والا ذلیل ہے۔ "**اللھم لا عیش الاعیش الاخرۃ**"

مورخ واقدی نے بیان کیا ہے کہ تمام لوگوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ کی چارپائی کو عبداللہ ابن اسحاق نے معاویہ کے موالی سے چار ہزار درہم میں خرید لیا تھا۔ (سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۵)

یعنی برکۃً اسے اس قدر قیمت سے خرید لیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عقیدتاً کسی بزرگ اولیاء اللہ کی یادگار کو اہمیت دی جاسکتی ہے اور اسے عام قیمت سے زائد میں خریدا جاسکتا ہے۔ اور ایسی چیزوں کو تبرک اور عبرت کے لئے رکھا جاسکتا ہے۔ اور بلاکسی دوسری قباحت اور منکرات کے اس کی زیارت کرائی جاسکتی ہے۔

لیکن تماشہ اور جلوس وغیرہ کی شکل دے کر منکرات کا ارتکاب کرنا اور زیارت کرانا ممنوع اور غلط ہے۔

عصا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عصا تھا۔ جس کے سہارے آپ چلتے تھے۔ (ابوالشیخ، السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۷)

عصا کے متعلق پوری تفصیل جلد دوم میں آ چکی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

کرسی

رفاعہ عدوی نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کرسی لائی گئی۔ (مسجد نبوی میں) میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ (مسلم صفحہ ۲۸۷)

حمید کی ایک روایت میں ہے کہ سیاہ لکڑی کی کرسی تھی۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۳۵۴)

چکی

ابوالشیخ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کے جن سامانوں کا ذکر نقل کیا ہے۔ اس میں ایک چکی کا بھی ذکر کیا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۵۵)

کنگھی

ابن جریج نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہاتھی دانت کی کنگھی تھی۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۸۴، سیرۃ الشامی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسواک اور کنگھی ساتھ رکھتے تھے۔

(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۶۷)

آئینہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آئینہ تھا۔

(طبرانی، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۹)

ابن مندہ نے عبداللہ بن السائب کی روایت سے بیان کیا کہ شاہ مقوقس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماریہ باندی کے ساتھ ایک آئینہ ایک ہاتھی دانت کا کنگھا ہدیۃً بھیجا تھا۔ (ابن مندہ، سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۶۱)

حضرت ام سعد فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تو سرمہ دانی آئینہ ساتھ رکھتے۔ (سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۹)

سرمہ دانی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔ جس سے

تین مرتبہ سوتے وقت سرمہ لگاتے تھے۔ (شمائل، ابن سعد صفحہ ۴۸۴)

یزید ابن ہارون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔

(شمائل صفحہ ۵، ترمذی)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اہتمام سے سرمہ لگاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر وحضر میں سرمہ دانی ساتھ رکھتے۔

مزید سرمہ کی تفصیل شمائل جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

قینچی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قینچی تھی۔ جس کا نام جامع تھا۔

(طبرانی، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۱)

ڈونگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈونگا تھا جس کا نام الصادرۃ تھا۔ (السیرۃ الشامیہ جلد ۷ صفحہ ۳۶۱)

اہل عرب ہر چیز کا نام رکھ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی چیزوں کا نام رکھ دیا کرتے تھے۔

غسل کا برتن

محدث بن جندہ نے حضرت ابن السائب کی روایت میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک غسل کا برتن تھا جو تانبے کا تھا۔ (سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: تانبہ یا پیتل کے لگن یا تصلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر بخاری شریف میں بھی ہے۔

(جلد ۱ صفحہ ۳۲)

لگن

کپڑا وغیرہ دھونے کا برتن عبداللہ بن السائب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پتھر کا لگن ایک تانبے کا لگن تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پتھر کا لگن تھا جسے مخصب کہا جاتا تھا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۲، السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑا دھونے اور غسل کرنے کے لئے تین یا تین

قسم کے لگن تھے۔

① پتھر ② تانبہ کا ③ پیتل کا۔

اسی سے آپ حسب ضرورت غسل فرماتے۔ ازواج مطہرات کپڑے دھوتی تھیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الوضوء فی المخضب والخشب والحجارۃ" باب قائم کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان برتنوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا ہے۔ اور یہ کہ برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ (صفحہ ۳۲)

تیل کا برتن

عبداللہ بن السائب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک تیل کا برتن تھا۔

(السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

پیالہ

عاصم بن احول بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ مبارک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دیکھا۔ وہ لکڑی کا پیالہ تھا۔ ابن سیرین نے ذکر کیا کہ اس میں لوہے کا پترا (جس سے پیالہ نہ پھٹے) لگا ہوا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا لوہے کی جگہ سونے یا چاندی کا پترا لگا دوں تو ان سے حضرت ابوطلحہ نے کہا اس پیالہ کی ہیئت کو نہ بدلو۔ جیسا تھا ویسا ہی رہنے دو۔ (بخاری صفحہ ۸۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسا پیالہ تھا جس میں چاندی کے پترے لگے ہوئے تھے۔ (سیرۃ الشامی)

فائدہ: یہ پیالہ درخت شمشاد کی لکڑی سے بنا پیلے رنگ کا تھا۔ (حاشیہ بخاری صفحہ ۸۴۲)

یہ پیالہ بعد میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۸۵)

مسند ابویعلی میں ہے کہ حضرت انس کے پاس آپ کا لکڑی کا پیالہ تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے اور وضو فرماتے تھے۔ (سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پیتے اور وضو فرماتے تھے۔

(سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۶۱)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شیشے کا پیالہ تھا۔ جس سے پانی پیتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶۴)

عبداللہ بن عتبہ نے بیان کیا کہ مقوقس بادشاہ نے آپ ﷺ کو شیشہ کا پیالہ ہدیۃً دیا تھا۔ جس سے آپ پیتے تھے۔ (ابن سعد جلد اصفحہ ۴۸۵)

تانبے کا ملمع شدہ پیالہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک تانبہ کا پیالہ تھا۔ جس پر چاندی کا ملمع تھا۔ اس سے آپ پانی پیتے اور وضو بھی فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ۸۰)

ملمع اس وجہ سے کر دیا گیا تھا کہ تانبہ یا پیتل کا برتن زہریلا ہوتا ہے۔ بلا ملمع کے اس کا استعمال مضر ہوتا ہے۔ برتن پر چاندی کا ملمع چڑھانا اور ایسے برتن کا استعمال درست ہے۔

مٹی کا پیالہ

حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو پکی مٹی کے پیالہ سے پانی پیتے دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا ایک پیالہ مٹی کا تھا۔
(بزار، سیرۃ الشامیہ صفحہ۳۶۱)

فائدہ: آپ ﷺ کے پاس، مٹی، تانبہ، شیشہ اور لکڑی کے پیالے تھے۔ پیالوں کی مزید تفصیل کے لئے جلد دوم دیکھئے وہاں اس کی تفصیل ہے۔

صاع اور مد

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک صاع اور مد تھا۔

فائدہ: یہ ناپنے کا آلہ ہے۔ مد صاع کا چوتھائی ہوتا ہے۔ اس سے ناپ کر پکایا جاتا ہے اور دوسرے معاملات میں بھی کام آتا تھا۔

بڑا پیالہ

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک بڑا پیالہ تھا۔ (جس کی چوڑائی اور گہرائی کا یہ حال تھا کہ) اسے چار آدمی اٹھاتے تھے۔ (ابوالشیخ، سیرۃ الشامیہ صفحہ۳۶۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک پیالہ تھا جس میں چار حلقے تھے یعنی چار کنڈے۔ (جس کو پکڑ کر اٹھایا جاتا تھا۔

فائدہ: عربوں کے یہاں اس عہد میں اتنے بڑے بڑے پیالہ جسے دیگ کہا جاتا ہے ہوتے تھے۔ اس میں پوری پوری جماعت اکٹھی ہو کر کھانا کھاتی تھی۔

آپ ﷺ کے گھر مبارک کا سامان

عمر بن مہاجر ذکر کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے (گھریلو) سامان مبارک کو ایک کمرے میں رکھ رکھا تھا۔ جسے ہر دن وہ دیکھتے تھے (تاکہ عبرت حاصل ہو) اور باہر سے کوئی جماعت آتی تو ان کو اہتمام سے دکھاتے اور یہ کہتے کہ یہ اس مبارک ہستی کا سامان ہے۔ جن کو خدا نے عزت واکرام سے نوازا تھا۔ وہ سامان یہ تھے۔ چارپائی کھجور کے چھالوں سے بنی ہوئی تھی۔ بستر جس کا بھراو چھالوں سے تھا۔ بڑا پیالہ چھوٹا پیالہ (جس سے پانی پیتے) اون کا ٹکڑا (جسے چادر کہئے) ایک چکی۔ ترکش جس میں کچھ تیر تھے۔ اور کپڑے کے ٹکڑے میں سر مبارک کے پسینہ (یا تیل) کا نشان تھا۔ ایک شخص نے جو بیمار تھا اس نے خواہش ظاہر کی کہ اس کپڑے کو دھو کر اس پر پانی گرا دیا جائے۔ حضرت عمر سے اجازت لی گئی (انہوں نے اجازت دے دی) چنانچہ پانی اس پر گرایا گیا (چھینٹا یا اس کو غسل دیا گیا تو) وہ اچھا ہو گیا۔
(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۳۵۵)

فائدہ: یہ شہنشاہ دو عالم کے گھر مبارک کا سامان تھا۔ آپ ہم اپنے گھروں کا جائزہ اور ماحول اور مزاج کا جائزہ لیں تو کس قدر فرق معلوم ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ دنیا کی وقعت ہماری نگاہوں میں ہوگئی۔ اس لئے ان دنیاوی سامانوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

بستر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا بستر مبارک موٹا کھردرا تھا۔
(سیرۃ الشامی صفحہ ۳۵۶، سنن سعید بن منصور)

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے معلوم کیا کہ آپ ﷺ کا بستر کیسا تھا۔ فرمایا چمڑے کا تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ اور میں نے حضرت حفصہ سے پوچھا آپ کا بستر کیسا تھا۔ انہوں نے کہا ٹاٹ کا تھا۔ (سیرۃ، حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۳۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا بستر تھا جس کا نام الکن تھا۔
(طبرانی، السیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۲)

ایک ٹاٹ کا بستر تھا اس کا نام النمیرہ تھا۔ (سیرۃ، حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۳۶)

گدا مبارک

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک بستر (گدا) تھا جس کا بھراؤ کھجور کی چھالوں سے تھا۔ (سیرۃ، حیاۃ الصحابہ صفحہ ۸۳۶)

فائدہ: ظاہر ہے کھجور کا بھراؤ کس قدر کھردرا ہوگا۔ باوجودیکہ روئی اونی یا پرندوں کے پروں کا گدا جو اس عہد

کے متمول لوگوں میں رائج تھا بنوا سکتے تھے مگر جب آپ ﷺ نے بستر کے چار طے کو گوارہ نہ فرمایا تو نرم گدے کس طرح پسند فرما سکتے تھے۔ یہ آپ کے زہد کی بات تھی۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ ﷺ کا بستر مبارک گھر میں کیسا تھا۔ کہا چمڑے کا جس کا بھراؤ درخت کی چھال سے تھا۔ (ترمذی صفحہ ۳۰۵)

نرم بستر پسند نہیں

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سوچا کہ اگر میں بستر کو چار تہ کر دوں تو آپ کے لئے زیادہ آرام دہ ہوگا۔ چنانچہ میں نے اس کی چار تہ کر دی۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا۔ آج رات تم نے کیا بچھا دیا۔ میں نے کہا وہی بستر ہے۔ جس کی میں نے چار تہ کر دی ہے کہ ذرا زیادہ نرم ہو جائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس بستر کو پہلے کی حالت پر کر دو۔ اس لئے کہ اس کی نرمی نے مجھے رات کی نماز (تہجد) سے روک دیا۔ (شمائل صفحہ ۲۲، ترمذی، سبل صفحہ ۳۵۸، حیاۃ صفحہ ۸۳۶)

فائدہ: آپ ﷺ کا بستر مبارک ایک موٹی چادر کی شکل میں تھا۔ جسے دو تہ بچھا دیا جاتا۔ جس کی وجہ سے چارپائی کا کھردرا پن بھی نہیں ختم ہوتا۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے چار تہ کر دیا تو آپ نے دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرما دیا کہ بستر کی نرمی کو دیکھ کر کسی نے روئی کا یا اون کا نرم بستر لا کر دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بچھا دیا تو آپ نے اسے واپس کرنے کا حکم دیا۔ (ابن سعد صفحہ ۳۵۶)

صرف ایک بستر تھا

مواہب لدنیہ میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس صرف ایک ہی بستر تھا۔ (مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۵۲)

فائدہ: باوجود وسعت اور اختیار قدرت کے آپ ﷺ نے دنیا کی آرام دہ چیزوں کو زہد کی وجہ اختیار نہیں کیا۔ بستر کے متعلق مزید تفصیل کے لئے شمائل کی جلد دوم ملاحظہ کیجئے۔

ٹاٹ کا بستر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت آئی اس نے حضور ﷺ کے ٹاٹ (بوریا) کا بستر دیکھا جسے دوہرا کر کے بچھا دیا جاتا تھا۔ (ابن سعد صفحہ ۴۶۵ مختصراً، بیہقی، جمع الوسائل صفحہ ۱۲۹)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا بستر ٹاٹ کا تھا۔ (کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۷۰)

فائدہ: حضور پاک ﷺ کا بستر کبھی چمڑا کا ہوتا اور کبھی صرف ٹاٹ کا۔ (خصائل نبوی صفحہ ۲۷۸)

یعنی کوئی اہتمام نہ تھا۔ کبھی چمڑے پر سو گئے، کبھی ٹاٹ پر سو گئے، کبھی زمین پر سو گئے۔ کبھی سیاہ چادر پر کبھی کمبل پر۔ زیادہ تر چٹائی پر بلا بستر کے آرام فرماتے۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۵۹)

کھجور کی چٹائی

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چٹائی پر آرام فرما تھے۔ اور چٹائی کا نشان جسم مبارک پر نمایاں ہو گیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کوئی ایسی چیز لا دوں (نرم بستر چادر وغیرہ) جس کی وجہ سے آپ اس سے (یعنی چٹائی کے کھر درے پن کی تکلیف سے) بچ جائیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا ضرورت مجھے دنیا سے۔ میری اور دنیا کی مثال تو اس سوار کے مانند ہے۔ جو آرام کرنے کے لئے کسی درخت کے نیچے سایہ کے لئے رک گیا ہو۔ پھر کوچ کر جائے اور چلا جائے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۶۷، جمع الوسائل صفحہ ۱۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے راہگیر تھوڑی دیر درخت کے نیچے رکنے والا وہاں کیا عیش فراوانی کے اسباب جمع کرے گا۔ اسی طرح دنیا میں آنے والا انسان اس سوار کے مانند ہے۔ جسے دنیا کی حقیقت کا ادراک ہو جائے تو وہ ہرگز ان جھمیلوں میں نہ پڑے گا۔

حضرت سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جسے دن میں (آپ کی مجلس میں) بچھا دیا جاتا۔ جب رات ہو جاتی تو مسجد سے حجرہ مبارکہ میں کر دیا جاتا۔ آپ اسی پر نماز پڑھتے۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۴۶۸، بخاری)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی۔ جو کھجور سے بنی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بلا بستر و چادر کے دن کو آرام فرماتے۔ اور دن کو مجلس اس پر تشریف فرما ہوتے۔ پھر رات میں یہی چارپائی، حجرہ مبارکہ میں کر دی جاتی۔ اسی پر آپ نماز پڑھتے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر اور مجلس کے لئے الگ الگ چٹائی بھی گوارہ نہ فرمایا۔ جب کہ نہ اس کی کوئی قیمت زیادہ ہوتی تھی اور نہ اس کی کوئی حیثیت تھی۔

تکیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تکیہ چمڑے سے بنا تھا جس کا بھراؤ چھال سے تھا۔ (مسلم صفحہ ۱۹۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں والے تکیہ پر ٹیک لگایا تھا جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۷۳)

چادر چارپائی پر بچھانے والی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے پاس ایک شب رہا۔ (تاکہ

دیکھوں کہ آپ کا شب میں کیا معمول ہے) تو میں نے دیکھا کہ حضرت میمونہ نے ایک چادر لا کر آپ ﷺ کے لئے بچھا دیا۔ (مسند ابویعلی، سیرۃ الشامیہ صفحہ ۳۵۹)

فائدہ: مزید چادروں کی تفصیل کے لئے جلد اول کی جانب رجوع کیجئے وہاں بسط تفصیل سے ذکر ہے۔

مصلیٰ

ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا۔ میں ان کی نواسی ام کلثوم سے آپ ﷺ کے مصلیٰ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے مسجد کی طرف دکھایا۔ تو کھجور کی ایک چھوٹی سی چٹائی تھی۔ اسی پر آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے۔ (ابن سعد صفحہ ۴۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھجور کی بنی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۵۵)

امام بخاری نے صحیح بخاری میں الصلوٰۃ علی الخمرہ باب قائم کر کے آپ ﷺ کی چٹائی پر نماز پڑھنے کی سُنّیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (صفحہ ۵۵)

مزید آپ ﷺ کے ملبوسات کی تفصیل شمائل کی جلد اول میں ملاحظہ کیجئے وہاں اس کا مفصل ذکر ہے۔

آپ ﷺ کے ترکہ اور جائداد کے متعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہم لوگوں کی وراثت نہیں ہوتی۔ جو چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ (یعنی عامۃ الناس پر وقف) ہوتا ہے۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۹۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہماری وراثت دراہم و دینار کی شکل میں تقسیم نہیں ہوتی۔ جو کچھ بھی ہم لوگ اپنے اہل وعیال کا نفقہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہو جاتا ہے۔

(شمائل بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نہ کوئی دینار درہم چھوڑا اور نہ کوئی بکری اور نہ اونٹ۔ (شمائل صفحہ ۲۸)

فائدہ: ان تمام روایتوں میں اس امر کو ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام حضرات انبیاء کرام مع شمول نبی پاک ﷺ جو کچھ بھی مال جائداد چھوڑ جاتے ہیں وہ ترکہ کے طور پر ان کی اولاد اور رشتہ داروں میں تقسیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ وہ بیت المال میں وقف ہو کر عام مؤمنین کے حق میں ہو جاتا ہے۔ اولاً تو حضرات انبیاء کرام کوئی مال یا جائداد جس پر ان کی تنہا خاص ملکیت ہو چھوڑتے ہی نہیں۔ اگر کچھ جن پر ان کا تصرف تھا۔ جو ان کے استعمال میں تھا چھوڑ

جاتے ہیں تو وہ سب بعد میں بیت المال میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہی حال تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے جیسا کہ نسائی کے حوالہ سے حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے۔ ہم انبیاء کی جماعت میں وراثت نہیں چلتی۔

(جلد۱۲، صفحہ۸، عمدۃ القاری جلد۲۱، صفحہ۲۳۲)

حافظ نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اپنی اولاد اور اہل عیال کے لئے مال جمع کرنا مقصد ہے۔ (فتح الباری جلد۱۲، صفحہ۸، عمدۃ جلد۲۱، صفحہ۲۳۲)

ازواج مطہرات کو بھی ترکہ کا مال وغیرہ کچھ نہیں ملے گا چونکہ انہوں نے آخرت اختیار کرلیا ہے۔

(جلد۱۲، صفحہ۸)

ان کا مال بیت المال میں اس وجہ سے داخل کیا جائے گا کہ نبی تمام امت کے حق میں مثل والد کے ہوتے ہیں۔ لہٰذا باپ کا مال ان کی اولاد امتی کو بیت المال سے ملے گا۔ (فتح الباری جلد۱۲صفحہ۹)

حضرات انبیاء علیہم السلام کی وراثت علمی ہے

ملا علی قاری نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ حضرات انبیاء کرام دراہم دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کی وراثت چھوڑتے ہیں۔ اسی وجہ سے صحیح علماء کرام انبیاء کے وارثین ہوتے ہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ۲۸۲)

خیال رہے کہ اولاً تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چھوڑا ہی نہیں تھا۔ کچھ تھا آپ کے تصرف اور صرفہ میں تو اسے آپ نے خود ہی صدقہ میں داخل فرما دیا تھا۔ چنانچہ جویریہ بنت الحارث کی حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے وقت نہ کوئی درہم دینار نہ غلام باندی نے اس کے علاوہ کچھ چھوڑا ہاں ایک سفید خچر، کچھ ہتھیار، کچھ زمین، جسے آپ نے خود ہی صدقہ میں داخل فرما دیا تھا۔

چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ فدک کی زمین (جو آپ کے استعمال میں تھی) اسے عام مؤمنین پر صدقہ فرما دیا تھا۔ (جمع الوسائل جلد۲صفحہ۲۸۲)

اہل سنت والجماعۃ کا مجمع علیہ مسلک ہے کہ آپ کا ترکہ کچھ نہیں تھا جو حضرت فاطمہ وغیرہ کو ملتا۔ باقی ازواج مطہرات وغیرہ کا ضروری نفقہ بیت المال سے حسب موقعہ وضرورت ملتا۔ اور اہل خیر حضرات کی جانب سے نوازشوں کی بارش ہوتی رہتی۔ اللہ پاک کے بہت سے برگزیدہ بندے دنیا سے اس حال میں رخصت ہوتے ہیں کہ ان کی کوئی جائداد مال اور زمین نہیں ہوتی، وہ اپنے نبی کے نقش کی پیروی میں۔ اسی طرح زندگی گزار کر دنیا فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔

معیشت کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اپنے لوگوں سے) کہتے تھے کہ کیا تم مرضی کے مطابق کھانے پینے میں نہیں ہو۔ میں نے تمہارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ ردی کھجور بھی نہ پاتے تھے جس سے اپنا پیٹ بھر سکیں۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۰۶، مسلم صفحہ ۴۱۰، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶۲)

فائدہ: جب کہ ردی کھجور کی کوئی مالیت اور قیمت نہیں تھی۔ مگر اتنی بھی وسعت مالی نہیں تھی کہ بہتر اور تازہ کھجور خرید کر کھا سکیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم ازواج مطہرات ایک ایک ماہ اس طرح رہتے کہ چولہا جلنے کی نوبت نہ آتی صرف کھجور اور پانی (کھانا تھا)۔ (بخاری صفحہ ۹۵۶، شمائل صفحہ ۲۵)

فائدہ: نہ تو آپ کسب فرماتے اور نہ پکنے کا سامان کہیں سے آتا۔ وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے فرصت ہی کہاں ملتی۔ آپ صبح کو گھر سے نکل جاتے تو شام رات ہی کو تشریف لاتے مدینہ تشریف لانے کے بعد کچھ بکریاں ہوگئیں۔ ان کا دودھ نوش فرما لیا کرتے۔ البتہ ۶ ھ کے بعد سے کچھ سہولت ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے اللہ کے راستے میں اتنا ڈرایا گیا جتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا۔ اور ہم پر ایک ایک ماہ کے دن رات اس طرح گزرتے کہ ہمارے اور بلال کے لئے اتنا بھی کھانا نہ ہوتا جسے کوئی کھاتا ہاں مگر اتنا جتنا بلال اپنے بغل میں چھپا رکھ لیتے۔ (شمائل صفحہ ۲۶، ابن ماجہ، ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل خانہ مسلسل کئی کئی رات بھوکے رہتے رات کو بھی کھانے کو کچھ نہ پاتے۔ عموماً آپ کا کھانا جو کی روٹی تھا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کھجور پڑی پاتے تو یہ کہتے صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو اسے کھا لیتے۔ (سبل الہدیٰ، بخاری صفحہ ۲۰۲)

فائدہ: شدت بھوک سے بھی آپ نہ کھاتے کہ صدقہ کا مال حضرات انبیاء پر حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے پاس تشریف لائے اور آپ بھوکے تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ انہوں نے کہا میرے پاس سوکھی روٹی ہے، اور مجھے لحاظ معلوم ہوتا ہے کہ میں اسے پیش کروں۔ آپ نے فرمایا لاؤ اسے ہی۔ آپ نے توڑا اور اسے پانی میں بھگویا۔ وہ نمک لے کر آئیں۔ آپ نے فرمایا کوئی سالن نہیں۔ انہوں نے کہا سوائے سرکہ کے کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا لاؤ اسے بھی۔ وہ لے کر آئی تو آپ نے روٹی پر ڈال دیا اور کھایا۔ الحمد للہ کہا اور فرمایا اے ام ہانی سرکہ کیا ہی بہترین سالن ہے۔ جس گھر میں یہ ہو اس میں فاقہ نہیں۔

(سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۸۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ قربانی کے ایام میں بکری کے پائے کو پندرہ پندرہ دن تک رکھ دیتے تھے اور اسے پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے۔ عابس (جو راوی ہیں) پوچھا ایسا کیوں کرتی تھیں۔ کہا دو دو دن تک ہم لوگوں کو روٹی کے ساتھ سالن نہیں ملتا تھا یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔

(سبل جلد ۷ صفحہ ۹۷)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے کوئی صبح و شام روٹی کے ساتھ گوشت جمع نہیں ہو پاتا تھا۔ ہاں مگر کسی مہمان کی وجہ سے۔ (شمائل صفحہ ۲۵، مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۰)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر والوں پر ایک چاند، دو چاند پھر تیسرا گزر جاتا اور گھر میں آگ جلنے کی نوبت نہ آتی۔ نہ روٹی کے لئے اور نہ کسی چیز کے پکنے کے لئے۔ پوچھا اے ابوہریرہ پھر گزر بسر کیسے ہوتا تھا۔ کہا کھجور اور پانی سے۔ اور کہا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے انصاری پڑوسی تھے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ ان کے پاس دودھ والے جانور تھے، وہ کچھ دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ (بزار، مسند احمد مجمع جلد ۱۰، صفحہ ۳۱۵)

حضرت فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ وہ روٹی کا ٹکڑا لے کر کہیں سے آئیں۔ تو آپ نے پوچھا یہ ٹکڑا کیا ہے۔ روٹی ہے جسے میں نے پکایا ہے۔ مجھے تنہا کھانا اچھا نہیں لگا اس لئے آپ کے پاس لے کر آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ پہلا کھانا ہے۔ جو تین دن کے بعد تمہارے باپ کے منہ میں جا رہا ہے۔

(سبل صفحہ ۱۹۴، احمد، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهَا سے مروی ہے کہ خاندان نبوت کے افراد تین دن تک گیہوں کی روٹی سے بھی پیٹ نہ بھر پاتے۔ یہاں تک کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ہمیشہ آپ پر دنیا تنگ ہی رہی۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ جب آپ وفات پا گئے تو ہم لوگوں پر دنیا خوب برسنے لگی۔

فائدہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں فتوحات کا ایسا سلسلہ نہ تھا جس سے فراوانی ہوتی۔ آپ کی وفات کے بعد فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور حضرات ازواج مطہرات پر بھی فراوانی کا دور شروع ہوا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ ایک دن بکری کا دست حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے گھر سے آیا۔ میں نے آپ کے لئے رکھ دیا۔ آپ اسے کاٹ رہے تھے۔ پوچھا گیا کیا اندھیرے میں ہی۔ کہا اگر چراغ کے لئے تیل ہوتا تو اسے کھانے میں نہ استعمال کرتے۔ اور ہم اہل خانہ پر ایک ایک ماہ گزر جاتا نہ روٹی پکتی۔ اور نہ آگ پر کوئی چیز پکائی جاتی۔ (ابن سعد، سبل الہدیٰ صفحہ ۹۵)

حضرت عتبہ بن غزوان سے روایت ہے کہ ہم نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ساتوں میں سے سات تھے کہ ہم لوگوں کے لئے درخت کے پتوں کے سوا کوئی کھانا نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہمارے جبڑے چھل گئے۔ (سبل الہدیٰ)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ قسم خدا کی جس نے محمد کو حق لے کر بھیجا۔ انہوں نے چھلنی دیکھی نہ چھنے آٹے کی روٹی کھائی۔ (مسند احمد، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۲)

حضرت ابودرداء کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لئے کبھی آٹا چھانا نہیں گیا۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے منقول ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دسترخوان پر جو کی روٹی نہ تھوڑی بچتی نہ زیادہ۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ دسترخوان اٹھایا گیا ہو اور اس پر روٹی کا ٹکڑا کوئی فاضل بچا ہو۔

فائدہ: بچنا تو اس وقت جب کہ پیٹ بھر جائے اور زائد ہو جائے۔ یہاں پیٹ بھرنے کی مقدار بھی نہیں ہو پاتی تو بچنے کا کیا سوال۔ آج ہمارے دسترخوان کو دیکھئے کس قدر فضلہ رہتا ہے۔ خصوصاً اہل تمول مالداروں کے دسترخوان کو۔ اور شادی بیاہ میں دسترخوان پر ضائع ہونے والے کھانوں کو دیکھئے۔ کس قدر بے احتیاطی ہوتی ہے۔ اور کھانے کی بے قدری ہوتی ہے۔

ابو صالح سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ آپ نے کھایا۔ فارغ ہوئے۔ الحمدللہ کہا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ گرم کھانا مجھے اتنے اتنے دنوں سے نصیب نہیں ہوا۔

فائدہ: کھانا گھر میں پکنے اور بننے کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ کہ آپ تازہ کھانا کھاتے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیٹ مبارک میں دو قسم کا کھانا جمع نہ ہو پاتا کہ گوشت ملتا تو اس پر کچھ زائد نہیں ہو پاتا۔ اگر کھجور ملتا تو اس پر کچھ زائد نہیں ہو پاتا۔ اگر روٹی ملتی تو اس پر کچھ زائد نہ ہو پاتا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کھانے کے ساتھ دوسرا سالن وغیرہ بھی جمع ہونہ پاتا۔ تنہا روٹی، تنہا گوشت پر ہی گزارا فرما لیتے۔ یہ تو حال گھر کا تھا۔ البتہ دعوتوں میں روٹی کے ساتھ گوشت مل جاتا۔ گوشت روٹی کھانے کا ذکر عموماً

دعوتوں کے ذیل میں ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۰)

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ تو میں نے آپ کو متغیر پایا۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا بات ہے آپ کو بدلا ہوا پا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تین دن سے پیٹ میں جو کسی ذی روح کو ملنا چاہئے نہیں پہنچا ہے۔ کعب کہتے ہیں میں وہاں سے چلا۔ دیکھا ایک یہودی اونٹ کو پانی پلا رہا ہے۔ میں نے اس سے ہر ڈول کے بدلہ ایک کھجور اجرت طے کر لی۔ چند کھجور جمع ہوگئیں تو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔

تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہاں سے لائے اے کعب۔ چنانچہ واقعہ سنایا۔ (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۳)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ نہ آپ نے نہ آپ کے اہل نے جو کی روٹی سے بھی پیٹ بھر کھایا۔ (مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا کہ مسجد میں آئے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسجد میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ نے ابوبکر سے پوچھا کیسے آئے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ جس وجہ سے آپ آئے ہیں۔ (یعنی بھوک سے پریشان ہوکر) پھر حضرت عمر بھی آ گئے۔ آپ نے ان سے پوچھا اے خطاب کے بیٹے اس وقت کیسے آئے۔ کہا اسی نے (بھوک نے) مجھ کو نکالا جس نے آپ دونوں کو نکالا۔ چنانچہ سب بیٹھے گفتگو کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اگر طاقت ہو تو اس باغیچہ میں چلو کھانا پینا پا لو گے۔ لوگوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول چنانچہ ہم لوگ چلے مالک بن تیہان الانصاری کے گھر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ نے سلام کیا اور اجازت لی۔ اور ابوالہیثم کی بیوی آپ کے سلام کو سن رہی تھی۔ اور چاہ رہی تھی کہ آپ کا سلام زیادہ ہو۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو ابوالہیثم کی بیوی نکلی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول میں نے آپ کے سلام کو سنا لیکن میں آپ کے سلام کو زیادہ چاہ رہی تھی۔ (اس لئے زور سے جواب نہ دیا تاکہ آپ کا سلام ہوتا رہے) آپ نے پوچھا ابوالہیثم کہاں ہیں؟ کہا کہ قریب میں گئے ہیں۔ ہمارے لئے میٹھا پانی لانے گئے ہیں۔ آیئے ابھی آتے ہیں۔ درخت کے نیچے اس نے چٹائی بچھا دی۔ ابوالہیثم بھی آ گئے۔ اپنے گدھے پر سوار پانی کے دو مشکیزے لئے ہوئے۔ ابوالہیثم دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ قریب ہوئے۔ خوش آمدید کہا۔ پھر درخت پر چڑھے اور خوشہ توڑا تو آپ نے فرمایا کافی ہے۔ ابوالہیثم نے کہا اے اللہ کے رسول کچا پکا ادھ پکا سب کھایئے (اس لئے ہر قسم کا توڑ رہا ہوں) پھر پانی لے کر آئے۔ سب نے پانی پیا۔ پھر آپ نے فرمایا یہ وہ نعمتیں ہیں جن کے متعلق تم سے سوال کیا جائے گا (کہ تم نے ان کا کیا حق ادا کیا) پھر ابوالہیثم ایک بکری کی جانب متوجہ ہوئے کہ ذبح کریں۔ تو آپ نے فرمایا۔ دودھ

والی نہ کرنا۔ پھر آٹا گوندھا۔ ادھر رسول پاک ﷺ اور صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیٹ گئے تو سو گئے۔ اٹھے تو کھانا تیار ہو چکا تھا۔ پس ان سب حضرات نے کھانا کھایا اور سیراب ہو گئے۔ پھر باقی کھجوریں ابوالہیثم لے کر آئے انہوں نے کھایا۔ حضور پاک ﷺ نے ان کے لئے اچھائی کی دعا فرمائی۔ پھر آپ نے ابوالہیثم سے فرمایا (کہ ان کے پاس کوئی خادم نہیں دیکھا تھا) جب میرے پاس غلام آنے کی خبر پہنچے تو میرے پاس آنا۔ ابوالہیثم نے کہا جب غلام آئے تو میں آپ کی خدمت میں گیا آپ نے ہمیں غلام عطا فرمایا۔ میں نے چالیس ہزار میں مکاتب بنا دیا۔ اس سے بڑی برکت ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ابوالہیثم کے دعا کی درخواست پر آپ نے یہ دعا دی:

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلٰئِكَةُ"

ترجمہ: "تمہارے پاس روزہ دار روزہ کھولیں۔ نیک لوگ کھانا کھائیں فرشتے دعائے رحمت کریں۔" (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۷)

فائدہ: متعدد احادیث میں معمولی اختلاف کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ بھوک اور فاقہ کی وجہ سے خدا کے گھر تشریف لائے۔ وہاں سے یہ سب حضرات ابوالہیثم کے باغ تشریف لے گئے۔

اس حدیث سے چند فوائد و نکات معلوم ہوئے۔

❶ بھوک فاقہ تنگ دستی و معیشت کی تنگی بری بات نہیں اللہ کے برگزیدہ بندوں کو عموماً پیش آتا ہے۔ چونکہ کمینی دنیا کی جانب ان کی رغبت اور مشغولیت زیادہ نہیں ہوتی آخرت کی تعمیر اور فکر و خدمت دین کے شغل ایسی مصیبتیں پیش آجاتی ہیں۔

❷ بھوک اور فاقہ کے دفع کرنے کے اسباب کو تلاش کرنا اور اختیار کرنا زہد اور توکل کے منافی نہیں۔

❸ کوئی بے تکلف دوست ہونا چاہئے۔ جہاں بلا اجازت حل پریشانی کے لئے جا سکے۔

❹ بھوک یا پریشانی کے حل کرنے کے لئے کسی بے تکلف دوست و مخلص کے پاس جانے میں کوئی حرج نہیں۔

❺ جس کے پاس جائے اسے چاہئے کہ آنے والے کو آنے پر مبارک باد دے اور الفاظ سے خلوص کا اظہار کرے تاکہ بے بلائے آنے پر اسے کبیدگی نہ ہو۔

❻ میٹھا پانی کا اہتمام زہد و توکل کے خلاف نہیں۔

❼ کھارا پانی نہ پئے بلکہ میٹھے کا انتظام کرے۔

❽ کھانے والے کو کھانے کے متعلق وسعت دے کہ وہ حسب خواہش کھا سکیں۔

❾ کھانے میں وقفہ ہو تو آنے والے مہمان کو کھانا سے قبل کچھ ناشتہ کے طور پر دے دے کہ وقفہ سے بھوک

پریشان نہ کرے۔

⑩ اپنے پاس جو حاضر ہو اس کے پیش کرنے میں کوئی لجاجت نہ اختیار کرے۔

⑪ کھانے میں وقفہ ہو تو مہمان کو آرام راحت کا موقع دے۔

⑫ کھانا تیار ہو جائے خود پیش کرے۔ ان کے مطالبہ کا انتظار نہ کرے۔

⑬ مہمان کے لئے سبزی و دیگر طعام کے مقابلہ میں گوشت کو ترجیح دے کہ یہ نبیوں کا کھانا اور تمام کھانوں کو سردار ہے۔

⑭ فارغ ہونے کے بعد دل کے علاوہ زبان سے بھی خیر اور دعائیہ کلمات نکالے۔

⑮ اگر صاحب خانہ دعا کا مطالبہ کرے تو دعا دے دے۔ اور یہ کوئی خلاف شرع نہیں کہ اگر ایسا ہوتا تو آپ مطالبہ دعا سے منع فرما دیتے۔

⑯ دودھ والے جانور کو ذبح نہ کرے۔

⑰ کوئی خادم حتی الوسع ضرور رکھے کہ خدمت و کام میں سہولت ہوتی ہے۔

⑱ بلا بلائے ضرورت کی وجہ سے کوئی آجائے یا اہل خیر نیک لوگ آجائیں تو ان کی خلوص کے ساتھ خدمت کرکے ان سے دعائیں لیں۔ ان کو حقیر ذلیل نہ سمجھیں کہ یہ خسارے کی بات ہے۔

عتمہ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان نکلے تو ایک انصاری صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہا اے اللہ کے رسول کیا بات ہے۔ آپ کے چہرہ انور پر تکلیف کے آثار یا پژمردگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے اس کی جانب دیکھا اور جواب دیا۔ بھوک وفاقہ کی وجہ سے۔ چنانچہ وہ آدمی دوڑتا ہوا اپنے گھر آیا۔ اور کچھ کھانا وغیرہ تلاش کیا۔ کچھ نہ پایا۔ چنانچہ وہ قریظہ محلّہ چلا گیا۔ اور ایک ڈول پانی پر کھجور کی مزدوری طے کرلی۔ اور جب ایک ہتھیلی بھر کھجور جمع ہوگیا تو لے کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کھایئے اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا کہاں سے لائے۔ انہوں نے واقعہ سنایا (کہ آپ کے لئے مزدوری کر کے لایا ہوں) تو آپ نے فرمایا خدا رسول سے تم کو محبت ہے؟ کہا ہاں جس نے آپ کو حق لے کر بھیجا ہے آپ اپنی اولاد بیوی وغیرہ سے مجھے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا تنگ دستی اور مصائب کے لئے اپنے کو تیار رکھو۔ قسم خدا کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ مجھ سے محبت کرنے والوں کو یہ چیزیں اتنی تیزی سے آتی ہیں جتنی تیزی سے نشیب میں پانی۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ محبوبان خدا رسول کو دنیاوی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے زیادہ تکالیف حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح درجہ بدرجہ مؤمنین مخلصین و کاملین کو ہوتا ہے (مجمع الزوائد: ۱۰/۳۱۳)

بخاری کی مشہور حدیث ہے "اشد البلایا بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل" اسی وجہ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو مصائب و آلام و امراض کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا دنیاوی تکالیف ناراضگی خدا کی علامت نہیں۔ تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آدمی از خود ابتلاء و آزمائش میں پڑے۔ بلکہ اس کے مقابل عافیت و خیریت کی دعا مانگے کہ ہوسکتا ہے کہ آزمائش میں پیر ڈگمگا نہ جائے اور بجائے ثواب اور خیر کے گرفت کا ذریعہ نہ بن جائے۔

خیال رہے کہ ماقبل کی روایتوں میں جو آپ ﷺ کی تنگی معیشت، فقر فاقہ اور مہینہ مہینہ بلکہ مسلسل تین ماہ تک گھر میں پکنے ہی کی نوبت نہ آئی۔ اور فقر بھوک سے پریشان ہو کر گھر سے باہر نکل آتے۔ اور کئی دن کھانے کی نو: ت نہ آتی۔ یہ صورت آپ کے اختیار سے تھی آپ نے فضل اور ثواب اور عزیمت کی وجہ سے یہ اختیار فرمایا تھا۔ عموماً یہ تنگی شدت کا واقعہ نبوت کے بعد سے خیبر تک کا ہے۔

خیبر کے بعد کچھ سہولت میسر ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے خیبر کے بعد لوگوں کو وسعت ہوئی۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۱)

نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ کو اسباب معاش کا کہاں موقعہ ملا۔ تبلیغ دعوت نے ہی آپ کا سارا وقت گھیر لیا تھا۔ آپ صبح کو نکل جاتے شام کے بعد بھوکے پیاسے پریشان حال غمزدہ تشریف لاتے۔ حضرت خدیجہ اور پھر آپ کی صاحبزادیاں آپ کو تسلی دیتیں آپ کے غم میں شریک ہوتیں اسے ہلکا کرتیں۔ رات کو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ اسی طرح مکہ میں دس سال گزر گئے۔ پھر مدینہ پاک میں ہجرت کے بعد بھی یہی مشغلہ رہا۔ دعوت تبلیغ و مشاغل جہاد کے علاوہ آپ کے پاس وقت ہی کہا تھا کہ اسباب معیشت اختیار فرماتے ہاں البتہ مدینہ پاک میں یہ ہوا کہ انصار کے گھرانوں سے دودھ اور دیگر اشیاء حسب موقعہ ہدیۃً آجاتیں۔ جس سے کچھ سہولت ہوتی اور خیبر کے بعد کچھ زمینوں سے آپ کو سہولت ملی۔ مگر پھر بھی ایثار اور دوسروں کو ترجیح دینے کی وجہ سے کچھ پریشانی اور بے سروسامانی ہی رہتی۔ پھر آپ کی عادت جمع کرنے اور اٹھا کر رکھنے کی نہیں تھی۔ جو آتا اسے جلدی جلدی خرچ کر دیتے۔ شام کو آئے ہوئے پر صبح نہ ہونے دیتے۔ اپنے اصحاب آنے والوں مہمانوں پر وسعت سے خرچ فرماتے چنانچہ اعرج نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو تنگی اور فقر فاقہ کی نوبت کیسے آتی تھی۔ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مہمانوں اور کثرت سے آنے جانے والوں کی وجہ سے کہ کبھی آپ نہ کھاتے مگر یہ کہ ایک اصحاب کی جماعت آپ کے پاس ہوتی۔ اور ضرورت مندوں کی ایک جماعت مسجد میں کھانا کھاتی۔ اور فتح خیبر کے بعد کشادگی لوگوں میں ہوئی تب بھی کچھ تنگی اور پریشانی رہی۔ اور معاش کا مسئلہ سخت رہا۔ اس لئے کہ ایسی زمین تھی جہاں کھیتی نہیں ہوتی تھی۔ یہاں کے باشندوں کا کھانا صرف

کھجور تھا۔ اسی پر گزر بسر کرتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۷ صفحہ ۱۰۱)

آپ ﷺ کا مزاج اور زندگی بڑی سادی تھی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ صوف کا لباس پہن لیتے۔ جوڑ لگا ہوا جوتا چپل پہن لیتے۔ کھر درا سے کھر درا کپڑا زیب تن فرما لیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام صوف پسند کرتے تھے۔ خود بکریوں کا دودھ نکال لیتے تھے۔ گدھوں کی سواری کرتے تھے۔ (ترغیب صفحہ ۲۵۰)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ ایسی چادر اوڑھ لیتے تھے۔ جس کی قیمت چھ یا سات درہم ہوتی تھی۔ (بیہقی، ترغیب جلد ۳ صفحہ ۲۵۰)

فائدہ: خلاصہ ان روایتوں کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کھانے پینے رہنے اور لباس کے اعتبار سے بڑی سادہ اور تنعم سے دور تھی۔ صوف کا لباس موٹا اور چبھنے والا ہوتا تھا۔ اور ماحول میں کمتر تھا عمدہ نہیں سمجھا جاتا ہے۔ بہت ہی غریب لوگ پہنتے تھے۔ آپ نے سادگی مزاج کی وجہ سے اسے استعمال کیا۔ خود سے دودھ نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی معمولی سے معمولی کام میں عار نہ سمجھتے کر لیتے۔ یا یہ کہ اپنا کام خود کر لیتے۔ خادم یا دوسرے معاونین کے سہارے معلق نہ رکھتے جیسا دنیاوی شرف و جاہ وقار والوں کا مزاج ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر خدائے پاک نے یہ پیش کیا کہ میں بطحاء مکہ کو سونا بنا دوں۔ میں نے کہا نہیں اے رب ایک دن بھوکا رہوں ایک دن پیٹ بھروں، پیٹ بھروں تو تیری تعریف کروں تیرا شکر کروں۔ بھوکا رہوں تو تجھ سے مانگوں گریہ وزاری کروں۔

(ترمذی، احمد جلد ۵ صفحہ ۲۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ احد کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا قسم خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں کہ خاندان رسول کے لئے یہ احد سونا ہو جائے۔ جسے میں خدا کے راستہ میں خرچ کروں۔ (سبل، مجمع جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی پاک ﷺ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آسمان کی جانب دیکھا تو ایک فرشتہ اترتا نظر آیا۔ حضرت جبرئیل نے اشارہ کیا۔ آپ تواضع مسکنت خدا کے لئے اختیار کریں۔ تو آپ ﷺ نے فرمادیا۔ میں نبی عبد بنوں گا (غلام کی طرح نبوت میں

زندگی گزارنا چاہتا ہوں) اس پر حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا نے فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے ٹیک لگا کر کبھی کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ خدا سے جا ملے۔ (بیہقی فی السنن جلد ۷ صفحہ ۴۹)

فَائِدَہ: یعنی آپ نے غلام مسکین ہی کی طرح زندگی گزاری۔ کھانے پینے میں بھی اسی طرز پر رہے۔

حضرت خیثمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کہا گیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ساری زمین کے خزانے اور اس کی کنجیاں آپ کو دے دی جائے جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی اور نہ آپ کے بعد کسی کو دی جائے گی۔ اور جو اللہ کے نزدیک آپ کو ملے گا (آخرت میں) اس میں کچھ کم بھی نہیں کی جائے گی۔ یا اگر آپ چاہیں تو آخرت ہی میں آپ کے لئے جمع کر دی جائیں۔ آپ نے فرمایا ہمارے آخرت میں جمع کر دیجئے۔

(ابن جریر جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۰، ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۱۰۴، سبل جلد ۷ صفحہ ۷۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اے عائشہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔ (ابن عساکر جلد ۹ صفحہ ۱۹)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو خدائے پاک نے اختیار دیا تھا کہ دنیا کے سارے خزانے آپ پر کھول دیئے جائیں۔ احد کا پہاڑ آپ کے لئے سونا بنا دیا جائے۔ شاہوں سے بڑھ کر فراوانی اور تمول کی زندگی گزاریں۔ مگر اس کے مدمقابل آپ نے فقر تنگدستی کی زندگی اختیار کی۔ تواضع مسکنت کی زندگی اختیار کی۔ اسی کو پسند کیا۔ اسی پر پوری زندگی گزار دی اور اسی مسکینی اور غریبی کی زندگی کی دعا کرتے رہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فراوانی اور تمول اور بادشاہوں مالداروں کی زندگی کو دو اہم وجہ سے قبول نہیں کیا۔

❶ ایسی زندگی باعث فتنہ ہے۔ کبر وغرور اور آخرت سے بے رغبتی اور دنیا کی طرف میلان ہو جاتا ہے۔

❷ امت کے غریبوں اور مسکینوں کی رعایت میں کہ مسکنت وغربت میں آپ کی موافقت سے خوش رہیں اور آپ کی اقتدا سے تسلی حاصل کریں۔ اور یہ کہ حتی الوسع فروانی اور وسعت مالی کے فتنہ سے بچیں۔ اس کی اہمیت و وقعت دل میں داخل ہو کر آخرت اور اس کے اعمال سے غفلت کا ذریعہ نہ ہو۔

وعظ وتقریر کے سلسلے میں آپ ﷺ کی عادات طیبہ

ہر دن وعظ وتقریر کو پسند نہ فرماتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وقفہ سے وعظ وتقریر فرماتے۔ اس خوف سے کہ لوگ اکتا نہ جائیں۔

حضرت ابووائل سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ جمعرات کے دن وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے۔ تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن ہماری خواہش وتمنا تو یہ ہے کہ آپ ہر دن ہمیں وعظ ونصیحت فرماتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں مجھے اس چیز نے روکا ہے کہ تم اکتا نہ جاؤ۔ میں تمہیں وقفہ سے نصیحت کرتا ہوں۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ ہم لوگوں کو وقفہ سے تقریر فرماتے اس ڈر سے کہ ہم لوگ اکتا نہ جائیں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ہر دن ہر وقت عام تقریر نہ کرے۔ چونکہ جو چیز ہر دن ہوتی ہے اس کی اہمیت اور وقعت لوگوں سے جاتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اکابرین کا معمول رہا ہے کہ وہ وقفہ وقفہ کے ساتھ مثلاً جمعرات کے دن یا جمعہ کے دن عام وعظ فرماتے۔ اس طرح لوگ وقت نکال کر اور پہلے سے فارغ ہو کر بسہولت خلوص کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ انتظار اور وقفہ سے ہونے کی وجہ سے توجہ اور طلب بھی رہتی ہے۔ اس کے برخلاف ہر دن تقریر اور وعظ سے لوگ اکتا جائیں گے۔ پھر یومیہ وقت کی فراغت اور شرکت بھی ایک مسئلہ ہے کہ مصروف اور مشغول کے لئے یہ مشکل ہے۔ اسی لئے نبی پاک ﷺ اور حضرات صحابہ کرام نے عام ذہنوں اور لوگوں کی رعایت کرتے ہوئے۔ وقفہ اور ناغہ کر کے تقریر ووعظ کا سلسلہ قائم رکھا ہے۔

اگر خلاف شرع امور دیکھتے تو فوراً وعظ اور تنبیہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت بریرہ کو حضرت عائشہ رقم دے کر آزاد کرنا چاہتی تھیں۔ اس کے برخلاف بریرہ کے آقا نے ولاء کو اپنے لئے مشروط کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کو جب اس کا

علم ہوا۔ ولاء آزاد کرنے والے کو ملتا ہے۔ اور یہاں رقم لینے والا اپنے لئے لگا رہا ہے۔ اور یہ خلاف شرع ہے اور خلاف شرع کی شرط جائز نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فوراً تقریر کی اور زجر کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ لوگ ایسی شرط لگاتے ہیں جس کی کتاب اللہ نے اجازت نہیں دی ہے کتاب اللہ کے خلاف شرط باطل ہے اگرچہ سینکڑوں شرط کیوں نہ لگا دے۔ اللہ کا حکم ہی اتباع کے لائق ہے۔ اور اسی کے موافق شرط قابل اعتبار ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھے۔ اور لوگ اس کا ارتکاب کر رہے ہوں کہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ یہ ممنوع ہے تو ایسی صورت میں فوراً وعظ ونصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو تنبیہ کرے۔ حکم شرع خوب واضح کر کے بیان کر دیں۔ مداہنت اختیار نہ کرے کہ اس طرح بددینی کی بات عام ہو کر ماحول میں رائج ہو جاتی ہے۔ تو پھر اس کا چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آج کل اسی غفلت سے منکرات کا عموم اور شیوع ہوتا جا رہا ہے۔ اور عامۃ الناس کے ذہنوں سے اس کا شرعاً ممنوع ہونا بھی نکلتا جا رہا ہے۔ اس لئے شروع ہی سے منکر پر نکیر کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ امت کا ایک طبقہ حق پرست ضرور اسے قبول کر کے عمل پیرا ہوگا۔ چونکہ قیامت تک طبقہ حق کے رہنے کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔

عورتوں کے لئے وعظ کا ایک دن مقرر

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سے عورتوں نے کہا کہ مرد ہم پر سبقت کر گئے ہیں (کہ ہمیشہ آپ کے پاس رہ کر دینی معلومات کرتے رہتے ہیں) اپنی طرف سے (وعظ ونصیحت کے لئے) ایک دن ہم لوگوں کے لئے بھی متعین فرما دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک دن (وعظ کا) وعدہ فرما لیا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰)

فائدہ: خیال رہے کہ مردوں کو تو مختلف طریقوں سے دین کی باتوں کے سننے کا موقعہ ملتا رہتا ہے۔ مسجدوں میں مختلف مجلسوں میں تبلیغ وغیرہ کے ذریعہ سے۔ اسی طرح اہل علم وفضل سے ملاقات وحضوری کے درمیان۔ کچھ نہ کچھ باتیں بالقصد اور بلاقصد کانوں میں پڑتی رہتی ہے۔ اور دینی معلومات ہوتی رہتی ہے۔ بخلاف عورتوں کے۔ ان کو بالکل موقعہ نہیں ملتا۔ اس لئے یہ دین سے عموماً جاہل اور محروم رہتی ہیں۔ اس لئے مردوں کو چاہئے کہ ان کو بھی دین کی بات سننے کا موقعہ دیں۔ اہل علم، ارباب اصلاح اور پند ونصیحت کرنے والوں کو چاہئے کہ ان کے پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے دین کی ضروری باتیں خصوصاً جو منکرات رائج ہیں ان پر سنجیدگی اور حکمت کے ساتھ تنبیہ کرتے رہیں اور اعمال صالحہ کی ترغیب دیتے رہیں۔ تاکہ عورتوں میں بھی دین کی معلومات رہے۔ خیال

رہے عورتوں میں دین ہوگا تو گھر میں دین ہوگا اور بچوں اور بچیوں میں دین ہوگا۔ مرد میں دینی رغبت پیدا ہوگی۔ اس سے گھریلو ماحول بھی درست ہوگا۔ گھر میں خیر و برکت ہوگی۔ کہ عموماً عورتوں کی بددینی کی وجہ سے گھر بگڑا رہتا ہے۔ خیال رہے کہ دین سے دنیا میں بھی اچھائی آتی ہے۔ اور سکون میسر ہوتا ہے۔

مجمع میں وعظ و نصیحت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے تشریف لے گئے۔ اولاً آپ نے نماز ادا کی۔ پھر خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو نیچے اترے۔ اور عورتوں کے مجمع میں تشریف لائے اور ان میں وعظ فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال کے ہاتھ کے سہارے کھڑے تھے اور حضرت بلال کپڑا پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں خیرات (روپیہ زیور وغیرہ) ڈال رہی تھیں۔ (مختصراً، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: اس عہد میں عورتیں عیدگاہ جایا کرتی تھیں بعد میں فتنہ کی وجہ سے منع ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا مجمع دیکھا تو ان کو وعظ فرمانا شروع کر دیا۔ چونکہ مجمع تھا اور دین نام ہے بھلائی کا۔ مؤمن کے حق میں اس سے زیادہ کون بھلائی اور خیر خواہی ہو سکتی ہے کہ ان کو دین کی باتیں بتائی جائیں۔ جنت میں لے جانے والے اعمال جہنم سے بچانے والے اعمال بتائے جائیں۔ چونکہ مؤمن کی کامیابی یہی ہے کہ جہنم سے بچ کر جنت میں چلا جائے۔ چنانچہ آپ نے صدقہ کی ترغیب دی۔ جو جہنم سے بچانے والے اعمال میں بہت اہم ہے۔ اور عورتوں نے آپ کی باتوں پر عمل بھی کیا کہ اپنے کان اور ناک کے زیورات تک خیرات کر دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جہاں مجمع ہو، لوگ جمع ہوں دین کی بات سنانے کا موقع ہو۔ تو وقت سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو دین کی باتیں بتادے۔ ان کی طلب اور درخواست کو نہ دیکھے کہ اب دین کی اتنی چاہت اور قیمت نہیں ہے۔ اسی طرح کچھ دین کی بات کان میں پڑ جائے۔ شاید عمل میسر ہو جائے۔ تو ہر ایک کا فائدہ ہو جائے۔

خطبہ اور وعظ و تقریر اما بعد سے شروع فرماتے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی ابتداء اما بعد سے فرماتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی اور لوگوں کی طرف رخ فرمایا اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا...... اما بعد! (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

بریرہ کی حدیث ولاء میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اما بعد! (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

فَائِدَہ: متعدد صحاح روایتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تقریر و خطبہ وعظ و تقریر کے موقعہ پر حمد و صلوٰۃ کے بعد مضمون سے قبل اما بعد فرماتے۔

یہی طریقہ حضرات انبیاء کرام سے بھی منقول ہے خطاب سنتوں میں سے ایک سنت ہے۔ اکابرین و اسلاف کرام سے بھی یہی ثابت ہے۔ یہی ان کا معمول رہا ہے۔

لہٰذا اما بعد کو ترک کرنا۔ جیسا کہ آج کل کچھ رائج ہو گیا ہے۔ قابل توجہ ہے۔ سنت اور محمود طریقہ کے اختیار کرنے سے برکت ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کی قرأت مبارک کی کیفیت کا بیان

تلاوت کس طرح فرماتے

حضرت ام سلمہ نے پڑھ کر بتایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العلمین" ہر کلمہ کو الگ صاف صاف پڑھا۔

فائدہ: آہستہ صاف صاف ہر آیت پر رکتے ہوئے تلاوت فرماتے۔

حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ ﷺ کی قرأت کیسی ہوتی تھی۔ حضرت انس نے فرمایا۔ آپ آواز کھینچ کر پڑھا کرتے تھے۔ (شمائل، طبقات ابن سعد صفحہ ۳۷۶)

فائدہ: یعنی آپ کلمہ مدہ کو کھینچ کر پڑھا کرتے تھے۔ جلدی جلدی حروف کو کاٹ کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسا کہ لوگ تلاوت میں کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے تھے۔ تو حضرت انس نے فرمایا آپ مد کو ادا کر کے پڑھا کرتے تھے۔ پھر پڑھ کر دکھلایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم، بسم اللہ" کھینچ کر پڑھا "الرحمن الرحیم" مد کو ادا کرتے ہوئے پڑھا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۷۵۴)

فائدہ: یعنی ہر کلمہ کی الف کھینچ کر صاف صاف پڑھا کرتے تھے کاٹ کر ہضم کر کے نہ پڑھتے اور نہ جلدی جلدی پڑھتے بلکہ مد اور وقف کی رعایت کر کے پڑھتے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قرأت عام طور پر مد کے ساتھ کھینچ کر ہوتی تھی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۴۹۸)

قرأت مد کے ساتھ ہوتی تھی

قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معلوم کیا کہ آپ کی قرأت کیسی ہوتی تھی۔ تو انہوں نے کہا آپ مد کرتے تھے۔ (الف ذرا سا کھینچ کر پڑھتے تھے)۔

(بخاری صفحہ ۷۵۴، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۰۶)

قتادہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کی قرأت کیسی ہوتی تھی۔ تو حضرت انس نے جواب دیا مد کے ساتھ (ذرا کھینچ کر) ہوتی تھی۔ پھر مد کے ساتھ پڑھ کر دکھلایا۔ بسم

اللہ میں مد کیا۔ الرحمٰن میں مد کیا۔ الرحیم میں مد کیا (یعنی اللہ کے لام کو رحمٰن کے میم کو اور رحیم کی یا کو مد کے ساتھ (ہلکا سا کھینچ کر پڑھ کر دکھلایا)۔ (بخاری جلد۲ صفحہ ۷۵۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مد کے ساتھ ہوتی تھی۔

(مسند احمد جلد۳ صفحہ ۱۱۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت مد (ذرا کھینچ کر) ہوتی تھی۔ آپ بسم اللہ کو (یعنی اللہ کے لام کو) ذرا کھینچ کر پڑھتے تھے۔ (الاحسان جلد۱۴ صفحہ ۶۳۱۷)

فَائِدَہ: یعنی آپ جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے۔ ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ قرأت کرتے تھے۔

ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کی قرأت الف، واو، یاء میں مد کے ساتھ یعنی کچھ کھینچ کر ہوتی تھی۔ اتنی لمبی بھی نہ ہوتی تھی جسے طول زائد یا طول فاحش کہتے ہیں۔ مثلاً اللہ کے لام کو رحمٰن کے الف کو رحیم کی یا ذرا کھینچ کر پڑھتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں یا تکبیر میں اللہ اکبر میں اگر لام کو کچھ کھینچ لیا جائے۔ تو اس میں ہرگز کوئی قباحت نہیں اور مد کے اندر تو کھینچنا سنت سے ثابت ہے۔ بعض حضرات اسے نہایت ہی شدت وتاکید سے بار بار اصرار کے ساتھ منع کرتے ہیں۔ اولاً یہ کوئی دین کی اساسی اور بنیادی مسائل میں سے نہیں۔ نہ اس پر نجات و جنت جہنم کا مدار ہے۔ بہت سے بہت اجتہادی اختلافی مسائل فروعی تحقیقات ہیں۔ اہل تحقیق قراء نے تو سات الف تک کھینچنے کی اجازت دی ہے۔ لہٰذا محض اپنی تحقیق ونظر ورائے کی بنیاد پر ذرا سا کھینچنے کو خلاف شریعت وسنت قرار دینا، اور اسے غلط قرار دینا تحقیق اور وسعت علمی کے خلاف ہے، اور نہ ان امور میں شدت اختیار کرنی چاہئے۔

چنانچہ اللہ کے مد کی تحقیق کرتے ہوئے حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

"یمد اللام الی قبل الھاء من الجلالۃ" (جلد۱ صفحہ ۹۱)

اسی طرح حاشیہ بخاری میں ہے۔ (جلد۱ صفحہ ۷۵۴)

محدث سہارن پوری بذل المجہود شرح ابوداؤد میں لکھتے ہیں۔ "یمد اللام التی قبل الھاء من الجلالۃ" (جلد۲ صفحہ ۳۴۳)

"المذھب الاعدل انہ یمد کل حرف منھا ضعفی ما کان بمدہ اولا وقد یزاد ذلک قلیلا واما فرط فھو غیر محمود" (بذل جلد۲ صفحہ ۳۴۳)

دیکھئے اس سے صاف اس بات کی اجازت ملتی ہے کہ اللہ کے لام کو کچھ کھینچ کر پڑھنا درست ہی نہیں سنت اور بہتر ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت کے متعلق پوچھا گیا تو ایک ایک کلمہ الگ الگ پڑھ کے صاف صاف بتایا۔ (شمائل صفحہ ۲۱، ابوداؤد، نسائی)

فائدہ: یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے میں حروف واضح طور سے ظاہر ہوتے تھے۔ (خصائل صفحہ ۲۶۵)

عبداللہ بن قیس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت آہستہ کرتے تھے یا زور سے۔ انہوں نے کہا دونوں طرح پڑھتے تھے۔ تو میں نے کہا تمام تعریف اللہ کے لئے جس نے اس میں وسعت فرمائی۔ (شمائل صفحہ ۲۱، مسلم، ابوداؤد صفحہ ۲۰۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جیسا موقعہ ہوتا۔ نشاط اور انشراح کے اعتبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی آہستہ کبھی زور سے پڑھ لیتے تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت رات میں اپنے بستر پر سے سن لیتی تھی۔ (شمائل، نسائی، ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس قدر صاف اور کچھ آواز سے آپ تلاوت فرماتے کہ میں بستر پر سے اچھی طرح سن لیتی تھی۔ حدیث میں عریش کا لفظ ہے بعض نے اس سے مراد بستر چارپائی لیا ہے۔

بعضوں نے اس سے مراد چھت لیا ہے۔ چونکہ عریش لغت میں اسے بھی کہتے ہیں جس سے سایہ حاصل کیا جائے۔ جیسے چھت وغیرہ۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۳)

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ ابن ماجہ ابوداؤد کی روایت میں ہے انا قائمۃ علی فروشی ہے۔ یعنی میں اپنے بستر پر ہوتی۔ ابن مواہب کی روایت میں ہے کہ آپ جوف کعبہ بیچ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور میں اپنی چارپائی پر آواز سن لیتی تھی۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۴)

حضرت ام ہانی کا مکان حرم سے بالکل قریب تھا۔ اور اب تو ام ہانی کا مکان حرم کے اندر آ گیا ہے۔ ان کا مکان رکن یمانی کے سامنے تھا۔

قرأت کتنی بلند ہوتی تھی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز صحن سے سن لی جاتی تھی جب کہ آپ گھر کے اندر سے پڑھتے تھے۔ (شمائل، ابوداؤد، صفحہ ۱۸۷، طحاوی صفحہ ۲۰۳)

سنن بیہقی میں یہ روایت اس طرح ہے کہ کریب نے حضرت ابن عباس سے پوچھا آپ کی قرات رات میں کیسی ہوتی تھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ حجرہ میں پڑھتے تھے تو باہر رہنے والا آپ کی آواز کو سن لیتا تھا۔

(سنن بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۱)

فَائِدَہ: حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی قرأت کچھ بلند ہوتی تھی۔ نہ بالکل آہستہ نہ بہت ہی زور سے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۹)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بہت خوش الحان تھے

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا بیان ہے کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ سورۃ والتین والزیتون پڑھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے کہا میں نے نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے زیادہ کسی انسان کو اچھی آواز والا یا اچھی قرأت والا نہیں پایا۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۶، ابن ماجہ صفحہ ۸۳۵)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی نبی کو نہیں مبعوث کیا مگر حسین صورت اور حسین آواز والا۔ اسی طرح تمہارے نبی نہایت ہی حسین چہرے والے اور نہایت ہی حسین آواز والے تھے۔ اور آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔ (شمائل، فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۲۰۱)

فَائِدَہ: ملا علی قاری نے ذکر کیا کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تمہارے نبی صورتاً اور آوازاً دونوں اعتبار سے اچھے ہیں۔ (صفحہ ۱۱۵)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہایت ہی حسین اور شیریں لہجہ والے تھے۔ قرآن پاک نہایت ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے کہ کافرین منکرین رک کر سننے پر مجبور ہو جاتے۔ اور قرأت قرآن میں حسن صوت وخوش الحانی محمود اور مطلوب بھی ہے۔ اور آپ بتکلّف آواز بنا کر گانے کی شکل میں نہیں پڑھا کرتے تھے۔ کہ اس پر خود آپ سے وعید منقول ہے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ کلام الٰہی کو تکلف اور تصنع سے پڑھنا مذموم ہے۔ (جمع صفحہ ۱۱۴)

اچھی آواز سے پڑھنا

عبداللہ بن مغفل رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو فتح مکہ کے موقع پر "انا فتحنا فتحاً مبینا ......"

پڑھتے دیکھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہایت ہی ترتیل اور حسن صوت کے ساتھ کھینچ کر پڑھ رہے تھے۔ معاویہ بن قرہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے جمع ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں پڑھ کر دکھلا دیتا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲، شمائل)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ کی وجہ سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نہایت ہی سرور و مستی کے ساتھ خوب درست کر کے قرآن پڑھ رہے تھے۔

حدیث پاک میں لفظ رجع ہے۔ ملا علی قاری نے اس کا مفہوم مد وغیرہ کی رعایت کرتے ہوئے خوش الحانی

کے ساتھ آیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ قرآن کو اچھی آواز سے مزین کرو۔ آپ نے فرمایا ہر شئے کے لئے کوئی چیز باعث زینت ہے۔ قرآن کی زینت اچھی آواز ہے۔ ایک حدیث میں ہے جو قرآن کو اچھی آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۴)

ملاعلی قاری نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا کام کرنا جس سے لوگوں کی بھیڑ لگ جائے۔ لوگ جمع ہو جائیں مکروہ ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس کی شرح میں ذکر کیا ہے ایسا کام کرنا مناسب نہیں۔ جس کی بے وقوف لوگ نقل اتارنے لگیں جہلا رد اور انکار کرنے لگیں۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۱۵)

یعنی لوگوں کے نزدیک باعث مذاق بن جائے لوگ ان کی نقل اتارنے لگیں۔ لوگ ہنسیں۔ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ کہ اس سے ہیئت وقار جاتا رہتا ہے۔ اور اہل علم وفضل کے لئے تو اور مناسب نہیں کہ علم کی جلالت اور وقعت لوگوں کے قلب سے نکل جاتی ہے۔

دوسروں سے قرآن سنانے کی فرمائش کرنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی پاک ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن سناؤ۔ اس پر میں نے آپ سے کہا میں آپ کو قرآن سناؤں جب کہ آپ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے پسند ہے کہ اپنے علاوہ سے قرآن سنوں۔ (بخاری صفحہ ۷۵۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دوسروں سے بھی قرآن سننا چاہئے اس سے توجہ قلبی اور استغراق زیادہ ہوتا ہے۔

دوسروں کی قرأت سننا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اپنے گھر میں بیٹھ جاتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے۔ لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی تھی۔ ایک شخص نے آپ کو اطلاع دی کہ اے اللہ کے رسول آپ کو نہیں معلوم حضرت ابوموسیٰ اپنے گھر میں بیٹھتے ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں۔ لوگوں کی ایک بھیڑ جمع ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان کو ایسی جگہ بٹھاؤ جہاں سے وہ ہم میں سے کسی کو نہ دیکھے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے ابوموسیٰ کی قرأت کو سنا۔ (تو ان کی خوش الحانی سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی دی گئی ہے۔ (ابویعلی، مجمع جلد ۹ صفحہ ۳۶۰)

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری کی قرأت کو سنا تو کہا تمہارے بھائی کو حضرت داؤد کی طرح خوش الحانی دی گئی ہے۔ (مجمع جلد ۹ صفحہ ۳۶۰)

فائدہ: حضرت داؤد علیہ السلام بڑے خوش الحان تھے۔ زبور پڑھتے تھے تو چرند پرند جمع ہو جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوموسیٰ کی خوش الحانی سن کر آپ نے ان کی آواز کو مثل داؤد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو حسن صوت پسند تھا۔ خوش الحانی کی قرأت کو آپ شوق سے سنتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے میں ایک دن عشاء کے بعد دیر ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہاں تھیں۔ میں نے جواب دیا۔ آپ کے اصحاب میں سے کسی کی قرأت سن رہی تھی۔ اس جیسی قرأت اور اس جیسی اچھی آواز میں نے کسی سے نہیں سنی۔ چنانچہ آپ بھی کھڑے ہوگئے (اور وہاں گئے) میں بھی آپ کے ساتھ ہوگئی۔ آپ نے ان کی قرأت کو سنا۔ (آپ کو بہت پسند آیا) تو آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ سالم حذیفہ کے غلام؟ تعریف اس اللہ کی جس نے ہماری امت میں ایسا (خوش الحان قاری) بنایا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ مسجد تشریف لائے تو ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے دیکھا۔ (آپ نے اس کی قرأت کو سنا، تو پسند آیا) پوچھا یہ کون ہے۔ کہا گیا عبداللہ بن قیس۔ تو آپ نے فرمایا اس کو خاندان داؤد کی خوش الحانی سے نوازا گیا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

خوش الحانی سے پڑھنے کا حکم

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرآن پاک کو اچھی آواز سے مزین کرو۔ (ابوداؤد، جامع صغیر صفحہ ۲۸۰، بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۶)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ قرآن کو اچھی آواز سے مزین کرو کہ اچھی شیریں آواز قرآن کے حسن میں زیادتی کرتی ہے۔ (حاکم، جامع صغیر صفحہ ۲۸۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شئے کے لئے زیور ہے (جس سے اس کی تزئین ہوتی ہے) قرآن کا زیور خوش الحانی ہے۔ (عبدالرزاق، جامع صغیر صفحہ ۴۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قرآن کو خوش الحانی حسن صوت سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۷، بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا باعث فضیلت ہے۔ خیال رہے کہ اس سے مراد گانے کی آواز کی طرح پڑھنا مراد نہیں ہے۔

اصول تجوید کی رعایت کے ساتھ اچھی آواز سے شیریں لہجہ کے ساتھ پڑھنا مراد ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن عربی لحن میں اور اس کی آواز

میں پڑھو اہل عشق، اور اہل کتاب کی طرح پڑھنے سے بچو۔

فائدہ: یعنی غزل اور موسیقی اور گانے کی طرح مت پڑھو کہ اہل کتاب موسیقی کے قواعد گانے کی طرح پڑھتے تھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

خوش الحان قاری کی آواز خدا کو پسند

فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس باندی والے سے جو اپنی خوش آواز باندی کے گانے کو سن رہا ہو اس سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو قرآن پاک کو اچھی آواز سے خوب کھل کر پڑھ رہا ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

فائدہ: قرآن کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنا خدا کو کس قدر پسند ہے۔ اس لئے خود بھی قرآن پاک کو اصول تجوید کے ساتھ پڑھے اور اپنی اولاد کو بھی تجوید واصول قرأت کے ساتھ پڑھنا سکھائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے پاک اس سے زیادہ کسی کی بات کان لگا کر نہیں سنتے جیسا کہ وہ اپنے نبی کی سنتا ہے جو اچھی آواز سے قرآن پڑھ رہا ہو۔

(ابوداؤد صفحہ ۲۰۷، بخاری صفحہ ۷۵۱)

یعنی اللہ پاک کو اپنے نبی کی قرأت میں خوش آوازی بہت پسند ہے اور وہ اسے توجہ سے سنتا ہے۔

حسن قرأت کا مفہوم

حضرت طاؤس سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا قرآن کو حسن آواز کے ساتھ اور اچھی طرح پڑھنے والا کون ہے یعنی اس کی کیا علامت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اسے پڑھتے ہوئے سنو تو یہ معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ (دارمی مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

مطلب یہ ہے کہ پڑھتے وقت آواز سے خوف وخشیت کی علامت ظاہر ہو رہی ہو۔

گانے کی طرح پڑھنے کی ممانعت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو خوب گا گا کر پڑھے گی۔ اور نوحہ کرنے کی طرح پڑھے گی۔ ان کی گردن تک بھی قرآن کا اثر نہ پہنچے گا۔ ان کے دل فتنہ میں (گناہ ومعصیت میں) پڑے ہوں گے اور وہ لوگ بھی جن کے دل میں ان کی قرأت کو پسند کریں گے اور سنیں گے۔ (بیہقی فی الشعب، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۱)

فائدہ: بہت سے قاری خوب گانے کی شکل میں قرآن پاک پڑھتے ہیں۔ عموماً اسٹیج پر عوام کی داد پانے کے

لئے ایسا کرتے ہیں جس کی ممانعت معلوم ہو رہی ہے۔

خیال رہے ترنم کے ساتھ بلا تجوید واصول قرأت کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنا منع ہے کہ ترتیل جس کا حکم خدا نے دیا ہے اس کے خلاف ہے۔

وعدو وعید کی آیتوں پر آپ ﷺ کا طرز

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک رات آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ٹھہر ٹھہر کر پڑھ رہے تھے۔ جب تسبیح کے مقام سے گزرتے تو تسبیح فرماتے جب سوال کی آیت سے گزرتے تو سوال کرتے۔ جب تعوذ کی آیت سے گزرتے تو پناہ مانگتے۔ (مسلم صفحہ ۲۶۴، سبل صفحہ ۵۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہی تھی آپ سورۂ بقرہ سورۂ نسا اور آل عمران پڑھ رہے تھے۔ جب کسی خوف کی آیت سے گزرتے تو دعا کرتے اور پناہ مانگتے۔ اور بشارت (جنت وغیرہ) کی آیت سے گزرتے تو دعا فرماتے اور اس کو طلب کرتے۔ (ابوداؤد، سبل)

فائدہ: آداب قرأت میں سے یہ ہے کہ جب وعدہ و بشارت کی آیتوں سے گزرے تو دعا کرتا اور رغبت کرتا گزرے۔ اور جب وعید اور قیامت وجہنم کے دہشتناک آیتوں سے گزرے تو پناہ مانگتا ہوا گزرے۔

کس مقام پر کیا جواب دے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب "سبح الاسم ربك الاعلى" پڑھتے تو "سبحان ربى الاعلى" پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲۸، جلد ۳۰ صفحہ ۱۰۲)

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب (سورۂ تین میں) "اليس الله باحكم الحاكمين" پڑھتے تو آپ یہ کہتے۔ "بلى وانا على ذلك من الشاهدين"

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۲، سبل، روح جلد ۳۰ صفحہ ۱۷۷)

قتادہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ (سورۂ قیامہ میں) "اليس ذلك بقدر على ان يحيى الموتى" پڑھتے تو فرماتے "سُبْحَانَكَ وَبَلٰى"

بیہقی نے ذکر کیا ہے کہ آپ "سُبْحَانَكَ رَبِّى وَبَلٰى" فرماتے۔

(درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۹۶، سبل جلد ۸ صفحہ ۵۰۳، ابوداؤد صفحہ ۱۲۸، القرطبی جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ رحمٰن کو ختم تک پڑھا اور پھر فرمایا کہ کیا بات ہے تم کو خاموش دیکھتا ہوں تم سے بہتر تو جن کی جماعت ہے کہ جب بھی "فباىّ الاء ربكما تكذبان" ان پر پڑھتا تو وہ اس کے جواب میں یہ کہتے "لا بشىء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد" (جلالین صفحہ ۴۴۴)

رمضان المبارک میں دور فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں جبرئیل علیہ السلام کو قرآن پاک سناتے۔ اور وفات کے سال دو مرتبہ سنایا۔ (سبل صفحہ ۵۰۷، مسند احمد جلد ا صفحہ ۳۲۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہر سال ماہ رمضان میں دس دن کا اعتکاف فرماتے۔ جس سال وفات پائی اس سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ ہر سال جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ایک مرتبہ دور فرماتے۔ اور جس سال وفات پائی اس سال دو مرتبہ دور فرمایا۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۲۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ایک مرتبہ دور فرماتے۔ (مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۷۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبادت میں اہتمام کا بیان

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز (اس کثرت سے) پڑھتے کہ آپ کے دونوں پیر ورم کھا جاتے۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ کیوں اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۵۴، شمائل، ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر نماز پڑھتے کہ آپ کے قدم مبارک میں ورم آ جاتا۔ آپ سے کہا جاتا ہے آپ اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرما دیا ہے۔ کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ تو آپ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (شمائل صفحہ ۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل سے طویل سورتوں کی تلاوت فرماتے۔ اور اس قدر طول قیام، لمبی لمبی قرأت کرتے کہ مجھے رحم آ جاتا۔ (شمائل ابن کبیر کثیر صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ، سورہ نساء، سورہ آل عمران، پڑھی اسی قدر رکوع کیا، پھر اسی مقدار سجدہ کیا۔ (شمائل ابن کثیر: ۱۱۱)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تو اسی آیت کو صبح تک پڑھتے رہے ان "ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم"

(مختصراً، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۱۴۹، شمائل ابن کثیر صفحہ ۱۱۲)

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھا کہ کیا کوئی عمل کسی دن کے ساتھ بھی خاص تھا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دائمی ہوتا تھا۔ اور جو (عبادت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کی طاقت رکھتے تھے تم میں سے اس کی کوئی طاقت نہیں رکھتا۔

(دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۵۵)

سائل نے جو آپ کے معصوم ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ معصوم ہیں تو آپ کو اس درجہ مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب مرحمت فرما دیا کہ عبادت کی یہی ایک غرض نہیں ہوتی۔ بلکہ مختلف وجوہ سے ہوتی ہے اور جب اللہ جل شانہ نے میرے سارے گناہ معاف فرما

دیئے تو اس کا مقتضا تو یہی ہے کہ میں اس کے ساتھ احسان کے شکر میں کثرت سے عبادت کروں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت وغیرہ کی رغبت سے ہوتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے کہ عبادت سے خریداری مقصود ہے۔ یہاں قیمت ادا کی جا رہی ہے۔ وہاں مال مل جائے گا۔ اور کبھی عبادت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف سے عبادت کرتے ہیں۔ جیسا کہ نوکروں کا عام دستور ہوتا ہے۔ ایک وہ عبادت ہے جو بلا رغبت و بلا خوف محض اللہ کے واسطے انعامات کے شکر میں ہو۔ یہ احرار کی عبادت ہے۔ (خصائل صفحہ ۲۱۴)

حق تعالیٰ شانہ نے قرآن شریف میں یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے جن و انس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ اور اہتمام اور زیادتی ہوگی وہ ممدوح پسندیدہ ہوگی۔ (خصائل صفحہ ۲۱۶)

خلاصہ یہ ہے کہ بندے سے جس قدر بھی عبادت ادا ہو جائے وہ عین مقصد ہے۔ اس وجہ سے خدا کے برگزیدہ بندے عبادت میں ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ دنیا کے مشاغل اس کے مقابلہ میں ہیچ ہوتے ہیں۔

نیند کا غلبہ ہوتا تو تہجد نہ پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند کا غلبہ ہوتا یا کوئی تکلیف ہوتی تو نماز (تہجد) نہ ادا فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۵۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند آ جانے کی وجہ سے اگر تہجد (رات میں) نہ پڑھ پاتے دن میں بارہ رکعت ادا فرماتے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: یعنی غلبہ نیند کی وجہ سے یا مرض و تکلیف کی وجہ سے آپ تہجد نہ ادا فرماتے بلکہ آرام فرماتے چونکہ یہ نوافل ہے۔ اس میں گنجائش ہونے کی وجہ سے ترک فرما دیتے۔ پھر دن میں اس کی قضا فرما لیتے۔ یا تو اس وجہ سے کہ آپ کے ذمہ واجب تھا۔ یا اس وجہ سے کہ برکت کا سلسلہ قائم رہے۔ کہ آپ کی عادت تھی کہ خیر میں دوام کو پسند فرماتے اور ناغہ نہ فرماتے۔

آخیر عشرہ میں عبادت کا زیادہ اہتمام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آخیر عشرہ آتا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بستر مبارک اٹھا دیتے اور عورتوں سے الگ ہو جاتے اور شام کے کھانے کو سحری بنا دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۷۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخیر عشرہ میں جس جدوجہد کے ساتھ عبادت کرتے اتنا اور دنوں میں نہ فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۸۲، بیہقی فی الشعب جلد ۳ صفحہ ۳۱۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ مبارک کے آخیر عشرہ میں عبادت میں خوب کوشش فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۵۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنوں کے مقابلہ میں ماہ مبارک میں عبادت کا زیادہ اہتمام فرماتے۔ اور اخیر عشرہ میں تو اوراس کا زیادہ اہتمام فرماتے۔ اسی اہتمام عبادت کی وجہ سے ہمیشہ اعتکاف فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ماہ مبارک میں خصوصاً آخیر عشرہ میں عبادت، تلاوت وغیرہ کا شدت سے اہتمام کیا جائے۔ افسوس در افسوس کہ آج آخیر عشرہ میں عید کی تیاریوں میں لگ کر اس قیمتی وقت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ تاجر دوکاندار تراویح اور جماعت کو قربان کر کے کمینی دنیا کے پیچھے لگ کر عظیم ثواب کے موقعہ کو برباد کر ڈالتے ہیں

اس کا علاج یہ ہے کہ ماہ مبارک سے پہلے عید کی تیاری کر لے۔ ضروریات سے اخیر عشرہ سے پہلے فارغ ہو جائے۔ تاکہ یہ قیمتی وقت نیک کام، عبادت تلاوت و دعاؤں میں گزر جائے۔ بہتر ہے کہ اعتکاف کرے۔ خصوصاً طاق راتوں میں تو ضرور عبادت کرے تاکہ شب قدر کی عظیم دولت پا سکے۔

اخیر عشرہ میں اہل خانہ کو عبادت کی تاکید فرماتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل خانہ کو ماہ مبارک کے اخیر عشرہ میں عبادت کے لئے بیدار فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۹۸، الاحسان جلد ۲ صفحہ ۳۲۱)

فائدہ: خود بھی اخیر عشرہ میں اہتمام فرماتے اور اہل خانہ کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ اور وقت پر جگا دیتے کہ بابرکت وقت ذکر عبادت میں گزر جائے۔

رمضان میں ہر ایک کو نوازتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کا مہینہ آتا تو تمام قیدیوں کو آزاد فرماتے اور ہر سائل کو نوازتے۔ (ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۳، ابن سعد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ مبارک میں بہت زیادہ سخی لوگوں کو بخشنے والے ہو جاتے۔ (شمائل صفحہ ۲۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ ماہ مبارک میں چونکہ ہر نیکی کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ صدقات خیرات راہ خدا میں خرچ کا ثواب اور دنوں سے زائد ہوتا ہے۔ اس لئے آپ عبادت تلاوت ذکر خدا کے ساتھ راہ خدا میں بھی خود لٹاتے۔

لہٰذا امت کو بھی چاہئے کہ اخیر عشرہ کو غنیمت جانے خصوصاً طاق راتوں میں زیادہ اہتمام کرے۔ تلاوت ذکر اور صدقہ خیرات زیادہ کرے۔

نوافل کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات طیبہ کا بیان

نوافل گھر میں پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شب میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے گھر گزاری۔ میں تکیہ کی چوڑائی میں (ایک کنارہ پر سر رکھ کر) سو گیا۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لمبائی میں سر رکھ کر سو گئے۔ آپ سوتے رہے یہاں تک کہ قریب نصف رات، کچھ کم یا زائد پر اٹھے۔ اپنے چہرے سے نیند کے آثار دور کرنے لگے۔ پھر سورہ عمران کی آخری دس آیتیں پڑھنے لگے۔ اس کے بعد مشکیزے کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا تھا گئے۔ اس سے پانی لے کر وضو کیا۔ خوب اچھی طرح وضو کیا۔ اور پھر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں میں بھی آپ کے بغل میں کھڑا ہوگیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ میرے سر پر رکھا پھر میرا کان مروڑا۔ پھر آپ نے دو، دو رکعتیں پڑھیں۔ چھ مرتبہ پھر وتر پڑھا۔ پھر لیٹ گئے۔ پھر مؤذن آیا۔ دو ہلکی رکعتیں پڑھیں۔ پھر صبح کی نماز کے لئے نکل گئے۔ (شمائل صفحہ ۱۸، بخاری)

فائدہ: تہجد یہ نماز اسی طرح نوافل آپ باوجودیکہ بالکل مسجد سے متصل رہتے۔ گھر میں پڑھتے تھے۔ ازواج مطہرات کے گھر بالکل مسجد سے متصل تھے۔

عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ان سے پوچھا کہ تم کو کہاں پسند ہے کہ تمہارے گھر میں (نفل) نماز پڑھوں۔ انہوں نے ایک جگہ کی جانب اشارہ کیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اکبر کہا (اور نماز پڑھائی) ہم لوگ آپ کے پیچھے رہے آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بخاری جلد اصفحہ ۶۰)

گھر میں نفل نماز پڑھنے کی تاکید

حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھروں میں نماز پڑھو، اسے قبرستان نہ بناؤ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھو اسے قبرستان نہ بناؤ۔
(مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر میں بھی نماز پڑھو۔ اسے قبرستان مت بناؤ۔ (بخاری صفحہ ۱۵۸، مسلم، ابوداؤد)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی اس طرح گھر کو نماز سے خالی مت بناؤ۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھر میں نماز پڑھا کرو۔ فرض نماز کے علاوہ تمام نمازیں گھر میں افضل ہیں۔ (نسائی، ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۸۰)

اسحٰق نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز مسجد بنی الاشہل میں پڑھائی تو لوگوں کو دیکھا کہ سنت ونوافل مسجد میں پڑھنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہ نمازیں گھر ہی میں پڑھنی چاہئے۔
(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۰۰)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سی نماز افضل ہے۔ گھر میں یا مسجد میں۔ آپ نے فرمایا کیا تم ہمیں نہیں دیکھتے۔ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب۔ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں۔ ہاں مگر فرض نماز (کہ وہ جماعت کے ساتھ مسجد میں افضل ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۸، ترغیب جلد ا صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہے۔ اس قریب اور متصل ہونے کے باوجود آپ کی عادت تھی کہ آپ گھر میں نفل پڑھا کرتے تھے۔ اور صحابہ کو بھی اس کی ترغیب تاکید فرماتے تھے کہ وہ نوافل وسنن گھر میں پڑھا کریں۔

گھر منور

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا کہ (گھر میں نماز پڑھنے کے متعلق) تو آپ نے فرمایا۔ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے۔ پس اپنے گھر کو نور سے منور کرو۔
(ابن خزیمہ ترغیب جلد ا صفحہ ۲۷۹)

گھر کا اکرام

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نمازوں کے ذریعہ سے اپنے گھر کا اکرام کرو۔ (ترغیب صفحہ ۲۸۰)

یعنی نوافل کے ذریعہ گھر کا اکرام کرو اسے باعث برکت اور ملائکہ کی آمد کا باعث بناؤ۔

فَائِدَة: ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے گھروں کو نماز ذکر تلاوت کی برکتوں سے معمور رکھے "نوافل کا مبنی چونکہ اخفا پر ہے" اس لئے ان کا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ تاکہ اخفاء کامل ہو ریا کاری سے بعد ہو جائے۔ البتہ فرائض وغیرہ کا جن کا اخفاء مناسب نہیں وہ مسجد ہی میں افضل ہیں۔ (خصائل صفحہ ۲۴۷)

عید سے قبل نفل نہ ادا فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے پہلے کوئی نماز نہ ادا فرماتے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۰)

فَائِدَة: یعنی عید کے دن عید سے قبل کوئی نماز نہ گھر میں نہ عیدگاہ میں ادا فرماتے۔

گھر میں مسجد بنانے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجد بنانے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ اسے پاک صاف رکھیں۔ (ترغیب صفحہ ۹۹، ابوداؤد صفحہ ۶۶)

حضرت سمرہ نے اپنے بیٹے کو خط لکھا کہ اما بعد! ہم لوگوں کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم گھروں میں مسجد بنانے کا حکم دیتے تھے۔ اور ان کو درست رکھیں پاک صاف رکھیں۔ (ترغیب صفحہ ۱۹۸، ابوداؤد صفحہ ۶۶)

فَائِدَة: مساجد بیوت کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں کوئی ایسی جگہ خاص کرے جہاں عورتیں وغیرہ تمام فرائض اور نوافل پڑھیں۔ اور مرد نوافل، اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، صلوٰۃ الحاجۃ، تحیۃ الوضو وغیرہ پڑھیں۔ اور ذکر اذکار قرآن کی تلاوت وغیرہ کریں۔ اسی مقام پر عورتیں اعتکاف وغیرہ بھی کریں۔ البتہ یہ شرعی مسجد کے حکم میں نہیں ہوگا۔ جنابت کی حالت میں جانا جائز ہوگا۔ ایسی جگہوں کو پاک اور معطر رکھیں کہ باعث برکت اور نزول اور قیام ملائکہ کی جگہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ انصار کے ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ تشریف لائیں میرے گھر میں مسجد کا نشان لگا دیں جہاں میں نماز پڑھا کروں۔ نابینا ہونے کے بعد انہوں نے ایسا کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۵)

فَائِدَة: بخاری میں ان کا طویل واقعہ ہے۔ نابینا ہونے کی وجہ سے مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے اس لئے برکت کے لئے آپ سے درخواست کی کہ گھر کے کسی حصہ میں آپ نماز پڑھ دیں میں اسی جگہ پر نماز پڑھا کروں گا۔ چنانچہ ایک کونے میں آپ نے نماز پڑھ کر ان کی فرمائش پوری کر دی۔ (بخاری صفحہ ۶۰)

خلاصہ ان ترغیبی اور تاکیدی روایتوں کا یہ ہے کہ گھر میں برکت کے لئے نماز ذکر تلاوت کے لئے ایک جگہ

متعین کرے۔ اسی وجہ سے محدثین نے گھروں کے مساجد پر باب قائم کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں مساجد البیوت سے اور امام ابوداؤد نے اپنے سنن میں اتخاذ المساجد فی الدور سے اسی کی تاکید کی ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے گھر میں کوئی مقام ایسا متعین کرے جہاں نماز ذکر تلاوت وظائف وغیرہ ادا کیا کرے۔ ایسے حصے کے انوار اور برکات سے تمام گھر پرنور اور بابرکت ہوتا ہے۔ اجنہ خبائث وغیرہ سے حفاظت رہتی ہے۔

(بخاری صفحہ ۶۰)

برکۃً لوگوں کے گھروں میں نوافل کے متعلق ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ خصائل“

بطور برکت نماز

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری دادی ملیکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے کی دعوت کی جسے خود انہوں نے بنایا تھا۔ آپ تشریف لے گئے اور کھایا۔ آپ نے فرمایا (گھر والوں سے) کھڑے ہو جاؤ۔ تمہارے لئے نماز پڑھ دوں۔ (یعنی برکت اور دعا کے لئے)۔ (بخاری جلد اصفحہ ۵۵، طحاوی جلد اصفحہ ۱۸۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے مکان پر ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ تو گھر کے ایک حصہ کو صاف کرنے کا حکم دیا۔ زمین پر چھڑکاؤ کیا وہاں آپ نے نماز ادا فرمائی اور ان کے لئے دعا کی۔ (ادب مفرد صفحہ ۱۶۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ داعی کی خواہش پر یا از خود وقت ہو اور بہتر سمجھے تو نفل نماز پڑھ دے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ داعی کے گھر برکت کے لئے نماز نفل پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ملیکہ کا ارادہ دعوت سے برکۃً نماز کا تھا۔

بلانے پر دعوت قبول فرمالیتے

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا میری نگاہ کمزور ہوگئی ہے میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں۔ اور جب تیز بارش ہوتی ہے تو میں مسجد میں نہیں آ سکتا۔ کہ ان کو نماز پڑھاؤں میں چاہتا ہوں کہ اے اللہ کے رسول آپ تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں میں اسی کو نماز کی جگہ کے لئے منتخب کرلوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا انشاء اللہ آ جاؤں گا۔

عتبان کہتے ہیں دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن چڑھے تشریف لے آئے۔ آپ نے اجازت لی۔ میں نے اجازت دے دی۔ ابھی داخل ہو کر بیٹھ ہی پائے تھے کہ فرمایا۔ کہاں چاہتے ہو کہ تمہارے گھر میں نماز پڑھوں۔ میں نے گھر کے ایک کنارہ کی جانب اشارہ کیا۔ آپ کھڑے ہوئے تکبیر فرمائی۔

ہم لوگ بھی کھڑے ہوئے اور صف بندی کر لی۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۶۰)

فَائِدَۃ: حضرت عتبان کی اس روایت کو امام بخاری نے متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ یہ ایک نابینا انصاری صحابی تھے۔ عذر خصوصاً تیز بارش کے موقعہ پر مسجد تشریف نہیں لا سکتے تھے تو آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرے گھر پر تشریف لا کر نماز پڑھ دیں۔ برکۃً اسی جگہ کو میں نماز کی جگہ بنا لوں گا اور پڑھا کروں گا۔ علامہ عینی نے عمدہ القاری میں اس کی شرح میں اس حدیث سے بہت فوائد بیان کئے ہیں۔

1. گھر میں کسی جگہ نماز کے لئے خاص کر لینا۔
2. تبرکاً کسی نیک وصالح آدمی سے نماز پڑھوانا اور اس جگہ سے تبرک حاصل کرنا۔
3. بڑوں اور بزرگوں کو برکت کے لئے بلانا۔
4. صاحب خانہ کا کسی نیک وصالح کی آمد پر ان سے نماز وامامت کی درخواست کرنا۔
5. اہل فضل کو گھر بلا کر کھانے سے اکرام کرنا وغیرہ۔ (عمدۃ القاری جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

ذکر کے متعلق آپ ﷺ کی عادات طیبہ کا بیان

ہمیشہ ذکر خدا میں سرشار رہتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ہمہ وقت ذکر فرماتے رہتے تھے۔

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ خوب کثرت سے ذکر کرتے تھے۔

(الدعا طبرانی صفحہ ۱۶۳۷، الاحسان جلد ۱۴، صفحہ ۲۴۶۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ کوئی آن کوئی لحہ شب و روز صبح و شام کا ایسا نہ گزرتا جس میں آپ ذکر خدا نہ کرتے ہوں۔ آپ ﷺ کی زبان ذکر خدا سے رطب اللسان رہتی۔ کسی وقت بھی آپ ذکر خدا سے خالی نہ رہتے۔ حضرات انبیاء اولیاء، خدا رسیدہ برگزیدہ صالح نیک و متقی کی پہچان یہی ہے کہ ان کی زندگی خدا کے ذکر ہی میں مشغول رہتی ہے۔ دن رات کا کوئی وقت یاد خدا سے غافل نہ ہوتا۔ ہمہ وقت ذکر دعا و امتثال احکام الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ زندگی کا اولین مقصد ذکر و عبادت ہی ہوتا۔ یہی معرفت و وصول الی اللہ کی پہچان اور اسباب ہیں۔ قرآن و احادیث کا ایک متعدد بہ حصہ اسی کے فضائل اور ہمیت پر وارد ہے۔ عبد کی شان یہی ہے کہ وہ ہمہ وقت مولی کی اطاعت اور اس کی یاد میں سرشار رہے کہ وہی محبوب وہی معشوق وہی مقصود وہی منزل وہی ماوی وہی منتہی ارادہ ہے۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں اس کی کثرت کی تاکید آئی ہے۔ اور ذکر خدا سے رطب اللسان رہنے کی بڑی فضیلت وثواب منقول ہے۔

چنانچہ حدیث معاذ میں ہے خدا کا محبوب عمل یہ ہے کہ موت آجائے اور ذکر یاد خدا سے رطب اللسان ہو۔

حضرت ابومخارق کی روایت میں ہے کہ شب معراج میں آپ ﷺ نے عرش کے نور سے منور ایک شخص کو دیکھا۔ جو دنیا میں خدا کے ذکر سے رطب اللسان رہتا ہے۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۵)

ابوسعید خدری کی روایت میں ہے کہ خدا کے نزدیک قیامت کے دن بندوں میں سے افضل ترین بندہ وہ ہوگا جو کثرت سے ذکر کرنے والا ہوگا۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک منقول ہے کہ جسے ان چیزوں سے نوازا گیا ان کو دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں سے نواز دیا گیا۔

❶ قلب شاکر، زبان ذاکر، مصائب پر صابر، مطیع و امانت دار بیوی۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

اور معاذ بن انس کی حدیث میں ہے کہ خدا کے ذکر کرنے والے کا تذکرہ آسمان پر فرشتوں کی جماعت میں کیا جاتا ہے۔ (ترغیب جلد۲ صفحہ ۳۹۴)

ان جیسے دیگر فضائل و اہمیت و ثواب کے پیش آپ ﷺ اور خدا کے برگزیدہ بندے ذکر خدا سے کسی وقت زبان خالی نہیں رکھتے۔

آپ ﷺ کے مختلف موقعوں کے مختلف اذکار نماز کے بعد

معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد یہ ذکر فرماتے تھے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"

(بخاری صفحہ ۹۳۷، صفحہ ۱۱۷، ابوداؤد صفحہ ۲۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تکبیر کے سننے سے ہم لوگوں کو آپ کی نماز کے ختم کا علم ہوتا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۶)

مطلب یہ ہے کہ آپ نماز کے بعد اللہ اکبر زور سے فرماتے۔

بیچ رات میں کیا ذکر فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیچ رات میں بیدار ہوتے تو یہ ذکر فرماتے۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ"

(حاکم جلد ا صفحہ ۵۴۰، الدعا طبرانی صفحہ ۱۱۵۴)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب رات میں بیدار ہوتے تو تین مرتبہ فرماتے۔ "لا الٰه الا الله" (الدعا صفحہ ۱۱۵۵)

ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے دروازے کے سامنے رات میں سویا کرتا تھا۔ آپ رات میں اٹھتے تو یہ ذکر فرماتے۔ "سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ رَبِّيْ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" (الدعا صفحہ ۱۱۵۶، ادب مفرد صفحہ ۳۵۷)

فجر کے بعد اشراق تک ذکر فرماتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو اس کے بعد اسی جگہ ذکر فرماتے رہتے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جاتا۔ (مجمع جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۷، طبرانی، سبل جلد ۸ صفحہ ۱۷۲)

فَائِدَہ: آپ ﷺ کی ہمیشہ عادت طیبہ تھی کہ اسی جگہ مصلیٰ پر بیٹھتے کبھی خواب معلوم فرماتے اور اس کی تعبیر دیتے بلا معلوم کے بہر صورت سورج نکلنے تک ذکر میں مشغول رہتے۔ سورج بلند ہونے پر اشراق کی نماز ادا فرماتے پھر مسجد سے تشریف لاتے۔

مجلس سے اٹھتے بیٹھتے ذکر فرماتے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مجلس سے اٹھتے بیٹھتے ذکر کیا کرتے تھے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۵۶، شمائل صفحہ ۲۳)

فَائِدَہ: یہ دراصل قرآن پاک کی آیت "الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعوداً" پر عمل ہے۔ جو حضرات انبیاء کرام اور عارفین کی شان ہے۔

توبہ واستغفار کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ معمولات کا بیان

یومیہ استغفار کا معمول

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں "اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" دن میں ستر مرتبہ پڑھتا ہوں۔ (ترمذی، طحاوی صفحہ ۳۶۶)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ "اَسْتَغْفِرُاللّٰہِ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ" تین مرتبہ پڑھتا ہوں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے حذیفہ تم استغفار سے کہاں ہو۔ میں ہر دن سو مرتبہ استغفار و توبہ کرتا ہوں۔ (حاکم جلد۲ صفحہ ۴۵۷)

حضرت اغر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اے لوگو توبہ کرو میں ہر دن سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔ (طحاوی صفحہ ۳۶۷، مسلم صفحہ ۳۴۶، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۲۰۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے ایک سال قبل ہی اس کلمہ کا التزام فرما رہے تھے۔

"سُبْحَانَکَ اَللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ" تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ نے اس کلمہ کا التزام کیوں فرمایا تو آپ نے جواب دیا کہ میرے رب نے مجھ سے عہد کیا یا حکم دیا اسی کی اتباع میں ایسا کرتا ہوں۔ پھر آپ نے "اذا جاء نصراللّٰہ" آخر تک پڑھی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۶۲)

فَائِدَہ: اس سورہ مبارکہ میں وفات کی جانب اشارہ ہے کہ آپ کی تبلیغ و رسالت کی ذمہ داری پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے آپ حمد و استغفار میں مشغول ہو جائیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم مجلس میں شمار کرتے رہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم "رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمِ" سو مرتبہ پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۲، ترمذی، ابن ماجہ، ادب مفرد)

سعید بن ابی بردہ نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت تک صبح نہیں کرتا جب تک کہ سو مرتبہ استغفار نہ کرلوں۔ (مطالب عالیہ جلد۳ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ باوجود بخشے بخشائے اور معصوم ہونے کے اہتمام سے استغفار کرتے تھے۔ تو ہم جیسے گنہ گاروں کے لئے تو بدرجہ اولیٰ اس کا التزام اور اہتمام چاہئے۔

خیال رہے کہ چونکہ آپ ﷺ معصوم تھے آپ کا استغفار گناہوں کفارے کے لئے نہیں رفع درجات کے لئے تھا۔ یا یہ کہ آپ ﷺ کا استغفار امت کے لئے تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اپنے نامۂ اعمال کو دیکھ کر خوش ہو اسے چاہئے کہ کثرت سے استغفار کرے۔ (بیہقی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۴۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو استغفار کا التزام کرے گا۔ ہر پریشانی سے خدا اسے نجات دے گا۔ ہر قسم کی تنگی سے نکلنے کا اسے راستہ ہموار کرے گا۔ اور اسے ایسے مقام سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۱۳، نسائی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۴۶۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ استغفار کی فضیلت اور ترغیب کے متعلق بے شمار احادیث ہیں۔ جس سے دینی دنیاوی بے شمار فوائد وابستہ ہیں آپ ﷺ کا معصوم ہو کر التزام کرنا۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لئے کیا اسوہ حسنہ اور داعیہ عمل ہوگا۔ ہم میں سے ہر ایک کو ہمیشہ اس کا التزام چاہئے۔ مزید استغفار کی اہم فضیلت کے لئے اس سلسلے کی آخری جلد الدعاء المسنون (مطبوعہ) میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کے متعلق

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک تریسٹھ سال میں ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور وحی کا سلسلہ چلا پھر ہجرت کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ دس سال ہجرت کے بعد رہے۔ اور عمر کے تریسٹھویں سال میں وصال ہو گیا۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۵۵۲)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ پاک میں دس سال رہے۔ اور نبوت سے قبل مکہ میں چالیس سال رہے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ نبوت کے بعد مکہ میں کس قدر رہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ تیرہ سال رہے۔ اسی اعتبار سے آپ کی عمر مبارک تریسٹھ سال ہوتی ہے۔ علامہ میرک نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے متعلق تین روایتیں ہیں (۱) ساٹھ سال (۲) پینسٹھ سال (۳) تریسٹھ سال۔ یہی تیسری روایت اصح اور مشہور ہے اسے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابن عباس اور معاویہ سے نقل کیا ہے۔ اسی تریسٹھ سال والی روایت پر علما کا اتفاق ہے۔ اور باقی روایتوں کی تاویل کی گئی ہے کہ بیس والی روایت میں راوی نے عدد کسر کو چھوڑ دیا ہے۔ اور پینسٹھ کی روایت کی تاویل یہ ہے کہ سن ولادت اور سن وفات کو بھی شامل کیا ہے۔

حضرت معاویہ کی تریسٹھ سال کی تمنا پوری نہ ہوئی

حضرت جریر نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ نے خطبہ میں بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات تریسٹھ سال میں ہوئی۔ اور میری بھی تریسٹھ سال میں ہوگی۔ (شمائل)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی خواہش اور خیال تھا کہ میری بھی وفات تریسٹھ سال میں ہوگی مگر ان کی یہ تمنا و خواہش پوری نہ ہوئی۔ ان کی ۸۰ ہجری میں وفات ہوئی۔ ہاں البتہ اس کا ثواب نیت پر پا گئے۔ کہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ اس میں حضرت عثمان و علی کی عمر کے متعلق نہیں بیان کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت بیاسی، اٹھاسی سال میں ہوئی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر شہادت کے وقت تریسٹھ، پینسٹھ، ستر، سال تھی جیسا کہ روایتوں میں اختلاف ہے۔ (جمع الوسائل جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

امت محمدیہ کی اکثر یہ عمر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر سال تک ہے۔ یعنی اکثر لوگ یہ عمر پائیں گے۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۵۰، ترمذی)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میری امت کی عمر ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہے۔ کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ ۴۵۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پہلے لوگوں کی عمر بہت زائد ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت آدم ونوح علیہما السلام کے عہد میں ہزار سے زائد عمر ہوتی تھی۔ ہماری امت کی عمر اکثر یہ ساٹھ ستر سال تک ہوگی۔ اسی درمیان اکثر لوگ وفات پا جائیں گے۔ گویا ساٹھ سال طبعی عمر ہوگی۔ اس سے اشارہ ہے کہ اس عمر کے قریب آکر اپنے عمل کا جائزہ اور محاسبہ کرے۔ اور دنیا کے جھمیلوں سے فارغ ہو کر ذکر عبادت الٰہی میں وقت صرف کرے۔ کہ عمر طبعی پوری ہو چکی ہے نہ معلوم کب موت آجائے۔

چند متفرق پاکیزہ عادتوں کا بیان

جوتا کھول کر بیٹھتے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب بیٹھتے تو جوتا کھول دیتے۔ یعنی جوتا پہنے ہوئے نہ بیٹھتے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: مجلس میں جوتا چپل کھول کر بیٹھنا سنت اور ادب ہے۔ اور اسی میں راحت ہے۔ بعض لوگ جوتے اور چپل پہنے ہی مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں۔ سو اس میں بیٹھنے والے کو بھی پریشانی ہوتی ہے۔ اور خلاف سنت بھی ہے۔ خیال رہے کہ سنت و شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں وہ سب راحت کے امور ہیں۔ اب مزاج ہی بدل جائے تو دوسری بات ہے۔

صبح کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھے رہتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو اسی جگہ بیٹھتے رہتے اٹھتے نہیں۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آجاتا۔ (سورج نکل کر اشراق کا وقت ہو جاتا) اور فرماتے جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آجائے (اور نماز پڑھ لے) تو اس کے لئے دو حج و عمرہ مقبول کا ثواب ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۵)

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اسی جگہ بیٹھے رہتے سورج نکلنے تک ذکر میں مشغول رہتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۷)

فائدہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عادت طیبہ تھی کہ نماز فجر سے فارغ ہونے کے بعد اسی مقام پر مصلی پر بیٹھے ذکر میں مشغول رہتے پھر اس کے بعد دو رکعت اور یا چار رکعت نماز ادا فرماتے۔ اس کی مزید تفصیل جلد ششم میں ملاحظہ کیجئے۔

کسی کا نام یاد یا معلوم نہ ہوتا تو

ایک انصاری سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جب کسی کا نام معلوم نہ ہوتا تو اسے اے عبداللہ کے بیٹے کہہ کر پکارتے۔ (جامع صغیر صفحہ ۴۲۱)

فائدہ: کسی کا نام معلوم نہ ہوتو اے کہہ کر نہ پکارتے۔ بلکہ عبداللہ، بندہ خدا کہہ کر پکارتے کہ تمام انسان خدا

کے بندے ہیں۔

عید کے دن بلا کھائے تشریف نہ لے جاتے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن بلا کچھ کھائے (عید کی نماز کے لئے) تشریف نہ لے جاتے۔ (الاحسان جلد ۷ صفحہ ۲۸۱۲)

فائدہ: مسنون ہے کہ عید کی نماز سے قبل کچھ میٹھا کھا لیا جائے۔ اس کے برخلاف بقرعید کے لئے بغیر کچھ کھائے نماز کے لئے جانا مسنون ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ہاتھ کو سادہ بلا مہندی کے پسند نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کو پسند نہ فرماتے کہ عورت کے ہاتھ کو بلا مہندی کے دیکھیں۔ (اداب بیہقی صفحہ ۳۷۹، فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۴)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا میں اس وقت تک بیعت نہ کروں گا جب تک تم ہاتھ میں مہندی نہ لگالوگی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۵۷)

ایک صحابیہ جسے دونوں قبلے کی جانب نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں آئی تو آپ نے فرمایا مہندی لگاؤ، تم میں سے کوئی مہندی نہ چھوڑے کہ اس کا ہاتھ مرد کی طرح ہو جائے۔ چنانچہ اس نے آپ کے فرمان مبارک کی وجہ سے کبھی مہندی کو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اسی سال کی عمر ہوگئی اور مہندی لگاتی رہتی۔

(مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۷۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا عورتوں کے ہاتھ بلا مہندی کے آپ پسند نہ فرماتے۔ اور لگانے کی تاکید فرماتے۔ حتیٰ کہ آپ بلا مہندی کے بیعت نہ فرماتے۔ شرح احیاء میں ہے کہ عورتوں کو مہندی سنت ہے اور چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے دیار میں جو مہندی صرف عید بقرعید میں لگاتی ہیں اور باقی ایام چھوڑے رکھتی ہیں مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ خیال رہے یہ حکم عورتوں کے لئے ہے مردوں کو لگانا حرام ہے۔

وفود یا مہمان کی آمد پر عمدہ لباس زیب تن فرماتے

حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے مہمان کرام کی آمد پر کپڑے زیب تن فرماتے۔ اور اپنے اصحاب کو بھی اسی کا حکم دیتے۔ (کہ وہ بھی عمدہ کپڑے پہنیں)۔

(فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۵۵)

فائدہ: اکراماً آپ ایسا فرماتے۔ اس سے باہر آئے خالی الذہن لوگوں میں اہمیت اور وقعت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے بہت سے مصالح اور منافع وابستہ ہیں جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخشش وعطا وصدقہ خیرات میں کسی کو واسطہ نہ بناتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ خیرات فرماتے تو خود اپنے ہاتھ سے فرماتے کسی کے حوالہ نہ فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۰، فیض القدیر صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: علامہ مناوی نے لکھا ہے کسی کے حوالہ اور کسی کے ذمہ اس وجہ سے نہ فرماتے کہ اس میں کما حقہ انجام نہ دینے کا شائبہ اور گمان رہتا ہے۔ ہوسکتا ہے جس کے حوالہ کر کے آپ مطمئن ہوگئے اس نے نہ دیا۔ تاخیر کر دی۔ یا اس نے اپنی رائے کو دخل دے کر کے کچھ تصرف کر دیا۔ بہر حال حکمت اور مصلحت خصوصاً اس زمانے میں یہی ہے خود انجام دے مزید ایک نیک کام خود ادا کرنا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی خدمت کو پسند فرماتے

حضرت سعد مولی ابی بکر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی خدمت کرتا تو آپ اسے پسند فرماتے تھے۔

(مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: خدمت پسند فرمانا اس وجہ سے تھا کہ لوگوں کا مزاج خدمت و رعایت کا بنے۔ خدمت اور ایک دوسرے کے کام آنا ماحول میں رائج ہو۔ اس سے ایک دوسرے سے خوشگوار رہتی ہے۔ محبت و انس کا ماحول رہتا ہے۔ مزید تفصیل خدمت اور خادموں کے بیان میں دیکھئے۔

لوگوں سے الگ نہ ہوتے جب تک وہ الگ نہ ہوتا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے (مثلاً بات کرتے ہوئے) اس وقت تک الگ نہ ہوتے جب تک کہ وہ خود الگ نہ ہو جاتا۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب میں سے کسی سے ملاقات فرماتے تو اپنا کان لگا کر اس کی بات سنتے رہتے اور اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک وہ آدمی خود جدا نہ ہو جاتا۔ (ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ بات کرنے والے کی رعایت اور محبت میں اس وقت تک علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ وہ خود نہ الگ ہو جاتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے مہربان اور رعایت کرنے والے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ مہربان اور رعایت کرنے والے تھے۔ کوئی غلام یا باندی یا بچہ سخت جاڑے میں پانی لاتا (ازراہ برکت کہ آپ اس میں ہاتھ ڈال

دیں) تو آپ ہاتھ بازو دھوڈالتے یا اور کوئی سائل سوال کرتا تو آپ اس کی جانب ضرور توجہ فرماتے۔ (بے توجہی اختیار نہ فرماتے)۔ (مطالب عالیہ جلد ۴ صفحہ ۲۴)

فائدہ: آپ ﷺ غایت درجہ لوگوں پر شفیق و مہربان تھے۔ لوگوں کو نفع پہنچانے میں اپنی راحت کا بھی خیال نہ فرماتے اللہ کے برگزیدہ بندوں کی یہی پہچان ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ لوگوں میں بہتر وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے جو خدا کے بندوں کو نفع پہنچاتا ہے وہی خدا کی جانب سے نفع کا مستحق ہوتا ہے۔

جمعہ وعیدین کے دن خاص کپڑوں کا اہتمام فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے دو کپڑے تھے جسے جمعہ کے دن زیب تن فرماتے۔ (مجمع صفحہ ۱۷۹، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جمعہ وعیدین میں لال یمنی چادر زیب تن فرماتے۔ (سیرۃ الشامی جلد ۷ صفحہ ۴۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ کے پاس ایک عمدہ دھاری دار لال چادر تھی جسے عیدین میں آپ زیب تن فرماتے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: جمعہ اور عیدین کے موقعہ پر بہترین خوشنما نیا لباس جو عموماً اور دنوں میں نہیں استعمال کیا جاتا ہے مسنون اور بہتر ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں دیگر فرائض کو تو چھوڑ دے اور اس ادب اور مسنون کا اتنا اہتمام کرے کہ گویا ضروری اور لازم معلوم ہو ممنوع اور شریعت کے خلاف ہے۔

مہمان کی خدمت خود فرماتے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ گدھے پر سوار ہو جاتے۔ موٹا صوف پہن لیتے۔ بکری کا دودھ دوہ لیتے۔ خود مہمانوں کی خدمت کر لیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۲۰)

خیال رہے کہ مہمان کی خود خدمت کرنی مسنون اور بہتر ہے۔ بسا اوقات دوسرے کے حوالہ کرنے سے حق تلفی ہو جاتی ہے۔ اور مہمان اس میں اکرام کی کمی محسوس کرتا ہے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے ادب مفرد میں باب قائم کیا ہے۔ باب خدمة الرجل الضيف بنفسه (صفحہ ۲۲۴) آدمی اپنے مہمان کی خدمت خود کرے۔

اس سے مقصد ترغیب وتاکید ہے کہ مہمان کو دوسرے کے حوالہ نہ کرے۔ خصوصاً اہل علم وفضل وصاحب شرف ووقار ہو۔ ہاں اگر معذور ہو، یا کوئی عذر ہو، یا مہمان کی کثرت آمد ہو یا آنے والے تلامذہ اور مسترشدین حضرات ہوں تو پھر اجازت ہے۔ کہ کوتاہی پر شکایت کی امید نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے مرتبہ کی رعایت فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک سائل آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا مرحمت فرمایا۔ پھر ایک شخص گزرا جس پر پھٹے کپڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے پھر بٹھایا اور کھلایا۔ آپ سے پوچھا گیا (ایسا کیوں ہو) آپ نے فرمایا لوگوں کو اس کے مرتبہ پر اتارو۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶۵)

فائدہ: حق اور حکمت کا تقاضا ہے کہ لوگوں کو اس کے مرتب پر اتاریں۔ یعنی اس کے ساتھ اکرام کرنے میں اس کی مرتبہ کی رعایت رکھیں۔ ظاہر ہے کہ ایک عالم ربانی اور بازاری آزاد شخص کا ایک مرتبہ نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ایک جیسا برتاؤ اور معاملہ ہوسکتا ہے۔ اسی لئے مشہور مقولہ ہے۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ لہٰذا ہر شخص کے ساتھ اس کے مقام و مرتبہ کو دیکھ کر اس کے ساتھ معاملہ کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوضو رہتے

ابراہیم نے بیان کیا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے نکلتے تو وضو نہ فرماتے۔

(طحاوی صفحہ ۵۵، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: باوضو رہنا مسنون ہے۔ اور نور پر نور ہونے کا باعث ہے۔ مزید یہ ہے کہ جب چاہا قرآن پاک پڑھ لیا۔ نماز پڑھ لی۔ خصوصاً سفر کے موقعہ پر بڑے فوائد ہیں۔ وقت پر بسا اوقات پانی نہیں ملتا۔ نماز قضاء نہیں ہوتی۔ یا جہاں موقعہ دیکھا پڑھ لی۔

حفظ خدا کی دعا دیتے

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے لوگوں کو پیاس لگی۔ تیزی سے چلنے لگے۔ (یعنی اِدھر اُدھر تلاش میں دوڑنے لگے) میں اس رات آپ کے ساتھ چمٹا رہا۔ (آپ کی حفاظت کے خاطر) تو آپ نے فرمایا خدا تجھے محفوظ رکھے جیسا کہ تو نے اپنے نبی کی حفاظت کی۔ (ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۷۰۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدمت اور دشمنان سے حفاظت کرنے کی وجہ سے "حفظك الله" کی دعا دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا حفاظت میں رکھے۔ "حفظك الله" کی دعا مسنون ہے اور سنت سے ثابت ہے۔ حالت سفر میں جانے والے کو بھی یہ دعا دینی آپ سے ثابت ہے۔

نکاح میں شہرت واعلان کو پسند فرماتے

ابوالحسن المازنی کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چپکے چپکے نکاح پسند نہ تھا۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو۔ اور

اسے مسجد میں کیا کرو۔ اور اس پر دف بجاؤ۔ (تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے)۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: نکاح میں آپ اعلان اور شہرت کو پسند فرماتے۔ اور یہی شرعی حکم بھی ہے۔ چپکے چپکے یہ اچھی بات نہیں ہے۔ اسی لئے آپ مسجد میں نکاح فرمانے کا حکم دیتے تا کہ سب کو معلوم ہو جائے۔ اور اس میں بڑی حکمت ہے۔

نیک عمل میں ہمیشگی اختیار فرماتے

حضرت سعید مقبری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی نیک عمل کو شروع فرماتے تو اس پر مداومت اختیار کرتے جمے رہتے۔ ایسا نہ کرتے کہ ایک مرتبہ کرتے پھر چھوڑ دیتے پھر کرتے۔

(ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت میں دوام اور ہمیشگی پسند تھا گو وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ (بخاری صفحہ ۹۵۷، فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۳۷۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ اس عمل کو محبوب و پسند فرماتے تھے جس پر مداومت اور ہمیشگی اختیار کیا جائے۔ گو وہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ (ترمذی، نسائی، جامع صغیر صفحہ ۶۵۱۶)

فائدہ: علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ شروع کر کے چھوڑ دینے میں ایک قسم کا اعراض ہے جو یقیناً مذموم ہے۔ خیال رہے دوام اور استمرار سے اس کے منافع اور فوائد حاصل ہوتے ہیں جو اس کے خلاف حاصل نہیں ہوتا۔ دوام کو تاثیر میں دخل ہے۔ چنانچہ پانی دواماً گرنے سے پتھر میں گڑھا پیدا کر دیتا ہے۔

تعجب کے وقت سبحان اللہ کہتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے (تعجب کرتے ہوئے) فرمایا سبحان اللہ کیسے خزانے کیسے کیسے فتنے نازل ہوئے۔ ان حجرے والیوں کو نماز کے لئے کون جگائے گا۔ کتنی ایسی عورتیں ہیں جو دنیا میں کپڑے پہننے والیاں اور آخرت میں ننگی رہنے والی ہوں گی۔ (بخاری صفحہ ۵۲)

فائدہ: امت پر آئندہ آنے فتنوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکشاف ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی تعجب خیز موقعہ پر سبحان اللہ کہنا چاہئے۔ تکبیر نہیں کہنی چاہئے۔

جب کسی تکلیف کا احساس ہوتا تو معوذتین پڑھ کر دم فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے۔ اور تکلیف ہوتی تو اپنے اوپر معوذتین پڑھ کر دم فرماتے۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۵۱۴)

فائدہ: خواہ کسی قسم کی بیماری ہو یا ڈر خوف ہو تو ان دو سورتوں کو اپنے اوپر یا جسے تکلیف ہو اس پر پڑھ کر دم کر

دے۔ مزید اپنے ہاتھ پر دم کر کے پورے جسم پر مل لے۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔ مزید اس قسم کی معلومات کے لئے۔ عاجز کی کتاب الدعا المسنون دیکھئے۔ جو دعاؤں کے باب میں نہایت مفصل اور مستند ہے۔

غسل میں خوشبو استعمال فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ غسل میں خوشبودار اشیاء کا استعمال فرماتے۔

(الاحسان جلد۳ صفحہ ۱۱۹۷، بخاری)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو کچھ خوشبو اپنے ہاتھ میں ملتے۔ (بخاری صفحہ ۴۰)

فَائِدَہ: یعنی غسل کے موقعہ پر ابتداءً کچھ خوشبو کا استعمال فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ غسل کے موقعہ پر بدن کی صفائی کے ساتھ خوشبو وغیرہ کا استعمال، خوشبودار صابن کا استعمال بہتر ہے۔

اکثر آپ ﷺ رنجیدہ اور غمگین نظر آتے

ہند ابن ابی ہالہ کی طویل روایت میں ہے آپ ﷺ مسلسل غمگین اور فکر مند رہا کرتے تھے۔

(بیہقی فی الشعب جلد۲ صفحہ ۱۵۵)

شمائل ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ غمگین متفکر نظر آتے۔ آپ کو سکون نہیں تھا۔

(شمائل صفحہ ۲۲)

فَائِدَہ: دین اور تبلیغ اسلام کی فکر میں گھلے رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ اسی دھن میں رہتے کہ لوگ کس طرح توحید و اسلام کو قبول کر لیں۔ آخرت کی فکر جہنم سے ڈر حاصل ہو جائے۔ آج ہم امتی کا کیا حال ہے۔ اپنی دنیا میں مست اور خوش ہیں۔ جب خود اپنی فکر نہیں تو دوسرے کے دین کی کیا فکر ہوگی۔ پس چند لوگ ہیں جنہیں دین کی فکر ہے کہ عالم میں دین کس طرح پھیلے یہی مقبولان خدا ہیں۔

شب اول میں سونا اور آخر رات میں عبادت کو آپ ﷺ پسند فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ رات کے شروع میں (نماز عشاء کے بعد متصلاً) سو جایا کرتے اور آخر شب میں عبادت کرتے۔ (زرقانی جلد۵ صفحہ ۶۷، بخاری صفحہ ۱۵۴)

فَائِدَہ: شرح مواہب میں ہے کہ آپ ﷺ عشاء کے بعد متصلاً سو جایا کرتے۔ علامہ قرطبی نے الجامع میں لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عشاء کے بعد گفتگو پر مارا کرتے تھے کہ ابھی باتوں میں لگو گے اور آخر رات میں سو گے۔ (القرطبی جلد۱۳ صفحہ ۱۳۸)

فَائِدَہ: عشاء کے بعد جلد سونے سے آخر رات میں اٹھنا نصیب ہوتا ہے۔ جو بہت بڑی دولت ہے۔ کم از کم صبح کی نماز میں سہولت ہوتی ہے۔ دیر سے سونے کی وجہ سے عموماً علی الصباح نیند نہیں کھلتی جس سے صبح کی نماز جاتی رہتی ہے جو بہت بڑے خسارے کی بات ہے۔

ٹوپی کا سفید ہونا پسند فرماتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفید ٹوپی پہنتے تھے۔

(مطالب عالیہ جلد۲ صفحہ ۲۷۲، فیض القدیر جلد۵ صفحہ ۲۴۶)

حضرت فرقد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ کے سر مبارک پر سفید ٹوپی تھی۔ (سیرۃ الشامی صفحہ ۴۴۷)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے جبہ اور چادر حلہ جوڑے تو سفید کے علاوہ دوسرے رنگوں کے بھی ثابت ہیں۔ مگر ٹوپی نہیں اس سے معلوم ہوا کہ ٹوپی کا سفید ہی ہونا بہتر ہے۔

بھولنے کے اندیشہ سے نشان لگا لیتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کی روایت ہے کہ جب کسی ضروری کام کے بھولنے کا اندیشہ ہوتا تو چھوٹی انگلی میں انگوٹھے میں کچھ دھاگا (وغیرہ) نشان کے طور پر لگا لیتے۔ (جامع صغیر صفحہ ۴۰۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی یاد دہانی کے لئے کہ وقت پر ذہن سے نکل نہ جائے انگلی وغیرہ میں کوئی نشان وغیرہ لگا لیا کرتے۔

عہد قدیم میں یہ طریقہ رائج تھا۔ اس کی جگہ اب یادداشت کے طور پر لکھ لیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ لکھنا پڑھنا کم تھا اس لئے یہ طریقہ تھا۔

گرم پانی پینا پسند نہ فرماتے

حضرت عقبہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گرم پانی پینے کو پسند نہ فرماتے۔

(مسند احمد جلد۴ صفحہ ۵۶)

فَائِدَہ: اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گرم کھانے کو پسند نہ فرماتے۔ بروایت حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ایک برتن میں کھانا پیش کیا گیا جو تیز گرم تھا۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر کھینچ لیا۔ اور فرمایا کہ اللہ نے ہمیں آگ نہیں کھلا۔ (مجمع الزوائد جلد۵ صفحہ ۲۳)

طباً بھی تیز گرم کھانا مفید نہیں۔ چائے یا بعض دوائیں جو گرم مفید ہوں وہ اس حکم سے خارج ہیں۔ چونکہ ان کا نفع گرم ہی سے وابستہ ہے۔

پکارنے والے کو کیا جواب دیتے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ پکارا۔ آپ نے ہر مرتبہ فرمایا حاضر۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۰)

فائدہ: کسی کے پکارنے پر متواضعانہ اور سنجیدگی سے جواب دینا یہ اخلاقیات میں سے ہے۔ آپ تواضع کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس لئے پکارنے والے کو متواضعانہ جواب دیتے۔ حاضر۔ حاضر۔ ہمارے علاقے میں جی ہاں اس کا ترجمان ہے۔

بعض اہل کبر اس قسم کا جواب دینا خلاف شان سمجھتے ہیں۔ جو صحیح اور درست نہیں۔ مؤمن کی شان طریقہ نبوی کی اتباع میں ہے۔

بکریوں کی خدمت

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو جایا کرتے تھے۔ صوف (اون کا موٹا لباس پہنتے تھے)۔ بکریاں خود باندھ لیتے تھے اور مہمانوں کی خدمت انجام دیتے تھے۔

(دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۲۹)

فائدہ: خود سے کام کر لینا یہ متواضعانہ پیغمبرانہ شان ہے۔ اہل کبر وقار اپنا کام ضرورت پڑنے پر بھی رکے رہتے ہیں۔ خادم کے انتظام میں بیٹھے رہتے ہیں۔ خود کام کرنے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ ممنوع اور تکبر کی پہچان ہے۔ خیال رہے کہ نوکر و خادم رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ کسی موقعہ پر خادم و نوکر نہیں ہے خود سے کام کر لینا چاہئے اس کے انتظار میں بیٹھے رہنا ممنوع ہے۔

آسان اور سہل طریقہ اختیار کرتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو اختیار دیئے ہوئے امر میں سے آسان اور سہل کو اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ اس میں گناہ نہ ہو۔ ورنہ تو اس سے سب سے زیادہ دور رہتے۔

(دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۳۱۰، اخلاق النبی صفحہ ۴۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزوں میں اختیار دیا جاتا تو جو اسہل آسان ہوتا اسی کو آپ اختیار فرماتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امروں میں کسی کا اختیار دیا جاتا وہاں آپ اس میں سے آسان اور سہل طریقہ اختیار فرماتے۔ خیال رہے شرع کا حکم خواہ آسان سمجھ میں آئے یا مشکل ہو۔ بہر صورت بجا لانا اطاعت فرمانبرداری ہے۔

مار پیٹ کی عادت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی خادم کو کبھی مارا ہو۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا۔ ہاں مگر یہ اللہ پاک کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے (تو کسی کو مارا ہے)۔ (مختصر از دلائل صفحہ ۳۱۲، مسلم، فضائل)

فائدہ: آپ خوش اخلاق بڑے مہربان اور نرم مزاج تھے۔

لیکن قصوروار اور جرم اور غلطی پر تربیت کے پیش نظر کہ آئندہ اس قسم کی غلطی کا ارتکاب نہ کرے کہ تنبیہ اور معمولی مار پیٹ جس سے بدن پر نشانات نہ ہوں۔ ہاتھ پیر نہ ٹوٹے۔ خون نہ بہے۔ شرعاً درست ہے۔ سخت تکلیف دہ مار درست نہیں۔ جیسا کہ بعض نادان کرتے ہیں۔ اسی طرح استاذ اور معلم کو بھی تکلیف دہ مار درست نہیں۔ ڈانٹ زجر توبیخ سے کام لیا جائے۔

اللہ کے فرائض میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرمی اور درگزر نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر کسی کی تکلیف دہ اور ظلم کا بدلہ نہ لیتے۔ سوائے اس صورت کے کہ فرائض خداوندی کی بے حرمتی ہوتی ہو۔ اور جب اللہ کے فرائض میں ذرا سی بھی بے حرمتی ہوتی تو آپ اس بارے میں سب سے زیادہ سخت ہو جاتے۔

(شمائل، اخلاق النبی صفحہ ۴۵)

فائدہ: فرائض الٰہیہ اور محارم کے ارتکاب کو آپ گوارہ نہ فرماتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ والد اور گارجن کو چاہئے کہ فرض نماز اور روزے کے ترک کو بیوی اور اولاد کے حق میں گوارہ نہ کرے۔ اسی طرح فلم دیکھنا۔ بے پردہ پھرنا ہرگز گوارہ نہ کرے۔ اور نہ اس پر خاموشی اور رضا اختیار کرے۔ علماء نے ذکر کیا ہے کہ تارک نماز بیوی اگر نماز کی عادت نہ اختیار کرے تو اسے طلاق دے سکتا ہے تا کہ اس کے گھر کا معاشرہ دین پر باقی رہے اور اس کی اولاد میں دین رہے۔ جو اہل ایمان کا اولین مقصود ہے۔

لوگوں کی حد درجہ رعایت فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ نماز کے لئے منبر سے نیچے اترے۔ نماز کی اقامت ہو چکی۔ اور کوئی آدمی آ گیا۔ اس نے آپ سے لمبی گفتگو شروع کر دی اس کے بعد آپ نماز کے لئے آگے بڑھے۔ (اخلاق صفحہ ۳۰)

حضرت انس یا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اقامت ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے اور کوئی آدمی آپ کے سامنے آ جاتا آپ اس کے ساتھ اتنی دیر تک مشغول رہتے کہ نیند کے مارے لوگوں کی

گردنیں جھکتی رہتیں۔ (اخلاق النبی صفحہ ۳۱)

فائدہ: آپ ﷺ لوگوں کی رعایت فرماتے۔ اگرچہ بے وقت سہی۔ اس وجہ سے بھی کہ وہ ان آداب سے واقف نہیں تھے انس کی وجہ سے ایسا فرماتے۔

زمزم کا اہتمام فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ وہ زمزم لے کر آتیں اور یہ فرماتیں کہ آپ ﷺ زمزم اٹھاتے یعنی لے کر آتے۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۰، جامع الصغیر)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے زمزم لایا۔ اس سے حج بیت اللہ وغیرہ کے موقعہ پر زمزم کا لانا سنت سے ثابت ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ آپ سخاوت مزاج کی بنا پر زمزم احباب کو عنایت فرماتے ہوں گے۔ یعنی ان لوگوں کو عطا فرماتے جو حج اور مناسک میں نہیں جا سکے۔

خیال رہے کہ زمزم اور کھجور وغیرہ کا لانا یہ اسلاف کرام سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس کا لانا اور اقرباء واحباب میں تقسیم کرنا محمود اور مستحسن ہے۔ اور سامانوں کا جھمیلا کرنا جس کی وجہ سے حرم چھوڑ کر بازاروں کے چکر لگانے کی ضرورت ہو۔ اکابرین واسلاف کے خلاف ہے۔ ان امور میں نہ پڑے اور امیدواروں سے معذرت کر دے۔

کوئی کھانا بھیجتا تو باقی واپس روانہ کر دیتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی خدمت اقدس میں کوئی کھانا ہدیۃً بھیجتا تو آپ کھا کر باقی واپس فرما دیتے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۹۴)

فائدہ: چونکہ کھانا بھیجا جاتا تھا وہ آپ کے کھانے کے لئے ہوتا۔ جسے فقہی اصطلاح میں اباحت کہتے ہیں۔ اس میں تملیک نہیں ہوتی اس لئے نہ رکھ سکتے تھے اور نہ کسی دوسرے کو ہدیہ اور صدقہ کر سکتے تھے عموماً کھانے کی دعوت میں ایسا ہوتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پورے کھانے کا اسے مالک بنا دیا جاتا ہے خود کھالے اہل وعیال کو کھلائے یا اپنے متعلقین کو دے دے۔ وقت اور عرف اور ماحول کے اعتبار سے اس کا فرق معلوم ہو سکتا ہے۔ عموماً دعوت میں اباحت ہوتی ہے اور تقریب اور شادی کے کھانے میں تملیک ہوتی ہے۔ مسئلہ دقیق ہے کسی اچھے عالم سے پوچھ لیا جائے۔ یہ بھی حکمت ہو سکتی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ کم نہیں ہوا بلکہ زائد ہی ہوا۔

کسی کو باہر بھیجتے تو شروع میں بھیجتے

حضرت صخر غامدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی سریہ کو روانہ فرماتے تو شروع دن میں روانہ فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۳۲)

فائدہ: شروع دن برکت کا وقت ہوتا ہے۔ آپ سفر اور تجارتی امور میں بھی شروع دن کو پسند فرماتے۔ چنانچہ اس حدیث کے راوی حضرت صخر بیان کرتے ہیں کہ میں جب تجارتی سفر کرتا تو صبح ہی کرتا خوب نفع حاصل کرتا۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۱، مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تلاش رزق میں صبح کا وقت اختیار کرو۔ صبح کا وقت برکت اور کامیابی کا وقت ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ میری امت کو دن کے شروع حصہ میں برکت عطا فرما۔ (کشف الاستار، بزارج جلد۲ صفحہ ۷۹)

آج کے دور میں برکت کا یہ وقت سو کر گزارا جاتا ہے اسی وجہ سے برکت سے محرومی ہے۔ اسباب برکت تو کھو دیتے ہیں پھر بے برکتی کی شکایت کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمدہ خواب کو پسند فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خواب کو پسند فرماتے۔
(مسند احمد بن حنبل جلد۳ صفحہ ۱۳۵، فیض القدیر جلد۵ صفحہ ۲۲۸)

حضرت ابوبکرہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خواب کو پسند فرماتے اور اس کے متعلق اپنے اصحاب سے معلوم فرماتے۔ (مسند جلد۵ صفحہ ۵۰)

فائدہ: عمدہ خواب بشریٰ مؤمن ہے۔ تفصیل کے لئے شمائل کبریٰ جلد دوم دیکھئے۔ اسی وجہ سے آپ معلوم فرماتے تھے۔

لوگ میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک جاتے

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہو جاتے تو رک جاتے۔ اور لوگوں سے فرماتے۔ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو۔ اور ان کے لئے ثابت قدمی کی دعا مانگو۔ اس وقت اس سے سوال کیا جائے گا۔ (ابوداؤد، فیض القدیر جلد۵ صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: عام لوگوں کے جانے کے بعد چند مخصوص حضرات خصوصاً اہل قرابت کے لئے بہتر ہے کہ ٹھہر جائے اور ان کے لئے سہولت جواب اور اثبات قدمی کی دعا مانگے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ میت کے سرہانے سورہ بقرہ کی شروع کی آیتیں مفلحون تک اور پیر کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیتیں "امن الرسول" سے آخر تک پڑھے۔ (حصن، بیہقی، مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۹)

جب جنازہ میں تشریف لے جاتے تو خاموش چلتے

ابن سعد نے مرسلاً بیان کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازہ کے ساتھ تشریف لے جاتے تو اکثر خاموش چلتے۔ اور بات کرتے تو آخرت اور موت کے متعلق گفتگو فرماتے۔ (جامع صغیر صفحہ ۶۷۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ میں تشریف لے جاتے تو آپ پر غم کے آثار نمایاں ہوتے۔ اور زیادہ تر موت و آخرت کی بات کرتے۔ (جامع صفحہ ۶۷۳۳)

فائدہ: ظاہر ہے یہ رنج غم اور عبرت کا مقام ہے۔ اسے بھی ایک دن اسی طرح اٹھا کر لے جایا جائے گا۔ آہ بکاء کے موقعہ پر گفتگو کرنا۔ بولنا عبرت کے خلاف ہے۔ اس لئے ایسے موقعہ پر خاموش ذکر کرتا ہوا چلے۔

کسی کے گھر کے سامنے کھڑے نہ ہوتے

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر تشریف لاتے تو اس کے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے۔ بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور السلام علیکم السلام علیکم کہتے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۰۱، بیہقی فی الشعب صفحہ ۲۸۲۴)

فائدہ: عموماً لوگ گھر کے سامنے کھڑے ہو کر آواز دیتے ہیں یا انتظار کرتے ہیں۔ بڑی بے حیائی اور بری بات ہے۔ ذرا کنارے کھڑے ہو کر آواز یا انتظار کرنا چاہئے۔ اگر ایسا دروازہ ہے جس سے گھر کا سامنا نہیں ہوتا۔ یا ڈبل دروازہ ہے تو پھر گنجائش ہے۔ بہر صورت ادب یہی ہے۔ آج یہ مسنون طریقہ لوگوں سے چھوٹتا جا رہا ہے۔ جس کا سبب سنت اور شریعت کی اہمیت کا نہ ہونا ہے۔

تقسیم کے لئے کوئی چیز آتی تو فوراً تقسیم فرماتے

محمد بن علی سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مال (تقسیم کے لئے) آتا تو آپ اسے رات یا دن بھر نہ رکھتے۔ (جامع صغیر صفحہ ۶۶۳۳)

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال فئی آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دن تقسیم فرما دیتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ روپیہ پیسہ یا اور کوئی سامان تقسیم کے لئے آئے یا کوئی دے تو اسے رکھے نہ رہے۔ بلکہ جلد از جلد مصرف میں یا معطی نے جس قسم کے لوگوں میں تقسیم کرنے کے لئے کہا فوراً بلا غرض اور اپنے نفع کے تقسیم کر دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے والے کی رعایت فرماتے

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رات میں تشریف لاتے تو اس طرح سلام فرماتے کہ

جاگا ہوا سن لیتا اور سوتا ہوا نہ جاگتا۔ (ترمذی صفحہ ۹۶)

فائدہ: یہ آپ ﷺ کی کمال رعایت تھی۔ اگر چہ محبت و عقیدت کی وجہ سے آپ سے لوگوں کو تکلیف نہ ہوتی۔ شریعت، سنت اور ادب یہی ہے کہ ہر شخص کی راحت کا خیال رکھے۔ صرف اپنی ہی راحت کا خیال نہ رکھے۔ یہ اخلاق ہی نہیں انسانیت کے خلاف ہے۔

آپ ﷺ کو کوئی چیز بھلی معلوم ہوتی تو کیا فرماتے

حکیم بن جزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کسی چیز کو دیکھتے اور وہ آپ کو بہت بھلی اور پسند ہوتی، اسے نظر بد کا اندیشہ ہوتا تو یہ پڑھتے "اللهم بارك فيه ولا اضره" (اخلاق النبی صفحہ ۳۰۷)

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات میں یا اپنے مال میں یا بھائی میں کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے بہت پسند آئے تو اسے برکت کی دعا دے۔ یعنی "اللهم بارك فيه" کہے۔ کیونکہ نظر کا لگنا حق ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۰، نسائی)

فائدہ: نظر کا لگنا برحق ہے۔ خصوصاً آج کے اس دور میں لہٰذا اس سے حفاظت کے لئے دعا دے دے۔ مزید نظر بد سے بچنے کے لئے "ما شاء الله لا حول ولا قوة الا بالله" پڑھ لے۔ مزید تفصیل الدعا المسنون میں دیکھئے۔

بروں کے ساتھ بھی رعایت اور اخلاقی برتاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا قوم کا یہ برا شخص ہے۔ جب یہ آپ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے بہت رعایت کے ساتھ گفتگو کی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ آپ نے تو اسے ایسا ایسا کہا پھر اس کے ساتھ بات چیت میں نرم رخ اختیار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ لوگوں میں بدتر وہ جسے لوگ اس کے شر کی وجہ سے چھوڑ دیں۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۹۴، ابوداؤد من الغرہ صفحہ ۶۷۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گو وہ اپنے ذات کے اعتبار سے برا ہے۔ مگر جب وہ ہمارے پاس یا ہماری مجلس میں آئے گا تو ہمیں اس کی رعایت کا حکم ہے۔ اس کے ساتھ اذیت و تکلیف دہ برتاؤ ہرگز مناسب نہیں۔ جب وہ ہمارے پاس آیا ہے تو خواہ کتنا ہی برا ہو صحیح اخلاق کے ساتھ پیش آنا نہایت ہی اہم ذمہ داری ہے۔

اندھیرے میں تشریف فرما نہ ہوتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ کسی اندھیرے گھر میں نہ بیٹھتے تھے۔ تاوقتیکہ روشنی نہ جلا دی جاتی۔ (بزار کشف الاستار جلد ۲ صفحہ ۴۴۴، کنز العمال جدید جلد ۷ صفحہ ۲۲۲)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اندھیرے گھر میں یا جہاں اندھیرا ہو وہاں آپ نہ بیٹھتے۔ اس میں بہت سی حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ جسے اہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ مثلاً لوگوں کو معلوم ہو آپ تشریف فرما ہیں۔ کسی کو دھوکا نہ ہو خلاف مزاج و طبع بات نہ پیش آ جائے۔

جھوٹ بولنے والے کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ گھر والے میں سے کسی کے جھوٹ بولنے پر مطلع ہو جاتے تو اس سے اعراض فرماتے رہتے (اس سے ربط محبت نہ رکھتے) تاوقتیکہ وہ توبہ نہ کر لیتا۔
(حاکم، کنز العمال صفحہ ۱۸۳۸۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو تمام بری عادتوں میں جھوٹ سے بڑی نفرت تھی۔ (بیہقی، کنز صفحہ ۱۸۳۷۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو سب سے زیادہ بغض اور نفرت جھوٹ سے تھی۔ اگر اپنے اصحاب و رفقاء میں سے کسی کے جھوٹ پر مطلع ہوتے تو اس سے انقطاع اختیار فرما لیتے تاوقتیکہ اس کی توبہ کا علم آپ کو نہ ہو جاتا۔ (ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۷۸)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل صلاح کے لئے مسنون اور گنجائش ہے کہ اہل معصیت سے اس وقت تک ربط و تعلق منقطع رکھیں جب تک کہ وہ معصیت و گناہ کو چھوڑ نہ دیں۔ تمام شخص کے لئے یہ حکم نہیں۔ خصوصاً آج کے اس دور میں ربط رکھے اور اسے گناہ کے نقصانات بتاتا رہے۔

اٹھتے وقت ایک ہاتھ کا سہارا لے لیتے

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ رسول پاک ﷺ جب مجلس سے اٹھتے تو ایک ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھتے۔ (فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۵۴، طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۵۰)

فَائِدَہ: ضعف و نقاہت کی وجہ سے اس طرح سہارا لیتے۔ جیسا کہ آپ بعض ضعیف و پیر شخص کو دیکھیں گے۔ نیز اس میں مسکنت کا بھی اظہار ہے جو تواضع سے ناشی ہے۔

کسی کام کے شروع سے پہلے یہ دعا پڑھتے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا کرتے۔ ”اللھم خرلی، اخترلی“ تَرجَمَہ: ”اے اللہ میرے لئے خیر کو پسند فرما، اور اس میں خیر کو قبول فرما۔“ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۲۰۴، الجامع الصغیر، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

فَائِدَہ: یہ تفویض اور انابت الی اللہ ہے کہ کام کے آغاز میں خصوصی طور سے خدا سے مدد اور اعانت چاہے کہ

اسی کی قدرت میں تمام بھلائیاں اور اچھائیاں ہیں اور اسی کے قبضہ میں اچھا انجام ہے۔ مؤمن کی شان ہے کہ وہ ہر کام خدا کے حوالے کرے اور اسی سے خیر اور اتمام کا سوال کرے۔

کھانے پینے کی چیزوں کی برائیاں نہ کرتے

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے عیب کو بیان نہ کرتے۔ من کرتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (بخاری، دلائل النبوۃ صفحہ ۳۲۱)

فائدہ: کھانا پینا دیگر فائدہ کے امور خدا کی بیش بہا نعمتیں ہیں۔ ان کی برائی بیان کرنا خالق کائنات جس نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے۔ اس کی ناشکری ہے۔ اس لئے نعمت خداوندی کی برائی ہرگز نہ بیان کرے۔ ہاں نہ من کرے، من کو نہ بھائے تو انکار کر دے۔ ارادہ نہیں خواہش نہیں۔ من نہیں کر رہا ہے وغیرہ الفاظ ادا کرے۔ یہ نہ کہے تو بہ یہ کیسا خراب ہے۔ بڑا ہی قبیح ہے۔ وغیرہ الفاظ نہ ادا کرے۔

تیز آواز سے چلانے کو پسند نہ فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں شور مچانے والے نہیں تھے۔

(ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

فائدہ: بلند اور تیز آواز سے بولنا۔ یہ جانور اور جاہل فاحش کی خاصیت ہے۔ گدھا، بیل جب بولتا ہے زور سے بولتا ہے۔ خدائے پاک کو ناپسند، شرافت انسانی کے خلاف۔ آواز میں نرمی سنجیدگی، اور پستی محمود ہے۔ ہاں مگر اتنا آہستہ نہیں کہ سننے والے کو زحمت وکلفت ہو۔

لوگوں کے پیچھے چلنا پسند تھا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا کہ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلا کریں۔ ہاں دائیں بائیں جانب چلیں۔ (حاکم، فیض القدیر صفحہ ۲۴۳)

حضرت شعیب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے مروی ہے کہ نہ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیک لگا کر کھانا کھاتے دیکھا گیا۔ اور نہ تو آپ کے پیچھے دو آدمی کو چلتا دیکھا گیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شدید گرمی کے زمانہ میں بقیع غرقد کی طرف جا رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب آپ نے جوتے کی آواز کو سنا تو آپ کے دل میں کچھ خیال گزرا۔ تو آپ بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے ان کو آگے کر دیا تا کہ آپ کے دل میں بڑائی کا شائبہ نہ گزرے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۲)

فائدہ: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چلا کریں۔ جب وہ چلتے

ہیں تو کچھ احباب و متعلقین کو اپنے ساتھ رکھ لیتے ہیں۔ یا ایسی ترکیب اختیار کرتے ہیں کہ کم از کم دو، تین آدمی ان کے پیچھے چلتے نظر آئیں۔ یہ متکبرین اور حب جاہ والوں کی عادت ہے۔ آپ اس کو سخت ناپسند فرماتے۔ چونکہ خدا کو کبر و فخر کی باتیں پسند نہیں۔ خیال رہے کہ جب کہ آپ معصوم ہیں۔ اپنے پیچھے اصحاب کو شبہ نفس کی بنیاد پر کہ نفس کو بھا نہ جائے۔ پسند نہیں کیا اور پیچھے سے آگے کر دیا۔ تو آج کل کے ماحول میں کہ غلبہ نفس کا زمانہ ہے کیسے اس طریقہ کو پسند اور اختیار کیا جا سکتا ہے۔ ہاں البتہ اتفاقی طور پر کبھی ایسا ہو جائے تو اس کی اجازت ہے۔ لہٰذا پیچھے چلنے کے اسباب اور خواہش اختیار نہ کرو۔

چمن اور باغیچوں میں نماز پڑھنا بہت پسندیدہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باغیچوں میں، باغوں میں نماز پڑھنا پسند تھا۔ (ترمذی صفحہ ۷۷)

فائدہ: حافظ عراقی نے بیان کیا کہ ایسے مقام پر نماز پڑھنا آپ کو بہت پسندیدہ تھا۔ اور پسندیدہ ہونے کی وجہ یہ ہو کہ یا تو خلوت اور سکون ہو۔ یا اس وجہ سے تا کہ نماز کی برکت کا اثر پھلوں اور پیڑوں میں آ جائے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے صاحب مکان کی رعایت میں برکۃً ایسا کیا ہو۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۷۴)

زمین چونکہ عبادت و ذکر وغیرہ کی گواہی دے گی۔ اس وجہ سے کہ کل قیامت کے دن گواہی دے۔ اسی طرح کھیت باغ جنگل ہرے بھرے میدان پہاڑ وغیرہ پر جائے تو اور وقت ممنوع نہ ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ تا کہ یہ زمین میدان قیامت میں گواہی دے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ کے لئے جاتے تو ذرا دور جاتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ آپ پاخانہ کے لئے تشریف لے گئے تو خوب دور گئے۔ (ترمذی صفحہ ۱۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کے لئے تشریف لے جاتے تو خوب دور جاتے۔ یہاں تک کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ پاتا۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو خوب دور جاتے یہاں تک کہ آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱)

فائدہ: اس عہد میں عموماً گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہوتا تھا۔ لوگ جنگل میدان میں جاتے تھے۔ آپ آبادی سے خوب دور باہر جاتے کہ دور سے بھی آپ نظر نہ آتے۔ یعنی غایت درجہ پردہ کے اہتمام کی وجہ سے ایسا کرتے۔

جوتا پہن کر سر ڈھانک کر تشریف لے جاتے

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو پیر میں جوتا پہن لیتے اور سر ڈھانک لیتے اور (آنے کے بعد) وضو فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۶۳)

حبیب بن صالح سے مرسلا مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو جوتا پہن لیتے سر کو ڈھانک لیتے۔ (جامع صغیر صفحہ ۴۱۴)

بیت الخلاء کے آداب میں سے ہے کہ سر ڈھانک کر جائے۔ کھلے سر جانا مکروہ ہے۔ بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

انگوٹھی اتار لیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیتے۔ (الاحسان جلد ۴ صفحہ ۱۴۱۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی میں "محمد رسول اللہ" نقش جو کلمہ طیبہ کا دوسرا جز ہے۔ تاکہ بے ادبی نہ ہو اس وجہ سے اتار لیتے تھے۔ اسی طرح کسی کی انگوٹھی میں آیات قرآنیہ وغیرہ یا اسماء الٰہی ہو تو جاتے وقت اتار لینا چاہئے۔

اولاً تو اس قسم کی انگوٹھی سے احتیاط کرے نہ پہنے کہ کبھی بے ادبی نہ ہو جائے۔ البتہ جو نقش و تعویذات لپٹے بندھے ہوئے ہوتے ہیں اس تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء جانا درست ہے۔

فراغت پر مٹی سے ہاتھ دھوتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے باہر تشریف لاتے۔ تو پانی کا استعمال فرماتے۔ ہاتھ مٹی سے صاف فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: پاخانہ سے فراغت پر مٹی سے ہاتھ رگڑ کر صاف کرنا ہر اعتبار سے مفید ہے۔ بدبو زائل ہوتی ہے۔ اور کامل نظافت حاصل ہوتی ہے۔ یہی طریقہ سنت اور مسنون ہے۔ صابن سے یہ زیادہ مفید ہے۔ جہاں مٹی کی سہولت ہو وہاں یہی مسنون طریقہ استعمال کرے۔ جہاں اس کی سہولت نہ ہو وہاں صابن اور پاوڈر استعمال کرے۔ صرف پانی پر اکتفا کرے کہ اس سے بدبو باقی رہتی ہے جو طہارت اور نظافت کے خلاف ہے۔

پاخانہ سے فارغ ہونے پر وضو فرمالیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے تشریف لاتے باہر آتے تو وضو فرمالیتے۔ (طحاوی صفحہ ۵۵، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ وضو فرمانا نماز کے لئے تھا۔ یا اس وجہ سے کہ آپ ہمہ وقت باوضو رہنے کا اہتمام فرماتے۔ یہ وضو پاخانے سے فارغ ہونے کے آداب میں سے نہیں ہے۔ تاہم نظافت کے طور پر ہاتھ منہ دھوئے تو کوئی حرج نہیں۔

طہارت اور پاکی کے مسئلہ میں کسی کو واسطہ نہ بناتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طہارت کے مسئلہ کو کسی کے حوالے نہ فرماتے۔ یعنی کسی کو واسطہ نہ بناتے خود کرتے۔ (مختصراً، ابن ماجہ صفحہ ۳۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ طہارت کے مسئلہ میں محض دوسروں پر اعتماد نہ فرماتے۔ ہوسکتا ہے کہ خیال نہ رہنے کی وجہ سے پاک اور ناپاکی میں احتیاط نہ ہو سکے۔ مثلاً ناپاک کپڑا دے دیا جائے ہوسکتا ہے کہ اسے اچھی طرح یا تین مرتبہ نہ نچوڑا جائے۔ یا پانی کا استعمال مشتبہ ہو۔ جس سے پاکی میں طمانیت حاصل نہ ہو۔ اس احتمالات کی وجہ سے آپ خود انجام دیتے۔

دوسرا مطلب اس حدیث پاک کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غسل اور وضو کرنے میں کسی کی مدد نہ لیتے۔ بلکہ خود بدن اور اعضا پر پانی ڈالتے۔ باوجودیکہ حضرات صحابہ خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

(فیض القدیر جلد ۵ صفحہ ۱۸۹)

خیال رہے کہ بعض روایت میں وضو میں اعانت مثلاً پانی کا ڈالنا ثابت ہے۔ چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت مغیرہ، رقیہ کی ایک باندی، اور بنت معوذ کے متعلق مروی ہے کہ انہوں نے وضو کا پانی ڈالا ہے۔ شاید یہ کسی عذر کی وجہ سے ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے ازراہ برکت ایسا کیا ہو اور آپ نے اس کا خیال کرتے ہوئے منع نہ کیا ہو ورنہ تو عام عادت وضو میں نہ تھی۔ ادھر آپ کی عادت یہ تھی کہ کوئی خدمت کرتا تو اسے موقعہ دیتے۔ کہ یہ ایک اچھی عادت ہے اور اس کے حق میں دعائے خیر کا باعث ہے۔ (انجاح الحاجۃ صفحہ ۳۰)

جنابت کی حالت میں سوتے تو وضو فرما لیتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کا ارادہ فرماتے اور جنابت کی حالت میں ہوتے تو سونے سے قبل نماز کی طرح وضو فرما لیتے۔ (مسلم صفحہ ۱۴۴)

فائدہ: متعدد احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نقل کیا گیا ہے کہ آپ جنابت کی حالت میں سونا چاہتے تو وضو فرما کر سوتے۔ علماء کرام نے وضو کر کے سونے کو سنت و مستحب قرار دیا ہے۔ اگر وضو کے بجائے ہاتھ منہ دھو کر بھی سو جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابن عباس کی حدیث سے یہ بھی ثابت ہے۔ تاہم بلا وضو ہاتھ منہ دھوئے سونا خلاف سنت بہتر نہیں ہے۔

جنابت کی حالت میں کھانے سے قبل وضو فرما لیتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جنابت کی حالت میں ہوتے اور کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۴)

حضرت عائشہ اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب کھانے یا سونے کا ارادہ فرماتے اور جنابت کی حالت میں ہوتے تو وضو فرما لیتے۔ (نسائی صفحہ ۵۰)

فائدہ: جنابت کی حالت میں اگر کھانے کی ضرورت پیش آ جائے تو بہتر ہے کہ وضو کرے۔ اگر وضو نہ کرے تو ہاتھ منہ دھو کر کچھ کھائے پیئے۔ اس کی بھی گنجائش ہے۔

اکثر سر پر کپڑا اور رومال ڈالے رکھتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے سر مبارک پر اکثر کپڑا (رومال وغیرہ) رکھا کرتے تھے۔ اور کپڑا چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ (شمائل صفحہ ۸)

فائدہ: سر پر کپڑا رکھنے کی مختلف شکل ہوتی ہے۔ کبھی عمامہ کے نیچے کپڑا رکھتے تھے۔ تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔ اور تیل کی کثرت استعمال کی وجہ سے یہ کپڑا بہت زائد چکناہٹ رکھتا تھا اور تیل کا اثر نمایاں رہتا تھا۔ اسی کو حضرت انس فرماتے ہیں تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔ کہ تیلی کا کپڑا بھی تیلی سے تعلق کی وجہ سے تیل کا اکثر کپڑے پر نمایاں رہتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خصوصیت میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا۔ نہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی نہ کھٹمل خون کو چوس سکتا تھا۔
(خصائل صفحہ ۱۰۰)

عموماً آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ٹوپی اور عمامہ کے اوپر رومال کے مانند کوئی کپڑا ڈال لیتے تھے۔ تاکہ دھوپ وغیرہ سے حفاظت ہو سکے۔ چنانچہ امام بخاری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے صحیح میں باب باندھا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۶۴)

"باب التقنع" کہ آپ سر پر کپڑا باندھ لیتے تھے۔ چنانچہ اس کے ذیل میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہجرت کے سلسلے میں صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پاس دوپہر میں تشریف لے گئے تو سر پر کپڑا رکھے ہوئے تھے۔ ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ عمامہ کے اوپر سے کوئی کپڑا رکھ کر اپنے سر کو ڈھانکے ہوئے تھے۔ (جمع الوسائل جلد ا صفحہ ۱۷۷)

چنانچہ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ پر ایک مٹیالے رنگ کا کپڑا تھا۔ جسے آپ نے سر پر ڈال رکھا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ چادر کے ایک کونے کو سر پر ڈال لیتے تھے۔
(بخاری صفحہ ۸۶۸)

ٹوپی اور عمامہ کے علاوہ ایک کپڑا چادر کی طرح یا اس سے چھوٹا چوکور شکل کا جو آج کل کے رومال کی طرح ہوتا تھا سر پر ڈال لیتے تھے۔ یہی متوارث طریقہ اہل علم میں چلا آ رہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ گرمی یا سردی وغیرہ سے سر پر کپڑا رومال وغیرہ رکھنا مسنون ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۷۷)

حضرت واثلہ سے منقول ہے کہ دن کو سر ڈھانکنا سمجھداری کی بات ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۹ صفحہ ۲۲۳)

علامہ مناوی نے شرح شمائل میں حضرت ابن مسعود سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ سر پر کپڑا رکھنا حضرات انبیاء کرام کے عادات میں سے ہے۔ (جمع الوسائل صفحہ ۱۷۸)

علامہ مناوی نے تقنع کے مفہوم میں لکھا ہے کہ چادر کی طرح کوئی چوکور ٹکڑا سر کے اوپر سے ڈال کر اسے لپیٹ لیا جائے۔ جس سے اکثر سر چھپ جائے۔ اس کے ایک حصہ کو ڈاڑھ کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال لے۔ یہ طریقہ مستحب ہے۔ جمعہ عیدین اور باہر مجمع میں جاتے ہوئے اس طرح کے کپڑے رکھنے کی تاکید ہے۔
(جمع الوسائل صفحہ ۱۷۶)

اہل علم حضرات کے درمیان مروجہ رومال کی حیثیت

خیال رہے کہ اہل علم حضرات کے درمیان جو مربع رومال رکھنے کا طریقہ جو رائج ہے۔ اسی تقنع کے مفہوم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔ علامہ مناوی نے اس طرح رومال کے استعمال کے رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اور اسے شعائر علما میں بتایا ہے۔ چنانچہ انبیاء کرام کے عادات میں سے ہونا ثابت ہے۔ لہٰذا بعض حضرات جو اس پر نکیر کرتے ہیں اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ جہالت اور نادانی کی بات ہے۔

ماہ مبارک کی آمد پر بشارت دیتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو رمضان المبارک کی آمد پر بشارت دیتے اور فرماتے۔ تم پر مبارک مہینہ آیا ہے۔ اس کے روزہ کو اللہ نے فرض کیا۔ جنت کے دروازے اس میں کھل جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ شیطان قید کر دیا جاتا ہے۔ اس میں ایک رات ہزار رات سے بہتر ہے۔ جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ محروم رہا۔ (مسند احمد صفحہ ۳۸۴، سبل جلد ۸ صفحہ ۴۰۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ رمضان کی آمد پر ان کی خوش خبری سناتے۔ اور ان کی فضیلت سناتے۔ تاکہ نیکیوں کی جانب رغبت ہو۔ اور ماہ مبارک کی تیاری اور اس کے اہتمام میں پہلے سے ہی لگ جائیں۔ تاکہ ماہ مبارک دنیا کے جھمیلوں سے صاف ہو کر عبادت و تلاوت کے ساتھ گزرے۔

ماہ مبارک میں آپ کا معمول

حضرت ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ جب ماہ مبارک آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قیدیوں کو چھوڑ دیتے۔ اور ہر سائل کو عطا فرماتے۔ (مجمع صفحہ ۱۵۳، سبل جلد ۸ صفحہ ۴۱۰، ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۷۷)

فائدہ: یعنی ماہ مبارک میں اہتمام کے ساتھ کسی آنے والے کو محروم اور واپس نہ فرماتے۔ اور لوگوں پر کرم کا معاملہ زائد فرماتے۔

بہت زیادہ سخاوت فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے زیادہ سخی تھے۔ اور رمضان المبارک میں بہت زیادہ سخی ہو جاتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لاتے۔ ماہ مبارک کی ہر رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کا دور کرتے۔ اور تیز ہوا سے بھی زیادہ آپ نیک کاموں میں جلدی کرتے۔

(بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۵۵، مکارم ابن ابی الدنیا صفحہ ۲۵۶)

از راہ محبت کھڑے ہو جاتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (از راہ محبت وشفقت) کھڑے ہو جاتے۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے۔ بوسہ دیتے۔ اپنی جگہ انہیں بٹھاتے۔ اسی طرح آپ تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی (محبۃً وتعظیماً) ہو جاتیں۔ آپ کا ہاتھ پکڑتیں، بوسہ لیتیں۔ اپنی جگہ بٹھاتیں۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۰، بیہقی فی الشعب جلد ۶ صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد درجہ اپنی اولاد کے ساتھ شفیقانہ برتاؤ فرماتے۔ عربوں کے ماحول میں محبت و شفقت کا یہ طریقہ رائج تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں تعظیماً کھڑے ہونے کی اجازت ہے وہیں محبت وشفقت کی بنیاد پر بھی کھڑے ہونے کی اجازت ہے۔

ادباً واکراماً موافقت میں کھڑا ہونا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب (مسجد یا مجلس نبوی سے) گھر جانے کا ارادہ فرماتے۔ (اور کھڑے ہوتے) تو ہم لوگ کھڑے ہو جاتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور بیان فرماتے رہتے۔ جب آپ کھڑے ہوتے (جانے کے لئے) تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ آپ ازواج مطہرات کے گھر داخل ہو جاتے۔ (فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۵۲، بیہقی فی الشعب)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم وفضل کے اکرام میں کھڑا ہونا اولیٰ اور بہتر ہے۔ اور یہ صحابہ کرام کا طریق

محمود ہے۔

اکثر خاموش رہتے

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مجلس میں) اکثر خاموش رہتے، اور حضرات صحابہ کرام اشعار وغیرہ پڑھتے تو ان کے ہنسے پر آپ مسکرا دیا کرتے۔ (ابن سعد صفحہ ۳۷۲)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر رہتا تھا۔ آپ طویل خاموش اور کم ہنسنے والے تھے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۵۶، کنز جلد ۷ صفحہ ۲۱۷)

ہند بن ابی ہالہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل خاموش رہتے۔ جب گفتگو کی ضرورت ہوتی تب ہی گفتگو فرماتے۔ (شمائل ترمذی صفحہ ۱۴)

فائدہ: کسی ضرورت ہی پر آپ بولتے ورنہ خاموش رہتے۔ بسا اوقات آپ کی مجلس خاموش رہتی۔
اس سے معلوم ہوا کہ مجلس میں خاموش رہنا بھی ایک محمود امر ہے۔ کہ اس کا مطلب فکر، ذکر الٰہی اور توجہ الی اللہ کا ہوتا ہے۔ جاہل اور ناواقف لوگ اس راز سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے رد کرنے لگ جاتے ہیں۔ جو صحیح نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر، فکر اور ضروری کلام و گفتگو میں وقت صرف فرماتے۔ لغو اور لایعنی امور سے بچتے۔ کہ آپ کا فرمان مبارک ہے۔ مسلمان کی خوبی میں سے یہ ہے کہ بلا فائدہ غیر ضروری امور کو چھوڑ دے۔ (ترمذی صفحہ ۵۸)

خاموشی کی وجہ

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کی خاموشی کیسی ہوتی تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ آپ کی خاموشی تین چیزوں کی وجہ سے ہوتی تھی۔ حلم و بردباری، احتیاط، تدبر اور فکر۔

(بیہقی فی الشعب جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

فائدہ: یعنی آپ کی خاموشی جذب اور تغافل کی وجہ سے نہ ہوتی تھی بلکہ اس اہم امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خاموشی بھی ایک اعلیٰ ترین وصف میں سے ہے۔ جو اصحاب معرفت کے یہاں ہوا کرتا ہے۔

مآخذ اور مراجع

اس کی تالیف میں احادیث تفسیر وسیرۃ وغیرہ کی کتابوں کا ایک وسیع ذخیرہ پیش نظر رہا ہے۔ تاہم جن اہم اور بنیادی مآخذ اور مراجع کے حوالے ہیں۔ ان کی فہرست مختصراً پیش خدمت ہے۔

① بخاری
② مسلم
③ ابوداؤد
④ ترمذی
⑤ نسائی
⑥ ابوداؤد
⑦ طحاوی
⑧ سنن کبریٰ للبیہقی
⑨ شعب الایمان للبیہقی
⑩ آداب بیہقی
⑪ سبل الہدیٰ والرشاد
⑫ ادب مفرد
⑬ مجمع الزوائد
⑭ جامع صغیر للسیوطی
⑮ ابن حبان (الاحسان)
⑯ مسند بزار
⑰ مطالب عالیہ
⑱ الترغیب الترہیب
⑲ مسند احمد
⑳ مشکوٰۃ المصابیح
(۲۱) مصابیح السنۃ
(۲۲) مستدرک حاکم
(۲۳) فیض القدیر، للمناوی
(۲۴) کنز العمال
(۲۵) مصنف ابن عبدالرزاق
(۲۶) دارمی
(۲۷) دار قطنی
(۲۸) مکارم۔طبرانی
(۲۹) مکارم۔ابن ابی الدنیا
(۳۰) مکارم۔الخرائطی
(۳۱) اخلاق النبی۔ابوالشیخ
(۳۲) رسائل ابن ابی الدنیا
(۳۳) کتاب البر ابن جوزی
(۳۴) ابن سنی
(۳۵) نزل الابرار
(۳۶) مسند فردوس
(۳۷) ریاض الصالحین
(۳۸) جامع بیان العلم
(۳۹) طبقات ابن سعد
(۴۰) احیاء العلوم
(۴۱) زاد المعاد
(۴۲) اشعۃ اللمعات

۴۳ اتحاف السادۃ
۴۴ فتح الباری
۴۵ عمدۃ القاری
۴۶ مرقات المفاتیح
۴۷ جمع الوسائل
۴۸ نسیم الریاض
۴۹ طیبی
۵۰ الاذکار
۵۱ الجامع الاحکام القرآن
۵۲ تفسیر مظہری
۵۳ روح المعانی
۵۴ الدر المنثور
۵۵ تفسیر ماجدی
۵۶ معارف القرآن
۵۷ تفسیر کبیر
۵۸ معارف السنن
۵۹ شرح شفا
۶۰ مقدمہ ابن صلاح
۶۱ درس ترمذی
۶۲ فضائل صدقات
۶۳ مظاہر حق
۶۴ سیرۃ النبی
۶۵ اسوۃ الصالحین
۶۶ سیرۃ مصطفیٰ
۶۷ وصیۃ الاخلاص
۶۸ کیمیائے سعادت
۶۹ الفتاویٰ الشامیہ
۷۰ البدایہ
۷۱ شمائل ابن کثیر
۷۲ اتحاف المہرۃ
۷۳ خصائل نبوی
۷۴ کوثر وزمزم

جدید نظر ثانی ایڈیشن

محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنتیں

اُسوۂ حسنہ

المعروف بہ

شمائلِ کبریٰ

جلدِ سوم

حصہ ششم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت، وضو، غسل، تیمم اور اوقات

نماز وغیرہ جو ۱۰۰ ر مضامین پر مشتمل ہے

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذِ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

جامع دعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور، دعائیں تو آپ نے بہت سی بتا دی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں، کوئی ایسی مختصر دُعا بتا دیجیے، جو سب دُعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی۔ (ترمذی)

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ
مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی شریف)

فہرستِ مضامین

غسل کے سلسلے میں آپ کے پاکیزہ اسوہ و تعلیمات کا بیان ۵۸۱

تقریظ

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

امابعد! زیر نظر کتاب ''شمائل کبریٰ'' کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ سے مشرف ہوا، کتاب کی دو جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں تیسری جلد زیر طبع ہے۔اب الحمدللہ ششم طبع ہو کر ہفتم زیر طبع ہے۔

اس کتاب میں حضرت خاتم النبیین محمد عربی ﷺ کے حالات، خصائل اور عادات واطوار کو عمدہ ترتیب اور دلنشیں پیرایہ میں جمع کیا گیا ہے، کتاب کے مؤلف مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب قاسمی استاذ حدیث مدرسہ اسلامیہ عربیہ ریاض العلوم گورینی (جونپور) صالح وجید الاستعداد فاضل نوجوان ہیں، مختلف موضوعات پر کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔

دعا گو ہوں اللہ رب العزت ان کی سعادت مندانہ کاوش کو اپنی شایان شان شرف قبولیت بخشے اور اس کو سبھی مسلمانوں کے لئے نافع اور مؤلف زید فضلہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔اور ہم سبھی کو نبی اکرم ﷺ کے اسوہ کو اپنی زندگیوں میں لانے کی توفیق افروز فرمائے۔

فقط والسلام

مظفر حسین المظاہری

ناظم ومتولی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارن پور

تقریظ

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب دامت برکاتہم

صدر مسلم پرسنل لا بورڈ، ہند

دین کے بنیادی سرچشمے دو ہیں، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ، قرآن مجید بھی ہمارے اعتقادات اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں اصولی ہدایات عطا کرتا ہے جس کی حیثیت دین کے حدود اربعہ کی ہے اور پیغمبر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے فرمودات و معمولات قرآن کا بیان اور منشاء ربانی کے ترجمان ہیں، جو صبح سے شام اور پیدائش سے موت تک پوری زندگی کا احاطہ کرتے ہیں اور جس نے شخصی و انفرادی زندگی سے لے کر سماجی، معاشی اور سیاسی و اجتماعی مسائل تک ہر باب میں ہماری رہنمائی کی ہے اور ہمیں کہیں تاریکی میں نہیں رکھا ہے، اس لئے آپ ﷺ کا ہر عمل ہمارے لئے روشن نقوش اور قرآن مجید کی زبان میں اسوۂ حسنہ ہیں اور ان کی اتباع و پیروی میں نہ صرف آخرت بلکہ دنیا کی بھی بھلائی ہے۔

اس پس منظر میں جیسے علماء نے آپ ﷺ کے اوامر و نواہی اور احکام شرعیہ سے متعلق آپ ﷺ کے افعال کو ''کتب حدیث'' کی صورت میں جمع فرمایا ہے اور ان کے استناد و اعتبار کی تحقیق میں ایسی مشقت اٹھائی ہے اور دِقتِ نظر کا مظاہرہ کیا ہے کہ مذاہب عالم کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ وہیں آپ ﷺ کے سراپائے مبارک اور شب و روز کے معمولات کو بھی مختلف محدثین نے ''شمائل'' یا ''عمل الیوم واللیلہ'' کے عنوان سے جمع کیا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے یہ معمولات زیادہ تر سنن غیر مؤکدہ یا مستحبات و آداب کے تحت آتے ہیں اور آپ ﷺ کے بعض افعال طبعی مزاج و مذاق پر مبنی ہیں، لیکن اہل ایمان کے لئے واجب و سنت کے اس فرق کی اہمیت نہیں ہے، اصل اہمیت اس امر کی ہے کہ ان شمائل و خصائل کی نسبت آقا ﷺ فداہ روحی وابی وامی سے ہے اور یہ نسبت ہی ہر مؤمن کی چشم محبت کا سرمہ ہے۔

اردو زبان میں رسول اللہ ﷺ کے شمائل و خصائل پر کم کام ہوا ہے، سوائے اس کے کہ ''شمائل ترمذی'' کے بعض تراجم اور ان پر مختصر حواشی شائع ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ بمشکل ایک آدھ تحریر اس موضوع پر مل جائے، حالانکہ اردو کروڑوں مسلمانوں کی زبان ہے۔ اور اب یہ ایک عالمی زبان بن چکی ہے، اس پس منظر میں فاضل

نوجوان مولانا محمد ارشاد صاحب زادہ اللہ علماً نافعاً (استاذ جامعہ ریاض العلوم گورینی) نے بڑی تفصیل سے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور ''شمائل کبریٰ'' کے نام سے اب تک پانچ جلدیں اس کتاب کی آ چکی ہیں، اور ابھی مزید کئی جلدیں متوقع ہیں۔ مصنف نے حدیث و سیرت کے مستند و معتبر مراجع سے استفادہ کرتے ہوئے یہ کام کیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب مسلمانوں کے عوام و خواص دونوں کے لئے بہت نافع ثابت ہوگی، مجھے عزیز موصوف سے بڑی توقعات ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ سے زیادہ علم و تحقیق کا کام لے اور اخلاص کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔

''وباللّٰہ التوفیق وھو المستعان''

مجاہد الاسلام قاسمی
(نزیل: جامعہ سیّد احمد شہید، کٹولی ملیح آباد)
۲۰ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۱۵ر اپریل ۲۰۰۱ء

حرف اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه الذی خص سیّدنا محمد صلی اللّٰه علیه وسلم باسنی المناقب، ورفعه فی الشرف الی اعلٰی المراتب، وجعل الاسوة الحسنة والشمائل الکبیرة امنا لمن تمسك بها ونجاة من المهالك والمصائب، وشرف لمن اقتدی بها بالفضائل والمناقب والصلٰوة والسلام علی سیّد المرسلین وفخر الاولین والاخرین محمد المبعوث بالدین الواصب، وعلی اٰله واصحابه الذین نالوا به اشرف المناصب.

(اما بعد) پیشِ نظر کتاب اسوۂ حسنہ معروف بہ شمائل کبریٰ سرور دو عالم محمد ﷺ کے بلند پایہ اخلاق و عادات، افعال و احوال پر ایک محقق جامع ذخیرہ ہے، مؤلف نے ترتیب میں التزام کیا ہے کہ شمائل کے متعلق حدیث و سیرۃ وغیرہ کی کتب معتبرہ میں جو مضامین مذکور ہیں بالاستیعاب آ جائیں، حتی الوسعہ سنن کا کوئی گوشہ مخفی نہ رہ جائے جو متبعین سنت کے لئے قیمتی ذخیرہ ہے۔ نیز باب کے متعلق صحیح، حسن، ضعیف جو روایتیں مل سکی ہیں لی گئی ہیں جیسا کہ اصحاب سیر و شمائل کا طریقہ رہا ہے، البتہ واہی اور موضوع سے گریز کیا گیا ہے، تاہم ابن جوزی جیسی گرفت کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ اور حدیث و سیرۃ وغیرہ کے جن بیش بہا ذخیروں سے مواد حاصل کیا گیا ہے ان کے حوالے بقید جلد و صفحات مذکور ہیں، تاکہ اہل ذوق حضرات کو مراجعت میں آسانی ہو سکے، یہ کتاب اس ترتیب کی پہلی جلد ہے جو کھانے، پینے اور لباس کے سنن پر مشتمل ہے، ضمناً آداب و مسائل بھی، جو انہیں سے ماخوذ ہیں ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

مولائے کریم سے دعاء ہے کہ اس عظیم، وقیع خدمت کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اور قبول فرما کر باعث رضا و ذخیرہ آخرت بنائے۔ "وهو حسبی ونعم الوکیل"

محمد ارشاد بھاگل پوری

استاذ حدیث جامعہ ریاض العلوم گورینی جون پور

رجب ۱۴۱۴ھ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خدائے وحدہ لاشریک کا بے پایاں فضل و کرم ہے کہ شمائل کی جلدیں خواص و عوام میں مقبول ہیں ہند و پاک میں اس کے متعدد ایڈیشن طبع ہوئے۔ اہل علم اور سنت کے شیدائیوں نے قدر و پسندیدہ سے نگاہوں سے دیکھا۔ ”ذلک فضل اللّٰہ“

پیشِ نظر شمائل کبریٰ کی جلد ششم ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس جلد میں طہارت، مسواک، وضو، غسل، تیمم، مسح، مسجد، اذان اور نماز کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ شمائل و اسوۂ حسنہ مبارک طریق و تعلیمات کو نہایت بسط و تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، خصوصاً اس جلد میں ایک ایک طریق و عادت و مبارک سنتوں کو احادیث پاک کے ذخیرہ لآلی منثورہ سے جمع کیا گیا ہے۔ اور اس کے آداب و مستحبات کو بسعی بلیغ احادیث سے مستند کیا گیا ہے اور مآخذ سے ثابت کیا گیا ہے۔ جس کا اندازہ اہل ذوق کو مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔

خیال رہے کہ دین و شریعت میں خصوصاً نماز کے متعلق ”احناف“ کو بعض طبقوں کی جانب سے مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے کہ وہ بیشتر امور میں احادیث و سنت کے خلاف قیاس اور رائے اختیار کر لیتے ہیں۔ یا تو ان کے پاس اس سلسلے میں احادیث نہیں، یا ہیں تو ان کو ترک کر کے قیاس و رائے پر عمل کرتے ہیں۔ سو اس گمان و زعم فاسد کا اس میں وافی جواب پائیں گے۔

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ یہ دین وسیع ہے۔ ضیق اور تنگی سے محفوظ ہے طریق کا اختلاف خود آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہے، بیشتر امور میں راجح مرجوح، افضل و مفضول کا اختلاف ہے بلکہ ”هما سيان“ دونوں کی ”اجازت و اباحت“ کا ظاہری اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور جو توسع اور اختلاف من جانب الشارع نصوص احادیث و سنت اور طریق صحابہ سے ثابت ہو اس میں ایک دوسرے کو ناحق گمراہ، جادہ مستقیم سے الگ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ جہالت اور نادانی سے ناشی ہے۔ ملت کو ان امور سے احتراز کرنا چاہئے۔

عبادت نماز سے متعلق امور خواہ فرائض ہوں یا واجبات، سنن ہوں یا مستحبات و آداب۔ احادیث و آثار سے ثابت ہیں رائے اور اجتہاد جو نصوص کے خلاف ہیں ان کو اساس و بنیاد کا درجہ ہرگز حاصل نہیں۔

عاجز فقیر نے اس امر کی سعی بلیغ کی ہے کہ باب اور موضوع کے متعلق آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ چھوٹنے نہ پائیں، سنن و مستحبات آداب حسنہ احادیث سے مستند ہو جائیں۔

اور یہ واضح ہو جائے کہ فقہاء کرام نے جو بیان کئے ہیں ان کے مآخذ یہ احادیث و آثار ہیں۔

تالیف میں اس امر کا خصوصاً لحاظ کیا گیا ہے کہ احادیث و آثار کے علاوہ فقہی اختلافات و بحث سے گریز کیا جائے۔

اس فن پر اس کتاب کو ایک امتیازی مقام پر پائیں گے اس قدر بسط و تفصیل کسی دیگر کتاب میں خواہ کسی زبان سے متعلق ہو نہیں پائیں گے۔

ذلك بفضل الله وبكرمه

ترتیب، حوالے اور مراجع کے متعلق

❶ جیسا کہ پہلے بھی واضح کیا جا چکا ہے اخذ میں موضوع متہم بالوضع اور شدید منکر سے گریز کیا گیا ہے۔ بخلاف ضعیف، کہ باب الفضائل و مستحبات میں معتبر ہونے کی وجہ سے اسے قبول کیا گیا ہے۔
جس کا کچھ بیان جلد اول کے مقدمہ میں آ چکا ہے۔ مزید تفصیلی و تشفی بحث عاجز کی تالیف ''ارشاد اصول حدیث'' کے ''ضعیف'' میں ملاحظہ کیجئے۔

❷ اہل علم پر یہ بات مخفی نہ رہے کہ شمائل کی ترتیب میں اولاً فعلی اور اسوہ کے متعلق روایتیں لی گئی ہیں پھر تشریحاً تائیداً و اتماماً للفوائد قولی روایتیں بھی لی گئی ہیں کہ سنت اور اسوہ کے مفہوم سے یہ خارج نہیں۔ جیسا کہ خود شمائل میں امام ترمذی کا طرز رہا ہے۔

❸ اس کی ترتیب میں احادیث و سیر و تفسیر و فقہ وغیرہ کا ایک وسیع ذخیرہ پیش نظر رہا ہے۔ مگر حوالے میں رائج متداول اور اساسی کتابوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔

❹ حوالہ اور مآخذ کی نشاندہی مع جلد و صفحات کے اہل علم حضرات کے لئے ہے کہ وہ حسب ضرورت تحقیق و تفتیش کے لئے ان مآخذ کی طرف رجوع کر سکیں۔

❺ اسی وجہ سے حوالوں میں بسا اوقات اختصار کیا گیا ہے جس سے اہل علم حضرات بسہولت یا معمولی توجہ سے سمجھ سکتے ہیں، مثلاً عمدہ سے عمدۃ القاری فتح سے فتح الباری، الفتح سے الفتح الربانی (مرتب مسند احمد) مجمع

سے مجمع الزوائد۔

❻ صحاح ستہ کی وہ حوالے درج ہیں جو ہندی مطبوعات ہیں چونکہ یہی بسہولت دستیاب اور مدارس و کتب خانوں میں رائج بھی ہیں۔ باقی کتب احادیث کی مصری یا بیروتی حوالے درج ہیں کہ عموماً انہیں کے مطابع دستیاب ہیں۔

❼ بسا اوقات متعدد کتب کے حوالے ذکر کئے گئے ہیں، تاکہ رجوع میں سہولت ہو۔

❽ طباعت اور مطابع کے اعتبار سے بعض کتابوں کے کئی نسخے ہو جاتے ہیں اگر حوالہ میں موافقت نہ پائیں تو ہوسکتا ہے کہ نسخوں اور مطابع کا اختلاف اس کا سبب ہو۔

خدائے پاک کے اس برگزیدہ بندے کے حق میں جو اس عظیم و وقیع تالیف کا باعث ہیں اور جن کے تعاون سے اس کی طباعت و اشاعت میں سہولت میسر ہوئی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان جزاء خیر عطا فرمائے دنیا کی خوش نصیبی کے ساتھ آخرت میں بلند و بالا مرتبہ سے نوازے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت وخوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جو امت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا و تقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

احقر العباد۔ محمد ارشاد بھاگل پوری

استاد حدیث وافتاء مدرسہ ریاض العلوم گورینی

جون پور۔ یوپی

رجب المرجب ۱۴۲۲ھ ستمبر ۲۰۰۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

طہارت و پاکی کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات واسوۂ حسنہ کا بیان

اسلام صفائی اور طہارت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں نظافت اور صفائی ہے، اس لئے صفائی حاصل کرو۔ (کنز العمال صفحہ ۲۷۷)

صفائی اور نظافت وطہارت نصف ایمان ہے

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت اور صفائی نصف ایمان ہے۔ (ترمذی، مسلم صفحہ ۱۱۸، مشکوٰۃ صفحہ ۳۸)

فائدہ: ظاہر ہے اسی طہارت سے وضو غسل اور نجاستوں سے صفائی متعلق ہے کہ بغیر طہارت کے عبادت نہیں۔

قیامت میں سب سے پہلے طہارت کا حساب

حضرت ابو العالیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے بندے کا حساب پاکی اور طہارت سے متعلق ہوگا۔ (کشف النقاب جلد ۱ صفحہ ۲۲۷، کنز العمال صفحہ ۲۷۸)

فائدہ: چونکہ اس پر نماز کی صحت کا مدار ہے، اسی وجہ سے پیشاب کی بے احتیاطی سے عذاب قبر ہوگا۔

پاک وصاف لوگ ہی جنت میں داخل ہوں گے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جنت میں پاک صاف رہنے والے ہی داخل ہوں

گے۔ (طبرانی، کنز العمال، کشف جلد ا صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو لوگ گندے اور ناپاک رہتے ہیں، بلا پانی کے استنجاء کرتے ہیں جنابت کی حالت میں رہتے ہیں۔

اسلام کی بنیاد ہی نظافت اور طہارت پر ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہاں تک ہو سکے صاف اور پاک رہا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد صفائی اور پاکی پر رکھی ہے۔ اور جنت میں صرف پاک وصاف ہی لوگ داخل ہوں گے۔ (کنز العمال کشف جلد ا صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: دیکھئے صفائی اور نظافت کی کتنی تاکید ہے۔ صفائی کا یہ مطلب نہیں کہ صرف بدن پر تو صاف پریس کردہ کپڑے ہوں مگر گھر کا نظام گندا۔ گھر کے سامنے گندگی، گھر کا صحن اور آنگن گندا، میلے کپڑے، میلے برتن اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے ان پر مکھیاں لگ رہی ہیں۔ ادھر بچوں کا پاخانہ پڑا ہے۔ بہت بری بات ہے۔ سراسر اسلامی نظام کے خلاف ہے۔ گھر جلد اور ہر چیز میں صفائی ملحوظ ہو۔

جسم کو پاک رکھنے کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے جسم کو پاک وصاف رکھو خدا تمہیں پاک رکھے گا۔

فائدہ: یعنی پاکی اور طہارت کو قبول فرمائے گا، اس کے اسباب پیدا فرمائے گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ گناہوں سے پاک کرے گا، جسم کی طہارت گناہ سے طہارت کا سبب بنے گا۔

اللہ پاک پاک وصاف عبادت گزار کو پسند کرتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: خدائے پاک کو پاک صاف عبادت گزار پسند ہے۔

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ میلا کچیلا رہنا کپڑے پر نامناسب دھبے لگے ہوں جسم پسینہ اور غسل وغیرہ نہ کرنے سے بدبو کر رہا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہو کہ تیل وصابن کی سہولت نہیں، کپڑے اور بدن سے ایسا معلوم ہو رہا ہو جیسے ہفتوں غسل نہ کیا ہو، ایسا بندہ گو عابد ہو مگر خدا کو یہ ہیئت پسند نہیں۔ اسلام کی بنیاد نظافت پر ہے پاکی اور صفائی کو نصف ایمان قرار دیا ہے۔ ایسی صورت میں گو کپڑے پاک ہوں مگر میلا وکچیلا رہنا کیسے پسندیدہ ہوگا۔ اس طرح تو مذہب بدنام ہوگا۔ غیر سمجھیں گے کہ اسلام گندا مذہب ہے۔ صفائی ستھرائی کی ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے مسلم آبادی میں گلیوں کے سامنے مکانوں کے سامنے کتنی گندگی رہتی ہے۔ بچوں کو راستے پر

پاخانہ کرانے کی ملعون حرکت کرتے ہیں۔ حالانکہ گھر کو صاف رکھنا غنا کا باعث ہے۔ (کنزالعمال صفحہ ۲۷۷)

جس نبی نے امت کو صفائی اور نظافت کی تاکید کرتے ہوئے نصف ایمان اور اساس قرار دیا۔ آج امت میں صفائی ستھرائی کا حال کیا ہے۔ آج غیروں کے محلوں میں صفائی اور نظافت ہے اور اپنوں کے محلوں میں گندگی ہے۔ خدا ہی فہم اور سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

طہارت اور نظافت سے فرشتوں کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے جسم کو پاک صاف رکھو۔ جو بندہ طہارت کی حالت میں رات گزارتا ہے (یعنی باوضو) تو اس کے ساتھ اس کے بستر پر فرشتے اس کے ساتھ رات گزارتے ہیں اور اس کی ہر کروٹ پر فرشتہ یہ کہتا ہے: اے اللہ اس بندے کی مغفرت فرما اس نے رات طہارت کے ساتھ گزاری ہے۔ (کنزالعمال صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: دیکھئے طہارت کی کتنی فضیلت کہ طہارت اور پاکی کے ساتھ رات گزارنے پر فرشتے کی ہم نشینی اور دعا حاصل ہوتی ہے۔ خیال رہے ابتداءً وضوء کا اعتبار ہے، نیند سے وضوٹوٹ جانے سے اس فضیلت میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

پاک صاف کپڑا تسبیح کرتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اے عائشہ ان دونوں کپڑوں کو دھودو۔ کیا نہیں معلوم کپڑے تسبیح کرتے ہیں (جب پاک صاف رہتے ہیں) اور جب گندہ ہو جاتا ہے تو اس کی تسبیح بند ہو جاتی ہے۔ (ابن عساکر، والحدیث منکر کنزالعمال صفحہ ۲۷۶)

فائدہ: گھروں میں کپڑوں کا گندے اور میلے کچیلے پڑے رہنا بڑی بری بات ہے۔ طہارت جو نصف ایمان ہے اس کے خلاف ہے گھروں اور گلیوں کی گندگی شرافت ایمان کے خلاف ہے، جس سے صحت کا بھی شدید نقصان ہے۔

طہارت سے غنا حاصل ہوتی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ برتنوں کا دھلا رکھنا اور صحن کا صاف رکھنا غنا کا باعث ہے۔ (طبی، کنزالعمال صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: بعض گھروں میں دیکھئے گھنٹوں برتن گندے پڑے رہتے ہیں، گھروں کا صحن آنگن گندگی سے پر رہتا ہے۔ بچوں کا پاخانہ پڑا رہتا ہے۔ گندے بستر گندی بدبودار مکھی لگ رہی چیزیں پڑی رہتی ہیں۔ بری بات ہے

جہاں یہ شرافت ایمان کے خلاف ہے وہاں صحت کے اعتبار سے بھی سخت مضر ہے۔ گندی ہواؤں سے ذہن بھی گندا ہو جاتا ہے، ایسے گھروں میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بیماریوں کا سلسلہ بھی لگا رہتا ہے۔ صفائی صحت اور غنا کا باعث ہے۔ افسوس کہ آج غیر مسلم کے گھروں میں صفائی کا خیال کرتے ہیں مگر مسلم گھرانہ اس سے محروم ہے۔

بچہ گود میں یا کپڑے میں پیشاب کر دے تو آپ ﷺ کس طرح دھوتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔ (بخاری صفحہ ۳۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت حسن یا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے بطن مبارک پر پیشاب کر دیا، آپ ﷺ نے پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بچے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے جاتے۔ آپ ان کے لئے دعا فرماتے، ایک مرتبہ ایک بچہ لایا گیا اس نے پیشاب کر دیا۔ آپ نے فرمایا: اس پر پانی بہا دو، اچھی طرح بہانا۔ (طحاوی صفحہ ۵۶)

ابن ابی لیلیٰ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھا تھا، آپ کے پیٹ یا سینہ پر حضرت حسن تھے، انہوں نے پیشاب کر دیا میں نے دیکھا پیشاب کی دھاری تیزی سے بہہ رہی ہے۔ ہم لوگ کھڑے ہوگئے۔ آپ نے فرمایا: چھوڑ دو۔ پانی منگایا اور اس پر بہا دیا۔ (طحاوی صفحہ ۵۶)

فائدہ: آپ ﷺ بچوں سے بے تکلف رہتے۔ آپ کے جسم اطہر پر وہ کھیلتے رہتے بسا اوقات نماز میں بھی آپ کو نہیں چھوڑتے۔ اکثر و بیشتر بچے آپ کی خدمت میں دعا اور برکت کے لئے لائے جاتے آپ ان کو گود میں لیتے وہ پیشاب کر دیتے۔ آپ نہ برا مانتے اور نہ ڈانٹتے۔ اور نہ کوئی تنگی محسوس فرماتے یہ کمال تواضع کی بات ہے خیال رہے دودھ پیتے بچے اور بچیاں کا پیشاب بھی ناپاک ہے، چنانچہ علامہ عینی نے بچوں کے پیشاب کے ناپاک ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۳۰)

ہاں مگر بچوں کے پیشاب میں جو دودھ پیتے ہوں ذرا تخفیف ہے کہ تین مرتبہ سختی سے نچوڑنا، اور پانی سے دھونا واجب نہیں جیسا کہ بڑوں کے پیشاب کا حکم ہے۔ ایک مرتبہ بھی پانی ڈال کر نچوڑ دینا کافی ہے کہ دودھ پیتے بچے اکثر گود میں لینے سے خصوصاً ماں کی گود میں پیشاب کرتے رہتے ہیں۔ وقت اور تنگی کو دور کرنے اور سہولیت کے پیش نظر شریعت نے اس کی پاکی میں آسانی اور تخفیف پیدا کر دی ہے۔ اکثر عورتیں بہانہ بناتی ہیں کہ بچے نے پیشاب کر دیا دھونے میں زحمت ہوتی ہے، کیسے نماز پڑھیں۔ سو یہ شیطانی وسوسہ ہے، بچہ کے پیشاب میں پانی

بہادیا ہلکا سا نچوڑ دیا بس پاک ہوگیا، نماز پڑھ لے۔ البتہ بچی کے پیشاب کو دھوکر ذرا اہتمام سے نچوڑ دے۔
(اعلاء السنن صفحہ ۲۹۳)

سوکر اٹھنے کے بعد اولاً تین مرتبہ ہاتھ دھونا مسنون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہوتو برتن میں ہاتھ نہ ڈالے تاوقتیکہ ہاتھ تین مرتبہ نہ دھوڈالے، نہ معلوم رات میں ہاں کہاں پڑا۔
(ابن خزیمہ صفحہ ۵۲، بخاری صفحہ ۲۸، ابوداؤد صفحہ ۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی رات میں بیدار ہوتو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے تاوقتیکہ اپنا ہاتھ تین مرتبہ نہ دھوڈالے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۴)

فائدہ: چونکہ احتمال ہے کہ اس کا ہاتھ کسی مقام پر پڑ کر ناپاک ہوگیا ہو، اس احتمال کے پیش نظر آپ نے طہارت اور نظافت کی رعایت فرماتے ہوئے کہا کہ اولاً اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوڈالو۔ اگر نجاست کا احتمال اور امکان ہوتو ہاتھوں کا دھونا مسنون و مستحب ہے۔ اگر یقین ہوتو پھر ضروری ہے۔ یہ اس وقت ہے جب مگ یا جگ گلاس ڈونگا وغیرہ نہ ہو۔ (سبل السلام صفحہ ۴۷، عمدہ صفحہ ۱۸)

جیسا کہ اس وقت عربوں کے ماحول میں تھا کہ پانی کسی برتن سے ہاتھ سے نکالتے تھے، ورنہ تو مگ وغیرہ سے نکالنے کی صورت میں یہ بات نہیں اس لئے ہاتھ دھونے کا حکم نہیں، ہاں اگر نظافۃً اور اتباعاً کرے تو باعث ثواب ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۱۹)

یہی حال نل سے پانی استعمال کرنے کے بارے میں ہے۔ خیال رہے کہ یہ سنت سوکر اٹھنے کے بعد پانی کے استعمال کے وقت ہے۔

اور ایک ہاتھ کا تین مرتبہ گٹوں تک وضو کے شروع میں دھونا وہ مستقل وضو کی سنت ہے۔ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ بیدار ہونے والے اور اس کے علاوہ کے لئے بھی سنت ہے۔ (فتح صفحہ ۲۱)

اسی طرح یہ سنت خواہ رات کی نیند سے بیدار ہو یا دن کی نیند سے بیدار ہو۔ (معارف صفحہ ۱۵۱، سبل السلام صفحہ ۴۷)

علامہ عینی نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ کسی بھی چیز کے دھونے میں "تین" مرتبہ سنت ہے۔ جہاں نجاست کا احتمال ہو یقین نہ ہو طہارت کی صورت کا اختیار کرنا مستحب ہے۔ اگر ہاتھ کے پاک ہونے کا یقین ہوتو پھر پانی بلاشبہ ہاتھ کے ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۸)

ندی تالاب حوض میں ابتداءً ہاتھ ڈالنے کی اجازت ہے۔ (سبل صفحہ ۴۷)

بلی کے جھوٹے میں کوئی خاص حرج نہیں

حضرت کبشہ بنت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی ناپاک نہیں ہے، یہ کثرت سے تمہارے پاس آنے جانے والی ہے۔ (نسائی صفحہ ۶۳، ابوداؤد صفحہ ۱۱، ترمذی صفحہ ۲۷، ابن خزیمہ صفحہ ۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بلی کے جھوٹے پانی سے وضو فرمار ہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلی ناپاک نہیں ہے، وہ گھر میں رہنے والوں کی طرح ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۵۴)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بلی کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔ امام محمد نے موطا میں ذکر کیا ہے کہ بلی کے جھوٹے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۰)

علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ وہ چونکہ نجس امور سے ملوث ہوتی رہتی ہے، اس لئے اس کا جھوٹا پانی مکروہ ہے۔ ابن ہمام نے بھی اسی کو الاصح کہا ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۲)

صاحب ہدایہ نے بھی بلی کے جھوٹے کو پاک مگر مکروہ بتایا ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۲)

درندوں کا جھوٹا

خیال رہے کہ تمام درندوں کا جھوٹا مثلاً شیر چیتا بھالو وغیرہ کا جھوٹا ناپاک ہے۔ اسی طرح تمام پھاڑنے والے درندوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۲۰۳، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۱۱۳)

چوہے کا جھوٹا مکروہ ہے (فتح) عموماً گھروں میں چوہے بکثرت ہوتے ہیں، اور کھانے پینے کی اشیاء منہ میں ڈال دیتے ہیں، عورتیں اس سے احتیاط نہیں کرتی ہیں۔ صحت جسمانی کے اعتبار سے اس کا جھوٹا بہت مضر ہے، مرغی کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ (فتح) آدمی کافر ہی کیوں نہ ہو اس کا جھوٹا پاک ہے، ہاں مگر جب کہ شراب نہ پیا ہو۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۸)

گو نظافت ایمانی کے خلاف ہو۔ گائے بیل بھینس بکری دنبہ کا جھوٹا پاک ہے۔ اگر کسی برتن میں منہ دے دے تو وہ پاک ہے اور اس کے جھوٹے پانی سے وضو کرنا بلا کراہیت جائز ہے۔ عموماً عورتیں اسے ناپاک سمجھ کر پھینک دیتی ہیں، یہ نادانی کی بات ہے۔ (فتح القدیر صفحہ: ۱۰۸)

چپل جوتے کی ناپاکی رگڑ دینے سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد آئے اور اپنے جوتے میں کوئی نجاست و گندگی دیکھے تو اسے رگڑ دے، اور نماز پڑھ لے۔ (ابوداؤد صفحہ ۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چمڑے کے موزے (یا چپل و جوتے) کی نجاست کو زمین سے رگڑ دے تو مٹی سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۵)

فائدہ: چپل جوتے کھڑاؤں وغیرہ میں اگر غلاظت و ناپاکی وغیرہ لگ جائے تو اسے زمین پر رگڑ دینے اور گھس دینے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے، خواہ وہ نجاست خشک ہو یا تر ہو۔ پانی سے دھونے کی ضرورت نہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی پاکی مٹی ہے، یعنی مٹی سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔

فتح القدیر میں ہے کہ جوتے وغیرہ میں تر نجاست لگ جائے تو رگڑ دینے سے پاک ہو جاتی ہے۔

اسی طرح جوتے وغیرہ میں نجاست لگ گئی، اور وہ جوتے کو پہن کر چلتا رہا اور جوتا زمین سے گھستا رہا تو پھر جوتے کی ناپاکی زائل ہو جائے گی۔ (صفحہ ۱۹۶)

اسی طرح کسی چکنی چیز پر اگر پانی اور غلاظت لگ جائے تو اچھی طرح پونچھ دینے سے کہ نجاست کا اثر نہ رہے پاک ہو جاتی ہے۔ جیسے آئینہ، شیشہ، تلوار، چکنے ٹائل وغیرہ یہ پونچھنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔ ابن ہمام نے صاحب ہدایہ کی تجنیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تلوار سے کفار کو قتل کرتے تھے اور اس پر لگے خون کو پونچھ کر نماز پڑھ لیتے تھے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۹۸)

ابن ہمام اور دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ نجاست کا ازالہ اور اس سے پاکی ان امور سے حاصل ہو جاتی ہے۔

1. غسل، دھونے سے۔
2. رگڑنے سے۔
3. سوکھنے اور خشک ہونے سے اور پونچھنے سے۔

اسی طرح کرچنے سے جو "دَلْکَ" رگڑنے کے مفہوم میں داخل ہے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۱)

کتا منہ لگا دے تو کس طرح پاک کیا جائے گا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ اسے دھو ڈالو۔ (دارقطنی صفحہ ۶۵، فتح القدیر صفحہ ۱۰۹، امانی الاحبار)

عطا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے انڈیل دو (پانی گرا دو) اور تین مرتبہ اسے دھو ڈالو۔

حضرت عطا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے تین

مرتبہ دھویا جائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۹، تحفۃ الاحوذی جلد ا صفحہ ۹۳، دار قطنی صفحہ ۶۶، طحاوی)

ابن جریج نے عطا کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین، پانچ، سات مرتبہ دھویا جائے گا۔

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ کتا کسی برتن میں منہ لگا دے تو برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے تو پاک ہو جائے گا اور برتن میں پانی سالن وغیرہ ہو تو اسے پھینک دیا جائے گا۔ احناف اسی کے قائل ہیں۔

ہدایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ کتے کے جھوٹے کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۰۹)

اور سات مرتبہ دھونا مستحب ہے۔ (اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۱۹۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتا برتن میں منہ لگا دے تو سات مرتبہ دھویا جائے گا۔ اور شروع یا آخر میں مٹی سے رگڑ کر دھویا جائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۲۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تمہارے برتن سے پانی پی لے تو اسے سات مرتبہ دھو ڈالو۔ (بخاری صفحہ ۲۹، دار قطنی جلد ا صفحہ ۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ اور ساتویں مرتبہ مٹی سے دھوؤ۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۱)

فائدہ: خیال رہے کہ تین مرتبہ دھونا ضروری ہے، اور سات مرتبہ دھونا مستحب اور مسنون ہے، اور شروع میں یا آخر میں یعنی ساتویں مرتبہ مٹی سے دھویا جائے۔ کہا گیا ہے کہ کتے کے لعاب میں جو جراثیم ہوتے ہیں وہ مٹی سے دور ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے احادیث میں اول یا آخر میں مٹی سے صاف کرنے کا حکم ہے۔

ناپاک زمین سوکھ جانے سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی میں رات گزارتا تھا، جوانی کی عمر تھی اور شادی نہیں ہوئی تھی، اور کتے مسجد میں پیشاب بھی کر ڈالتے تھے، اور مسجد میں اِدھر اُدھر پھرتے رہتے تھے، اور لوگ پانی کا چھینٹا تک زمین پر نہیں مارتے تھے۔ (یعنی یونہی چھوڑ دیتے تھے سوکھ کر پاک ہو جاتی تھی)۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۷۹، ابن خزیمہ صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: مطلب یہ کہ کتوں کا لعاب اور پیشاب جو ناپاک ہے، اس کے زمین پر ہونے سے دھویا اور پانی نہیں بہایا جاتا تھا، بلکہ خشک ہونے سے پاک ہو جاتی تھی۔ معلوم ہوا کہ ناپاک زمین خشک ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد میں باب قائم کیا ہے، زمین کی پاکی اس کے خشک ہو جانے سے ہے۔ اور اس کے ذیل میں یہ حدیث پیش کی ہے۔ حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ عموماً باغیچوں کے مقام پر پاخانے لوگوں کے پیشاب، جانوروں کی لیدیں ہوتی

ہیں ایسی زمینوں کا کیا حکم ہے، آپ نے فرمایا جب بارش ہو جائے یا ہوا سے خشک ہو جائے تو اس پر نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اسے نبی پاک ﷺ کی جانب منسوب کرتے تھے (یعنی یہ حکم آپ سے انہوں نے نقل کیا)۔ (طبرانی، اعلاء السنن صفحہ ۲۸۰)

محمد بن حنفیہ اور ابوقلابہ نے کہا: زمین جب خشک ہو جاتی ہے تو پاک ہو جاتی ہے۔

(فتح القدیر جلد اصفحہ ۱۹۹، الامانی صفحہ ۲۲، ابن ابی شیبہ جلد اصفحہ ۴۱، ابن عبدالرزاق صفحہ)

فَائِدَہ: زمین یا باغیچہ وغیرہ کسی تر نجاست سے ناپاک ہو جائے تو دھوپ سے یا ہوا سے خشک ہو جانے پر پاک ہو جاتی ہے، اور اس زمین پر نماز پڑھنا جائز ہو جاتا ہے ہاں مگر اس زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں۔ (ہدایہ صفحہ ۱۹۹، فتح)

ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ زمین کی نجاست دھوپ سے خشک ہو جائے اور رنگ و بو نجاست زائل اور دور ہو جائے تو زمین پاک ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۹۹)

اس سے معلوم ہوا کہ زمین خشک ہو جانے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ اور پانی بہا دینے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ جب کہ نجاست کا اثر و بو زائل ہو جائے، البتہ پانی سے اسی وقت پاک ہو جاتی ہے اور خشک ہونے میں دیر سے پاک ہوتی ہے۔

ناپاک زمین اور فرش پانی بہا دینے سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد کے ایک کنارے میں پیشاب کرنے لگا، لوگوں نے اسے ڈانٹا تو آپ نے منع فرمایا: پیشاب کر چکا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس پر پانی کے ڈول بہا دو، چنانچہ بہا دیا گیا۔ (بخاری صفحہ ۳۵، صحاح ستہ)

فَائِدَہ: اس دیہاتی کو مسجد کے آداب واحترام کا علم نہیں تھا، آپ ﷺ نے پیشاب کرتے وقت ڈانٹ ڈپٹ سے منع فرمایا تا کہ وہ ڈانٹنے سے بھاگتا تو دوسری جگہ بھی پیشاب کرتا، اس طرح پوری مسجد ناپاک ہو جاتی۔ چنانچہ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے اسے قریب بلایا اور نرمی سے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ مسجد ان چیزوں کی جگہ نہیں۔ یہاں نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ ہوتی ہے۔ پھر آپ نے حضرات صحابہ سے فرمایا کہ اس پر پانی ڈول سے بہا دو۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اگر زمین نرم ہو، سخت نہ ہو تو اس پر پانی بہا دیا جائے۔ کہ وہ پانی زمین کے اندر جذب ہو جائے، یہاں تک کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہے۔ اور پانی نیچے چلا جائے تو وہ جگہ اور زمین پاک ہو جائے گی خواہ جس مقدار میں بھی ہو عدد کی کوئی قید نہیں۔ (عمدہ: صفحہ ۱۲۶، اعلاء السنن صفحہ ۲۸۱)

اگر زمین سخت ہو تو بغل میں گڑھا کھود دیا جائے۔ اور پانی اس میں گرا دیا جائے۔ اس طرح تین مرتبہ کیا

جائے۔ پھر اس گڑھے سے پانی نکال کر خشک کر دیا جائے۔ اس طرح سخت زمین پاک ہو جاتی ہے۔

(عمدہ صفحہ ۱۲۶، اعلاء صفحہ ۲۸۱)

سخت زمین کی پاکی کا یہ بھی طریقہ ہے کہ اس کی مٹی کو کھود کر دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ سخت ہونے کی وجہ سے پانی رسے گا نہیں بلکہ اوپر رہے گا، تو یہ پانی ناپاک اسی مقام پر رہنے کی وجہ سے زمین ناپاک رہے گی، چنانچہ علامہ عینی نے لکھا ہے: "فلا تطهر الارض مالم تحفر وينقل التراب" چنانچہ طاؤس سے مرسلاً مروی ہے کہ اعرابی نے جب پیشاب کیا اور لوگوں نے اسے مارنا چاہا تو آپ نے فرمایا اس جگہ کو کھود دو، پانی بہادو۔ اور آپ نے فرمایا، لوگوں کو سکھاؤ، اور آسان کرو، لوگوں کو تنگی میں مت ڈالو۔ (عمدہ القاری صفحہ ۱۲۶)

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ زمین پر خوب پانی بہا دیا جائے نجاست کا رنگ اور بو جاتی رہے تو اس طرح بھی زمین پاک ہو جاتی ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۱۹۹)

پانی کے تین اوصاف بدل جائیں تو

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک رہتا ہے۔ ہاں جب کہ اس کی بو اور مزے پر کوئی غالب آجائے۔ (دارقطنی صفحہ ۲۸)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی ناپاک نہیں ہوتا کسی شیء سے ہاں مگر یہ کہ اس کا رنگ و بو بدل جائے۔ (دارقطنی صفحہ ۲۹، ابن ماجہ صفحہ ۳۹)

حضرت ابوامامہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پانی پاک ہے مگر ہاں یہ کہ اس کی بو، اس کا مزہ، اس کا رنگ کسی نجاست کی وجہ سے بدل جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۶۰)

حضرت راشد بن سعد سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہاں مگر یہ کہ اس کے رنگ، مزہ اور بو پر کوئی نجاست غالب آجائے (تو پانی ناپاک ہو جاتا ہے)۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۹)

فائدہ: علامہ عینی نے اس حدیث کو جس میں اوصاف ثلثہ کا ذکر ہے اس کو مسند کے مقابلہ میں مرسل صحیح مانا ہے۔ اور اس سے استدلال درست ہے۔ لہٰذا پانی کے اوصاف ثلثہ کا باقی رہنا اس کے پاک ہونے کی علامت ہے، اور اس کے اوصاف کا بدل جانا اور متغیر ہو جانا اس کے ناقابل استعمال ہونے کی علامت ہے۔

پانی کے تین اوصاف رنگ، بو، مزہ ہیں۔ اگر پانی کے ان تین اوصاف میں سے کوئی دو بدل جائیں تو اس سے طہارت کا حاصل کرنا درست نہیں۔ (السعایہ صفحہ ۳۳۹)

اگر پانی کسی حوض یا تالاب میں مدت تک رہنے کی وجہ سے اس کے رنگ اور بو میں کچھ فرق ہو جائے تو اس سے وضو جائز ہے۔ (السعایہ صفحہ ۳۳۸)

مزید اس کے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگلی تالاب اور جھیل وغیرہ سے وضو کرنا

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے رات میں چلنا ہوا۔ ایک آدمی کے پاس سے گزر ہوا جو پانی کے ایک گڑھے کے پاس تھا، حضرت عمر نے اس سے پوچھا: اے تالاب والے کیا رات میں تمہارے تالاب سے درندے وغیرہ نے پانی پیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے تالاب والے مت بتاؤ ان کو...... جو اس کے پیٹ میں گیا اس کو ہوا، جو بچا پاک اور پینے کے لائق ہے۔
(دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۶)

حضرت جابر اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک تالاب میں پہنچے۔ اس پر کوئی مردار پڑا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ (استعمال سے) رک گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا کیوں نہیں اسے استعمال کرتے ہو؟ ہم لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول اس میں مردار پڑا ہے۔ آپ نے فرمایا پیو (وضو وغیرہ کرو) کہ پانی کو (جو اس مقدار میں ہے) ناپاک نہیں کرتا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے پیا (استعمال کیا)۔ (ابن ماجہ طحاوی جلد ا صفحہ ۷)

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر وعمر کے ایک تالاب میں تشریف لے گئے تو تالاب والے نے کہا: اے اللہ کے رسول، کتے، درندے اس تالاب سے پانی پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جو ان کے پیٹ میں جائے ان کا، باقی پاک، استعمال کے لائق ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۷۷)

فائدہ: جنگل کے ان تالابوں اور گڑھوں میں پانی کثیر۔ جاری ہوتا ہے، یہ دہ دردہ سے زائد ہوتا ہے۔ ایسا پانی باوجودیکہ درندے وغیرہ اس سے پانی پیتے ہیں پاک رہتا ہے۔ آپ نے ایسے تالابوں اور حوضوں سے وضو کیا۔ ایسے گڑھوں اور تالابوں کے متعلق پوچھ گچھ اور تفتیش وغیرہ کی ضرورت نہیں کہ پاک ہے یا ناپاک؟ کتے وغیرہ نے پیا ہے کہ نہیں؟ ایسے موقعہ پر ظاہر اور گمان غالب پر فیصلہ کیا جائے گا۔ کراہیت طبعی کی بنیاد پر گو نہ پیئے، مگر شرعاً پاک ہے، وضو وغسل میں قباحت نہ سمجھے۔ ہاں گڑھا و تالاب جس میں پانی رکا ہوا ہو اور اس کے تین وصف، رنگ بو، مزہ میں سے دو اوصاف بدل گئے ہوں تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔

کسی تالاب میں یا پانی کے گڑھے میں پیشاب کرنا منع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ رکے ہوئے پانی میں پیشاب کرے، کہ پھر اسی سے غسل (ضرورت پوری) کرے۔ (بخاری صفحہ ۳۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی گڑھے میں رکے ہوئے پانی میں

پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۰، نسائی صفحہ ۱۵)

فائدہ: آپ ﷺ نے چھوٹے گڑھے وغیرہ جس میں پانی وغیرہ جمع ہو جاتا ہے خواہ برساتی پانی ہو یا خواہ کسی کے بھرنے سے ہو یا پہاڑی چشمے کا جمع شدہ پانی ہو۔ اس میں پیشاب و پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بظاہر یہ پانی پاک ہے۔ بسا اوقات مسافرین، جنگل میں رہنے والے لوگ اسے استعمال کرتے ہیں اور اپنی ضرورتوں میں لاتے ہیں۔ چونکہ تھوڑا اور غیر جاری ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ایسے پانی میں پیشاب کرنا مکروہ اور حرام لکھا ہے۔ البتہ ندی میں بڑے تالاب میں حرام نہیں تاہم بچنا اولیٰ ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۶۹)

علامہ طحطاوی نے لکھا ہے کہ تالاب گڑھا رات میں جنوں کا مسکن ہوتا ہے۔ پیشاب پاخانہ کرنے پر جنات کی جانب سے اذیت کے اندیشہ سے یہ مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی المراقی جلد ۳ صفحہ ۳۵)

بہتے پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بہتے جاری پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: جنگلوں میں اور پہاڑی علاقوں میں عموماً پانی کے چھوٹے چھوٹے گڑھے اور چشمے ہوتے ہیں جن میں پانی بھر کر بہتا رہتا ہے۔ یہ پانی پاک ہوتا ہے اور اس میں پیشاب کرنے کی وجہ سے گو پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر کراہیت ہوتی ہے۔ عموماً لوگ اسے اپنی ضرورت میں استعمال کرتے ہیں۔ راہ گزرا سے پینے میں استعمال کرتے ہیں، لہٰذا اس میں پیشاب کرنا اذیت کی بات ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس قلیل اور جاری پانی میں پیشاب کرنا مکروہ اور حرام لکھا ہے۔ البتہ ندی میں بڑے تالاب میں حرام نہیں تاہم بچنا اولیٰ ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

اسی طرح چھوٹی نہروں میں جو کھیتوں کی سیرابی کے لئے ہوتا ہے پیشاب کرنا مکروہ ہے اس سے الگ پیشاب کرنا چاہئے۔

کفار و مشرکین کے برتنوں کے پانی کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کرتے تھے، مشرکین کے برتنوں کو پاتے تو ان سے پانی پیتے اور فائدہ اٹھاتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۲)

اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی کے گھڑے کے پانی سے وضو کیا۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۲)

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے مشرکہ عورت کے برتن کے پانی سے وضو فرمایا۔

(نیل جلد ۱ صفحہ ۱۷)

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام نے ایک مشرکہ کے برتن سے وضو کیا تھا۔ (سبل السلام صفحہ ۴۷)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے برتنوں میں اگر پانی ہو اور کسی مسلمان کے پاس پانی دستیاب نہ ہو اور کسی ظاہر اعتبار سے نجاست اور ناپاکی کا علم نہ ہو تو اس کے برتن کے پانی سے غسل اور وضو کیا جا سکتا ہے، البتہ شک ہو یا گمان نجاست کا ہو تو پھر چھوڑ دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی فرمایا: شک کو چھوڑ کر بلا شک کے امور کو اختیار کرو۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصرانی کے برتن سے پانی پینے سے احتیاط فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں کے ہوٹلوں اور چائے خانوں سے حتی الوسعہ احتیاط کرے، مجبوراً ہی ایسے ہوٹلوں کو اختیار کرے کہ وہ شرعی اعتبار سے طہارت کا اعتبار نہیں کر سکتے۔ اگر بظاہر صفائی کا اہتمام دیکھا تب بھی کفر و شرک کی نحوست اور ظلمت کہاں جائے گی۔

ابو ثعلبہ الخشنی کہتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم لوگ جہاد کرتے ہیں، مشرکین کے علاقوں سے گزرنا پڑتا ہے، ان کے برتنوں کی ہمیں ضرورت پڑتی ہے، کیا اس میں کھانا پکا لیا کریں؟ آپ نے فرمایا: اسے پانی سے دھو لو پھر پکاؤ اور نفع اٹھاؤ۔ (سبل السلام صفحہ ۴۵، بخاری، مسلم، سنن کبریٰ صفحہ ۳۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۰۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم دوسرا برتن نہ پاؤ تو دھو کر اس میں کھاؤ۔ کذا فی البخاری۔ معلوم ہوا کہ ان کے برتنوں کو بلا دھوئے استعمال نہ کرے۔ سبل السلام میں ہے کہ ان کے برتنوں میں کھانا مکروہ ہے۔

(جلد ا صفحہ ۴۶)

پاخانہ پیشاب کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے اسوہ و پاکیزہ عادات کا بیان

پاخانہ کے لئے آبادی سے دور تشریف لے جاتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ میں کسی سفر میں تھا، آپ پاخانہ کے لئے تشریف لے گئے تو دور تشریف لے گئے۔ (ترمذی صفحہ ۱۲، ابوداؤد صفحہ ۲)

اتنی دور تشریف لے جاتے کہ نظروں سے غائب ہو جاتے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو اتنی دور تشریف لے جاتے کہ کوئی نہ دیکھ پاتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۸، ابوداؤد صفحہ ۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ پاخانہ کے لئے مغمس تک جاتے جو مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۱۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا آپ ﷺ (پاخانہ پیشاب کی) ضرورت کی وجہ سے ہم لوگوں سے علیحدہ ہٹ گئے پھر آپ ﷺ نے پانی مانگا اور وضو فرمایا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۴)

فائدہ: اس زمانہ میں پاخانہ گھروں میں نہیں ہوتا تھا۔ جنگل اور میدانوں میں لوگ اس ضرورت سے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ بھی پاخانہ کے لئے میدان و جنگل جاتے اور بالکل قریب ہی میں نہ کر لیتے بلکہ دور جاتے اور اتنی دور جاتے کہ آبادی کے لوگوں کو نظر نہ آتے تھے۔ میدان و جنگل میں پاخانہ کرنا ہو تو آبادی کی نظروں سے اوجھل ہو جانا مسنون ہے اور پردے کا اختیار کرنا کہ لوگ ستر نہ دیکھیں واجب ہے۔ مقصود بے ستری کے احتمال سے بچنا ہے۔ اگر قریب میں بھی یہ مقصد پورا ہو جائے تو اجازت ہے۔ ''کما قال النووی''

پاخانہ پیشاب کرنے میں پردے کی تاکید کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو پاخانہ (پیشاب کرنے آئے) وہ پردہ کا خیال کرے۔ اگر کوئی (پردہ یا آڑ وغیرہ) نہ مل سکے تو ریت (بالو) کو جمع

کرلے (تاکہ کچھ تو پردہ ہوجائے)۔ (ابوداؤد صفحہ ۶، مشکوٰۃ صفحہ ۴۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۸)

کسی ٹیلہ یا درخت کا پردہ اوراس کی آڑ اختیار فرماتے

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ کے پردے میں کسی اونچی زمین یا درخت خرما کی آڑ کو (کم ازکم) پسند فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۹)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ آپ جہاں تہاں پاخانہ کے لئے نہ بیٹھ جاتے بلکہ آڑ اور پردہ کا لحاظ فرماتے ہوئے ضرورت پوری فرماتے، خصوصاً کسی ٹیلے کے نشیب کو یا درختوں کی آڑ کو اختیار فرماتے تاکہ سامنے کے رخ سے پردہ ہو۔

کبھی اگر پردہ کی صورت نظر نہ آئے تو مٹی اور ریت کو جمع کر کے کچھ ٹیلے کی طرح بنالے اوراس کے نشیب میں ضرورت پوری کرلے، تاکہ سامنے سے پردہ ہوجائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اجتماع اور بھیڑ وغیرہ کے موقع پر جو لوگ اجتماع اور بھیڑ سے قریب ہی پاخانہ وغیرہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں درست نہیں کہ بے ستری اور بے پردگی ہوتی ہے جو ناجائز ہے۔ بے پردگی سے بچنے اور ستر عورت پر کسی کی نگاہ نہ پڑنے کی صورت کا اختیار کرنا واجب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عادات طیبہ سے امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ جہاں چاہو اپنی ضرورت پوری نہ کرو بلکہ پردے کا خیال کر کے کرو۔

پیشاب کے لئے نرم زمین اختیار فرماتے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کا ارادہ فرمایا تو دیوار کے نیچے نرم زمین پر تشریف لائے (اور پیشاب فرمایا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کا ارادہ کرے اسے چاہئے نرم زمین تلاش کرے۔ (ابوداؤد، صفحہ ۲، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲)

یحییٰ بن عبید الجہضمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لئے اسی طرح نرم زمین اختیار فرماتے جس طرح قیام اور نزول کے لئے (تاکہ خیمے کے کھونٹے وغیرہ گاڑنے میں آسانی ہو)۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵)

سخت زمین ہوتی تو کرید کر نرم فرمالیتے

حضرت طلحہ بن ابی قنان سے روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کا ارادہ فرماتے اور زمین سخت پاتے تو کسی لکڑی سے زمین کو کریدتے یہاں تک کہ مٹی بھربھری (نرم) ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پیشاب فرماتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۱۷۱، مطالعہ عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۵، سبل الہدیٰ صفحہ ۱۱)

فائدہ: آپ ﷺ پیشاب کے لئے نرم زمین اس لئے اختیار فرماتے تاکہ سخت ہونے کی وجہ سے پیشاب کی چھینٹیں بدن اور کپڑے پر نہ لگیں۔ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی سخت تاکید ہے۔ یہ عذاب قبر کا باعث ہے۔ اسی وجہ سے پیشاب کے لئے نرم زمین کے اختیار اور تلاش پر محدثین نے باب قائم کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کے لئے نرم زمین اختیار کرنا سنت ہے۔ اگر زمین سخت ہو تو کھود کر نرم کر لیا جائے۔ (زاد المعاد جلد۱ صفحہ۱۷۱)

پاخانہ و پیشاب سے پہلے آپ ﷺ کیا پڑھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھتے: "**اللھم انی اعوذبك من الخبث و الخبائث**" (بخاری ۲۶، مسلم، ابوداؤد، صفحہ۱، سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۹۵)

اے اللہ میں شیاطین مرد اور شیاطین عورتوں سے آپ سے پناہ مانگتا ہوں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم بیت الخلاء میں داخل ہو تو اس دعاء کے پڑھنے سے نہ رکو (کہ اس کے بہت فوائد ہیں): "**اللھم انی اعوذبك من الرجس النجس الخبیث النجس الشیطان الرجیم**"

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ظاہری اور باطنی ناپاکی سے اور خبیث ترین جنات شیطان مردود سے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۶، ابن سنی صفحہ ۱۸، مراسیل: ابوداؤد صفحہ۵)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پاخانوں میں اجنہ اور شیاطین کا آنا جانا رہتا ہے جب تم بیت الخلاء جاؤ تو یہ دعا پڑھو:

"**اعوذ باللّٰہ من الخبث والخبائث**"

ترجمہ: "اللہ کی پناہ چاہتا ہوں خبیث جن اور خبیث جنیہ سے۔"

(ابوداؤد: صفحہ۲، ابن ابی شیبہ صفحہ۱، سنن کبریٰ صفحہ۹۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب پاخانہ جاتے تو یہ پڑھتے:

"**بسم اللّٰہ اللھم انی اعوذ بك من الخبائث**"

ترجمہ: "اللہ کے نام! اے اللہ پناہ لیتا ہوں تجھ سے تمام خبیثوں سے۔"

(ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۱، منہل جلد۱ صفحہ۳۱)

فائدہ: آپ ﷺ سے یہ مختلف دعائیں منقول ہیں ان میں جو دعا چاہے بیت الخلاء جانے سے پہلے پڑھ لے، بسم اللہ والی دعا بہتر ہے، تعوذ سے پہلے بسم اللہ مسنون ہے۔ (منہل صفحہ۳۱)

بسم اللہ انسان اور جنات کے درمیان پردہ ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور جناتوں کے درمیان پردہ اس میں ہے کہ جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو بسم اللہ پڑھو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنہ کی آنکھوں اور انسانوں کے ستر کے درمیان پردہ یہ ہے کہ آدمی جب کپڑا (استنجاء یا بدلنے کے لئے) اٹھائے تو بسم اللہ پڑھے۔
(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان پاخانوں میں شیاطین آتے جاتے رہتے ہیں جب بیت الخلاء میں داخل ہو تو بسم اللہ کہو۔ (ابن سنی صفحہ ۲۰، عقیلی جلد ۳ صفحہ ۱۷۳)

سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بیت الخلاء جاؤ تو "بسم اللہ اعوذ باللّٰہ من الخبث والخبائث" پڑھو۔ (عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ بسم اللہ کے پڑھنے کی وجہ سے شیطان اور اجنہ کی آنکھیں انسانی ستر کو نہیں دیکھ سکتیں اس سے ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ تعوذ کے ساتھ بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے۔ (صفحہ ۲۷۲)

لہٰذا جس دعاء میں بسم اللہ ہے اس کا پڑھنا مستحب ہے۔

ان دعاؤں کو بیت الخلاء جانے سے پہلے جب ارادہ کرے تب پڑھے کہ عین بیت اللہ میں ذکر کرنا مکروہ ہے۔ (عمدہ القاری صفحہ ۲۷۲)

اسی وجہ سے ایک روایت میں ہے کہ جب تم ارادہ کرو تو پڑھ لو۔ اور جنگل میدان میں ہو تو بیٹھنے سے قبل پڑھ لے۔ اور کپڑا کھولنے سے پہلے پڑھ لے (مرقات صفحہ ۲۸۴)

اگر نہ پڑھ سکا تو بیت الخلاء میں دل دل میں پڑھ لے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۸۴، منہل جلد ۱ صفحہ ۳۱)

گندے مقامات میں جن اور شیاطین رہتے ہیں، بسا اوقات بچوں اور عورتوں کو پکڑ لیتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں ان دعاؤں کے پڑھنے سے خبیث شیطان کا اثر نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا اہتمام کیا جائے کہ ثواب کے علاوہ یہ دنیاوی فائدہ بھی ہے۔

کسی نیک صالح بڑے کے استنجاء وضو کی خدمت کرنا خیر و برکت کا باعث ہے

حضرت انس فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ تشریف لے جاتے تو میں پانی لاتا تاکہ آپ دھوئیں۔ (بخاری صفحہ ۳۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تو

میں اور میرے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا ہوتا، پانی کا ایک برتن ہوتا کہ آپ اس سے استنجاء کریں۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ جب بیت الخلاء کے لئے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا ہمارے قبیلہ کا ہوتا، ہمارے ساتھ برتن میں پانی ہوتا اور ایک نیزہ ہوتا۔ (تا کہ زمین کھودنے کی ضرورت پڑ جائے تو کام آئے)۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بیت الخلاء تشریف لے گئے تو میں نے وضو کے لئے پانی رکھ دیا۔ آپ نے (پانی رکھا ہوا دیکھا تو) پوچھا کس نے رکھا ہے تو بتایا گیا (ابن عباس نے رکھا ہے) تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دعاء دی: ”اللھم فقه فی الدین“ (بخاری صفحہ ۲۶)

کیسے فہیم اور ہوشیار اور خادمانہ مزاج کے حامل تھے کہ سوچا پاخانہ سے فراغت کے بعد پانی کی ضرورت پڑے گی بلا آپ کے کہے پانی لا کر رکھ دیا۔ اصل خدمت تو یہی ہے کہ آدمی کہنے کا انتظار نہ کرے ضرورت سمجھ کر خدمت کر دے اسی خدمت پر خوش ہو کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دعا دی۔ دیکھئے خدمت کی برکت سے کیسی دعا ملی کہ فقیہ اور حبر الامۃ ہوئے، ہزاروں صحابہ کے مقابلہ میں علم و فضل میں ممتاز ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹوں کو بڑوں کی، طلباء کرام کو اساتذہ کی خدمت مسنون اور دینی تربیتی فوائد کا حامل ہے۔

آج اس خدمت کو عیب اور ماحول میں بے عزت اور وقار کے خلاف ایک گویا منکر کام سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے آج ربط اور برکات سے محرومی ہے۔ بڑوں اور اساتذہ کے مقابلہ میں احباب اور دوست کی خدمت کرتے ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بیت الخلاء تشریف لے گئے، حضرت مغیرہ پانی کا برتن لے کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیچھے پیچھے گئے۔ فراغت کے بعد پانی ڈال کر آپ کو وضو کرایا۔ (بخاری ۳۳)

فائدہ: دیکھئے حضرت مغیرہ پانی کا برتن لے کر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سہولت کے لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پیچھے پیچھے گئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو وضو کرایا۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ بڑوں کی خدمت بغیر ان کے کہے کرنا ثابت ہو رہا ہے، اور یہ کہ ہمیشہ باوضو رہنا بہتر ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پیشاب کیا تو حضرت عمر برتن میں پانی لئے کھڑے ہو گئے (تا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فراغت پر وضو فرمالیں) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پوچھا اے عمر کیا ہے؟ کہا وضو کے لئے پانی۔ اس پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: یہ حکم تھوڑے ہی ہے کہ جب پیشاب کروں تو اس کے بعد وضو کروں۔ (مطلب یہ ہے کہ پیشاب کے بعد وضو ہمیشہ لازم نہیں اگر میں ہمیشہ وضو پیشاب کے بعد کرتا رہوں گا تو وضو کے لازم ہونے کا اندیشہ ہو جائے گا اس لئے کبھی کبھی چھوڑ دیتا ہوں۔ (ابوداؤد صفحہ ۷)

فائدہ: اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی کی خدمت انجام دے رہے ہیں، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نہیں فرمایا تھا۔ یہ ہے خلوص اور مخلصانہ خدمت۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ کے لئے نکلے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے چلتے ہوئے) پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، چنانچہ میں (تیزی سے چل کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا (تاکہ کوئی خدمت کا موقع مل جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ڈھیلے لاؤ استنجاء کروں گا۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۷)

بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء کے لئے تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ کے لئے جاتے تو ذرا دور جاتے، چنانچہ میں برتن میں پانی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا (تاکہ استنجاء پاک کرلیں اور وضو فرمالیں)۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۰۸)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ بلال بن حارثہ نے پانی پیش کرنے کی خدمت انجام دی۔ حضرات صحابہ کی یہ جاں نثاری تھی کہ ہر وقت ہر موقعہ خدمت کی تلاش میں رہتے۔ اسی خدمت اور محبت نے تو ان کے مرتبہ کو بلند کیا۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، میں (آپ کے مقدس پیر کی جانب) جھکا کہ آپ کے موزے کو آپ کے پیر سے نکال لوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھوڑ دو، میں نے اسے پاکی کی حالت میں پہنا ہے۔ (بخاری صفحہ ۳۳)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں حضرت مغیرہ بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم فرمائے ہوئے موزہ کھولنے کے لئے جھکے، اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کے پیر میں چپل جوتا پہنانا، موزے اتارنا و پہنانا ایک مشروع خدمت ہے۔ حافظ بن حجر نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ اس میں عالم (استاذ) کی خدمت اور یہ کہ شاگرد بغیر ان کے حکم دیئے جس چیز کی عادت ہو خدمت انجام دے ثابت ہو رہا ہے۔ (فتح الباری جلد ا صفحہ ۳۰۹)

اسی طرح علامہ عینی نے بھی شرح بخاری عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔ بلا کہے اور انتظار کے امور خدمت انجام دے۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۰۳)

طالب علم کے لئے استاذ کی خدمت

حافظ نے بیان کیا ہے کہ طالب علم کے لئے استاذ کی خدمت شرف کی بات ہے۔ (فتح جلد ا صفحہ ۲۵۳)

فائدہ: افسوس کہ اس دور میں ذلت اور سبکی محسوس کرتے ہیں اور عز و شرف کے خلاف سمجھتے ہیں۔

کس جانب ٹیک لگا کر پاخانہ کرے

حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا (تعلیم کی ہے) کہ ہم پاخانہ کرتے وقت بائیں رخ پر ٹیک لگائیں اور دائیں رخ پر (ذرا) کھڑے رہیں۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۶، مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۱، اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۳۸)

فائدہ: پاخانہ کرنے کا یہ طریقہ طبعاً بہت مفید ہے۔ اس طرح معدہ اور امعاء سے پاخانہ سہولت کے ساتھ خارج ہوتا ہے، ہلکا سا بائیں رخ اختیار کرے۔ یہ صورت دافع قبض ہے۔ شرح احیاء میں اس طرح بائیں رخ ٹیک لگانا پاخانہ کے آداب میں شمار کیا ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸)

پاخانہ کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ

معلوم ہوا کہ پاخانہ کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ذرا بائیں رخ کی جانب بیٹھے۔

پاخانہ پیشاب میں بائیں ہاتھ کو استعمال کرے

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پاخانہ جائے تو دایاں ہاتھ استعمال نہ کرے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۸، بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو عضو کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے پاکی حاصل کرے۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

فائدہ: پاخانہ و پیشاب کے لئے بایاں ہاتھ استعمال کرے۔ دایاں کا استعمال ناجائز اور شرافت کے خلاف ہے طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے صاف کرے۔ انہیں جیسے کاموں کے لئے بایاں ہاتھ موزوں ہے، چنانچہ حدیث پاک میں ہے۔ آپ کا دایاں ہاتھ کھانے وغیرہ کے لئے اور بایاں ہاتھ شرافت کے خلاف مثلاً نجاست کے ازالہ وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۵)

حافظ نے یہ ضابطہ شرعیہ لکھا ہے کہ ہر تکریم و تزئین کام کی ابتداء دائیں سے اور جو اس کے خلاف ہو بائیں سے ہوگی۔ (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۲۷۰)

راستہ میں پاخانہ کرنا لعنت کا باعث ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعنت کے امور سے بچو۔ پوچھا گیا لعنت کے امور کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے راستہ میں پاخانہ کرنا یا سایہ کی جگہ میں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین لعنت کے امور سے بچو۔

❶ پانی کے مقام پر پاخانہ کرنے سے۔

❷ راستہ میں پاخانہ کرنے سے۔

❸ سایہ میں پاخانہ کرنے سے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵، ابن ماجہ صفحہ ۳۲۸)

نہر کے کنارے یا سایہ درخت کے نیچے پاخانہ پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل دار درخت کے سایہ میں اور نہر کے کنارے پاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۵۴، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

نہر کے کنارے پاخانہ کرنا لعنت ہی لعنت کا باعث ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نہر کے کنارے پاخانہ کیا جو وضو اور پینے (وغیرہ) کا مقام ہے تو اس پر خدا فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

فائدہ: جن مقامات پر آدمی کا گزرنا آمدورفت کرنا اور ضرورت سے اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے وہاں پاخانہ پیشاب کرنا سخت اذیت وتکلیف کا باعث ہوتا ہے اور زبان و دل سے برے کلمات نکلتے ہیں۔ عموماً عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ بچوں کو راستہ اور گزرگاہ پر پاخانہ کرنے بٹھا دیتی ہیں۔ یہ جائز نہیں باعث لعنت ہے۔ گھر کے ذمہ دار سہولت کی وجہ سے اس میں تساہل برتتے ہیں۔ آپ ہی بتائیے جب لعنت کا کام کریں گے تو کیسے وہ راحت اور آرام سے زندگی گزار سکیں گے۔ لعنت کے کام سے برکت اور راحت کی زندگی میسر نہیں ہو سکتی۔

غسل خانہ میں پیشاب کرنا منع ہے

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔ کہ اس سے عموماً وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، مشکوٰۃ، نسائی صفحہ ۲۱۵، ابوداؤد صفحہ ۵)

فائدہ: وسوسہ کے آنے کی جو بیماری ہوتی ہے۔ ذہن میں ایسے واہی خیالات اور خطرات آتے ہیں جس کا ذکر کرنا انسان مناسب نہیں سمجھتا۔ عموماً غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے ہوتا ہے۔

وسوسہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے غسل کرنے والے کو یہ وسوسہ ہوتا ہے شائد پیشاب باقی ہو پاکی حاصل نہ ہو، اور اگر غسل خانہ پختہ اینٹ پتھر سے بنا ہو، پیشاب فوراً نالی سے نکل جاتا ہو تو بعض علماء نے ایسے غسل خانوں میں پیشاب کرنے کی اجازت دی ہے۔ امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک نے پانی بالکل بہ جانے کی صورت میں اجازت دی ہے۔ بہتر ہے کہ احتیاط کرے تاکہ حدیث پاک کے اطلاق پر عمل رہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۳۹)

ہوا کے رخ میں پیشاب کرنا منع ہے

حضرمی بن عامر کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے ہوا کے رخ پر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے

تا کہ پیشاب الٹ کر نہ آئے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۴۶)

فائدہ: ہوا کے مخالف رخ پر پیشاب کرنے سے پیشاب یا اس کی چھینٹیں الٹ کر آئیں گی جس سے بدن اور کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔ عموماً میدان اور صحرا میں ایسا اندیشہ ہوتا ہے۔ گھر کے بنے پیشاب خانوں میں یہ احتمال نہیں رہتا۔ ہوا تیز چل رہی ہو اور میدان و جنگل میں پیشاب کر رہا ہو تو اس وقت اس کا خیال رکھ کر پیشاب کرے۔

پاخانہ پیشاب کے لئے ستر کب کھولے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو اس وقت تک کپڑا نہ اٹھاتے جب تک کہ زمین سے قریب نہ ہو جاتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۹۶، مشکوٰۃ صفحہ: ۴۲، ابوداؤد صفحہ ۳، ترمذی)

فائدہ: بالکل ضرورت کے وقت ستر کھولتے۔ پہلے سے کھڑے ہونے ہی کی حالت میں ستر نہ کھولتے کہ بلا ضرورت ستر کا کھلنا اور کھولنا معیوب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہونے ہی کی حالت میں ستر کھولنا گو بیت الخلاء میں ہو بہتر نہیں بلکہ جب بیٹھنے لگے اور زمین کے قریب ہونے لگے تب کھولے۔

حدیث پاک میں ہے کہ شیطان انسان کے پاخانہ و پیشاب کے مقام سے کھیلتا ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۵، مشکوٰۃ صفحہ ۴۳)

چنانچہ بعض خبیث الفطرت نوجوان ان اعضاء سے کھیل کی حرکت شنیعہ کرنے لگتے ہیں اور اس قبیح حرکت سے اپنی صحت خراب کرتے ہیں۔ یہ اسی شیطانی اثرات سے ہے۔ اسی وجہ سے ضرورت کے وقت ستر اور ضرورت ہی کی مقدار ستر کھولنا درست ہے۔ فقہی ضابطہ ہے "الضرورة تَتَقَدَّرُ بقدر الضرورة" لہٰذا پیشاب کے لئے پورے ستر کا کھولنا مناسب نہیں۔ بلکہ محض مقام پیشاب کا کھولنا کافی ہے۔ بعض لوگ پوری لنگی پورا پاجامہ کھول دیتے ہیں، یہ مناسب نہیں ضرورت سے زائد ستر کا کھولنا ممنوع ہے۔

پیشاب کے لئے پردہ کے اہتمام میں دور جانے کی ضرورت نہیں

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ کا ارادہ فرماتے تو دور جاتے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ بیت الخلاء کے لئے دور جاتے، پیشاب کے لئے دور نہیں جاتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن آپ کے پاس تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کا ارادہ کیا تو کسی دیوار کے نیچے تشریف لائے۔ (تا کہ پردہ ہو) اور پیشاب کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴)

فائدہ: دیکھئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کے لئے آبادی سے دور نہیں گئے بلکہ کسی دیوار کے نشیب میں جہاں

سامنے کی طرف سے پردہ حاصل ہوگیا پیشاب فرمایا۔

عبدالرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں اور عمرو بن العاص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ باہر تشریف لائے آپ کے پاس چمڑے کا ڈھال تھا۔ آپ نے اس سے پردہ حاصل کیا اور پیشاب کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۴)

فائدہ: باہر سے مراد گھر سے باہر تشریف لائے اور قریب ہی میں جہاں بے پردگی کا احتمال نہیں تھا، ڈھال سے پردہ حاصل کر کے پیشاب کیا۔

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ محض پیشاب کے لئے آپ آبادی سے دور ایک دو میل نہ جاتے بلکہ آبادی میں ہی پردہ کا خیال فرما کر کر لیتے۔ چنانچہ صحاح کی مشہور حدیث ہے آپ قوم کی کوڑی کے پاس تشریف لائے اور یہ کوڑی کا مقام مدینہ میں ہی تھا۔ (کمافی عمدہ القاری صفحہ ۱۳۴) اور پیشاب کیا۔

پاخانہ کے لئے اہتمام پردہ میں دور جانے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اس میں پورا ستر دونوں جانب کھلتا ہے۔ بخلاف پیشاب کرنے کی صورت میں صرف بقدر ضرورت آگے کا کھلتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے سامنے دیوار یا ڈھال کا پردہ فرما کر پیشاب کر لیا۔ اسی لئے محدث ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں باب قائم کیا ہے۔ **"الرخصة في ترك التباعد عن الناس عند البول"** (صفحہ ۱۳)

جس سے یہ واضح کرنا ہے کہ پیشاب کے لئے آبادی سے دور جانے کی ضرورت نہیں۔ خیال رہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب کہ عضو پیشاب کھولے اگر گھٹنہ وغیرہ کھولے تو پردہ کے اہتمام میں لوگوں کی نگاہ نہ پڑنے کی جگہ جانا ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیشاب کے لئے پورا ستر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کھولتے تھے۔ اور پیشاب کرنے کا یہی مسنون طریقہ ہے کہ بلا ضرورت ستر کھولنا گو بے پردگی نہ ہو منع ہے۔

امام غزالی پیشاب پاخانہ کے آداب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ قریب ہی میں تستر پردہ حاصل کرتے ہوئے پیشاب کرے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود یہ کہ بہت حیاء دار تھے قریب میں ہی (آبادی کے اندر) پیشاب فرما لیتے تھے۔ تاکہ لوگوں کے لئے یہ طریقہ اتباع کے قابل ہو جائے۔ شرح احیاء میں ہے کہ آپ مصاحب کی آڑ میں پیشاب کر لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کا آڑ کیا اور پیشاب کیا۔

چنانچہ امام غزالی اس سے مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"ومن الرخصة ان يبول الانسان قريبا من صاحبه سترا عنه"** لوگوں کے قریب پردہ حاصل کرتے ہوئے پیشاب کرنے کی اجازت ہے۔ (صفحہ ۳۴۱) نیز اس میں حرج کا لحاظ اور سہولت بھی پیش نظر ہے کہ پیشاب کی ضرورت پاخانہ سے زائد ہوتی

ہے۔ مزید ضعف مثانہ اور زیادتی عمر کی وجہ سے اس کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ بسا اوقات اس کا روکنا مشکل ہو جاتا ہے لہٰذا دور جانے اور نظروں سے پوشیدہ ہونے میں حرج شدید تھا اس لئے شریعت نے سہولت کے پیش نظر قریبی آبادی میں پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے اجازت دی ہے۔

قبلہ کی طرف رخ یا پشت کر کے پاخانہ پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت ابوایوب انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ نے قبلہ کی طرف رخ کر کے یا قبلہ کی طرف پشت کر کے پاخانہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۶، مسلم)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف رخ کر کے پاخانہ یا پیشاب کریں۔ (مسلم صفحہ ۱۳۰، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: میں تمہارے لئے ایسا ہوں جیسا کہ (تربیت و تعلیم کے لئے) والد اپنی اولاد کے لئے۔ جب تم پاخانہ و پیشاب کرو تو قبلہ کی جانب نہ تو رخ کرو اور نہ اس کی جانب پشت کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۷، دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۷۳)

حضرت سہیل بن حنیف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ان سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تم اہل مکہ کی طرف میری جانب سے قاصد ہو، ان سے میرا سلام پہنچاتے ہوئے یہ حکم پہنچا دو کہ جب تم پاخانہ پیشاب کے لئے نکلو تو قبلہ کی جانب نہ رخ کرو اور نہ قبلہ کی جانب پشت کرو۔ (مسند دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

فائدہ: ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ پاخانہ و پیشاب کے وقت یہ حکم کعبہ کی تعظیم کے پیش نظر ہے۔ احترام قبلہ کی رعایت ہر جگہ ہے۔ اور رخ میں چہرہ کا اعتبار نہیں بلکہ سینہ کا اعتبار ہے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۸۳)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ پیشاب کے وقت رخ ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور پاخانہ کی صورت میں مکروہ تحریمی۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۷۴)

پاخانہ پیشاب کے لئے طاق عدد ڈھیلا مسنون ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی پاخانہ پیشاب کو جائے تو اسے چاہئے کہ تین ڈھیلے استعمال کرے اور اس سے پاکی حاصل کرے یہ اس کے لئے کافی ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۶، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جو تم میں سے استنجاء کرے اسے چاہئے کہ طاق عدد میں ڈھیلے لے اگر ایسا کرے تو بہتر ہے اگر نہ کر سکے (یعنی نہ مل سکے) تو کوئی حرج نہیں۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۳)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء تشریف لے جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں تین ڈھیلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لاؤں تو میں نے دو ہی ڈھیلے پائے اور تیسرے کو تلاش کیا تو نہیں پایا، تو میں نے خشک لید اٹھالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ڈھیلے تو لے لئے اور خشک لید کو پھینک دیا اور فرمایا یہ تو ناپاک ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن تین ڈھیلے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (طبرانی، کنز العمال صفحہ ۳۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب استنجاء کرو تو طاق عدد میں کرو، اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ آسمان سات ہیں، دن بھی سات ہیں اور طواف اور رمی جمرہ بھی (یہ سب طاق ہیں)۔ (حاکم ابن حبان، جمع جلد ۱ صفحہ ۲۱۶، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۵۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ پاخانہ پیشاب کے لئے ڈھیلے کا استعمال طاق عدد میں مسنون ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ طاق کا عدد مستحب ہے۔ اور اس کے خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

(مرقات جلد ۱ صفحہ ۲۸۴، جلد ۱ صفحہ ۲۸۷)

ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال سنت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ "فیه رجال یحبون" کی آیت (جس میں ان کی طہارت کی تعریف ہے) اہل قبا کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ڈھیلے کے بعد پانی کا استعمال کرتے ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۷، کشف الاستار، بزار جلد ۱ صفحہ ۱۳۱)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تم سے پہلے لوگ خشک پاخانہ کیا کرتے تھے، اور تم لوگ نرم جو بدن پر لگ جاتا ہے کرتے ہو، اس لئے ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال کرو۔

(کنز العمال صفحہ ۵۲۱، اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۴۶، سنن کبریٰ صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: پاخانہ اور پیشاب میں ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال سنت ہے۔ علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھتے ہیں: تمام اکابرین اسلاف و اخلاف اور ہر دیار کے اہل فتویٰ اس امر کے قائل ہیں کہ ڈھیلے اور پانی دونوں کا جمع کرنا افضل ہے۔ کہ اولاً ڈھیلے کا استعمال کرے پھر پانی کا استعمال کرے (عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، شرح احیاء میں ہے کہ) علامہ قسطلانی نے متاخرین و متقدمین اہل علم کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ڈھیلے اور پانی کا جمع کرنا افضل ہے۔ پہلے پتھر پھر پانی کا استعمال کرے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۴۶)

ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ اکثر ڈھیلے اور پانی کو جمع فرماتے تھے۔

(مرقات صفحہ ۲۸۸)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کبھی ڈھیلے اور پانی سے اور کبھی ڈھیلے سے اور کبھی پانی سے استنجاء فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال مسنون اور افضل ہے۔

پاخانہ و پیشاب میں پانی کا استعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قباء کی شان میں نازل ہوئی ہے:

﴿فیہ رجال یحبون ان یتطھروا﴾

وہ استنجاء پانی کے ساتھ کرتے تھے اسی بات پر آیت نازل ہوئی۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جب آیت کریمہ:

﴿فیہ رجال یحبون ان یتطھروا﴾

نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے عویم بن ساعدہ کو ان کی جانب بھیجا کہ وہ لوگ (اہل قباء) پاکی کا کون سا طریقہ اختیار کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی تعریف ہوئی ہے۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ہم میں سے کوئی ایسا نہیں، نہ مرد نہ عورت جو بیت الخلاء سے نکلے اور پانی کا استعمال نہ کرے۔ یعنی پانی سے بیت الخلاء کی پاکی حاصل کرتے صرف ڈھیلے پر اکتفا نہ کرتے۔ (سنن کبریٰ: جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابن الیمان سے مروی ہے کہ آپ ﷺ پیشاب کے بعد پانی سے استنجاء فرماتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت عبادۃ نے اپنے دادا سے نقل کیا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے پیشاب کے متعلق معلوم کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم پیشاب پاخانہ کرو تو پانی سے دھوؤ۔ (مجھے گمان ہے کہ اسی کی بے احتیاطی سے عذاب قبر ہوتا ہے)۔

فائدہ: پاخانہ پیشاب کی صفائی کے لئے محض ڈھیلے کا استعمال بھی صحیح ہے۔ اس سے بھی پاکی حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر قدر درہم یعنی روپیہ کے مثل سے زائد مقعد پر لگی ہو تو پانی سے دھونا واجب ہے۔

(شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

پاخانہ کی صورت میں محض ڈھیلے کے استعمال سے کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اس لئے ڈھیلے کے بعد پاخانہ کی صورت میں پانی کا استعمال بہتر ہے۔ اور پیشاب میں کوئی بات نہیں کہ ڈھیلا۔ پانی کو بالکل خشک کر لیتا

ہے، محض ڈھیلے کے مقابلہ میں پانی بہتر ہے، اس سے صفائی مکمل طور پر حاصل ہوتی ہے، لہٰذا پانی سے دھونا افضل ہے۔ (عمدۃ القاری)

اور عورت کے لئے تو ہمیشہ پانی بہتر ہے۔

عورتوں کے لئے پاخانہ و پیشاب میں صرف پانی ہی مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بصرہ کی عورتیں آئیں، تو انہوں نے ان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ استنجاء پانی سے کیا کریں، اور اپنے شوہروں کو بھی حکم اس کا دیں اور فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پانی سے (بھی) استنجاء فرماتے تھے۔

مجاہد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے لئے پانی سے دھونا سنت ہے۔ (یعنی آپ نے پانی ہی سے صفائی کا حکم دیا ہے)۔ (کشف الاستار بزار صفحہ ۱۳۰، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پانی سے استنجاء کرنا عورتوں کے لئے سنت ہے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ پانی سے (محض) استنجاء کرنا کیسا ہے؟ فرمایا: یہ عورتوں کی طہارت ہے۔ (یعنی مردوں کو چاہئے کہ پانی کے ساتھ ڈھیلے بھی استعمال کریں)۔

(اتحاف السادہ صفحہ ۳۴۶)

عورتوں کے لئے پانی سے استنجاء بہتر ہے ڈھیلے سے نہیں۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کے حق میں ڈھیلے سے استنجاء مشکل ہے۔ (عمدہ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۹۰)

اسی طرح علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ خنثیٰ مشکل کے لئے پانی ہی سے طہارت متعین ہے۔

(قسطلانی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹)

شارح احیاء نے بھی بعض صورتوں میں عورتوں کے لئے صرف پانی ہی کے استعمال کی اجازت دی ہے ڈھیلے سے منع کیا ہے گو فقہاء کرام نے عورتوں کے لئے ڈھیلے کے استعمال کا ذکر کیا ہے، مگر پانی ہی کا استعمال بہتر اور اسہل ہے۔

حضرات علماء کرام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے یہ استنباط کیا ہے کہ اجنبی مردوں کو حکم یا کوئی مسئلہ بتائے تو عورتوں کو واسطہ بنا کر ان سے کہلوائے، اسی طرح مرد جب اجنبی عورتوں کو کوئی فقہی مسئلہ سے واقف کرائے تو ان کے مردوں سے کہلوائیں کہ وہ عورتوں سے یہ بتا دیں، اس میں عفت اور پردہ کا لحاظ ہے، بلا واسطہ اس قسم کا خطاب حیاء و شرف کے خلاف ہے۔

استنجاء کردہ ڈھیلے سے دوبارہ استنجاء منع ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استنجاء، تین پتھروں سے ہے اور مٹی سے اگر پتھر نہ پا سکے، اور یہ استنجاء کردہ کسی چیز سے دوبارہ استنجاء نہ کیا جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۱۲)

طلحہ بن معرف نے حضرت مجاہد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جس کسی چیز سے استنجاء کیا جائے اس سے دوبارہ استنجاء نہ کیا جائے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۱۱)

پیشاب کے بعد پانی کا چھینٹا مارنا

حکم ابن سفیان سے منقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب کرتے تو وضو فرماتے اور (پاجامہ کی رومالی پر) چھینٹیں مارتے۔ (ابوداؤد، نسائی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد آپ جب وضو کریں تو چھینٹے مار لیا کریں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی صفحہ ۱۷، ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شروع وحی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، وضو اور نماز کی تعلیم دی اور وضو سے فارغ ہونے پر پانی چلو میں لے کر شرمگاہ کی جگہ چھینٹا مارا۔ (دارقطنی، مشکوٰۃ صفحہ، ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

فائدہ: حدیث پاک میں (نضح) کا لفظ ہے، اس کے معنی پانی سے استنجاء کرنا بھی ہے اور ایک معنی پاجامہ کے رومالی پر پانی کا چھینٹا مارنا بھی ہے۔ اس کا مقصد وضو کے بعد پیشاب کے قطرہ کے وہم اور وسوسوں کو دور کرنا ہے۔ کہ اگر شیطان یہ وسوسہ ڈالے کہ پیشاب کا قطرہ نکل گیا ہے۔ تو اس کا ازالہ کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ نہیں پانی کا چھینٹا ہے جو مارا گیا ہے۔ تاکہ اس وسوسہ سے اس کا ذہن منتشر نہ ہو۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۲۹۵)

لیکن خیال رہے کہ یہ وسوسہ اور وہم کی حد تک ہے۔ اگر واقعی اس کا مثانہ ضعیف ہے۔ قطرہ ٹپکنے کا تجربہ بھی ہے۔ تو ایسی صورت میں نضح پانی کے چھینٹوں سے فائدہ نہ ہوگا بلکہ دھو کر دوبارہ وضو کرنا ہوگا کہ حقیقۃً قطرہ ٹپک جانا ناقص وضوء ہے۔

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ نضح وسوسہ کو دور کرنے کے لئے ان کے حق میں ہے جو محض ڈھیلے پر اکتفا کرتے ہوں۔ (مرقات صفحہ ۹۲۷)

پاخانہ جانے سے پہلے انگوٹھی اتار لیتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ جانے سے قبل انگوٹھی اتار لیتے تھے۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۹۵، ابوداؤد صفحہ ۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی پہنی جس پر ''محمد رسول اللہ'' نقش تھا، جب بیت الخلاء داخل ہوتے تو اسے اتار دیتے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۵)

فائدہ: جسم پر کوئی ایسی چیز ہو جو کھلی ہو اور اس میں آیت یا اللہ کا نام وغیرہ ہو تو اسے پاخانے جانے سے پہلے اتار دینا لازم ہے۔ تاکہ ذکر اور اسماء الٰہیہ کی بے ادبی اور توہین نہ ہو اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے ''الخاتم فیه ذکرالله'' جیسا کہ ابوداؤد میں ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ انگوٹھی جس میں خدائے پاک کا ذکر ہو اسے اتار کر جائے۔

اسی طرح جیب میں کوئی قرآن پاک یا پنج سورہ یا دعا کی کتاب ہو تو اسے بیت الخلاء میں لے کر جانا منع ہے۔ (المرقات صفحہ ۲۸۸)

البتہ تعویذ جو سلے ہوں، جس کے اندر اسماء الٰہیہ یا آیات قرآنیہ یا دعائیہ کلمات ہوں تو اس کا لے کر جانا درست ہے، چنانچہ اسی وجہ سے حائضہ عورت کو محفوظ بند تعویذ کا پہننا جائز ہے سنن دارمی میں حضرت عطاء سے مروی ہے کہ محفوظ بند تعویذ حائضہ پہن سکتی ہے اور اگر کھلے ہوں، کسی کاغذ یا چمڑے میں لکھے ہوں تو ممنوع۔

(دارمی جلد ا صفحہ ۲۶۵)

انگوٹھی میں چونکہ حرف کھلے نظر آتے ہیں اس لئے منع ہے۔ چنانچہ مجاہد مشہور جلیل القدر تابعی سے منقول ہے کہ ایسی انگوٹھی جس میں خدائے پاک کے نام لکھے یا کھدے ہو پاخانہ میں لے جانا مکروہ ہے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۲)

عذر یا مرض کی وجہ سے رات میں کسی برتن میں پیشاب کرنا

حکیمہ بنت امیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک لکڑی کا پیالہ تھا جس میں آپ رات میں پیشاب فرماتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی صفحہ ۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (مرض الموت کے موقعہ پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سینہ کی جانب ٹیک لگائے تھے۔ آپ نے برتن منگوایا اس میں پیشاب کیا۔ پھر آپ جھک گئے اور وفات ہوگئی۔

(ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۳۷، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۹)

مطلب یہ ہے کہ کسی وجہ سے رات میں پیشاب کے لئے باہر جانے میں تکلیف یا پریشانی ہو تو عذر کی وجہ سے کسی برتن میں پیشاب کا رہنا کوئی خلاف شرع قباحت کی بات نہیں۔ رات میں جو برتن میں پیشاب کرنے کا ذکر ہے، عذر کی وجہ سے تھا، ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے رات میں پیشاب کرنے کے لئے باہر میدان وغیرہ میں جانا اذیت کا باعث ہوتا ہے۔

عربوں میں اس عہد میں پیشاب یا پاخانے گھروں میں نہیں ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح مرض و بیماری کی وجہ سے برتن میں پیشاب کرنا درست ہے۔

پیشاب کا گھر میں پڑا رہنا بہت برا ہے

حضرت عبداللہ بن یزید سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی برتن میں پیشاب مت رکھو کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں پیشاب رکھا ہوتا ہے۔

(مجمع جلد۱ صفحہ ۲۰۹، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۰، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پیشاب برتن میں پڑا رہے اور اس کی بو آ رہی ہے تو یہ اچھی بات نہیں، ایسی صورت میں فرشتہ رحمت گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ اسی طرح نجاست اور غلیظ بدبودار چیزیں پڑیں ہوں اور اس کی صفائی میں تاخیر ہو تو بری بات ہے۔ ہاں جلدی اور وقت پر صاف کر دیا تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ممنوع ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کھڑے ہو کر پیشاب کر رہا تھا آپ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب مت کیا کرو، چنانچہ اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶)

آپ ﷺ بیٹھ کر پیشاب کرتے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب سے میں اسلام لایا ہوں میں نے کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

(عمدہ صفحہ ۱۳۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جو تم سے یہ کہے کہ رسول پاک ﷺ کھڑے ہو کر پیشاب فرماتے اس کی مت تصدیق کرو، میں خود دیکھتی کہ آپ ﷺ گھر بیٹھ کر پیشاب فرماتے۔

(ترمذی صفحہ ۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے آپ ﷺ پر قرآن کا نزول ہوا ہے (یعنی نبی بنائے گئے) تب سے کسی نے بھی آپ ﷺ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (ہاں صرف ایک مرتبہ عذر کی وجہ سے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۰۲)

عبدالرحمٰن بن حسنہ کہتے ہیں کہ میں اور عمرو بن العاص بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ گزرے اور آپ ﷺ

کے ہاتھ میں چمڑے کا ڈھال تھا۔ آپ ﷺ بیٹھ گئے اور پیشاب کیا۔ (سنن کبریٰ، بیہقی صفحہ ۱۰۲، نسائی)

فائدہ: معلوم ہوا کہ بیٹھ کر پیشاب کرنا سنت ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا کافروں اور فساق فجار کی عادت ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس کی چھینٹیں بدن پر پڑتی ہیں۔ جو عذاب قبر کا باعث ہے۔ ہاں البتہ عذر کی وجہ سے مثلاً کمر میں درد ہو یا بیٹھ کر پیشاب کرنے کی صورت میں تلویث کا اندیشہ ہو تو مجبوراً کھڑے ہو کر کرنے کی گنجائش ہے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۰، بخاری صفحہ......)

ملاعلی قاری نے مرقات میں صفحہ ۲۹۶۔ علامہ عینی نے عمدہ القاری صفحہ ۱۳۶۔ میں لکھا ہے کہ عذر اور مرض کی وجہ سے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

عورتیں پاخانہ کے لئے جنگل جائیں تو رات کو نکلیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لحیم شحیم جسم والی تھیں، جب پاخانہ کرنے کے لئے رات کو نکلتیں تو عورتوں میں پہچان لی جاتیں۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۲)

چنانچہ بخاری شریف میں حدیث افک کے ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ ذکر منقول ہے "وکنا لا نخرج الا لیلا"

اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی ہیں: "ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن یخرجن باللیل اذا تبرزن الی المناصع" (بخاری صفحہ ۲۶)

فائدہ: بعض چھوٹے گاؤں اور دیہاتوں میں پاخانے گھروں میں نہیں ہوتے۔ مرد اور عورتیں پاخانہ کرنے جنگل میں جایا کرتے ہیں، ایسی صورتوں میں چونکہ ان پر مردوں کے مقابلہ میں زائد پردہ ہے اس لئے وہ رات کو جنگل جایا کریں تاکہ رات کی تاریکی میں وہ اطمینان اور عفت کے ساتھ قضاء حاجت کر سکیں۔

ویسے بہتر یہ ہے کہ کم از کم عورتوں کے لئے پاخانہ کا انتظام رہے۔ چونکہ فتنہ اور بے حیائی کا دور ہے، مزید یہ کہ عورتیں جائیں تو اکیلی اور تنہا نہ جائیں کسی عورت یا کم از کم بچے کے ساتھ جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے زمانے میں ازواج مطہرات جنگل کسی عورت کے ساتھ جایا کرتی تھیں جیسا کہ بخاری میں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ام مسطح قضاء حاجت کے لئے جایا کرتی تھیں۔ (بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۹۷)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ گھروں میں پاخانہ بن جانے کے بعد ان کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

پیشاب کی بے احتیاطی سے قبر کا عذاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ان دو کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور ان دونوں کو عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا ہے۔ ایک کو تو اس وجہ سے کہ وہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا دوسرے کو اس وجہ سے کہ وہ چغل خوری کرتا تھا۔

(صحاح ستہ، صحیح بخاری، صفحہ ۳۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۴۱، نسائی صفحہ ۱۲، ابوداؤد صفحہ ۴)

فائدہ: بکثرت صحیح احادیث سے یہ ثابت ہے کہ پیشاب کی بے احتیاطی سے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ اور عذاب قبر کے اسباب میں پیشاب اور اس کے قطروں کے بے احتیاطی کو بہت دخل ہے۔

زیادہ تر عذاب قبر پیشاب کی بے احتیاطی سے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکثر عذاب قبر پیشاب کی بے احتیاطی سے ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۹، کنز صفحہ ۳۴۴ تا ۳۴۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے، پس پیشاب سے احتیاط کرو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی پیشاب سے احتیاط فرماتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کی تاکید فرماتے، حضرت معاذ نے فرمایا کہ عام طور پر قبر کا عذاب پیشاب کی بے احتیاطی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۴)

حضرت میمونہ بنت سعد کی روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم عذاب قبر میں گرفتار ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پیشاب کی وجہ سے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ پیشاب سے بچو اکثر عذاب قبر اسی سے ہوتا ہے۔

(کنز العمال صفحہ ۳۴۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کی چھینٹوں سے بہت احتیاط فرماتے

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ بیٹھے پیشاب کر رہے ہیں اور دونوں رانوں کو خوب کشادہ کئے ہوئے ہیں تاکہ اس کی چھینٹیں ران و پیر میں نہ لگ جائیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۴)

قبر میں سب سے پہلا حساب پیشاب کا ہوگا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب سے احتیاط کرو کہ سب

سے پہلے محاسبہ قبر میں اسی کے بارے میں ہوگا۔ (مجمع جلد ا صفحہ ۲۱۴، کنز العمال صفحہ ۳۴۴)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ طہارت کے امور میں پہلے پیشاب کا، عبادات میں نماز کا، اور حق العباد میں قتل کا پہلے حساب ہوگا۔

بنی اسرائیل کو پیشاب لگ جانے پر کاٹنے کا حکم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو (کپڑے وغیرہ میں) پیشاب لگ جاتا تو دھونے کے بجائے) قینچی سے کاٹنے کا حکم تھا۔ (بخاری، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۴۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ جب ان کو پیشاب لگ جائے تو قینچی سے کاٹ کر الگ کر دیں۔ ان کے ایک صاحب نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کو قبر میں عذاب دیا گیا۔

(ابوداؤد، نسائی صفحہ ۱۲، ابن ماجہ)

فَائِدَہ: اللہ اللہ بنی اسرائیل پر کس قدر سخت حکم تھا کہ اگر پیشاب کپڑے پر لگ جائے تو دھونے کے بجائے کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بعض صحیح روایت میں ہے کہ جسم پر لگ جانے کی صورت میں کھال کے کاٹنے کا حکم تھا، مزید یہ لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کو پیشاب سے بے احتیاطی پر قبر میں کھال کے کاٹنے کا عذاب دیا گیا۔ (فیض الباری جلد ا صفحہ ۳۱۹)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ پیشاب سے بے احتیاطی بہت بڑی ہلاکت اور سخت ترین سزا کا باعث ہے۔ حضرات صحابہ کرام پیشاب کی بے احتیاطی سے بچنے کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ اس بات کا خصوصی اہتمام رکھتے کہ جسم یا کپڑے پر اس کی باریک چھینٹیں بھی نہ پڑیں بعض صحابہ تو اس مسئلہ میں بہت سخت تھے۔ چنانچہ امام بخاری نے بیان کیا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری پیشاب کے مسئلے میں بہت سخت تھے پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کے لئے وہ شیشی میں پیشاب کیا کرتے تھے۔ (فیض الباری صفحہ ۳۱۸)

آج کل اس دور میں پیشاب سے بڑی بے احتیاطی ہے، مثلاً:

❶ اطمینان سے استنجاء نہیں کرتے، پیشاب ختم ہوتے ہی اٹھ جاتے ہیں حالانکہ اطمینان کرنے کے بعد اٹھنا چاہئے کہ اب قطرہ نہیں ٹپکے گا۔

❷ بہت کم پانی سے استنجاء کرتے ہیں۔ بعض مسجدوں کے پیشاب خانوں میں پانی کا برتن یا ڈبہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ وہ استنجاء کے لئے ناکافی ہوتا ہے۔ اور لوگ اسی تھوڑے پانی پر اکتفا کر کے اٹھ جاتے ہیں۔

❸ بسا اوقات پیشاب کی نالیوں میں قطرہ رہتا ہے، اٹھنے، چلنے، ہلنے، سے وہ قطرہ ٹپکتا ہے لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور پیشاب کا قطرہ پاجامہ لنگی میں ٹپک جاتا ہے۔

❹ ضعف مثانہ کی عام شکایت ہے، پیشاب کی نالیوں میں یا رگوں میں امساک کی طاقت کم ہونے کی وجہ سے پیشاب کچھ وقفہ کے بعد ٹپکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پیشاب کے بعد ذرا دیر ٹپکنے کا انتظار کر لیا جائے یا کوئی ایسی حالت و حرکت اختیار کی جائے مثلاً تھوڑا ٹہل لیا جائے، یا کھنکھار لیا جائے یا اٹھ کر پھر بیٹھ لیا جائے جس طرح بھی ہو اطمینان کر لیا جائے۔

❺ عموماً عورتیں بچوں کے پیشاب میں بے احتیاطی کرتی ہیں کپڑے اور بستر کو سکھا دیتی ہیں دھوتی نہیں۔ بسا اوقات پیشاب کی صورت میں کپڑے بدل دیتی ہیں بدن نہیں دھوتیں۔

❻ پیشاب کے مقام کو بسا اوقات یونہی چھوڑ دیتی ہیں، دھوتی نہیں یہ سب بے احتیاطی میں داخل ہے۔

❼ جس کو ضعف مثانہ کی شکایت ہو وہ جس کپڑے میں پیشاب پاخانہ کرے اور رات میں پہن کر سوئے اسی کپڑے میں نماز نہ پڑھے۔

❽ پیشاب کرنے کی جگہ ذرا اونچی ہو تا کہ پیشاب نشیب میں ہو اس کی چھینٹیں نہ پڑیں خیال رہے کہ جس طرح پیشاب کو عذاب قبر میں دخل ہے اسی طرح سورہ ملک کا رات میں سوتے وقت پڑھنا عذاب قبر کو دور کرنے میں دخل ہے اس لئے سورہ ملک کا اہتمام رکھیں تا کہ عذاب قبر سے محفوظ رہ سکیں۔

پاخانہ سے فراغت پر ہاتھ زمین سے رگڑ کر صاف فرماتے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ تشریف لے جاتے تو میں برتن میں پانی لاتا جس سے آپ پاکی فرماتے، پھر آپ اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر دھوتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷)

حضرت ابراہیم بن جریر نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ بیت الخلاء تشریف لے گئے اور قضاء حاجت فرمائی، پھر آواز دی اے جریر! لاؤ پانی۔ میں پانی لے کر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی سے صفائی حاصل کی، پھر زمین پر ہاتھ رگڑ کر دھویا۔ (نسائی صفحہ ۱۹، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۴۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ کو پانی لا کر دیا۔ آپ جھاڑی میں تشریف لے گئے، میں نے پانی دیا، آپ نے استنجاء کیا۔ پھر مٹی سے ہاتھ ملا اور پانی سے دھویا۔ (دارمی جلد ا صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: پاخانہ کی بو زائل کرنے کے لئے مٹی ہی بہتر ہے۔ صابن یا۔ پاؤڈر سے کچھ نہ کچھ بو کا اثر باقی رہ سکتا ہے۔ اس کے لئے مٹی قدرتی شیء ہے۔ اس لئے مٹی سے ہاتھ رگڑ کر دھونا مسنون ہے۔ اور جہاں مٹی کی سہولت نہ ہو جیسے بڑے شہروں میں، بالکل پختہ مکان میں تو پھر صابن پاؤڈر سے بھی کام چل سکتا ہے۔ ابن قیم نے زاد المعاد میں مٹی سے رگڑنے کی عادت طیبہ نقل کی ہے۔ ملا علی قاری نے مٹی سے ہاتھ رگڑ کر دھونے کو سنت قرار دیا ہے۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۲۹۵)

پاخانہ کے بعد طہارت حاصل کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت جریر، ابن مسعود اور دیگر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اولاً آپ پاخانہ میں مٹی کے ڈھیلوں کو استعمال فرماتے، پھر اس کے بعد پانی سے مزید صفائی حاصل فرماتے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ فراغت کے بعد آپ نے حضرت جریر سے پانی منگوایا اور پاکی حاصل کی۔ لہٰذا طہارت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً ڈھیلے کا استعمال پھر پانی کا استعمال۔ اور محض پانی پر اکتفا بھی ثابت ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ افضل طریقہ یہ ہے کہ اولاً ڈھیلے کا استعمال کرے پھر پانی سے صفائی کرے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۹۰)

پاخانہ پیشاب کرتے وقت دونوں پیروں کو کشادہ رکھتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں کی کوڑی پر تشریف لائے اور دونوں پیروں کو کشادہ اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۳۶)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں نے مجھ سے روایت کی ہے کہ آپ پیشاب فرماتے، دونوں رانوں کو خوب کشادہ فرماتے۔ (کنز العمال صفحہ ۵۱۳)

فائدہ: خیال رہے کہ بیٹھنے کا یہ مسنون طریقہ اخراج کے عمل کو آسان اور سہل کرتا ہے۔ اسی طرح پاخانہ ہونے میں سہولت ہوتی ہے اور نجاست کی چھینٹوں سے بدن کی حفاظت ہوتی ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب آپ نے کسی عذر کی وجہ سے کیا ہوگا کہ آپ نے اس سے خود منع فرمایا ہے۔

راستہ میں تکلیف دہ امور کا ہونا باعث لعنت

حضرت حذیفہ ابن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے راستہ میں کسی تکلیف دہ معاملہ سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچائی ان پر خدا کی لعنت واجب ہے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بھی مسلمانوں کے گزرگاہ میں کوئی تکلیف دہ معاملہ کیا۔ (کہ گزرنے والوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہو) اس پر خدا، رسول اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: خیال رہے راستہ عام لوگوں کی گزرگاہ ہے۔ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ کوئی ایسا کام کرنا جس سے عام لوگوں کا حق مارا جاتا ہو، خاص اپنا استعمال ہوتا ہو، یا ایسا کام ہو جس سے لوگوں کو اذیت ہوتی ہو جائز نہیں ہے۔

اب اگر راستہ میں جب کہ محلوں کی گلیوں میں عورتیں بچوں کو پاخانہ کروا دیتی ہیں گزرنے والوں کے لئے

سخت تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔اسی طرح راستہ پر کوئی ایسی چیز مثلاً سواری وغیرہ کا کھڑی کردینا جس سے راستہ تنگ ہوکر گزرنے والے کو تکلیف ہو جائز نہیں، اسی وجہ سے آپ نے راستہ میں پڑاؤ ڈالنے سے منع کیا ہے۔ فتح الملہم شرح مسلم میں ہے کہ راستے پر موٹر گاڑی کا کھڑا کردینا کہ راستہ تنگ ہو جائے ناجائز ہے۔(جلد۳صفحہ۴۷)

بعض لوگ بجائے گیرج بنانے کے راستہ پر ہی گاڑی اسکوٹر وغیرہ کھڑی کر دیتے ہیں یہ گناہ اور ناجائز ہے۔ایسے امور سے بچنا چاہئے۔راستہ سب کا ہے کسی ایک کا خاص نہیں۔

سوکر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھوکر پانی میں ڈالے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن یا وضو کے پانی میں ہرگز نہ ڈالے، اسے کیا معلوم کہ اس کا ہاتھ رات میں کہاں رہا۔

(صحاح ستہ، ابن خزیمہ جلد، صفحہ۵۲، ابوداؤد صفحہ۱۴)

سالم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو تو تاوقتیکہ اپنے ہاتھ کو دھو نہ دے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے۔(ابن ماجہ صفحہ۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو اور وضو کرنا چاہے تو اپنے ہاتھ کو وضو کے پانی میں نہ ڈالے یہاں تک کہ دھو نہ ڈالے۔اسے کیا معلوم ہاتھ اس کا کہاں رہا اور کہاں رکھا۔(ابن ماجہ صفحہ۳۲)

حضرت حارث کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی منگوایا، برتن میں ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھویا، پھر کہا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ سوکر اٹھنے کے بعد خاص کر کے رات کو سونے کے بعد اولاً اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھوئے، پھر برتن میں ہاتھ ڈالے تاکہ ہاتھ میں کوئی چیز لگی ہو تو اس کا اثر پانی میں آکر پانی خراب نہ ہو۔اسی لئے اٹھنے کے بعد اولاً دونوں ہاتھوں کا دھونا مسنون ہے۔

خیال رہے کہ اس زمانہ میں مگ ڈونگا، جگ کا استعمال رائج نہیں تھا۔ایک یا دونوں ہاتھ پانی میں ڈال کر پانی استعمال کرتے تھے۔اور نہ ٹونٹی دار لوٹا تھا، اور نہ نلوں کا سسٹم تھا، اس لئے تاکید کی تھی کہ پانی میں ہاتھ نہ ڈالیں۔اب اگر جگ لوٹے اور نلوں سے وضو وغسل کرنا ہو تو اس کی تاکید نہ ہوگی تاہم سنت اور مستحب رہے گا۔

حافظ نے فتح الباری میں تمام علماء کے نزدیک اسے مستحب قرار دیا ہے۔سعایہ میں نووی کے حوالے سے ہے کہ جب بھی ہاتھ کے بارے میں شک ہو دھونا مستحب ہوگا۔(السعایہ جلد۱صفحہ۱۰۲)

علامہ عینی نے عام علماء کے نزدیک اسے مستحب قرار دیا ہے۔(عمدہ جلد۳صفحہ۱۸)

قضاء حاجت فرماتے تو سر ڈھانک لیتے جوتا پہن لیتے

حبیب ابن صالح سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو چپل پہن لیتے، سر ڈھانک لیتے۔ (ابن سعد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۱، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۹۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو سر ڈھانک لیتے۔ اسی طرح جب بیوی کے پاس آتے تو سر ڈھانک لیتے۔ (بیہقی فی السنن جلد ۱ صفحہ ۹۶)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ بیت الخلاء تشریف لے جاتے تو پیر میں جوتا پہن لیتے سر ڈھانک لیتے۔ (اور آنے کے بعد) وضو فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: آپ ﷺ ننگے سر بیت الخلاء یا جنگل و میدان پاخانے کے لئے تشریف نہ لے جاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ننگے سر بیت الخلاء جانا خلاف سنت ہے۔ بیت الخلاء کے آداب میں ہے کہ ٹوپی یا سر پر کوئی کپڑا رومال وغیرہ ڈال لے۔

شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے اسے منجملہ آداب میں ذکر کیا ہے۔

بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اور کھلے سر چلے جاتے ہیں۔ خلاف ادب مکروہ ہے۔

مردوں عورتوں دونوں کا حکم یہی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے میں سر کو ڈھانک لیتا ہوں جب میں بیت الخلاء جاتا ہوں۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ خدا سے حیاء کرو، خدا کی قسم جب سے میں نے رسول پاک ﷺ سے بیعت کی ہے، بیت الخلاء نہیں گیا مگر سر کو ڈھانک کر اپنے رب سے شرماتے ہوئے۔

(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۰۹، ابن حبان)

پاخانہ پیشاب کرتے وقت بات ممنوع ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تم میں سے کوئی دو آدمی پاخانہ کے لئے جائیں اور ستر کھولے (پاخانہ کرتے وقت) گفتگو کریں، سو یہ اللہ کو بالکل پسند نہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۱۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی (جب پاخانہ کو جائیں) ایک دوسرے کی ستر دیکھنے سے بچیں اور پاخانہ کرتے وقت ایک دوسرے سے باتیں نہ کریں۔ کہ اللہ کو اس پر ناراضگی ہوتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۵۹، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۹، ابن ماجہ)

فائدہ: پیشاب پاخانہ کرتے وقت باتیں ممنوع ہے، شرافت حیا اور وقار کے خلاف ہے۔ ظاہر بات ہے قریب ہوں گے تب ہی بات ہوگی اور قریب ہونے سے بے ستری ہوگی۔ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ اس کا

خیال نہیں کرتے تھے، اس پر آپ نے منع فرمایا۔ عموماً لڑکے اس قسم کی حرکت کرتے ہیں گارجن کو منع کرنا چاہئے، اگر ضرورت کسی وجہ سے پیش آجائے تو کھنکار کر کام نکال لیا جائے، اگر اس سے بھی کام نہ چلے اور نقصان کا اندیشہ ہو تو بقدر ضرورت ایک آدھ جملہ بول دے اور جلدی سے فارغ ہو کر ضروری بات کرے۔ چنانچہ علامہ مرتضیٰ حسین زبیدی شرح احیاء میں لکھتے ہیں:

"ویجب ان یتکلم اذا اضطر الی ذلک من امر یقع مثل حریق او اعمی یقع او دابۃ او ما اشبہ ذلک." (جلد۲ صفحہ ۳۴۱)

ضرورت شدید کے وقت، مثلاً کوئی اندھا گر رہا ہے، ایسے وقت میں چپ رہنا اور کسی کو تکلیف و ضرر لاحق ہو جائے، منع ہے، اور گناہ ہے۔

پیشاب و پاخانہ کرتے وقت سلام منع ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص کا گزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرما رہے تھے، اس نے سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا جب تم اس حالت میں دیکھو تو سلام مت کرو۔ اگر تم سلام کرو گے تو میں جواب نہ دوں گا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۹، نمبر ۳۵۲)

پیشاب و پاخانہ کی حالت میں سلام کا جواب دینا ممنوع ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرما رہے تھے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔

(ابوداؤد صفحہ ۴، ابن ماجہ صفحہ ۲۹)

فائدہ: شرح احیاء میں ہے کہ پیشاب اور پاخانہ کی حالت میں کوئی سلام کرے تو جواب نہ دے۔

(اتحاف السادہ جلد ا صفحہ ۳۴۱)

بیت الخلاء میں چھینک آئے تو

حسن بصری سے منقول ہے کہ اگر بیت الخلاء میں چھینک آئے تو دل میں الحمدللہ کہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۴)

سوراخ میں پیشاب نہ کرے کہ خطرہ جان کا باعث ہے

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔ کہا گیا کہ وہ جنوں کے سکونت کی جگہ ہے۔ (جن سے مراد نگاہوں سے مخفی کیڑے مکوڑے وغیرہ سب مراد ہیں)۔ (منہل جلد ا صفحہ ۱۱۵، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۹، نسائی صفحہ ۱۵، ابوداؤد صفحہ ۵، حاکم)

فائدہ: حدیث پاک میں کسی سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت

قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ سوراخ میں پیشاب سے منع کیوں کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ جنوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے منع کیا گیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی سوراخ جن کا مسکن ہو اور کسی نے اس میں پیشاب کر دیا اس کا مسکن یا بدن ناپاک ہو گیا اس نے اس کے انتقام میں کوئی تکلیف پہنچادی۔ چنانچہ شراح حدیث نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے کسی سوراخ میں پیشاب کر دیا وہ سوراخ جن کا مسکن تھا اس جن نے حضرت سعد بن معاذ کو قتل کر دیا۔ اور یہ شعر پڑھا:

ع نحن قتلنا سیّد الخزرج

ترجمہ: ”ہم نے خزرج کے سردار کو مار ڈالا۔“ (اتحاف السادہ جلد۲ صفحہ ۳۲۸)

طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ سعد بن عبادہ خزرجی نے حوران کے مقام پر سوراخ میں پیشاب کر دیا تھا سو اس پر جناتوں نے ان کو مار ڈالا۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ)

سوراخ میں پیشاب کرنے سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا واقعہ

صاحب منہل نے منادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صحیح روایتوں کے اعتبار سے حضرت سعد بن عبادہ کی موت سوراخ میں پیشاب کرنے کے بعد اچانک گر کر ہوئی ہے، اس کے بعد یہ آواز سنی گئی: ”نحن قتلنا سیّد الخزرج سعد بن عبادہ. رمیناہ بسھم فلم یخط فوادہ.“ (منہل جلد۱ صفحہ ۱۱۵)

اسد الغابہ جلد۲ صفحہ ۲۸۵ میں ابن اثیر نے، استیعاب جلد۱ صفحہ ۱۶۴ میں ابن عبدالبر نے بھی اچانک جسم سیاہ ہو کر ان کے مر جانے اور غیبی طور سے اس شعر کی آواز آنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔

ابن سیرین اور قتادہ سے مروی ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کے بعد لوٹے اور کہا مجھے کمر میں تکلیف ہو رہی ہے پھر تھوڑا وقفہ ہوا کہ انتقال ہو گیا۔ اور جنات کی جانب سے یہ دو شعر کی آواز آئی۔ (مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ ۲۱۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ جو ایک جلیل القدر مشہور صحابی ہیں ان کی موت جنات کے اثر سے ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ جنات کے اثر اور اس کی تکالیف موت کا سبب ہو سکتی ہے۔ (مرقات المفاتیح صفحہ ۳،۴)

پیشاب کرے تو تین مرتبہ عضو کو جھاڑے

حضرت عیسیٰ بن یزداد یمانی نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پیشاب کرو تو پیشاب کے اعضاء کو تین مرتبہ جھاڑو۔ (مسند احمد جلد۴ صفحہ ۳۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۸، ۳۲۶، مجمع صفحہ ۲۱۲)

فائدہ: ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پیشاب فرماتے تو تین مرتبہ جھاڑتے۔
(جلد۱ صفحہ ۱۷۳)

مقصد یہ ہے کہ پیشاب کی نالی میں پیشاب نہ رہے تا کہ اٹھنے کے بعد قطرہ نہ ٹپک جائے، اس لئے ایسا

طریقہ اختیار کرنا جس سے پیشاب جھڑ جائے اور ٹپکنے کا احتمال نہ رہے ضروری ہے۔ مثلاً چند قدم چلنا، کھنکھارنا، جسم کو حرکت دینا وغیرہ تا کہ پیشاب کی نالیوں کا قطرہ ٹپک جائے اٹھنے کے بعد ٹپک کر وضوء کو ناقص اور کپڑے کو خراب نہ کرے شرح احیاء میں بھی اعضاء پیشاب کو تین مرتبہ جھاڑنا اور حرکت دینا آداب استنجاء میں ذکر کیا ہے۔

(اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ۳۰۴)

ہوا نکلنے کی آواز سے ہنسنا منع ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج ریح کی آواز پر ہنسنے سے منع فرمایا ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ۲۱۲، جامع صغیر جلد۲ صفحہ۵۵۹)

فائدہ: ہوا اور ریح کے خارج ہونے پر ہنسنا اور بالقصد مجلس میں ریح خارج کر کے حظ اور مذاق کرنا یہ ملعون قوم لوطیوں کی عادت ہے، اور لوطیوں کی جتنی عادتیں ہیں سب ملعون اور غضب خداوندی کا باعث ہیں۔ چنانچہ قوم لوط کی بیشتر قبیح عادتوں کا ذکر قرآن پاک کی آیت:

﴿وتاتون فی نادیکم المنکر﴾

کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے۔ علامہ قرطبی نے قاسم بن محمد کا قول بیان کیا ہے کہ "انھم کانوا یتضارطون فی مجالسھم" کہ وہ اپنی مجلس میں زور سے ریح خارج کیا کرتے تھے۔ اوران کی قبیح عادتوں میں انگلیوں کا مہندی سے رنگنا، کبوتروں سے کھیلنا، سیٹی بجانا، کنکری اور ڈھیلے مارنا، انگلیوں کا چٹخانا، رنگین کپڑے پہننا، عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد۱۳، صفحہ۲۵۵)

علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں لوطیوں کی قبیح و مذموم عادت ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ لوگوں پر ڈھیلا مارتے۔ راہگیروں کا مذاق اڑاتے، اپنی مجلسوں میں زور سے ریح خارج کرتے، کبوتر بازی کرتے، انگلیوں میں مہندی لگاتے، رنگین کپڑے پہنے، نرد اور شطرنج کھیلتے۔ (فتح القدیر جلد۴ صفحہ۲۵۱)

علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ وہ اپنی مجلسوں میں زور سے ریح خارج کرتے۔ اور مجاہد کے حوالہ سے ہے کہ ان کے منکرات، سیٹی مارنا، کبوتر بازی، قبا کے بٹن کا کھلا رکھنا ہے۔

(جلد۶ صفحہ۴۶۱)

علامہ آلوسی نے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ ریح خارج کرنا ہے۔ (روح المعانی جلد۲۰ صفحہ۱۵۳)

ابن عطیہ کے حوالہ سے علامہ قرطبی نے بیان کیا ہے کہ لوطیوں کی تمام عادتوں سے بچنا واجب ہے۔ ہمارے دور میں لوطیوں کی ایک عادت انگلیوں کا چٹخانا رائج ہے۔ خصوصاً اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے جب کہ

نماز کے بعد مسجدوں میں اس کی منحوس آواز سنائی دیتی ہے۔ "اللھم احفظنا"

قضائے حاجت میں پردہ سے متعلق ایک عجیب واقعہ بلکہ معجزہ

حضرت یعلی بن مرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ کسی سفر کے موقع پر تھا آپ ﷺ نے بیت الخلاء جانے کا ارادہ کیا۔ (یہاں پردے کے لئے کوئی آڑ یا قریب میں کوئی درخت پیڑ وغیرہ نہیں تھا)۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کھجور کے ان دو درختوں کو (جو ذرا دور تھے) بلالو اور ان سے یہ کہو رسول پاک ﷺ تم دونوں کو یہاں بلاتے ہیں کہ آکر مل جاؤ (تاکہ پردہ ہو جائے اور میں پاخانہ کرلوں) چنانچہ وہ دونوں آکر مل گئے۔ آپ ﷺ نے اس سے پردہ حاصل کیا اور قضائے حاجت کی۔ پھر مجھ سے کہا ان دونوں سے کہہ دو کہ اپنی جگہ پر واپس چلے جائیں۔ چنانچہ میں نے کہا۔ وہ دونوں درخت (جو الگ الگ جگہ سے آئے تھے اپنی جگہ واپس چلے گئے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ، مجمع جلد ا صفحہ ۲۰۵)

بطور معجزہ پردہ کے لئے درختوں کا آنا اور پھر اپنے مقام پر فراغت کے بعد واپس چلے جانا متعدد مرتبہ پیش آیا ہے۔ اور یہ واقعہ سفر کا ہے۔

یہ واقعہ مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱۸ اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن عبداللہ سے نقل کیا ہے۔ ہم لوگ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ایک وادی افیح میں ہم لوگوں نے پڑاؤ ڈالا۔ آپ ﷺ نے پاخانہ کا ارادہ کیا ہم برتن میں پانی لے کر آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلے۔ آپ ﷺ نے پردہ تلاش کیا مگر کوئی پردہ کی صورت نظر نہ آئی، وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے آپ ﷺ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اس کی ٹہنیوں میں سے ایک ٹہنی کو پکڑا اور کہا آؤ میرے پاس اللہ کے حکم سے۔ پس وہ درخت آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے اس اونٹ کی طرح جسے ساربان کھینچ رہا ہو آنے لگا۔ پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس تشریف لائے اور فرمایا چلو میرے ساتھ اللہ کے حکم سے پس اس نے آپ ﷺ کی بات مان کر آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے اس اونٹ کی طرح جو اپنے مالک کے پیچھے پیچھے آرہا ہو آنے لگا یہاں تک کہ وہ دونوں آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا دونوں ایک دوسرے سے مل جاؤ، پس وہ دونوں جڑ گئے میں (یہ ماجرا دیکھ رہا تھا اور) ڈر رہا تھا آپ ﷺ کو میرے قریب ہونے کا احساس نہ ہو جائے۔ (کہ آپ ﷺ پاخانہ کے لئے نکلے تھے) اور آپ ﷺ دور ہو جائیں، چنانچہ آپ ﷺ دور ہو گئے اور ہم لوگ بیٹھے باتیں کرنے لگے۔ کچھ ہی دیر ہوئی کہ آپ ﷺ سامنے سے تشریف لائے اور وہ دونوں درخت جدا ہو چکے تھے، اور اپنے تنے کے سہارے کھڑے ہو چکے تھے۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱۸، سبل الہدیٰ صفحہ ۴۹۷، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سفر میں تھے۔ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ پاخانہ کے لئے ذرا دور جاتے تھے کہ کسی کو نظر نہیں آتے۔ چنانچہ ایک جنگل میں ہمارا پڑاؤ ہوا، جہاں کوئی درخت نہ پتھر (بالکل چٹیل میدان) تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے جابر پانی کا برتن لو اور میرے ساتھ چلو ہم نے پانی کا برتن بھرا اور آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ خوب چلے حتیٰ کہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ چار گز کے فاصلے پر دو درخت نظر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس درخت سے کہو کہ اے درخت تم اپنے جوڑ (دوسرے درخت) کے پاس جاؤ تاکہ تمہارے پیچھے ضرورت رفع کی جا سکے (یعنی پاخانہ کیا جا سکے) تو میں نے ایسا ہی کیا چنانچہ زمین میں حرکت ہوئی اور وہ دونوں مل گئے۔ آپ ﷺ ان کی آڑ میں بیٹھ کر قضائے حاجت کرنے لگے پھر وہ دونوں اپنی جگہ چلے گئے۔ (دارمی، مسند احمد، جمع الجوامع جلد۲ صفحہ ۲۴۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ خیبر کے موقعہ پر تھا آپ ﷺ نے بیت الخلاء کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا اے عبداللہ کچھ دیکھتے ہو (یعنی پردے کے لئے کچھ) میں نے دیکھا تو ایک درخت نظر آیا۔ میں نے آپ ﷺ کو بتایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اور کوئی دیکھتے ہو۔ تو میں نے اس درخت سے دور ایک درخت کو دیکھا تو آپ ﷺ سے بتا دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا اس درخت سے کہو تم کو رسول پاک حکم فرماتے ہیں کہ تم دونوں جمع ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے ان سے کہا۔ وہ دونوں ایک جگہ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اس کی آڑ کا پردہ بناتے ہوئے قضاء حاجت کی۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے وہ دونوں درخت اپنی جگہ چلے گئے۔ (ابونعیم، البدایہ والنہایہ جلد۶ صفحہ ۱۵۹)

حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مجھ سے فرمایا دیکھو کوئی کھجور کا درخت یا کوئی (بڑا سا) پتھر نظر آئے میں نے متفرق مقام پر درختوں کو اور پتھر کے بڑے چٹان کو دیکھا (جو فاصلے پر متفرق جگہ تھے) آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ان درختوں کے پاس جاؤ اور کہو رسول پاک ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم دونوں ایک دوسرے کے پاس چلے آؤ آپ ﷺ کی ضرورت کے لئے اور پتھر سے بھی اسی طرح کہو میں آیا اور اس سے کہا۔ قسم اس خدا کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں ان درختوں کو دیکھ رہا تھا کہ زمین راستہ بناتے ہوئے اور دونوں جمع ہو گئے۔ اور پتھر جو الگ الگ تھے آئے اور جڑ کر چٹان کے مانند درختوں کے پیچھے ہو گئے آپ ﷺ نے اپنی ضرورت پوری کی اور واپس تشریف لائے اور کہا ان درختوں اور پتھروں سے کہو کہ رسول پاک ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ (سبل الہدیٰ جلد۹ صفحہ ۴۹۷)

اسی کو قصیدہ بردہ میں علامہ بوصیری نے بیان کیا ہے ؎

جاءت بدعوتهِ الاشجار ساجدة
تمشي اليه ساق بلا قدم

پاخانہ پیشاب کی ضرورت ہوتو نماز پڑھنا منع ہے

حضرت عبداللہ ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی پاخانہ جانے کا ارادہ رکھتا ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو اسے پہلے پاخانہ سے فارغ ہو لینا چاہئے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲، ترمذی صفحہ ۳۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مؤمن کے لئے درست نہیں کہ خدا اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور پاخانہ پیشاب کی ضرورت میں نماز پڑھ رہا ہو، یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ آدمی پاخانہ یا پیشاب کی ضرورت پر نماز پڑھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۸)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی مسلمان نماز کے لئے کھڑا نہ ہو کہ اسے پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو رہی ہو تاوقتیکہ وہ اس سے فارغ نہ ہو جائے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۸)

فائدہ: پاخانہ و پیشاب جب لگ رہا ہو اور اس کا تقاضا ہو تو نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ چونکہ ایسی صورت میں اطمینان اور سکون نہیں رہتا، طبیعت منتشر رہتی ہے۔ اور ادھر نماز میں سکون اطمینان اور خشوع مطلوب ہے۔ ایسی صورت میں اس کی نماز پاخانہ بن جائے گی۔ اسی وجہ سے بھوک کی حالت میں نماز کے بجائے اولاً کھانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ نماز اطمینان و سنجیدگی اور خشوع سے پڑھ سکے۔

پاخانہ اور پیشاب کرنے کی جگہ وضو نہ کرے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ پاخانہ کرنے کے مقام پر (بیت الخلاء) جہاں تم پیشاب (و پاخانہ) کرتے ہو وضو مت کرو۔ اس لئے مؤمن کا وضو یعنی وضو کا پانی نیکیوں کے ساتھ وزن کیا جاتا ہے۔
(کشف النقاب جلد ۱ صفحہ ۳۲۳، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۰۷)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جس نے پیشاب کرنے کے مقام پر وضو کیا اور اسے وسوسہ ہو گیا تو وہ اپنے علاوہ پر ملامت نہ کرے۔ (کشف النقاب، کنز العمال صفحہ ۳۲۵)

فائدہ: جہاں پاخانہ و پیشاب کیا جاتا ہو، وہاں وضو نہ کرنا چاہئے۔ بسا اوقات ناپاکی کا وسوسہ ہو جاتا ہے کہ شاید اس کا چھینٹا پڑ گیا ہو، مزید یہ کراہیت کا بھی باعث ہے۔ کہ نجاست کی جگہ پاکی حاصل کرے، بہتر ہے کہ

بیت الخلاء گو صاف ہو مگر پھر بھی بیت الخلاء سے باہر کرے۔ کہ اسی میں نظافت ہے۔

ٹھنڈے پانی سے استنجاء کرے، گرم سے نہیں

حضرت مسور بن رفاعہ قرظی سے روایت ہے کہ استنجاء ٹھنڈے پانی سے کرو کہ یہ بواسیر کے لئے نافع ہے۔
(طبرانی، کنز العمال جلد۹ صفحہ۳۵۱)

فائدہ: گرم پانی سے استنجاء کرنا نقصان دہ ہے، اس سے مقعد کے مسے پھیلتے اور پھولتے ہیں اور مقعد میں ڈھیلا پن پیدا ہوتا ہے، بواسیر سے مسے کشادہ ہوتے ہیں۔

فائدہ: اگر ضعف مثانہ سے ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہو تو تازہ پانی سے استنجاء کی جائے۔

پاخانہ پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد کی دعائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے نکلتے تو فرماتے "غفرانک" مغفرت چاہتا ہوں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۶، ابوداؤد صفحہ۵، ترمذی صفحہ۷، ابن خزیمہ صفحہ۴۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے نکلتے تو یہ فرماتے: "الحمد لله الذی اذهب عنی الاذی وعافانی"

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے تکلیف دہ چیزوں کو دور کیا اور ہمیں عافیت بخشی۔"

ابن ابی شیبہ نے بروایت تیمی حضرت نوح علیہ السلام سے یہ دعا نقل کی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے فارغ ہوتے تو یہ دعا فرماتے:

"الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن والاذی وعافانی"

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے غم، غلاظت دور فرمائی اور عافیت بخشی۔" (ابن سنی صفحہ۲۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:

"الحمد لله الذی اخرج عنی ما یوذینی وامسك علی ما ینفعنی"

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے تکلیف دہ چیز کو نکال دیا اور نفع بخش کو باقی رکھا۔"

(عمدہ جلد۲ صفحہ۲۷۳، دار قطنی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پاخانہ سے فارغ ہوتے تو یہ فرماتے۔

(ہکذا فی رزین کذا فی جمع الفوائد جلد۱ صفحہ۲۶، کشف النقاب جلد۱ صفحہ۲۴۰)

"الحمد للّٰه الذی اذا قنی لذته والقی فِیَّ قوته واذهب عنی اذاه"

(عمدۃ القاری، منہل جلد ا صفحہ ۱۱۹، دارقطنی)

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے اس کی لذت چکھائی اور اس کی قوت باقی رکھی اور اس کی اذیت کو دور فرمایا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی ہے جب وہ پاخانہ سے نکلتے تو یہ فرماتے۔ ممکن ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا ہو۔

(کشف النقاب جلد صفحہ ۲۳۹، کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۸۶)

حضرت طاؤس سے مرسلاً یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بیت الخلاء سے نکلو تو یہ دعا پڑھو:

"الحمد للّٰه الذی اذهب عنی ما یوذینی وامسك علی ما ینفعنی"

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے تکلیف دینے والی چیز کو نکال دیا اور جو شئے میرے لئے نفع بخش تھی اسے روک دیا۔" (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۱۱)

حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ وہ استنجاء سے فراغت پر یہ دعا پڑھتے:

"الحمد للّٰه الذی اذهب عنی الاذی وعافانی. اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المطهرین"

ترجمہ: "تعریف اس خدا کی جس نے نقصان دہ کو دور کیا اور عافیت بخشی اے اللہ ہمیں توبہ کرنے والوں میں اور پاک رہنے والوں میں بنا۔" (کشف النقاب: کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۱۲۴)

پاخانہ و پیشاب کے مجموعی آداب

علماء و محققین نے احادیث و آثار کی روشنی میں پاخانہ و پیشاب کے بہت آداب بیان کئے ہیں۔ قریب ۶۶ آداب ابن الحاج صاحب مدخل نے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے اہم قابل ذکر آداب بیان کئے جاتے ہیں:

1. پاخانہ کے لئے میدان و جنگل جائے تو آبادی سے دور جائے۔ اتنی دور جائے کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جائے۔
2. پیشاب قریب آبادی میں بھی پردہ اور ستر کا لحاظ کرتے ہوئے کیا جا سکتا ہے۔
3. جنگل و میدان میں کسی چیز کا پردہ اور آڑ اختیار کرے۔ جیسے درخت کا۔ ٹیلے کا نشیب کا، اگر کچھ آڑ نہ ہو تو اور زمین ریتیلی ہو تو سامنے ریت جمع کر کے پردہ کرے، وغیرہ۔
4. بیٹھنے سے پہلے ستر عورت نہ کھولے۔

۵ سورج اور چاند کے سامنے کا رخ اختیار نہ کرے۔
۶ قبلہ کا رخ اور نہ قبلہ کا پشت اختیار کرے۔
۷ جنگل ومیدان میں جہاں آدمی پڑاؤ ڈالتے ہوں یا ایسی جگہ جہاں لوگ کبھی اٹھتے بیٹھتے ہوں نہ کرے۔
۸ پانی کے گڑھے میں نہ کرے۔
۹ ندی تالاب اور بہتے پانی میں پیشاب نہ کرے۔
۱۰ کسی بھی درخت کے نیچے نہ کرے، کہ لوگ اس سے سایہ حاصل کرتے ہیں اور پھلدار درخت کے نیچے نہ کرے کہ لوگ پھل کے لئے قریب آتے ہیں۔
۱۱ کسی سوراخ میں پیشاب ہرگز نہ کرے کہ اس میں کیڑے مکوڑے رہتے ہیں، بسا اوقات اجنہ کا مسکن بھی ہوتا ہے، بلاوجہ اس سے ضرر اور پریشانی لاحق ہو جائے۔
۱۲ پتھر، چٹان سخت زمین پر پیشاب نہ کرے کہ اس سے چھینٹوں کے لگنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔
۱۳ ہوا کے رخ پیشاب پاخانہ نہ کرے۔
۱۴ بیٹھنے کی حالت میں بائیں جانب ذرا ٹیک لگائے رہے، اور دائیں کو ذرا ہلکا سا اٹھائے رہے کہ اس سے نجاست کے خروج میں سہولت ہوتی ہے۔
۱۵ بیت الخلاء جاتے ہوئے بائیں پیر کو اولاً داخل کرے۔ اور باہر آنے کے وقت دائیں کو اول کرے۔ (اور جنگل وصحرا میں جہاں بیٹھنے کا ارادہ ہو وہاں بایاں پیر رکھتے ہوئے بیٹھے اور اٹھ کر باہر آتے ہوئے دایاں پیر اٹھائے اور نکالے، کہ اس کا بیت الخلاء یہی ہے۔ "ھذا ھو رائی."
۱۶ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرے ہاں مگر یہ کہ کوئی عذر ہو۔
۱۷ غسل خانہ میں پیشاب نہ کرے۔
۱۸ کوئی ایسی چیز ساتھ نہ ہو جس میں خدا کا یا رسول علیہ الصلاۃ والسلام کا نام ہو مثلاً انگوٹھی یا جیب میں کوئی دعا وغیرہ کی کتاب۔ البتہ بند اور سلی ہوئی تعویز میں کوئی حرج نہیں۔
۱۹ کھلے سر پاخانہ پیشاب کو نہ جائے۔
۲۰ جو دعا منقول ہے اسے پڑھ کر جائے۔
۲۱ بسم اللہ پڑھے کہ اجنہ سے پردہ ہو جاتا ہے۔
۲۲ فارغ ہونے کے بعد باہر آتے ہوئے اور صحرا میں اس مقام سے جدا ہونے کے بعد دعاء ماثورہ کا پڑھنا، جس کی تفصیل ماقبل احادیث میں آچکی ہے۔

۲۳ ڈھیلے سے استنجاء کرنا۔

۲۴ وقت سے پہلے ڈھیلا تلاش کر لینا۔

۲۵ طاق عدد میں ڈھیلے استعمال کرنا۔

۲٦ پانی کا پہلے سے انتظام رکھنا ڈھیلے کے استعمال کے بعد پانی سے طہارت حاصل کرنا۔

۲۷ جس مقام پر جنگل ومیدان میں پاخانہ کیا ہے وہاں سے ہٹ کر پانی سے طہارت حاصل کرنا۔

۲۸ استبراء یعنی اطمینان حاصل کرنا کہ پیشاب کی نالیوں میں کوئی قطرہ نہیں کہ اٹھنے پر یا حرکت وغیرہ سے ٹپک جائے۔ خواہ اس کے لئے جس صورت سے اطمینان حاصل ہو مثلاً کھانس کر، چل کر، ہل کر، اٹھ بیٹھ کر۔

۲۹ آلہ پیشاب کو تین مرتبہ حرکت دینا جھاڑنا اور ہاتھ کو پھیرتے ہوئے جڑ ذکر سے حشفہ کی جانب لانا تاکہ باقی ماندہ نالیوں کا قطرہ خارج ہو جائے۔ (احیاء العلوم مع اتحاف السادۃ صفحہ ۳۴۱)

۳۰ قبلہ اول بیت المقدس کی جانب بھی رخ نہ کرنا (ہمارے ہند و پاک کے اعتبار سے یہ بھی مغرب ہی کے رخ پر پڑتا ہے۔ لہٰذا مغرب کی طرف رخ نہ کرنے سے دونوں قبلوں کی جانب رخ نہ کرنا ہو جائے گا۔

۳۱ کوئی ذکر وغیرہ نہ کرنا۔

۳۲ کوئی گفتگو وکلام نہ کرنا۔

۳۳ چھینک آئے تو دل سے الحمدللہ کہہ دینا۔

۳۴ گزرگاہ، راستہ میں نہ کرنا۔

۳۵ قبروں کے پاس نہ کرنا۔

۳٦ نہ مسجد میں کرنا اور نہ کسی برتن میں مسجد میں کرنا۔

۳۷ پاخانہ و پیشاب کرتے ہوئے پاخانہ و پیشاب کو نہ دیکھنا۔

۳۸ مقام ستر کی جانب بھی نگاہ نہ کرنا۔

۳۹ آسمان کی جانب بھی رخ نہ کرنا۔

۴۰ ستر سے نہ کھیلنا اور نہ ہاتھ (سوائے طہارت کے) لگانا۔

۴۱ زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا۔

۴۲ پیشاب کرنے کے لئے نرم زمین کو اختیار کرنا۔

۴۳ جنگل ومیدان میں بیٹھنے سے قبل تو دائیں بائیں دیکھنا مگر بیٹھنے کے بعد دائیں بائیں جانب نہ دیکھنا۔

۴۴ سلام کسی کو نہ کرنا۔

۴۵ کوئی سلام کرے تو جواب نہ دینا۔

۴٦ بیٹھنے میں دونوں رانوں کو خوب کشادہ رکھنا۔

۴۷ کسی دیوار کے سایہ میں پاخانہ و پیشاب نہ کرنا۔

۴۸ نہر کے کنارے نہ کرنا۔

۴۹ کسی کی عبادت گاہ میں نہ کرنا تا کہ وہ ہماری عبادت گاہ کی توہین نہ کرے۔

۵۰ نفیس اور عمدہ برتن میں نہ کرنا۔

۵۱ غلہ جمع کرنے کے مقام مثلاً کھلیان وغیرہ میں نہ کرنا۔

۵۲ مقعد میں اپنی کسی انگلی کا داخل نہ کرنا۔

۵۳ لوگوں کے درمیان استبراء نہ کرنا۔ یعنی ڈھیلے کے ذریعہ سے خشک لوگوں کے سامنے نہ کرنا اگرچہ لنگی پاجامہ کا پردہ رہتا ہے، مگر حیا کے تو خلاف ہے۔

۵۴ پاخانہ وغیرہ کے موقعہ پر ناک وغیرہ کے بال نہ اکھاڑنا۔

۵۵ مسجد وغیرہ کی دیوار سے استنجاء نہ خشک کرے نہ کسی کی مملوک دیوار سے اور نہ کسی وقف دیوار سے کہ یہ تصرف کرنا ہے جو درست نہیں۔

۵٦ اونچان میں نشیب سے استنجاء نہ کرے کہ پیشاب لوٹ کر آئے گا اور چھینٹوں کا احتمال رہے گا۔

۵۷ فارغ ہونے کے بعد مٹی سے رگڑنا کہ صابن کے مقابلے میں یہ بدبو زائل کرنے میں زیادہ موثر ہے۔

۵۸ طہارت حاصل کرنے سے پہلے بائیں ہاتھ کو دھولینا۔

۵۹ پانی سے استنجاء کرنے کی صورت میں دائیں ہاتھ سے پانی کے برتن کو پکڑ کر پانی گرانا اور بائیں ہاتھ سے نجاست کے مقام کا دھونا اور خوب اچھی طرح صاف کرنا کہ اطمینان حاصل ہو جائے۔

٦۰ دھوتے وقت مقعد کو ذرا ڈھیلا کرنا تا کہ مقعد اچھی طرح صاف ہو جائے۔

٦۱ کوئلہ ہڈی وغیرہ سے استنجاء نہ کرے۔

٦۲ کسی شیشہ لوہا، دھات وغیرہ سے استنجاء نہ کرے کہ نقصان کے اندیشہ کے ساتھ اس میں جذب اور ازالہ کی صلاحیت نہیں ہے۔

٦۳ لکھے جانے والے کاغذ سے استنجاء نہ کرے۔

٦۴ ہوائی جہاز وغیرہ میں استنجاء کے لئے کاغذ ہوتا ہے اس کا استعمال درست ہے کہ وہ اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

۶۵ کپڑے کا کوئی ٹکڑا وغیرہ ہو تو اس سے طہارت کے بعد پونچھ لے اور خشک کرلے۔

۶۶ کھانے سے قبل کھانے کے مزے لذت اور اس کے خوشنما رنگ و ہیئت کا تصور کرنے کے بعد یہ خیال کرے کہ ہمارے اسے کھانے اور پیٹ میں جانے کے بعد اب یہ کس قدر غلیظ و ناپاک و بدبودار ہو کر نکل رہا ہے، جس کی نفیس و پاک برتن میں حفاظت کی جاتی تھی اب انسانی پیٹ میں جانے کے بعد کیسا بدبودار نجس کہ جس کے دیکھنے سے کراہیت ہوتی ہے اور بعض پاکیزہ نفوس کو متلی آجاتی ہے ہو کر نکل رہا ہے کس قدر انسان گندہ اور ناپاک ہے۔ اس سے خدا کی نعمتوں کے شکر کی دولت اور تواضع و مسکنت ہوگی جو صفات محمودہ میں سے ہے۔ (احیاء العلوم، اتحاف السادہ صفحہ ۳۴۲، مدخل صفحہ ۲۷ تا ۳۲)

مسواک کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ وتعلیمات کا بیان

مسواک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی پاکیزہ عادات میں سے ہے

حضرت ملیح بن عبداللہ الخطمی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں حضرات انبیاء کرام کی سنتوں میں سے ہے۔ حیاء۔ حلم۔ پچھنا لگانا۔ مسواک اور عطر کا استعمال۔ ترمذی کی روایت میں نکاح ہے۔

(ترمذی صفحہ، مجمع صفحہ ۹۹، جلد ۱، بزار کشف الاسرار جلد ۱ صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ تمام حضرات انبیاء کرام کی پاکیزہ عادات مسواک کا ہمیشہ استعمال کرنا ہے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ مسواک پچھلی امتوں میں رہا ہے۔ (منحۃ الخالق جلد ۱ صفحہ ۲۱، علی البحر الرائق)

چار چیزیں طہارت اور پاکی کے امور سے ہیں

حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار امور طہارت اور نظافت کا باعث ہیں۔

1. لبوں کا تراشنا۔
2. زیر ناف بالوں کو مونڈنا۔
3. ناخن کاٹنا۔
4. اور مسواک کرنا۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۲۵، تلخیص الجبیر صفحہ ۷۷)

فائدہ: ان چیزوں سے جسم میں نظافت اور صفائی آتی ہے، جو اشرف المخلوقات کو دوسرے مخلوق سے ممتاز اور جدا کرتی ہے۔

مسواک خدا کے تقرب وخوشنودی کا باعث ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کرنا منہ کی نظافت اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (سنن کبریٰ، مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک منہ کی صفائی اور خدا کی

خوشنودی کا باعث ہے۔ (نسائی، صفحہ ۵، سنن دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۷۴، سنن کبریٰ صفحہ ۳۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر مسواک لازم ہے یہ منہ کی پاکی اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے۔ (ابن حبان، تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۱۷)

فائدہ: اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نظیف ہے، وہ نظافت کو پسند کرتا ہے، مؤمن کا منہ ذکر اور تلاوت کلام الٰہی کا محل ہے، اور محل کی نظافت ذکر و تلاوت کے کمال کا ذریعہ ہے جو خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

مسواک کی عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ اپنے ہاتھ سے مسواک فرمارہے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۳۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو دانتوں میں مسواک فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۳۸، مسلم صفحہ ۱۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات دن میں، جب بھی بیدار ہوتے تو وضو سے قبل مسواک فرماتے۔ (البنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یہ کہ فطری نظیف اور صاف خوشبودار تھے مگر کمال نظافت کی وجہ سے ایسا اہتمام فرماتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک کرنا فرض تھا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک تمہارے لئے سنت ہے اور ہمارے لئے فرض ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۷۸)

فائدہ: چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ دانت اور مسوڑھے کے چھلنے اور گرنے کا خطرہ ہوگیا۔

امت پر مشقت اور تعب کے خوف سے مسواک کو فرض واجب قرار نہ دیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مؤمن پر یا اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت مسواک کا لازمی حکم دیتا۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر پریشانی کا خوف نہ ہوتا تو ہر وضو میں مسواک کو لازم قرار دیتا۔ (ابن خزاعہ صفحہ ۷۳، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۳۵)

فائدہ: مسواک کو آپ نظافت اور حضرات انبیاء کرام کی عادات طیبہ اور نفع اور فوائد کی وجہ سے لازم اور ضروری

قرار دیتے مگر اس الزام سے امت کو پریشانی ہوسکتی تھی اس لئے آپ نے لازم واجب تو قرار نہیں دیا مگر سنت کے دائرے میں اسے رکھا۔

مسواک کی اتنی تاکید کہ جبڑوں کے چھل جانے کا خوف

ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہمیشہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ مسواک کی اتنی تاکید فرماتے رہے کہ جبڑوں کے چھل جانے کا خوف ہوگیا۔ (ترغیب صفحہ ۱۶۷)

حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ کی وصیت اور تاکید

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: حضرت جبرئیل مجھے اس کی اتنی وصیت اور تاکید کرتے رہے کہ مجھے اپنی داڑھ کے گر جانے کا خوف ہوگیا۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۹۹، تلخیص الحبیر جلد ا صفحہ ۷۸)

اتنی تاکید کہ دانت گر جانے کا اندیشہ

ام سلمہ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مجھے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ مسواک کرنے کی اتنی تاکید فرماتے رہے کہ مجھے خوف ہوگیا کہ کہیں دانت (مسواک کی رگڑ سے) گر نہ جائیں۔ (بیہقی البنایہ صفحہ ۱۴۶)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مجھے مسواک کا حکم دیا۔ (اور اس کی تاکید سے) مجھے اپنے دانت پر خوف ہوگیا۔ (کنز العمال، کشف صفحہ ۲۴۴)

مسواک کی اتنی تاکید کہ فرض ہو جانے کا خدشہ

حضرت واثلہ بن الاسقع فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مجھے مسواک کا اتنا حکم دیا گیا کہ مجھے خوف ہوگیا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہو جائے۔ (ترغیب صفحہ ۱۶۷)

فَائِدَہ: یعنی اتنی تاکید اور اہتمام کا حکم دیا گیا کہ مجھے اس کے فرض ہونے کا اندیشہ ہوگیا۔ چنانچہ ایک روایت میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے امت کے لئے سنت اور اپنے لئے فرض ہو جانے کا ذکر بھی کیا ہے، جسے حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر صفحہ ۷۸ میں ذکر کیا ہے۔

حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ کی تاخیر کا سبب مسواک نہ کرنا

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَامُ نے (ایک مرتبہ) بڑی تاخیر کر دی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے پوچھا۔ اس پر جبرئیل امین نے بتایا میں کیسے آؤں کہ آپ لوگ نہ تو ناخن کاٹتے ہیں نہ جوڑوں کی صفائی کرتے ہیں اور نہ مسواک کرتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۷۱)

کثرت مسواک کا حکم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر کثرت سے مسواک لازم ہے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۲، سنن دارمی صفحہ ۱۷۴، سنن کبریٰ صفحہ ۳۵، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: مسواک دین اور دنیا دونوں کے فوائد و برکات کا باعث ہے، اس لئے تاکید اور کثرت کا حکم ہے۔

اتنی تاکید فرماتے کہ شاید قرآن پاک اس پر نازل نہ ہو جائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مسواک کے متعلق اتنا حکم، اتنی تاکید فرماتے کہ یہ گمان ہونے لگا کہ اس (کے وجوب) پر قرآن نہ نازل ہو جائے۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۸۵، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: چنانچہ اسی تاکید کی وجہ سے ایک جماعت جس میں اسحٰق راہویہ اور ابوداؤد ظاہری ہیں کہ مسواک کو واجب قرار دیا ہے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

جمہور علماء اور فقہاء اسے سنت قرار دیتے ہیں، البتہ کسی نے نماز کی سنت کسی نے وضوء کی سنت اور کسی نے دین کی سنت کہا۔ امام اعظم نے مسواک کو سنت دین قرار دیا ہے۔ (عمدہ صفحہ ۱۸۱)

اس کثرت سے مسواک کا حکم کہ منہ کے چھل جانے کا خطرہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کرو، مسواک مؤمن کی صفائی کا اور خدا کی خوشنودی کا باعث ہے، ہمیشہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہمیں مسواک کرنے کی تاکید فرماتے رہے کہ مجھے ڈر ہوگیا کہ مجھ پر فرض نہ ہو جائے یا میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر اپنی امت پر مجھے مشقت کا خوف نہ ہوتا تو مسواک کو فرض قرار دے دیتا، اور میں اس کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ خطرہ ہوگیا کہ منہ کے اگلے دانت گر نہ جائیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵، تلخیص الجبیر صفحہ ۲۲)

فطرت کے امور میں سے ایک مسواک ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس چیزیں فطرت کے امور میں سے ہیں:

1. لب تراشنا۔
2. داڑھی کو بڑھانا۔
3. مسواک۔

۴ ناک کی صفائی۔
۵ ناخن کاٹنا۔
۶ بدن کے جوڑوں کے میل کو صاف کرنا۔
۷ بغل کے بالوں کو صاف کرنا۔
۸ زیر ناف بال مونڈنا۔
۹ استنجا پانی سے کرنا۔
۱۰ اور دسواں شاید کلی کرنا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۴۴، مسلم صفحہ ۲۹)

عبداللہ بن الجراد کہتے ہیں کہ مسواک کرنا فطرت ہے۔

(اتحاف کنز العمال صفحہ ۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱، سنن کبریٰ صفحہ ۲۶، ابوداؤد)

فائدہ: خیال رہے کہ فطرت کے امور بعض حدیث میں پانچ بھی مذکور ہیں، چنانچہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں پانچ امور کو فطرت کہا ہے۔ کذا فی البخاری۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ فطرت دس میں منحصر نہیں اس سے زائد بھی ہیں۔ ابن عربی نے تیس بلکہ اس سے بھی زائد کہا ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۳۳۷)

فائدہ: حدیث پاک میں مسواک کو فطرت اور فطرت کے امور میں سے فرمایا گیا ہے فطرت کے معنی اور مفہوم کے سلسلے میں علماء و محققین کے مختلف اقوال ہیں علامہ نووی ذکر کرتے ہیں کہ بعضوں نے اس سے مراد سنت لیا ہے اور بعضوں نے اس سے مراد تمام انبیاء کرام کی سنت لیا ہے۔ بعضوں نے اس سے مراد دین کے امور لئے ہیں۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۸)

امور فطرت کا حکم حضرت ابراہیم کو اولاً دیا گیا۔ (منہل جلد ۱ صفحہ ۱۸۴)

اسی وجہ سے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادات مراد ہے۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۳۰۱)

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ اس سے مراد دین کی سنت ہے۔ (اوجز المسالک صفحہ ۳۶۸)

حجۃ الہند حضرت اقدس الشاہ ولی اللہ قدس سرہ فطرت کی تشریح اور وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہر ملت اور جماعت اور مذہب کے کچھ بنیادی شعائر اور علامات ہوتے ہیں، اور ایسے ممتاز نشانات ہوتے ہیں جن کے ذریعہ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کا علم اور احساس ہوتا ہے۔ یہ دس چیزیں بھی امت مسلمہ اور اہل اسلام کے مخصوص و ممتاز علامتوں میں سے ہیں جو ملت حنیفہ کے وابستہ اور متعلق لوگوں میں نسلاً بعد نسل عصراً بعد عصر چلی آرہی ہیں، اسی وجہ سے ان امور کو فطرت کہا گیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

مسواک نصف ایمان ہے

حسان بن عطیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ مسواک نصف ایمان ہے۔ وضو کرنا نصف ایمان ہے۔

(اتحاف السادہ جلد۲ صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: مسواک چونکہ طہارت اور نظافت سے متعلق ہے۔ اور طہارت کو نصف ایمان کہا گیا ہے۔

مسواک نصف وضوء ہے

حسان بن عطیہ سے مرسلاً روایت ہے کہ مسواک نصف وضوء ہے اور وضوء نصف ایمان ہے۔

(کنز العمال جلد۹ صفحہ ۳۱۰)

فائدہ: وضوء کا مقصد صفائی نظافت، ناپسندیدہ بدبو کو زائل کرنا ہے، اور اعضاء وضوء میں اہم اعضاء چہرہ اور منہ ہے لہٰذا اس کی نظافت اہمیت رکھتی ہے، اس لئے اسے نصف وضوء قرار دیا گیا ہے۔

مسواک ہر بیماری کی دواء ہے سوائے موت کے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ مسواک ہر بیماری کی دواء ہے سوائے موت کے۔

(مسند فردوس کنز العمال جلد۹ صفحہ ۳۱۰، اتحاد السادۃ جلد۹ صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: منہ کی بدبو اور فاسد مادے کے ساتھ چبائے گئے لقمہ میں منہ کی گندگی مخلوط ہو جاتی ہے اور یہ معدہ میں پہنچ کر بیماریاں پیدا کرتی ہیں۔ منہ کی صفائی جب مسواک سے ہوگی تو صاف لقمہ معدہ میں جائے گا جو خون صالح کا سبب بنے گا، بسا اوقات دانتوں کی صفائی نہ ہونے کی وجہ سے مسوڑھے سوج جاتے ہیں پس اور خون نکلتا ہے جو لقمہ کے ساتھ مخلوط ہو کر معدہ میں جاتا ہے اور مہلک بیماریوں کا باعث ہوتا ہے، اس لئے مسواک کے دینی فائدے اور ثواب کے علاوہ دنیاوی بیماریوں کا دفاع ہے۔

مسواک کے ساتھ وضوء پر نماز کا ثواب ستر گنا زائد

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسواک کے ساتھ نماز کا ثواب ستر گنا زائد ہے اس نماز سے جو بلا مسواک کے پڑھی گئی ہو۔

(ابن خزعہ صفحہ ۷۱، بنایہ صفحہ ۱۴۷، کشف الاستار صفحہ ۲۴۴، کنز جلد۹ صفحہ ۳۱۴، ترغیب جلد۱ صفحہ ۱۶۷، مجمع)

پچھتّر گنا زائد ثواب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کے ساتھ جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب پچھتر گنا زائد ملتا ہے جو بلا مسواک کے پڑھی جاتی ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ ۳۴۸، السعایہ صفحہ ۱۱۲)

مسواک کی دورکعت نماز بلامسواک کی ستر رکعات سے افضل ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بامسواک (وضو کے ساتھ) جو دو رکعت نماز پڑھی جائے افضل ہے اس نماز سے جو ستر رکعات بلامسواک پڑھی جائے۔ (ترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسواک والی دو رکعت نماز بلا مسواک کے ستر رکعت نماز سے افضل ہے۔ اور چپکے اور خاموشی کی دعا علانیہ اور زور کی دعاء سے ستر درجہ افضل ہے۔ اور خفیہ صدقہ افضل ہے ستر درجہ اس صدقہ خیرات سے جو کھلم کھلا ظاہری طور پر ہو۔ (کنز العمال صفحہ ۳۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دو رکعات مسواک والی نماز پڑھوں، یہ مجھے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے کہ میں بلامسواک کے ستر رکعات نماز پڑھوں۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۸، مجمع، بیہقی کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۳۸)

فائدہ: بیشتر روایتیں ستر گنا ثواب کے متعلق ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں پچھتر گنا بھی ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۲)

علامہ طحطاوی نے شرح مراقی میں حضرت علی، حضرت عطا، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت میں ننانوے گنا سے چار سو گنا تک کا ثواب کا اضافہ لکھا ہے۔ (صفحہ ۳۸)

ایسی صورت میں تو کمال ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی بھی نماز بلامسواک کے نہ پڑھی جائے۔

افسوس کہ آج لوگ سنتوں کے عظیم ثواب سے غافل ہیں۔

مسواک کی نماز پر حضرات ملائکہ نمازی کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں

ابن شہاب زہری سے مرسلاً روایت ہے کہ آدمی جب دن یا رات میں اچھی طرح وضوء کرتا ہے اور مسواک کرتا ہے پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہیں، اور اس کے قریب جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں، پس وہ قرآن نہیں پڑھتا مگر فرشتے کا منہ اس کے منہ میں رہتا ہے، اگر مسواک کر کے نماز نہیں پڑھتا ہے تو گھومتے ہیں مگر اپنا منہ نہیں رکھتے۔

(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۱۳، البنایہ صفحہ ۱۴۷)

مسواک کی نماز پر فرشتے اس کے پیچھے صف بندی کر لیتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی رات میں بیدار ہو تو مسواک کرو، اس لئے آدمی جب رات میں بیدار ہوتا ہے اور مسواک کرتا ہے، وضو کرتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے آتے ہیں اور اس کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں، قرآن پاک سنتے ہیں اور اس سے قریب ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ

اس کے منہ میں اپنا منہ رکھ دیتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۰، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۷، اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۴۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی رات میں اٹھ کر مسواک کر کے نماز پڑھتا ہے تو حضرات ملائکہ آتے ہیں اور اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتے ہیں، جو بھی اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ فرشتے کے پیٹ میں جاتا ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۷۸، منہل جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ مسواک کی برکت سے اس کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے ہیں، ایسے نمازی کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، اس کی قرأت کو سنتے ہیں اور اس سے زائد کس قدر شرف کی بات ہے کہ اس کے منہ پر اپنا منہ رکھ دیتے ہیں جس کی وجہ سے یہ قرآن فرشتے کو جوف میں چلا جاتا ہے۔ حاشیہ ترغیب میں لکھا ہے جوف میں جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر باقی رہے گا اور اس کا نور قیامت میں متجلی ہوگا۔ سبحان اللہ کتنی برکت اور فضیلت ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

مسواک، صفائی اور نظافت کا حکم اور تاکید

حضرت سلمان بن صرد سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کرو، اور نظافت حاصل کرو، اور طاق عدد اختیار کرو کہ اللہ پاک کو طاق عدد پسند ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، جامع صغیر صفحہ ۶۵، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: دیکھئے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک اور نظافت و صفائی حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ منہ کو گندہ رکھنا، کپڑے اور اپنی ہیئت و حالت کو گندہ رکھنا برا ہے، اور خدا کو ناپسند ہے، لہٰذا گندگی اور پراگندہ جسمانی حالت ہرگز خدا کی معرفت کا سبب نہیں، ہاں سادگی لباس ایمان کی علامت ہے اور اس کی تاکید ہے۔ کہ حدیث ہے "البذاذة من الایمان"

مسواک اور نظافت زنا اور فتنہ سے حفاظت کا باعث ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے کپڑے صاف رکھا کرو، بالوں کو بنائے اور ٹھیک رکھا کرو، اور مسواک کیا کرو زینت اختیار کیا کرو (یعنی کپڑے کی صفائی، بدن کی صفائی، تیل اور خوشبو کا استعمال) اور نظافت سے رہا کرو۔ بنی اسرائیل (کے مردوں) نے اس کا اہتمام نہیں کیا جس کی وجہ سے ان کی عورتوں نے زنا کرنا اختیار کرلیا۔ (جامع صغیر صفحہ ۷۸، کنزالعمال)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں مردوں کو مسواک اور صفائی اور نظافت کا حکم دیا گیا ہے، مسواک اور نظافت کا بنی اسرائیل نے اہتمام نہیں کیا، منہ گندا، جسم گندا، کپڑے گندے جس کی وجہ سے ان کی عورتیں مردوں کو ناپسند کرنے لگیں اور فتنہ میں پڑ گئیں اور دوسرے مردوں سے متعلق ہوگئیں، جس طرح مردوں کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی عورتیں اچھی طرح زینت اختیار کر کے رہیں اسی طرح عورتیں بھی تو چاہیں گی کہ مرد صاف رہیں،

گندے نہ رہیں، بدبودار منہ کے ساتھ عورتوں کے پاس جانا نفرت کا باعث ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے عورتیں غیر مرد کو چاہنے لگتی ہیں۔ خدا کی پناہ! شریعت نے کس طرح حقوق کی رعایت کی ہے۔

گھر سے نماز کے لئے نکلتے تو مسواک فرماتے

حضرت زید بن خالد جہنی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب بھی نماز کے لئے گھر سے نکلتے تو مسواک فرماتے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ گھر سے نماز کے لئے نکلتے تو مسواک فرماتے یا حضرات صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف فرما ہونے کی وجہ سے ایسا فرماتے اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا ہے کہ مجلس میں جاتے وقت مسواک مستحب ہے۔

فَائِدَہ: اس حدیث کے پیشِ نظر علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے لکھا ہے کہ مسواک ہر وقت مستحب ہے، خاص کر وضو کے وقت مستحب ہے۔ (سعایہ صفحہ ۱۱۶)

گھر میں داخل ہوتے تو مسواک فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب گھر میں داخل ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۸)

فَائِدَہ: سائل کے پوچھنے پر کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلا کام کیا کرتے اس پر حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا نے فرمایا اول کام مسواک ہوتا، اس سے مسواک کی اہمیت اور محبوبیت کا اندازہ ہوتا۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۹)

اولاً گھر میں مسواک فرماتے اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے آپ نفل نماز میں مشغول ہو جاتے مسواک کہہ کر نماز مراد لیا گیا ہے کہ اولاً وضو مع مسواک پھر نماز ادا فرماتے۔ بعض حضرات نے گھر میں جاتے ہی مسواک کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دو وجہ سے اولاً مسواک فرماتے:

1. کہ آپ گھر جاتے تو اولاً سلام کرتے اور سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے اس لئے مسواک سے منہ کی پاکی فرما لیتے۔
2. ازواج مطہرات کی رعایت میں ایسا فرماتے تاکہ ان کو منہ کی بو محسوس نہ ہو۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۲، نقلاً من المناوی)

ہر وقت مسواک کا حکم وضو کے ساتھ خاص نہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک سنت ہے جس وقت چاہو مسواک کرو۔ (یعنی جب موقعہ ہو اور صفائی کے اعتبار سے ضرورت سمجھو)۔ (کنز: جلد ۹ صفحہ ۱۱۳)

فائدہ: اگرچہ بعض اوقات میں اہتمام اور خصوصیت کے ساتھ مسواک کرنے کی تاکید ہے پھر بھی اس میں عمومیت ہے کہ ہر وقت کیا جا سکتا ہے، جب بھی موقعہ اور فرصت ملی، یا منہ میں کچھ احساس ہوا، مسواک کرے تاکہ نشاط پیدا ہو جائے، اسی وجہ سے امام نسائی نے باب قائم کیا ہے "المسواك فی کل حین" جس سے اشارہ کیا ہے کہ مسواک ہر وقت کیا جا سکتا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۶)

صرف ضو کے وقت نہیں۔ صاحب منہل نے بیان کیا ہے "لا یخص بالوضوء" صرف وضوء کے ساتھ خاص نہیں۔ (صفحہ ۲۰۶)

رات ہی سے بستر پر مسواک کا انتظام رہتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسواک اور پانی رکھ دیا جاتا۔ خدائے پاک جب چاہتا آپ رات میں اٹھتے مسواک کرتے وضو فرماتے پھر نماز پڑھتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۹، ابوداؤد صفحہ، ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سوتے تو مسواک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتا۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بستر پر تشریف لے جاتے تو پانی، مسواک، اور کنگھی کو رکھ دیا جاتا۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں جب سونے لگتے تو اسی وقت مسواک سرہانے رکھ دیا جاتا تاکہ رات میں تلاش کی زحمت اور پریشانی نہ ہو، اسی طرح جہاں نل، ٹنکی وغیرہ کی سہولت سے پانی کا انتظام نہ ہو وہاں سونے سے قبل پینے اور طہارت کے پانی کا انتظام رکھ لینا چاہئے تاکہ رات میں اٹھنے میں تلاش کی زحمت نہ ہو۔ اگر اجنبی جگہ ہو، مہمان ہو تو پھر اس کا انتظام سونے سے قبل ضروری ہے تاکہ رات میں ضرورت پر پانی وغیرہ کے تلاش کی زحمت نہ ہو۔ اور پیاس و پیشاب کی ضرورت پر پریشانی و حیرانی نہ ہو۔

تین اوقات میں اہتمام و تاکید سے مسواک فرماتے

حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے جاتے تو جب رات کو اٹھتے تو اور جب صبح کو جاتے (نماز کے لئے) تو مسواک فرماتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ا صفحہ ۳۰)

یہ تین اوقات مسواک کے سلسلے میں اہم ہیں۔ سوتے وقت تاکہ دانت صاف رہیں بیدار ہونے کے وقت تاکہ دانتوں کی گندگی صاف ہو جائے۔ صبح کی نماز کے وقت تاکہ نماز کے وقت مسواک کی فضیلت حاصل ہو۔

بسا اوقات رات کی نمازوں کے درمیان مسواک فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے اور مسواک فرماتے۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر مسواک فرماتے۔
(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۶۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ اگر مجھ کو سہولت ہوتی تو میں ہر رکعت پر مسواک نہ چھوڑتا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۹۸)

فائدہ: کشف الغمہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو رکعت پڑھتے پھر مسواک فرماتے اسی طرح بار بار کیا۔ (صفحہ ۴۶)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رات کی ہر رکعت کے درمیان مسواک مستحب ہے۔ (البنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۸)
اور یہ اس وجہ سے ہے کہ نظافت کامل کے ساتھ تہجد کی نماز میں مناجات کا شرف حاصل ہو۔

نماز تہجد سے پہلے وضو میں مسواک فرماتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو دانتوں میں مسواک فرماتے۔ (بخاری صفحہ، مسلم صفحہ ۱۴۸، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۷۰، نسائی صفحہ ۲۴۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات میں اٹھے اور نماز تہجد پڑھے تو اسے چاہئے کہ مسواک کرے۔ (البنایہ صفحہ ۱۴۸)

حضرت فضل کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی رات میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے مسواک ضرور فرماتے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۲۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہا نیند سے جب بیدا ہوئے تو پانی لیا اور مسواک کیا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: "ان فی خلق السموات" سے "اولی الالباب" تک پھر وضو کیا مصلیٰ پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھ پھر بستر پر گئے اور سو گئے جب تک خدا نے چاہا پھر بیدار ہوئے تو...... (مسواک لیا وضو کیا اور نماز پڑھ پھر بستر پر چلے گئے پھر اٹھے اسی طرح کیا جیسے پہلے کیا تھا) مسواک کیا وضو کیا اسی طرح بار بار مسواک کرتے پھر نماز پڑھتے۔ (ابوداؤ، مسلم)

فائدہ: رات میں نماز تہجد سے قبل مسواک کرنا سنت ہے ایک نظافت کے لئے کہ دربار خداوندی کے خاص وقت میں حاضر ہونا ہے دوم اس وجہ سے کہ مسواک کی فضیلت حاصل ہو جائے نماز کا ثواب ستر گنا زائد فرشتوں

کی حاضری وغیرہ دیگر فضائل حاصل ہو جائیں۔

رات کو اٹھنے کے بعد مسواک ضرور فرماتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۱۲۷، نسائی صفحہ ۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں جب بھی بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۱۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں آرام فرماتے پھر بیدار ہوتے تو مسواک فرماتے، وضو فرماتے، وتر پڑھتے۔ (مسند احمد صفحہ ۱۲۳)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں بیدار ہوتے تو بریدیہ جاریہ سے مسواک منگواتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۱، مطالب جلد ۱ صفحہ ۲۲)

فائدہ: رات میں خصوصاً سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کرنا بہت ہی ضروری ہے منہ اور دانت گندے اور بدبودار ہو جاتے ہیں محدثین کرام نے باب قائم کیا ہے "السواك عند الاستيقاظ عند النوم" جس سے اشارہ ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد مسواک کا اہتمام کرنا مسنون ہے۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ رات میں معدے کے فاسد بخارات منہ کی جانب آتے ہیں جس سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس لئے مسواک کی ضرورت ہوتی ہے۔ (عمدہ جلد ۳ صفحہ ۱۸۶)

رات میں کئی کئی مرتبہ مسواک فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دو، تین مرتبہ مسواک فرماتے۔ (طبرانی تلخیص الحبیر)

حضرت خزیمہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں کئی کئی مرتبہ مسواک فرماتے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۶۲، مطالب عالیہ صفحہ ۱۲۲)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں چار مرتبہ مسواک فرماتے۔

فائدہ: چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت نظیف الطبع تھے ادھر تہجد میں مناجات الٰہی کا شرف حاصل ہوتا، حضرات ملائکہ کی آمد کا شرف حاصل ہوتا اس لئے آپ بار بار مسواک فرماتے۔ مزید ذرا بھی دانت میں کچھ محسوس ہوتا تو کمال نظافت کی وجہ سے مسواک فرماتے۔

مسواک جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم ہوا کہ دن رات فرماتے تھے رات یا صبح کوئی قید نہیں۔ بسا

اوقات رات میں کئی کئی مرتبہ فرماتے لوگوں کو بھی دانت صاف اور نظیف رکھنے کی تاکید فرماتے۔ مجلس میں گندے دانتوں والا کوئی شخص حاضر ہوتا تو اسے مسواک کی تاکید فرماتے۔ ادھر آپ کا مزاج نظیفانہ ادھر حضرت جبرئیل کی تاکید۔ جس کی وجہ سے آپ اس کثرت سے مسواک کا اہتمام کرتے اور فرماتے مجھے دانتوں پر، اپنے داڑھ پر اندیشہ ہوگیا کہ گر نہ جائے چھل نہ جائے۔ دن رات سفر میں حضر میں مسواک کا اہتمام رکھتے سوتے تو سرہانے رکھتے اہل علم نے چند اوقات اور احوال میں اس کی خصوصیت سے تاکید کی ہے۔

کس وقت خصوصیت کے ساتھ مسواک کرے

علامہ عینی نے البنایہ میں لکھا ہے کہ ان اوقات و احوال میں خاص کر کرے نماز کے وقت، تلاوت کے وقت، نیند کے بیدار ہونے کے وقت، منہ کے گندے ہونے کے وقت، رات میں ہر دو رکعت کے درمیان، جمعے کے دن، سونے سے قبل، وتر کے بعد، سحر کے وقت۔ (بنایہ صفحہ ۱۴۹، عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۸۲)

علامہ نودی نے شرح مسلم میں یہ پانچ اوقات بیان کئے ہیں۔

1. نماز کے وقت۔
2. وضو کرتے وقت۔
3. قرآن کی تلاوت کے وقت۔
4. نیند کے بیدار ہونے کے بعد۔
5. منہ کے مزہ بدلنے کے وقت۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۷)

علامہ عبدالحئی نے یہ پانچ مواقع بیان کئے ہیں:

1. جب کہ دانت زرد اور پیلے ہوں۔
2. منہ کا مزہ بدل جائے۔
3. سو کر اٹھنے کے بعد۔
4. وضو کے وقت۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۶)

مراقی الفلاح میں ہے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت لوگوں کے اجتماع کے وقت اور حدیث پاک پڑھتے وقت مسواک مستحب ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح جلد ۱ صفحہ ۳۷)

علامہ نووی نے ذکر کیا ہے ایسی چیز کے کھانے کے بعد مسواک جس سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہو۔ (صفحہ ۱۲۷)

جیسے پیاز لہسن اور مولی کھانے کے بعد کہ اس سے منہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیڑی سگریٹ

وغیرہ مکروہات کے استعمال کے بعد اور ضروری ہو جاتا ہے کہ اس کی بدبو سے انسان اور فرشتوں کو اذیت ہوتی ہے۔

مسواک کے چند مسنون مقامات کا ذکر

علی الصباح بوقت سحر مسواک کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مرفوع روایت ہے کہ میری امت کے لئے اگر مشقت کی بات نہ ہوتی تو میں سحر کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ (اتحاف جلد۲ صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: ادھر بیداری کے بعد منہ کی گندگی ادھر مناجات الٰہی کا وقت اس لئے اس وقت مسواک ضرور کرے۔

فجر اور ظہر سے قبل مسواک

امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک نے حضرت عروہ کے متعلق ذکر کیا ہے کہ وہ دو مرتبہ (وقت) فجر اور ظہر سے قبل (اہتمام سے مسواک فرماتے)۔

فائدہ: اول رات کو سونے کے بعد دوسرا دوپہر کو سونے کے بعد۔ منہ کو صاف کرنے کے لئے مسواک کرنا صحت کے اعتبار سے ضروری ہے۔

صبح کی نماز کے لئے جاتے تو مسواک فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب صبح کی نماز کے لئے جاتے تو مسواک فرماتے اور یہ کہتے کہ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۶۹)

فائدہ: خیال رہے کہ یہ مسواک تہجد کے وقت اور سو کر اٹھنے کے وقت کے علاوہ ہے صبح کی نماز کو جاتے ہوئے تا کہ نماز کے وقت نظافت کامل حاصل ہو۔

سونے کے لئے جاتے تو مسواک فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ سونے کے لئے جاتے تو مسواک کرتے۔

محرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک نہ سوتے جب تک مسواک نہ فرماتے۔

فائدہ: سونے سے قبل دانت کی صفائی صحت کے لئے اور منہ و دانت کے لئے بہت اہم ہے ایسا نہ ہو کہ دانت میں ذرہ رہ جائیں اور اس سے منہ خراب ہو جائے۔

کھانا کھانے سے قبل اور بعد میں بھی مسواک

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک مسواک نہ فرما لیتے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی حدیث "لو لا ان اشق" کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں سونے سے قبل بھی اور بعد بھی اور کھانا کھانے سے پہلے بھی اور بعد میں بھی مسواک کرتا ہوں۔ جب سے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (مسواک کے بارے میں)۔

فائدہ: کھانے سے قبل تو کمال نظافت کے لئے ہے اور بعد میں اس لئے تاکہ کھانے کے ذرات اور اس کا مزہ منہ کو خراب نہ کر دے اور چکنائی دور ہو جائے۔

وفات کے وقت بھی مسواک کا اہتمام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (وفات کے موقع پر) حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ اور آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں ایک تر شاخ تھی جس سے وہ مسواک کر رہے تھے۔ آپ نے اس کی جانب دیکھنا شروع کر دیا۔) آپ مسواک کی خواہش اور تمنا کر رہے تھے) تو میں نے اس سے مسواک لیا اور اس کو چبایا اور صاف کر کے آپ کو دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرنے لگے۔ (بخاری صفحہ ۶۴۰، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (مرض وفات کے موقع پر) حضرت عبدالرحمٰن تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ میرے سہارے ٹیک لگائے تھے۔ میں نے دیکھا آپ عبدالرحمٰن کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں سمجھ گئی آپ مسواک چاہ رہے ہیں تو میں نے آپ سے پوچھا کیا میں آپ کے لئے مسواک لے لوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر سے اشارہ کیا ہاں۔ میں نے لے کر آپ کو دے دیا۔ آپ سخت تکلیف میں تھے، میں نے کہا میں اسے نرم کر دوں۔ آپ نے سر سے اشارہ کیا ہاں۔ تو میں نے نرم کر دیا، آپ اسے دانتوں پر ملنے لگے۔ (بخاری صفحہ ۶۴)

کشف الغمہ میں ہے کہ: "استاك صلى الله عليه وسلم فى مرض موته بجديدة رطبة" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض موت میں تر شاخ سے مسواک کیا۔ صفحہ ۴۷، حافظ نے تلخیص میں بیان کیا ہے کہ مستدرک حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسواک جو عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں تھا پیلو کا تھا۔

(تلخیص جلد ۱ صفحہ ۸۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسواک اور نظافت کا آپ کو کتنا اہتمام تھا کہ جان کنی کی حالت میں بھی نہیں چھوڑا اور مسواک فرما کر دعاء کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ لہٰذا مرض الموت میں جب احساس ہو جائے وقت موعود کا تو مسواک اور وضو سے نظافت حاصل کرے۔ اس سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ چنانچہ شرح الصدور میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ مسواک سے روح نکلنے میں

سہولت ہوتی ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۵)

علامہ شامی نے بھی ردالمحتار میں لکھا ہے کہ مسواک سے روح نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (الشامی جلد ا صفحہ ۱۱۵)

مسواک کی عادت سے موت کے وقت کلمہ شہادت

ملا علی قاری نے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح میں بیان کیا ہے کہ مسواک میں ستر فوائد ہیں۔ ادنیٰ درجہ کا فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمہ شہادت یاد آنے کا باعث ہے۔ اس کے بالمقابل افیم میں ستر نقصانات ہیں۔ سب سے اقل درجہ یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت یاد نہیں آتا ہے۔ (یہی حال ہر نشلی اشیاء کا ہے)۔

(مرقات المفاتیح صفحہ ۳۰۱، اوجز السالک شرح موطا صفحہ ۳۶۸)

نہر الفائق میں ہے کہ مسواک میں تیس سے زائد فوائد و منافع ہیں۔ سب سے ادنی فائدہ تو یہ ہے کہ دانتوں کی گندگی دور ہوتی ہے۔ اور سب سے اعلیٰ درجہ کا فائدہ یہ ہے کہ مرتے وقت اس سے (یعنی اس کی عادت سے) کلمہ شہادت یاد آجاتا ہے۔ (شامی مصری جلد ا صفحہ ۱۱۵)

مسجد میں بھی آپ ﷺ مسواک کو ساتھ رکھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں بھی مسواک اور کنگھی کو رکھتے، جدا نہ فرماتے۔ (مجمع جلد ۵ صفحہ ۱۷)

حالت احرام میں بھی آپ ﷺ مسواک فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ احرام کی حالت میں مسواک فرماتے؟ انہوں نے کہا: ہاں! (سنن کبریٰ جلد ۵ صفحہ ۹۵)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ حالت احرام میں مردوں اور عورتوں دونوں کو مسواک کرنا مستحب ہے۔ امام محمد اور امام ابوحنیفہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۴)

حالت سفر میں بھی مسواک کا اہتمام فرماتے اور ساتھ رکھتے

ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حج بیت اللہ یا جہاد کا سفر جو رسول ﷺ کے ساتھ ہوتا تو اس میں کیا سامان سفر میں ساتھ ہوتا؟ انہوں نے کہا، سفر کا سامان تیل، کنگھی، آئینہ، قینچی، سرمہ دانی اور مسواک ہوتا تھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۷)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب سفر فرماتے تو مسواک کنگھی سرمہ دانی ساتھ رکھتے۔ (تلخیص جلد ا صفحہ ۷۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب سفر فرماتے تو مسواک سفر میں لے

جاتے۔ (العنایہ صفحہ ۱۴۶)

خالد بن معدان کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سفر میں مسواک ساتھ رکھتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۴۸۳)

فائدہ: مسواک کا آپ اتنا اہتمام فرماتے کہ سفر میں کبھی مسواک وقت پر نہ ملے تو پہلے سے مسواک سامان سفر میں رکھ لیتے، چنانچہ سنت ہے کہ سامان سفر میں مسواک بھی رکھے کہ بسا اوقات سفر میں مسواک نہ ملنے کی وجہ سے اس کے فضائل اور فوائد سے محرومی ہو جاتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام کس قدر مسواک کا اہتمام رکھتے

زید بن خالد جہنی کے متعلق ہے کہ وہ مسواک کو کان پر جس طرح منشی اور کاتب قلم رکھے رہتا ہے رکھے رہتے تھے۔ عبادہ ابن صامت کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام اپنے کانوں پر مسواک رکھے رہتے تھے۔

(ابن شیبہ صفحہ ۱۶۸)

حضرات صحابہ کرام کو مسواک کا اس کی تاکید اور فضیلت کے پیش نظر بڑا اہتمام تھا۔ حضر میں اپنے کانوں میں رکھتے تھے، اور جہاد کے موقع پر تلوار کے قبضہ اور دستہ میں لگائے رہتے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسواک کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ جب وہ سونے جاتے، سو کر اٹھتے، صبح کے وقت مسواک کرتے رہتے۔ ان سے ابو عتیق نے کہا آپ اپنے کو بہت مشقت میں ڈالتے ہیں۔ مسواک کی وجہ سے تو انہوں نے کہا: مجھ سے حضرت اسامہ نے کہا آپ ﷺ (اس کو اہتمام سے) اسی طرح فرماتے۔ (ابن ابی شیبہ)

عمامہ کے پیچ میں بھی مسواک رکھتے۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام عمامہ کے اندر بھی پیچ میں مسواک لگائے رکھتے چونکہ اس زمانہ میں ہماری دور کی طرح جیب و پاکٹ نہ تھا۔ (شامی صفحہ ۱۱۵، مصری)

تلوار کے دستہ میں مسواک لگائے رکھتے

واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اپنے مسواک کو تلواروں کے دستہ میں اور عورتیں اپنے دوپٹہ میں لگائے رکھتی تھیں۔ (اتحاف الخیرہ جلد ۴ صفحہ ۳۷)

صحابہ کرام کانوں میں مسواک لگائے رکھتے تھے

صالح بن کیسان کہتے ہیں آپ ﷺ کے اصحاب چلتے پھرتے رہتے تھے اور کانوں میں مسواک رکھے رہتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کو ہر وقت ساتھ رکھے تاکہ جہاں کبھی وضو کی ضرورت ہو مسواک کے

ساتھ وضو کرے، یہ نہیں کہ گھر چھوڑ دے ورنہ بسا اوقات مسواک کے بغیر وضو کرنے کی نوبت آ جائے گی، لہٰذا مسواک اپنے جیب میں رکھے، جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی اسی طرح رکھنا مروی ہے۔ (البنایہ جلد ا صفحہ ۱۴۰)

اس زمانہ میں کرتوں میں جیب اور پاکٹ رائج ہے لہٰذا جیب اور پاکٹ میں رکھے۔

مسواک نہ کرنے کی وجہ سے دانتوں کے پیلے ہونے پر زجر وتوبیخ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے آتے تھے اور وہ مسواک کئے ہوئے نہ تھے تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے تم پیلے پیلے دانتوں کے ساتھ چلے آتے ہو۔ مسواک نہیں کرتے۔ اگر کلفت ومشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو اپنی امت پر مسواک فرض کر دیتا جیسا کہ وضو۔

(مجمع الزوائد السعایہ جلد ا صفحہ ۱۱۳)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مسواک نہ کرنے والوں سے فرمایا) کیا حال ہے تمہارا، تم پیلے دانتوں کے ساتھ ہمارے پاس (مجلس میں) چلے آتے ہو۔ مسواک کیا کرو۔ اگر اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو ہر وضو وغسل کے موقع پر مسواک کو لازم قرار دیتا۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۱۸، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۶)

حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ دو شخص آپ کی خدمت میں آئے آپ نے ان کے منہ میں بو محسوس کیا تو فرمایا کیوں نہیں مسواک کیا کرتے ہو۔ (تلخیص صفحہ ۸۰)

فائدہ: دانتوں کے میل اور اس کی زردی سے آپ کو اور اہل مجلس کو اذیت ہوتی۔ اور خود اس شخص کے لئے بھی بری اور نظافت کے خلاف بات ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو مسواک کی تاکید فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل مجلس کو نامناسب امور پر متنبہ کیا جا سکتا ہے۔

گندے منہ والے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا حکم فرماتے

کشف الغمہ میں ہے "کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا وجد جلیسه متغیر الفم یامره بالاستیاك"، **ترجمہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی مجلس میں بیٹھنے والوں میں سے کسی کو بودار منہ والا پاتے تو اس کو مسواک کا حکم فرماتے۔ (صفحہ ۴۷)

یا تو اسی وقت آپ مسواک کا حکم دیتے اور وہ اٹھ کر جاتا اور مسواک کرتا۔ یا آپ ان کو مسواک کی تاکید فرماتے کہ تمہارا منہ یا تمہارے دانت صاف نہیں ہیں تم مسواک کیا کرو۔ اسی طرح نہ کھانے کی وجہ سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی تو مسواک کا حکم دیتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۴۱)

اس سے معلوم ہوا کہ بڑے چھوٹے کو دیکھیں۔ اساتذہ ومشائخ اپنے طلباء اور وابستہ لوگوں کو مسواک میں

کوتاہ پائیں تو ان کو صاف صاف مسواک کی تاکید کریں۔

افسوس کہ آج اہل علم وفضل کی جماعت میں اس کا اہتمام ہی چھوٹ رہا ہے۔ اس کی جگہ پیسٹ منجن استعمال کرتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں، وہ پیسٹ اور منجن بھی استعمال کریں اس کے ساتھ نماز کے اوقات میں مسواک کا اہتمام رکھیں۔

عورتوں کے لئے بھی مسواک مسنون

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک فرماتے، پھر مجھے مسواک دیتے تا کہ میں دھودوں، تو میں مسواک کرنے لگ جاتی پھر دھوتی اور آپ کو دیتی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹، مشکوٰۃ صفحہ ۴۵، ابوداؤد)

فائدہ: دیکھئے اس میں حضرت عائشہ کے مسواک کرنے کا ذکر ہے، اگر عورتوں کے حق میں بہتر نہ ہوتا تو آپ ضرور فرمادیتے کہ تمہارے لئے یہ بہتر نہیں فلاں بہتر ہے۔ یزید بن الاصم کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ زوجہ مبارک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مسواک صاف پانی میں رکھتی تھی۔ کسی کام یا نماز سے فارغ ہوتیں تو مسواک شروع کر دیتیں۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۰۰)

عورتیں بھی مردوں کی طرح مسواک کا اہتمام رکھتیں

واثلہ بن الاسقع کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام تلوار کے دستوں میں مسواک باندھ دیا کرتے تھے۔ اور عورتیں اپنی چادروں اور دوپٹوں میں باندھ کر رکھتیں تھیں۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۲۲)

فائدہ: خیال رہے کہ جس طرح مردوں کے لئے مسواک سنت ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی سنت ہے ہاں بعض لوگوں نے عورتوں کے ضعف اسنان ولثہ کی وجہ سے ان کے حق میں مناسب نہیں مانا۔ سوممکن ہے کہ بعض دیار کی عورتوں کے دانت یا مسوڑھے مسواک کی رگڑ کو برداشت نہ کرتے ہوں۔ مگر ہمارے دیار میں تو عورتیں مسواک کرسکتی ہیں چنانچہ رمضان میں اس کا خاص اہتمام افطاری سے قبل عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ اور روایت میں حضرت عائشہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسواک کرنا منقول ہے جیسا کہ گزرا اور عورتوں سے مسواک کا اہتمام بھی ثابت ہے، لہٰذا عورتوں کے لئے بھی مسواک مسنون ہے۔

روزہ کی حالت میں بھی مسواک سنت ہے

حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کرسکتا کس کثرت سے روزہ کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسواک فرماتے ہوئے دیکھا۔ (مسلم، ابن ماجہ صفحہ، مسند طیالسی صفحہ ۱۸۷)

حضرت ابن عباس کی روایت میں ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں مسواک فرماتے۔ (تلخیص الحبیر کشف النقاب صفحہ ۳۵۹)

عامر بن ربیعہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے روزہ کی حالت میں آپ ﷺ کو مسواک فرماتے ہوئے دیکھا۔ (ابوداؤد ۲۳۶۴، دار قطنی جلد۲ صفحہ ۲۰۲)

روزہ دار کے لئے مسواک اچھی عادت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ روزہ دار کے لئے مسواک اچھی عادت ہے۔

(دار قطنی صفحہ ۲۰۳، ابن ماجہ ۱۶۷۷)

عکرمہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں نرم شاخ سے مسواک کیا ہے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱)

روزہ کی حالت میں ہر وقت مسواک کی اجازت

ابواسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے عاصم احول سے پوچھا کہ روزہ دار مسواک کر سکتا ہے انہوں نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا، تر یا خشک، کہا ہر ایک۔ پھر پوچھا دن کے شروع میں یا آخر میں، انہوں نے کہا ہاں دونوں وقت۔ پھر میں نے پوچھا آپ نے کس سے معلوم کیا، انہوں نے کہا حضرت انس بن مالک سے انہوں نے حضرت نبی پاک ﷺ سے۔ (دار قطنی جلد۲ صفحہ ۲۰۲)

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ روزہ کی حالت میں دن کے آخر شام کے وقت مسواک کرتے تھے۔ (نصب الرایہ)

حضرت ابن عمر وانس رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ حضرات فرماتے تھے کہ روزہ دار صبح شام مسواک کرے (کشف الغمہ ۴۶)

فائدہ: روزہ کی حالت میں مسواک کرنا سنت ہے۔ یہ آپ ﷺ سے ثابت ہے اس لئے ان احادیث مذکورہ کے پیش نظر کسی وقت بھی مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ مسواک کے علاوہ منجن وغیرہ مکروہ ہے۔

جمعہ کے دن مسواک کے اہتمام کا حکم اور تاکید

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس پر میں گواہ ہوں۔ جمعہ کا غسل ہر بالغ پر لازم ہے۔ اور یہ کہ مسواک کرے۔ خوشبو لگائے، اگر اس کے پاس ہو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابو سعید کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہر بالغ پر جمعہ کا غسل لازم ہے اور مسواک اور خوشبو جس مقدار میں پالے۔ (نسائی جلد۱ صفحہ ۲۰۴)

جمعہ مسلمانوں کی عید ہے مسواک کا اہتمام کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جمعہ کا دن

مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے، لہٰذا جمعہ آ جائے تو غسل کرو، خوشبو ہو تو خوشبو لگاؤ اور مسواک کرنا بھی تم پر ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو جمعہ کے دن غسل کرتا ہے، مسواک کرتا ہے، اچھے کپڑے پہنتا ہے، اپنے گھر سے خوشبو لگاتا ہے، پھر مسجد آتا ہے اور سلام کرتا ہے، اور لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھاندتا ہے، اور نماز پڑھتا ہے، اور امام نکلتا ہے (نماز پڑھانے کے لئے) تو خاموش ہو جاتا ہے، تو اس کے لئے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے گناہ کے معافی کا باعث بنتا ہے۔ (مسند طیالسی مرتب جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)

فائدہ: ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ کے دن خصوصیت سے مسواک کا اہتمام کرنا سنت اور ثواب کا باعث ہے لیکن افسوس کہ کپڑوں کا تو اہتمام ہوتا ہے مگر مسواک کا بالکل اہتمام امت سے جاتا رہا۔

مسواک دانتوں کی چوڑائی میں فرماتے

نہر کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دانتوں کی چوڑائی میں (دائیں سے بائیں، بائیں سے دائیں) مسواک فرماتے۔ اور اسے چوستے۔ (بیہقی، السعایہ صفحہ ۱۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کو دانتوں کی چوڑائی میں کرتے لمبائی میں نہ کرتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۵، ابونعیم، السعایہ صفحہ ۱۱۴)

ربیعہ بن اکثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک دانتوں کی چوڑائی میں فرماتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۰)

عطا ابن ابی رباح کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مسواک کرو تو دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۰، مراسیل ابوداؤد صفحہ ۵، اتحاف السادہ صفحہ ۳۵۱۰، السعایہ صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: بیشتر علماء محققین نے مسواک کو عرضاً دانتوں کی چوڑائی میں یعنی دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کرنا ہی مسنون و مستحب لکھا ہے اور عرضاً اسے منع کیا ہے۔ چنانچہ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ایک جماعت نے طولاً اوپر سے نیچے کرنا مکروہ قرار دیتے ہوئے اس کا باعث مسوڑھے کو چھیلنا نقصان پہنچانا لکھا ہے۔ علامہ ابن نجیم نے بھی بحر میں ایک قول لکھا ہے کہ لمبائی میں مسواک نہ کرے اس کے دانت کے گوشت چھل جاتے ہیں۔

(بحر الرائق صفحہ ۲۱)

اس کے برخلاف بعضوں نے طولاً کی بھی اجازت دی ہے۔ چنانچہ امام غزالی نے احیاء میں لکھا ہے کہ طولاً و عرضاً دونوں کرے اس کی شرح اتحاف میں ہے کہ حدیث پاک میں جو "یشوص فاہ" ہے "کان یشوص فاہ بالسواک" اس کا ایک مطلب مسواک کو طولاً کرنا بھی ہے لہٰذا اس سے بھی طول ثابت کیا جا سکتا ہے اتحاف

السادہ میں صفحہ ۲۵۰ میں ہے کہ ابن درید نے یشوص کے معنی اوپر سے نیچے کی طرف لیا ہے۔ سعایہ میں حلیۃ المحلی کے حوالے سے ہے کہ دانتوں میں تو عرضاً کرے اور زبان میں طولاً کرے۔ تاکہ دونوں احادیث پر عمل ہو جائے۔ (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۸)

علامہ عینی نے بھی ایک قول طولاً نیچے سے اوپر کی جانب کرنا لکھا ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۶)

حافظ نے فتح الباری میں مسند احمد کی روایت "یستن الی فوق" مسواک طولاً کو بھی مشروع قرار دیا ہے۔
(فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۳۵۶)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام الحرمین مسواک کو طولاً وعرضاً دونوں کرتے تھے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

زبان مبارک پر بھی مسواک فرماتے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ زبان مبارک پر مسواک فرمارہے تھے۔ (النہایہ صفحہ ۱۴۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری لینے کے لئے تشریف لائے تو آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی زبان پر مسواک فرمارہے ہیں۔ ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو مسواک فرماتے ہوئے دیکھا اور آپ اپنی مسواک کو زبان کے کنارے رکھے ہوئے تھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۳)

مسند احمد میں ہے کہ مسواک کا کنارہ آپ کی زبان مبارک پر تھا اور آپ اوپر کی جانب مل رہے تھے۔
(تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۷۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسواک کو زبان پر بھی پھیرنا چاہئے۔ علامہ عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ زبان پر مسواک طولاً کرے۔ اور بہر حال دانتوں پر تو عرضاً بہتر ہے۔ (صفحہ ۱۱۴)

علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ مسواک دانتوں پر بھی کرے اور زبان پر بھی ملے۔ (نہایہ صفحہ ۱۴۹)

صاحب منہل نے بھی لکھا ہے کہ حدیث سے زبان پر طولاً اور دانتوں پر عرضاً مسواک کرنا ثابت ہے۔
(منہل جلد ۱ صفحہ ۱۷۸)

طحطاوی علی المراقی میں ہے کہ زبان کے اوپر بھی ملے۔ (صفحہ ۳۸)

حافظ ابن حجر بھی لکھتے ہیں بہر حال زبان پر مسواک لمبائی میں ملے جیسا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے جس کا ذکر صحیحین میں ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں مسواک دانتوں پر چوڑائی میں کرے اور زبان میں طولاً کرے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

بہتر اور افضل مسواک کون سی ہے؟

پیلو

ابوخیرہ صحابی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے پیلو کا مسواک دیتے ہوئے فرمایا پیلو کا مسواک کیا کرو۔
(عمدہ جلد۶ صفحہ ۱۸۱، البنایہ تلخیص الجبیر جلد۱ صفحہ ۲۸)

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ آپ پیلو کا مسواک فرماتے تھے۔ اگر یہ مل جائے تو بہتر ہے۔ علامہ زبیدی نے شفا کے حوالے سے لکھا ہے کہ پیلو کی مسواک افضل ہے۔ خواہ جڑ کی ہو یا شاخ کی۔ (اتحاف جلد۲ صفحہ ۱۵۰)

علامہ عینی نے عمدہ القاری میں لکھا ہے کہ پیلو کا مسواک مستحب ہے۔ علامہ نووی نے بھی اسے مستحب لکھا ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۷)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ افضل پیلو ہے پھر زیتون۔ (صفحہ ۱۱۵)

منہل میں بھی ہے پیلو کے بعد زیتون کا مسواک افضل ہے۔ (منہل جلد۱ صفحہ ۱۶۷)

زیتون

پیلو کے بعد زیتون کا مسواک بہتر ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کیا ہی بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کا ہے۔ یہ مسواک ہمارا اور ہم سے قبل تمام انبیاء کرام کا ہے جو ہم سے پہلے گزرے ہیں۔ (عمدہ صفحہ ۱۸۱، کنز العمال تلخیص الجبیر صفحہ ۸۲، السعایہ صفحہ ۱۱۳)

حضرت معاذ کی ایک روایت میں ہے کہ کیا ہی بہترین مسواک زیتون کے مبارک درخت کا ہے۔ منہ کو خوشگوار بناتا ہے، بدبو زائل کرتا ہے۔ (تلخیص الجبیر جلد۱ صفحہ ۸۳، سبل الہدیٰ جلد۸ صفحہ ۲۷)

علامہ شامی نے بیان کیا: پیلو کے بعد افضلیت میں دوسرے نمبر پر زیتون ہے۔ (جلد۱ صفحہ ۱۱۵)

کھجور کی نرم شاخ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اگر پیلو کی مسواک نہ مل سکے تو پھر کھجور کی نرم شاخ سے مسواک بنانا بہتر ہے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۸۲)

ہر اس درخت سے جس کا مزہ کڑوا ہو مگر زہریلا نہ ہو

پیلو، زیتون، کھجور کی نرم شاخ کے علاوہ ہر اس درخت سے مسواک بنانا بہتر ہے جس کا مزہ ذرا کڑوا کسیلا ہو مگر زہریلا نہ ہو جیسا کہ شرح احیاء میں ہے۔ (صفحہ ۳۵۰)

ملا علی قاری نے بھی مرقات میں بیان کیا ہے کہ بڑے درخت کی ٹہنی سے مسواک حاصل کرے۔ (صفحہ ۳۰۰)

صاحب منہل نے عینی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ کڑوے درخت سے مسواک کرے۔
(جلد ا صفحہ ۱۸۹)

جیسے نیم، ببول وغیرہ۔

پیلو کا مسواک سنت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیلو کا مسواک توڑتا۔
(تلخیص الحبیر صفحہ ۶۷، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۶، ابویعلی)

حضرت ابوخیرہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پیلو کی مسواک مرحمت فرمائی، اور فرمایا: پیلو کی مسواک کیا کرو۔ (البنایہ صفحہ ۱۴۷)

ابوزید الغافقی فرماتے ہیں کہ مسواک کی تین قسم ہیں:

1. پیلو۔
2. زیتون یا اس طرح کا کوئی درخت ہے۔
3. بطم (عرب میں کوئی درخت ہوتا تھا)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابوخیرہ صحابی سے نقل کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پیلو کا مسواک فرماتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر پیلو کا مسواک مل جائے تو بہتر ہے ورنہ تو کھجور کی نرم شاخ کا مسواک بنائے۔ اگر یہ بھی نہ مل سکے تو پھر جو آسانی سے مل سکے۔ (تلخیص صفحہ ۸۲)

شفا میں ہے کہ افضل مسواک کا پیلو ہے خواہ اس کی جڑ سے ہو یا شاخ سے ہو۔ البتہ آج کل جو پیلو کا مسواک دستیاب ہے وہ پیلو کی جڑ ہوتی ہے۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۵۰)

علامہ نووی نے بھی پیلو کو منتخب کیا ہے۔ پیلو زیتون کے علاوہ پھر اس درخت کی شاخ سے مسواک حاصل کرے جس کا مزہ کڑوا ہو۔ جیسے سعدانتہ۔ (اتحاف صفحہ ۳۵۰، شرح مسلم صفحہ ۱۲۷)

اور ہندوستان اور جہاں نیم کا درخت ہوتا ہے وہاں نیم کا مسواک بہتر ہے۔ اس کا مسواک بڑے فوائد کا حامل ہے۔

مسواک کرتے وقت کیا نیت کرے

امام غزالی نے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت کرے کہ منہ صاف کرتا ہوں تلاوت پاک اور خدا کے ذکر کے لئے۔ اس کی شرح احیاء میں ہے کہ محض ازالہ گندگی کی نیت نہ کرے، بلکہ تلاوت و ذکر کی نیت کرے تا کہ اس کا بھی ثواب ملے۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۴۸)

مسواک کرتے وقت کیا دعا کرے

علامہ عینی نے البنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسواک کے وقت یہ دعا کرے:

"اللھم طھرفمی ونور قلبی وطھر بدنی وحرم جسدی علی النار واَدْخِلنی برحمتك فی عبادك الصالحین" (صفحہ ۱۵۰، السعایہ صفحہ ۱۱۸، عمدۃ صفحہ ۱۸۱)

ترجمہ: "اے اللہ میرے منہ کو پاک اور قلب کو منور فرما۔ میرے بدن کو پاک فرما میرے جسم پر جہنم کو حرام فرما اور اپنے فضل سے مجھے صالحین میں شامل فرما۔"

اتفاقاً مسواک نہ ہو تو انگلی مسواک کے قائم مقام ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔ یعنی مسواک نہ رہنے پر انگلی سے کام لیا جا سکتا ہے۔ (سنن صفحہ ۴۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نے مسواک کی بڑی رغبت و تاکید فرمائی ہے کیا اس کے نہ رہنے پر کچھ ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں تمہاری انگلی وضو کرتے وقت مسواک ہے اسے اپنے دانتوں پر رگڑو۔ (سعایہ صفحہ ۱۱۷، سنن کبریٰ صفحہ ۴۱، بنایہ صفحہ ۱۵۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ برتن میں پانی منگوایا (وضو کا طریقہ دکھانے کے لئے) چہرہ دھویا، اپنی ہتھیلیوں کو دھویا، کلی کیا اور اپنی انگلی کو منہ میں ڈالا (یعنی مسواک نہ ہونے پر انگلی سے دانتوں کو رگڑا)۔

(السعایہ صفحہ ۱۱۷، نیل الاوطار صفحہ ۱۰۶)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے اپنے منہ کو انگلی سے رگڑتے۔

(نیل الاوطار صفحہ ۱۰۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مسواک سے منہ میں کچھ ہو جائے تو پھر کیا کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پوچھا کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منہ میں انگلی ڈال کر رگڑے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۰، بنایہ صفحہ ۱۵۰)

عوف مزنی کی روایت ان کے دادا سے ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مسواک نہ ہو تو انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے سے ملنا بھی مسواک ہے (السعایہ ۱۱۷)

فائدہ: اتفاقاً اگر مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانتوں کو مثل مسواک کے ملنا اور رگڑ لینا چاہئے یہ بھی مسواک کے قائم مقام ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ جب مسواک نہ ہو اگر ہو یا مسواک کا عادی نہ ہو عموماً اس کا اہتمام نہ رکھتا ہو تو

انگلی سے مسواک کا ثواب نہیں ملے گا، تمام فقہا اور محدثین نے مسواک نہ ہونے پر انگلی سے ملنا ذکر کیا ہے۔

(شرح مسلم صفحہ، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۸، بحر الرائق صفحہ ۲۱، الشامی صفحہ ۱۱۵)

ذکر فی الکافی لا یقوم الاصبع مقام الخشة عند وجودها.

کس قسم کی مسواک سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے

ضمرہ بن حبیب سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ریحان کی لکڑی کے مسواک سے منع فرمایا ہے، اور فرمایا کہ یہ جذام کی رگ کو ابھارتا ہے۔

(مطالب عالیہ صفحہ ۳۶۴، عمدہ صفحہ ۱۸۱، منہل صفحہ ۱۶۸، السعایہ صفحہ ۱۱۸، تلخیص الحبیر صفحہ ۳۸)

علامہ سیوطی نے المقام الوردیہ میں حضور پاک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے آبنوس (آس) سے خلال کرنے اور مسواک بنانے سے منع فرمایا ہے کہ یہ جذام کی رگوں کو ابھارتا اور حرکت دیتا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

فائدہ: شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے بیان کیا ہے کہ آبنوس کی لکڑی، انجیر کی شاخ، انار کی شاخ، گلاب کی شاخ، ریحان (تلسی کی شاخ اور مہندی) کی شاخ سے مسواک کرنا صحت کے اعتبار سے مضر ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

علامہ عبدالحئی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء نے انار اور ریحان کے مسواک کو منع فرمایا ہے۔ علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ انار اور بانس کا مسواک نہ کرے۔ (الرد المحتار صفحہ ۱۱۵)

مسجد میں مسواک کرنا منع ہے

جریج نے حضرت عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں مسواک کرنا مکروہ ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۳۹)

فائدہ: مسجد کی طہارت اور نظافت کا حکم ہے مسواک کرتے وقت دانتوں سے بدبو نکلتی ہے اس کے ریشے نکلتے اور گرتے ہیں بسا اوقات لعاب دہن گرتا ہے جو مسجد کی نظافت کے خلاف ہے۔ بعضوں کو دیکھا جاتا ہے کہ مسجد میں مسواک کرتے رہتے ہیں یہ ادب مسجد کے خلاف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

مسواک کا ہدیہ دینا سنت سے ثابت ہے

ابو خیرہ الصباحی کہتے ہیں کہ میں ایک وفد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے پیلو کا مسواک مرحمت فرمایا۔ تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے پاس تو مسواک ہے۔ لیکن میں نے آپ کے ہدیہ کو کرامۃً قبول کیا ہے۔ (مجمع صفحہ ۱۰۰، العنایہ صفحہ ۱۴۷، تلخیص الخیر صفحہ ۷۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ پیلو کا مسواک فرماتے۔ اور یہ کہ مسواک کا ہدیہ جس سے ایک سنت کی ادائیگی ہو مشروع ہی نہیں سنت ہے۔ اور مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں اور اکابر کی جانب سے ازارہ محبت و تعلق کوئی چیز ملے اور وہ چیز گو پہلے سے اس کے پاس ہو تو انکار نہ کرے بلکہ اکراماً واحتراماً اسے حسن عقیدت سے

اور برکت کی نیت سے قبول کر لے۔ علامہ شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ مسواک کا ہدیہ قبول فرماتے واپس نہ فرماتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۴۱)

دوسرے کا مسواک ضرورۃً یا عقیدۃً یا محبۃً کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ مجھے مسواک دیتے کہ میں اسے دھو دوں تو میں پہلے مسواک کر لیتی پھر دھوتی۔ (بخاری)

فائدہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے مسواک اولاً کرتیں پھر دھو کر آپ ﷺ کو دے دیتیں، ایسا عقیدۃً، ومحبۃً کرتیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی مسواک کو کرنا مشروع ہے، ہاں مگر دھو کر کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی آپ ﷺ نے دیکھ لیا تو فرمایا یا اے عبدالرحمٰن یہ مسواک مجھے دو۔ پس انہوں نے مجھے دے دیا تو میں نے اسے چبا کر نرم کیا، دھویا، صاف کیا پھر آپ ﷺ کو دیا۔ آپ ﷺ نے وہ مسواک کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا استعمال شدہ مسواک بھی کیا جا سکتا ہے اگر کسی کا مسواک جی کو لگے اور بھائے تو کیا جا سکتا ہے مگر ادب یہ ہے کہ اسے اچھی طرح دھو لیا جائے۔ اگر کسی کے دانت پیلے ہوں خراب ہوں یا پائریا ہو تو پھر نہ کرے۔ کہ طباً نقصان دہ ہے۔

مسواک دھو کر رکھنا سنت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ مسواک فرماتے پھر مجھے دھونے کے لئے دیتے (کہ میں دھو کر رکھ دوں) تو میں پہلے (برکۃً) مسواک کر لیتی، پھر دھوتی اور آپ کو دے دیتی۔ (سنن کبریٰ:)

اوجز المسالک میں ہے کہ مسواک دھو کر رکھے، منہ کے تھوک وغیرہ سے مخلوط نہ رکھے۔ (صفحہ ۱۷۴، مصری)

مسواک وضو سے قبل کرے یا کلی کرتے وقت کرے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات دن میں جس وقت اٹھتے تو وضو سے قبل مسواک فرماتے۔ (ابوداؤد، بیہقی)

مسواک کس وقت کرنے اس کے متعلق فقہاء کرام کی دونوں رائے ہے۔ نہایہ اور فتح القدیر میں ہے کہ کلی مضمضہ کرتے وقت کرے۔ کبیری نے مبسوط شیخ الاسلام سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کلی کرتے وقت کرے۔ (کبیری صفحہ ۳۳)

ملا علی قاری نے بھی ایک قول کلی کرتے وقت لکھا ہے۔ (مرقات صفحہ ۳۰۰)

اس کے برخلاف بدائع میں ہے کہ وضو کے شروع میں کرے، مجتبیٰ، کفایہ، وسیلہ، شفاء میں ہے کہ آغاز وضو میں کرے۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۱۱۳)

حدیث حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے بھی یہی مستفاد ہے کہ وضو کے آغاز ہی میں مسواک کرنا مسنون ہے۔ اسی پر اسلاف واکابرین کا تعامل ہے۔

تلاوت قرآن کے لئے مسواک کا حکم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ تمہارے منہ قرآن کے راستے ہیں اس سے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اس لئے اسے مسواک کے ذریعہ خوب صاف کیا کرو۔ (بنایہ صفحہ ۱۴۷، ابونعیم)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ان کو مسواک کا حکم دیا گیا تو فرمایا رسول پاک نے کہ بندہ جب مسواک کرتا ہے پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو فرشتے بھی اس کے پیچھے صف بندی کر لیتے ہیں اس کی قرأت سنتے ہیں اس سے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ اس کے منہ میں اپنا منہ لگا دیتے ہیں (مارے اشتیاق کے) پس جو بھی اس کے منہ سے قرآن نکلتا ہے وہ سب فرشتے کے پیٹ میں چلا جاتا ہے پس تم اپنے کو صاف کیا کرو۔

(ترغیب صفحہ ۱۶۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ اسی منہ اور زبان سے کلام اللہ کی تلاوت ہوتی ہے اس لئے منہ اور زبان کو مسواک کے ذریعہ خوب صاف اور نظیف کیا کرو تاکہ اگر منہ بدبودار ہو، اس سے گندی بو آ رہی ہو تو قرآن کی آواز اس بو کے ساتھ خارج نہ ہو کہ حضرات فرشتے کلام اللہ کی تلاوت سنتے ہیں۔ اس سے **معلوم** ہوا کہ درجہ حفظ کے طلباء کو اس کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔

چنانچہ تمام محدثین وفقہاء کرام نے تلاوت کے آداب میں مسواک کرنا ذکر کیا ہے۔

طلباء حفظ قرآن کے لئے مسواک کی تاکید

حفظ قرآن کے طلبائے کرام کو تو اس کا خصوصی اہتمام چاہئے۔

❶ ایک تو قرآن کی تلاوت ہمہ وقت کی وجہ سے۔

❷ مسواک سے حافظہ قوی ہوتا ہے، حفظ قرآن میں قوت حافظہ کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ جن طلباء کا حافظہ کمزور ہوتا ہے وہ اس مسئلہ میں بڑے پریشان رہتے ہیں ان کو چاہئے کہ مسواک کا اہتمام کریں اور قوت حافظہ کی چیزیں بھی استعمال کریں۔

مسواک باعث قوت حافظہ اور دافع بلغم ہے

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مسواک کرنا حافظہ کو بڑھاتا ہے اور بلغم کو دفع کرتا ہے۔

(اتحاف السادۃ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: متعدد آثار میں مسواک کے بکثرت فوائد ہیں قوت حفظ کا اضافہ کرنا بھی مذکور ہے۔ حکیم ترمذی نے بھی نوادرالاصول میں ذکر کیا ہے کہ مسواک حافظ کے لئے قوت حافظ کو بڑھاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک روایت جس میں مسواک کے دس فوائد مذکور ہیں اس میں ہے کہ یہ بلغم کا تنقیہ کرتا ہے اور اسے دور کرتا ہے۔ (اتحاف صفحہ ۳۴۹)

اور طبی اعتبار سے بلغم حافظہ کے لئے مضر ہے لہٰذا بلغم کو قطع کرنا قوت حفظ کا باعث ہوگا لہٰذا اس سے بھی حافظہ کی زیادتی کا ثبوت ہوتا ہے۔

شرح احیاء میں حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کا قول ہے کہ مسواک قوت حافظہ کو بڑھاتا ہے۔

(صفحہ:۳۵۱)

عبدالصمد خولانی نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول نقل کیا ہے کہ مسواک بلغم کو کھینچتا ہے (یہ سبب ہے زیادتی حافظہ کا)۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۵۱)

طب نبوی میں ہے کہ مسواک عقل کے بھی اضافہ کا باعث ہے۔

ابراہیم نخعی کا واقعہ

ابراہیم نخعی جو مشہور جلیل القدر تابعی ہیں اور امام اعظم کے مخصوص اساتذہ میں سے ہیں ان کے متعلق منقول ہے کہ وہ جو کچھ پڑھتے تھے سب بھول جاتے تھے یاد نہیں رہتا تھا ایک رات انہوں نے حضور پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا، اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ! جو پڑھتا ہوں بھول جاتا ہوں یاد نہیں رہتا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ان چند چیزوں پر عمل کرو: کم کھاؤ، کم سوؤ، قرآن پاک کی زیادہ تلاوت کرو، نماز کثرت سے پڑھو، ہر نماز کے واسطے وضو کیا کرو، اور ہر وضو میں مسواک کیا کرو۔ (فضائل مسواک صفحہ ۶۰، بحوالہ صلوٰۃ مسعودی صفحہ ۱۰۶)

مسواک قوت بینائی کا باعث ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مسواک منہ کی صفائی اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔ اور اس سے بینائی روشن ہو جاتی ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۲۵)

حضرت شعبی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ مسواک بینائی کو تیز کرتا ہے اور منہ کی صفائی کا باعث ہے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۷۱)

فَائِدَہ: متعدد روایتوں میں مسواک کو قوت بینائی کا باعث بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مرفوعاً روایت میں بھی ہے کہ مسواک بینائی کو تیز کرتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۲۰)

محدث بیہقی نے بھی حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت کو نقل کیا ہے کہ مسواک بینائی کو تیز کرتا ہے۔ طبی وجہ یہ ہے کہ مسواک کرنے کی وجہ سے معدہ بخارات فاسدہ سے محفوظ رہتا ہے۔ معدہ فاسد اور گندے بخارات جو گندہ ذہنی سے پیدا ہوتے ہیں معدہ سے اٹھ کر سر اور آنکھ و دماغ کی جانب نہیں جاتے، ادھر جوف دہن کا تعلق آنکھ کی رگوں سے بھی ہے منہ کے صاف ہونے کی وجہ سے گندے آبخرات اوپر کی جانب نہیں چڑھتے جس سے بینائی کی قوت باقی رہتی ہے اور صفائی کی وجہ سے بینائی میں زیادتی ہوتی ہے۔

مسواک فصاحت زبانی کا باعث ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کرنا آدمی کی فصاحت کو بڑھاتا ہے۔
(اتحاف السادہ صفحہ ۳۵۰، کنز العمال صفحہ ۳۱۱، الخطیب فی الجامع)

مسواک کی وجہ سے زبان کی صفائی حاصل ہوتی ہے گندگی، اور رطوبت فاسدہ کا اخراج ہوتا ہے اور تمام رگوں کی حرکت طبعیہ اعتدال پر باقی اور قائم رہتی ہے جس سے فصاحت لسانی کو قوت اور طاقت ملتی ہے۔

مسواک کے متعلق فقہاء کرام ائمہ عظام کا مسلک

❶ اسحاق راہویہ کے نزدیک مسواک واجب ہے اور ہر نماز کے لئے اس طرح شرط ہے کہ اگر عمداً چھوڑ دے تو نماز ہی باطل ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری، بنایہ السعایہ صفحہ ۱۱۴)

❷ امام ابوداؤد ظاہری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے نزدیک بھی واجب ہے مگر شرط نہیں۔ (عمدۃ صفحہ ۱۸۱، السعایہ صفحہ ۱۱۴)

❸ امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی کے نزدیک مسواک عند الوضو وعند الصلوٰۃ دونوں وقت سنت ہے۔

❹ احناف میں تاتارخانیہ نے بھی اسے مستحب عند الصلوٰۃ قرار دیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۵)

❺ جمہور احناف مسواک بوقت وضو سنت قرار دیتے ہیں اصحاب متون کا یہی قول ہے کہ یہ سنت ہے۔ قدروی صاحب الوقایہ شرح نبلالی صاحب ملتقی، صاحب الدر المختار اسی جانب گئے ہیں۔ صاحب ردمختار کا بھی یہ قول ہے۔

❻ احناف کا دوسرا قول ہے کہ مسواک سنت دین ہے۔ وضو کی سنت نہیں۔ حضرت امام اعظم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی سے یہ منقول ہے۔ علامہ زیلعی شارح کنز کی یہ رائے ہے۔

علامہ عینی کا رجحان بھی یہی ہے، جیسا کہ بنایہ اور شرح بخاری سے معلوم ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۱)

❼ علامہ شامی نے اسے مستحب ہونا کہا ہے۔ یہ قول ابن ہمام کا فتح القدیر میں ہے۔ "فالحق انہا من

مستحبات الوضو" (صفحہ ۲۵)

یہ رائے شرح منیۃ المصلی میں علامہ حلبی کی ہے کہ مستحب ہے۔ مگر احادیث میں ترغیب وتاکید کی وجہ سے اور آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام کے اہتمام کی وجہ سے علامہ شامی کی رائے بہتر معلوم ہوتی ہے، ورنہ تو اس کی سُنّیت اصوب اور اوفق ہے، یہ جمہور علماء کا قول ہے۔

مسواک کی خوبیاں اور منافع فوائد

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ تم پر مسواک لازم ہے، یہ منہ کی نظافت، خدا کی خوشنودی، حضرات ملائکہ کی خوشی، نیکیوں کی زیادتی، نگاہ و بینائی کو تیز کرتا ہے۔ مسوڑھے کو مضبوط کرتا ہے، بلغم کو دور کرتا ہے، منہ کو خوشگوار رکھتا ہے، معدہ کی اصلاح کرتا ہے۔ (کنز صفحہ ۳۲۰، بیہقی فی الشعب)

مسواک میں دس اہم خوبیاں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسواک کی دس خوبیاں ہیں:

1. منہ کی صفائی ہے۔
2. خدا کی خوشنودی ہے۔
3. شیطان کو ناراض کرنے والا ہے۔
4. فرشتوں کی محبت کا باعث ہے۔
5. مسوڑھے مضبوط کرتا ہے۔
6. منہ کو اچھا رکھتا ہے۔
7. بلغم کو ختم کرتا ہے۔
8. پت (کی تیزی) کو بجھاتا ہے۔
9. بینائی کو تیز کرتا ہے۔
10. اور سنت ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت اس طرح ہے:

1. منہ کی نظافت۔
2. خدا کی خوشنودی۔
3. شیطان کی ناراضگی۔
4. فرشتوں کی محبت۔

۵ مسوڑھے کی مضبوطی۔

۶ نگاہ کی تیزی۔

۷ نیکیوں کی ستر گنا بڑھنے اور اضافہ کا باعث ہے۔

۸ دانتوں کو سفید رکھتا ہے۔

۹ مسواک بھوک لگاتا ہے۔ (کنز صفحہ ۳۲۰)

مسواک کے چوبیس فوائد

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ مسواک تم پر لازم ہے یعنی نہایت اہتمام سے تم مسواک کرو، اس سے غفلت اختیار مت کرو۔ اس میں چوبیس خوبیاں اور فوائد ہیں اس میں افضل ترین یہ ہے کہ:

۱ خدا کی رضا کا باعث ہے۔

۲ سنت کا ثواب ہے۔

۳ ستتر گنا نماز کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔

۴ وسعت اور مالداری حاصل ہوتی ہے، خوشگواری پیدا ہوتی ہے، مسوڑھے مضبوط ہوتے ہیں۔

۵ سر کے درد کو آرام ملتا ہے۔

۶ داڑھ کا درد دور ہوتا ہے، دانت کی چمک اور چہرے پر نور کی وجہ سے حضرات فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔

(تلخیص الحبیر صفحہ ۷۲)

مسواک کے قریب پندرہ، بیس فوائد

شرح احیاء میں شیخ المشائخ سیّد موسیٰ الحاسنی الدمشقی کی شرح منظومۃ السواک سے یہ فوائد مسواک نقل کئے ہیں:

۱ غنی دائمی لاتا ہے۔

۲ وساوس شیطانی دور کرتا ہے۔

۳ فصاحت لسانی پیدا کرتا ہے۔

۴ کھانا ہضم کرتا ہے۔

۵ مادہ منویہ گاڑھا کرتا ہے۔

۶ بڑھاپا دیر سے لاتا ہے۔

۷ پیٹھ کو مضبوط کرتا ہے۔

❽ قبر میں انس پیدا کرتا ہے۔
❾ قبر کو کشادہ کرتا ہے۔
❿ عقل زائد کرتا ہے۔
⓫ موت کے وقت کلمہ شہادت تین بار یاد دلاتا ہے۔
⓬ بدن سے روح کے نکلنے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔
⓭ بھوک پیدا کرتا ہے۔
⓮ سر کے درد کو آرام دیتا ہے۔
⓯ رطوبت کو ختم کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین صفحہ ۳۵۱)

مسواک کے بیس فوائد کو بعض فضلاء نے اس شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

فوائد السواك عشرون تحب
مطهرة للفم مرضاة للرب
يفدح املاكا، يغيظ الشيطان
يطيب نكهةً جلاء الاسنان
يحد ابصاراً و توتى السنة
يحسن الصوت، يزكى الفطنة
يشد لحم منبت الاسنان
يزيد فى فصاحة اللسان
يذكر الميت بالشهادة
ينمى لمن اعتاد اعداده
يبطىء الشيب يزيد الاجر
يسهل النزع يقوى الظهرا
يزيد فى العقل على المعتاد
وقاطع رطوبة الاجساد

(اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

مسواک کے قریب پچاس فوائد و برکات

علامہ طحطاوی نے العارف باللہ شیخ احمد زاہد کی کتاب تحفۃ السلاک فی فضائل السواک کے حوالہ سے مسواک

کے دینی و دنیاوی فوائد جو حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اور حضرت عطا سے منقول ہیں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ مسواک کو ضرور کیا کرو اس سے تغافل مت اختیار کرو کہ اس کے یہ فوائد ہیں:

۱ خوشنودی رحمٰن۔
۲ مسواک کی نماز کا ثواب ننانوے گنا بلکہ چار سو چالیس گنا تک بڑھ جاتا ہے۔
۳ اس کا ہمیشہ استعمال کرنا وسعت رزق کا باعث ہے۔
۴ مالداری لاتا ہے۔
۵ اسباب رزق کی سہولت کا باعث ہے۔
۶ منہ کی صفائی۔
۷ مسوڑھا مضبوط کرتا ہے۔
۸ دردسر کا دافع ہے۔
۹ سر کی رگوں کے لئے مفید ہے۔
۱۰ بلغم دور کرتا ہے۔
۱۱ دانت مضبوط کرتا ہے، نگاہ تیز کرتا ہے۔
۱۲ معدہ صحیح کرتا ہے۔
۱۳ بدن کو طاقت پہنچاتا ہے۔
۱۴ فصاحت و بلاغت کو پیدا کرتا ہے۔
۱۵ قوت حافظہ بڑھاتا ہے۔
۱۶ عقل کی زیادتی کا باعث ہے۔
۱۷ دل کو نظیف رکھتا ہے۔
۱۸ نیکیوں کو زائد کرتا ہے۔
۱۹ فرشتوں کو خوش رکھتا ہے۔
۲۰ چہرے کے منور ہو جانے سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔
۲۱ نماز میں ان کے ساتھ چلتے ہیں۔
۲۲ حاملین عرش استغفار کرتے ہیں جب مسجد کی طرف جاتے ہیں۔
۲۳ حضرات انبیاء اور پیغمبروں کی دعا اور استغفار پاتے ہیں۔

۲۴ شیطان کو ناراض اور اسے دور کرنے والا ہے۔
۲۵ ذہن کو صاف کرنے والا ہے۔
۲۶ کھانا ہضم کرنے والا ہے، کثرت اولاد کا باعث ہے۔
۲۷ پل صراط پر بجلی کی طرح گزارنے والا ہے۔
۲۸ بڑھاپا دیر سے لاتا ہے۔
۲۹ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دلاتا ہے۔
۳۰ بدن کو عبادت الٰہی پر ابھارتا ہے۔
۳۱ بدن کی حرارت کو دفع کرتا ہے۔
۳۲ بدن کے درد کو دور کرتا ہے۔
۳۳ پیٹھ مضبوط کرتا ہے۔
۳۴ کلمہ شہادت موت کے وقت یاد دلاتا ہے۔
۳۵ روح کے نکلنے کو آسان کرتا ہے۔
۳۶ دانتوں کو سفید کرتا ہے۔
۳۷ منہ کو خوش گوار بناتا ہے۔
۳۸ ذہن تیز کرتا ہے۔
۳۹ اس سے قبر میں کشادگی ہوتی ہے۔
۴۰ قبر میں انس کا باعث ہوتا ہے۔
۴۱ مسواک نہ کرنے کے برابر لوگوں کو ثواب ملتا ہے۔
۴۲ جنت کے دروازے کھلتے ہیں۔
۴۳ ملائکہ ان کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ لوگ حضرات انبیاء کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔
۴۴ ان پر جہنم کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔
۴۵ دنیا سے وہ پاک صاف ہو کر جاتا ہے۔
۴۶ فرشتے موت کے وقت اس طرح آتے ہیں جس طرح اولیاء کرام کے پاس آتے ہیں اور بعض عبارت میں ہے کہ انبیاء کرام کی طرح آتے ہیں۔
۴۷ اس وقت تک دنیا سے اس کی روح نہیں نکلتی جب تک کہ وہ نبی پاک ﷺ کے حوض مبارک سے رحیق

مختوم کا گھونٹ نہیں پی لیتا ہے۔ (طحطاوی علی لمراقی صفحہ ۳۸)

مسواک کے تیس سے زائد فوائد

علامہ شامی نے الرد محتار میں اسی قسم کے فوائد نافعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ اس کے فوائد تیس سے اوپر ہیں اور سب سے ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اذیت کو دفع کرتا ہے اور اعلیٰ فائدہ یہ ہے کہ بوقت موت شہادتین کو یاد دلاتا ہے۔ (مصری جلد اصفحہ ۱۱۵)

جو ہر مؤمن کا اولین و آخرین مقصود و مراد ہے۔ "رزقنا الله بمنه و کرمه."

عبدالصمد خولانی نے حضرت انس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ مسواک کا اہتمام کرو۔ اپنے اوپر لازم کرو کہ مسواک کیا ہی بہتر ہے۔ منہ کی بدبو زائل کرتی ہے۔ بلغم دفع کرتی ہے۔ نگاہ روشن کرتی ہے۔ مسوڑھا مضبوط کرتی ہے۔ بغل کی بدبو زائل کرتی ہے۔ معدہ درست رکھتی ہے۔ جنت کے درجات بلند کرتی ہے۔ ملائکہ کی تعریف کا باعث ہے۔ خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ شیطان کی غضب و ناراضگی کا باعث ہے۔

(اتحاف: صفا ۳۵۱)

مسواک کی برکت سے مجاہدین کا فتح اور غالب آنا

حضرت عبداللہ بن مبارک مروزی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ نے اپنے زندگی کے تین حصے کئے تھے ایک سال حج کو جاتے تھے، ایک سال غزوہ میں تشریف لے جاتے اور ایک سال علم کا درس دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے وہاں کفار کا قلعہ فتح نہیں ہوا تو آپ رات کو اس فکر میں سو گئے خواب میں دیکھا حضور اقدس صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرمارہے ہیں اے عبداللہ کس فکر میں ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ کفار کے اس قلعہ پر قادر نہیں ہوتا ہوں اور اس فکر میں ہوں۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا۔ وضو مسواک کے ساتھ کیا کرو۔ (تم لوگوں سے یہ سنت چھوٹ گئی ہے جس کی نحوست سے کفار پر غالب نہیں آرہے ہو) عبداللہ بن مبارک خواب سے بیدار ہوئے۔ مسواک کے ساتھ وضو کیا۔ اور نمازیوں کو بھی حکم دیا انہوں نے مسواک کرتے دیکھا خدا نے ایک خوف ان کے دلوں میں ڈالا (کہ یہ اپنے دانتوں کو درختوں کی ٹہنیوں سے تیز کر رہے ہیں) وہ نیچے گئے اور قلعہ کے سرداروں سے کہا یہ فوج جو آئی ہے آدم خور معلوم ہوتی ہے۔ دانتوں کو تیز کر رہے ہیں تاکہ ہم پر فتح پائیں تو ہمیں کھائیں۔ خدائے تعالیٰ نے یہ دہشت ان کے دلوں میں بٹھا دی۔ اور مسلمانوں کے پاس قاصد بھیجا کہ تم مال چاہتے ہو یا جان؟ عبداللہ بن مبارک رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ نے فرمایا: نہ مال چاہتے ہیں نہ جان۔ تم سب اسلام قبول کرلو، چھٹکارہ پاؤ۔ اس سنت کے ادا کرنے کی برکت سے وہ سب مسلمان ہوگئے۔ (فضائل مسواک صفحہ ۶۲، بحوالہ صلاۃ مسعودی صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: دیکھئے ایک سنت کے ترک کرنے کی وجہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ خدائی مدد اور نصرت نہیں مل رہی تھی۔

آج ہم نہ معلوم کتنی سنتوں کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ بتایئے ہم کتنی برکتوں سے محروم ہورہے ہوں گے۔ ایک سنت کے ترک پر یہ محرومی تو بتایئے جہاں سیکڑوں فرائض وسنن چھوٹ رہے ہوں وہاں کیا حال ہوگا۔ اسی وجہ سے ہم محروم اور خدا کی نظروں سے گرے ہوئے ہیں۔ آیئے ایک ایک فرض اور سنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور ماحول میں رائج کریں تاکہ خدا کی خوشی اور اس کی نصرت حاصل ہو۔

مسواک کرتے وقت کیا نیت کرے

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مسواک کرتے وقت یہ نیت کرے کہ خدا کی عبادت ذکر وتلاوت کے لئے منہ صاف کرتا ہوں۔ اس کی شرح اتحاف میں ہے کہ محض ازالہ ندگی کی نیت نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ یعنی صفائی کی نیت کے ساتھ ذکر وتلاوت کی نیت کرے تاکہ اس کا ثواب بھی ملے۔ (اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ ۳۴۸)

مسواک کرنے کا طریقہ

علامہ ابن نجیم نے بحرالرائق میں لکھا ہے کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک دانت کے اوپری حصہ اور نچلے حصہ پر اور تالو پر ہے۔ اور مسواک ملنے میں دائیں جانب کو پہلے کرے۔ کم از کم تین پانی سے اوپر کے دانتوں کو اسی طرح تین پانی نیچے کے دانتوں کو رگڑے۔ دائیں ہاتھ سے پکڑ کر طولاً وعرضاً دونوں طرح کرے۔ خیال رہے۔ کہ دانت کے اوپری حصہ کے دائیں جانب سے شروع کرے پھر بائیں جانب کرے۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۱)

طحطاوی علی المراقی میں مسواک کرنے کے طریقے کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ دانت کے اندرونی حصہ اور باہری حصہ دونوں جانب کرے۔ اور منہ کے اوپری حصہ میں بھی کرے۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۸)

مسواک دانتوں کے حصے پر گھما گھما کر کرے۔ اور چوے کے اوپری حصہ پر کرے۔ اور دونوں دانتوں کے جوڑ میں بھی کرے۔ (شامی جلد ا صفحہ ۱۱۴)

منجن اور موجودہ پیسٹ کا حکم

خیال رہے کہ جہاں تک نظافت اور دانتوں کی صفائی اور ستھرائی کا حکم ہے، وہاں تک تو دانتوں کی صفائی کے لئے بھی چیز استعمال کرے۔ نظافت اور صفائی کا حصول ہو جائے گا اور عام نظافت اور صفائی کے حکم کی تعمیل کا نیت پائے جانے پر ثواب بھی مل جائے گا۔ مگر مسواک کی جو فضیلت ہے اس سے نماز کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، یہ فضیلت اور اخروی ثواب احادیث میں مسواک کی قید سے مقید ہونے کی وجہ سے اسی سے متعلق رہے گا اسی طرح سے مسواک کے جو دنیاوی صحتی طبی فوائد وابستہ ہیں وہ بھی منجن وٹوتھ پیسٹ سے حاصل ہو جائیں گے۔ اس لئے امت میں جو خصوصاً نئی تعلیم اور نئی عمر والوں میں برش اور پیسٹ رائج ہے اس سے وہ دنیاوی صفائی اور نظافت تو حاصل کرلیں گے مگر مسواک کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں گے (مزید تائید فتاویٰ رحیمہ میں مذکور ہے)

جب مسواک کی موجودگی میں انگلیاں جن کے لئے آنحضرت ﷺ کا عمل اور قول ثابت ہے، مسواک کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں تو برش وغیرہ کیسے مسواک کے قائم ہو سکتے ہیں...... اس لئے کہ سنت درخت کی مسواک ہے۔ (توضیح المسائل صفحہ ۳۵، فتاویٰ رحیمیہ جلد ا صفحہ ۱۲۶)

اسی طرح رسالہ فضائل مسواک میں ہے، منجن کا استعمال جائز ہے لیکن محض منجن پر اکتفا کر لینے سے مسواک کی فضیلت حاصل نہ ہوگی۔ (صفحہ ۷۳)

ان اکابرین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نظافت اور صفائی اور چیز ہے سنت کا ثواب اور چیز ہے۔ منجن اور پیسٹ سے مسواک ثواب حاصل نہ ہوگا لہٰذا منجن اور پیسٹ کے ساتھ مسواک کا اہتمام رکھیں۔

احادیث و آثار کی روشنی میں فقہاء کرام کے بیان کردہ مسائل و آداب

مسواک رکھنے کے متعلق

مسواک کو بچھا کر نہ رکھے بلکہ کھڑا کر کے رکھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کو دھو کر رکھے، مسواک زمین پر نہ رکھے کہ جنون کا اندیشہ ہے (بلکہ طاق یا کسی اونچی مقام دیوار وغیرہ پر رکھے)۔ (الشامی صفحہ ۱۱۵)

مسواک کی مقدار کتنی ہو

مسواک ایک بالشت سے زائد نہ ہو۔ ورنہ تو اس پر شیطان سوار ہوتا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کی موٹائی کتنی ہو

مسواک کی موٹائی چھوٹی انگلی کے برابر ہو۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۸، عمدۃ القاری صفحہ ۸۱۵، البنایہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ یہ بہتر ہے، سہولت سے کچلا جاتا ہے، نرم ہو جاتا ہے، اگر اس سے موٹا ملے تو اسے بھی کیا جا سکتا ہے۔

مسواک پکڑنے کا طریقہ

مسواک کا سنت طریقہ یہ ہے کہ مسواک اپنے داہنے ہاتھ کی خنصر کے نیچے کرے اور بنصر اور سبابہ مسواک کے اوپر رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سرے کے نیچے رکھے۔ (عن ابن مسعود، السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۷۵)

مسواک کے متعلق چند مسائل

مسواک ہمارے نبی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام جو آپ سے قبل گزرے ان کی سنت اور پاکیزہ عادات

میں سے ہے۔

مسواک سے عبادت کا ثواب بڑھ جاتا ہے، نماز کا ثواب پچھتر اور ستر گنا ہو جاتا ہے۔ فقہ کی بعض روایت سے چار سو گنا ہو جاتا ہے۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد خصوصیت سے اس کی تاکید ہے۔

مسواک وضو نماز ہی کے وقت سنت نہیں بلکہ جب بھی منہ میں گندگی اور بدبو محسوس کرے سنت ہے۔

دوسرے کا مسواک اس کی اجازت سے کرنا جائز ہے۔ اور اسے دھو کر کرے۔ (منہل صفحہ ۱۸۱)

امام نووی نے لکھا ہے کہ چھوٹے بچوں کو بھی مسواک کی تعلیم دی جائے تاکہ وہ بھی اس سنت کے عادی ہوں۔ (۱۲۷)

مسواک کو مٹھی سے پکڑ نہ کرے اس سے مرض بواسیر ہوتا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

مسواک کو لیٹ کر نہ کرے، کہ اس سے تلی بڑھتی ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۸)

مسواک کو چوسے نہیں کہ اس سے نابینائی اور اندھاپن آتا ہے۔ (ہاں مگر مسواک نیا ہو تو پہلی مرتبہ چوسا جا سکتا ہے)۔ (السعایہ صفحہ ۱۱۹)

پہلی مرتبہ مسواک کو چوسنا جذام اور برص کو دفع کرتا ہے اسی طرح موت کے علاوہ تمام بیماریوں سے شفا ہے، اس کے بعد چوسنا نقصان پیدا کرتا ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۱، شامی جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

مجمع عام جہاں مسلمانوں کی جماعت ہو مسواک کر کے جانا مستحب ہے۔ (بحر منحۃ الخالق حاشیہ: بحر صفحہ ۲۱)

مسواک اگر خشک ہو تو اسے پانی سے بھگو لیا جائے اور تر کر لیا جائے تاکہ اس کے ریشے نرم ہو جائیں۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

مسواک اس وقت تک کریں جب تک کہ دانتوں کی بدبو زائل ہونے اور میل کے ختم ہونے کا یقین نہ ہو جائے۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

عمدۃ القاری میں ہے کہ مسواک اس وقت تک کریں کہ جب تک کہ منہ کی بدبو زائل نہ ہو جائے، پیلا پن ختم نہ ہو جائے۔ (جلد ۶ صفحہ ۱۸۱)

مسواک تین مرتبہ تین پانی سے کرنا مستحب ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

ہر مرتبہ مسواک کو پانی سے تر اور بھگو کر کریں۔ (شامی صفحہ ۱۱۴)

مسواک کے ریشے بہت سخت اور کڑے نہ ہوں بلکہ نرم ہوں بالکل ڈھیلے بھی نہ ہوں۔

مسواک دائیں ہاتھ سے کرنا مستحب ہے۔ (الشامی صفحہ ۱۱۴)

اگر مسواک شروع میں تو ایک بالشت تھا پھر بعد میں بالشت سے چھوٹا ہوگیا ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔
(الشامی صفحہ۱۱۴)

اگر اتفاق سے مسواک نہ ہو تو انگلی سے کرے۔
انگلی سے مسواک کریں تو دونوں ہاتھوں کو انگشت شہادت سے کرے۔ (شامی)
انگوٹھے سے بھی دانت کا ملنا درست ہے۔ (شامی)
کسی سخت اور کھردرے کپڑے سے بھی دانت کو مل کر صاف کیا جا سکتا ہے۔ (شامی صفحہ۱۱۵)
جس طرح وضو میں مسواک مسنون ہے اسی طرح غسل میں بھی مسواک مسنون ہے۔ (الاذکار)
دوسرے کی مسواک بلا اجازت کے استعمال کرنا مکروہ ہے۔ (السعایہ صفحہ۱۱۷)
مسواک کم از کم تین مرتبہ کرنا مسنون ہے۔ اور تین پانی سے کرنا مسنون ہے۔ (شامی صفحہ۱۱۴)
مسواک کرنے کے بعد دھو کر رکھیں ورنہ شیطان مسواک کرنے لگتا ہے۔ (طحطاوی صفحہ۳۷)
مسواک ٹیڑھی نہ ہو اور اس میں گرہیں نہ ہوں۔ اگر ہوں تو کم ہوں۔ (شامی صفحہ۱۱۴)
مسجد میں مسواک کرنا مکروہ اور منع ہے۔ (مرقات صفحہ۲۰۳، ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۴۳۹)

وضو کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ وتعلیمات کا بیان

وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی نماز نہیں جو وضو نہ کرے، اس کا وضو نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۴۱، ابن صفحہ ۳۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا وضو (کامل) نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ (دارمی صفحہ ۱۷۶، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳، ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

وہاج بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا وضو (کامل) نہیں جو بسم اللہ نہ پڑھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۳، ابن ابی شیبہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وضو کامل اور جس پر سنت کا ثواب ملتا ہے وہ نہیں ملے گا ورنہ تو وضو ہو جائے گا اور ظاہری طہارت حاصل ہو جائے گی۔ (نہایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۱، سعایہ جلد صفحہ)

علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ بسم اللہ کے متعلق یہ حدیث دس صحابہ سے مروی ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۳۴)

علامہ نووی نے اذکار میں بیان کیا ہے کہ مستحب ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (پوری) پڑھے گو صرف "بسم اللہ" پڑھے تب بھی ہو جائے گا۔ (اذکار صفحہ ۳۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے آغاز میں بسم اللہ پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو پانی کو ہاتھ پر رکھتے اور بسم اللہ پڑھتے اور مکمل طور پر وضو فرماتے۔ (اتحاف المہراہ صفحہ ۴۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی (وضو کے لئے) لیتے تو بسم اللہ پڑھتے۔ ابوبدر نے کہا جب آپ وضو کے لئے کھڑے ہوتے بسم اللہ پڑھتے، ہاتھ پر پانی ڈالتے۔

(دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۲۷، سعایہ صفحہ ۱۰۹)

فائدہ: وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ بیشتر محدثین وفقہا اسی کے قائل ہیں۔ امام قدوری، امام

طحاوی، صاحب وقایہ اور علامہ نسفی کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ اور احناف میں صاحب فتح القدیر ابن ہمام کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۰۸، معارف السنن صفحہ ۱۵۵)

امام اسحٰق اور ایک قول میں امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی طرح ابوداؤد ظاہری کے نزدیک واجب ہے۔ (معارف جلد ۱ صفحہ ۱۵۴)

ائمہ میں امام صاحب، امام شافعی، سفیان ثوری، ابوعبید ابن منذر، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے ایک قول میں بسم اللہ وضو کے آغاز میں سنت ہے۔ (معارف السنن صفحہ ۱۵۴)

پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے۔ (بنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ ہر عضو کے دھونے کے وقت بسم اللہ پڑھے۔ (السعایہ صفحہ ۱۰۸)

خیال رہے کہ اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول گیا ہو بیچ میں یا آخر میں یاد آجائے تو سنت ادا نہ ہوگی۔ بخلاف کھانے میں۔ (فتح جلد ۱ صفحہ ۲۴)

وضو کے شروع میں کیا دعا پڑھے

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب تم وضو کرو تو "بسم الله والحمد لله" پڑھو، فرشتے ہمیشہ تمہارا ثواب لکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہارا وضو ٹوٹ جائے۔ (بنایہ صفحہ ۱۳۴، سعایہ صفحہ ۱۰۹، کنز العمال صفحہ ۴۵۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وضو کرو تو یہ دعا پڑھو، یہ وضو کی زکوٰۃ ہے: "بسم الله اللهم انی اسئلك تمام الوضو وتمام الصلاة وتمام مغفرتك"

ترجمہ: اللہ کے نام سے اے اللہ میں سوال کرتا ہوں کامل وضو کا، کامل نماز کا اور آپ کی پوری رضا مندی کا۔ (اتحاف المہرہ صفحہ ۴۲۵، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۵)

سعایہ میں ہے اسلاف سے یہ منقول ہے۔ اسی کو امام طحاوی نے بھی ذکر کیا ہے: "بسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام" (کنز العمال صفحہ ۱۲۸، بنایہ صفحہ ۱۳۸، سعایہ صفحہ ۱۰۸، فتح القدیر صفحہ ۲۱)

علامہ عینی نے مجتبیٰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ دعا پڑھنا بہتر ہے: "بسم الله الرحمن الرحيم باسم الله العظيم والحمد لله على دين الاسلام" (بنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

شرح ابوداؤد میں ہے کہ اس کے لئے وارد لفظ "بسم الله الحمد لله" ہے۔ (منہل جلد ۱ صفحہ ۳۲۲)
یعنی سنت سے ثابت دعا ہے۔

بسم اللہ سے پورے جسم کی طہارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرے اور اللہ کا نام لے (بسم اللہ پڑھے) اس کا پورا جسم پاک ہو جاتا ہے اور جس نے وضو کیا اور بسم اللہ نہیں پڑھا اس کے صرف اعضاء وضو ہی پاک ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے جس نے وضو کیا اور بسم اللہ پڑھا اس کا پورا جسم پاک ہوا اور جس نے وضو کیا اور بسم اللہ نہیں پڑھا۔ اس کا صرف مقام وضو پاک ہوا۔

(سنن دارمی جلد اصفحہ ۷۶، کنز العمال صفحہ ۲۹۴)

فائدہ: کیا خوب، اللہ کی نام کی برکت سے پورے جسم کی پاکی اور نظافت حاصل ہو جاتی ہے

وضو میں اولاً دایاں دھوئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو دایاں دھوؤ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۲۲، ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۲۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کپڑے پہنو اور وضو کرو تو اپنے دائیں سے کرو۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد اصفحہ ۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے، اور طہارت کے مسئلہ میں بلکہ ہر امور میں دایاں جانب پسند تھا۔ (صحیح بخاری جلد اصفحہ ۲۹، مسلم صفحہ)

ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ بکثرت صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو میں ہاتھ پیر وغیرہ میں دائیں کی تقدیم کو نقل کیا ہے جس سے دوام و مواظبت کا پتہ چلتا ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

فائدہ: وضو اور غسل اور اسی طرح دیگر شرف و زنیت کے امور میں اولاً دایاں اختیار کرنا مسنون ہے۔ یعنی پہلے دایاں عضو پھر بایاں اختیار کرے۔ اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ (عمدہ جلد ۳ صفحہ ۳۲، سعایہ)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس پر علماء اہل سنت کا اجماع ہے کہ وضو میں دائیں عضو کو پہلے دھونا باعث فضیلت و ثواب ہے۔ (فتح الباری جلد اصفحہ ۲۷۰)

نووی نے بھی اس کی سُنّیت پر اجماع نقل کیا ہے۔ (عمدۃ صفحہ ۳۲)

خیال رہے کہ ہر جگہ دایاں نہیں بلکہ ہاتھ اور پیروں میں دایاں پہلے دھوئے۔ (سعایہ صفحہ ۱۷۰)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کانوں میں ہتھیلیوں میں اور دونوں گالوں میں تقدیم سنت نہیں ہے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ دھویا جائے (عمدۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲)

اگر دایاں ہاتھ پہلے دھولیا تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۳۲)

مقام عبادات میں بھی دائیں کی فضیلت بائیں پر ہے حافظ نے فتح الباری، عینی عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ دائیں کو فوقیت وفضیلت حاصل ہے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مسجد کا دایاں حصہ بہتر ہے۔

ابن مسیّب مسجد کے دائیں حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔ ابراہیم نخعی کو امام کا دایاں جانب پسند تھا۔ حضرت انس دائیں حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح حسن اور ابن سیرین مسجد کی دائیں طرف نماز پڑھتے تھے۔ (عمدۃ ۳/۳۲)

حافظ نے لکھا ہے کہ مسجد کی دائیں طرف اور امام کے دائیں ہونا مستحب ہے۔ (فتح الباری جلد ا صفحہ ۲۷۰)

وضو کے شروع میں اولاً ہاتھ دھونا مسنون ہے

مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وضو کا پانی لایا گیا آپ نے دونوں ہتھیلیوں کو (اولاً) دھویا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶)

حضرت عبداللہ بن زید سے پوچھا گیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے کیا تم دکھاؤ گے۔ چنانچہ انہوں نے وضو کا پانی منگایا، پانی ہاتھوں پر بہایا اور دونوں ہاتھوں کو (اولاً) دھویا پھر کلی کیا اور ناک میں پانی ڈالا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کیا تو (اولاً) اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور تین مرتبہ دھویا، پھر کلی اور ناک میں پانی ڈالا (وضو کے آخر میں) فرمایا اسی طرح آپ وضو فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۲۶)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹے تک دھوتے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۸۷)

فائدہ: وضو کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولاً شروع میں دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھوئے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۱)

ہاتھ دھونے کے بعد کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ پانی منگوایا، اپنے دائیں ہاتھ پر بہایا اور تین مرتبہ دھویا، تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا: (نسائی صفحہ ۳۹)

حضرت عبداللہ بن زید اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو میں منہ میں پانی میں ڈالتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو وضو کرے ناک میں پانی ڈالے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو ناک میں پانی ڈالے، اسے صاف کرے۔

(بخاری جلد اصفحہ ۲۹) شامی میں ہے کہ دائیں سے پانی ڈالے بائیں سے صاف کرے۔ (جلد اصفحہ ۱۱۶)

سلمہ بن قیس کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو ناک میں پانی ڈالو۔ (نسائی صفحہ ۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نیند سے اٹھو اور وضو کرو تو ناک میں تین مرتبہ پانی ڈال کر صاف کرو کہ ناک کے اندر شیطان رات گزارتا ہے۔

(نسائی صفحہ ۲۷، ابن خزیمہ صفحہ ۷۷)

وضو میں ہاتھ دھونے کے بعد تین مرتبہ کلی کرنا اس کے بعد دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے تین مرتبہ ناک صاف کرنا سنت ہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۱۶، نسائی صفحہ ۲۷، فتح القدیر صفحہ ۲۵)

وضو کی ابتداء کلی سے ممنوع

حضرت ابو جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نبی پاک ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابو جبیر نے پہلے منہ میں پانی ڈالا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ابو جبیر پہلے منہ میں پانی مت ڈالو۔ کافر پہلے (بلا ہاتھ اچھی طرح دھوے) کلی کرتا ہے، پھر آپ نے وضو کا پانی منگوایا، اپنی ہتھیلیوں کو دھویا اور خوب صاف کیا پھر کلی کیا، ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ تین مرتبہ دھویا، داہنا ہاتھ کہنی تک دھویا، پھر بایاں ہاتھ تین تین مرتبہ دھویا، پھر سر کا مسح کیا اور پھر پیر دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ پہلے کلی کرنا منع ہے، بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ مسجد میں آئے حوض پر بیٹھے ہاتھ حوض میں ڈالا اور پانی نکال کر کلی کرنا شروع کر دیا دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح نہیں دھویا، یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ اولاً دونوں ہاتھوں کو رگڑ کر اچھی طرح دھوئے، پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے۔

کلی اور ناک میں پانی کس طرح ہاتھ سے ڈالے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے پانی لیا اور کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے (وضوء مسنون بتاتے ہوئے) دائیں ہاتھ میں پانی لیا اور منہ میں ڈالا، اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور بائیں سے ناک صاف کیا اور (آخر میں) فرمایا: اسی طرح آپ وضو کرتے تھے۔ (ابوداؤد، سنن کبریٰ صفحہ ۴۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ منہ اور ناک میں دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا سنت ہے۔

ناک کس ہاتھ سے صاف کرے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا، کلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور بائیں

ہاتھ سے ناک صاف کی اور تین مرتبہ کیا۔ (نسائی صفحہ ۲۷، سنن کبریٰ صفحہ ۴۸)

فائدہ: علامہ شامی نے بیان کیا ہے کہ دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ (صفحہ ۱۱۶)

شرح احیاء میں ہے کہ اگر ناک میں گندگی ریزش وغیرہ ہو تو بائیں ہاتھ کے چھوٹی انگلی کو داخل کر کے صاف کرے۔ بہر حال ناک کی صفائی میں بایاں ہاتھ استعمال کرنا ہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۵)

روزہ کی حالت ہو تو ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کرے

حضرت لقیط بن صبرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے میرے والد نے کہا مجھے وضو کے بارے میں بتایئے تو آپ نے فرمایا: وضو کو مکمل طور پر کرو، انگلیوں کا خلال کرو، ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرو، ہاں مگر یہ کہ روزہ کی حالت میں ہو۔ (ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۷۸، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۰، ترمذی صفحہ ۴۱)

فائدہ: روزہ کی حالت میں کلی کرنے میں مبالغہ نہ کرے غرارہ نہ کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حلق میں پانی اتر جائے اسی طرح ناک میں مبالغہ سے پانی نہ کھینچے کہ پانی اوپر چڑھ جائے اور روزہ فاسد ہو جائے البتہ روزہ کی حالت میں نہ ہو تو غرارہ کرے۔ (کذا فی فتح القدیر صفحہ ۲۵، کبریٰ صفحہ ۳۴)

اسی طرح اگر روزہ نہ ہو تو پانی ناک میں ناک کے بانسہ تک پہنچائے۔ اسی طرح کلی میں ہے کہ آخر حلق تک پہنچائے اور اہتمام سے پورے منہ میں پھیلائے ایک جانب سے دوسری جانب کرے۔ (کبیری: صفحہ ۳۴)

کلی اور ناک میں پانی تین تین مرتبہ ڈالنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک ﷺ کے وضو کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ کلی اور ناک میں پانی تین تین مرتبہ ڈالا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے کلی اور ناک میں تین تین مرتبہ پانی ڈالا۔ (صفحہ ۴۸، دارقطنی صفحہ ۹۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ کلی تین مرتبہ کی اور ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۹)

ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو تین مرتبہ کلی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالتے دیکھا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰، ابن خزیمہ صفحہ ۷۸)

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے ہر مرتبہ الگ الگ پانی لے

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ کلی کیا تین مرتبہ ناک میں پانی

ڈالا اور ہر ایک مرتبہ الگ الگ پانی لیا۔ (معارف السنن صفحہ ۱۶۹، اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۳۶)

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وضو کو دیکھا تین، تین مرتبہ وضو کیا، کلی الگ کی اور ناک میں پانی الگ ڈالا۔ (ابن سکن، تلخیص الحبیر)

فائدہ: روایتوں میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو سے دونوں کیا، اور یہ بھی ہے کہ کلی کے لئے الگ اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ پانی لیا۔ احناف کے نزدیک یہی سنت ہے۔

(فتح القدیر، حلبی کبیر، اعلاء السنن جلد ا صفحہ ۳۵)

ناک کے بعد چہرہ کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ کلی کیا ناک میں پانی ڈالا پھر چہرے کو تین تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۸، ابوداؤد صفحہ، ابن خزیمہ صفحہ ۷۸، سنن کبریٰ صفحہ ۵۳ تا ۵۶)

حضرت عبداللہ بن زید کی روایت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو نقل کرتے ہوئے ہے کہ کلی اور ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد چہرہ تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۹)

حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے پانی نکال کر پیتل کے برتن میں دیا کہ آپ وضو فرمائیں۔ آپ نے وضو کیا۔ چہرہ کو تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۳۲)

فائدہ: خیال رہے ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد تین مرتبہ چہرہ کو دھونا سنت ہے۔ گو دو مرتبہ دھونا بھی جائز ہے۔ اور ایک مرتبہ دھونا تو فرض ہے۔ اور پورے چہرے کو دھونا فرض ہے۔ اور چہرہ کی حد یہ ہے۔ پیشانی کے بال جہاں ہیں اس کے نیچے سے لے کر ٹھوڑی تک اور ادھر چوڑان میں ایک کان سے لے کر دوسرے کان کی حد تک۔ اس کا دھونا ایسے طور پر فرض ہے کہ پانی کا قطرہ ٹپکے۔ محض بھیگے ہاتھ یا کپڑے سے پونچھ دے تو وضو نہ ہوگا۔ (کبیری صفحہ ۱۵)

ہاتھ میں پانی لے کر چہرہ پر پانی آہستہ سے مارے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا آپ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ نہ دکھاؤں (چنانچہ اس میں ہے کہ) دائیں ہاتھ میں پانی لیا اور چہرہ پر مارا۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۷۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے ہاتھ میں پانی لیا اور اس سے چہرہ دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۵، ابن خزیمہ صفحہ ۷۷)

فائدہ: مسنون یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں پانی لے کر آہستہ سے چہرے پر مارے تا کہ بغل والے کو چھینٹ نہ

پڑے اور دونوں ہاتھوں سے چہرے پر پانی ملے، اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے "استحباب صك الوجه بالماء"

چہرے پر پانی مارنا مستحب ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۷۹)
مگر اتنے زور سے نہ مارے کہ بغل والے کو چھینٹیں پڑیں۔

داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم داڑھی میں خلال فرماتے تھے۔
(ترمذی صفحہ، ابن ماجہ صفحہ ۳۴، ابن خزیمہ صفحہ ۷۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو ہتھیلی میں پانی لیتے اسے ٹھوڑی سے نیچے داخل کرتے ہوئے (انگلیوں سے) خلال فرماتے۔ اور فرمایا: اسی طرح میرے رب نے حکم دیا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۴، مجمع صفحہ ۲۳۵، ابوداؤد صفحہ ۱۹، ابن ماجہ صفحہ ۳۴، فتح القدیر صفحہ ۳۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرئیل میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا، جب آپ وضو کریں تو اپنی داڑھی کا خلال کریں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۳)

حضرت ام سلمہ اور حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو داڑھی کا خلال فرماتے۔ (مجمع جلد ا صفحہ ۲۳۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری امت کے کیا ہی شاندار لوگ ہیں جو خلال کرتے ہیں۔
(مجمع جلد ا صفحہ ۲۳۵)

وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اندرون داڑھی کا خلال کیا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰)

حضرت جبیر بن نفیر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو انگلیوں سے داڑھی کا خلال فرماتے۔ آپ کے اصحاب بھی وضو کرتے تو داڑھی کا خلال فرماتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۹۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام داڑھیوں کا خلال فرماتے، خیال رہے کہ آپ کی داڑھی گھنی تھی، اس لئے آپ داڑھی کا خلال فرماتے۔ جن کی داڑھی گھنی ہو کر کھال نظر نہ آتی ہو ان کے لئے دھونے کے بجائے اس جگہ کا خلال کرنا سنت ہے۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی میں پانی لے کر ہاتھ کی انگلیوں کو گلے کی طرف سے کرے، داڑھی کے بالوں کے اندر انگلیوں کو داخل کرتے ہوئے اوپر تک لائے اور دائیں ہاتھ سے خلال کرے۔

سنت یہ ہے کہ خلال میں ہاتھ کی ہتھیلی کا رخ باہر کی جانب اور اس کی پشت وضو کرنے والے کی طرف رہے۔ (شامی صفحہ ۱۱۷)

معلوم ہونا چاہئے کہ اگر داڑھی کے بال نکلے ہوں کھال کچھ نظر آتی ہو تو کھال تک پانی پہنچنا ضروری ہے۔

(السعایہ صفحہ ۱۲۷، شامی صفحہ ۱۰۱)

اور داڑھی کے بال جو لٹک رہے ہوں، ہاتھ بھگا کر ان پر پھیرے اور تر کرے۔

(کبیری صفحہ ۲۳، شامی جلد ۱ صفحہ ۱۰۱)

دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک تین مرتبہ پانی بہائے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو نقل فرماتے ہیں چہرہ کو تین مرتبہ دھونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے جس میں انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کو نقل کیا ہے کہ چہرہ کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر دائیں ہاتھ پر پانی کہنی تک تین مرتبہ ڈالا پھر بائیں ہاتھ پر کہنی تک تین مرتبہ پانی ڈالا۔ (ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۷۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا کہ ہاتھ میں پانی لیا، کلی کیا، ناک میں ڈالا، ہاتھ میں پانی لیا چہرہ پر ڈالا پھر ہاتھ میں پانی لیا، دائیں ہاتھ کو دھویا پھر ہاتھ میں پانی لیا بائیں ہاتھ کو دھویا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۷۷)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی خدمت میں برتن میں پانی لایا گیا۔ آپ نے دائیں ہاتھ میں برتن سے پانی لیا۔ اور دائیں ہاتھ کو کہنیوں سے آگے تین مرتبہ دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے کہنیوں تک سے آگے تین مرتبہ تک دھویا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اولاً پانی لے کر دائیں ہاتھ کو پھر بائیں ہاتھ کو دھوئے۔ بخاری کی بعض روایت میں حضرت سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو، دو مرتبہ ہاتھ دھونا بھی مروی ہے۔ اس کا اہتمام کیا جائے کہ پانی کہنیوں تک پہنچ جائے۔ بسا اوقات جاڑوں میں کچھ سستی سے اور کچھ اعضاء کے خشک رہنے سے پانی نہیں پہنچ پاتا ہے۔ جس سے وضو نہیں ہوتا۔

دونوں ہاتھوں کے بعد سر کا مسح کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا: مکمل وضو کس طرح ہے۔ آپ خاموش رہے۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا۔ آپ نے پانی منگایا ہاتھ کو دھویا،

چہرے اور ہاتھ کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ پھر سر کا مسح کیا، پھر دونوں پیروں کو تین، تین مرتبہ دھویا پھر کپڑے کے نیچے (رومالی پر) چھینٹ مارا، پھر فرمایا یہ ہے مکمل وضو۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۱۳۸)

وضو میں سر کا مسح ایک بار سنت ہے

حضرت عثمان بن عفان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا کہ وضو کیا اور سر کا مسح ایک بار کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۴)

حضرت معوذ بن عفراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا کہ آپ وضو فرما رہے تھے اور آپ نے سر کا، اگلے پچھلے حصہ کا، دونوں کنپٹی کا، دونوں کانوں کا ایک ایک مرتبہ مسح کیا۔ (ترمذی صفحہ ۱۶)

حضرت طلحہ بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا کہ سر کا مسح ایک مرتبہ فرمایا یہاں تک کہ پیچھے گردن تک۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۳)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے آپ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آپ نے تمام اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ اور سر کا مسح ایک مرتبہ فرمایا۔ (صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ تمام اعضاء وضو کو تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ اور سر کا مسح ایک بار سنت ہے علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ سر کا مسح ایک مرتبہ سنت ہے۔ ایک سے زائد مستحب نہیں۔ بیشتر صحاح کی روایتیں ایک ہی مرتبہ مسح کے متعلق وارد ہیں۔ امام ترمذی نے بیان کیا کہ اکثر اہل علم صحابہ اسی کے قائل ہیں۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۸۶)

پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے

حضرت مقدام بن معدیکرب کی روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا جب سر کے مسح پر پہنچے تو اپنی ہتھیلی کو سر کے اگلے حصہ پر رکھا۔ اور گزارتے ہوئے گدی تک گئے۔ پھر یہاں سے لوٹے جہاں سے شروع کیا تھا (یعنی پیچھے سے آگے آگئے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۵۹)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کیا۔ سر کے شروع اور آخر کا، اور فرمایا کہ جو چاہتا ہو کہ آپ کے وضو کا طریقہ دیکھے سو دیکھے آپ ﷺ کے وضو کا یہی طریقہ تھا۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۹)

علامہ عبدالحئی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے لکھا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔ (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

علامہ عینی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا سنت ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۳۷، شامی جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

سر کا مسح دونوں ہاتھ سے کرنا سنت ہے

حضرت عبداللہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح فرمایا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۸۰، نسائی صفحہ ۳۸)

حضرت عبداللہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وضو کو نقل کرتے ہوئے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے مسح کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۱، ابوداؤد صفحہ ۱۶)

حضرت عبداللہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے (مسح کے لئے) دونوں ہاتھوں میں پانی لیا اور سر کا مسح کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۲)

ابوبکرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا دونوں ہاتھوں سے سر کے اگلے حصہ سے آخر تک پھر آخر سے آگے تک مسح کیا۔

فائدہ: ایک ہاتھ سے سر کا مسح کرنا گو پورے سر کو گھیر لے خلاف سنت ہے۔ (کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۴۰)

سر کا مسح دونوں ہاتھوں کو پیشانی کی طرف سے کرتے ہوئے پیچھے لے جائے پھر واپس لائے

مقدام بن معدیکرب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو سر کے اگلے حصہ (پیشانی کے قریب بالوں) پر رکھا اور ہاتھوں کو پیچھے گدی تک لے گئے، پھر الٹے واپس لائے جہاں سے شروع کیا تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷، سنن کبریٰ: صفحہ ۵۹)

حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا اس طرح وضو کر کے دکھاتا ہوں جس طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیا تھا چنانچہ جب انہوں نے وضو کرتے ہوئے سر کا مسح کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو سر کے اگلے حصہ پر رکھا اسے گزار کر سر کے پیچھے حصہ کی طرف لے گئے پھر ہاتھ کو مسح کرتے ہوئے آگے کی طرف لائے جہاں سے شروع کیا۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۵۹)

حضرت عبداللہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وضو کو نقل کرتے ہوئے یہ کہا ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے کے بعد دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا دونوں کو آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے آگے لائے۔ سر کے اگلے حصہ سے شروع کیا۔ گلے گدی تک لے گئے، پھر ہاتھ وہاں لوٹا کر لایا جہاں سے لے گئے تھے۔ (یعنی اگلے حصہ تک)۔ (نسائی صفحہ ۲۸)

فائدہ: خیال رہے کہ مسح کا مسنون طریقہ جو آپ کرتے تھے یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کان کے متصل سے پیشانی کی طرف واپس لاتے یعنی دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے جانا پھر پیچھے سے واپس لانا، بعض لوگ صرف آگے سے پیچھے کی طرف لے جا کر چھوڑ دیتے ہیں یہ گو جائز ہے مگر خلاف سنت طریقہ ہے۔

سر کے مسح کے لئے الگ پانی لینا مسنون ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین مرتبہ وضو میں اعضاء کو دھویا، اور سر کے مسح کے لئے نیا پانی لیا۔ (دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۹۱)

حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پانی کا برتن پیش کیا تو آپ نے فرمایا ڈالو پانی میں ڈالا آپ نے چہرہ اور ہاتھ کو دھویا پھر الگ سے ہاتھ میں پانی لیا اور اس سے سر کا مسح کیا آگے کا اور پیچھے کا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میں پانی لیا پھر ہاتھ کو جھاڑا پھر سر کا مسح کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالا پھر سر کا مسح کیا۔

(طیالسی جلد ۱ صفحہ ۲۲، کشف النقاب جلد ۱ صفحہ ۴۳۲)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے ایک دن وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کا مسح اس پانی کے علاوہ سے کیا جو آپ کے ہاتھ میں تھا یعنی نیا الگ سے پانی لیا۔ (ترمذی صفحہ ۱۶، ابن خزیمہ: جلد ۱ صفحہ ۸۰)

جاریہ بن ظفر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سر کے مسح کے لئے الگ سے نیا پانی لو۔

(طبرانی، نصب الرایہ صفحہ ۲۲، مجمع جلد ۱ صفحہ ۲۳۴)

فائدہ: علامہ یمنی کی شرح معدلبہ میں ہے کہ پورے سر کا ایک مرتبہ ایک پانی سے مسح کرنا سنت ہے۔

(شامی صفحہ ۱۲۱)

چوتھائی سر کا مسح بھی سنت ہے اور کافی ہے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے برابر سر کا مسح کیا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۴، طحاوی صفحہ ۱۸، ترمذی صفحہ ......) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضو میں صرف سر کے اگلے حصہ کا مسح کرتے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۱۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے مقدار چوتھائی سر کے برابر بھی مسح کیا ہے، اور اس مقدار کا مسح کرنا فرض ہے، اس سے کم کی گنجائش نہیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۱۷، کبریٰ صفحہ ۱۸، شامی جلد ۱ صفحہ ۹۹)

وضو میں کانوں کا مسح کرنا

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی لیا اور سر و کان کا مسح کیا۔ (بیہقی جلد ۱ صفحہ ۶۴)

حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور کان کے اوپری حصہ اور اندرونی حصہ کا مسح کیا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۵)

حضرت مقدام بن معدیکرب کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور سر کا مسح کیا اور کان کے اندرونی اور باہری حصہ کا مسح فرمایا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴، طحاوی صفحہ ۳۹)

ربیع بن معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنی انگلی کو کان کے سوراخ میں داخل کیا۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کانوں کا مسح کیا۔ دونوں شہادت کی انگلی کو اندر (سوراخ میں کیا) اور انگوٹھے کو کان کے اوپری حصہ پر۔ پس کان کے اندر اور باہر دونوں حصوں کا مسح کیا۔ (طحاوی صفحہ ۱۹، ابن ماجہ صفحہ ۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان کے اندر و باہر کا مسح کرتے اور کان کے پپوٹوں (جوڑ) کا اہتمام سے مسح کرتے۔ (طحاوی صفحہ ۲۰)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں کان سر سے ہیں اور آپ سر کا مسح ایک مرتبہ فرماتے اور کان کے جوڑوں (پپوٹوں) کا مسح فرماتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۵)

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کا طریقہ معلوم کیا، آپ نے پانی منگا کر وضو کیا۔ آپ نے دونوں انگشت شہادت کو کان میں (سوراخ) میں داخل کیا اور کان کے اوپری حصہ کا مسح انگوٹھے سے اور اندر حصہ کا مسح انگشت شہادت سے کیا۔ (طحاوی: صفحہ ۱۹)

فائدہ: کان کے اندرونی اور باہری دونوں حصے کا مسح کرنا سنت ہے۔ اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ انگشت شہادت کے پوروں کو کان میں ڈالے اور اس کے پپوٹوں جوڑوں کا مسح پورا کرے اور انگوٹھوں سے کان کے اوپری حصہ کا جو جسم کی طرف ہے مسح پورا کرے۔ (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، معارف السنن)

گردن کا مسح سنت ہے

طلحہ عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ نے سر کا مسح کیا اور گدی پر دونوں ہاتھوں کو (مسح کرتے ہوئے) پھیرا۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۰)

طلحہ بن معرف کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو سر کا مسح کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ گدی تک اور گردن کے اوپری حصہ تک پہنچ گئے۔ (طحاوی، ابوداؤ، احمد،، نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۶۳، السعایہ صفحہ ۱۷۸)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ جب وہ وضو کرتے تو گردن کا مسح کرتے اور کہتے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا، جو وضو کرے اور گردن کا مسح کرے اسے قیامت کے دن طوق نہیں پہنایا جائے گا۔

(نیل الاوطار صفحہ ۱۶۴)

موسیٰ بن طلحہ سے موقوفاً مروی ہے کہ جس نے سر کے ساتھ گردن کا مسح کیا، وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۱۷۸، تلخیص الحبیر)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ گردن کا مسح کرنا قیامت کے دن طوق سے امان کا باعث ہے۔

(السعایہ صفحہ ۱۷۸)

فَائِدَہ: گردن کا مسح کرنا مستحب ہے۔ اور اس پر آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کے احادیث و آثار ہیں۔ علامہ عبدالحئی فرنگی محلی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی قولی اور فعلی احادیث گردن کے مسح پر دلالت کر رہے ہیں پس انکار کا کوئی مطلب نہیں۔

خیال رہے کہ گو اس کے متعلق احادیث ضعیف ہیں مگر اس سے استحباب ثابت ہو جائے گا۔

”ان الندب يثبت بالحديث الضعيف كما صرح به ابن الهمام فی كتاب الجنائز من فتح القدير.“

حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے رافعی کی شرح الوجیز کی تخریج احادیث میں بسط سے کلام کرتے ہوئے اس کے استحباب کو راجح قرار دیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۷۹)

لہٰذا بدعت اور انکار کرنے والے کا قول معتبر نہیں۔ فقہا کرام نے بھی اسے مستحب قرار دیا ہے۔ تمام اصحاب متون و شروح اور اصحاب فتاویٰ معتمدہ نے بھی اسے مستحب قرار دیا ہے۔

سر کے مسح کے بعد دونوں پیروں کو دھوئے

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے نبی پاک ﷺ کے وضو کو دکھاتے ہوئے یہ کیا کہ سر کا مسح کیا پھر دونوں پیروں کو تین مرتبہ ٹخنے تک دھویا۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت معوذ بن عفراء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں پیروں کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ (ابوداؤد صفحہ ۷)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے (وضو کرتے ہوئے) سر کا مسح کیا ایک مرتبہ، پھر اپنے دائیں پیر کو تین مرتبہ

دھویا۔ پھر بائیں پیر کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر فرمایا آپ کا وضو اسی طرح تھا۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسح کے بعد اپنے دونوں پیروں کو دھوئے۔ وضو کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی گرا کر بایاں ہاتھ لگا کر دھوئے۔ (الشامی صفحہ ۱۳۰)

پہلے انگلیوں کی طرف پانی گرائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

پہلے دائیں پھر بائیں پیر کو دھوئے

حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں پیر کو دھویا اور پیر کی انگلیوں کا خلال کیا۔ اور پانی کو ٹخنے تک پہنچایا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۱)

حضرت عبد خیر نے ذکر کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے وضو کو دکھاتے ہوئے یہ کیا کہ دائیں پیر کو ٹخنے تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں پیر کو تین مرتبہ ٹخنے تک دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۸)

فائدہ: پیر کے دھونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پہلے دائیں پیر کو تین مرتبہ پھر بائیں پیر کو تین مرتبہ دھوئے۔

پیر دھونے سے پہلے پیر پر چھینٹیں مار لینا مستحب ہے

حضرت ابوالنصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا وہاں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ یہ سب دیکھ رہے تھے انہوں نے دائیں پیر پر پھر بائیں پیر پر چھینٹا مارا پھر دونوں کو تین مرتبہ دھویا۔

(کنز العمال، اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۷۷)

فائدہ: درمختار میں ہے کہ سردی کے زمانے میں دونوں پیروں کو اولاً بھگو دے۔ علامہ شامی نے بیان کیا کہ جاڑے میں تمام اعضاء کو اولاً تیل کی طرح پانی سے ملے پھر اس پر پانی بہائے گویا کہ ہر عضو کے لئے ہے۔

(الشامیہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: خیال رہے کہ گرد و غبار کی وجہ سے یا موسم سرما میں اعضا میں خشکی کی وجہ سے بسا اوقات پیر اچھی طرح دھلتا نہیں اس لئے اسباغ اور اکمال کے لئے بہتر یہ ہے کہ پیر کو اولاً چھینٹے مار کر بھگو لیا جائے پھر دھویا جائے اس میں سہولت رہتی ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۷۷)

ہاتھ اور پیر کا خلال کرنا سنت ہے

لقیط ابن صبرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں قبیلہ بنی منتفق کی جماعت کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے وضو کا طریقہ بتایئے تو آپ ﷺ نے

فرمایا وضو کو مکمل طریقہ سے ادا کرو، انگلیوں کا خلال کرو ناک مبالغہ سے صاف کرو، ہاں مگر یہ کہ تم روزہ سے ہو۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۷۶، ترمذی صفحہ ۱۶، ابن خزیمہ صفحہ ۸۷، دارمی صفحہ ۱۷۹)

مستورد بن شداد نے کہا کہ میں نے رسول پاک ﷺ کو دیکھا کہ ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال فرمارہے ہیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۷، ترمذی صفحہ ۱۶)

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وضو کیا تو پیر کی انگلیوں کا خلال تین مرتبہ کیا اور فرمایا کہ اسی طرح سے آپ ﷺ کو وضو فرماتے دیکھا تھا جیسے میں نے کیا۔ (دارقطنی صفحہ ۸۶، السعایہ صفحہ ۱۶۸)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ رسول پاک ﷺ وضو فرماتے تو انگلیوں کا خلال فرماتے، ایڑیوں کو رگڑتے اور فرماتے انگلیوں کا خلال کرو، اللہ تعالیٰ ان کے درمیان جہنم کی آگ داخل نہ کرے گا۔

(دارقطنی صفحہ ۹۵)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا انگلیوں کے درمیان خلال کرو اللہ پاک قیامت کے دن جہنم کی آگ ان کے درمیان داخل نہ فرمائے گا۔ (دارقطنی صفحہ ۹۵)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب وضو کرتے تو داڑھی کا اور انگلیوں کا خلال کرتے اور کہتے کہ آپ ﷺ اسی طرح (وضو میں) کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۳۵)

خلال کا طریقہ

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ ہاتھ اور پیر کا خلال کرنا سنت ہے اور یہ اسباغ میں جس کی تاکید ہے داخل ہے، اس سے پانی پورے طور پر اعضا میں پہنچ جاتا ہے۔ خلال کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں میں تشبیک کرے کہ ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کریں اور پیر کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی انگلی کو دائیں پیر کے دائیں انگوٹھے تک لائے پھر بائیں انگوٹھے سے شروع کرے خنصر تک لائے اس طرح دائیں سے شروع ہو کر بائیں پیر کے خنصر پر ختم ہو جائے گا۔

(شرح احیاء جلد ۱ صفحہ ۳۶۵، معارف السنن صفحہ ۱۸۴، شامی: صفحہ ۱۱۸، کبریٰ صفحہ ۳۴)

اور یہ کہ مختصر چھوٹی انگلی کو پیر کے اوپری حصے کی جانب سے داخل کیا جائے گا، نیچے تلوے کی جانب سے نہیں۔ (کذا فی الشامی صفحہ ۳۶۵)

اگر پیر کی انگلیاں بالکل چپکی اور ملی ہوئی ہوں تو خلال کے ذریعہ پانی پہنچانا فرض ہوگا۔

(کذا فی الشامیہ صفحہ ۱۱۸، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۶۵)

ٹخنے سے اوپر پنڈلی کی طرف پانی پہنچانا مستحب ہے

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ سے دائیں پیر کو تین مرتبہ دھویا اور انگلیوں کا خلال کیا۔ اور پانی کو ٹخنے سے اوپر پہنچایا۔ پھر پنڈلی کی طرف (یعنی ٹخنے سے اوپر پنڈلی کی جانب) پانی پہنچایا۔ پھر بائیں پیر میں بھی اسی طرح کیا۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۴۰)

عبداللہ الجحر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ دائیں پیر کو دھویا اور پنڈلی کی جانب تک پانی پہنچایا، پھر بائیں پیر کو دھویا اور پنڈلی کی جانب تک پانی پہنچایا۔ اور کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۷۷)

فائدہ: بہتر یہ ہے کہ ٹخنے سے کچھ اوپر تک پانی پہنچائے تا کہ قیامت کے دن یہ اعضاء زیادہ چمکیں اور روشن ہوں۔

کہنیوں سے اوپر اور ٹخنوں سے اوپر پانی پہنچانا بہتر ہے

نعیم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا وضو کیا چہرہ کو دھویا۔ خوب اچھی طرح دھویا۔ پھر دائیں ہاتھ کو دھویا (کہنی کے اوپر) بازو تک پہنچایا۔ اسی طرح بائیں ہاتھ کو دھویا۔ پانی بازو تک پہنچایا۔ پھر سر کا مسح کیا۔ پھر دائیں پیر کو دھویا۔ پنڈلی کی جانب تک پانی پہنچایا۔ پھر بائیں پیر کو دھویا تو پنڈلی تک پانی پہنچایا۔ پھر کہا میں نے اسی طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قیامت کے دن وضو سے چمکو گے۔ بس تم میں سے جو اپنے اعضاء کو زیادہ چمکا سکے وہ (تھوڑا) زیادہ کر لے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۶)

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہ وضو کے مقامات قیامت کے دن چمکیں گے اعضاء کو واجب حد سے زائد دھوتے تھے، ہاتھ میں کہنی سے آگے اور پیر میں ٹخنے سے اوپر تک پانی پہنچاتے تھے تا کہ اوروں کے مقابلہ میں ہمارے اعضاء زائد چمکیں۔ حدیث مذکورہ کے پیش نظر بہتر اور مستحب ہے کہ کچھ زائد دھوئے، اگر سردی کے زمانہ میں نہ ہو سکے تو گرمی کے زمانہ میں کچھ زائد دھوئے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسا اوقات گرمی میں ہاتھ بغل تک دھوتے تھے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۷)

علامہ نووی نے اسے مستحب قرار دیا ہے خواہ کچھ زیادہ کرے یا ہاتھ اور پیر میں نصف سے زائد یا نصف تک پانی پہنچا دے تو اس فضیلت کا پانے والا ہوگا۔ احناف کے نزدیک اور شوافع کے نزدیک مستحب ہے اعلاء السنن میں اس کے استحباب پر باب قائم کیا ہے۔ (صفحہ ۱۷)

درمختار نے اسے آداب وضو میں شمار کیا ہے۔ (الشامی جلد ا صفحہ ۱۳۰)

پیر کے دھونے میں اہتمام سے پانی پہنچانے کی تاکید

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم لوگ مکہ سے مدینہ کی جانب واپس آرہے تھے راستہ میں پانی کے مقام پر پہنچے وہ جلدی جلدی وضو کرنے لگے ان کو نماز عصر کی جلدی تھی، ایڑیوں میں پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے خشکی سے وہ نمایاں ہو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: وضو مکمل ٹھیک سے ادا کرو، ایسی ایڑیوں پر جہنم کی وعید ہے، وضو ٹھیک سے کرو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۹، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا جس کی ایڑی نہیں دھلی تھی تو آپ نے فرمایا ہلاکت ہو ایسی ایڑیوں پر (نہ دھلنے کی وجہ سے) جہنم کی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۶۹)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے پیر میں نہ دھلنے کی وجہ سے خشکی دیکھی تو فرمایا: ایسی ایڑیوں پر جہنم کی وعید۔ (طحاوی صفحہ ۲۳)

فائدہ: عموماً پیر میں گرد وغبار کی وجہ سے یا خشکی کی وجہ سے ذرا اہتمام نہیں ہوتا غفلت ہو جاتی ہے تو ایڑیاں خشک رہ جاتی ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سخت تاکید فرمائی کہ اعضاء وضو خصوصاً پیروں پر پانی اہتمام سے پہنچاؤ خشکی نہ رہ جائے کہ عموماً ذرا بے توجہی سے ایڑیاں اور کہنیاں خشک رہ جاتی ہیں۔

ویل یا تو جہنم کی ایک وادی ہے جس میں ایسی ایڑیوں کو یا ایڑی والوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا، ظاہر یہ ہے کہ جب وضو صحیح نہ ہوگا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ایڑیوں پر جہنم کی سزا سنائی، تاکہ لوگ پیر کے دھونے میں ایڑیوں کا خیال رکھیں۔

وضو کے بعد پاجامہ یا لنگی پر شرم گاہ کی جگہ چھینٹا مارنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے پاس حضرت جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا اے محمد وضو کر چکو تو چھینٹا مارو۔ (ترمذی)

حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر تشریف لائے تو وضو اور نماز بھی بتایا، جب وضو سے فارغ ہوئے تو ایک چلو پانی لیا اور شرم گاہ پر چھینٹا مارا۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۱۱۱)

فائدہ: متعدد روایتوں میں وضو سے فراغت پر شرم گاہ پر چھینٹے مارنے کا ذکر ہے، بعض روایت میں اسے فطرت ''دین'' بھی کہا گیا ہے۔ ارباب حدیث نے اس کے استحباب پر باب قائم کیا ہے، یہ شیطانی وسوسہ کے دور کرنے کے لئے ہے۔ (معارف جلد ا صفحہ ۱۹۹)

یعنی یہ وسوسہ ہو کہ پیشاب کا قطرہ ٹپکا ہے تو یہ کہے کہ پانی کا اثر ہے، مگر خیال رہے کہ ضعف مثانہ کی وجہ

سے اگر قطرہ واقعی ٹپکا ہو اور ٹپک گیا ہے تو پھر سرے سے وضو کرنا ہوگا، یہ چھینٹا مارنا کافی نہ ہوگا اسی حال میں نماز پڑھ لے گا تو نماز ہی نہ ہوگی۔ (معارف السنن صفحہ ۱۹۹)

وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پینا

حضرت حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے وضو کیا اور وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پیا، میں نے تعجب کیا۔ مجھے دیکھا اور کہا تعجب مت کرو۔ میں نے رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا جو میں نے کیا۔ (نسائی صفحہ ۲۸، طحاوی صفحہ، سبل صفحہ ۴۵)

نزال بن سبرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر میدان کی جانب نکلے، برتن منگوایا جس میں پانی تھا، آپ نے کلی کیا ناک میں پانی ڈالا، ہاتھ منہ دھویا، سر کا مسح کیا اور پیر دھویا پھر اس کے باقی پانی کو کھڑے ہو کر پیا۔ فرمایا لوگ کھڑے ہو کر پینا مکروہ سمجھتے ہیں۔ جس طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کیا تھا میں نے بھی اسی طرح کیا۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۰۱، کشف النقاب جلد ا صفحہ ۵۳۸)

الوحید کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا وضو کیا، اپنی ہتھیلی کو دھویا، چہرہ کو تین مرتبہ دھویا اور سر کا مسح کیا، پھر پیروں کو ٹخنے تک دھویا، پھر کھڑے ہوئے اور وضو کا باقی ماندہ پانی کھڑے ہو کر پیا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۸)

امام بخاری نے بھی وضو کے باقی ماندہ پانی کو صرف پینے کا ذکر کیا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۱) وضو کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے کی متعدد روایتیں کتب میں بسند صحیح حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد جلد ا، صفحہ ۱۶، نسائی جلد ا صفحہ ۲۸، بیہقی جلد ا صفحہ ۷۵، ترمذی، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۸، طحاوی صفحہ ۲۰، مصنف ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۰، مسند احمد جلد ا صفحہ ۱۲۷ تا ۱۵۷۔ میں اس کا ذکر ہے ''اعلاء السنن'' میں اس پر استحباب کا باب قائم کیا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۷۵)

علامہ شامی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ سراج کے حوالے سے ہے: ''ولا یستحب الشرب قائما الا فی ہذین الموضعین'' (فضل وضو اور ماء زمزم) ''الا ان یقال یفید الندب فی فضل الوضوء. ما اخرجہ الترمذی فی حدیث علی'' جلد ا صفحہ ۱۳۰۔ علامہ عبدالحیٔ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے السعایہ میں بھی اسے آداب وضو میں شمار کرایا ہے۔ ''ان یشرب فضل وضوئہ بعد الفراغ منہ قائماً'' اور اس پر جمہور کا اتفاق نقل کیا ہے۔ ''وہذا مما اتفق علی تجویزہ الجمہور، واختلفوا فی الشرب قائماً ما سواہ'' (السعایہ صفحہ ۱۸۶)

علامہ شامی نے وضو کے باقی ماندہ پانی کا پینا امراض میں باعث شفا بیان کیا ہے۔ شیخ عبدالغنی نابلسی جو

جلیل القدر مشائخ میں ہیں اسے شفاء امراض میں مجرب ذکر کیا ہے۔ ”ومما جربته انی اذا اصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فیحصل لی الشفاء“ (شامی جلد صفحہ ۱۳۰)

وضو کے بعد ہاتھ منہ کے پانی کو جھاڑنا منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم وضو کرو تو اپنے ہاتھوں سے (وضو کے پانی کو) مت جھاڑو کہ یہ شیطان کا پنکھا ہے۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۷، ابن حبان فی ضعفاء)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وضو کرنے کے بعد وضو کا پانی جو ہاتھ منہ میں ہے اسے ہاتھوں سے نہ جھاڑے کہ مبادا بغل میں کسی آدمی کو پڑ جائے اور تکلیف کا باعث ہو۔ اسے یونہی چھوڑ دے کہ خشک ہو جائے یا کپڑے سے خشک کرے اس کی اجازت ہے۔

علامہ زبیدی نے شرح احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ علامہ نووی نے روضہ میں لکھا ہے کہ ایسا کرنا کہ اعضاء سے پانی دور ہو جائے اور نہ کرنا دونوں درست ہے۔ ایک قول ہے کہ مکروہ ہے۔ ایک قول ہے کہ ترک اولیٰ ہے، یعنی پانی چھوڑ دینا۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

خیال رہے کہ اگر کسی پر پانی کے چھینٹوں کے پڑنے کا احتمال ہو تو اعضاء نہ جھاڑے، اگر کسی سردی کا زمانہ ہو اور یا کسی پر پانی کے پڑنے کا احتمال نہ ہو پھر اعضاء سے پانی جھاڑنا درست ہے۔

اعضاء وضو کو تین مرتبہ سے زائد دھونا منع ہے

عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ ایک بادیہ نشین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور وضو کے متعلق معلوم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین، تین مرتبہ وضو (اعضاء غسل کو) کر کے دکھایا اور فرمایا، جس نے اس سے زائد کیا اس نے برا کیا۔ تعدی اور ظلم گناہ کا کام کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۷۹، ابن ماجہ صفحہ ۳۴، طحطاوی)

فائدہ: اعضاء وضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے، اس سے زائد دھونا خلاف سنت ممنوع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ظلم تعدی اور گناہ کا کام کہا اس لئے کہ وہ شریعت کے حدود سے تجاوز کر گیا، اور حدود شریعت کی رعایت واجب ہے۔ تین مرتبہ پر اطمینان ہو جانا ایمان کی شان ہے۔ تین سے زائد دھونا بدعت ہے۔ (السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

ہاں البتہ وضو سے فارغ ہو کر دوبارہ وضو کرنا، اس اعتبار سے کہ وضو پر وضو کرنا نور ہے، مکروہ نہیں ہے۔

(السعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

ہاتھ میں انگوٹھی ہو تو وضو کرتے وقت اسے حرکت دے

حضرت ابو رافع کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو انگوٹھی کو حرکت دیتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۷)

امام بخاری نے ذکر کیا کہ ابن سیرین رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ وضو کرتے وقت انگوٹھی کی جگہ دھوتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹)

حضرت ارزق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کو دیکھا کہ جب وہ وضو کرتے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے۔

فَائِدَہ: خیال رہے کہ انگوٹھی کی وجہ سے بسا اوقات انگلی کی کھال پر پانی نہیں پہنچ پاتا، اگر انگوٹھی ذرا تنگ ہو تو پھر پانی پہنچنا مشکل ہو جاتا ہے، اس لئے انگوٹھی کو حرکت دینا ضروری ہے۔

عمدۃ القاری میں ہے کہ اگر انگوٹھی ڈھیلی اور کشادہ ہو تو ہاتھوں میں انگوٹھی کا گھما لینا کافی ہے کہ پانی اس میں چلا جائے گا۔ (جلد۳ صفحہ ۳۴)

وضو میں اعضاء کو رگڑ کر دھونا چاہئے

حضرت مستورد بن شداد رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا جب وضو فرماتے تو پیر کی انگلیوں کو ہاتھوں کی چھوٹی انگلی سے رگڑتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰)

حضرت عبداللہ بن زید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو وضو کرتے دیکھا کہ دونوں ہاتھوں کو رگڑ کر دھویا۔ (کشف النقاب جلد ا صفحہ ۵۴۵، مسند طیالسی)

فَائِدَہ: عموماً انگلیوں کے درمیان خشکی کی وجہ سے پانی نہیں پہنچتا اور وضو ناقص رہ جاتا ہے اسی وجہ سے آپ اس کا اہتمام فرماتے کہ جوڑوں کے درمیان رگڑ کر دھوتے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وضو فرماتے، انگلیوں کا خلال فرماتے اور ایڑیوں کو رگڑ کر دھوتے۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۹۵، سبل صفحہ ۴۲)

فَائِدَہ: ایڑیوں میں سختی اور خشکی ہوتی ہے اس لئے اہتمام اور تاکید سے رگڑ کر پانی پہنچانا چاہئے، اگر خشکی کی وجہ سے انگلیوں کے باہم ملنے کی وجہ سے پانی کا جوڑوں میں پہنچنا مشکل ہو تو رگڑ کے ذریعہ اور خلال کر کے پانی کا پہنچانا واجب ہے ورنہ وضو نہ ہوگا۔

خصوصاً جاڑے کے زمانے میں اعضاء میں خشکی ہوتی ہے۔ انگلیوں سے مل مل کر پانی پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ ذرا سی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے وضو اور نماز دونوں صحیح نہیں ہو پاتے۔

ام عمارہ بنت کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کہتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وضو کا ارادہ کیا تو قریب دو تہائی پانی لایا گیا۔ اور مجھے یاد ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا، اور رگڑا، اور کان کے اندرونی حصہ کا مسح کیا۔

(نسائی، السعایہ جلد ا صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: وضو کے اعضاء کو رگڑ کر اور مل کر دھونا سنت ہے۔ (السعایہ)

عموماً اعضاء پر گرد و غبار رہنے سے اور خاص کر جاڑے میں اعضاء خشک رہتے ہیں، پانی کھال پر اچھی طرح نہیں پہنچ پاتا تو رگڑنا واجب اور ضروری ہوگا تا کہ پوری طرح پانی پہنچ جائے اور گزر جائے، اس لئے جاڑے میں انگلیوں کے جوڑوں میں پانی پہنچانے کے اہتمام میں رگڑنا ضروری ہے۔ بعض لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

اگر وضو میں کچھ چھوٹ جائے تو اسے دھونا واجب ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کے بعد آیا اس کے پیر کے ناخن کے برابر کچھ باقی رہ گیا تھا، دھلا نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جاؤ اچھی طرح وضو کرو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۸۳)

خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، اور اس کے پیر پر خشکی تھی پانی نہیں پہنچا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دوبارہ وضو کرنے اور نماز کے لوٹانے کا حکم دیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۸۳)

فائدہ: بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وضو اور غسل میں کچھ چھوٹ جاتا ہے وضو میں عموماً کہنیوں میں ہوتا ہے کہ پانی پہنچنے سے رہ جاتا ہے اور پیر میں ایڑیوں میں ایسا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں وضو کے اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ صرف اسی مقام کو دھو لینا واجب ہے۔ خیال رہے کہ صرف پانی مل لینا کافی نہیں ہے پانی کا بہانا ضروری ہے۔ جاڑے میں ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔ ایڑیوں کے خشک رہ جانے پر حدیث پاک میں بہت وعید ہے۔

ایڑیوں کے خشک رہ جانے پر جہنم کی وعید

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایڑیوں کے خشک رہ جانے والوں پر جہنم کی ہلاکت ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سفر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے اعلان کروایا، ایڑیوں کے خشک رہ جانے والوں پر جہنم کی ہلاکت ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو لوگ وضو میں پانی پہنچانے کا اہتمام نہیں کرتے، جلدی جلدی وضو کر کے نماز کے لئے دوڑتے ہیں۔ کسی عضو کے خشک رہ جانے کی وجہ سے جب وضو صحیح نہیں تو نماز صحیح نہیں۔ اور جب نماز صحیح نہیں تو جہنم کی وعید اور اس کا استحقاق۔

پانی کی کمی یا جلدی یا اور کسی وجہ سے اعضاء وضو کو ایک ایک مرتبہ دھونا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وضو میں ایک ایک مرتبہ (اعضاء کو) دھویا۔ (بخاری صفحہ، ترمذی صفحہ)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ایک ایک مرتبہ دھوتے ہوئے دیکھا۔ (ترمذی صفحہ، طحاوی صفحہ ۱۷)

فَائِدَہ: وضو میں ہر عضو کو سوائے سر کے مسح کے تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ مگر بعض اوقات آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اعضاء کو ایک مرتبہ بھی دھویا۔ لہٰذا پانی کی قلت ہو۔ تین، تین مرتبہ دھونے سے دوسری ضرورتوں میں حرج ہو یا وقت کی تنگی ہو۔ مثلاً سفر کے وقفہ میں وضو کر کے جلدی سے نماز پڑھنا ہے تو ایسے موقع پر ایک ایک مرتبہ عضو دھونے پر اکتفا کر کے جلدی سے نماز پڑھنا ہے تو ایسے موقع پر ایک ایک مرتبہ عضو دھونے پر اکتفا کر لیا تو خلاف سنت نہیں اور نہ کوئی کراہت و قباحت ہے۔

وضو میں اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے وضو کیا اور اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ (ترمذی صفحہ)

حضرت ابو مالک اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تین، تین مرتبہ وضو فرماتے (یعنی اعضاء وضو کو تین، تین مرتبہ دھوتے)۔ (ابن ماجہ صفحہ)

حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ انہوں نے وضو کیا اور تمام اعضاء کو تین، تین مرتبہ دھویا۔ اور فرمایا کہ اسی طرح آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیا۔ (بخاری صفحہ ۲۷)

فَائِدَہ: وضو میں تمام اعضاء کا تین، تین مرتبہ دھونا سنت ہے، اور ایک مرتبہ سر کا مسح کرنا۔ یہ حضرات انبیاء کرام اور تمام صحابہ عظام کا طریق ہے۔ تین مرتبہ سے زائد دھونا خلاف سنت ہے۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے زائد دھونے سے منع فرمایا ہے۔ اور ایسے شخص کو ظالم فرمایا ہے، عموماً زائد دھونا وسوسہ کی وجہ سے ہوتا ہے جو ممنوع ہے۔

وضو میں زائد پانی بہانا منع ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سعد کے پاس سے گزرے وہ وضو کر رہے تھے، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ یہ کیسا اسراف ہے، انہوں نے کہا کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: ہاں اگرچہ تم بہتے دریا پر کیوں نہ ہو۔ (ابن ماجہ صفحہ)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، ارے پانی زیادہ مت خرچ کرو، پانی زیادہ خرچ مت کرو۔ (ابن ماجہ صفحہ)

ہلال بن یساف کہتے ہیں کہ ہر شئے میں اسراف ہے یہاں تک کہ پاکی وطہارت کرنے میں اگرچہ نہر کے کنارے کیوں نہ ہو۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۹۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں ایک جماعت پیدا ہوگی جو طہارت اور دعاء میں زائد تجاوز کر جائے گی۔ (ابوداؤد صفحہ)

فائدہ: اسراف کا مفہوم ضرورت سے زائد بلا کسی وجہ سے اور خاص نفع کے خرچ کرنا ہے۔ کھانے کا اسراف یہ ہے کہ پیٹ بھرا ہے پھر بھی کھانے پر لگا ہے۔ مکان اور تعمیر کا اسراف یہ ہے کہ ضرورت کے موافق مکان ہے پھر بھی بلا ضرورت کمرہ پر کمرہ بنا رہا ہے۔ اسی طرح پانی کا اسراف یہ ہے کہ ضرورت سے زائد پانی بہاتا جا رہا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ انسانی ضرورت کی تمام چیزیں خدا کی نعمت ہیں۔ ضرورت سے زائد خرچ کرنا اس کا ضیاع ہے جو درست نہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ نلوں سے وضو کرتے ہیں عموماً پانی بہنا چھوڑ دیتے ہیں اور وضو کرتے رہتے ہیں یہ بھی اسراف ہے، جو ممنوع ہے۔ ہاں گرمی کے زمانے میں پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے بدن پر، اعضاء جوارح پر پانی بار بار گرانا، یہ اسراف نہیں۔ تبرید کی نیت سے پانی کا بار بار بدن پر گرانا درست ہے۔ السعایہ میں علامہ عبدالحئ فرنگی نے وضو میں اسراف کو حرام قرار دیا ہے۔ (السعایہ صفحہ ۱۸۴)

وضو میں دوسرے سے مدد وتعاون حاصل کرنا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عرفہ سے کوچ کیا اور وادی کی جانب آئے تو قضائے حاجت فرمائی، اس کے بعد میں نے آپ پر وضو کا پانی ڈالا یعنی وضو کرایا۔ اور میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نماز پڑھیں گے، تو آپ نے فرمایا نماز آگے پڑھیں گے۔ (بخاری صفحہ)

فائدہ: اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت اسامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پانی ڈال رہے تھے، اور آپ وضو کے اعضاء کو دھو رہے تھے۔

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں سفر میں اور حضر میں وضو کا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالا کرتا تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۲، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۶)

ام عیاش رقیہ کی باندی کہتی ہیں کہ میں کھڑی ہو کر آپ کو وضو کرا رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۳۲، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۶۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت (پاخانہ) کے لئے نکلے،

واپس تشریف لائے تو میں نے پانی پیش کیا، میں نے آپ ﷺ پر پانی ڈالا۔ آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا، چہرہ دھویا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۲)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ وضو وغیرہ کے موقع پر حسب ضرورت وموقعہ پر پانی انڈیلوائے۔ یا ناسازئ طبع یا سفر کی تکان کی وجہ سے اگر کوئی پانی اعضاء وضو پر ڈالے یا کبھی کوئی محبت وعقیدت یا تنگئ وقت کے پیشِ نظر ایسا کرے تو درست اور جائز ہے۔ تاہم ہمیشہ اور بلا کسی خاص ضرورت کے ایسا کرنا منع ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں بعض موقع پر اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں اعانت علی الوضوء کی تین صورتیں ہیں ① پانی وغیرہ لانا اور پیش کرنا اس میں کوئی کراہت نہیں۔ ② اعضاء کے دھونے میں مدد کرنا یعنی ہاتھ لگانا یہ مکروہ ہے۔ ③ پانی ڈالنا، یہ مکروہ ہے اور بعض صورتوں میں جائز ہے۔ (عمدہ القاری جلد۳ صفحہ ۶۰)

حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے تیسری شکل جائز خلافِ اولیٰ ہے۔ (جلد اصفحہ ۲۸۵)

حضرت علی وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک قول میں ہے کہ وضو میں کسی کی اعانت مکروہ سمجھتا ہوں۔

(عمدۃ القاری جلد۳ صفحہ ۶۰)

خیال رہے کہ بعض صورتوں میں اعانت کی ممانعت اور کراہیت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ پر پانی ڈالنے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ میں وضو میں کسی کی اعانت قبول نہیں کرتا۔ علامہ عینی نے البنایہ میں ذکر کیا ہے کہ وضو کے سلسلے میں کسی سے تعاون نہ لے۔

(السعایہ صفحہ ۱۸۶)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کسی نے وضو میں خدمت کرنی چاہی تو روک دیا اور فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب کو وضو کرتے دیکھا تو خدمت کے لئے آگے بڑھا، تو مجھے روکتے ہوئے فرمایا، اے! علی میں وضو وغیرہ میں کسی کا تعاون پسند نہیں کرتا۔ ادھر دوسری جانب صحاح میں آپ ﷺ کا وضو میں مدد لینا متعدد صحابہ سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ "انه عليه السلام استعان بأسامة"

(السعایہ صفحہ ۱۸۶)

ان جیسی متعارض روایتوں کا جواب علامہ عبدالحئ فرنگی محلی نے نہایت ہی بسط اور تفصیل کے ساتھ السعایہ میں دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1. آپ ﷺ سے عدم استعانت کی روایت ضعیف ہے۔ استعانت والی روایت اس کے معارض نہیں ہو سکتی۔
2. کراہیت پانی وغیرہ لانے اور اعضاء پر ڈالنے متعلق نہیں ہے بلکہ ہاتھ لگا کر دھونے اور ہاتھ لگا کر مسح

کرنے کے متعلق ہے۔

۳ بلا ضرورت پانی وغیرہ نہ ڈلوائے تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔ فقہائے کرام نے بھی اس کی گنجائش دی ہے۔ چنانچہ تاتارخانیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ دوسرے سے تعاون حاصل کرے تو جائز ہے۔ (السعایہ جلدا صفحہ ۱۹۰)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی طیب قلب محبت کے ساتھ خدمت کرے تو کوئی حرج نہیں۔ بکثرت احادیث میں بغیر طلب پانی کے پیش کرنے اور ڈالنے کا ذکر ہے۔ (جلدا صفحہ ۱۲۶)

دعاء کے لئے وضو کرنا مستحب ہے

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ مقام حرہ، حضرت سعد بن وقاص کے سقیا (پانی کی جگہ) پہنچے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو کے لئے پانی لاؤ، چنانچہ آپ وضو سے فارغ ہوئے تو قبلہ رخ متوجہ ہوئے، پھر تکبیر کی، پھر فرمایا ہمارے والد ابراہیم آپ کے بندے اور خلیل تھے انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی میں محمد ہوں۔ آپ کا بندہ آپ کا رسول ہوں، میں ال مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ آپ ان کے مد میں صاع میں برکت عطا فرمائیں۔ اسی طرح جس طرح اہل مکہ کے لئے عطا فرمائی ہے برکت کے ساتھ دو برکتیں۔ (یعنی مکہ کے مقابلے میں دوگنی برکتیں)۔ (ابن خزیمہ جلدا صفحہ ۱۰۶)

فائدہ: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اہل مکہ کے لئے دعا فرمائی تھی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لئے دعا فرمائی کہ ان کے وزن اور ان کی چیزوں میں مکہ کے مقابلے میں دوگنا برکت ہو۔ اسی حدیث کے پیش نظر بعض علماء نے بیان کیا کہ مکہ کی عبادت کے مقابلے میں (حرم چھوڑ کر) مدینہ منورہ کی عبادت کا دوگنا ثواب ہے۔ اس دعا کے پیش نظر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر نے مجھ سے کہا کہ میرا سلام میرے لئے دعاء مغفرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کردینا چنانچہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی چارپائی پر تشریف فرما تھے، جس کے نشان جسم اطہر پر نمایاں تھے، میں نے انکا سلام اور دعاء پیش کردی، تو آپ نے پانی منگایا، وضو کیا اور دعاء کی کہ اے اللہ ابو عامر کی مغفرت فرما۔ اور اسے قیامت میں لوگوں سے فائق و بلند فرما۔ (مسلم جلد۲ صفحہ ۳۰۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دعاء سے قبل وضو کرنا بہتر اور مستحب ہے۔ خیال رہے کہ یہ اتفاقی اور ان دعاؤں کے لئے ہے جو کسی وقت کے لئے خاص نہیں، رہی وہ دعائیں جو اوقات کے اور احوال کے تابع ہیں جیسے پاخانہ پیشاب، بازار آنے جانے وغیرہ کی دعائیں ان سے قبل وضو ثابت نہیں۔ اور نہ اہتمام سے وضو کرے کہ غیر ثابت اپنی جانب سے کرنا بدعت ہے۔

کن امور کے لئے وضو کرنا مستحب اور ادب و باعث فضیلت ہے

علماء محققین وفقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان امور کو ادا کرنے سے قبل وضو کرنا مستحب ہے اور فضیلت و ثواب قرار دیا ہے۔

❶ دعاء سے قبل۔ (حدیث)

❷ سونے سے قبل (حدیث) جنبی کے لئے کھانے پینے سے قبل۔

❸ جنبی کے لئے سونے سے قبل۔ (حدیث)

❹ جنابت میں غسل کی تاخیر میں۔ (حدیث)

جنابت کے بعد ہمبستری کے لئے۔ (حدیث)

نیند سے بیدار ہونے کے وقت۔ (طحطاوی)

❶ ہر نماز کے آغاز میں جب کہ پہلے سے باوضو ہو تو وضو کرنا، یعنی تجدید وضو کے ساتھ نماز پڑھنا مسنون و مستحب ہے (حدیث)

❷ قرآن کی تلاوت سے قبل (جب کہ زبانی پڑھے) اگر دیکھ کر پڑھے اور قرآن کو چھوئے تو پھر وضو واجب ہے)

❸ حدیث پاک کے سبق اور اس کی روایت کے لئے۔ (طحطاوی)

❹ خطبہ نکاح سے قبل۔

❺ قبر اطہر کی زیارت سے قبل۔

❻ مسجد نبوی میں داخل ہونے سے قبل۔

❼ وقوف عرفہ کے لئے۔

❽ سعی بین الصفا والمروہ کے لئے۔

❾ غصہ آنے کے وقت۔ (حدیث)

❿ جنازہ اٹھا کر آنے کے بعد۔ (طحطاوی صفحہ ۴۷)

⓫ غیبت اور ہر گناہ کے بعد۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۴۶)

ان موقعوں پر وضو کرنا مستحب اور آداب میں داخل ہے۔

باوضو مسجد جانے کی فضیلت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان اچھی طرح (سنت و

مستحبات کے رعایت کرتے ہوئے) وضو کرتا ہے پھر نماز کے لئے (مسجد) جاتا ہے تو اس کے لئے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ حضرات صحابہ فرماتے ہیں اس وجہ سے ہم لوگ چلنے میں چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہیں۔ (مسند طیالسی جلد ا صفحہ ۴۰، ابن ماجہ صفحہ ۵۶)

فائدہ: متعدد احادیث میں اس کی فضیلت مذکور ہے کہ باوضو مسجد جانے پر ہر قدم پر گناہ کی معافی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے۔ باوضو جانے کا کتنا عظیم ثواب ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا: مسجد سے دور رہنے والے ثواب زیادہ پانے والے ہوں گے۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸۲)

باوضو گھر سے مسجد جانے پر حج کا ثواب

حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے گھر سے باوضو فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف نکلتا ہے اس کا ثواب اس حاجی کے مانند ہوتا ہے جو احرام کی حالت میں ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۸۲)

فائدہ: دیکھئے باوضو مسجد جانے کا کتنا عظیم ثواب ہے کہ حالت احرام میں جو حجاج کرام کو ثواب ملتا ہے وہ اسے ملتا ہے، اسی وجہ سے باوضو مسجد جانا اللہ کے برگزیدہ بندوں کی عادت ہے۔ ایک حدیث میں اسے مہمان خدا کہا گیا ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۱۴)

فائدہ: یعنی ایسا بندہ خدا کی نگاہ میں مکرم ہوتا ہے۔

گھر سے باوضو چلنے والے کو چلتے ہی نماز کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی باوضو گھر سے چل کر مسجد آتا ہے تو وہ گویا نماز میں ہوتا ہے۔ (ترغیب صفحہ ۲۰۶)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ باوضو مسجد جانے میں جو وقت صرف ہوتا ہے اس میں نماز کا ثواب پاتا ہے، جیسے مسجد میں نماز کا انتظار کرنے سے نماز کا ثواب ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں وضو کرنے سے افضل گھر میں وضو کرنا ہے۔ افسوس کہ آج لوگ مسجد میں وضو کے عادی ہوگئے ہیں اور گھر سے باوضو جانے کی فضیلت کھو بیٹھے ہیں۔

باوضو مسجد جانے پر ہر قدم پر دس نیکیاں

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی پاکی حاصل کرتا ہے (باوضو) مسجد جاتا ہے نماز کے لئے تو لکھنے والے فرشتے) اس کے لئے ہر قدم پر دس نیکیاں لکھتے ہیں۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۳۷۴)

فائدہ: اس حدیث پاک میں باوضو مسجد کی طرف نماز کے لئے جانے پر ہر قدم پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس

لئے باعث ثواب وفضیلت یہ ہے کہ وضو کر کے نماز کے لئے نکلے۔ بسا اوقات مسجد میں وضو کی پریشانی ہو جاتی ہے اس کا بھی یہی حل ہے۔

ہر قدم پر صدقہ کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قدم مسجد کی جانب اٹھے اس میں صدقہ کا ثواب ہے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۷۵)

باوضو مسجد جانے پر خدا کو حد درجہ خوشی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے وضو کرتا ہے، ذرا اچھی طرح وضو کرتا ہے۔ کامل وضو (سنتوں کی رعایت کے ساتھ) پھر نماز ہی کے واسطے مسجد آتا ہے تو اس سے اللہ پاک اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح کوئی اپنے غائب کے آنے سے خوش ہوتا ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۳۲۴)

فائدہ: یہ اللہ کی محبت کی بات ہے کہ اس نے اس کی عبادت کا اہتمام کیا۔

باوضو نماز کے لئے جانے پر فرشتوں کی دعاء مغفرت ورحمت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی وضو کر کے نماز کے لئے مسجد کی جانب آتا ہے تو جب تک نماز کے انتظار میں رہتا ہے نماز کا ثواب پاتا ہے اور جب تک وہ نماز پڑھ کر اس جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لئے، اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اے اللہ اس پر رحم فرما، اس کی توبہ قبول فرما۔ دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۸۰)

فائدہ: اس حدیث پاک میں باوضو آنے اور پھر نماز کے بعد باوضو بیٹھے رہنے کی یہ فضیلت ہے۔ اس قسم کے اور بھی فضائل ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

سخت سردی اور ٹھنڈک کے زمانہ میں وضو کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گناہوں کو دھونے والی چیز مشقت کے موقعہ پر (ٹھنڈک میں) وضو کرنا، مساجد کی جانب قدم کا بڑھانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ہے۔ یہی گناہ سے بچنے کی سرحد اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۸، ابن ماجہ صفحہ:، ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۶۲۸)

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جو گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں صحابہ نے کہا ہاں! اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشقت اور تکلیف کے موقعہ پر وضو کو مکمل طور پر ادا کرنا مسجد کی طرف قدم کا زائد اٹھانا (یعنی

دور سے آنا) اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک کی خواب میں بہترین صورت میں زیارت ہوئی تو اللہ پاک نے مجھے آواز دی اے محمد! میں نے کہا لبیک وسعد یک حاضر ہوں اے اللہ۔ کہا یہ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا مجھے نہیں معلوم، تو اللہ پاک نے دست مبارک کو میرے کندھے پر رکھا جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے سینہ میں محسوس کیا اور میں نے مشرق ومغرب کی چیزوں کو جان لیا پھر فرمایا اے محمد! میں نے کہا، حاضر۔ کہا بتاؤ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں میں نے کہا درجات کس سے بلند ہوتے ہیں اور گناہ کس سے معاف ہوتے ہیں اس کے بارے میں اور جماعت کی جانب جو قدم اٹھتے ہیں اور مشقت کے موقعہ پر اچھی طرح وضو کرنے اور نماز کے انتظار کے ثواب میں (یہ جھگڑ رہے ہیں) جو اس کی حفاظت کرے گا خیر وعافیت کے ساتھ رہے گا اور موت اچھی طرح ہوگی اور گناہ سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۵۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باعث کفارہ ہیں، تین باعث درجات ہیں، تین باعث نجات ہیں اور تین مہلکات ہیں۔ بہر حال تین باعث کفارہ امور وضو کو تکلیف اور مشقت کے وقت میں مکمل طور پر ادا کرنا، نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا اور جماعت کے لئے قدموں کا اٹھنا۔ اور وہ جس سے درجات بلند ہوتے ہیں وہ کھانا کھلانا، سلام رائج کرنا، اور رات میں نماز پڑھنا جب سب لوگ سو رہے ہوں، اور بہر حال نجات دینے والی چیزیں، سو وہ غصہ اور خوشی کے موقعہ پر انصاف کرنا، مالداری اور غربت میں اعتدال سے رہنا اور اچھی اور کھلی باتوں میں خدا سے ڈرنا ہے۔ اور بہر حال ہلاک کرنے والی چیزیں وہ یہ ہیں۔ بخل جس کی اطاعت کی جائے، خواہش جس کی اتباع کی جائے اور خود پسندی (بزار، بیہقی، ترغیب جلد۱ صفحہ ۲۸۶)

طارق بن شہاب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس سلسلے میں جھگڑ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی کے اعمال کے سلسلے میں۔ بہر حال درجات کی بلندی کے اعمال تو وہ کھانا کھلانا، سلام کو عام کرنا اور لوگ سو رہے ہوں اس وقت نماز پڑھنا۔ اور گناہوں کے معافی کے اعمال مشقت اور تکلیف کے موقعہ پر وضو کرنا جماعت کے لئے قدم اٹھانا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا ہے۔ (کشف النقاب صفحہ، مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ ۲۴۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے وضو کو سخت سردی کے زمانہ میں اچھی طرح ادا کیا اسے دوگنا ثواب ہوگا (ایک وضو کا دوسرے مشقت کے برداشت کرنے کا)۔

(مجمع الزوائد جلد۱ صفحہ ۲۴۲)

فَائِدَہ: ان احادیث میں مشقت اور تکلیف کے موقعہ پر وضو کو مکمل طور پر ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مشقت کا مطلب ملاعلی قاری نے بیان کیا ہے: مثلاً سردی کا زمانہ ہے پانی سرد ہے، سردی کی وجہ سے طبیعت گھبرا رہی ہے، ایسے وقت وضو کی یہ فضیلت ہے۔ یا جسم پر کوئی تکلیف ہے یا وضو کو پانی نہیں مل رہا ہے تلاش کرنے میں اور لانے میں پریشانی ہے جیسے پانی دور ہے لانے کی زحمت ہے یا ایسا موقعہ ہے کہ پانی دستیاب نہیں عام قیمت سے زائد میں مل رہا ہے۔ (مرقات صفحہ ۲۶۳)

ایسی حالت میں وضو کا ثواب بہت زائد ملتا ہے۔ ایک طاعت کا ایک مشقت کا اسی طرح مرض یا تکلیف کی وجہ سے وضو کرنے کا من نہیں کر رہا ہے سوچ رہا ہے لاؤ تیمّم کریں اس پر وضو کر کے نماز پڑھ لی تو ثواب زیادہ پائے گا، مکمل طور پر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سنن اور آداب کی رعایت کے ساتھ کر رہا ہے مثلاً مسواک کے ساتھ اور اچھی طرح رگڑ کر رہا ہے تا کہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے کہ عموماً سردی میں اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا، بعض تو رومال باندھے ہی وضو کر لیتے ہیں جس سے پورے اعضاء میں پانی نہیں پہنچ پاتا اور فرض تک رہ جاتا ہے۔

وسوسہ یا وہمی ہونے کی وجہ سے تین مرتبہ سے زائد دھونا منع ہے

عمران بن حصین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ پانی کے وسوسوں سے بچو۔ پانی کا بھی وسوسہ ہوتا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۹۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ کہ وضو میں وسوسہ ہوتا ہے کہ اعضاء نہیں دھلے ابھی پانی سے تر نہیں ہوئے اس لئے وہ تین مرتبہ سے زائد بار بار دھوتا ہے سو ایسے وسوسہ پر عمل کرنا منع ہے۔ تین مرتبہ دھونا کافی ہے اس سے زائد شیطانی فعل ہے چنانچہ سفیان نے یونس سے نقل کیا ہے کہ پانی میں بھی وسوسہ ہوتا ہے پس پانی کے وسوسہ سے بچنا چاہئے۔ یعنی اعضاء اور کپڑے وغیرہ اچھی طرح نچوڑ کر تین مرتبہ دھل جائے تو پاک سمجھنا چاہئے۔ بار بار پانی کا بہاتے جانا یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی پاک نہیں ہوا یہ شیطانی وسوسہ ہے اس وسوسہ پر عمل کرنا شیطانی تقاضے پر عمل کرنا ہے۔

وضو کا بھی شیطان ہوتا ہے

حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ وضو کا بھی شیطان ہوتا ہے جسے ولھان کہا جاتا ہے اس سے بچو، اس سے بچو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ کہ وضو میں خلاف شرع امور کا ارتکاب کرانے کے لئے جو شیطان مقرر ہے اس کا نام ولھان ہے اس کا کام ہے کہ وہ تین مرتبہ اچھی طرح دھونے کے بعد بھی وسوسہ ڈالتا ہے کہ ابھی پاک نہیں ہوا جس کے نتیجہ میں وہ بار بار دھوتا رہتا ہے سو یہ شیطانی وسوسہ ہے اس سے بچنا چاہئے۔

چنانچہ آپ بعض لوگوں کو دیکھیں گے کہ حوض پر بیٹھے ہوئے بار بار دسیوں بار ہاتھ منہ دھوتے رہیں گے، سو یہ وسوسہ ہے اسی سے روکا گیا ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اچھی طرح تین مرتبہ، دھولیا جائے اس کے بعد نفس کہے کہ اور دھوؤ ابھی کچھ رہ گیا ہے تو نہ مانے اور کہے کہ سنت کے مطابق صحیح ہوگیا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ کہ گناہ ہوگا ایسا کرنے سے وسوسہ کی بیماری جاتی رہے گی۔

ہمیشہ یا اکثر باوضو رہنا

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: وضو کی حفاظت ہمیشہ باوضو رہنا، مؤمن ہی رہ سکتا ہے۔ (اتحاف المہر ہ صفحہ ۴۱۴، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۱۶۲)

حضرت ربیعہ الجرشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ وضو پر مداومت اختیار کرو۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی مرفوع حدیث میں ہے وضو پر مداومت مؤمن (کامل) ہی کر سکتا ہے۔

(حاکم مستدرک جلد ۱ صفحہ ۳۸، مجمع صفحہ ۲۴۶، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جس نے وضو پر وضو کیا (یعنی پچھلا وضو رہتے ہوئے نماز کے لئے نیا وضو کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مشکوٰۃ، ترمذی، سنن کبریٰ)

باوضو رہنے سے شہادت کا ثواب

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تم سے ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہا کرو، ملک الموت جب بندے کی روح قبض کرتے ہیں تو اگر وہ باوضو ہوتا ہے تو شہادت اس کے لئے لکھتے ہیں۔ (بیہقی، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۹۳، مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۷)

باوضو رہنے پر حضرت بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک دن حضرت بلال کو بلوایا اور فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے تھے، میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا (خواب میں) تو میں نے اپنے اور تمہارے کھڑاؤں کی آواز کو سنا۔ اس پر حضرت بلال نے فرمایا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان دی ہو اور دو رکعت نماز نہ پڑھی ہو اور کبھی ایسا نہ ہوا کہ وضو ٹوٹا ہو اور وضو نہ کیا ہو (یعنی ہمیشہ باوضو رہنا) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اسی وجہ سے تم نے یہ مرتبہ پایا۔ (مسند احمد، ترغیب صفحہ ۱۶۳، ابن خزیمہ)

فَائِدَہ: دیکھئے جنت میں یہ درجہ دو رکعت نماز کی ہمیشگی اور باوضو رہنے کی وجہ سے ملا۔ کتنی بڑی فضیلت ہے باوضو رہنے کی، خصوصاً سفر میں باوضو رہئے تا کہ جب بھی موقع ملے نماز کو اوّل وقت میں ادا کر لیا کہ پانی کی پریشانی سے نماز جاتی رہتی ہے۔

سمندر کے شوریلے پانی یا کھارے پانی سے وضو غسل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ سمندری سفر کرتے ہیں اور پانی (میٹھا) ساتھ میں کم ہوتا ہے اگر اس پانی سے وضو کرلیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا سمندر کے پانی سے وضو کرلیا کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اس کا پانی پاک ہے اس کا میتہ (مچھلی) حلال ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ صفحہ ۳۱، ابوداؤد صفحہ ۱۱، نسائی صفحہ ۱۲)

اصل میں چونکہ سمندر کا پانی بدمزہ شوریلا اور کھارا ہوتا ہے اس وجہ سے سائل کو یہ گمان ہوا ہوگا کہ یہ پانی وضو کے لائق نہیں یا اس وجہ سے کہ سمندر میں روزانہ سینکڑوں جانور مر کر سڑ گل جاتے ہیں جس سے پانی ناقابل استعمال ہو جاتا ہوگا، اس لئے انہوں نے سوال کیا۔ خیال رہے سمندر، دریا، نہر جھیل کا پانی خواہ بدمزہ ہی کیوں نہ ہو ناپاک۔ اس لئے معلوم ہوا کہ آدمی کو کوئی شبہ اور خدشہ ہو تو معلوم کر لے شبہ میں پڑا نہ رہے ہاں البتہ کھارے اور شوریلے پانی کے مقابلہ میں شریں پانی سے غسل وضو بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۹۶)

حوض جس سے عامۃ الناس وضو کریں وہ بہتر ہے

محمد بن واسع نے کہا ہے کہ ایک شخص نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول نئے بند گھڑے کا پانی (وضو کرنے کے لئے) بہتر ہے یا وہ جس سے تمام لوگ وضو کرتے ہیں (جیسے حوض وغیرہ) آپ نے فرمایا: تمام دینوں میں اللہ کو دین حنیف سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پوچھا گیا دین حنیف کیا ہے فرمایا جس میں توسیع اور گنجائش ہو۔ کہ اسلام میں وسعت ہے۔

شعبی نے کہا کسی بڑھیا کے بند گھڑے کے پانی سے عام وضوگاہ کا پانی بہتر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۴۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس مسجد کا عام وضوگاہ اور حوض جس سے ہر طبقہ اور مزاج کے لوگ وضو کرتے ہیں کہ بسا اوقات نظافت کے خلاف بھی حرکت کر دیتے ہیں جس سے بعض مزاج کو گھن ہوتا ہے تب بھی اسی عام وضوگاہ سے وضو کرنا بہتر ہے تاکہ تشدد نہ رہے اور تواضع کا ذہن باقی رہے، جو محمود ہے۔ فقہاء نے بھی حوض سے وضو کرنا بہتر قرار دیا ہے۔ کہ معتزلہ اس پانی کو ناپاک قرار دیتے ہیں۔

تحیۃ الوضو، وضو کے بعد دو رکعت نفل کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو فجر کی نماز کے وقت کہا اے بلال بتاؤ اسلام لانے کے بعد کون سا بہترین عمل تم نے کیا ہے جس کی وجہ سے میں نے جنت میں تمہارے چپل کی آواز کو اپنے سامنے سے سنا۔ حضرت بلال نے کہا میں نے تو کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی زیادہ امید ہو

البتہ یہ ہوا کہ رات دن میں سے جب بھی میں نے وضو کیا تو اس وضو سے میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۴، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۷۲)

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو صبح کے وقت بلایا اور پوچھا کہ تم جنت میں کس عمل کی وجہ سے میرے آگے تھے؟ میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے چپل کی آواز کو سنا۔ گزشتہ رات (خواب میں دیکھا کہ) میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے تمہارے چپل کی آواز کو سنا۔ میں نے پھر سونے کے بلند و بالا محل کو دیکھا تو میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ کہا عرب کا۔ میں نے کہا میں بھی عربی ہوں۔ تو یہ محل کس کا ہے؟ کہا ایک مسلمان۔ میں نے کہا میں محمد ہوں۔ یہ محل کس کا ہے؟ کہا عمر بن الخطاب کا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہاری غیرت نہ ہوتی تو میں اس محل میں داخل ہوتا، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں آپ پر غیرت کروں گا؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: تم ہم سے پہلے جنت میں کیسے آگے رہے؟ اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب بھی میں نے وضو کیا تو دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی عمل کی وجہ سے۔

(ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴، مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۵۴، کتاب الحدائق جلد ا صفحہ ۴۵)

فائدہ: وضو کے بعد دو رکعت کی بڑی فضیلت ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر ہمیشگی کی وجہ سے جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے آگے چلے۔ یہ کوئی معمولی فضیلت نہیں۔ اس پر ہمیشگی کی وجہ سے یہ شرف حاصل ہوا۔ دو امور کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی۔

1. جب بھی وضو ٹوٹا انہوں نے دوبارہ وضو فرما لیا۔
2. وضو کے بعد ہمیشہ پابندی سے دو رکعت پڑھا۔

وضو کے باوجود نماز کے لئے نیا وضو کرنا مسنون ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرماتے تھے۔

(بخاری صفحہ، دارمی صفحہ ۱۸۳، ابن ماجہ صفحہ)

فائدہ: یعنی آپ کی عادت تھی کہ آپ ہر نماز کے لئے مستقل وضو فرماتے یعنی وضو رہتا تب بھی۔ (عمدۃ صفحہ ۱۱۲)

ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنا فضیلت اور استحباب کے پیش نظر تھا۔ (مرقات المفاتیح جلد ا صفحہ ۳۲۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لئے وضو فرماتے خواہ آپ کا وضو باقی رہتا یا نہیں۔ (ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت پر یہ بات باعث

مشقت نہ ہوتی تو میں ہر نماز کے لئے وضو کا حکم دیتا۔ (مسند احمد، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۶۳)

فائدہ: آپ ﷺ کی خواہش یہی تھی کہ ہر نماز کے لئے وضو کیا جائے۔ البتہ آپ نے رعایت کے پیش نظر واجب اور لازم قرار نہیں دیا تا کہ گنجائش سے سہولت رہے۔

وضو پر وضو کرنا نور کا باعث ہے

وضو پر وضو کرنا نور علیٰ نور ہے۔ (ترغیب صفحہ ۱۶۳)

فائدہ: مطلب جس طرح نور پر نور زیادتی نور کا باعث ہے۔ اسی طرح وضو رہنے پر وضو کرنا زیادتی نور کا باعث ہے۔ مزید اس سے ثواب کا بھی اضافہ ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے اسے حدیث ضعیف کہا ہے۔ جس کی تخریج ابن زرین نے کی ہے۔ عراقی نے ''لا اصل لہ'' کہا ہے۔ (شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۵)

وضو پر وضو کرنے سے دس نیکیاں زائد

ابو غطیف کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا۔ ظہر کی اذان ہوئی تو انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر عصر کی اذان ہوئی پھر انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ تو میں نے پوچھا (کہ بظاہر تو آپ کا وضو تھا پھر آپ نے دوبارہ وضو کیوں کیا) تو انہوں نے کہا میں نے رسول پاک ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص باوضو ہونے کے باوجود وضو کر کے نماز پڑھے گا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(ابوداؤد صفحہ ۳۹، ابن ماجہ صفحہ)

فائدہ: سنت اور مستحب یہ ہے کہ وضو رہنے کے باوجود ہر نماز کے لئے مستقل نیا وضو کرے، اگر وضو نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ (صفحہ ۶۲۱)

کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے پانچ نمازیں پڑھی تھیں۔

(طحطاوی صفحہ ۲۵، مرقات جلد ا صفحہ ۳۲۰)

پیتل و تانبہ وغیرہ کے برتن سے وضو کرنا

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ ﷺ تشریف لائے تو ہم نے پیتل کے برتن میں پانی نکال کر دیا آپ نے اس سے وضو کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۲)

عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ کیسے وضو فرماتے تھے تو انہوں نے پیتل کے برتن میں پانی منگایا۔ اسے اپنے ہاتھوں پر ڈالا اور اسے دھویا (الخ اسی طرح مکمل وضو کیا اور فرمایا کہ آپ ﷺ اسی طرح وضو فرماتے تھے۔ (صفحہ ۳۳)

حضرت عکرمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن عباس پیتل تانبہ کے برتن سے وضوفرما لیتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلدا صفحہ ۵۹)

ابن جریج نے حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ پیتل کے برتن سے اپنا سر مبارک دھوتے تھے جو بعض ازواج مطہرات کا ہوتا تھا (صفحہ ۶۰)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تانبے کے برتن سے وضوفرماتے تھے۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۳ صفحہ ۸۹)

فائدہ: ہر قسم کے برتن سے وضو کرنا درست ہے خواہ وہ پتھر کے ہوں یا دھات کے یا اسی زمانے میں پلاسٹک اسٹیل وشیشے کے یا اور کوئی مصنوعات کے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ شریعت کی جانب سے ہر قسم کے برتن سے وضو اور غسل درست بلا کراہیت ہے۔ البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیتل کے برتن میں وضو ناپسند تھا، وہ اس کی بدبو کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۸۹، شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

ہاں البتہ سونے اور چاندی کے برتن سے غسل مردوں اور عورتوں دونوں کو حرام ہے۔

گرم پانی سے وضو کرنا درست ہے

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گرم پانی سے وضو کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گرم پانی سے وضو کر لیتے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلدا صفحہ ۲۵)

حضرت سلمہ بن اکوع (جو مشہور جلیل القدر صحابی ہیں) کے متعلق مروی ہے کہ ان کے لئے وضو کرنے کے لئے پانی گرم کیا جاتا تھا۔ (مجمع الزوائد جلدا صفحہ ۲۱۹)

زید بن اسلم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک پیتل کا برتن تھا جس میں پانی گرم کیا جاتا تھا۔ (دارقطنی صفحہ ۳۶، شرح احیاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

فائدہ: گرم پانی سے غسل و وضو کرنا درست ہے، یہاں گرم سے آگ پر گرم کردہ پانی مراد ہے۔ دھوپ سے گرم پانی مراد نہیں، السعایہ میں ہے آگ پر گرم کردہ پانی مکروہ نہیں ہے۔ (صفحہ ۳۴۷)

غسل کے بعد وضو کی ضرورت نہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے بعد وضو نہیں فرماتے۔

(ابن ابی شیبہ جلدا صفحہ ۶۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کے بعد وضو (الگ سے) نہیں فرماتے تھے۔ (نسائی صفحہ ۴۲، ترمذی صفحہ ۳۰، مسند طیالسی، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۶۸)

فَائِدَہ: غسل کرنے کے بعد وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہ وضو کا مقصد غسل سے پورا ہو جاتا ہے لہٰذا اگر
سے آپ وضو نہیں فرماتے تھے۔ یہی حال حضرات صحابہ کرام کا تھا۔ آپ غسل کے شروع میں ہی وضو فرما لیتے
تھے۔ (معارف جلد ۱ صفحہ ۳۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کے بعد غسل کرے وہ
ہم میں سے نہیں۔ (طبرانی صفحہ ۵۸، کشف النقاب صفحہ ۴۸۱، معارف السنن صفحہ ۳۶۸)

اگر غسل کے بعد کوئی حدث لاحق نہ ہوا ہو تو وضو کرنا خلاف مستحب ہے۔ علامہ شامی نے اسے مکروہ نقل کیا
ہے۔ (معارف السنن جلد ۱ صفحہ ۳۶۸)

حضرات صحابہ کرام سے بھی وضو بعد الغسل پر سوال تعجب اور نکیر وارد ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۶۸)

وہم یا شک کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا

عباد بن تمیم کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ جس آدمی کو یہ
خیال اور شک ہو جائے کہ اس نے نماز میں (ریح وغیرہ) نکلتی پایا ہے وہ کیا کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز
سے نہ نکلے تاوقتیکہ اسے کوئی آواز کا احساس نہ ہو یا آواز کا خارج ہونا محسوس نہ ہو۔ (بخاری صفحہ ۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ شیطان نماز پڑھنے کی حالت
میں تمہارے میں سے کسی کے پاس آتا ہے، اور اس کے جائے پاخانہ میں پھونکتا ہے، اور اسے وسوسہ ڈالتا ہے
تمہارا وضو ٹوٹ گیا، حالانکہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ جب تم میں سے کسی کو ایسا وسوسہ آئے تو نماز نہ توڑے یہاں تک کہ
اپنے کان سے ہلکی آواز بھی نہ سن لے یا اپنی ناک سے بو کا احساس نہ ہو جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۴۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ شیطان آدمی کی نماز میں نہایت ہی لطیف
(باریک) طریقہ سے آتا ہے کہ اس کی نماز تڑوا دے جب اس سے تھک جاتا ہے تو اس کے مقعد میں پھونک
مارتا ہے۔ اس کا تم میں سے کسی کو وسوسہ آئے تو نماز نہ توڑے تاوقتیکہ آواز یا بو سے احساس نہ ہو جائے۔

(مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۸۴۸)

فَائِدَہ: عموماً شیطان وضو کے ٹوٹنے کا وسوسہ ڈال کر نماز خراب کرتا رہتا ہے۔ بسا اوقات معلوم ہوتا ہے کہ ہوا
نکل گئی، یا قطرہ ٹپک گیا، سو محض اس وسوسہ پر دھیان نہ دے کر نماز نہ توڑے، اور نہ خراب کرے۔ ہاں علامتوں
کے ذریعے یقین ہو جائے۔ جسم کی ہیئت سے ہوا نکلنے کا علم اور احساس ہو جائے تب اس کا اعتبار کرے۔ ایسا بھی
نہ ہو کہ علامتوں سے احساس اور علم ہو گیا، پھر وسوسہ قرار دے کر پڑھتا رہا کہ یہ حرام ہے۔ خیال رہے کہ وضو کا ہونا
یقینی ہو تو محض شک اور وہم سے ٹوٹنے کا حکم نہیں ہوگا۔ فقہاء کا قاعدہ ہے کہ "الیقین لا یزول بالشك"، یقینی

امور شک اور وہم سے ختم نہیں ہوتے۔

وضو کی فضیلت اور ثواب

وضو کے چمکدار نشانات سے امت محمدیہ کی پہچان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہماری امت کو نشانات کے چمکنے سے پہچانا جائے گا، بس جو چاہے اس کے نشانات بڑھے ہوں وہ ایسا کرے۔ (یعنی وضو کو مکمل طور پر اچھی طرح ادا کرے)۔ (بخاری صفحہ ۲۵، مسلم صفحہ ۱۲۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا امت کے جن لوگوں کو آپ نے نہیں دیکھا کیسے پہنچانیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانات چمک سے۔ وضو کے نشانات سے کہ وہ مقام چمکدار ہوں گے۔

(کشف الاستار صفحہ ۱۳۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے حوض کی لمبائی ایلہ سے عدن تک ہے اس کا پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ شیریں، دودھ سے زیادہ سفید، اور اس کے پیالے آسمان کے تاروں سے زائد، اپنے حوض سے لوگوں کو ہٹاؤں گا جیسا کہ لوگوں کے اونٹ کو اپنے حوض سے ہٹایا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول اس دن آپ (اپنی امت کو) پہچان لیں گے۔ کہا ہاں ایسے نشانات ہوں گے جو دوسری امتوں کو نہیں ہوں گے۔ وضو کے چمکتے ہوئے سفید نشانات کے ساتھ تم حوض پر آؤ گے۔

(مسلم صفحہ ۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کی تکمیل سے وضو کے مقامات چمکتے ہوئے ہوں گے۔ (اسی سے میں اپنی امت کو پہچان لوں گا)۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

فائدہ: قیامت کے دن ہزاروں نبیوں کی امت ہوگی اس امت کی خصوصیت ہوگی کہ اعضائے وضو، وضو کرنے کی وجہ سے چمکدار روشن ہو جائیں گے۔ اس سے آپ اپنی امت کو پہچان لیں گے۔ وضو سے اعضاء کا روشن ہونا اس امت کی خصوصیت ہوگی۔ وضو اور طہارت تو اور اُمت کے لئے ہوگی مگر اعضاء کا روشن ہونا اس امت کے لئے خاص ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۱۲۶)

وضو سے گناہ معاف

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے (یعنی سنن و آداب کی رعایت کرتے ہوئے کرے) تو اس کے جسم سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک

کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا پھر فرمایا: جو میری طرح وضو کرے گا (سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ) اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۴)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ وضو سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں کہ جیسے درخت کے پتے (بعض موسم میں) جھڑ جاتے ہیں۔ (کنز العمال صفحہ ۲۸۴)

تمام اعضاء وضو کے گناہ جھڑ جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمان بندہ یا مؤمن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ جسے آنکھ سے دیکھا ہوگا پانی کے قطرے کے ساتھ یا آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں، اور جب وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے تمام گناہ جسے ہاتھوں نے کیا ہوگا پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ اور وہ جب اپنے پیروں کو دھوتا ہے تو اس کے تمام گناہ جس کی طرف اس کا پیر چلا ہوگا پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

آنکھ کان ناک سب کے گناہ دھل جاتے ہیں

حضرت عبد اللہ صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤمن بندہ وضو کرتا ہے، کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور جب ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کی ناک سے گناہ جھڑ جاتے ہیں، اور جب چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ آنکھ کے بھوؤں کے گناہ بھی دھل جاتے ہیں اور جب ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ یہاں تک کہ ناخن کے نیچے کے گناہ بھی دھل جاتے ہیں۔ پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں کے گناہ (چونکہ کان کا مسح ہوتا ہے) پھر جب اپنے دونوں پیروں کو دھوتا ہے، تو اس کے دونوں پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ پیروں کے ناخن کے پھر اس کا مسجد کی طرف چلنا اور نماز پڑھنا اس کے علاوہ زائد (گناہ کی معافی کے بعد) بلندی درجات کا باعث ہوتا ہے۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۴)

حضرت عمرو بن عبسہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ جب وضو کرتا ہے اپنا ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھ کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ اور جب اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ دھل جاتے ہیں اور جب بازو کو دھوتا ہے اور سر کا مسح کرتا ہے، تو بازو اور سر کے گناہ دھل جاتے ہیں، اور جب اپنے دونوں پیروں کو دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ وضو کرنے کی وجہ سے تمام اعضاء وضو اور اعضاء مسح سے جو گناہ متعلق ہوتے ہیں دھل جاتے ہیں اور جھڑ جاتے ہیں۔ جب کہ وضو میں اعضاء وضو کو اچھی طرح سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ وضو کیا جائے۔ مزید یہ کہ وضو مؤمن کا ہتھیار ہے جیسا کہ شرح احیاء صفحہ ۳۷۶ میں ہے، اس لئے اس کا اہتمام اور کمال کی طرف توجہ ہونی چاہئے۔

کامل وضو سے شیطان بھاگتا ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کامل وضو سے شیطان بھاگتا ہے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۷۶)

سنت کے مطابق وضو کرنے سے شیطان دفع ہو جاتا ہے، چونکہ مؤمن کا ہتھیار ہے، اور ہتھیار سے دشمن مرعوب ہوتا ہے اور بھاگتا ہے۔ اسی وجہ سے غصہ کے وقت وضو کا حکم ہے تاکہ شیطان بھاگ جائے اور غصہ کی تیزی دور ہو جائے۔

مقام وضو تک مؤمن کا زیور

حضرت ابوحازم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو فرمارہے تھے میں ان کے پیچھے کھڑا تھا، وہ ہاتھ کو زیادہ دھو رہے تھے یہاں تک کہ بغل تک پہنچا رہے تھے، میں نے پوچھا کہ اے ابو ہریرہ یہ کیسا وضو ہے (کہ ہاتھ تو کہنیوں تک دھونا ہے) اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے فروخ کے بیٹے تم یہاں ہو؟ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں یہاں وضو ہی نہ کرتا، میں نے اپنے دوست رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، مؤمن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اس کا وضو پہنچے گا۔ (نسائی صفحہ ۳۶، مسلم صفحہ ۱۲۷)

فَائِدَہ: جنت میں مرد بھی زیورات پہنیں گے، مگر عورتوں کی طرح نہیں، بعض مقام پر۔ جیسے ہاتھ میں گھڑی کی چین کی طرح۔ وہاں سب پہنیں گے اس لئے برا نہ معلوم ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو زیادتی شوق اور فرط اشتیاق میں وہ وضو کا پانی کہنیوں سے آگے تک پہنچاتے تاکہ ہمارا زیور اور دوسری روایت میں روشنی اور چمک اوروں کے مقابلہ میں زائد ہو، اس لئے ایسا کرتے تھے۔ اور یہ چاہتے تھے میرا یہ زائد دھونا عام لوگ نہ دیکھیں کہ وہ شوق میں ایسا کرتے تھے۔ کوئی مسئلہ نہیں، نیز یہ بھی احتمال تھا کہ لوگ مجھے دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ فرض جو ہے وہ کہنیوں سے آگے بغل تک ہے۔ اس لئے انہوں نے ابوحازم سے کہا تمہارا دیکھنا مجھے معلوم ہوتا تو میں تمہارے سامنے وضو نہ کرتا۔

(شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

اہتمام سے سنت کی رعایت کرتے ہوئے وضو کرنا برکت عمر کا باعث ہے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے میرے بیٹے تم پر وضو کامل طور پر اہتمام سے کرنا لازم ہے۔ اس سے تمہارے کراماً کاتبین محافظین فرشتے تم سے محبت کریں گے۔ اور تمہاری عمر میں برکت ہوگی۔ (مطالب عالیہ جلد اصفحہ ۲۷)

وضو کو مکمل طور پر اہتمام سے سنن و آداب کے ساتھ کرنے سے دو اہم فائدے ملتے ہیں۔ محافظ فرشتے کی محبت عمر عزیز کی برکت، دراصل سنت کی رعایت کی برکت ہے جس سے دینی و دنیاوی فوائد وابستہ ہیں۔

سوتے وقت وضو کی فضیلت

حضرت براء بن عازب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم بستر پر آ ؤ تو نماز کی طرح وضو کرو، پھر دائیں کروٹ سو جاؤ اور یہ دعاء پڑھو "**اللھم اسلمت وجھی الیك وفوضت امری الیك والجات ظھری الیك رغبة ورھبة الیك لا ملجا منك الا الیك اللھم امنت بكتابك الذی أنزلت وبنبیك الذی ارسلت.**"

اگر تمہاری موت ہوگئی تو اسلام پر موت ہوگئی اور تمہاری آخری کلمہ یہ ہوگا۔ (بخاری صفحہ ۳۸)

ترجمہ: "اے اللہ میں نے اپنا رخ آپ کی طرف کیا، اپنا کام آپ کے حوالہ کیا اپنی پیٹھ تیری طرف کی تیرے شوق اور تیرے خوف کے ساتھ، تیرے سوا نہ کوئی ٹھکانہ اور نہ جائے پناہ، تیری اتاری کتاب پر ایمان لایا اور تیرے بھیجے نبی پر ایمان لایا۔"

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ باوضو سونے سے خواب سچا ہوتا ہے اور شیطانی خواب سے محفوظ رہتا ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۸۹)

بدخوابی سے محفوظ رہنے کا بہترین عمل ہے۔

باوضو سونے سے فرشتہ کے ساتھ سونا

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ جو باوضو سوتا ہے اس کے ساتھ بستر میں ایک فرشتہ ہوتا ہے۔ جب بھی یہ استغفار کرتا ہے تو فرشتہ اس کے حق میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ فلاں بن فلاں کی مغفرت فرما اس نے رات کو پاکی کے ساتھ گزاری۔ (اتحاف جلد ۲ صفحہ ۳۷۶، کشف الاستار جلد اصفحہ ۱۵۰)

باوضو سونے پر رات کی دعا قبول

عمرو بن عبسہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو شخص باوضو سوتا ہے رات میں اٹھ

کر خدائے تعالیٰ سے دین و دنیا کی دعا مانگتا ہے تو اللہ پاک اسے عطا فرما دیتے ہیں۔

باوضو سونے سے شہادت کی موت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو باوضو سوئے اور اسی رات انتقال ہو جائے تو شہید مرتا ہے۔ (یعنی شہادت کا ثواب پاتا ہے)۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۶، کنز العمال)

فائدہ: باوضو سونا سنت ہے۔ اور بڑی فضیلت کا باعث ہے، مزید تفصیل شمائل کبریٰ جلد دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

وضو کے بعد دو رکعت سے جنت واجب ہے

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھے گو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، ترغیب صفحہ ۱۷۳، ابوداؤد صفحہ ۳، نسائی صفحہ ۳۶)

فائدہ: اس عمل خیر وجہ سے وہ جنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔

پچھلے گناہ معاف

حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعت نماز (خشوع اور توجہ سے) پڑھے کہ اس میں سہو نہ ہو تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، ابوداؤد صفحہ)

حضرت ابوداؤد سے مروی ہے ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے، اور رکوع وغیرہ اچھی طرح ادا کرے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ پھر خدا سے مغفرت چاہے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۷۳)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میری طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے، جس میں خیالات وغیرہ نہ آئے، تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۵، مسلم صفحہ ۱۲۰)

فائدہ: وضو کے بعد دو رکعت نماز جب کہ وقت مکروہ نہ ہو اس کی بڑی فضیلت ہے، اسے تحیۃ الوضوء کہتے ہیں یہ نماز نہایت ہی خشوع وخضوع کے ساتھ ہو، اس میں خیالات فاسدہ اور سہو وغیرہ نہ ہو تو بڑی فضیلت ہے۔ حدیث پاک میں ہی جس قید کے ساتھ فضیلت مذکور ہے اس کا مفہوم انتہائی خشوع وخضوع ہے۔

فقہاء کرام نے اس وضو کو مستحب قرار دیا ہے۔

وضو کے بعد خوشبو کا استعمال

حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں) جب وضو سے فارغ ہوتے تو مشک ہاتھ میں مل کر داڑھی پر لگاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۴۵)

فَائِدَہ: صاحب مجمع الزوائد نے الطیب بعد الوضوء کا باب قائم کیا ہے۔ جس سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وضو کے بعد خوشبو لگائے، کہ نماز کے لئے مسجد میں جانا اور دربار خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

وضو کے بعد تشبیک منع ہے

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم نماز کے لئے وضو کرو تو انگلیوں سے تشبیک نہ کرو۔ (مجمع صفحہ ۲۴۵)

فَائِدَہ: تشبیک کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالے۔ آپ نے مسجد میں بھی اس سے منع فرمایا ہے۔

دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا منع ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ میں نے دھوپ میں رکھ کر پانی گرم کیا اور آپ کے وضو کے واسطے لے کر آئی کہ آپ وضو کریں تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرماتے ہوئے کہا: عائشہ یہ مت کرو۔ اس سے برص کی بیماری ہوتی ہے۔ (بیہقی جلد ا صفحہ ۶، مجمع جلد ا صفحہ ۲۱۰، دار قطنی صفحہ)

شرح احیاء میں بھی ہے اس سے وضو کرنا صحت کے اعتبار سے منع ہے اس سے برص کی بیماری ہوتی ہے۔

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی برص کی بیماری کی وجہ سے منع منقول ہے۔ (بیہقی جلد ا صفحہ ۶)

علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ یہ عام نہیں ہے بلکہ دو شرطوں کے ساتھ ہے۔

❶ گرم ملک والوں کے لئے اندیشہ ہے۔ جو ٹھنڈے ملک ہیں وہاں کے لئے نہیں کہ وہاں حرارت بہت کمزور ہوتی ہے ضعف حرارت کی وجہ سے اس کا مضر اثر منتقل نہیں ہوتا ہے۔

❷ کسی برتن مثلاً لوہے پیتل وغیرہ میں کہ تالاب اور ندی کا دھوپ سے گرم شدہ پانی مکروہ نہیں۔ خیال رہے کہ دھوپ کے گرم شدہ پانی سے وضو میں کراہت نہیں ہوتی گو مضر ہے۔ (اتحاف السادہ جلد ا صفحہ ۳۷۲)

وضو کے بعد بال کاٹنے اور ناخن کاٹنے پر دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ناخن کاٹنے کے بعد دوبارہ وضو نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۰)

حضرت حسن بصری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا گیا وضو کے بعد بال کاٹنے کے بعد ناخن کاٹنے کے بعد کیا

وضو کرنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۳، مصنف ابن عبد الرزاق صفحہ ۱۲۶)

حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ (بال یا ناخن کاٹنے کے بعد) طہارت علی حالہ باقی رہے گی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۴۰)

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے ابووائل کو دیکھا کہ (وضو کی حالت میں) انہوں نے بال بنوایا، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی (دوبارہ وضو نہیں کیا) مصنف ابن ابی شیبہ نے ذکر کیا کہ ابوجعفر، عطا، حکم زہری اس کے قائل ہیں کہ (وضو کے بعد بال یا ناخن بنانے پر) اس کے ذمہ وضو نہیں ہے۔ (صفحہ ۵۳)

وضو کے درمیان اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو نئے سرے سے کرے

معمر نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ وضو پورا ہونے سے پہلے وضو ٹوٹ جائے (مثلاً چہرہ یا ہاتھ دھونے کے درمیان ریح خارج ہوگئی) تو پھر بالکل شروع سے وضو کرے گا۔ (مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

فَائِدَہ: وضو کے بیچ میں ہوا خارج ہوجائے یا خون نکل کر بہہ جائے تو پھر شروع سے وضو کرے، ورنہ وضو صحیح نہ ہوگا۔

وضو کے بعد رومال یا تولیہ کا استعمال اور اس کی تحقیق

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا (مثل رومال کے) تھا جس سے وضو کے بعد پونچھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۸)

حضرت الیاس بن جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس مثل رومال کے ایک کپڑا تھا جب وضو فرماتے تو اس سے چہرہ پونچھتے۔ (نسائی فی الکنی، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

منیب ابن مدرک المکی کی روایت میں ہے کہ میں نے ایک باندی کو دیکھا وضو کا پانی اور مثل رومال کے ایک کپڑا لئے کھڑی تھی آپ نے پانی لیا وضو کیا اور چہرے کو رومال سے پونچھا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۹۵)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وضو کیا اور اونی جبہ کو الٹا جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پہنے ہوئے تھے اور چہرہ پونچھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے وضو کیا اور اونی جبہ کہ جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے جسم پر تھا (اس کے دامن کو) الٹا اور اس سے اپنے چہرے کو پونچھا۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵، ابن ماجہ صفحہ ۳۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا (رومال) تھا جس سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وضو کے بعد پونچھتے تھے۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸، سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵، عمدہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد پونچھتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۵)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وضو کیا اور اپنے کپڑے کے کنارے سے چہرہ پونچھ رہے تھے۔ (ترمذی جلد اصفحہ ۱۸، سنن کبریٰ جلد اصفحہ ۱۸۶)

حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تابعی استاذ امام صاحب) کپڑا منگوا کر پونچھتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلد اصفحہ ۱۸۳)

وضو کے بعد وضو کے پانی اعضاء وضو سے پونچھنے کے سلسلہ میں کپڑے یا تولیہ کا استعمال بعض لوگوں نے مکروہ سمجھا ہے چنانچہ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ میں وضو کے بعد رومال یا کپڑے کا استعمال مکروہ سمجھتا ہوں چونکہ وضو کا پانی وزن کیا جائے گا۔ ابن مسیب بھی یہی کہتے ہیں۔ (سنن ترمذی جلد اصفحہ ۱۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی کہتے ہیں وضو کے بعد رومال کا استعمال مت کرو۔

(سنن کبریٰ جلد اصفحہ ۱۸۵)

اس کے برخلاف جمہور علماء تولیہ یا رومال سے پونچھنا بلا کراہت جائز کہتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مرتبہ وضو اور غسل دونوں میں ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیرین، علقمہ اسود، مسروق، ضحاک، امام مالک، ثوری امام احمد، احناف رحمہم اللہ تعالیٰ یہ تمام حضرات رومال تولیہ کے استعمال کو درست اور جائز قرار دیتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

جمہور کے نزدیک تولیہ کا استعمال جائز ہے۔ صاحب منیۃ المصلی اسے مستحب کہتے ہیں۔ حضرت مسروق، حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رومال تھا جس سے منہ پونچھتے تھے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق جلد اصفحہ ۱۳۸، ابن ابی شیبہ جلد اصفحہ ۱۴۸)

ہاتھ اور چہرے پر پانی لگا رہنا خصوصاً سردی میں اچھا نہیں لگتا اس لئے کپڑے سے پونچھ لینے میں کوئی کراہیت نہیں اسی طرح ہاتھ سے پانی جھاڑنے میں بھی کوئی کراہیت نہیں۔ (عمدۃ القاری جلد اصفحہ ۱۹۴)

حافظ ابن حجر نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد کپڑے سے پونچھا اور کبھی نہ پونچھا دونوں مروی ہے۔ کبھی پونچھا کبھی نہیں۔ (تلخیص صفحہ ۱۰۹)

امام ترمذی نے اگرچہ ایسی روایت کی صحت کو تسلیم نہیں کیا مگر علامہ عینی نے شرح بخاری میں بعض روایتوں کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ نے ذکر کیا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وضو کے بعد کپڑے سے پونچھا کرتے

تھے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۰۹)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سیرین، علقمہ اسود، مسروق، ضحاک نے اسے درست قرار دیا ہے۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۷۱)

حضرت امام مالک سفیان، ثوری، امام احمد، اسحاق یہ حضرات اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔

(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت انس کپڑا استعمال کرتے تھے، انکا فعل دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی حدیث اصل میں ہے مزید حدیث ضعیف ہی سہی مگر رائے اور قیاس اولیٰ ہے۔

(مرقات جدید صفحہ ۱۲۸)

معارف السنن میں ہے کہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، احناف میں صاحب منیۃ المصلی نے اسے مستحب کہا ہے۔ (معارف صفحہ ۲۰۳)

امام ترمذی نے کراہت کا سبب یہ بتایا ہے کہ وضو کا پانی وزن کیا جائے گا اسی لئے ابن مسیب زہری اس کی کراہت کے قائل ہیں۔ (ترمذی)

علامہ ہیثمی نے بیان کیا کہ حدیث کی دلالت اس پر ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پونچھتے تھے۔

(تحفۃ الاحوذی صفحہ ۵۸)

ممکن ہے کہ جن روایتوں میں پونچھنے کا ذکر ہے وہ موسم سرما کی بات ہو اور جن روایتوں میں نفی ہے وہ موسم گرما کی بات ہو، تاہم پونچھنے کی اجازت کے جمہور علماء قائل ہیں۔ صاحب درمختار نے کپڑے سے پونچھنا آداب وضو میں ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۳۷۱)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہلکے طور پر پونچھے تاکہ وضو کا اثر باقی رہے۔ (صفحہ ۱۳۱)

اسی طرح شرح احیاء میں ہے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۱)

وضو کی سنتوں کا مفصل بیان

نیت کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۲)

اولاً دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھونا۔

آغاز وضو میں خدا کا نام بسم اللہ پڑھنا۔ (طحطاوی، فتح القدیر، کبری)

مسواک کرنا۔ مسواک نہ ہونے پر انگلیوں سے دانت صاف کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۳۸، بحرالرائق صفحہ ۲۱)

۳ مرتبہ کلی کرنا، ہر مرتبہ نیا پانی لینا۔ (طحطاوی صفحہ)

۳ مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا، ہر مرتبہ نیا پانی لینا۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۲، السعایہ صفحہ ۱۶۳)

کلی اور ناک میں روزہ دار نہ ہونے کی صورت میں مبالغہ کرنا۔ یعنی غرارہ کرنا دائیں بائیں اور حلق تک پانی بھرنا اور ناک میں پانی خیشوم بانسہ تک پہنچانا۔ (بحرالرائق جلد ا صفحہ ۲۲)

گھنی داڑھی ہو تو خلال کرنا۔ (طحطاوی)

نیچے کی طرف سے اوپر کی جانب لاتے ہوئے خلال کرنا۔ (طحطاوی)

ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کا خلال کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۳۹)

ہاتھ کی انگلیوں میں تشبیک کی طرح خلال کرنا۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۳)

تین مرتبہ دھونا۔

پورے سر کا مسح کرنا، اور ایک مرتبہ کرنا۔ (السعایہ صفحہ ۱۶۳)

نئے پانی سے مسح کرنا۔

دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

اعضاء کو پانی ڈال کر رگڑنا اور ملنا خصوصاً موسم سرما میں اور جس کے اعضاء کسی مرض سے خشک رہتے ہوں۔
(طحطاوی صفحہ ۴۰، فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۶، کبیری صفحہ ۲۷، السعایہ صفحہ ۱۶۳)

پے در پے ملے اعضاء کو دھونا، تاخیر نہ کرنا کہ خشک ہو جائے۔ (طحطاوی صفحہ ۴۰، کبریٰ صفحہ ۲۸، بحرالرائق صفحہ ۲۸)

ترتیب سے دھونا۔ (بحرالرائق صفحہ ۲۸)

(یعنی اولاً ہاتھ پھر کلی پھر ناک پھر چہرہ پھر داڑھی کا خلال کرنا پھر ہاتھ دھونا انگلیوں کا خلال کرنا سر کا مسح کرنا کانوں گردن کا مسح کرنا، پیروں کا دھونا اور خلال کرنا۔

پہلے دائیں عضو کو دھونا۔ (طحطاوی شامی، فتح القدیر صفحہ ۳۶)

ہاتھ کے دھونے میں انگلیوں کے سرے سے دھونا شروع کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۴۱)

چہرے کے دھونے میں پیشانی کی طرف سے پانی بہانا اور شروع کرنا۔

پیروں کو پیر کی انگلیوں کے سرے سے دھونا اور شروع کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

مسح کی ابتداء پیشانی سے کرنا۔ (بحرالرائق صفحہ ۳)

دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح کرنا۔ (حدیث)

پہلے دونوں ہاتھوں کو آگے سے پیچھے پھر پیچھے سے آگے لے جانا۔ (حدیث)

گردن کا مسح کرنا۔ ہتھیلی کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

پورے سر کا مسح ایک ہی پانی سے کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

سر اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی سے کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

کان کے باہری حصہ کا مسح انگوٹھے کے اندرونی طرف سے کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

سر کے مسح کا تین انگلیوں چھوٹی انگلی اس کے بغل والی اور بیچ کی انگلی سے کرنا اور انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو باقی رکھنا پھر دونوں ہتھیلی کو سر کے دونوں کناروں سے گزارتے یعنی مسح کرتے ہوئے واپس لانا اس طرح پورے سر کا مسح کرنا۔ (کبیری صفحہ ۲۴)

بحر الرائق میں ہے کہ انگلیوں کو اور ہتھیلی کو سر کے شروع پیشانی کے پاس سے لاتے ہوئے مسح کرے۔ (صفحہ ۲۷)

آنکھوں کی دونوں پلکوں میں اور دونوں کناروں میں چہرے کے دھونے کے درمیان پانی کا پہنچانا واجب ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۳۵)

وضو کے مستحبات اور آداب اور باعث فضیلت امور کا بیان

❶ نماز کے اوقات سے پہلے وضو کرنا، ہاں مگر معذورین کے لئے نہیں۔ (طحطاوی صفحہ ۴۲، بحر الرائق: صفحہ ۲۹)

❷ کسی اونچی جگہ پر وضو کرنا۔

ناپاک مقام پر وضو نہ کرنا (شامی صفحہ)۔ آج کل لوگ فلش پاخانہ میں وضو کر لیتے ہیں یہ بہتر نہیں اس سے وضو کے پانی کا احترام، پانی کے پاخانہ میں جانے کی وجہ سے باقی نہیں رہتا ہے، مزید نظافت طبعی کے بھی خلاف ہے، ہاں مگر جگہ کی قلت کی وجہ سے دوسری جگہ سہولت نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ ایسی صورت میں فلش بالکل صاف شفاف ہوتا کہ گھن اور کراہیت نہ ہو۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۰)

❸ قبلہ رخ متوجہ ہو کر وضو کرنا۔ (شامی صفحہ، طحطاوی علی المراقی صفحہ ۴۲، بحر الرائق صفحہ ۲۹)

❹ وضو کے برتن کو بائیں جانب رکھنا مثلاً لوٹا آفتابہ وغیرہ۔ (طحطاوی صفحہ)

❺ وضو کے پانی کو دائیں جانب رکھنا جب کہ ہاتھ ڈال ڈال کر وضو کر رہا ہو۔

❻ وضو کرتے ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا اور دیگر آغاز وضو کی دعا پڑھنا۔

❼ شروع کرتے ہی نیت کرنا، اطالۃ غرہ کرنا یعنی مقدار فرض سے کچھ زائد عضو دھونا۔ (فتح صفحہ ۳۶)

❽ ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ کہنا۔

❾ مٹی کے لوٹے سے وضو کرنا اولیٰ بہتر ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۴۴، بحر الرائق صفحہ ۲۹)

❿ ڈھیلی اور کشادہ انگوٹھی کو حرکت دینا۔

⑪ منہ اور ناک میں دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۴۲)

⑫ کان کے مسح میں کان کے سوراخ میں چھوٹی انگلی کو ڈالنا۔

⑬ باقی ماندہ وضو کا پانی پینا۔ (شامی)

⑭ کپڑا یا رومال سے ہلکے پونچھ لینا۔ (شامی، طحطاوی علی المراقی)

⑮ تشہد اور دعاء ماثورہ ختم وضوء کے بعد پڑھنا۔ وقت ہو تو تحیۃ الوضوء ادا کرنا۔ (بحر الرائق صفحہ ۳۰)

وضو کے ممنوعات کا بیان

مناسب مقدار سے پانی کا زائد صرف کرنا اور بہانا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶، شامی صفحہ ۱۳۲)

پانی کا بخل اور ضروری مقدار سے کم خرچ کرنا۔

وضو کے درمیان باہم دنیاوی گفتگو کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶، طحطاوی صفحہ ۴۵)

تین سے زائد مقدار میں دھونا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶، بحر الرائق صفحہ ۳۰)

ناک کے صاف کرنے میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ ۳۶)

دوام کے ساتھ پورے مسح کو چھوڑ کر بعض سر کا مسح کرنا۔ (فتح القدیر صفحہ:۳۶)

چہرے پر پانی کو زور سے مارنا (کہ اس کی چھینٹیں دوسروں تک پہنچیں)۔ (شامی صفحہ ۱۳۲، بحر الرائق صفحہ ۳۰)

غصب کردہ پانی سے وضو کرنا۔ (شامی)

ہاتھ اور منہ وغیرہ میں لگے ہوئے پانی کو جھاڑنا۔ (شامی درمختار صفحہ ۱۳۱)

بغیر عذر اور ضرورت کے دوسرے سے اعضاء وضو پر پانی بہانا۔ (طحطاوی علی المراقی صفحہ ۴۵)

پانی میں پھونک مارنا۔ (کبریٰ صفحہ ۴۰)

تین مرتبہ نئے پانی سے مسح کرنا۔ (کبریٰ صفحہ ۴۰)

کلی یا ناک سے نکلے پانی وغیرہ کو حوض میں ڈالنا۔ (کبیری صفحہ ۴۲)

وضو کرتے ہوئے منہ اور دونوں آنکھوں کو مبالغہ کے ساتھ بند رکھنا۔ (کبیری صفحہ ۴۰)

دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۴۳، بحر صفحہ ۳۰)

گلے کا مسح کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۴۱)

دوسرے عضو کو اتنی تاخیر سے دھونا کہ اس کے پہلے کا دھویا ہوا عضو خشک ہو جائے۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۸)

غضب الٰہی اور غضب خداوندی کی جگہوں کے پانی سے یا مٹی سے تیمم کرنا مکروہ ہے، جیسے بئر ثمود سے۔ (الشامی صفحہ ۱۳۱)

وضو کے بعد کیا دعا پڑھے اور اس کا ثواب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ عقبہ ابن عامر کی روایت ابوداؤد میں ہے کہ آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر پڑھے۔ اسی طرح بزار اور مسند احمد کی روایت میں ہے۔ (المنہل جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، اتحاف السادہ صفحہ ۳۶۸)

"اَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

(ابوداؤد: صفحہ ۲۳، مسلم صفحہ، ابن ماجہ صفحہ ۳۳)

مسند احمد سنن ابن ماجہ، ابن سنی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر تین بار یہ پڑھے تو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

"اَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ"

(ابن ماجہ صفحہ ۳۳، ابن سنی صفحہ، اذکار صفحہ ۳۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو وضو کرے اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد یہ دعا پڑھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں چاہے وہ جس دروازے سے داخل ہو جائے۔

(حضرت ثوبان، حضرت علی، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ روایت منقول ہے)۔ (کشف صفحہ ۱۴۰)

"اَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" (ترمذی صفحہ، ابن سنی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو "لا الٰه الا اللّٰه وان محمدا عبده ورسوله" کی گواہی دے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (بیہقی صفحہ ۴۴)

وضو کے درمیان کے گناہ معاف

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو باتیں نہ کرے اور یہ پڑھے اس کے وضو کے درمیان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں: "اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شَرِيْكَ لهٗ واشهد ان محمد عبده و رسوله" (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

اسی طرح یہ فضیلت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت دار قطنی میں ہے۔

(کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۹۷، کشف النقاب صفحہ ۱۵، دار قطنی صفحہ)

بعض روایات میں آسمان کی طرف منہ کر کے پڑھنا منقول ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ا صفحہ ۲۶۷)

اسی طرح شرح احیاء میں اور حافظ نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ قبلہ رخ ہو کر پڑھے۔ (تلخیص جلد ا صفحہ ۱۱۲)

گناہ معاف گویا آج ہی پیدا ہوا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ تین مرتبہ پڑھے، وہ اٹھے گا نہیں کہ اس سے گناہ مٹ جائیں گے اور ایسا ہو جائے گا جیسے اس کی ماں نے آج ہی جنا۔ ”اشھد ان لا الہ اللّٰہ“ (کنز جلد ۹ صفحہ ۲۹۸، ابن سنی صفحہ ۱۵)

عرش الٰہی میں محفوظ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو وضو سے فارغ ہونے کے بعد یہ پڑھے گا اسے مہر لگا کر عرش الٰہی میں محفوظ کر دیا جائے گا اور قیامت کے دن ہی اسے لایا جائے گا۔

”سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ“

(مصنف عبد الرزاق صفحہ ۱۸۶، ترغیب جلد ا صفحہ ۱۷۲، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳، مجمع جلد ا صفحہ ۲۴۴)

ان مذکورہ دعاؤں میں سے کسی کو بھی پڑھ لینا سنت ہے، البتہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو پہلی روایت ہے زیادہ مستند ہے۔

وضو کے درمیان یا بعد کی ایک دعا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے تھے میں نے یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا:

”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ“

(اذکار نووی صفحہ ۳۵، ابن سنی صفحہ ۱۴، اتحاف المہرہ جلد ا صفحہ ۳۴۳)

ترجمہ: ”اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما ہمارے گھر کو کشادہ بنا۔ ہمارے رزق میں برکت عطا فرما۔“

فائدہ: اس دعا کو بعضوں نے وضو کے درمیان جیسا کہ ابن سنی نے اور بعضوں نے وضو کے بعد کی دعاؤں میں نقل کیا ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے۔ اور بعضوں نے اسے وضو کے بعد نماز کی دعا میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اتحاف المہرۃ جلد ا صفحہ ۳۴۳۔ علامہ نووی نے وضو کے درمیان اور وضو کے بعد دونوں احتمال ذکر کیا ہے۔

وضو کے متعلق ایک جامع دعا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے ثواب دعا کو سکھاتے ہوئے فرمایا، جب وضو شروع کرو تو یہ پڑھو: ''بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى الْاِسْلَامِ''اور جب تم اپنے ستر کے مقام کو دھو تو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا ابْتَلَیْتَهُمْ صَبَرُوْا وَاِذَا اَعْطَیْتَهُمْ شَكَرُوْا.'' اور جب کلی کرو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰى تِلَاوَةِ ذِكْرِكَ''

اور ناک صاف کرو تو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ'' اور چہرہ دھو تو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ'' اور دایاں ہاتھ دھو تو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا'' اور بائیں ہاتھ کو دھو تو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ'' اور سر کا مسح کرو تو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ'' اور کان کا مسح کرو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یَّسْتَمِعُ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُ اَحْسَنَهٗ'' اور جب پیر دھو تو یہ پڑھو: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ سَعْیًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ'' پھر آسمان کی طرف اٹھا کر کہو:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَفَعَهَا بِغَیْرِ عَمَدٍ'' فرشتے تمہارے سرہانے پڑھی ہوئی دعاؤں کو لکھیں گے اور اس پر مہر لگا کر آسمان پر لے جائیں گے اور عرش کے نیچے رکھ دیں گے قیامت تک اس بند مہر کو کوئی نہ کھولے گا۔

(کشف النقاب صفحہ ۱۸، معارف السنن، اذکار صفحہ ۳۵)

فائدہ: گو یہ دعائیں مستند طور پر سنت سے ثابت نہیں ہیں ان کو ضعیف و منکر کہا گیا ہے حتیٰ کہ موضوع تک، مگر متعدد طرق سے متعدد مآخذ کتب حدیث وفقہ میں موجود ہیں ان کا پڑھنا درست ہی نہیں اولیٰ و بہتر ہے۔ علامہ نووی نے ان دعاؤں کو اسلاف سے منقول کہا ہے، مزید تحقیق عاجز کی کتاب الدعاء المسنون میں ملاحظہ کیجئے۔

وضو کے بعد درود شریف پڑھنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تم وضو سے فارغ ہو تو ''اشهد ان لا اله الا الله وان محمد عبده ورسوله'' پڑھو پھر مجھ پر درود بھیجو ایسا کرو گے تو رحمت کے دروازے کھل جائیں گے۔

(القول البدیع صفحہ ۱۲۶، ابوالشیخ، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: وضو کے بعد درود پڑھنے کا ذکر روایتوں سے ثابت ہے اہل علم وفضل نے درود کے مقامات میں وضو

کے بعد کو شامل کیا ہے۔ شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ وضو کے بعد درود شریف پڑھے۔
(اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ ۳۶۹)

علامہ نووی نے بھی کتاب الاذکار میں وضو کے بعد درود پڑھنا لکھا ہے۔ (صفحہ ۳۵)

علامہ شمس الدین سخاوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی نے بھی وضو کے بعد درود شریف پڑھنا اسی مذکورہ حدیث سے استناد کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ابن قیم نے جلاء الافہام میں وضو کے بعد درود شریف کا پڑھنا ذکر کیا ہے۔ (جلاء صفحہ ۲۳۷)

خیال رہے کہ روایتوں میں کوئی متعدد درود کا ذکر نہیں اس لئے جونسا بھی درود پڑھ لیا جائے گا ثواب اور اس کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ مختصر درود چاہے تو یہ پڑھ لیا جائے: ”صلی اللّٰه تعالٰی علیه و علٰی آله واصحابه وبارك وسلم صلی اللّٰه تعالٰی علی خیر خلقه محمد وعلٰی آله واصحابه وذریاته اجمعین.“

وضو کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو وضو کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا خدائے پاک اسے چالیس عالم کا ثواب دے گا۔ اور چالیس درجہ بلند کرے گا اور چالیس حور سے اس کی شادی ہوگی۔
(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۴۶۵، الفردوس عن الدیلمی)

وضو کے بعد سورہ انا انزلنا پڑھنا

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جس نے وضو سے فارغ ہونے کے بعد سورۃ انا انزلنا ایک مرتبہ پڑھا وہ صدیقین میں داخل ہوگا۔ اور جو دو مرتبہ پڑھے گا اس کا نام شہداء کے دفتر میں لکھا جائے گا، اور جو تین مرتبہ پڑھے گا اس کا حشر حضرات انبیاء کرام کے ساتھ ہوگا۔
(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۹۹، اعلاء السنن جلد ۱ صفحہ ۵، طحطاوی صفحہ ۴۴)

فَائِدَہ: اسی طرح علامہ حلبی نے کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وضو کے بعد سورۃ انا انزلنا ۱، ۲، ۳ پڑھے، اسلاف سے یہ منقول ہے اور اس سلسلے میں جو اثر ہے وہ باب الخصائل میں داخل ہونے کی وجہ سے عمل میں کوئی حرج نہیں۔ اور آثار میں یہ بھی ہے کہ جو اسے وضو کے بعد پڑھے گا اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (حلبی صفحہ ۳۶)

خیال رہے کہ یہ مذکورہ روایت جسے بعضوں نے حدیث سمجھ کر اسے پڑھنا سنت یا مستحب قرار دیا ہے درست نہیں۔ اس کے حدیث ہونے کی کوئی اصل نہیں۔ ضعیف ہونا تو دور کی بات ہے۔ چنانچہ اہل فن نے اس کے لا اصل ہونے کی تصریح کی ہے۔ ملا علی القاری لکھتے ہیں: ”وكذا مسئلة قرائة سورة انا أنزلنا عقيب

الوضوء لا اصل له. وهو مفوت سنته" (موضوعات صفحہ ۷۳)

اسی طرح کشف الخفاء میں ہے۔ "لا اصل له" (جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

اسی طرح علامہ سخاوی مقاصد حسنہ میں تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "لا اصل له" اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ (صفحہ ۴۲۴)

لہٰذا ازروئے تحقیق اس سورۃ کا پڑھنا نہ سنت ہوگا نہ مستحب۔ علامہ کبیری نے اسے ضعیف سمجھ کر باب الفضائل میں معتبر ہونا نقل کیا ہے۔ یہ حدیث ہی نہیں تو صحیح اور ضعیف کا کیا سوال ہوگا۔ امام ابوالليث نے اسے ذکر کیا ہے: یہ اسلاف میں سے کسی کا قول ہے۔ فقہا کا کسی قول کو نقل کر دینا حدیث ہونے کے لئے کافی نہیں تاوقتیکہ اس کے ماخذ اور صحت کی تحقیق نہ ہو جائے، لہٰذا وضوء کی سُنّیت یا استحباب سے خارج رہے گا۔ جن لوگوں نے اسے سنت یا مستحب کسی فقیہ پر استناد کرتے ہوئے لکھا یا کہا ہے ازروئے تحقیق صحیح نہیں۔ خوب سمجھ لیا جائے۔ "لكل فن رجال."

حدیث یا سنت یا فضیلت مذکورہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے تو پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی ہاں اس کا لحاظ کئے بغیر کہ سلف سے منقول ہے مطلقاً پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہے، مگر اذکار مسنونہ کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔

اعضاء وضو کی دعاؤں کی تحقیق

اعضاء وضوء کے دھونے کے وقت جو دعائیں ذکر کی گئی ہیں وہ احادیث صحیح سے ثابت نہیں ہیں۔ بیشتر صوفیاء کبار، فقہاء عظام سے منقول ہیں، علامہ نووی لکھتے ہیں:

"اما الدعا على الاعضاء فلم يجىء فيه شىء عن النبى صلى الله عليه وسلم جاءت عن السلف" (صفحہ ۱۸۵)

اسی طرح حافظ ابن حجر رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے تلخیص الحبیر میں علامہ زبیدی نے اتحاف السادہ میں لکھا ہے۔

"اما الدعاء على الاعضاء الوضوء فلم يجىء فيه شىء عن النبى صلى الله عليه وسلم وقال فى الروضة لا اصل له" (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۵۲)

اسی سلسلے کی دعائیں عموماً تین راویوں سے مروی ہیں:

① حضرت علی۔ ② حضرت انس۔ ③ براء بن عازب رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ سے۔

ان تمام روایتوں پر حافظ نے تلخیص میں نہایت ہی محققانہ کلام پیش کیا ہے۔ روایت علی کے متعلق لکھتے ہیں:

"عن على من طرق ضعيفة جدا او ردها المستغفرى فى الدعوات وابن عساكر فى اماليه ...... واسناده من لا يعرف"

روایت انس کے متعلق لکھتے ہیں۔ "رواہ ابن حبان فی الضعفاء وفیہ عباد بن صھیب وھو متروك."

حدیث براء کے متعلق کہتے ہیں "اسنادہ واہٍ" اسی طرح علامہ طحطاوی نے ابن امیر الحاج کے حوالہ سے کلام کرتے ہوئے لکھا ہے: "انھا ضعیفة ولم یثبت منھا شیء عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا من قولہ ولا من فعلہ وطرقہ کلھا لا تخلوا عن متھم بوضع" پھر محاکمہ کرتے ہوئے قول فیصل لکھتے ہیں: "ونسبة ھذہ الادعیة الی السلف الصالح اولی من نسبتھا الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" (صفحہ ۲۰)

اس کے برخلاف صاحب درمختار نے اس کا کچھ اعتبار کیا ہے۔ "والدعاء الوارد عند کل و ضوء وقد رواہ ابن حبان وغیرہ عنہ علیہ السلام من طرق. وقال محقق الشافعی الرملی فیعمل بہ فضائل الاعمال. وان انکرہ النووی" یہی رائے قریب شرح احیاء کی معلوم ہوتی ہے۔ "وقد تعقبہ صاحب المھمات فقال لیس کذلك بل روی من طرق." (صفحہ ۳۵۲)

ویسے اس کی تخریج متعدد اہل فن نے کی ہے، چنانچہ محدث زرکشی نے تخریج احادیث شرح کبیر میں، محلی نے شرح منہاج میں۔ شیخ الاسلام زکریا نے شرح روض میں، ابن فرید نے شرح عباب میں کیا ہے، اور فقہاء نے کتب فقہ میں ذکر کیا ہے۔ صوفیاء میں علامہ مکی نے قوت القلوب میں، امام غزالی نے احیاء میں، شیخ شہاب نے عوارف میں، قول محقق یہ ہے کہ اصول حدیث روایت کے اعتبار سے آپ سے سنداً ثابت نہیں۔ ہاں اسلاف کے اقوال میں ہے تاہم اس کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ من حیث الدعاء نقلاً عن الاسلاف ثواب ہی ہے۔

چمڑے کے موزوں پر مسح کے متعلق آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ ﷺ چمڑے کے موزوں پر مسح فرماتے

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چمڑے کے موزے پر مسح فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۳۳)

عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ چمڑے کے موزے پر مسح فرماتے ہوئے میں نے دیکھا۔ (بخاری صفحہ ۳۳)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا آپ اترے، پاخانہ کیا، واپس آئے تو میں نے پانی آپ پر انڈیلا جو میرے پاس برتن میں تھا آپ نے وضو کیا اور موزے پر مسح کیا۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: تواتر کے درجہ میں آپ ﷺ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ کرام کو موزے پر مسح کرتے دیکھا۔ (السعایہ صفحہ ۵۶۱)

امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے مسح اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ روز روشن کی طرح احادیث نہیں معلوم ہوگئیں۔ (السعایہ صفحہ ۵۶۲)

وضو کے بعد موزے پہننے کی صورت میں مسح کرنا

مغیرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا، میں جھکا کہ آپ کا موزہ کھول دوں (تاکہ آپ وضو فرمائیں) آپ نے فرمایا چھوڑ دو میں نے پاکی (وضو کے بعد) ان دونوں کو پہنا تھا، اور آپ نے مسح کیا۔ (بخاری صفحہ ۳۳، مجمع جلد ا صفحہ ۲۵۵)

صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم موزہ پر اس وقت مسح کریں جب کہ موزہ طہارت (وضو) کی حالت میں پہنیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۰۳، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وضو کے بعد اگر موزے پہنے ہیں تب ہی مسح کرنا جائز ہے۔ اگر بلا وضو کئے صرف

موزے پہن لئے ہیں تو حدث کے بعد وضو کرنے کی صورت میں مسح کرنا درست نہیں ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے سیاہ رنگ کے چمڑے کے تھے

بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ان کے والد سے ہے کہ نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بادشاہ) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سیاہ موزے (ہدیۃً) دیئے تھے جو سادے تھے آپ نے ان کو پہنا اور وضو فرماتے تھے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۲، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، ابن ماجہ صفحہ ۴۲، ترمذی صفحہ ۱۰۹)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ دحیہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو موزے ہدیۃً دیئے تھے، آپ نے انہیں پہنا۔ عامر کی ایک روایت میں ہے کہ ایک جبہ بھی دیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پہنا یہاں تک کہ پھٹ گئے۔ (ترمذی صفحہ ۳۰۶، شمائل صفحہ ۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کا قبول کرنا اور اس کا استعمال کرنا سنت ہے۔ اور یہ کہ غیر مسلم کا بھی ہدیہ قبول کر کے عبادت میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ چونکہ نجاشی نے جس زمانے میں ہدیہ دیا تھا، اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ آپ سفر حضر میں خف کا استعمال فرماتے اور آپ کے پاس متعدد خف تھے۔ (شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۴۶)

سیاہ رنگ کے موزے مسنون اور بہتر ہیں

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ کے پیر میں دو سیاہ موزے تھے۔ ہم ان کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے تو آپ نے فرمایا: عنقریب موزے بکثرت ہو جائیں گے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۳۵، اتحاف المہرہ صفحہ ۵۰۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ تم پر سیاہ موزے لازم ہیں۔ ایسے ہی موزے پہنو ان پر مسح بہتر ہے۔ (کشف النقاب صفحہ ۳۹۱)

فائدہ: مطلب یہ کہ دیگر رنگوں مثلاً سرخ رنگ کے مقابلے میں سیاہ رنگ اچھا ہے۔

زخم کی پٹی پر مسح کرنا

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں ابن قمیئہ نے آپ کو تیر مارا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ جب وضو فرماتے تو پٹی پر مسح فرماتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۶۴، سیرۃ الشامی جلد ۸ صفحہ ۵۷)

فائدہ: زخم کی پٹی پر بھی مسح کرنا درست ہے۔ اور مسح پٹی کے پورے حصے پر کیا جائے گا۔

سفر میں موزوں پر مسح کرنا

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، آپ بیت

الخلاء تشریف لے گئے، واپس تشریف لانے پر میں نے آپ پر پانی ڈالا آپ تنگ آستین والا رومی جبہ پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے ہاتھ باہر نکالنا چاہا تو مشکل معلوم ہوا، تو جبہ کے اندر سے ہاتھ نکالا، چہرہ ہاتھ دھویا سر کا مسح کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔ (نسائی صفحہ ۳۲)

حضرت عوسجہ نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا تو آپ موزوں پر مسح فرمایا کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۵۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم لوگ سفر میں موزوں پر مسح کیا کریں۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، کشف صفحہ ۳۵۳)

فائدہ: بکثرت روایتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ پیر دھونے کی پریشانی سے خصوصاً سردی میں مسح کرنا بہتر ہے۔

مسافر اور مقیم کی مدت مسح

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ مقیم ایک دن ایک رات اور مسافر تین دن اور تین رات مسح کیا کریں۔ (نسائی صفحہ ۳۲)

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسح مسافر کے لئے تین دن اور مقیم کے لئے ایک دن ہے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱)

صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو آپ نے ایک جہاد میں بھیجا تو فرمایا مسافر تو تین دن تین رات مسح کرے اور مقیم ایک دن ایک رات مسح کرے۔ (طحطاوی جلد ۲ صفحہ ۴۹)

فائدہ: چمڑے کے موزے پر مقیم کے لئے چوبیس گھنٹہ اور مسافر کے لئے تین دن و تین رات مسح کی اجازت ہے، مدت جب پوری ہو جائے اور وضو باقی ہو تو صرف موزے کھول کر پیر کو دھونا کافی ہے۔ ہاں اگر وضو بھی ٹوٹ جائے تو پھر مکمل وضو کرے اور پھر دھو کر موزے پہن لے۔ خیال رہے کہ مدت مسح کی ابتداء احناف کے یہاں حدث کے بعد سے ہے۔ "کذا فی الشامی"

موزوں کے اوپری جانب مسح فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ظاہر قدم پر مسح فرما رہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲)

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ میں تو سمجھتا تھا کہ قدم کا نچلا حصہ مسح کے زیادہ لائق ہے یہاں تک کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اوپری حصہ پر مسح فرما رہے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲)

مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے غزوہ تبوک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ موزوں کے اوپری اور نچلے دونوں حصوں پر مسح کیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں موزوں کے اوپری حصہ پر مسح کا ذکر ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۲، کنز العمال صفحہ ۶۱۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسح موزے کے اوپر (پیر کے اوپری طرف) انگلیوں کو کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (السعایہ صفحہ ۵۷۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ موزے کے اوپر کی جانب مسح کا حکم دیتے تھے۔ جب کہ ان دونوں کو پاکی حالت میں پہنا ہو۔ (اتحاف المہرہ صفحہ ۵۲۰)

فائدہ: بیشتر روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں کے اوپری حصے پر قدم کے اوپر مسح فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عقل ہی پر دین کا مدار ہوتا تو پیر کے نیچے حصہ پر مسح کیا جاتا کہ گرد غبار اور گندگی کا وہی حصہ ہوتا ہے لیکن دین کا مدار نقل پر ہے۔ حضرات انبیاء کرام سے جو طریقہ منقول ہو اسی پر خواہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپری حصہ پر مسح فرمارہے ہیں تو میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔

مسح کا مسنون طریقہ

دائیں انگلیوں کو دائیں موزے کے اگلے سرے پر۔ بائیں انگلیوں کو بائیں موزے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کھینچے۔ مسنون یہ ہے کہ انگلیوں کے اندرون سے مسح کرے ٹخنے سے کچھ اوپر تک مسح کرے۔

(شامی صفحہ ۲۶۲)

موزوں پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ

مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ پیشاب کر کے تشریف لائے وضو کیا۔ اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔ اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں موزے پر رکھا۔ اور بائیں ہاتھ کو بائیں موزے پر رکھا اور اس کے اوپر ہاتھ پھیرا، میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں موزے کے اوپر تھیں۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۷، مطالب عالیہ صفحہ ۳۴، السعایہ صفحہ ۵۷۱، اتحاف المہرہ صفحہ ۵۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے جو وضو کر رہا تھا اور موزے کو دھو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اس طرح (مسح) ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو قدم پر رکھ کر پنڈلیوں کی طرف کھینچا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۱)

حضرت بصری سے منقول ہے کہ مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ موزے پر ہاتھ کھینچتے ہوئے (اوپر کی طرف)

مسح کرے۔ (السعایہ صفحہ ۵۷۱، اتحاف المہرہ صفحہ ۵۱۴)

زہری سے پوچھا گیا کہ مسح علی الخفین کس طرح ہے؟ تو انہوں نے ہاتھ سے کر کے دکھایا۔ اپنی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو قدم سے پنڈلی کی طرف لے گئے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۵)

فائدہ: مسح کا مسنون اور ماثور طریقہ یہ ہے کہ پانی سے تر انگلیوں کو پیر کے اوپر موزے پر رکھتے ہوئے پنڈلی کی جانب لے آئے۔ کہ انگلیوں کے تری کے نشانات موزے پر نمایاں ہوجائیں۔

مسح ایک ہی مرتبہ سنت ہے

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے موزوں کے اوپر ایک مرتبہ مسح کیا۔ (مطالب عالیہ ۳۴)

حسن بصری فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح ایک ہی مرتبہ کرنا ہے۔

شعبی نے کہا موزوں پر مسح ایک ہی مرتبہ کرنا ہے۔

حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موزوں کے اوپر ایک مرتبہ مسح کیا۔ راوی نے کہا میں نے موزے کے اوپر انگلیوں کے (تری) نشانات کو دیکھا۔ (مصنف ابن الرزاق صفحہ ۲۱۸)

انگلیوں کو کشادہ کرتے ہوئے مسح کرے:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے (موزہ پر مسح کرتے وقت) ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ رکھتے ہوئے مسح کیا۔ (اتحاف المہرہ صفحہ ۵۱۷)

اگر مدت مسح کے اندر موزے کھل جائیں تو

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اگر موزہ نکال دیا تو پھر پیر کو دھونا پڑے گا۔ (عبدالرزاق صفحہ ۲۹۰)

نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت تک مسح کرتے تھے جب تک موزے کھول نہ لیتے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۹۷)

منصور نے حضرت ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے کہ جب موزے کو اتار دیا جائے گا تو وضو کا اعادہ ہوگا۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ ۲۱۰)

فائدہ: مطلب یہ کہ وضو نہ ٹوٹے، وضو کے باقی رہنے کی صورت میں اگر صرف موزہ اتار دے تو پیر دھو کر موزہ پہن لیا جائے اس سے وضو نہ ٹوٹے گا صرف مسح ختم ہوگا۔ (کذافی الشامی صفحہ ۲۸۶)

غسل جنابت میں موزے کھول دیئے جائیں گے

صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ

ﷺ نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ہم سفر میں تین دن تک موزے نہ کھولیں ہاں مگر یہ کہ غسل جنابت میں۔

(ابن خزیمہ صفحہ ۹۹، سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۹)

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور موزے پہنے ہو تو اس پر مسح کرے۔ اور اسے پہنے حالت میں نماز پڑھے اور اسے نہ کھولے ہاں مگر یہ کہ جنابت کی حالت آ جائے۔

(کنز العمال صفحہ ۶۰۳)

فَائِدَہ: حدث اصغر وضو ٹوٹ جانے کی شکل میں تو وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کیا جائے گا۔ لیکن اگر حدث اکبر ہو جائے نہانے کی حاجت ہو جائے تو موزے کھول کر تمام اعضاء کو اور پیر کو بھی دھویا جائے گا۔

مدت مسح کے اندر موزے کھول کر پیر دھونا منع ہے

ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ جس نے مسح کو چھوڑ دیا اس نے سنت سے انکار کیا اور یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (کنز صفحہ ۶۱۹)

مطلب یہ ہے کہ مسح کو کافی سمجھے غسل کو ضروری نہ سمجھے۔

دبیز سوتی موزوں پر مسح کرنا

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جورب پر مسح کیا ہے۔

(ترمذی صفحہ ۱۵)

حضرت مسعود انصاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ وہ بالوں سے بنے ہوئے موزوں پر مسح فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

عقبہ بن معیط سے روایت ہے کہ وہ بالوں سے بنے ہوئے موزوں پر مسح کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

فَائِدَہ: یعنی بالوں سے بنے جورب موزے پر مسح کرتے تھے جو سخت ہوتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت بصری (جو جلیل القدر تابعین ہیں) سے منقول ہے کہ جوربین دبیز سوتی موزے پر اس وقت مسح کیا جائے گا جب کہ وہ سخت ہوں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

فَائِدَہ: جورب سوت کے یا اون کے موزوں کو کہتے ہیں۔ عموماً عرب کے یہاں ایسے موزے مجلد یا منعل ہوتے تھے۔ جورب مجلدہ موزہ ہے جس کے دونوں طرف چمڑا چڑھا ہوا ہو۔ جورب منعل وہ موزہ ہے جس کے صرف نچلے حصہ میں چمڑا چڑھا ہو۔ جورب مجلد اور جورب منعل پر تمام ائمہ کے نزدیک بلاشبہ وکراہیت مسح جائز ہے۔ البتہ جورب میں اگر چمڑا چڑھا ہوا نہ ہو اس پر مسح اس وقت جائز ہے جب کہ وہ ثخین یعنی نہایت ہی دبیز ہوں اور اس کے لئے تین شرطیں ہیں:

❶ پتلے اور باریک نہ ہوں جیسے کہ عموماً سوتی اور اونی کپڑے کے ہوتے ہیں بلکہ اتنے موٹے سخت اور دبیز ہوں کہ پانی اگر ڈالا جائے تو پیر تک نہ پہنچے اور نہ پیر بھیگے۔

❷ اتنے سخت ہوں کہ بغیر باندھے وہ پیر میں رک جاتے ہوں۔

❸ تتابع مشی ممکن ہو یعنی قریب ایک میل چلنا ممکن ہو۔ (شامی جلد ا صفحہ ۲۶۹)

جورب منعل پر مسح کرنا

راشد بن نجیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ وہ پاخانہ گئے۔ ان کے اوپر دو ایسے موزے تھے جن کے نیچے تو چمڑا لگا تھا اور اس کے اوپر خز۔ ریشم تھا۔ انہوں نے اس پر مسح کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

فائدہ: سوتی موزے پر اگر نعل کی طرح چمڑا لگا ہو تو جورب منعل کہا جاتا ہے۔ اس پر مسح جائز ہے ظاہر ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہوگا تب ہی تو مسح کیا۔

ہر جورب یا رائج سوتی پتلے موزہ پر مسح جائز نہیں

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جورب و نعل پر مسح فرماتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

حضرت راشد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک کو ایسا جورب پہنے دیکھا جس کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا اور اس کے اوپری حصہ پر ریشم تھا (یعنی جورب منعل تھا) اس پر مسح کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵)

حضرت سعید بن مسیّب اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل ہے کہ وہ سخت دبیز جورب پر مسح فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

محدث بیہقی کہتے کہ استاذ ابو الولید فرماتے تھے کہ جورب و نعل پر مسح (جس کا ذکر حدیث میں ہے) سے مراد جورب منعل ہے صرف جورب، یا صرف نعل مراد نہیں ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵، معارف السنن صفحہ ۳۵۰)

علامہ بنوری نے ذکر کیا ہے کہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور حضرات صاحبین اور ایک روایت میں امام صاحب (جو ان کا آخری قول ہے) اس جورب کو ثخین جو خف کے حکم میں مانا ہے، اور مالکیہ تو جورب پر چمڑا چڑھا ہو تب بھی مسح جائز نہیں مانتے ہیں۔ (معارف السنن جلد ا صفحہ ۳۵۰)

فائدہ: ہر جورب یعنی سوتی موزے پر مسح درست نہیں، یا تو جورب مجلد پورے پر چمڑہ چڑھایا گیا ہو یا صرف نعل کی طرح چمڑا چڑھایا گیا ہو، جیسا محدث بیہقی نے استاذ ابو الولید کا قول نقل کیا ہے۔ لہٰذا خالی جورب، سوتی موزے پر جائز نہیں، یا پھر وہ ثخین دبیز ہوں جس کی علامت یہ ہے کہ پانی نہ رسے اور بغیر باندھے ٹک جائے

جیسا کہ تخنین ہونے کی تصریح جلیل القدر تابعین حضرت ابن مسیّب اور حسن بصری سے منقول ہے، لہٰذا آج کل کے رائج سوتی یا نائلون کے موزے پر مسح ہرگز درست نہیں۔ اسی پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ معارف السنن میں ہے۔ "ولذلك اتفوا على عدم جوازه على الرقيقين يشفان" (جلد اصفحہ ۳۴۶)

معلوم ہوا کہ آج کل کے رائج سوتی اور نائلون کے موزے پر مسح کرنا ائمہ اربعہ جمہور علماء کے خلاف ہے لہٰذا بعض لوگ جو علمی تحقیق سے واقف نہیں اپنے اجتہاد سے ایسے موزے پر مسح جائز کہتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔

جرموق۔ موزے کے خول پر مسح کرتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جرموق پر مسح کیا۔

(سنن کبریٰ جلد اصفحہ ۲۸۹)

یزید بن ابی زیاد کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم (نخعی) کو جرموق جو چمڑے کا تھا اس پر مسح کرتے دیکھا۔

(ابن ابی شیبہ جلد اصفحہ ۱۹۰)

جرموق: موزے کی حفاظت کے لئے جو پہنا جاتا ہے اسے جرموق کہتے ہیں اس کے نیچے بھی چونکہ خف چمڑے کا موزہ ہوتا ہے اس لئے اس پر مسح جائز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے۔ یہ عموماً چمڑے کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم نخعی کے متعلق روایتوں میں آتا ہے۔ جرموق اگر چمڑے کا ہو تو اس پر مسح جائز ہے۔ اگر سوتی یا اونی ہو تو اس پر اس وقت تک مسح درست نہیں جب تک کہ چمڑے پر تری نہ پہنچ جائے۔ (نسائی جلد اصفحہ ۲۶۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم موقین: چمڑے کے لفافے پر مسح فرماتے

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے تو میں نے چمڑے کے موزے پر مسح کرنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ تشریف لے جاتے واپس آتے تو میں وضو کا پانی پیش کرتا آپ وضو فرماتے اور موقین پر مسح فرماتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موقین پر مسح فرماتے تھے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۹)

ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موقین پر مسح فرماتے دیکھا۔

(نصب الرایہ صفحہ ۱۸۴)

موق: یہ بھی جرموق کی طرح چمڑے کا خول ہوتا ہے جو موزے کی حفاظت اور گرد وغبار سے بچانے یا جلد نہ پھٹنے کے لئے موزے کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ اس پر بھی مسح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کی وجہ سے جائز

ہے۔ (شامی جلد ا صفحہ ۲۶۸، مصری)

موزے پہننے سے قبل جھاڑ لینا سنت ہے

حضرت ابو اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو خدا اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہو وہ موزے کو پہننے سے قبل جھاڑ ے۔ (مجمع صفحہ ۱۴۳)

فائدہ: موزہ اسی طرح جوتا وغیرہ پہننے سے قبل جھاڑ لینا چاہئے، بسا اوقات حشرات الارض کیڑے گھس جاتے ہیں۔ بسا اوقات اس کے اندرونی حصہ میں موذی کیڑے گھسے ہوتے ہیں اور بلا جھاڑے پہننے کے بعد وہ ڈس نہ لیں چنانچہ آپ کے موزے کے متعلق ایک تعجب خیز و واقعہ ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہننے کے لئے موزہ منگوایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موزہ پہنا دوسرا پہننے کے لئے ارادہ ہی کیا تھا کہ اسے ایک کوا اٹھا لے گیا اس نے اوپر سے جو پھینکا تو اس سے ایک سانپ گرا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھنے والا ہو، بغیر جھاڑے موزہ نہ پہنے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۴۳)

یہ تو اللہ کی غیبی مدد و نصرت ہوئی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور ضرر سے بچانے کے لئے کوے کو حکم دیا کہ اسے اٹھا کر گرا دے تا کہ اس میں بیٹھا ہوا سانپ ظاہر ہو جائے اور نکل جائے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بستر کو بھی بچھانے سے قبل جھاڑنے کا حکم دیا۔ تا کہ بند بستر میں کوئی کیڑا وغیرہ گھسا ہو تو نکل جائے دیکھئے کس قدر ہماری شریعت نے احتیاط کا حکم دیا۔ اور ادب سکھایا کہ ضرر اور تکلیف اسے پیش نہ آئے۔ اب ان ادب اور طریقوں کو کوئی چھوڑ کر خود ہی تکلیف اور اس کے اسباب کو اختیار کرے تو اس کا کیا علاج؟

تیمّم کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ طریقوں کا بیان

تیمّم اس امت کی خصوصیت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزوں سے نوازا گیا ہے جن سے مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں نوازا گیا۔

1. ایک ماہ کی مسافت سے رعب۔
2. پوری زمین کو نماز اور پاکی حاصل کرنے کی جگہ پس جہاں بھی نماز کا وقت آجائے پڑھ لے (مسجد بھی ضروری نہیں)۔
3. غنیمت کا مال ہمارے لئے حلال کیا گیا اس سے قبل کسی کے لئے حلال نہیں تھا۔
4. مجھے شفاعت (امت کے حق میں) سے نوازا گیا۔
5. مجھ سے قبل انبیاء کرام اپنی قوم کے لئے مخصوص ہوا کرتے تھے میں تمام انسانوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ (بخاری صفحہ ۴۸، سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے تین چیزوں پر فضیلت دی گئی ہے (یعنی خصوصیت سے نوازا گیا ہے جس سے اور انبیاء کرام نہیں نوازے گئے) ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کے مانند ہیں پوری زمین کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے دی گئی اور مٹی کو ہمارے لئے پاکی کا ذریعہ بنایا۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۳)

فائدہ: معلوم ہوا کہ تیمّم کے ذریعہ پاکی اور طہارت کا اصول اس امت کی خصوصیت میں سے ہے ہم میں سے پہلی امت کے لئے صرف پانی ہی سے طہارت حاصل ہوتی تھی کس قدر اللہ کا فضل اور اس کی جانب سے سہولت ہے پانی نہ ملے یا نقصان دہ ہو تو مٹی سے تیمّم حاصل کر کے دوگانہ بجالائے۔

پانی نہ ملنے پر تیمّم کی اجازت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے لئے مٹی کو پاکی کا ذریعہ بنایا

گیا ہے جب کہ پانی نہ ملے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۳۰)

فائدہ: یا پانی تو ملے مگر ضرر اور نقصان کا باعث ہو۔

تیمّم مٹی سے فرماتے

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر مارا اور چہرے اور ہاتھ پر مسح فرمایا یعنی ان دونوں پر ہاتھ پھیرا۔ (بخاری صفحہ ۴۹)

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تیمّم کے لئے) خالص مٹی لازم ہے وہ کافی ہے۔ (نسائی صفحہ ۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر نکلے استنجاء کیا پھر مٹی سے تیمّم فرمایا میں نے عرض کیا پانی قریب میں مل جائے گا آپ نے فرمایا کیا معلوم کہ نہ پہنچ سکوں (یعنی شائد وقت ختم ہو جائے، پھر ملے یا جاؤں اور نہ ملے)۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۴۷، مجمع الزوائد صفحہ ۲۶۳)

مٹی سے پاکی بھی مسلمان کا وضوء ہے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاک مٹی (سے تیمّم کرنا) مسلمان کا وضوء ہے اگر چہ دس سال پانی نہ ملے۔ (ابن ابی شیبہ، نسائی صفحہ ۶۱، مشکوٰۃ صفحہ ۵۴)

ابن سیرین کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مٹی (اس سے پاکی) مسلمان کا وضو ہے اگر چہ دس سال پانی نہ ملے اور جب مل جائے تو خدا سے ڈرے (پانی سے بخل کر کے تیمّم کرتا رہے وضو نہ کرے) اور اپنے جسم میں اسے استعمال کرے پس اسی میں خیر ہے۔ (مجمع صفحہ ۲۶۱)

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہم پانی نہ پائیں تو مٹی کو ہمارے لئے پاکی کا ذریعہ بنایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۷)

تیمّم میں دو مرتبہ ہاتھ مارنا ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیمّم میں دو مرتبہ (مٹی پر مار کر مسح کرنا ہے) ایک مرتبہ چہرے کے لئے دوسرا ہاتھ کہنیوں تک ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۶۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمّم میں دو مرتبہ ہاتھ (مٹی پر) مار کر مسح کرنا ہے ایک پورے چہرے کے لئے دوسرا دونوں ہاتھ دونوں کہنیوں تک۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۶۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیمّم ایک ضرب چہرے کے لئے ہے

اور ایک ضرب ہاتھ کے لئے کہنیوں تک ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۰۷)

تیمّم کس طرح کریں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مٹی سے تیمّم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارے پھر ان دونوں ہاتھوں کو پورے چہرے پر پھیرے پھر دوسری مرتبہ ہاتھ مٹی پر مارے پھر دونوں ہتھیلیوں کو دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیرے۔ (مجمع صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: تیمّم کرنے کا یہی طریقہ ہے جس کے احناف قائل ہیں اگر ہاتھ پر گرد لگی ہو تو اسے جھاڑ لے۔

اگر ہاتھ میں مٹی کا غبار لگ جائے تو جھاڑے

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تیمّم کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ یہ طریقہ (تیمّم) کا تمہارے لئے کافی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک کو مٹی پر مارا اور فرمایا اس طرح اور (ہاتھوں کی مٹی کو) پھونک مارا پھر چہرے اور ہاتھ کو کہنیوں تک مسح کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۴)

فائدہ: خیال رہے کہ مٹی یا غبار کا منہ میں ملنا تیمّم کا مقصد نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض سمجھتے ہیں بلکہ ہاتھ میں لگا معلوم ہو تو جھاڑ لے۔

مسح کرنے سے قبل ہاتھ سے مٹی کا جھاڑنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیمّم کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے لئے کافی ہے کہ اس طرح کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارا، پھر (ہاتھ میں لگی) مٹی کو جھاڑا، پھر منہ سے دونوں ہاتھوں کو پھونکا (تاکہ مٹی اڑ جائے) اور چہرے اور ہاتھ کا مسح کیا۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۳۵)

سالم ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیمّم کرتے تھے۔ اپنے ہاتھوں کو پاک مٹی پر مارتے تھے۔ پھر اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے تھے پھر اپنے چہروں پر مسح کرتے تھے پھر دوسری مرتبہ پاک مٹی پر ہاتھ مارتے تھے اور اپنے ہاتھوں کو جھاڑتے تھے اور ہاتھوں کا مسح کہنیوں تک ہاتھ کے اوپر نیچے سب پر مسح کرتے تھے یعنی مکمل ہاتھ کا کوئی حصہ باقی نہ رہتا۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۱۸۱)

فائدہ: خیال رہے کہ گرد و غبار کا منہ پر پوتنا تیمّم کا مقصد نہیں ہے۔ لہٰذا مٹی پر ہاتھ رکھنے سے مٹی کا غبار لگ جائے تو اسے جھاڑے، یہ مسنون ہے تاکہ چہرہ غبار سے بدنما نہ ہو جائے اسی وجہ سے محدثین نے باب قائم کیا ہے۔

"نفض اليدين من التراب عند التيمم اذا بقى فى يده غبار" (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۱۴)

جس کا مطلب واضح ہے کہ غبار ہو تو اسے جھاڑ دے۔

تیمّم میں پہلے چہرے کا پھر ہاتھ کا مسح کرے

فائدہ: سنت یہ ہے کہ پہلے چہرے کا مسح کرے پھر دونوں ہاتھوں میں دائیں کا مسح کرے۔ اسی وجہ سے ارباب حدیث نے باب قائم کیا ہے "البدایة بالوجه ثم الیدین" (سنن کبریٰ جلد۱صفحہ۲۱۶)

شدت ٹھنڈک کی وجہ سے ٹھنڈے پانی سے غسل باعث ضرر ہو تو تیمّم

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے والد کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ لشکر کے امیر تھے ان کو جنابت لاحق ہوگئی۔ انہوں نے غسل نہیں کیا اور کہا اگر میں غسل کروں گا تو مر جاؤں گا۔ (تو انہوں نے تیمّم کیا) اور نماز پڑھ لی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو واقعہ بیان کیا اور عذر ظاہر کیا آپ نے صحیح قرار دیا اور خاموش رہے۔ (مجمع صفحہ۲۶۳)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کے موقعہ پر ایک شدید ٹھنڈی رات میں احتلام ہوگیا۔ میں نے خوف کیا کہ اگر غسل کروں گا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمّم کر لیا اور اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ پھر اس کا تذکرہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے غسل نہ کرنے کی وجہ آپ سے بیان کی اور یہ کہا میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے کو قتل مت کرو! اللہ تم پر مہربان ہے۔ "ولا تقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے اور کچھ نہیں فرمایا (یعنی تصویب فرمائی)۔

(سنن کبریٰ جلد۱صفحہ۲۲۵، مسند طیالسی صفحہ۶۵)

سفیان ثوری کا قول ہے کہ (حضرات صحابہ و تابعین کا) اجماع ہے کہ آدمی کسی ٹھنڈے علاقے میں ہو اور غسل کی حاجت ہو جائے اور اسے ٹھنڈے پانی سے موت کا اندیشہ ہو تو وہ تیمّم کرے۔ (مصنف عبدالرزاق صفحہ۲۲۶)

فائدہ: خیال رہے شدت سرما کی وجہ سے ٹھنڈے پانی سے غسل نقصان دیتا ہو تو ایسی صورت میں گرم کرے اگر پانی گرم کرنے میں پیسے خرچ ہوں تب بھی گرم کرے یا گرم پانی دستیاب کرے اگر گرم پانی نہ مل سکے اور نہ ملنے کی امید ہو تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے بعد میں نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں اگر گرم پانی بھی نقصان دیتا ہو مثلاً زخم ہو تو بھی تیمّم کر سکتا ہے۔

غسل کے لئے پانی نہ ملے تو تیمّم کرے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے آپ نے نماز پڑھائی

ایک شخص الگ کونے میں علیحدہ بیٹھا رہا (اور نماز میں شرکت نہیں کی) آپ نے پوچھا نماز کیوں نہیں پڑھی کہا میں ناپاک ہوگیا تھا اور (غسل کا) پانی نہیں ملا آپ نے فرمایا (مٹی سے) تیمّم کافی تھا۔ (ابن ابی شیبہ ۱۵۶، سنن کبریٰ ۲۱۶)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا ہم لوگ صحرا میں ہوتے ہیں، دو دو تین تین ماہ پانی سے دور رہتے ہیں اور ہمارے میں جنبی اور حائضہ بھی ہوتی ہیں آپ نے فرمایا تم مٹی پر (سے تیمّم کرنا) لازم ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۱۷)

فائدہ: تیمّم وضو اور غسل دونوں کا بدل ہے وضو اور غسل کے لئے پانی دستیاب نہ ہو۔ انتظار سے نماز کا وقت جاتا رہے گا تو تیمّم سے نماز پڑھے لے۔

جنبی کو غسل نقصان دے تو تیمّم کرے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں نکلے ہمارے ایک ساتھی کو سر میں پتھر لگا جس سے زخمی ہوگیا (اور سر میں بڑا زخم ہوگیا) اسے احتلام ہوگیا اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا میرے لئے تیمّم کی اجازت ہے لوگوں نے کہا نہیں تمہارے لئے تیمّم کی اجازت نہیں ہے۔ تم پانی پر قادر ہو چنانچہ اس نے غسل کیا پس وہ مرگیا (غسل نے زخم کو نقصان پہنچایا) جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس کا واقعہ بتایا آپ نے (رنج ظاہر کرتے ہوئے فرمایا) ان کا برا ہو انہوں نے تو اسے مار ڈالا۔ جب ان کو نہیں معلوم تھا تو انہوں نے کیوں نہیں معلوم کیا۔ جہالت اور ناواقفیت کا علاج تو سوال ہے ان کے لئے کافی تھا کہ وہ تیمّم کرلیتے اور یا زخم پر کپڑے کی پٹی باندھ لیتے پھر اس پر مسح کرتے اور باقی جسم پر پانی بہاتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۹، ابن ماجہ، مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۵۵)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ "ان کنتم مرضی او علی سفر" کی تفسیر میں آپ نے فرمایا آدمی کو خدا کے راستہ میں کوئی چوٹ، زخم وغیرہ لگ جائے اور اسے غسل کی حاجت ہو اور وہ غسل کرنے سے خوف کرتا ہو کہ اسے موت نہ آجائے (ایسی بیماری مثلاً ٹیٹنس زخم میں ہو جائے) تو وہ تیمّم کرے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۸، طیالسی، تلخیص صفحہ ۱۵۵)

زخم، فریکچر کی پٹی پر مسح کی اجازت ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم لوگ سفر میں نکلے ہماری جماعت کے ایک صاحب کو پتھر لگا سر زخمی ہوگیا پھر اسے غسل کی حاجت ہوئی ساتھیوں سے پوچھا کیا ہمیں تیمّم کی اجازت ہے انہوں نے جواب دیا نہیں ہم کوئی اجازت (تیمّم کی) تمہارے لئے نہیں پاتے (یعنی اپنی رائے سے جواب دیا) چنانچہ انہوں نے غسل کیا، تو ان کی موت ہوگئی پھر جب حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس آئے تو یہ واقعہ بتایا تو آپ نے فرمایا انہوں نے

اسے مار ڈالا، خدا اسے بھی مار ڈالے (یعنی غسل کروا کر حالانکہ عذر کی وجہ سے تیمّم جائز تھا) کیوں نہ انہوں نے پوچھ لیا جب نہیں جانتے تھے جہالت کا علاج تو سوال معلوم کرنا ہے، ان کے لئے کافی تھا کہ وہ تیمّم کر لیتے اور زخم پر کپڑے کی پٹی باندھ لیتے پھر اس پر مسح کرتے اور پورے جسم پر پانی بہا دیتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جس کے زخم پر کوئی پٹی بندھی ہو وہ وضو کرے اور پٹی پر مسح کرے اور پٹی کے اردگرد پانی استعمال کرے۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معرکہ احد میں ابن قمیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وضو فرماتے ہوئے پٹی پر مسح فرما رہے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۶۴)

پانی نہ ملنے پر کب تیمّم کرے

حضرت عطا فرماتے ہیں کہ جب تم سفر میں نہ ہو (یہ کوئی ضروری نہیں خواہ کہیں ہو) اور نماز کا وقت آ جائے، اور تمہارے پاس وقت ہو تو پانی کا انتظار کرو، پھر اگر نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو (وقت گزر کر قضا ہو جانے کا) تو تیمّم کر کے نماز پڑھ لے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۶۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، پانی نہ ملے تو تیمّم کو آخر وقت تک مؤخر کرے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۴۴)

فائدہ: حارث نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ پانی کو تلاش کرو، یہاں تک کہ آخر وقت ہو جائے (اور نماز کے قضا ہونے کا گمان ہونے لگے) تو تیمّم کرو اور نماز پڑھ لو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۳۳)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسے مقام پر ہو جہاں پانی کے ملنے اور دستیاب ہونے کی امید ہو تو شروع وقت ہی میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کر کے نماز نہ پڑھے بلکہ نماز کے آخر وقت سے قبل انتظار کرے مل جائے تو ٹھیک ورنہ تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، نماز کو پانی کے لئے قضا نہ کرے۔ ابن نجیم نے بحر الرائق میں ذکر کیا ہے کہ اگر امید پانی کی نہ ہو تو وقت مستحب میں پڑھ لیا جائے ورنہ اخیر وقت تک یعنی اس سے قبل تک انتظار کرے۔

(بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۱۶۳، الشامی صفحہ ۲۴۹)

پانی کم ہو یا ضرورت سے زائد نہ ہو تو تیمّم کی اجازت ہے

زاذان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ کوئی شخص جب صحراء میں (دوران سفر) جنبی ہو جائے اور اس کے پاس تھوڑا پانی ہو تو وہ اپنی ضرورت کے لئے رکھے اور مٹی سے تیمّم کرے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۵)

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ جب تم سفر کی حالت میں جنبی ہو جاؤ یا بے وضو ہو جاؤ اور خوف کرو کہ میں اگر وضو کروں گا تو پیاس سے مر جاؤں گا تو مت وضو کرو۔ (اور نہ غسل کرو

جب پانی کم ہو) اپنے لئے روک کر رکھو اور تیمّم کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۲۲۴)

پانی مریض کو نقصان دے تو تیمّم کی اجازت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ "ان کنتم مرضیٰ او علی سفر" کی تفسیر یہ ہے کہ آدمی کو جب زخم ہو جائے (مثلاً) جہاد کے موقع پر یا کٹے جلنے سے زخم ہو جائے یا چیچک نکل آئے اور غسل سے ہلاکت کا خوف کرتا ہو تو اس کے لئے تیمّم جائز ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲۴)

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ چیچک اور اسی جیسے مریض (سخت بخار ہو اور ٹھنڈے پانی سے وضو نقصان دیتا ہو) کو اجازت ہے کہ وضو نہ کرے، تیمّم کرے، پھر یہ آیت تلاوت کی "ان کنتم مرضیٰ او علی سفر"

(مصنف ابن عبد الرزاق صفحہ ۲۲۲)

سعید ابن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے جب کہ شدید مریض ہو پانی وضو اور غسل میں نقصان دیتا ہو اسے اجازت ہے کہ وضو نہ کرے مٹی سے تیمّم کرے۔ (ابن عبد الرزاق جلد ا صفحہ ۲۲۴)

سعید بن جبیر اور مجاہد کہتے ہیں کہ مریض کو اگر جنابت پیش آ جائے اور وہ (غسل کرنے میں) اپنے اوپر ہلاکت کا خوف کرے تو وہ مسافر کی طرح ہے جو پانی نہ پائے وہ تیمّم کرے۔ (السعایہ صفحہ ۴۸۳، ابن ابی شیبہ)

فائدہ: مثلاً شدید بخار ہو، یا پورے جسم پر زخم ہو تو ایسی صورت میں تیمّم کی اجازت ہے مزید اس کے لئے مسائل کتب فقہ میں دیکھے جا سکتے ہیں یا کسی جید عالم سے معلوم کیا جا سکتا ہے محض سستی یا معمولی تکلیف سے بچنے کے لئے تیمّم کی اجازت نہ ہوگی بعض صاحب فراش مریض کو دیکھا گیا ہے کہ وضو کرنے میں پریشان اور دقت کی وجہ سے تیمّم کر لیتے ہیں سو یہ درست نہیں۔ اہل علم سے رجوع کرنے کے بعد عمل کرنا چاہئے۔

غسل کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ و تعلیمات کا بیان

غسل کرتے وقت اولاً وضو کرنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر نماز کی طرح وضو فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۳۹)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جب وضو فرماتے نماز کی طرح وضو فرماتے۔ ہاں پیروں کو نہ دھوتے۔ (بخاری صفحہ ۳۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (غسل کے موقعہ پر اولاً) نماز کی طرح وضو فرماتے، پھر اپنے بدن پر تین مرتبہ پانی بہاتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲)

فائدہ: غسل کی ابتداء میں ہاتھ دھونے کے بعد وضو کرنا مسنون ہے۔ بعض روایتوں میں جیسا کہ ابوداؤد عن ہشام بن عروہ عن عائشہ کی روایت میں ہے کہ جنابت کی حالت میں اولاً بدن پر لگی نجاست کو دھوتے، پھر وضو فرماتے۔ اور بخاری کی روایت میں ہے کہ اس وضو غسل میں آپ پیروں کو بعد میں دھوتے۔ یعنی غسل کے آخر میں۔ چونکہ غسل کے موقعہ پر پانی جمع ہو جاتا تھا۔

علامہ عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ غسل کی جگہ پر پانی جمع ہو جاتا ہو تو پیروں کو بعد میں دھوئے ورنہ تو شروع ہی میں وضو کے ساتھ دھو ڈالے۔

علامہ عینی نے متعدد احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ترتیب بیان کیا ہے غسل کے وقت اولاً دونوں ہاتھوں کو دھوتے۔ پھر جنابت کی حالت کے غسل میں مخصوص مقام کو دھوتے، ہاتھ مٹی سے رگڑ کر دھوتے، (کہ اس عہد میں صابون رائج نہ تھا اب مٹی کی جگہ صابون یا پاؤڈر استعمال کرے تاکہ ہاتھ کی نجاست سے برتن ناپاک نہ ہو) پھر وضو فرماتے۔ پھر بدن پر پانی بہاتے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۴)

امام بخاری نے باب الوضوء قبل الغسل قائم کر کے اس طریقہ غسل کے مسنون، و مستحب ہونے کو بیان کیا

ہے اس لئے پانی بہانے سے قبل وضو کا کرنا مستحب ہے۔

ابن عبدالبر مالکی نے اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ (الاستذکار جلد ۳ صفحہ ۶۰)

غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غسل میں) کلی کیا ناک میں پانی ڈالا، چہرہ دھویا، اور اپنے ہاتھوں کو دھویا پھر سر پر اور پورے بدن پر پانی بہایا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (غسل میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی طرح وضو فرماتے (اور وضو میں کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا بھی ہے) پھر اپنے بدن پر تین مرتبہ بہاتے۔ اور ہم لوگ (ازواج مطہرات) چوٹیوں کی وجہ سے پانچ مرتبہ پانی بہاتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲، دار قطنی صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ غسل میں وضو فرماتے، اور ظاہر ہے کہ وضو میں کلی اور ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے محمد بن سیرین سے مرسلاً روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل جنابت میں تین مرتبہ سنت ناک میں پانی ڈالنا فرمایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۶۷)

خالد بن الحذاء نے ابن سیرین کے واسطے سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ جنابت کے غسل میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا جائے۔ (دار قطنی صفحہ ۱۱۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب غسل کرو تو تین مرتبہ کلی کرو یہ ابلغ ہے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو تین مرتبہ کلی تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۶۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا کہ جب جنبی غسل کرے اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے تو پھر دوبارہ وضو کرتے ہوئے کلی کرے۔ ناک میں پانی ڈالے۔ حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ جنبی (غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے تو) کلی کرے ناک میں پانی ڈالے اور نماز دوبارہ پڑھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۹۶، دار قطنی صفحہ ۱۱۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا غسل کے فرائض میں سے ہے۔ اگر روزہ نہ ہو تو پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔ اسی وجہ سے احناف کے یہاں غسل واجب میں تین فرائض ہیں منہ میں پانی ڈالنا، ناک میں پانی ڈالنا اور تمام بدن پر ایک بار پانی بہنا کہ بال برابر بھی جگہ باقی نہ رہے۔

(فتح القدیر)

غسل جنابت میں اہتمام سے ناک میں پانی ڈالنے صاف کرنے کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے وضو کو اہتمام کے ساتھ کامل طور پر ادا کیا کرو تمہارے محافظ فرشتے (کراماً کاتبین اور کوئی محافظ) تم سے محبت کریں گے اور تمہاری عمر میں اس سے برکت ہوگی اے انس غسل جنابت میں ناک کے پانی ڈالنے اور صفائی میں اہتمام کرو تو تم اپنے غسل خانہ سے اس حال میں نکلو گے کہ تم پر کوئی گناہ اور خطا نہ ہوگا۔ معاف ہوگئے ہوں گے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۲۷)

فائدہ: وضو اور غسل دونوں میں ناک صاف کرنے کا حکم ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ناک کے اندر شیطان رات گزارتا ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نیند سے بیدار ہو تو وضو کرو، اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرو اس لئے کہ شیطان ناک کے اندر رات گزارتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۴۶۵)

علامہ طاہر پٹنی نے ذکر کیا ہے کہ وہ اس طرح قلب تک پہنچ جاتا ہے (یعنی دل پر شیطانی اثرات ڈالنے میں اسے آسانی ہوتی ہے۔ (حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۵)

علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ ناک میں پانی ڈالنا اور صاف کرنا شیطانی اثرات کو دور کرنے کے لئے ہے۔

؟ (عمدۃ القاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو ناک میں پانی ڈالتے اور صاف فرماتے، چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے میں نے غسل جنابت کے لئے پانی رکھا تو آپ نے بائیں سے دائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر دھویا ہتھیلی کو تین مرتبہ دھویا پھر مقام قصوص پر پانی ڈالا اور دھویا پھر ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر صاف کیا پھر کلی کی ناک میں پانی ڈالا چہرہ اور ہاتھ بازو دھویا پھر پورے بدن پر پانی بہایا، پھر ہٹ کر پیر دھویا۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، ابوداؤد صفحہ ۳۲)

احناف کے نزدیک غسل میں کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا فرائض غسل میں سے ہے۔ (فتح القدیر، کبیری صفحہ ۴۶)

غسل کے شروع میں بسم اللہ سے جناتوں سے پردہ ہوجاتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جناتوں کی نگاہ اور انسانوں کے ستر عورت کے درمیان اس وقت پردہ ہوجاتا ہے جب وہ کپڑے اتارتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔

(طبرانی اوسط کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۳۸۴)

آپ ﷺ کس طرح غسل فرماتے تھے

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر نماز کی طرح وضوفرماتے پھر ہاتھ میں پانی لے کر بالوں کی جڑوں کا خلال فرماتے پھر تین مرتبہ سر پر پانی بہاتے پھر پورے جسم پر پانی بہاتے۔

(نسائی صفحہ ۴۸، بخاری صفحہ ۳۹، موطا امام مالک، استذکار جلد ۳ صفحہ ۵۸)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں غسل جنابت کے لئے پانی آپ کے پاس رکھ دیتی آپ ﷺ اولاً ہتھیلی کو دو یا تین مرتبہ دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے پانی بہا کر بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص کو دھوتے اچھی طرح رگڑ رگڑ کر دھوتے پھر نماز کی طرح وضوفرماتے پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے دونوں ہاتھوں سے سر ملتے (اچھی طرح بالوں میں پانی پہنچاتے پھر تمام جسم پر پانی بہاتے) پھر غسل کی جگہ سے ہٹ کر پیر دھوتے۔

(نسائی صفحہ ۵۰، بخاری صفحہ ۴۰)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں آپ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھ دیتی آپ (اولاً) اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے دو یا تین مرتبہ۔ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور مقام مخصوص کو دھوتے پھر (بائیں) ہاتھ زمین پر رگڑ کر دھوتے پھر منہ میں ڈال کر کلی کرتے۔ ناک میں پانی ڈالتے چہرہ اور ہاتھ دھوتے پھر سر کو تین مرتبہ دھوتے پھر پورے بدن پر پانی بہاتے پھر غسل کے مقام سے ہٹ کر پیر دھوتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۰)

فائدہ: بکثرت صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے غسل کے طریقہ اور کیفیت کو معمولی فرق سے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل میں اولاً آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر بائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص کو رگڑ کر دھوتے۔ پھر بائیں ہاتھ کو مٹی سے مل کر دھوتے پھر نماز کی طرح وضوفرماتے پھر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے اور بالوں کی جڑوں میں اہتمام سے پانی پہنچاتے اور بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ اولاً سر کے دائیں طرف پانی ڈالتے پھر بائیں طرف پھر بیچ سر میں پانی ڈالتے پھر پورے بدن پر پانی بہاتے پھر غسل کی جگہ سے ہٹ کر پیر دھوتے یہ ہے سنت طریقہ غسل کا۔

غسل میں کم از کم تین مرتبہ پانی ڈالنا پورے بدن پر مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ (غسل کے موقعہ پر) تین مرتبہ پانی بہاتے۔

(بخاری صفحہ ۳۹)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے سر پر تین مرتبہ پانی انڈیلتا ہوں۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲۳۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا! ہم لوگ ٹھنڈے علاقے میں رہتے ہیں غسل جنابت کس طرح کریں گے آپ نے فرمایا بہر حال ہم تو اپنے سر پہ ۳ مرتبہ پانی بہاتے ہیں۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۶، ابن ماجہ صفحہ ۴۳، ترمذی)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی آپ غسل میں سر پر اور تمام بدن پر پانی کم از کم خواہ کتنا ہی جاڑا کیوں نہ ہو تین مرتبہ پانی بہاتے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ مسنون غسل یہ ہے کہ پانی ۳ مرتبہ بہائے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے لہٰذا تین مرتبہ سر پر اسی طرح پورے بدن پر مستحب ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۰۱)

غسل میں پورے بدن پر ایک مرتبہ پانی بہانا

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (غسل کی کیفیت بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں کہ) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو دو یا تین مرتبہ دھویا، پھر بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر مقام مخصوص دھویا پھر مٹی سے ہاتھ رگڑ کر دھویا کلی کیا ناک میں پانی ڈالا چہرے ہاتھ کو دھویا پھر اپنے بدن پر پانی بہایا پھر جگہ سے ہٹ کر پیر مبارک دھویا۔ (بخاری صفحہ ۴۱)

فائدہ: اس حدیث پاک میں بدن پر صرف پانی بہانے کا ذکر ہے حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ اس سے کم از کم ایک مرتبہ ثابت ہو رہا ہے۔ (جلد ا صفحہ ۳۶)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں "باب الغسل مرةً واحدةً" قائم کر کے اس حدیث کو پیش کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پورے بدن پر ایک مرتبہ بھی پھر اچھی طرح پانی بہا کر غسل کیا جا سکتا ہے مثلاً سخت سردی ہے یا مرض کی وجہ سے پانی کچھ نقصان دہ ہے یا پانی ہی کم ہے یا وقت تنگ ہے بہت جلدی ہے تو ایسا کرنا درست ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ غسل میں تعداد شرط نہیں ہے اصل یہ ہے کہ پورے بدن پر اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۰۳)

غسل میں دائیں رخ کو پہلے دھونا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے تین مرتبہ سر میں پانی ڈالتے پھر دائیں جانب پانی ہاتھوں سے ڈالتے پھر بائیں جانب پانی ڈالتے پھر بیچ سر میں۔ (بخاری صفحہ ۴۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو اور غسل میں دائیں رخ کو اولاً اختیار فرماتے چنانچہ حافظ نے فتح

الباری میں اس کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ سر کے دائیں کو پہلے دھوتے۔ (صفحہ ۳۸۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ برتن ہاتھ میں لے کر اولاً دائیں سر پر پانی ڈالتے پھر بائیں سر پر۔ (ابن ابی خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۲۲، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۴، بخاری صفحہ ۱۱)

ایک روایت میں ہے کہ پہلے دائیں سر پھر بائیں سر پھر بیچ سر میں ڈالتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۴)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ غسل میں اولاً دائیں رخ پھر بائیں رخ پر پانی بہاتے علامہ عینی نے اسے مستحب قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۲۰۴)

اسی طرح کوئی میل کچیل کو دور کرنے والی شیء یا خوشبو کا استعمال کرے تو اولاً دائیں جانب پھر بائیں جانب لگائے، چنانچہ امام بخاری نے "الباب من بدء بالحلاب اوالطیب عند الغسل" سے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میل کچیل دور کرنے کے لئے کسی خوشبو دار صابن کا استعمال بھی بہتر اور اولیٰ ہے تا کہ نظافت کے ساتھ خوشبو کا بھی استعمال ہو جائے۔

مسروق کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو دایاں رخ اولاً پسند تھا، سر جھاڑنے میں، جوتا پہننے میں اور غسل اور وضو کرنے میں۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۲)

محدث ابن خزیمہ نے "استحباب بدا الغسل بافاضۃ الماء علی المیامن" قائم کر کے اسی کی وضاحت کی ہے کہ غسل میں دائیں حصہ کو اول دھونا مسنون ہے۔ اور یہ آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی۔

مقام غسل میں پانی جمع ہو جائے تو پیر بعد میں دھوئے

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ (مقام غسل سے) ہٹے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ جب غسل سے فارغ ہوئے تو اپنے دونوں پیروں کو دھویا۔ (بخاری صفحہ ۴۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۳، سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب غسل سے فارغ ہوئے تو دونوں پیروں کو دھویا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۴)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ غسل سے جب فارغ ہو جائے تو پیروں کو دھوئے۔

(ابن عبد الرزاق جلد ا صفحہ ۲۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ غسل میں اولاً اپنے ہاتھوں کو دھوتے پھر نماز کی طرح وضو فرماتے (یعنی پیروں کو بھی دھوتے)۔ (ابن عبد الرزاق صفحہ ۲۶۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب غسل فرماتے تو جب مقام غسل سے الگ ہوتے تو پیروں کو دھوتے۔
(کنز صفحہ ۵۴۶)

فائدہ: علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ پانی اگر غسل کے مقام پر جمع ہو جائے تو پیروں کو آخر میں دھوئے۔
(عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۱۹۳)

ہدایہ اور فتح القدیر میں بھی ہے کہ اس مکان سے ہٹ کر پیر دھوئے۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۸)

کبریٰ میں ہے کہ غسل کے مقام پر پانی جمع ہو جاتا ہو تو پیروں کو بعد میں دھوئے۔ لہٰذا اگر کسی اونچے پتھر پر یا ایسے مقام جہاں پانی نہ جمع ہو جیسے آج کل کے غسل خانے تو پھر پیر کو وضو ہی کے وقت دھونا مستحب ہے موخر نہ کیا جائے۔ (کبیری صفحہ ۵۰)

شرح احیاء میں ہے کہ اگر وضو کے وقت پیر کو دھو لیا تو پھر غسل کے آخر میں دھونے کی ضرورت نہیں۔
(اتحاف صفحہ ۳۷۹)

حافظ نے تلخیص میں بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل میں پیروں کو وضو ہی کے وقت دھو لیتے تھے (صفحہ ۱۵۱) اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں غسل سے فراغت پر پیر دھونے کا ذکر نہیں ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں اس کا ذکر ہے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں غسل کی جگہ پانی جمع نہ ہوگا اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں غسل کے مقام پر پانی جمع ہوگا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر بعد میں دھویا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس مقدار پانی سے وضو اور غسل فرماتے

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مد سے وضو اور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۰، بخاری صفحہ ۳۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس برتن سے وضو فرماتے تھے جس میں دو رطل پانی آتا تھا اور ایک صاع (برابر پانی) سے غسل فرماتے تھے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ...)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاع پانچ مد تک سے غسل فرماتے اور ایک مد سے وضو فرماتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرق سے غسل کرتے اور فرق کی مقدار ابن عیینہ نے بیان کیا کہ تین صاع ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا ایک صاع سے اس پر ایک صاحب نے کہا ہم لوگوں کو کافی نہ ہوگا اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جن کو تم سے زیادہ بال تھے ان کو کافی ہو جاتا تھا تو تم کو کافی کیوں نہ ہوگا۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۹۵)

ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے وضو کیا جس میں دو تہائی مد پانی تھا۔ (صفحہ ۹۵)

فائدہ: ان روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ آپ وضو اور غسل میں کم از کم مقدار پانی استعمال فرماتے تھے۔ اس سے کم میں کرنا بہتر نہیں چنانچہ امام بیہقی نے باب قائم کیا ہے کہ مستحب ہے کہ اس مقدار سے کم پانی وضو اور غسل میں اختیار نہ کرے۔ (جلد ا صفحہ ۱۹۵)

امام بخاری کا قول سبل السلام میں ہے کہ اہل علم نے ایک مد سے زائد وضو میں پانی کے استعمال کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (سبل السلام صفحہ ۹۱، عمدہ صفحہ ۹۵)

امام ترمذی نے اس حدیث کی شرح میں بیان کیا کہ یہ مطلب نہیں کہ اس سے زائد پانی استعمال ہو تو ناجائز ہوگا اور اس سے کم ہو تو یہ درست نہیں بلکہ مقدار کفایت کا ذکر ہے۔ (ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۹۶)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا پانی کا کم یا زائد استعمال احوال اور لوگوں کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۹۶)

خیال رہے کہ ایک صاع چار مد کے برابر ہوتا ہے اور ایک صاع موجودہ دور کے وزن کے اعتبار سے تین کلو ۳۰۰ گرام کے قریب ہوتا ہے نصف صاع ایک کلو ۶۵۰ گرام کے قریب ہوتا ہے۔

غسل جنابت میں تاخیر نہ کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنبی (جن کو غسل کرنا واجب ہو) کے پاس فرشتے نہیں حاضر ہوتے (یعنی رحمت کے) تاوقتیکہ غسل نہ کرلیں۔ (کنز العمال صفحہ ۳۷۸)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کافر کے جنازہ میں فرشتے بھلائی کے لئے حاضر نہیں ہوتے، (بلکہ زد و کوب کے لئے) اور جنبی کے پاس فرشتے حاضر نہیں ہوتے تاوقتیکہ غسل نہ کرلے یا وضو نہ کرلے۔ (طبرانی، کنز العمال صفحہ ۳۹۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس گھر میں فرشتے نہیں آتے جس میں کوئی ناپاک ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۰)

فائدہ: ناپاک اور جنابت کی حالت میں فرشتہ رحمت پاس نہیں آتے۔ اس لئے جنابت کے غسل کو جلد کرلینا

بہتر ہے اگر رات کے شروع یا وسط حصہ میں ناپاک ہو جائے تو غسل کرے یا وضو کر کے سو جائے اور آخر رات میں صبح صادق کے وقت غسل کرے۔ اس کی بھی گنجائش ہے۔ مگر صبح کو سورج نکلنے کے وقت یا سورج کے طلوع کے بعد اس قدر تاخیر سے نہانا ناجائز اور گناہ ہے۔ کہ تاخیر غسل کی وجہ سے فرض نماز قضا ہو گئی۔ اور نماز کا قضا ہونا گناہ کبیرہ ہے۔ علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ فرشتہ رحمت ان گھروں میں (یا ان کے پاس سے بھاگتے ہیں) جو غسل میں تاخیر کے عادی ہوتے ہیں کہ نماز جاتی رہتی ہے یا سستی اور غفلت سے پڑے رہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۲۴۲)

ظاہر ہے اگر مطلقاً تاخیر سے یہ بات ہوتی تو آپ غسل کے قبل نہ سوتے اور آخر رات تک تاخیر نہ فرماتے۔

غسل جنابت میں صبح صادق تک تاخیر کی گنجائش

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت جنبی ہو جاتے تو (کبھی ایسا بھی ہوتا کہ) غسل نہ فرماتے یہاں تک کہ صبح صادق ہو جاتی۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کئے بغیر سو جاتے، ہاں مگر وضو فرما لیتے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۶۴)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنابت کی حالت میں سویا جا سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں، جب وضو کرے۔ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ کبھی آپ شروع رات میں اور کبھی آخر رات میں غسل فرماتے۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۵۶۴، ابوداؤد صفحہ ۲۹)

فائدہ: شروع رات یا وسط رات میں جنبی ہو جائے تو آخر رات تک غسل مؤخر کر سکتا ہے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اتنی تاخیر کرنا کہ کوئی نماز کا وقت نکل جائے ناجائز اور گناہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۴۰)

غسل میں عورتوں کو چوٹیوں کا کھولنا ضروری نہیں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے سر کے بالوں کی چوٹیاں بہت سخت ہیں کیا غسل جنابت کے وقت ان کو کھولا کروں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) یہ کافی ہے کہ اپنی ہتھیلیوں سے ان میں تین مرتبہ پانی پہنچا دو۔ (ترمذی صفحہ ۲۹، نسائی صفحہ ۴۸، مسلم، ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے متعلق یہ بات پہنچی کہ وہ عورتوں کو غسل جنابت کے موقعہ پر چوٹیوں کے کھولنے کو کہتے ہیں تو حضرت عائشہ نے (ان پر رد کرتے ہوئے) کہا وہ

عورتوں کو مشقت میں ڈالتے ہیں، کیوں نہیں وہ سر ہی منڈوانے کو کہہ دیتے ہیں۔

میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ ایک ہی برتن کے پانی سے غسل کرتی تھیں (آپ نے چوٹیوں کو کھولنے کا حکم نہیں دیا) بس صرف تین ہتھیلی بھر پانی پہنچا دیتی تھی۔ (صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۳، استذکار صفحہ ۷۷)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ سے غسل جنابت کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی کو اپنے سر پر بہالو اور سر کو رگڑلو یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے۔ (ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا عورت غسل میں بالوں کی چوٹیاں کھولیں گی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب کرتے ہوئے کہا صرف تین مرتبہ پانی بہا دینا کافی ہے۔

(دارمی صفحہ ۲۶۲، سعایہ صفحہ ۳۹۹)

حضرت ابراہیم نخعی نے کہا جب بالوں کی جڑیں اور اس کے اطراف بھیگ جائیں تو چوٹیاں نہیں کھولے گی۔

(دارمی جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

فائدہ: خیال رہے کہ مردوں کو اگر چوٹی ہو تو کھول کر پانی پہنچانا واجب ہے۔ (سعایہ صفحہ ۳۹۹)

مگر عورت کو چوٹیاں کھول کر پانی پہنچانا واجب نہیں بشرطیکہ بالوں کی جڑوں اور اطراف میں پانی اچھی طرح پہنچ جائے، اگر چوٹیاں سخت اور بالوں کی جڑوں تک بندھی اور گتھی ہوئی ہوں تو پھر کھولنا ضروری ہے تاکہ جڑوں میں اور اطراف میں پانی پہنچ جائے، عموماً اہل ہند کی چوٹیاں سخت اور بالوں کی جڑوں تک کس کر بندھی ہوئی ہوتی ہیں ایسی صورت میں پانی کا پہنچانا مشکل ہے لہٰذا کھول کر پانی پہنچانا لازم ہے۔ عورتیں چوٹیوں کی وجہ سے تین سے زائد پانچ مرتبہ تک دھوسکتی ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲)

صبح کو غسل جنابت کیا ہوا جمعہ کے غسل کے لئے کافی ہوگا

نافع نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ وہ جمعہ اور جنابت میں ایک غسل کرتے تھے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۲۹۸، استذکار جلد ۳ صفحہ ۱۷)

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ صبح کو جس نے غسل جنابت کیا ہو یا جمعہ سے قبل کسی بھی وقت جنبی ہوا اور اس نے غسل کرلیا تو یہ غسل جمعہ کے لئے بھی کافی ہوگا یا جمعہ کا غسل جو مسنون ہے اسے الگ سے کرنا ہوگا، ابن عبدالبر المالکی نے حضرت ابن عمر کا اثر نقل کیا ہے کہ کافی ہوگا۔ یہی قول ابن عبدالبر المالکی نے شوافع، احناف لیث وغیرہ کا بیان کیا ہے۔ ابوبکر الاثرم نے حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ جس نے جمعہ کے دن جنابت کا غسل کیا اور اس کے ساتھ جمعہ کے غسل کی بھی نیت کرلی تو کیا یہ کافی ہوگا؟ امام صاحب نے جواب دیتے ہوئے فرمایا امید ہے کہ دونوں کیلئے کافی ہوجائے گا البتہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافی نہ ہوگا۔ (الاستذکار جلد ۳ صفحہ ۱۷)

محدث بیہقی نے سنن کبریٰ میں باب قائم کیا ہے "الاغتسال للجنابة والجمعة اذا نواهما معا" اس سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جمعہ کے لئے الگ سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ چونکہ "انما الاعمال بالنیات" ہے اگر جمعہ کے غسل کی نیت ہے تو ثواب پائے گا ورنہ غسل تو کافی ہو جائے گا چونکہ مقصد نظافت ہے وہ حاصل ہے اور نیت نہ ہونے کی وجہ سے ثواب غسل جمعہ نہ پائے گا۔

اگر جمعہ اور عید ایک دن جمع ہو جائے

شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے لکھا ہے اگر جمعہ ہی کے دن عید ہو جائے تو جمعہ اور عید کے لئے الگ الگ غسل مسنون نہیں ایک ہی غسل سے دونوں دنوں کی غسل کی سنت ادا ہو جائے گی۔ (اتحاف السادۃ)

جنابت کی حالت اگر غسل سے قبل سونا چاہے تو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں (غسل سے قبل) سونا چاہتے تھے تو مقام مخصوص کو دھو لیتے اور نماز کی طرح وضو فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۴۳، طحاوی صفحہ ۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم جنابت کی حالت میں (غسل سے قبل) سو سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں جب وضو کر لو۔

(بخاری صفحہ ۴۳، طحاوی صفحہ ۷۶، دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۹۳، نسائی صفحہ ۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ وہ رات میں جنبی ہو جاتے ہیں تو کیا وہ (غسل سے قبل) سو سکتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وضو کر لیا کریں اور سو جایا کریں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو وضو فرما لیتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: جنابت کی حالت میں غسل سے قبل سوئے تو مسنون یہ ہے کہ مقام مخصوص کو دھوئے اور وضو کرے اس طرح سنت کے مطابق سونا بہت سے فوائد کا باعث ہے۔

جنابت کی حالت میں اگر کھانا پینا چاہے تو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں کھاتے تو وضو فرما لیتے۔

(طحاوی صفحہ ۲۶، نسائی صفحہ ۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۴، ابوداؤد صفحہ ۲۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا جنبی سو سکتا ہے؟ کھا پی سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! جب نماز کی طرح وضو کرے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں کھانے کا ارادہ

فرماتے تو دونوں ہتھیلیوں کو دھو لیتے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۷۶، نسائی جلد ۱ صفحہ ۵۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں کھانا پینا درست ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے سے قبل کبھی آپ وضو فرماتے اور کبھی آپ صرف ہاتھ منہ اور کلی وغیرہ پر اکتفا فرما لیتے لہٰذا دونوں طریقہ مسنون ہے، حسب موقعہ سہولت جسے چاہے اختیار کرے بعض لوگ جنابت کی حالت میں کھانا پینا قبیح اور معیوب سمجھتے ہیں سو یہ درست نہیں ہاں طبعی کراہت اور ہے۔

جنابت کی حالت میں بلا غسل کے گھر سے باہر نکلنا اور لوگوں سے ملنا جلنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنابت کی حالت میں تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات مدینہ کے کسی راستے میں ہوئی میں پیچھے ہٹ گیا (جنبی ہونے کی وجہ سے، ملنے سے بھاگنے لگا) تو میں جلدی سے گیا اور غسل کر کے آیا تو مجھ سے پوچھا میں جنبی تھا تو مکروہ سمجھا کہ آپ سے مجلسی ہو اور میں ناپاک ہوں آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ مؤمن تھوڑی ناپاک ہوتا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی اور میں ناپاک تھا تو آپ نے فرمایا۔ مؤمن ناپاک نہیں ہوتا، جنابت سے بدن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۲)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو میں جنابت کی حالت میں تھا، آپ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے کہا میں ناپاک ہوں۔ آپ نے فرمایا: مؤمن ناپاک نہیں ہوتا۔

(نسائی صفحہ ۵۲)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح بخاری میں اس حدیث ابوہریرہ کی شرح میں بہت سے فوائد مستنبط کئے ہیں جن میں سے چند اہم فوائد یہ ہیں:

1. مؤمن ناپاک نہیں رہتا جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں مسلمان ناپاک نہ زندہ رہنے کی حالت میں اور نہ موت کے بعد ناپاک ہوتا ہے (غسل کا حکم نظافۃً یا تعبداً ہے)
2. پسینہ، لعاب، آنسو، جھوٹا سب پاک ہے۔
3. اپنے بڑوں کا اکرام اور لحاظ کرنا۔
4. طالب علم کے لئے مستحب ہے صاف اور نظیف حالت میں اساتذہ اور مشائخ کے پاس جائیں، کپڑے صاف ہوں، ناخن بڑے نہ ہوں، بدن و کپڑے پسینہ یا اور کسی وجہ سے بدبودار نہ ہو۔
5. غسل واجب میں تاخیر کی گنجائش، ہاں مگر اتنی تاخیر نہیں کہ نماز کا وقت جاتا رہے۔
6. حالت جنابت میں ضرورت سے باہر نکلنا۔

❼ جنبی کا بازار وغیرہ میں حسب ضرورت چلے جانا۔
❽ جنبی یا کسی کے جسم پر نجاست ظاہری نہ ہو جسم پاک ہے۔
❾ غلط اور نامناسب خیال اور ذہن کی فوراً اصلاح کرنا۔
❿ اہل ایمان اور غرباء مساکین کا خیال رکھنا اور اس کے احوال اور خیریت کا متلاشی رہنا۔
⓫ تابع حضرات کا جدا ہونے کے وقت اجازت لینا اور اطلاع کرنا۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں پچھنا لگانا، ناخن کاٹنا سر منڈانا درست ہے۔

(بخاری، عمدہ القاری صفحہ ۲۴۰)

علامہ عینی نے بیان کیا ہے کہ صحابہ وتابعین کی ایک جماعت حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر، سعید ابن مسیّب، مجاہد، ابن سیرین، زہری، ابراہیم نخعی، ابن عباس، عطا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ حضرات جنابت کی حالت میں بلا وضو کئے باہر نہیں نکلتے تھے۔ (عمدۃ صفحہ ۲۴۰)

جنابت کی حالت میں سلام ومصافحہ کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے راستوں میں سے کسی راستے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی میں جنبی تھا تو میں چپکے سے نکل گیا اور غسل کیا پھر آیا، تو آپ نے پوچھا کہاں تھے ابو ہریرہ؟ تو میں نے کہا میں جنبی تھا اس لئے آپ کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ، مؤمن ناپاک نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۰، ترمذی صفحہ ۳۲، بخاری صفحہ ۴۲)

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان سے ملاقات ہوئی آپ ان کی طرف (مصافحہ کرنے کے لئے) متوجہ ہوئے تو میں نے کہا میں ناپاک ہوں اس پر آپ نے فرمایا: مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔

(ابوداؤد صفحہ ۴۰)

فائدہ: حدیث مذکورہ کو امام ترمذی، امام ابوداؤد، اور امام ابن ماجہ نے "باب مصافحة الجنب" قائم کر کے بیان کیا ہے جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ جنابت کی حالت میں سلام ومصافحہ جائز ہے۔ خیال رہے کہ جنبی کے لئے قرآن پاک پڑھنا، طواف کرنا، مسجد میں داخل ہونا یہ امور ناجائز ہیں باقی اس کے علاوہ تمام امور جائز ہیں۔

(معارف السنن جلد ۱ صفحہ ۴۰۰)

جنابت کی حالت میں ذکر واستغفار، درود وغیرہ تلاوت کے علاوہ جائز ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن ہر وقت خدا کا ذکر کرتے تھے۔

(بخاری صفحہ ۴۴، طحاوی صفحہ ۵۵، ابن خزیمہ صفحہ ۱۰۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں قرآن پڑھتے رہتے تھے (باوضو اور بلا وضو) سوائے جنابت کی حالت کے۔ (نسائی صفحہ ۵۲، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنبی اور حائضہ قرآن نہ پڑھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنابت کے علاوہ کسی حال میں آپ قرآن پڑھنے سے نہ رکتے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۰۴، طحاوی صفحہ ۲۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حالت جنابت میں تلاوت قرآن کے علاوہ تمام استغفار تسبیح وتحمید وغیرہ پڑھنا جائز ہے امام طحاوی شرح معانی الاثار میں لکھتے ہیں جنابت کی حالت میں تمام اذکار سوائے تلاوت قرآن کے جائز ہیں۔ (طحاوی صفحہ ۵۲)

علامہ عینی شرح بخاری میں لکھتے ہیں تمام تسبیح وتہلیل وتحمید، حالت جنابت وحیض میں درست ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۲۷۳)

جنابت کی حالت میں بھی ذکر خدا سے خالی نہ رہے ایسے موقعہ پر بہتر ہے کہ استغفار کی کثرت کرتا رہے اور لاحول ولاقوۃ کا ذکر کرتا رہے۔

روزانہ غسل کرنا

موسیٰ ابن طلحہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دن ایک مرتبہ غسل فرماتے تھے۔

ابن عون نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ وہ ہر دن غسل کیا کرتے تھے ابن حضرت عثمان کے غلام کہتے ہیں کہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے غسل کا پانی رکھتا تھا۔ کوئی دن ایسا نہ گزرتا ہوگا کہ وہ غسل نہ فرماتے ہوں گے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۹۹)

زاذان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غسل کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ چاہو تو ہر دن غسل کرلو۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۷۵)

فائدہ: صفائی اور نظافت کے پیش نظر روزانہ صبح یا دن میں ایک مرتبہ نہانا مذموم و اسراف مزاج کی بات نہیں۔ بعض نظیف المزاج لوگ ذرا پسینہ، حبس اور گرمی سے بدن میں پیدا ہونے والے اثرات کو برداشت نہیں کر پاتے ہیں۔ غسل سے ایک گونہ راحت ملتی ہے۔ اسی وجہ سے شدت گرما کی وجہ سے تبرید اور ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ایک زائد مرتبہ بھی غسل کرنا درست ہے کہ حدود شرعی کے دائرے میں راحت کے اسباب ممنوع نہیں۔

گرم پانی سے غسل کرنا

حضرت اسلم جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اور خادم ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے برتن میں پانی گرم کیا جاتا جس سے وہ غسل فرماتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۱صفحہ ۶، تلخیص الجبیر جلد ۱صفحہ ۳۴)

فائدہ: سردی یا کسی بھی وجہ سے گرم پانی سے وضواور غسل کرنا مشروع ہے، اس میں کوئی کراہت قباحت نہیں ہے۔مسند عبدالرزاق میں بسند صحیح ہے کہ گرم پانی سے غسل میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تلخیص الجبیر)

غسل جنابت میں اہتمام کہ ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر رہتا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پیارے! جنابت کے غسل میں خوب مبالغہ کرو کہ ہر بال کے نیچے جنابت ناپاکی کا اثر رہتا ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے اللہ کے رسول کس طرح غسل میں مبالغہ کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالوں کی جڑوں کو خوب اچھی طرح بھگاؤ اور کھال تک پانی پہنچاؤ تم غسل خانہ سے نکلو گے اس حال میں تمہارے گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔

(کنز العمال جلد ۹صفحہ ۵۴۹)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے پس بالوں کو تر کرو اور کھال کو پانی اچھی طرح پہنچاؤ۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بال کی جڑ میں جنابت کا اثر ہوتا ہے اس لئے بالوں کو دھوؤ اور کھال تک پانی پہنچا کر صفائی حاصل کرو۔

(سنن کبریٰ جلد ۱صفحہ ۲۵، ابوداؤد صفحہ ۳۳، ترمذی صفحہ ۲۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

فائدہ: جنابت اور ناپاکی کا اثر بالوں میں اور اس کی جڑوں میں سرایت کئے ہوتا ہے۔ کہ اس کی حرارت کے اثر سے نکلنے والی چیز کا اثر بالوں کی جڑ میں ہوتا ہے، اسی لئے اہتمام اور مبالغہ سے غسل کی تاکید ہے۔ اور مزید اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ بالوں اور اس کی جڑوں کو اچھی طرح دھوئے اور پانی کھال تک پہنچائے کہ بالوں کی کثرت سے کبھی کھالوں میں پانی نہیں پہنچتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے سر کے بال کو منڈوا دیتے تھے۔ تاکہ غسل جنابت میں بالوں کی وجہ سے نظافت میں کمی نہ ہو۔

(ابوداؤد صفحہ ۳۳، سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۵، ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخن کے لمبے ہونے پر بھی نکیر فرمائی ہے چنانچہ ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آسمان کی خبروں کے بارے میں کچھ معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بعض آسمان کی خبروں کو پوچھتے ہیں اور اپنے ناخنوں کو چھوڑے رکھتے ہیں۔ پرندوں کی طرح اس میں جنابت اور گندگی کا اثر رہتا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۱صفحہ ۱۷۵)

آپ ﷺ نے ناخن کے لمبے ہونے پر نکیر فرمائی۔ بعض لوگ کسی انگلی کے ناخن کو چھوڑ دیتے ہیں کاٹتے نہیں یہ درست نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو ضروری امور میں لگنا چاہئے۔ غیر ضروری کی تحقیق میں نہ پڑے۔

غسل میں نجاست دور کرنے کا مسنون طریقہ

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پردہ کیا آپ ﷺ نے غسل جنابت کیا، پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور مقام مخصوص کو دھویا پھر دیوار پر (جو مٹی تھی) یا مٹی پر ہاتھ رگڑ کر دھویا پھر نماز کی طرح وضو کیا مگر پیر نہیں دھویا پھر پانی بہایا پھر الگ ہٹ کر پیر دھویا۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۲۶۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر دائیں ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ پر گراتے اور مقام مخصوص دھوتے یہاں تک کہ صاف ہو جاتا۔ (مسند احمد صفحہ ۹۶، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۶۳، ابن خزیمہ صفحہ ۱۲۱)

نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غسل جنابت کا طریقہ بتایا ہے کہ (اولاً) وہ دونوں ہاتھوں پر پانی بہا کر دھوتے، پھر دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے ہوئے بائیں ہاتھ سے مقام مخصوص کو دھوتے۔ جب مقام مخصوص کو دھو لیتے تو پھر بائیں ہاتھ کو دھوتے۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۲۵۹)

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا اور پردہ کیا، آپ نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ہاتھ کو دھویا، پھر دائیں ہاتھ سے پانی بائیں ہاتھ پر ڈالا اور مقام مخصوص کو دھویا۔

(بخاری صفحہ ۴۰)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نجاست کے دھونے کا طریقہ خواہ غسل کے موقعہ پر یا کپڑے وغیرہ سے یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے پانی گرا کر بائیں ہاتھ سے نجاست کو دھوئے۔ غسل جنابت میں چونکہ نجاست کا اثر ستر عورت پر ہوتا ہے اس لئے بایاں ہاتھ لگا کر صاف کرے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاً دائیں ہاتھ کو دھوئے تاکہ مگ وغیرہ بالٹی میں ڈالنے کی صورت میں ہاتھ کی پاکی سے بالٹی وغیرہ کا پانی پاک رہے۔ اگر نل سے غسل کیا جا رہا ہے تو گو ایسی صورت میں ضرورت نہیں مگر پھر بھی ہاتھ کا اولاً دھونا سنت ہے، لہٰذا اتباع سنت میں غسل سے پہلے اور اسی طرح سو کر اٹھنے کے بعد اولاً ہاتھ دھوئے تاکہ طریقہ سنت کا ثواب حاصل کرے۔

بال کتنے ہی گھنے اور لمبے کیوں نہ ہوں تین مرتبہ دھونا مسنون اور کافی ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے غسل جنابت میں سر دھونے کا طریقہ معلوم کیا

تو حضرت جابر نے کہا بہر حال حضور پاک ﷺ سر کو تین مرتبہ دھوتے تھے اس آدمی نے کہا ہمارے تو بہت بال ہیں (یعنی تین مرتبہ میں کیسے ہوگا) تو اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول پاک ﷺ کے بال تم سے زائد تھے اور تم سے صاف اور پاکیزہ تھے۔ (جب ان کے لئے تین مرتبہ کافی ہوا تو تمہارے لئے بھی کافی ہوگا)۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۶۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا غسل جنابت میں کتنی مرتبہ پانی بہانا اور دھونا کافی ہے۔ انہوں نے کہا سر پر تین مرتبہ پانی بہالو اس نے کہا میرے سر پر بہت بال ہیں حضرت ابو ہریرہ نے جواب دیا تم سے زیادہ اور اچھے بال نبی پاک ﷺ کے سر پر تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۴، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۵۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب بیان کیا کہ آپ ﷺ جنابت غسل میں تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا کرتے تھے تو ان سے حسن بن محمد نے کہا ہمارے بال تو بہت ہیں تو اس پر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے میرے بھتیجے حضور پاک ﷺ کے سر پر بال تمہارے سر سے زائد اور اچھے تھے (جب ان کو کافی ہوا تو تم کو بھی کافی ہو جائے گا)۔ (بیہقی جلد ا صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سر پر خواہ کتنے ہی گھنے بال ہوں تین مرتبہ پورے سر کو دھونا کافی ہے۔ جیسا کہ ماقبل کی روایت سے معلوم ہوا البتہ عورتوں کو تین سے زیادہ پانچ مرتبہ دھونا بہتر ہے ازواج مطہرات پانچ مرتبہ دھوتی تھیں۔ (دار قطنی صفحہ ۱۱۴، ابوداؤد صفحہ ۳۲)

البتہ سر میں میل کچیل زیادہ ہو یا سفر کی وجہ سے گندے ہوگئے ہوں اور واقعی تین مرتبہ میں میل کا اثر باقی معلوم دے رہا ہو تو زائد کی بھی اجازت ہے اسی طرح موسم گرما میں ٹھنڈک کے لئے تین سے زائد مرتبہ پانی بہانا بلاکراہت درست ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ غسل خانے میں دیر تک غسل کرتے رہتے اور پانی کا اسراف کرتے ہیں ممنوع ہے اور بہتر نہیں ہے۔

غسل میں میل کچیل صاف کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو اولاً ہتھیلیوں کو دھوتے پھر ان مقامات کو دھوتے جہاں میل جمع ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۳۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت کے امور میں سے ہیں ان میں سے جوڑوں کے میل کچیل صاف کرنا ہے۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸)

فائدہ: غسل میں صرف پانی بہالینا یہ بہتر نہیں آپ ﷺ غسل فرماتے تو بدن کے میل کچیل کو اچھی طرح دھوتے اسے رگڑ کر صاف فرماتے مزید آپ ﷺ تاکید فرماتے کہ بدن جوڑوں پر جہاں عموماً پسینہ سے میل

کچیل جمع ہو جاتا ہے اس کو اہتمام اور مبالغہ سے صاف کرنا فطرت حضرات انبیاء کی پاکیزہ عادتوں میں ہے۔

غسل میں صابن یا میل کچیل دور کرنے والی چیزوں کا استعمال

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جنابت کے غسل میں سر میں خطمی لگاتے تھے۔ دار قطنی میں ہے کہ احرام کے غسل میں خطمی کا استعمال کیا۔ (جلد۲ صفحہ ۲۲۶، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۲)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ جس نے غسل جنابت میں سر خطمی سے دھویا اس نے کافی کیا یعنی اچھی طرح طہارت حاصل ہوگئی۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۸۲، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۷۸)

چنانچہ ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خطمی لگاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۷۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا جس نے اپنے سر کو غسل جنابت میں کسی دھونے والی چیز (بیری کا پتہ یا خطمی) سے دھویا اس نے گویا خوب صفائی اختیار کیا۔ (مصنف ابن عبد الرزاق جلد ا صفحہ ۲۶۳)

ابراہیم نخعی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی سے منقول ہے کہ وہ غسل جنابت میں بیری کے پتوں سے سر کو دھوتے تھے۔

(سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۸۲)

فَائِدَۃ: خصوصاً غسل جنابت میں کسی میل کچیل اور پسینہ کے اثر کو دور کرنے والی چیزوں کا استعمال بہتر ہے تاکہ صفائی اور نظافت میں مبالغہ اور کمال رہے اس دور میں اس کے لئے صابن ہے لہٰذا صابن کا استعمال جہالت کی وجہ سے خلاف سنت جائز قرار دینا درست نہیں اچھے صابن کا استعمال نظافت کے اعتبار سے بہتر ہے۔

بالوں میں اور اس کی جڑوں میں اہتمام سے پانی پہنچانا

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب غسل جنابت فرماتے تو اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے پھر وضو فرماتے پھر اپنے ہاتھوں میں پانی لے کر بالوں کی جڑوں میں خلال فرماتے پھر سر میں تین، مرتبہ پانی بہاتے۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۷۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب غسل جنابت فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو اولاً دھوتے پھر نماز کی طرح وضو فرماتے پھر اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال فرماتے (انگلیوں کو بالوں کے درمیاں داخل کرتے اور رگڑتے) یہاں تک کہ یقین ہو جاتا کہ بالوں کی کھال پانی سے تر ہوگئی ہو پھر تین مرتبہ پانی بہاتے پھر پورے جسم پر پانی ڈالتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۵، استذکار جلد۳ صفحہ ۵۸)

فَائِدَۃ: مرد کو اگر بال ہوں تو ان بالوں میں اہتمام سے پانی پہنچانا واجب ہے، چنانچہ مسنون ہے سر کے بالوں میں انگلیاں ڈال کر سر رگڑے تاکہ بال اور ان کی کھالوں میں پانی پہنچ جائے اور تر ہو جائے اگر چوٹی ہو تو چوٹی کو

کھولنا لازم ہے آپ ﷺ بالوں کی جڑوں میں دو، تین مرتبہ خلال فرماتے۔ (استذکار جلد۳ صفحہ ۶۰)

اگر ایک بال بھی رہ جائے تو غسل صحیح نہ ہوگا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر ایک بال بھی رہ جائے (یا ایک بال برابر بھی کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ جائے تو اس کے لئے جہنم کی وعید ہے یعنی غسل نہ ہوگا)۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۵، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۳)

فائدہ: پورے بدن میں پانی بہانا اور پانی کا پہنچانا غسل واجب میں فرض ہے۔ یہ مجمع علیہ ہے۔

(کما فی العمدۃ صفحہ ۲۰۳)

ایک بال یا اس کے برابر بھی کوئی جگہ رہ جائے تو غسل واجب صحیح نہ ہوگا لہٰذا اس سے پڑھی گئی نمازیں اکارت ہوں گی اور فرض کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے مواخذہ ہوگا اور یہ مواخذہ دخول جہنم کا باعث ہوگا عموماً سردی کے زمانے میں اعضاء خشک رہنے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے اس لئے کان میں ناف کے سوراخ میں پیٹھ میں اچھی طرح پانی بہائے۔

غسل میں کچھ حصہ باقی رہ جائے تو دھولے دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ غسل جنابت میں کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے تو کیا کرے آپ ﷺ نے فرمایا: اس جگہ کو دھوئے اور نماز پڑھے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۸، سنن کبریٰ صفحہ ۱۸۴)

طاؤس نے کہا کہ غسل جنابت میں جسم کا کوئی حصہ دھونے سے چھوٹ جائے تو صرف اس حصہ کو دھولے جو پانی سے نہیں دھلا ہے۔ (عبدالرزاق صفحہ ۲۶۵)

فائدہ: غسل کے بعد معلوم ہوا کہ جسم کا کوئی حصہ دھونے سے یا پانی جانے سے رہ گیا تو دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں سنت اور حکم یہ ہے کہ اسی مقام کو صرف پانی لگا کر دھو ڈالے خیال رہے کہ بدن میں لگے پانی سے پونچھنا کافی نہیں بلکہ دھونا اور پانی گزارنا ضروری ہے۔

غسل جنابت کے بعد اگر کچھ نکلے تو کیا کرے

حکم بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی غسل کرے پھر غسل سے فارغ ہونے کے بعد پیشاب گاہ سے کچھ نکلے تو صرف وضو کرے (یعنی غسل کے لوٹانے کی ضرورت نہیں)

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۸۰)

حکم اور حماد سے پوچھا گیا کہ غسل جنابت کے بعد اگر کچھ نکلے تو کیا کرے؟ انہوں نے کہا وضو کرے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۳۹)

فائدہ: غسل جنابت کے بعد اگر پیشاب گاہ سے یونہی از خود نکل جائے تو صرف اس مقام کو دھو لینا کافی ہے اور صرف اس سے وضو ٹوٹے گا دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں ہاں اگر شہوت سے نکلے تو غسل واجب ہوگا۔

غسل فرض کے بعد عورت کے کچھ نکلے تو دوبارہ غسل واجب نہیں

حضرت قتادہ نے حضرت جابر بن زید سے نقل کیا ہے کہ عورت کو غسل کے بعد اگر کچھ نکلے جیسے مرد کا پانی وغیرہ تو (اس سے غسل دوبارہ نہیں کرنا ہوگا) اس پر صرف وضو ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: غسل فرض کے بعد اگر عورت کے مقام مخصوص سے کچھ نکلے تو اس سے غسل میں خلل نہ ہوگا صرف وضو ٹوٹ جائے گا لہٰذا وضو کر کے نماز پڑھے شبہ نہ کرے۔

غسل میں پردے کا اہتمام کرے

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غسل کا پانی رکھا اور پردہ کیا، دوسری روایت میں ہے کہ کپڑے سے پردہ کیا۔ (بخاری صفحہ ۴۰)

حضرت ام ہانی کی روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غسل فرما رہے ہیں اور حضرت فاطمہ پردہ کئے ہوئے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۴۲، نسائی صفحہ ۴۶)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے کا حکم دیا، پردہ کیا گیا پھر غسل کیا اور چاشت کی آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۴۵)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مکہ پر تشریف لائے میں آئی پھر حضرت ابوذر ایک برتن میں پانی لائے جس میں میں آٹا گوندھنے کا اثر دیکھ رہی تھی حضرت ابوذر نے پردہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا پھر حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ کیا تو حضرت ابوذر نے غسل کیا۔

(ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل میں پردہ کا سخت اہتمام فرماتے اگر دیوار درخت وغیرہ سے پردہ حاصل نہ ہوتا تو کسی کپڑے سے پردہ فرماتے اور غسل فرماتے کسی آدمی سے کہتے کہ وہ کپڑا پکڑے رہتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آڑ میں غسل فرماتے چنانچہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ابوسمح اور کبھی ابوذر اور کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کپڑے سے پردہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا گو کپڑے پہن کر غسل ہو پھر بھی بدن کھلنے میں بے ستری کا امکان رہتا ہے بہر صورت غسل باہر جہاں لوگوں کی نگاہ پڑے درست نہیں۔ علامہ عینی لکھتے ہیں بے ستری ہونے

کی وجہ سے لوگوں کے سامنے غسل نہ کرنا واجب ہے کہ بلاضرورت شدیدہ کے بے ستری ناجائز ہے (صفحہ۲۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ لوگ نلوں پر کنوؤں پر اور ایسی جگہوں پر غسل کرتے ہیں جہاں لوگوں کا گزرنا، آنا جانا ہوتا ہو بے ستری کے احتمال پر ممنوع ہے اور ایسے احتمال نہ ہونے کی صورت میں خلاف سنت مکروہ تزیہی ہے، ناف، پیٹ و پیٹھ پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے۔

غسل میں پردہ اختیار کرنے کا حکم

حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کر کے غسل کرے۔ (سنن کبریٰ جلد اصفحہ ۱۹۸)

ابن شہاب زہری سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس طرح غسل نہ کرے کہ قریب میں کوئی آدمی ہو جس سے بے ستری کا احتمال ہو۔ (صفحہ ۱۹۹)

یعلی بن امیہ سے مروی ہے کہ تمہارا رب حیاء دار کریم ہے جب تم میں سے کوئی غسل کرے پردہ اختیار کرے۔ (طبرانی کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۸۷)

حضرت عبدالرزاق ابن عامر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اجیر کو لایا اسے ایک جگہ ننگا غسل کرتے ہوئے پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو اپنی مزدوری اور چلے جاؤ۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۸۹)

اس حرکت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے متاثر ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس کر دیا کام بھی لینا گوارہ نہ کیا یہ ہے شان نبوت۔

کھلی اور عام جگہ میں غسل کرنا ممنوع ہے

حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلی جگہ میں غسل کر رہا ہے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت متاثر ہوئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف فرما ہوئے خدا کی حمد ثنا کی (خطبہ مسنونہ پڑھا) اور فرمایا خداوند قدوس بہت حیاء دار اور پردہ غفار ہیں وہ حیاء اور ستر کو بہت پسند کرتا ہے جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو پردہ کرے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۸)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کھلم کھلا خدا کی نافرمانی دیکھتے، کسی ناجائز کام کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتے کوئی کام خلاف شرع ہوتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رگ نبوت بھڑک اٹھتی غصہ ہو جاتے اور منبر پر تشریف لا کر عمومی بیان فرما کر لوگوں کو متنبہ فرماتے اور امر الٰہی کی مخالفت سے خوف دلاتے مداہنت اور صرف نظر نہ فرماتے چھوڑو جانے دو ہمارا کیا بگڑے گا، یہ نظریہ اختیار نہ فرماتے، اس طرز سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ وارثان نبوت اہل علم کو خلاف شرع امور دیکھ کر مداہنت برتنا اور تغافل اور صرف نظر کرنا

درست نہیں بلکہ ماحول کی کچھ رعایت کرتے ہوئے، زجر توبیخ کے ساتھ یا نرمی اور سنجیدگی کے ساتھ خلاف شرع امور پر نکیر اور متنبہ کرتے رہنا چاہئے آج امت میں ناجائز اور خلاف شرع امور رائج ہو گئے ہیں اس میں ہمارے تغافل اور صرف نظر کو عظیم دخل ہے۔

غسل خانے میں یا تنہائی میں یا پردے کی جگہ بھی ننگے نہانا بہتر نہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک تمہیں ننگے ہونے سے منع فرماتے ہیں پس ان فرشتوں سے تم حیاء کرو جو تم سے صرف تین ہی موقعوں پر الگ ہوتے ہیں۔ ① پاخانہ ② جنابت اور ③ غسل کے موقعہ پر۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۳، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۶۰)

بہز بن حکیم کی روایت ان کے دادا سے ہے کہ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کوئی نہ دیکھے خلوت میں ہو تو کیا ستر کھول سکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدائے پاک کا حق زیادہ ہے کہ تم شرم محسوس کرو۔
(فتح الباری صفحہ ۳۸۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۰۲، ابن ماجہ، عمدۃ القاری صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: ان جیسی روایتوں کے پیش نظر جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہائی میں خدا پاک سے شرم محسوس کرتے ہوئے تنہائی میں بھی بے ستری سے منع کیا ہے۔ ننگے غسل کو افضل قرار نہیں دیا، چنانچہ امام بخاری باب "من اغتسل عریانا فلتستر" سے اسی کی وضاحت کر رہے ہیں چنانچہ علامہ عینی نے اس کے استحباب اور مندوب ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے بعض علماء نے تو خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ ابن ابی لیلیٰ نے ننگے نہانا ناجائز اور باعث گناہ قرار دیا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۸۵)

علامہ کرمانی کا قول علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔ تنہائی میں بھی جہاں کسی کا دیکھنے اور نظر پڑنے کا احتمال نہ ہو بلا کسی ضرورت کے ستر کھولنا مکروہ یا ناجائز ہے۔ امام شافعی نے تو حرام قرار دیا ہے البتہ ضرورت سے جائز ہے اس سے معلوم ہوا جو لوگ رات کو چڈی یا جانگیہ پہن کر اپنے کمرے میں سوتے ہیں منع ہے۔ یا آنگن یا صحن میں ایسی جگہ سوتے ہیں جہاں گھر والوں کی نگاہ پڑ سکتی ہے ناجائز ہے اسی طرح جو لوگ تنہائی میں ران کھولے بیٹھے رہتے ہیں بہتر نہیں۔ اور اس سے سخت ناجائز اور گناہ کی بات ہے جو اسکول یا فوج میں ٹریننگ وغیرہ میں ہاف پینٹ جس میں گھٹنے کا اوپری حصہ کھلا رہتا ہے۔ اس کی تو بالکل گنجائش نہیں۔ افسوس کہ ہم نے دوسروں کی ملعون تہذیب اختیار کر کے اپنی شریعت اور اس کی تہذیب پامال کر ڈالا ہے۔

تالاب یا ندی سمندر میں بھی تہبند باندھ کر غسل کرنا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ پانی میں (تالاب میں یا ندی وغیرہ میں) بغیر تہبند سے داخل ہو۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۲۴)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ وہ سمندر یا ندی میں بغیر تہبند کے غسل نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ (نظر سے مخفی مخلوق جن وغیرہ کا) یہ بسیرا ہے رہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد۳ صفحہ ۸۸۲)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران عَلَیْہِ السَّلَام جب ارادہ ندی وغیرہ میں غسل کرنے کا کرتے تو کپڑے نہ اٹھاتے تاوقتیکہ پانی میں داخل ہو جاتے۔ (کنز العمال جلد۱ صفحہ ۲۸۷)

حضرت حسین بن علی تالاب میں داخل ہوتے تو تہبند کے ساتھ داخل ہوتے اور فرماتے کہ اس میں بھی رہنے والے ہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ ۱۹۹)

فَائِدَہ: ان روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سمندر تالاب ندی وغیرہ میں ستر عورت کھول کر داخل نہ ہو۔ خشکی میں جس طرح ستر کھول کر نہانا منع ہے اسی طرح پانی میں بھی منع ہے، اگرچہ انسان کی نظر سے پردہ ہو گیا مگر پانی میں بھی خدا کی مخلوق رہتی ہے جیسے اجنہ اور رجال الماء، ان سے تو بے پردگی ہوگی اور ان کو اذیت پہنچنے کی وجہ سے کہیں تکلیف نہ پہنچا دیں۔ ننگے و برہنہ ہونے سے اجنہ اور شیطان کو تلعب کا موقعہ مل جاتا ہے کہ حدیث پاک میں بھی ہے انسان کے کھلے ستر سے شیطان کھیلتا ہے اور بسا اوقات ضرر کا باعث ہو جاتا ہے یا کسی موذی جانور سے نازک مقام میں تکلیف پہنچ جائے اس لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا ہے۔

پانی کی مخلوق سے بھی پردہ

حضرت ابو جعفر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا جب نہر فرات میں داخل ہوتے تو ان پر ازار تہبند ہوتا اور فرماتے کہ پانی میں بھی رہنے والے ہوتے ہیں یعنی ان سے بھی پردہ ہونا چاہئے۔ (مصنف عبد الرزاق جلد۱ صفحہ ۲۸۹)

کھلے میدان اور بے ستری کے مقام پر غسل کرنا منع ہے

ابن شہاب زہری سے مرسلاً منقول ہے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: کھلے میدان اور جنگل میں غسل نہ کرو، ہاں اگر تم پردہ کی کوئی شکل نہ پاؤ تو ایک گول خط ہی کھینچ ڈالو پھر بسم اللہ کرو اور غسل کرو۔ (عمدۃ القاری ۲۲۸، سنن کبریٰ ۱۹۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم میں سے کوئی کھلے میدان میں غسل نہ کرے نہ کھلی چھت پر غسل کرے اگر وہ کسی کو نہیں دیکھتا تو اسے تو دیکھا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ ۴۵)

فَائِدَہ: مطلب یہ کہ کھلے میدان میں گو کوئی نہ دیکھ رہا ہو مگر پھر بھی تو احتمال رہتا ہے وہ نہیں دیکھتا تو اجنہ اور رجال الغیب تو اسے دیکھتے ہیں پھر یہ کہ خدا سے بھی حیاء چاہئے کہ وہ تو دیکھ رہا ہے۔

ایسی جگہ غسل فرماتے جہاں کوئی نہ دیکھتا

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حجروں کے پیچھے اور ایسی جگہ غسل فرماتے

جہاں کسی کی نگاہ نہ پڑتی۔ (سیرۃ الشامی جلد ۸ صفحہ ۶۳، مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۴)

فائدہ: حجروں کے پشت پر چونکہ بالکل پردہ رہتا تھا اس لئے وہاں غسل فرماتے، آپ کے ازواج مطہرات کے گھروں میں غسل خانہ نہیں تھا۔ کبھی آپ حجرے کے پیچھے غسل فرماتے یا کپڑے کا پردہ یا آڑ کر دیا جاتا تو آپ غسل فرماتے۔ آپ بے ستری کی وجہ سے بھی اور اس سے کہ شرم وحیا آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی ایسا کرتے تھے۔

کھلی چھت پر نہانا منع ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی کھلے میدان میں اور کھلی چھت پر نہ نہائے، اگر وہ نہیں کسی کو دیکھتا ہے تو اسے تو دیکھا جاتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۳۸۵)

فائدہ: بظاہر اس کا مفہوم یہ ہے کہ بہت سی ایسی مخلوق ہیں جسے انسان نہیں دیکھتا۔ معلوم نہیں کس مخلوق خداوندی کی اس پر نظر پڑ جائے اور بدنظر و اذیت وغیرہ کا شکار ہو جائے خود اجنہ کا بھی احتمال ہے اس کی نظر بھی بسا اوقات اذیت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

غسل میں کپڑے پکڑنے والا کس طرح کپڑا پکڑتا

حضرت ابو سمح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل کا ارادہ فرماتے تو مجھ سے فرماتے اپنی پشت میری طرف کرو چنانچہ میں اپنی پیٹھ آپ کی طرف کر دیتا اور کپڑے پھیلا کر آپ کا پردہ کرتا۔ (ابن ماجہ، نسائی صفحہ ۴۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ غسل کا پانی رکھو چنانچہ پانی رکھا پھر آپ نے کپڑا دیا اور فرمایا اس سے پردہ کرو اور اپنی پیٹھ میری طرف رکھو۔ (مجمع صفحہ ۲۷۴)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے کپڑے پکڑ کر پیٹھ ہماری طرف کر دو اس سے پردہ کرنے والے سے بھی بے پردگی نہ ہوگی، چونکہ اس کے برخلاف وہ سامنے کے رخ سے کپڑا پکڑ کر رہے گا تو ساتر سے بے پردگی ہوگی۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عقل کمال احتیاط کی بات تھی کہ اس عہد میں مردوں کا غسل میں پردہ کا بالکل اہتمام نہ تھا آپ نے ماحول میں ابتداءً رائج کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کا بھی پردہ کر دیتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان کی کسی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں تھا آپ غسل کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے پردہ کیا اور آپ نے غسل کیا پانی بچ گیا تو آپ نے فرمایا: یا تو اسے

ڈال دو یا اپنے اوپر بہالو یعنی غسل کرلو انہوں نے کہا چھینکنے کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے کہ اپنے اوپر بہالوں (غسل کرلوں) چنانچہ میں غسل کرنے لگا تو آپ پردہ کرنے لگے، میں نے کہا اے رسول اللہ میرے لئے آپ پردہ کریں گے؟ آپ نے فرمایا: جس طرح تم نے میرے لئے کیا تھا اسی طرح میں تمہارے لئے پردہ کردوں۔

(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۴۸)

حضرت ام ہانی کی روایت میں ہے کہ آپ اعلیٰ مکہ تشریف لائے حضرت ابوذر برتن میں پانی لے کر آئے اور آپ کا پردہ کیا آپ نے غسل کیا پھر حضرت ابوذر نے غسل کیا تو آپ نے پردہ کیا۔

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۳۴۱، سیرۃ الشامیہ جلد ۸ صفحہ ۶۳، مجمع جلد ا صفحہ ۲۷۴)

فائدہ: یہ آپ کے تواضع اور مسکنت کی بات تھی کہ آپ اپنے اصحاب کی بھی خدمت کرتے اور ان کا بھی کام کرتے صرف مخدوم بن کر نہ رہتے۔

خالی میدان میں بھی کسی طرح پردہ اختیار کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی خالی جنگل و میدان میں غسل کرے تو کپڑے کا ہی پردہ یا کسی درخت کی آڑ کرلے۔ (مجمع صفحہ ۲۷۳، کشف الاستار جلد ا صفحہ ۱۶۱)

فائدہ: خیال رہے کہ خالی جنگل و میدان میں جہاں عموماً لوگ نہیں گزرتے اور جاتے، خالی بدن ننگے ہوکر یا بغیر کسی آڑ کے غسل کرنا منع ہے اجنہ بھی تو رہتے ہیں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں اور ہمیں دیکھ لیتے ہیں لہٰذا آڑ اور پردہ ضروری ہے۔

کپڑا نہ ہو تو اونٹ یا درخت کی آڑ بنالے

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی غسل کرے تو غسل میں دیوار کا پردہ کرے یا اونٹ کے پیچھے نہائے یا اپنے بھائی کا ہی آڑ بنالے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۸۶)

عطا کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی پردہ نہ ہو تو اپنے اونٹ کو آڑ بنالے اور غسل کرے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۸۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سفر کا موقعہ ہو جنگل میدان میں ہو غسل کا ارادہ ہو جائے کوئی چادر وغیرہ پردے کے لئے نہ ہو تو سواری کے اونٹ ہی کو کم از کم آڑ بنالے اور غسل کرے۔ دیکھئے غسل کے موقعہ پر پردہ کی کتنی تاکید کی گئی ہے۔ دیکھئے آج کل نلوں کنوؤں اور تالاب وغیرہ پر کس آزادی اور بے احتیاطی سے غسل کرتے ہیں۔ حیاء اور شرافت انسانی کے خلاف ہے۔ گھروں میں غسل خانوں کا اہتمام کرے۔ گھر میں پردے سے نہائے کہ اگر بے ستری نہ ہو تو بے حیائی تو نہ ہو خلاف شرافت ہے لوگ کھلا بدن دیکھیں۔

عین دوپہر اور رات میں نہ نہائے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے منقول ہے کہ وہ عین دوپہر کو اور عشاء کے وقت نصف رات سے قبل غسل کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۷۵)

عین دوپہر کو اور رات کے شروع حصہ میں غسل کرنا بعض مزاج والوں کو نقصان پہنچاتا ہے خصوصاً گرمی کا زمانہ نہ ہو تو اور زیادہ مضر ہوتا ہے۔

کھلے میدان میں رات کو نہانا منع ہے

حضرت عطیہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو شخص رات میں میدان میں غسل کرے تو اپنی ستر عورت کو چھپائے اور جو ایسا نہ کرے اور کچھ پریشانی (نظر یا جن کا اثر ہو جائے) تو وہ اپنے سوا کسی کو ملامت نہ کرے۔

(عمدۃ القاری جلد۳ صفحہ ۲۲۸)

فَائِدَۃ: کھلے بدن و بے ستری کے ساتھ میدان میں خصوصاً رات میں غسل کرنا منع ہے۔ اس کی ایک وجہ بے حیائی کے علاوہ یہ بھی ہے کہ شیطان انسان کی شرمگاہ سے کھیلتا ہے اور شیطان اور اجنہ کا کھیلنا انسان کے حق میں ضرر اور نقصان کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور اجنہ کے اثر سے تکلیف کا ہونا یہ حق اور مجرب ہے۔ اگر کوئی صاف خوشنما رنگ والا ہو تو اور مزید خطرہ رہتا ہے اسی لئے عطیہ کی روایت میں ممانعت وارد ہے۔ اور چونکہ اجنہ اور خدا کی مخلوق پانی میں بھی رہتی ہے اس کی بدنظری اور ضرر سے محفوظ رہنے کے لئے کشف عورت سے منع کیا گیا ہے اسی لئے تالاب اور ندی میں بھی ننگے نہانا منع ہے۔

رمضان کی رات میں غسل کرنا

حضرت حذیفہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رمضان کی راتوں میں میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ تھا آپ غسل کے لئے اٹھے۔ تو میں نے آپ کا پردہ کیا آپ نے غسل کیا۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۴۸)

ممکن ہے کہ یہ رات شب قدر کی ہو اگر علامتوں اور یا الہام و کشف وغیرہ سے معلوم ہو جائے تو اس رات کا غسل مسنون ہے چنانچہ علامہ عبدالحئی فرنگی محلی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے اس رات کے غسل کو مستحب قرار دیا ہے۔

(السعایہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۳)

احرام کے وقت غسل کرنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب احرام کا ارادہ کیا تو غسل کیا۔

(طبرانی، السعایہ صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے غسل کیا پھر کپڑے پہنے مقام

ذوالحلیفہ تشریف لائے تو دو رکعت نماز پڑھی پھر اونٹ پر بیٹھے جب ٹھیک سے بیٹھ گئے تو حج کا احرام ادا کیا (یعنی تلبیہ پڑھا)۔ (السعایہ صفحہ ۳۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا سنت میں سے یہ ہے کہ جب احرام باندھے تو غسل کرے۔

فائدہ: احرام باندھنے سے قبل غسل کرنا سنت ہے اولاً غسل کرے، دیگر اور امور بالوں وغیرہ کی صفائی حاصل کرے اور احرام کے کپڑے پہن کر دو رکعت نماز پڑھے اور تلبیہ پڑھے اور حج کی جس قسم کا ارادہ ہو قلب اور زبان سے ادا کرے مزید مسائل تفصیل مسائل حج کی کتاب میں دیکھ لے، اور شمائل کی اس جلد کا مطالعہ کرے جس میں حج کے متعلق آپ کے پاکیزہ افعال وطریق کا بیان ہے۔ جس کا مطالعہ ہر حاجی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد غسل مسنون ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو غسل کا حکم دیا، اس کے بعد حکم دیا کہ نماز پڑھیں۔ (کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۷۵، سعایہ صفحہ ۳۲۹، بزار جلد ۱ صفحہ ۱۶۸)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں جب اسلام لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیری کے پتوں سے غسل کرو اور حالت کفر کے بال منڈاؤ۔

(السعایہ صفحہ ۳۲۹، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۸۸)

قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیری کے پتوں سے غسل کا حکم دیا۔ (نسائی صفحہ ۴۰)

فائدہ: اسلام لانے کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اسلام لانے والوں کو غسل کے لئے فرمایا تاکہ طہارت باطنی کے ساتھ طہارت ظاہری بھی حاصل ہو جائے۔ حدیث پاک میں بیری کے پتوں کا ذکر ہے۔ یہ نظافت کی وجہ سے ہے۔ آج کل اچھا صابن اس کی جگہ ہے۔

مسنون اور مستحب غسل کا بیان

جمعہ کے لئے غسل کرنا مسنون ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ آئے تو غسل کرو۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدائے پاک کا حق ہے ہر

مسلمان پر کہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے۔ (بخاری صفحہ۱۲۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار موقعوں پر غسل فرماتے تھے۔ ایک جمعہ کے دن۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۹۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل بالوں کی جڑ سے گناہوں کو کھینچ لیتا ہے۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ۴۹۶)

عیدین کے لئے غسل مسنون ہے

محمد بن عبیداللہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید اور بقر عید کے لئے غسل فرماتے تھے۔

(مجمع الزوائد صفحہ۲۰۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید فطر اور عید قرباں کے لئے غسل فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۳۱۵)

عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید کے دن غسل کیا اور کہا یہ غسل سنت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم جمعہ کے دن۔ عید کے دن۔ عرفہ کے دن۔ غسل کریں اور کہا یہ واجب نہیں۔ (الشفاء، نیل الاوطار جلد۱ صفحہ۲۳۷)

فائدہ: عیدین میں غسل کرنا سنت ہے متعدد احادیث اور آثار صحابہ سے اس کا سنت ہونا مستفاد ہے۔

عرفہ کے دن غسل کرنا مسنون ہے

فاکہہ بن سعد کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن بقر عید کے دن اور عرفہ کے دن غسل فرماتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ۹۴)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زاذان نے غسل کے متعلق پوچھا تو فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کے دن اور عید بقر عید کے دن غسل کرنا (مسنون) ہے۔ (طحاوی جلد۱ صفحہ۷۱)

فائدہ: عرفہ کے دن غسل کرنا مسنون ہے۔ (السعایہ صفحہ۳۲۱)

حاجی اور غیر حاجی ہر ایک کے لئے فقہاء نے اس غسل کو مسنون قرار دیا ہے۔ (کذا فی الشامی جلد۱ صفحہ۱۷۰)

میت کو غسل دینے کے بعد غسل کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار موقعوں پر غسل فرماتے (ان میں سے ایک) میت کو غسل دینے کے بعد غسل فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۲۹۹، السعایہ صفحہ۳۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میت کو غسل دے وہ خود غسل کرے۔ (ترمذی صفحہ ۱۹۳)

فائدہ: میت کو غسل دینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے۔ اور لوگوں سے بھی کہتے کہ غسل کرو۔ اسی وجہ سے اکثر علماء نے اس غسل کو مسنون و سنت قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری نے بیان کیا کہ یہ غسل احتیاط کے پیش نظر ہے۔ اسی وجہ سے بعض روایت میں صرف ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔ حضرت ابن عباس کی مرفوع روایت میں ہے: کہ کافی ہے تمہارے لئے تم ہاتھ دھولو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ ہم لوگ میت کو غسل دیتے تھے تو بعض حضرات غسل کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۰۶، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۱۳۲)

حجامت اور پچھنا لگانے کے بعد غسل کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار موقعوں پر غسل فرماتے تھے۔ جنابت کے بعد، جمعہ کے دن، میت کے غسل کے بعد، حجامت کے بعد۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۹، سعایہ صفحہ ۳۲۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچھنا لگانے کے بعد غسل کرنے کو مستحب فرماتے تھے۔ (کنز صفحہ ۵۹۷)

حجامت اور پچھنا لگانے کے بعد غسل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ یہ نظافت کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح بال وغیرہ بنانے کے بعد نظافۃً غسل کر لینا بہتر ہے، گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

کن موقعوں پر غسل مستحب اور مندوب ہے

علماء محققین فقہاء محدثین نے احادیث و آثار وغیرہ کی روشنی میں ان موقعوں پر غسل کو مستحب مندوب قرار دیا ہے۔

1. مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے قبل۔
2. مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے قبل۔
3. قبل شب برأت پندرہ شعبان کی رات میں۔
4. شب قدر میں اگر گمان ہو جائے۔
5. وقوف مزدلفہ کے لئے۔
6. طواف زیارت کے لئے۔
7. طواف وداع کے لئے۔
8. منیٰ میں داخل ہونے کے لئے۔

۹ یوم النحر میں۔ (یہ ایک غسل پانچ امور کے لئے کافی ہو جائے گا وقوف مزدلفہ، دخول منی، رمی جمرہ، دخول مکہ، طواف زیارت۔ (شامی صفحہ ۱۷۰)

۱۰ صلوٰۃ خوف۔

۱۱ صلوٰۃ کسوف کے لئے۔

۱۲ صلوٰۃ الاستسقاء کے لئے۔

۱۳ صلوٰۃ التوبہ کے لئے۔

۱۴ جسے قتل کیا جارہا ہو اس کے لئے۔

۱۵ لوگوں کے اجتماع میں شرکت کے لئے۔

۱۶ مجنون کے لئے جب ہوش میں آجائے۔

۱۷ سفر سے واپس آنے والوں کے لئے۔

۱۸ ایام تشریق میں ہر دن۔

۱۹ جو عمر سے بالغ ہوا ہو اس کے لئے۔ (السعایہ جلد ا صفحہ ۳۲۳، الشامی جلد ا صفحہ ۱۷۰، کبیری صفحہ ۵۵، اتحاف صفحہ ۳۸۶)

غسل کے سنن مستحبات وآداب کا بیان

* ابتداء غسل میں اولاً اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹے تک دھونا۔ (بحر الرائق صفحہ ۵۲)
* ابتداء غسل میں بسم اللہ پڑھنا۔ (مراقی الفلاح)
* طہارت کی نیت کرنا۔
* بدن پر کوئی نجاست ہو تو اولاً اسے دور کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۵۶)
* شرم گاہ کو مبالغہ اور اہتمام کے ساتھ اولاً دھونا۔ (حدیث، بحر الرائق: صفحہ ۵۲)
* دائیں ہاتھ سے پانی شرم گاہ پر ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے رگڑنا دھونا۔ (حدیث)
* نجاست کو دھونے کے بعد ہاتھ کو زمین، مٹی یا مٹی کی دیوار پر رگڑنا۔ (حدیث)
* مٹی سے رگڑنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو دھونا۔ (حدیث)
* اس زمانہ میں مٹی کی جگہ صابن اور پوڈر سے کام لیا جا سکتا ہے۔
* پورے جسم پر پانی ڈالنے سے قبل وضو کرنا۔ (طحطاوی)
* نماز کی طرح وضو کرنا۔

* کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا کہ یہ دونوں فرض ہیں۔
* غرارہ کرنا ناک میں خیشوم تک پانی پہنچانا جب کہ روزہ دار نہ ہو۔ (حدیث)
* مقام غسل میں پانی جمع ہو جاتا ہو تو پیر کو دھونے میں موخر کرنا۔ (حدیث طحطاوی)
* پورے بدن پر پانی تین مرتبہ ڈالنا۔ (حدیث۔ طحطاوی صفحہ ۵۷)
* اولاً دائیں طرف پھر بائیں طرف پانی ڈالنا۔ (حدیث۔ طحطاوی صفحہ ۵۷)
* پانی ڈال کر جسم کو اچھی طرح رگڑنا تاکہ کھال اچھی طرح پانی سے تر ہو جائے۔ (طحطاوی)
* اولاً سر پر پانی بہانا پھر دائیں بائیں کندھے پر پانی ڈالنا۔ (طحطاوی)
* غسل خانے میں یا جہاں پردہ کا حساب ہو غسل کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۵۷)
* کپڑا لنگی یا پاجامہ وغیرہ پہن کر غسل کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۵۷)
* میل کو دور کرنے والی اشیاء مثلاً صابن وغیرہ کا استعمال کرنا۔ (طحطاوی صفحہ ۵۷)
* مرد کے بالوں میں چوٹیاں بنی ہوں تو اسے کھول دینا۔ (بحر الرائق صفحہ ۵۵، فتح القدیر صفحہ ۵۸)
* بالوں کی جڑوں میں اہتمام سے پانی پہنچانا۔ (حدیث)
* انگلیوں کا خلال کرنا۔ (کبریٰ صفحہ ۵۰)
* غسل کے دوران گفتگو اور باتوں کا نہ کرنا۔ (کبیری صفحہ ۵۰)
* مرد کا قلفہ تک پانی پہنچانا۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۹)
* کان کے سوراخ میں پانی پہنچانے کے لئے کان کے زیور بندوں کا ہلانا۔
* انگوٹھی تنگ ہو تو اسے گھمانا حرکت دینا تاکہ پانی پہنچ جائے واجب ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۷)
* عورت کو شرم گاہ کے باہری حصہ میں پانی کا پہنچنا ضروری ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۵۷)
* بھوؤں کے بالوں میں اگر چہ گھنے ہوں دھونا اور پانی پہنچانا۔ (شامی صفحہ ۱۵۲)
* ناف کے سوراخ میں پانی پہنچانا لازم ہے۔ (شامی صفحہ ۱۵۲)
* غسل میں وضو کے وقت سر کا مسح کرنا اولیٰ ہے۔ (شامی صفحہ ۱۵۷)
* غسل میں وضو کرتے وقت پیروں کو بھی دھوئے تاکہ کامل وضو ہو۔ (شامی صفحہ ۱۵۷، درمختار)
* پانی کو غسل کے دوران لبوں کے نیچے اور بھوؤں کے نیچے اہتمام سے پہنچانا۔ (کبریٰ صفحہ ۲۳)
* غسل کے بعد تولیہ کا کسی کپڑے سے بدن کو پونچھنا مستحب ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۳)
* شرح احیاء العلوم میں ہے کہ غسل کے آخر میں "اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ واشھدان محمد عبدہ و

رسولہ'' پڑھے۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۹)

❊ غسل میں اعضائے وضو پھر سر کو پھر بدن کو اوپری حصہ کو اولاً دھویا جائے۔ (اتحاف صفحہ ۳۸۰)

❊ جب غسل کے بعد کپڑے پہن لے تو پیر کو دھو کر وہاں سے ہٹے۔ (اتحاف صفحہ ۳۸۰)

غسل کے ممنوعات مکروہات

خلاف ادب امور کا بیان

❊ غسل خانہ کے علاوہ ایسے مقام پر نہانا جہاں پردہ کا حساب نہ ہو۔

❊ ننگے نہانا (حدیث) غسل خانہ کے اندر نہانا جائز ہے مگر خلافِ اولیٰ ہے کوئی کپڑا ناف و گھٹنے کے درمیان باندھ لے۔

❊ عام گزرگاہ یا کھلے میدان میں نہانا (کہ بدن کھلنا بسا اوقات جن وانس کے نظر بد کا باعث ہو جاتا ہے)۔

❊ غسل کے درمیان بات کرنا۔ (طحطاوی)

❊ عورت کے غسل کرنے کے بعد کا باقی ماندہ پانی سے غسل کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ (حدیث)

❊ ضرورت سے زائد پانی کا استعمال کرنا۔ (طحطاوی، کبیری صفحہ ۵۱)

❊ پانی کے استعمال میں بخل کرنا۔ (کبیری صفحہ ۵۱)

❊ غسل کرتے وقت قبلہ رخ ہونا۔ (کبیری صفحہ ۵۱)

❊ غسل کے درمیان دعاؤں کا پڑھنا۔ (شامی صفحہ ۱۵۶)

❊ رکے ہوئے پانی کے گڑھے میں (جو جاری نہ ہو) نہ غسل کرے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۹)

مسجد کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کا بیان

جو خدا کے واسطے مسجد بنائے گا اس کا گھر جنت میں بنے گا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص خدا کی رضا کے لئے (لوگوں میں نام کے لئے نہیں) مسجد بنائے گا، خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔ (بخاری صفحہ ۶۴، مسلم صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کے لئے بنائے گا، نام ونمود شہرت کے لئے نہیں۔ کہ لوگ کہیں فلاں نے یہ مسجد بنائی تب یہ ثواب ہے۔ عموماً اس میں شیطان دخیل ہو کر نام ونمود شہرت کے اسباب پیدا کر دیتا ہے بڑے ڈر کی بات ہے۔ اگر ریاء وشہرت کا دخل ہو گیا تو مال کثیر بھی گیا اور ثواب اور رضا سے بھی محرومی اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

جو نام اور شہرت کے لئے نہ بنائے تب جنت میں گھر

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نہ دکھائے اور ریا کے لئے اور نہ نام وشہرت کے لئے مسجد بنائے اس کے لئے خدا جنت میں گھر بنائے گا۔ (مجمع جلد ۲، صفحہ ۸، ترغیب صفحہ ۱۹۵)

فائدہ: دیکھئے نام وشہرت کے لئے نہ بنائے تو یہ ثواب ہے۔ عموماً اہم امور میں جس میں مال زیادہ خرچ ہوتا ہو۔ اور ثواب زیادہ ہوتا ہو شیطان اور نفس داخل ہو کر دقیق اور لطیف طور پر ایسا کام کراتا ہے کہ آدمی کو احساس نہیں ہوتا اور ثواب کو اکارت یا خطرے میں ڈال دیتا ہے، چنانچہ وہ ایسا طریقہ زبان و بیان وعمل سے ظاہر کرتا ہے جس میں نام اور لوگوں میں اس کی شہرت اور معتقد ہونے کا ارادہ مخفی طور پر ہوتا ہے۔ چنانچہ حج بیت اللہ میں جانے والوں کو دیکھیں گے وہ دعا اور ملاقات کے بہانے لوگوں کو مطلع کر کے بھیڑ اور شہرت چاہتے ہیں لوگوں میں اعلان کراتے ہیں فلاں تاریخ کو میرا حج کا سفر ہے اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔

حلال کمائی سے بنانے پر موتی اور یاقوت کا گھر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو حلال کمائی سے اللہ کا گھر بنائے تا کہ اس میں خدا کی

عبادت ہو۔ خدا اس کے لئے موتی اور یاقوت کا گھر جنت میں بنائے گا۔ (بزاز، ترغیب صفحہ ۱۹۵، مجمع صفحہ ۸)

فَائِدَہ: دیکھئے حلال کمائی سے بنانے کی فضیلت ہے بہت سے مالداروں کے پاس غلط قسم کے روپے ہوتے ہیں اور اسے مسجد میں لگانے میں کوئی دریغ نہیں کرتے۔ وہ غلط مال حاصل کرتے ہیں اور اس رقم سے مسجد بنا ڈالتے ہیں ایسی رقم سے مسجد کا بنانا درست نہیں اور نہ ثواب ہوتا ہے۔

مسجد بنانا صدقہ جاریہ ہے اس کا ثواب موت کے بعد بھی ملتا ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا ان چیزوں اس کی بھلائی اور نیکی کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

❶ علم کہ اسے سیکھا پھر اس کی اشاعت کی۔

❷ صالح اور نیک اولاد جن کو وہ چھوڑ کر مرا ہے۔

❸ قرآن پاک جو کسی کو دیا ہے۔

❹ مسجد جسے اس نے تعمیر کرائی ہے۔

❺ مسافروں کی سہولت کے لئے کوئی گھر بنا دے یعنی مسافر خانہ یا سرائے وغیرہ۔

❻ یا کوئی نہر کھدوا دے (جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں)۔

❼ یا کوئی ایسا صدقہ خیرات صحت و حیات کی حالت میں اپنے مال سے کیا ہو جس کا سلسلہ اس کی موت کے بعد بھی جاری رہے (مثلاً مدرسہ میں کتابیں دیں، یا کسی عالم سے کتابیں لکھوائیں یا کسی کتاب کی طباعت میں مدد کی یا مسجد میں پنکھا لگوایا غرض کہ جس نیکی کا سلسلہ مرنے کے بعد جاری رہے گا)۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد کی تعمیر اور اس کا بنانے میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ ہے۔ مسجد بنانے والا تو مر جاتا ہے مگر اس کا ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ جب اس کی دیگر عبادتوں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو مسجد میں نماز و عبادت کرنے کا ثواب قیامت تک پاتا رہتا ہے یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے خدائے پاک مال سے نوازے تو مسجد بنا دے یا اس میں تعاون کرا دے یا اور کوئی صدقہ جاریہ وسعت کے مطابق کر دے تاکہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔

مسجد کی تعمیر میں مدد اور تعاون کرنے کا ثواب

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو اللہ کے لئے مسجد بنائے گو قطا پرندے کے گھونسلے کے برابر سہی اللہ پاک اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(ابن حبان احسان صفحہ ۴۹۱، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۷)

فائدہ: قطا ایک پرندہ ہوتا ہے ظاہر ہے کہ پرندہ کا گھونسلہ بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی مسجد بنائے تب بھی جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی مسجد کی تعمیر اور اس کی بنا میں اس قدر قلیل رقم سے تعاون کرے کہ اگر اس سے مسجد بنائی جاتی تو وہ گھونسلے کے مثل ہوتی تب بھی اس کا گھر جنت میں بنایا جائے گا۔ اس تاویل کے پیش نظر مسجد میں تعاون اور مدد کرنے والے کے لئے بھی جنت میں گھر بنائے جانے کی بشارت ہوگی۔

بازار یا راستے پر بیٹھنا ممنوع ہے مسجد میں یا گھر میں بیٹھے

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بازار اور راستے کی مجلس بدترین مجلس ہے۔ بہترین مجلس مسجد ہے۔ اگر مسجد میں نہ بیٹھو تو پھر گھر میں رہو۔ (بازار اور راستوں پر مت مجلس لگاؤ)۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۶)

فائدہ: دیکھئے بازاروں اور راستوں کی بیٹھک پر کس قدر وعید ہے۔ یہ مجالس گناہ کے اڈے ہیں اوباش، آزاد فساق و فجار کے یہ خاص مقامات ہیں۔ یہاں بیٹھ کر حرام نگاہوں کو استعمال کرتے ہیں۔ بے پردہ عورتوں سے حظ حاصل کرنا عموماً ان کے مقاصد ہوتے ہیں جو آنکھ کا زنا ہے۔ آج کل آزاد نوجوان طبقوں کو دیکھیں گے ان جگہوں پر بھیڑ لگاتے ہیں۔ بسا اوقات گزرنے والوں کو اذیت اور پریشانی ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی مجلس کو بدترین مجالس فرمایا ہے اہل علم و فضل کو تو ایسی مجلسوں سے سخت اجتناب چاہئے۔

مسجد کا نگراں خدا کو محبوب ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے مسجد کا خادم اور نگراں بنا دیتا ہے اور جب کسی بندے سے بغض ناراض رہتا ہے تو اسے حمام خانے کا خادم و نگراں بنا دیتا ہے۔ (کنز العمال صفحہ۶۵۳)

فائدہ: مسجد کا نگراں مسجد کا خادم ہے۔ جو مسجد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ امامت کا مؤذن کا، صفائی کا وضو غسل و طہارت کا انتظام کرتا ہے۔ روشنی صف اور دیگر امور جس کی مسجد میں ضرورت پڑتی ہے۔ اس کی خدمات انجام دیتا ہے۔ ایسا بندہ خدا کو محبوب اور پسندیدہ ہے چونکہ خانہ خدا کی خدمت کرتا ہے۔ اور ایسی خدمت اور ایسا انتظام باعث فضیلت ہے گویا مسجد کے متولی ٹرسٹی اور سکریٹری کی خدمت کی فضیلت ہے جو مساجد کی ضرورتوں کا انتظام اور اس کے خدمات انجام دیتے ہیں۔

ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سفر کرنا جائز نہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سامان سفر نہ باندھا جائے (یعنی

سفر نہ کیا جائے) مگر ان تین مساجد کی طرف:

❶ مسجد حرام کی طرف۔

❷ مسجد نبوی کی طرف۔

❸ مسجد اقصیٰ کی طرف۔ (بخاری صفحہ ۱۵۸، ترمذی صفحہ ۷۵، ابن ماجہ، نسائی صفحہ ۱۱۴)

فائدہ: بکثرت احادیث میں اسناد صحیح سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ان مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی مسجد کی جانب سفر کرنے یعنی زیارت اور نماز پڑھنے کے لئے رخت سفر باندھنے سے منع فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا دنیا کی تمام مساجد فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لہٰذا حصول ثواب اور فضیلت کے حصول کے لئے ان کے علاوہ اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے سامان سفر باندھنا اور سفر کرنا بے فائدہ، ممنوع ہے۔ علامہ عینی اس حدیث کی مزید شرح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ بالقصد زیارت کے لئے ان تین مساجد کی طرف تو سفر کر سکتے ہیں اس کے علاوہ کی طرف مسجد کی زیارت کی نیت سے نہیں کر سکتے۔ سفر کی ممانعت ان مساجد ثلثہ کے علاوہ سے متعلق ہے، دوسرے اسفار جو طلب علم کے لئے یا تجارتی مقاصد کے لئے یا جہاد کے لئے یا دیگر مباح مقاصد کے لئے سفر ہو اس کی ممانعت اس حدیث سے متعلق نہیں۔

(کذا فی عمدۃ القاری صفحہ ۲۵۴)

چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں صاف واضح طور پر ممانعت مساجد ثلثہ کے علاوہ سے ہی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مسند احمد میں حضرت ابوسعید خدری کے واسطے سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہرگز مناسب نہیں کہ کوئی کسی مسجد میں ثواب کے ارادے سے نماز پڑھنے کے لئے سامان سفر باندھے ہاں مگر مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی کے ارادے سے سفر کر سکتا ہے۔

لہٰذا نبی پاک ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا جائز ہی نہیں بلکہ ثواب اور فضیلت وارد ہونے کی وجہ سے سنت اور محمود اور باعث ثواب ہوگا۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مسجد قبا کی زیارت بھی ممنوعات میں داخل نہیں لہٰذا حجاج کرام اور دیگر حضرات کے لئے قباء کی زیارت اور نماز کے لئے جانا ممنوع نہیں بلکہ سنت اور باعث ثواب ہے۔

بدبودار چیز مسجد میں نہ لائے اور نہ کھا کر آئے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اس بدبودار درخت (لہسن پیاز) سے کچھ کھائے وہ ہماری مسجد نہ آئے کہ ملائکہ بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں جس سے انسان کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مسلم صفحہ ۲۰۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے جب تک کہ اس کی بدبو دور نہ ہو جائے۔ (مسلم صفحہ ۲۰۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو پیاز لہسن کھائے وہ مجھ سے دور رہے۔ ہماری مسجد سے دور رہے، وہ گھر میں بیٹھا رہے۔ (مسلم صفحہ ۲۰۹، مجمع صفحہ ۱۷)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۱۷)

مسجد سے نکال باہر فرما دیتے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب کسی آدمی میں پیاز لہسن کی بدبو محسوس فرماتے اور وہ مسجد میں ہوتا تو حکم فرماتے اسے مسجد سے باہر بقیع (قبرستان جو مسجد کے قریب ہے) کی جانب کر دیا جاتا۔ پس اسے کھائے اور اس کی بو کو پکا کر مار دے۔ (مسلم صفحہ ۲۱۰، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

فائدہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ پیاز، لہسن، مولی اور دیگر تمام بدبودار اشیاء سے مسجد کو محفوظ رکھنا لازم ہے۔ لہٰذا ان چیزوں کو کھا کر مسجد میں آنا درست نہیں۔ اسی حکم میں بیڑی سگریٹ اور حقہ وغیرہ جن سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے۔ درست نہیں۔

مجالس الابرار میں ہے کہ بیڑی سگریٹ حقہ وغیرہ پی کر آنے والے کو مسجد سے باہر نکال دینا درست ہے۔

علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اس ممانعت میں وہ تمام اشیاء داخل ہیں جو بدبو پیدا کرتی ہوں یا باعث بدبو ہو۔ (شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۰۹)

اسی حدیث سے محشی ترغیب وترہیب نے حقہ اور سگریٹ نوشی کو ناجائز قرار دیا ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۲۴)

چنانچہ بیڑی سگریٹ حقہ اسی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا درست نہیں لہٰذا لالٹین کا استعمال مسجد کی حد میں ناجائز ہے۔ اسی طرح مسجد میں افطار میں پیاز کا بھیجنا۔ یا افطاری میں پیاز کا استعمال مکروہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کی صفائی فرماتے

حضرت یعقوب بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں سے مسجد کا غبار صاف فرماتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی جانب دیوار پر تھوک (بلغم وغیرہ) دیکھا تو اسے ایک ٹھیکرے سے کھرچ کر صاف کر دیا۔ (مسلم صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: مسجد کو آپ ﷺ نے صاف رکھنے کا حکم دیا اور اس کی تاکید فرماتے تھے کہ مسجد کو پاک صاف نظیف رکھو اگر کسی مقام پر گندگی اور نظافت کے خلاف کوئی بات دیکھتے تو اسے خود صاف فرما دیتے علامہ شیرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ اگر آپ ﷺ مسجد میں تھوک وغیرہ دیکھتے تو اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیتے پھر زعفران منگا کر اسے مل دیتے اور تھوک لگانے والے پر غصہ ہوتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

آپ ﷺ (اسی صفائی کی پیش نظر جھاڑو کا حکم دیتے اور فرماتے کہ مسجد میں جھاڑو دینا جنت کی حوروں کا مہر ہے۔

مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کا مسنون طریقہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو دایاں پیر داخل کرو اور جب مسجد سے نکلو تو بائیں پیر کو پہلے نکالو۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۴۲)

فائدہ: احادیث پاک میں اس بات کی تاکید ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت اولاً بایاں پیر جوتے سے نکال کر اپنے جوتے پر رکھے پھر دایاں پیر نکال کر سیدھے مسجد کے اندر رکھے۔ اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو جائے گا۔

مسجد میں تھوک رینٹ وغیرہ دیکھتے تو فوراً خود صاف فرماتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد میں تھوک بلغم وغیرہ دیکھا جو قبلہ کی دیوار پر تھا آپ نے اسے کھرچ دیا اور لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کوئی نماز پڑھتا ہوا قبلہ کی جانب نہ تھوکے کہ خدائے پاک قبلہ کی جانب ہوتا ہے جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔ (بخاری صفحہ ۵۸، نسائی صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ نے قبلہ کی جانب ناک کی رینٹ دیکھی تو ایک پتھر لے کر کھرچ دیا اور فرمایا اگر کوئی ناک چھنکے تو قبلہ کی جانب اور دائیں جانب نہ چھنکے بلکہ اپنے بائیں جانب چھنکے یا بائیں پیر کے نیچے (اور اسے کپڑے یا کسی چیز سے مسل کر ختم کر دے)۔ (بخاری صفحہ ۵۹)

خام مسجد ہو تو کھرچ کر زمین میں دفن کر دے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنا ناک ڈالنا گناہ ہے اس کا کفارہ دفن کرنا ہے۔ (بخاری صفحہ ۵۹، نسائی صفحہ ۱۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کہ جب تک وہ نماز میں رہتا ہے خدائے پاک سے مناجات میں رہتا ہے نہ دائیں جانب تھوکے کہ اس کی دائیں جانب فرشتے رہتے ہیں بلکہ بائیں جانب تھوکے بلکہ پاؤں کے نیچے اور اسے دفن کر دے۔

(بخاری صفحہ ۵۹)

فَائِدَہ: اس زمانے میں چونکہ مسجدیں پختہ ہوتی ہیں اس لئے اپنے رومال اور کپڑے ہی میں پونچھ لینا مناسب ہے۔

بائیں پیر سے مسل دے

حضرت ابوالعلاء بن شخیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ میں نے رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھا کہ چھنکا اور بائیں پیر سے مسل دیا۔ (نسائی صفحہ ۱۱۹، ابوداؤد صفحہ ۶۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ یہ اس فرش کے متعلق ہے جو مٹی یا خام ہو فوراً اسے جذب کر کے خشک کر دیتی ہے اور عرب کی سخت گرمی گویا اسے جلا دیتی ہے آج کل کی مسجدوں میں جو کہ پختہ اور سیمنٹیڈ اور خوش نما چکنے پتھروں سے بنی ہوتی ہے یہ طریقہ درست نہیں بلکہ اپنے کپڑے سے صاف کر کے بعد نماز اسے دھوڈالے اب اس دور میں نہ بائیں جانب تھوکنے کی اور نہ پیر سے ملنے کی اجازت ہے کہ اس سے اور مسجد گندی ہوگی ایسے احوال والے شخص کو چاہئے کہ وہ رومال یا کوئی کپڑا ضرور رکھے اور بوقت ضرورت اسے کام میں لائے، چنانچہ کپڑے میں ملنے کا ذکر بخاری میں ہے۔ (صفحہ ۵۹)

گندگی صاف کرنے کے بعد خوشبو وغیرہ مل دینا

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ نے بجانب قبلہ ناک کی ریزش دیکھا تو آپ مارے غصہ کے لال ہوگئے۔ (ایک انصاری عورت نے یہ حال دیکھا) تو انصاری عورت کھڑی ہوئی اور اسے کھرچ دیا اور اس کی جگہ عطر مل دیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اس پر فرمایا بہت اچھا کیا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۵، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

تھوک رینٹ وغیرہ اپنی چادر یا کپڑے میں مل لے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قبلہ کی جانب نہ تھوکے، نہ دائیں جانب ہاں مگر بائیں جانب یا پیر کے نیچے تھوکے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۹)

فَائِدَہ: قبلہ کا احترام اور اکرام اہل ایمان کا فریضہ ہے۔ اس کا اکرام یہ ہے کہ اس کی جانب نہ تھوکے عموماً لوگ تھوکنے میں اس سے احتیاط نہیں کرتے اسی طرح اس کی جانب پیر نہ پھیلائے کہ بے ادبی ہے۔

مسجد کو وسیع تر تعمیر کرنے کا حکم

حضرت کعب بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ انصاری حضرات کے قریب سے گزرے جو مسجد بنا رہے تھے۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ذرا مسجد کو وسیع اور کشادہ بناؤ۔ کہ تم لوگ بھر دوگے (یعنی آئندہ تمہاری آبادی)۔ (مجمع صفحہ ۲۱۱)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے پاس سے گزرے جنہوں نے مسجد کی بنیاد ڈالی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کشادہ بنانا، کہ تم بھر دو گے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹)

فائدہ: خیال رہے کہ مسجد کو مزین کرنے کے بجائے مسجد کو وسیع تر اور کشادہ کرنے کا حکم ہے۔ اور اس کی حکمت ظاہر ہے کہ آبادی میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہا ہے۔ چھوٹی مسجد بعد میں تنگ ہو جاتی ہے پھر اضافہ میں مشکلات پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے شروع سے اس کا خیال رکھا جائے مزید مسجد کی کشادگی سے دوسری اور ضرورتیں وضو خانہ، غسل خانہ اور دیگر وقتی ضرورتوں میں سہولت ہوتی ہے۔

محلوں اور قبیلوں میں مسجد بنانے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ اپنے اپنے گھروں (کے قریب) مسجدیں بنائیں، اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کو پاک وصاف رکھیں۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۰)

سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے اپنی اولاد کو لکھا کہ بہر حال حمد صلوٰۃ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے دیار (محلے اور علاقے) میں مسجدیں بنائیں۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۴۱)

فائدہ: محدث بیہقی نے لکھا ہے کہ دور اور دیار کا مطلب قبائل اور اپنی آبادی میں مسجدیں بنانی ہیں۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ دار شامل ہے محلے کو دوسرا احتمال یہ ہے کہ مراد گھر کے اندر جو نماز اور ذکر تلاوت کی جگہ ہوتی ہے، وہ ہو۔ (الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۷۸)

بہر حال جہاں مسلمان کی آبادی ہو اور ایک محلے سے دوسرے محلے میں جانے سے پریشانی ہو مسجد بنانے کا حکم ہے۔ (بلوغ الامانی جلد ۳ صفحہ ۷۹)

بعض قصبات اور قریہ کبیرہ میں کئی محلے ہوتے ہیں وہاں ہر محلّہ میں مسجد نہیں ہوتی اس حدیث سے ہر محلے میں مسجد بنانے کی تاکید ہوتی ہے۔

برکۃً کسی بزرگ سے نماز پڑھوا کر اپنے لئے نماز کی جگہ بنانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک جو کہ نابینا تھے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول آپ ہمارے گھر میں آکر نماز پڑھ دیں۔ تو میں اسی جگہ کو (برکۃً) اپنے لئے نماز کی جگہ بنالوں چنانچہ آپ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ (مسند احمد، الفتح الربانی جلد ۳ صفحہ ۸۱)

ابن سیرین حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ قبیلہ انصار کے ایک گیم شحیم شخص نے جو آپ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) نماز نہیں پڑھ سکتے تھے کہا اے اللہ کے رسول میں آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا (کہ انصاریوں کے مکان سے مسجد فاصلہ پر تھی) انہوں نے کھانا بنایا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت فرمائی۔

چٹائی بچھادی اوراسے صاف کر دیا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھ دی۔ (مسند احمد الفتح جلد ۳ صفحہ ۸۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کی بعض پھوپھیوں نے کھانا بنایا اور کہا کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ میرے گھر کھانا کھائیں اور نماز پڑھ دیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے ان کے گھر میں ایک پرانی چٹائی تھی گھر کے ایک کونے میں جھاڑو دے دیا گیا پانی چھڑک دیا گیا (اور وہ چٹائی بچھادی گئی، آپ نے نماز پڑھی اور ہم لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اکابرین اور بزرگوں سے برکت حاصل کرنا مشروع اور سنت سے ثابت ہے غلو نہیں لہٰذا اپنے گھر بلا کر ان کی دعوت کرے، دعائیں حاصل کرے قیام کی درخواست کرے۔ کہ اس کی برکت سے نماز بھی پڑھنے کا موقعہ ملے گا بچوں کو ان سے مانوس کرائے ان سے ان کے حق میں صلاح کی دعائیں کرائے، اکثر بیشتر ان کو گھر بلاتا رہے ان کی عبادت اور دعاؤں سے گھر میں برکت ہوگی صالحین کی برکت سے دنیاوی سہولتیں بھی میسر ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ مردوں کے بجائے زندوں سے فائدہ حاصل ہوگا۔

فرائض کے لئے مساجد اور نوافل کے لئے گھر بہتر ہے

حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرض نماز کے علاوہ نماز (نفل) گھر میں افضل ہے۔ (نسائی، ترمذی صفحہ ۱۰۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ نمازیں اپنے گھروں میں پڑھا کرو اسے قبرستان مت بناؤ۔ (بخاری صفحہ ۱۵۸، مسلم، ترغیب صفحہ ۲۷۸)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرائض مسجد میں پڑھے جائیں اور نوافل گھروں میں۔ (کنز العمال صفحہ ۱۷۷، اتحاف المہرہ صفحہ ۱۹۵، مطالب عالیہ صفحہ ۱۴۶)

مسجد نبوی کی فضیلت کے باوجود آپ نوافل گھر میں پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے پوچھا نماز (نفل) اپنے گھر میں افضل ہے یا مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیا نہیں دیکھتے مسجد سے میرا گھر کتنا قریب ہے مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے۔ اس لئے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں ہاں یہ کہ فرض نماز ہو (کہ اس میں جماعت کی وجہ سے مسجد افضل ہے)۔ (ابن خزیمہ، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۲۷۹)

فائدہ: آپ تمام نوافل گھر مبارک ہی میں پڑھتے تھے باوجودیکہ مسجد کے بالکل متصل آپ کا مکان تھا۔ نفل نماز مسجد میں افضل ہوتی تو آپ مسجد میں پڑھتے۔

اپنے گھر کو نماز کے نور سے منور رکھو

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، پس اپنے گھروں کو نور سے منور کردو۔ (ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۷۹، ابن ماجہ صفحہ ۹۸)

فَائِدَۃ: نماز اور تلاوت کے انوار سے گھر کو نورانی بنانے کی تاکید ہے کہ ذکر وعبادات کے انوار سے گھر میں برکت ہو، شیاطینی اثرات گھر میں داخل نہ ہوں، گھر کی برکت کا بہترین ذریعہ تلاوت اور نماز ہے۔ تعویذ گنڈا نہیں جیسا کہ جہال کا طریقہ ہے۔

گھر کو قبرستان کی طرح مت بناؤ

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اسے قبرستان کی طرح مت بناؤ۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۳، بخاری صفحہ ۱۵۸، مطالب عالیہ صفحہ ۱۴۶)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح مقبرہ اور قبرستان نماز ممنوع ہونے کی وجہ سے نماز کی برکت سے محروم ہیں اسی طرح اپنے گھر کو نماز کے نور سے محروم نہ رکھو۔ بعضوں نے اس سے لطیف اشارہ یہ بھی نکالا ہے کہ قبرستان سے جس طرح آدمی بلا کھائے پیئے واپس آتا ہے اسی طرح تمہارے گھر آنے والا بلا کھائے پیئے واپس نہ جائے یعنی آنے والے کا چائے پانی سے اکرام کرے۔

کچھ نمازیں گھر میں بھی پڑھو اس سے گھر میں خیریت ہوتی ہے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم نماز پڑھو تو گھر کے لئے بھی نماز کا حصہ بناؤ (نفل یا سنت پڑھو) اس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گھر میں بھلائی خیر پیدا کرے گا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۹۸)

فَائِدَۃ: مردوں سے خطاب ہے کہ صرف مسجد میں نماز مت پڑھو گھروں کو بھی اپنی نمازوں سے روشن رکھو۔

نفل اور سنت نمازوں کا ثواب گھر میں زیادہ ہے

صہیب بن نعمان سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا گھر میں نفل نماز کا ثواب اس کے مقابلہ میں جہاں آدمی دیکھ رہے ہوں (مسجد میں) ایسا ہے جیسے فرض نماز نفل کے مقابلہ میں (یعنی فرض نماز کی طرح ثواب ملتا ہے گھر میں پڑھنے سے)۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۷۱، ترغیب صفحہ ۲۸۰)

صہیب کی روایت میں ہے کہ نفل نمازوں کا ثواب جہاں لوگوں کی نظر نہ پڑے پچیس درجہ زائد ہے جہاں لوگ دیکھ رہے ہوں یعنی مسجد کے مقابلہ میں۔ (ابوالشیخ، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۷۴)

کعب ابن عجرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مغرب کی نماز قبیلہ بنی اشہل کی مسجد میں پڑھی

لوگوں کو دیکھا کہ وہیں (مسجد میں) نوافل پڑھنے لگے تو آپ نے فرمایا لوگو یہ نمازیں گھر میں پڑھا کرو۔
(طحاوی جلد اصفحہ ۲۲۰، کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۷۷۴)

فائدہ: خیال رہے فرائض میں جماعت کے اہتمام کی وجہ سے مسجد میں جانے کا حکم ہے جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا۔ نوافل میں اصل اخفاء چھپانا ہے تنہائی میں اس کی زیادہ فضیلت ہے اسی لئے گھر میں اس کی تاکید کی گئی ہے اور ثواب بھی زیادہ ہے ایسے جیسے فرض کا اور ایک روایت میں پچیس درجہ مسجد سے زائد ہے۔

آپ ﷺ تمام نوافل اور سنتیں جو نماز فرائض کے بعد کی ہیں گھر میں پڑھتے تھے مسنون بھی یہی ہے کہ سنتیں بھی گھر میں آکر پڑھے مگر یاد رہے کہ اس زمانہ میں فرائض کے بعد کی سنتیں مسجد میں ہی پڑھ لے ہو سکتا ہے کہ گھر آنے کے بعد غفلت سے رہ جائے۔ مزید فقہاء نے بیان کیا ہے کہ مسجد میں اس وجہ سے پڑھے کہ عوام الناس یہ نہ سمجھیں کہ نماز کے بعد سنت نہیں ہے یا اس کی اہمیت نہیں ہے۔ وہ مطلقاً چھوڑنے کے عادی ہو جائیں۔ آپ نے نوافل اور دیگر عبادتوں ذکر و تلاوت وغیرہ سے گھر منور کرنے کو کہا ہے۔ اس کے بڑے فوائد ہیں ملائکہ رحمت آتے ہیں شیاطین اجنہ اور جنات سے حفاظت ہوتی ہے۔ مصائب و حوادث کا دفاع ہوتا ہے جن گھروں میں قرآن اور نماز نہیں ہوتی ہے وہاں شیاطین، اور اجنہ کا بسیرا ہوتا ہے، پھر تعویذ گنڈہ کے چکر میں لوگ پریشان ہوتے ہیں، اجنہ اور شیاطین سے گھر کی حفاظت کا بہترین ذریعہ تلاوت قرآن اور نماز ہے۔

مسجد سے زیادہ ربط و تعلق رکھنے والے اہل اللہ ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد کو آباد رکھنے والے (کثرت سے ربط و تعلق رکھنے والے اور اکثر اوقات مسجد میں گزارنے والے) اہل اللہ ہیں۔ (کشف الاستار، بزار جلد اصفحہ ۲۱۷)

پل صراط پر گزرنے کی ضمانت

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجد تمہارے گھر کی طرح ہو جائے میں نے رسول پاک ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کے لئے مسجد گویا گھر ہو جائے خدائے پاک نے اس کی ضمانت لی ہے کہ وہ امن سے پل صراط پر سے قیامت کے دن گزرے جائے گا۔ (بزار صفحہ ۲۱۸، مطالب جلد اصفحہ ۱۰۳)

اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دے دو

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کسی آدمی کو مسجد میں کثرت سے دیکھو تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دے دو کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مسجد کو آباد رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو خدا پرست اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ صفحہ ۵۸، دارمی)

فائدہ: گھر سے تعلق اور محبت رکھنا گھر کے مالک سے تعلق اور محبت کی دلیل ہے۔ مساجد کے اعمال سے محبت رکھنے والا مسجد میں کثرت سے رہے گا فاسق فاجر آزاد آدمی کی طبیعت مسجد میں کہاں لگ سکتی ہے، اس کے لئے تو مسجد قید خانہ ہے، اس لئے مسجد سے کثرت سے تعلق ایمان اور خدا سے متعلق محبت ہونے کی علامت ہے۔

ہماری امت کے راہب کون؟

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے راہب بننے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ ہماری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھا جائے نماز کے انتظار کے لئے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۶۹)

فائدہ: راہب کا مقصد دنیا چھوڑ کر عبادت اختیار کرنا ہے۔ چنانچہ مسجد میں بیٹھنے والا دنیا کے آلائشوں سے محفوظ رہتا ہے۔

مسجد سے انس رکھنے والے کو خدا سے انس

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجد سے انس رکھتا ہے خدائے پاک اس سے انس رکھتے ہیں۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۴۹)

مسجد کو آباد رکھنے والے اہل اللہ ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد کو آباد رکھنے والے اللہ کے اہل ہیں۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۳۴، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۵۹)

فائدہ: آباد رکھنے کا مطلب عبادت تلاوت ذکر اذکار سے اسے پر رکھتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی نگرانی اور اس کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں تاکہ عبادت کے نظام میں خلل واقع نہ ہو۔

مسجد متقی لوگوں کا گھر ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد متقی لوگوں کا گھر ہے اور جس کا گھر مسجد ہوگا (یعنی عبادت ذکر وغیرہ کی وجہ سے گھر کی طرح آمد و رفت رکھے گا) اللہ پاک اس کے لئے رحمت مقرر کردے گا۔ اور پل صراط سے گزر کر جنت پہنچ جائے گا۔ (کنز العمال صفحہ ۶۵۹)

فائدہ: جس طرح آزاد فاسق و فجار کے مراکز بازار ہیں اسی طرح خوف خدا کے حاملین کا مقام عبادت کی جگہ مساجد ہیں۔

بشاشت اور مسرت الٰہی کا کون سزاوار

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان نماز کے لئے مسجد کو اپنے

سے لگائے رکھتا ہے۔ (الفت اور کثرت آمد ورفت رکھتا ہے)۔ جب ہو گھر سے نکل کر آتا ہے تو خدا کو ایسی خوشی ہوتی ہے جیسے کسی غائب شخص کے آنے سے گھر والوں کو۔ (مسند احمد، فتح جلد ۳ صفحہ ۵۰)

فائدہ: دیکھئے مسجد سے تعلق رکھنے والوں کی کتنی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ کیوں نہیں خدا نے ان کے اہل ایمان ہونے کی شہادت دی ہے۔

عرش کے سایہ میں جگہ پانے والا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات لوگ اس دن (عرش) خدا کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔

١ انصاف سے حکومت کرنے والا بادشاہ۔

٢ وہ جوان جس کی زندگی وعمر عبادت اور طاعت الٰہی میں گزر رہی ہو۔

٣ وہ آدمی جس کا دل جب مسجد سے نکلے تو مسجد میں لگا رہتا ہو (کہ کب اذان ہو اور مسجد میں جائیں۔ یا دنیاوی امور سے فارغ ہوں تو مسجد میں جا کر عبادت میں لگ جاؤں)

٤ وہ دو آدمی جو اللہ ہی کے واسطے جمع ہوئے اور اللہ ہی کے واسطے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

٥ وہ آدمی جس کو تنہائی میں خدا کی یاد سے رونا آجائے۔

٦ وہ آدمی جسے حسن وحسب والی عورت نے گناہ پر آمادہ کیا اور یہ محض خوف خدا سے بچ گیا۔

٧ وہ آدمی جس نے اخفا اور چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا۔ (یعنی خیرات کرنے کا کسی سے ذکر نہ کیا)۔ (بخاری صفحہ ۹۱، مسلم)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگرچہ وہ مسجد سے باہر ہو مگر مسجد میں اس کا دل معلق ہو۔ اکثر و بیشتر مسجد میں رہتا ہو یعنی مساجد کے اعمال کے متعلق ہو۔ بعضوں نے بیان کیا مسجد سے اس کو محبت ہو۔ بعضوں نے یہ مفہوم بھی لیا ہے کہ مسجد سے نکلنے کے بعد جب تک مسجد میں پھر نہ آجائے دل لگا رہے۔ (فتح الباری صفحہ ۱۴۵)

اللہ پاک اس کا کفیل وکارساز

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد ہر متقی پرہیزگار کا گھر ہے۔ جس کا قلب وروح مسجد سے لگا رہے اللہ پاک اس کا کفیل ہے۔ وہ اس پر رحم فرمائے گا اور پل صراط پر سے گزار کر اپنی رضا کی جگہ جنت پہنچائے گا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۲)

فائدہ: قلب اور روح مسجد اور جائے عبادت۔ لگا رہنا خدا کے ساتھ تعلق اور محبت اور اس کی عبادت کے

اہتمام سے ہے جو جنت کے اعمال میں سے ہے۔

جس کے دوست اور ہم نشین فرشتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مساجد کے کھونٹے (جن کا دل مسجد میں لگا رہے) وہ لوگ ہیں۔ جن کے فرشتے ہمنشین ہیں۔ اگر وہ غائب (کہیں چلے جائیں تو محبت کے مارے) وہ ملائکہ ان کو تلاش کریں اگر بیمار پڑ جائیں تو فرشتے ان کی عیادت اور تیمارداری کریں اگر کوئی ضرورت ہو تو فرشتے ان کی مدد کریں۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۲)

فائدہ: مساجد میں فرشتوں کی آمد اور ان کا قیام رہتا ہے۔ اور جو مساجد سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں مساجد کے اعمال عبادت تلاوت و ذکر وغیرہ میں مصروف رہتے ہیں فرشتوں کے مصاحب ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مخلص مصاحب ایک دوسرے کو تلاش کرتے ہیں اور انس حاصل کرتے ہیں۔

اللہ کے گھر میں جو جائے اس کا اکرام

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اللہ پاک کا حق ہے کہ اپنے گھر میں آنے والے کا اکرام کرے۔ (اتحاف جلد۳ صفحہ۳۰، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۲)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو اپنے گھر میں وضو کرے۔ اور اچھی طرح کرے۔ اور پھر مسجد آئے تو وہ اللہ کا زائر ہے۔

فائدہ: جس کی زیارت کو جائے اس کا حق ہے کہ وہ آنے والے کا اکرام کرے۔ (اتحاف، السادۃ صفحہ۳۰)

مسجد کو اختیار کرنے کا حکم

حضرت معاذ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جس طرح بکری کا بھیڑیا الگ اور کنارے رہنے والی بکری کو پکڑ لیتا ہے۔ لہٰذا تم تفرق سے بچو۔ تم پر جماعت عام مؤمنین کے ساتھ اور مسجد لازم ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۳)

فائدہ: اس سے مراد نظام جماعت بھی ہوسکتا ہے۔ جس سے مسلمانوں کا اجتماعی نظام وابستہ ہے۔

مسجد کے اوتاد کون لوگ؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مساجد کے بھی اوتاد ہیں جن کے ہمنشین حضرات ملائکہ ہیں کہ اگر وہ کہیں (مسجد سے) چلے جاتے ہیں تو وہ ان کو تلاش کرتے ہیں اگر بیمار ہو جاتے ہیں تو ان کی عیادت کرتے ہیں اگر ان کو کوئی ضرورت ہوتی ہے تو وہ ان کی اعانت کرتے ہیں۔

(کنز العمال صفحہ۵۸۰، مسند احمد، ترغیب صفحہ۲۲۰)

فَائِدَہ: صوفیاء کرام کے یہاں اوتاد بلند پایہ اولیاء کے اقسام میں سے ہے ممکن ہے کسی اوتاد کی علالت اور وصف کی جانب اشارہ کیا گیا ہو۔

مسجد آخرت کے بازار ہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مساجد آخرت کے بازاروں میں سے ایک بازار ہے جو اس میں آتا ہے وہ خدا کا مہمان ہوتا ہے خدا کی میزبانی مغفرت ہے اس کا تحفہ کرامت ہے بس تم پر لازم ہے کہ اس میں چرلو پوچھا گیا اس میں چرنا کیا ہے آپ نے جواب دیا دعا اور رغبت الی اللہ۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۸۰)

فَائِدَہ: یعنی عبادات چونکہ رغبت الی اللہ کے اعمال عبادات واذکار ہیں۔

خدا کے پڑوسی کون؟

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے میرے پڑوسی کہاں ہیں فرشتے کہیں گے آپ کا پڑوسی کون ہوسکتا ہے خدا تعالیٰ جواب دیں گے مساجد کو آباد رکھنے والے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۷۸)

فَائِدَہ: ظاہر ہے مساجد کو آباد رکھنے والے عبادت وتلاوت و جماعت کا اہتمام رکھنے والے ہوں گے جو اللہ پاک سے تقرب اور قرب حاصل کرنے والے ہیں اور قریب ہونے والا پڑوسی ہوتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہوتا ہے۔

سب سے پہلی مسجد

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب سے پہلی مسجد کون سی بنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسجد حرام۔ پھر سوال کیا پھر اس کے بعد کون سی؟ آپ نے فرمایا: پھر بیت المقدس۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فرق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس سال۔ (تمہارے لئے ساری زمین نماز پڑھنے کی جگہ ہے)۔ پس جہاں نماز کا وقت آجائے پڑھ لو۔ فضیلت اسی میں ہے۔ (بخاری صفحہ ۴۷۷، مسلم صفحہ ۱۱۹، ابن ماجہ، نسائی جلد ا صفحہ ۱۱۲، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۸)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زمین پر بنائی جانے والی مسجدوں میں سب سے پہلی مسجد خانہ کعبہ مسجد حرام ہے۔ اس کے بعد دوسری مسجد بیت المقدس ہے۔ اور مسجد حرام کے چالیس سال بعد بیت المقدس بنی ہے۔

بظاہر اس مدت پر سوال ہوتا ہے کہ مسجد حرام کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور بیت المقدس کی تعمیر

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمائی۔ اور ان دونوں کے درمیان تاریخی فیصلہ قریب ایک ہزار سال سے زائد ہے۔ پھر چالیس سال کی مدت کا کیا مطلب؟ اہل علم نے اس شبہ کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس سے مراد بالکل ابتدائی اساسی تعمیر ہے۔ مسجد حرام کی ابتدائی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے بعد ان کی اولاد جو اس علاقے میں آئی انہوں نے قریب چالیس سال کے بعد مسجد اقصیٰ کی تعمیر کی۔ (فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۴۰۹، مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

❶ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں یہ بھی جواب دیا ہے۔ (جلد ۱۵ صفحہ ۲۶۲)

❷ علامہ عینی نے یہ بھی جواب دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اولاً بیت اللہ کی تعمیر کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر کے لئے لے گئے۔ حافظ نے لکھا ہے کہ دونوں کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے ہی رکھی۔

❸ حافظ نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب بیت اللہ کی تعمیر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو رخ بیت اللہ المقدس کا کرنے کو کہا گیا اس پر حضرت نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی کہ ہماری بعض ذریات کا یہ قبلہ ہوگا۔

حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری نے کہا کہ نہ تو اولاً حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنایا نہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنیاد رکھی بلکہ دونوں حضرات نے تجدید کی ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۰۹، مرقات صفحہ ۴۷۸)

ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اولاً تعمیر کی اور ان کے درمیان چالیس سال کا فرق تھا۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

خانہ کعبہ کی بنیاد اور تعمیر کے متعلق

ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اسے اپنے پانی پر رکھا گیا اس کے بعد اس کے نیچے سے زمین کی ابتداء ہوئی۔ مجاہد نے بھی اسی طرح ذکر کیا۔ اس زیادتی کے ساتھ کہ اس کی بنیاد ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ زمین کی پیدائش سے قبل اسے پانی پر رکھا گیا۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

سب سے پہلے تعمیر ملائکہ نے تخلیق آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے کی تھی اور اس کا مقصد بیت المعمور کی محاذات میں زمین میں ایک عبادت گاہ کا تعمیر کرنا تھا۔ (درس ترمذی جلد ۳ صفحہ ۱۳۱)

ابن کثیر نے البدایہ میں ذکر کیا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ٹھیک بیت المعمور کے نیچے ہے کہ اگر بیت المعمور گرے تو ٹھیک اس کے نیچے گرے۔ (البدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

ملائکہ کی تعمیر کے بعد دوسری مرتبہ اس کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے کی۔ عطاء ابن مسیّب سے منقول ہے کہ زمین پر حضرت آدم علیہ السلام جب اتارے گئے تو وحی آئی کہ میرے لئے ایک گھر بناؤ اور اس کا طواف کرو جیسا کہ تم نے حضرات ملائکہ کو دیکھا کہ میرے عرش کا جو آسمان میں ہے چکر لگاتے ہیں۔ (القرطبی جلد۲ صفحہ ۱۲۶)

ماوردی نے حضرت عباس سے یہ روایت کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا۔ جاؤ میرے لئے ایک گھر بناؤ اور اسکا طواف کرو۔ (اس کی نشاندہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کی) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کو زمین پر مارا جس سے اس کی بنیاد زمین پر ابھر آئی جو نیچے کے ساتویں زمین سے تھی۔ (القرطبی صفحہ ۱۲۶)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائے تو ان کو تنہائی کی وحشت ہوئی تو اللہ پاک نے ان کو حکم دیا کہ میرے لئے زمین پر ایک گھر بناؤ۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۷۸)

حضرت ابن عباس اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اسے بھی زمین پر اتارا گیا۔ حضرت آدم اور ان کی اولاد طواف کرتی رہی یہاں تک کہ طوفاں نوح کے وقت اسے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ (مرقات، القرطبی جلد۲ صفحہ ۱۲۷)

طوفاں نوح کے بعد اس کی تعمیر مشہور قول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی، اور بعض روایات میں ہے کہ تیسری مرتبہ اس کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام کے بعض صاحبزادوں نے کی۔ اور چوتھی مرتبہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ طوفان نوح سے اس کے نشانات مٹ چکے تھے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیجا جس کے سایہ کی مقدار اس کی تعمیر کا حکم دیا۔ (الجامع)

پانچویں مرتبہ اس کی تعمیر عمالقہ نے کی۔ چھٹی مرتبہ بنی جرہم نے کی۔ ساتویں مرتبہ قصی بن کلاب نے کی۔ آٹھویں مرتبہ قریش نے کی۔ جس کا ذکر صحاح میں ہے۔ نویں مرتبہ ابن زبیر نے کی۔ دسویں مرتبہ حجاج بن یوسف نے مثل قریش کے کی۔ گیارہویں مرتبہ ہارون نے ارادہ کیا تو امام مالک نے روک دیا۔ اب اسی کی بناء ہے۔ گو مرمتیں بار بار ہوتی رہیں۔ (درس ترمذی جلد۳ صفحہ ۱۳۲)

مسجد حرام میں ایک لاکھ کا ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے اعتبار سے ایک لاکھ ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: گھر میں نماز کا ثواب ایک درجہ ہے اور محلے کی مسجد میں پچیس گنا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ہے اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار اور میری مسجد میں

پچاس ہزار اور مسجد حرام ایک لاکھ گنا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۰۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام کو چھوڑ کر میری مسجد میں نماز کا ثواب ایک ہزار کے برابر ہے۔ (بخاری صفحہ۱۵۹، ترمذی صفحہ۴۷)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میری مسجد کے مقابلے میں ایک لاکھ گنا ہے۔ (احمد، بزار، مرقات صفحہ۴۴۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے احادیث مرفوعہ کے علاوہ آثار صحابہ سے بھی یہ ثابت ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے منبر نبوی پر بیان کیا کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ درجہ ہے، دیگر مساجد کے مقابلہ میں۔ (عمدہ جلد۷ صفحہ۲۵۶)

اب رہی یہ بات کہ فرض کا ثواب زائد ہوتا ہے یا نفل کا امام طحاوی نے تصریح کی ہے کہ صرف فرض نماز کا ثواب زائد ملتا ہے۔ (جمہور کی بھی یہی رائے ہے) (طحاوی جلد۲ صفحہ۷۳)

علامہ نووی فرض ونوافل دونوں کے قائل ہیں حافظ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (مرقات صفحہ۴۴۶)

مالکیہ میں مطرف نوافل کو مانتے ہیں۔ (کذا فی عمدۃ القاری جلد۲ صفحہ۲۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حرم کی ساری نیکیوں کا ثواب ایک لاکھ ہے حسن بصری کا بھی یہی قول ہے تمام عبادتوں کا ثواب ایک لاکھ ہے روزہ کا بھی ثواب ایک لاکھ ہے۔ (مرقات جلد۱ صفحہ۴۴۶)

مسجد نبوی میں نماز کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: میری اس مسجد میں نماز (دوسری مسجد کے مقابلہ میں) کا ثواب ایک ہزار کے برابر ہے سوائے مسجد حرام کے۔ (بخاری صفحہ۱۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام کے سوا دوسری مسجد کے مقابلہ میں ہماری مسجد کا ثواب ایک ہزار ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ۱۰۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے اکثر روایتوں میں اسی طرح ہے۔

مسجد نبوی میں ثواب پچاس ہزار

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد اقصیٰ میں نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے اور میری مسجد میں بھی نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر ہے (دوسری مسجد سوائے

مسجد حرام کے)۔ (مختصر ابن ماجہ صفحہ، کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۵۵۵)

فائدہ: صحاح کی بکثرت احادیث ابن ماجہ کے علاوہ تمام کتب حدیث میں ایک ہزار ثواب مذکور ہے اسی کو ارباب حدیث نے قبول کیا ہے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کا معارض اقوی ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کیا ہے۔ (معارف جلد صفحہ ۲۲۸)

ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ مسجد نبوی میں نماز کا ثواب جو ایک ہزار روایت میں ہے وہ ابتداء تھا پھر بعد میں ثواب بڑھا دیا گیا لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (مرقات صفحہ ۴۷۷)

فائدہ: یہ ثواب مسجد کی کس حد سے متعلق ہے؟ اس کے متعلق امام نووی کی رائے یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بنائی ہوئی مسجد سے متعلق ہے بعد میں جو اضافہ کیا گیا اس سے متعلق نہیں۔ علامہ سبکی وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔ جمہور حضرات اس کو برخلاف تمام مسجد جو بعد میں اضافہ ہو کر شامل ہوتا رہتا ہے اس میں بھی نماز کا یہی ثواب ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اس مسجد میں جتنا بھی اضافہ ہو سب ہماری مسجد یعنی مسجد نبوی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر یہ مسجد صنعا تک بڑھا دی جائے تب بھی یہ ہماری مسجد ہے اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے اگر یہ مسجد جبانہ تک یا ذوالحلیفہ تک بڑھا دی جائے تب بھی مسجد نبوی ہوگی۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۴۴)

ایک روایت کے اعتبار سے مسجد نبوی کا ثواب دو لاکھ کے برابر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے وضو کا پانی منگوایا۔ وضو کیا کھڑے ہوئے قبلہ رخ متوجہ ہو کر یہ دعا کی۔ اے اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے بندے اور خلیل تھے انہوں نے اہل مکہ کے لئے دعا کی میں بھی آپ کا بندہ اور رسول ہوں میں اہل مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں کہ آپ ان کے مد میں صاع اس سے دوگنا برکت عطا فرما جو اہل مکہ کو برکت سے نوازا ہے۔ دوگنی برکت۔ (ترمذی صفحہ ۲۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ موسم کا اول پھل آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے۔ اے اللہ ہمارے پھل میں ہمارے شہر میں ہمارے صاع میں ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ حضرت ابراہیم آپ کے بندے اور خلیل تھے اور نبی تھے۔ میں بھی آپ کا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی میں مدینہ کے لئے اسی کے مثل دعا کرتا ہوں جو انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی اور اسی جتنا اور۔ (شمائل صفحہ ۱۳)

فائدہ: امام مالک نے اس دعا کی وجہ سے مسجد کا ثواب دو لاکھ تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح علامہ عینی نے اور اس سے قبل قاضی عیاض مالکی نے شفا میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث موقوف کی وجہ سے مسجد نبوی کا ثواب

دو لاکھ قرار دیا ہے۔ ”فالصلوٰة فی مسجده صلی الله علیه وسلم یضاعف علی صلاة فی المسجد الحرام فیکون مائتی الف صلوة فی غیره“ اس کے برخلاف جمہور علماء کرام نے مسجد حرام کو ہی افضل قرار دیا ہے۔ (معارف جلد۳ صفحہ ۳۲۶)

صحیح بھی یہی ہے کہ برکت دعاء سے تمام اشیاء میں برکت مراد ہے نہ کہ مسجد حرام کی نماز کا ثواب، اگر مسجد نبوی کا ثواب مسجد حرام سے زائد ہوتا تو آپ ﷺ خود بیان کر دیتے کہ آپ ہی نے مسجد حرام کا ثواب زائد بیان کیا ہے۔

مسجد نبوی میں بلا ناغہ چالیس نماز باجماعت کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھے کہ اس کی کوئی نماز (جماعت) فوت نہ ہو تو اس کے لئے دوزخ سے، عذاب سے اور نفاق سے برأت نامہ لکھ دیا جاتا ہے۔ (احمد، طبرانی، ترغیب جلد۲ صفحہ ۲۱۵، الفتح الربانی جلد۲۳ صفحہ ۲۷۲)

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں مسلسل باجماعت پڑھنے کی یہ فضیلت ہے۔

معلم الحجاج میں اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد لکھا ہے۔ اس واسطے مسجد نبوی ﷺ میں نماز باجماعت کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔ اگر ممکن ہو تو مسجد نبوی ﷺ میں مستقل طور سے اعتکاف بھی کرے۔ اور قرآن شریف بھی ختم کرے۔ (معلم الحجاج صفحہ ۳۲۴)

اس حدیث کے تحت احسن الفتاویٰ میں ہے: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ چالیس نمازیں مسلسل اور باجماعت ادا کرنے پر جہنم عذاب اور نفاق سے برأت کی بشارت ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ صفحہ ۳۵)

خیال رہے کہ چالیس نماز مسجد نبوی میں پڑھنے کی جو بشارت ہے وہ فرض نماز باجماعت مسلسل پڑھنے پر ہے۔ بلا جماعت پر نہیں۔ اس لئے کہ جب جماعت چھوٹ جائے تو مسجد کے بجائے گھر میں اہل خانہ کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔ فرض کا ثواب مسجد میں جماعت کی وجہ سے ہے، اسی وجہ سے ایک مرتبہ آپ ﷺ جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو گھر تشریف لے گئے اور اہل خانہ کو جمع کیا اور نماز پڑھی۔ چنانچہ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ مدینہ کے اطراف میں تشریف لے گئے کہ ان کے ساتھ جماعت میں شریک ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے تو آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو جمع کیا اور نماز پڑھی۔ (طبرانی، مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۴۵)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ فضیلت جماعت کے ساتھ ہے۔ اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ ایک وقت کا بھی ناغہ نہ ہو۔ پس زائرین مدینہ کو اس کا اہتمام چاہئے کہ خدائے پاک توفیق دے تو کم از کم نو دن کا قیام کرے۔ اور

آٹھ دن مسلسل جماعت کے ساتھ نماز پڑھے۔ اگر کہیں جائے تو شروع دن میں جا کر ظہر سے قبل آ جائے اور مسجد نبوی میں شریک ہو جائے۔ اور یہ بھی کوشش کرے کہ مسبوق نہ ہو۔ اگر اتفاقاً مسبوق ہو گیا تب بھی فضیلت کا حامل ہو جائے گا۔ کہ ایسا شخص جماعت کی فضیلت کا حامل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جس نے ایک رکعت پالی اس نے جماعت (یعنی ثواب) پالی۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۴۴)

مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت پچاس ہزار نماز کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسجد اقصیٰ میں نماز کا ثواب پچاس ہزار گنا ہے۔ اور میری مسجد میں نماز کا ثواب پچاس ہزار گنا ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲)

ایک ہزار نماز کا ثواب

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی خادمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے بارے میں معلوم کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ حشر ونشر کی زمین ہے وہاں جاؤ تو نماز پڑھ لیا کرو۔ اس میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے مقابلے میں ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اگر کوئی نہ جا سکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل وہاں بھیج دے جس کو جلایا جائے تو وہ ایسا ہے جیسے مسجد اقصیٰ میں حاضری دی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۱، مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۰)

فائدہ: اگر نہ جا سکے تو وہاں مسجد کے لئے کچھ بھیج دینا حاضری کے مثل ثواب ہے۔

پانچ سو نماز کے برابر

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام میں نماز کا ثواب دوسری مسجد کے مقابلے میں ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔ اور میری مسجد میں ایک ہزار اور مسجد بیت المقدس میں پانچ سو نماز کے برابر ہے۔ (بزار، کشف الستار صفحہ ۲۱۳، مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۰، مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۴۵)

ڈھائی سو نماز کا ثواب

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نماز افضل ہے یا بیت المقدس میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مسجد میں ایک نماز افضل ہے اس میں (بیت المقدس میں) چار نمازوں کے پڑھنے سے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۰)

(ظاہر ہے چار کے مقابلے میں ایک چوتھائی اور مسجد نبوی میں ثواب ایک ہزار ہے اس کا چوتھائی ڈھائی سو ہوا)۔

فائدہ: مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت کے متعلق یہ چار روایتیں ہیں۔ ① پچاس ہزار ② ایک ہزار ③ پانچ

سو ④ ڈھائی سو۔ ممکن ہے یہ اختلاف زمانہ یا احوال اور کیفیت کے اعتبار سے ہو۔ یا زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار اور کم سے کم ڈھائی سو ہو۔

واللہ اعلم۔

مسجد اقصیٰ میں نماز سے تمام گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو تین دعائیں کیں۔ (اس میں ایک دعا یہ تھی) جو نماز کے ارادے سے مسجد بیت المقدس آئے اس کے گناہ اس طرح معاف ہو جائیں جیسے اس کی ماں نے آج ہی اسے جنا ہو۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۰۱)

مسجد قبا میں نماز کا ثواب

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے گھر میں وضو کرے پھر مسجد قبا آئے، اور اس میں نماز پڑھے تو عمرہ کا ثواب پائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲، نسائی صفحہ ۱۱۳)

اسید ابن ظہیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد قباء میں نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲)

سہل بن حنیف کی روایت میں ہے کہ جو وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد قبا آئے اور اس میں چار رکعت نماز پڑھے تو اسے ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ (مجمع صفحہ ۱۴، مرقات صفحہ ۴۴۹)

فائدہ: بیشتر روایتوں میں مسجد قبا میں دو رکعت کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ اور بعض روایتوں میں چار رکعت پر یہ ثواب مذکور ہے (مجمع جلد ۴ صفحہ ۱۴) ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اولاً چار رکعت پر عمرہ کے برابر ثواب ہوگا، پھر سہولت اور تخفیف ہوگئی ہو تو دو رکعت پر یہ ثواب کر دیا گیا ہو۔ (مرقات صفحہ ۴۴۹)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ مساجد سے تقرب صلحاء کے یادگار مواقع کا اختیار کرنا مستحب ہے اور سنیچر کے دن قباء میں آنا سنت ہے۔

ہفتہ یا دوشنبہ کے دن مسجد قبا تشریف لاتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سنیچر کے دن قباء پیدل اور سوار تشریف لاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۹، مسلم)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد سے بہت محبت تھی۔ خدائے پاک نے بھی اس مسجد کی تعریف کی ہے۔ فرمایا کہ اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ آپ ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور تشریف لاتے جمعہ کے دن تو مشاغل اور

مصروفیت کی وجہ سے نہ آتے سنیچر کے دن ضرور آتے کبھی دوشنبہ کو بھی تشریف لاتے چنانچہ شریک بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا دوشنبہ کے دن تشریف لاتے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی ستائیس کی صبح کو قباء تشریف لاتے۔ (عمدہ جلد ۷ صفحہ ۲۵۹)

عموماً تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف فرماتے ممکن ہے کہ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف نہیں کیا ہو گا قباء تشریف لائے ہوں گے حضرت سعد بن وقاص اسے مسجد اقصیٰ پر محبوبیت ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں دومرتبہ مسجد بیت المقدس سے زیادہ جانے سے محبوب ہے کہ دو رکعت قباء میں پڑھ لوں یہ مسجد مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اصحاب صفہ یہاں بھی رہتے تھے دو رکعت نماز سے یا تو تحیۃ المسجد مراد ہے یا پھر نفل نماز جو ہر وقت مکروہ وقت کے علاوہ پڑھی جاسکتی ہے۔ (مرقات)

مسجد فتح

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں تین دن دعائیں کیں۔ پیر منگل بدھ کے دن دو نمازوں کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی گئی جس کا اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور پر معلوم ہو رہا تھا اس پر حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی ضرورت ہوتی کوئی اہم معاملہ پیش آتا اسی وقت اس مسجد کا ارادہ کرتا اور دعا کرتا تو قبولیت کے آثار معلوم ہو جاتے۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵)

مسجد احزاب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احزاب تشریف لائے چادر اتاری کھڑے ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور نماز نہیں پڑھی پھر تشریف لائے اور دعا فرمائی (کفار کے خلاف ان کی ہزیمت کے لئے) اور نماز پڑھی۔ (مجمع الزوائد جلد ۴ صفحہ ۱۵)

فائدہ: یہ خندق کے مقام پر مسجد ہے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے موقع پر جب کہ کفار کے تمام قبیلے اسلام کے خلاف امنڈ آئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی جو دعا قبول ہوئی اس مسجد میں جانا اور نماز و دعا کرنا مشروع اور بہتر ہے حجاج کرام اس کی زیارت کرتے ہیں اور نماز و دعا کرتے ہیں یہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

جامع مسجد کا ثواب پانچ سو گنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جامع مسجد میں نماز کا ثواب پانچ سو گنا ہے۔ (مختصراً ابن ماجہ صفحہ ۱۰۲، مرقات صفحہ ۴۴۵، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۵۵)

حج مبرور کے برابر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جامع مسجد میں نماز کا ثواب حج مقبول کے برابر ہے اور جامع مسجد میں نماز کا ثواب دیگر (محلے کی) مسجد کے مقابلہ پانچ سوگنا رکھتا ہے۔
(مختصراً مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۴۶، کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۶۵۲)

کن مقامات پر نماز کا پڑھنا منع ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے: کوڑی خانہ پر، جانوروں کے ذبح ہونے کے مقامات پر، مردوں کے دفن ہونے کی جگہ، راستہ پر غسل خانہ میں اونٹ کے باندھنے کی جگہ کعبہ کی چھت پر۔ (طحاوی صفحہ ۲۲۴، ترمذی صفحہ ۸۱)

فائدہ: ان مقامات پر نماز پڑھنا منع اور مکروہ ہے کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا احتراماً منع ہے خیال رہے کہ اونٹ کے باندھنے کے مقام پر نماز اس وجہ سے منع ہے کہ پیشاب کرنے کی وجہ سے ناپاکی کا اندیشہ یا روکنے اور شرارت سے نماز کے خراب ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔

غسل خانہ میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری زمین مسجد نماز کی جگہ ہے سوائے حمام غسل خانہ اور قبرستان کے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۷، ترمذی صفحہ ۷۳، ابوداؤد صفحہ ۷۰)

فائدہ: غسل خانہ چونکہ محل نجاست ہے اس لئے منع ہے۔

مقبرہ میں نماز پڑھنا منع ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میرے محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی منع کیا ہے کہ بابل کی زمین میں نماز پڑھوں کہ وہ جگہ ملعون ہے۔
(ابوداؤد صفحہ ۷۰)

حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ قبروں پر بیٹھو، اور نہ ان کی جانب (رخ) نماز پڑھو۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۸، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۵)

فائدہ: قبرستان میں قبروں کے رخ نماز کی ممانعت ہے اس وجہ سے کہ عبادت میں اس کے قبلہ کا وہم ہوتا ہے چونکہ وہم شرک ہے اگر کسی جگہ قبروں کے نشانات مٹ چکے ہوں اور سطح زمین کی حیثیت ہوگئی تو پھر منع نہیں ہے۔

جہاں عذاب الٰہی کا نزول ہوا ہو وہاں نماز ممنوع ہے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میرے محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے منع کیا ہے کہ میں سر زمین بابل میں نماز پڑھوں کہ وہ ملعون جگہ ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۰، سنن کبریٰ صفحہ ۴۵۱، مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۴۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نہ پڑھنا بہتر ہے خوف وخشیت خداوندی کی وجہ سے علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرماتے تھے کہ دھسنے اور عذاب کے واقع ہونے کی جگہ نماز پڑھے۔ (کشف الغمہ)

علامہ شامی نے اس مقام کے پانی سے وضو وغسل کو مکروہ قرار دیا ہے جہاں غضب الٰہی کا نزول ہوا ہو۔ جیسے بیر ثمود اسی طرح شوافع نے بھی اور حنابلہ کے یہاں تو درست ہی نہیں۔ (شامی جلد ۱ صفحہ ۱۳۱)

قریب المسجد گھر کی فضیلت

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریب مسجد کے جو گھر ہو دور گھر کے مقابلہ میں وہ ایسا ہے جیسے نمازی کو فضیلت حاصل ہے گھر بیٹھنے والے پر۔

(مسند احمد، الفتح جلد ۳ صفحہ ۴۹، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶)

فائدہ: مراد ایسے لوگ جو مسجد کے قریب رہنے کی وجہ سے مساجد کے اعمال میں ان کو شرکت کا موقعہ زیادہ ملے گا۔ اسی طرح مسجد کے حقوق کے ادا کرنے میں بھی ان کو سہولت ملے گی دور والوں کے مقابلہ میں مسجد کی، خدمت بھی ان سے زیادہ ہونے کا امکان ہے، مسجد کے قریب حق ہو اور مسجد کے حق کو پامال کرتے ہوں تو ایسے لوگ اس فضیلت کے حامل نہیں۔

مسجد سے دور رہنے والوں کو ثواب زیادہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی) کے اردگرد علاقے جب خالی نظر آئے تو قبیلہ بنوسلمہ کے لوگوں نے ارادہ کیا کہ ہم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو جائیں تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے گھروں سے (جو قدم اٹھتے ہیں مسجد کی جانب) اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں تمہارے قدموں کے نشانات کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (مسلم صفحہ ۲۳۵، مشکوٰۃ صفحہ ۶۸)

جو زیادہ دور اس کو زیادہ ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسجد سے جتنا زیادہ دور ہوگا اس کا ثواب اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ (حاکم، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۵۹، ابوداؤد صفحہ ۸۲)

فائدہ: جتنے قدم بھی نماز کی جانب مسجد جاتے ہوئے اٹھیں گے اس کا ثواب ملے گا ظاہر ہے دور رہنے سے زیادہ قدم اٹھیں گے۔

گم شدہ اشیاء کا اعلان مسجد میں کرنا ممنوع ہے

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں گمشدہ اشیاء کے اعلان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۴۸)

فائدہ: مسجد سے باہر کوئی چیز گم ہو جائے تو اس کا اعلان مسجد میں کرانا درست نہیں حرام ہے، عموماً لوگ مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے اہم چیزوں کا اعلان کراتے ہیں، یہ جائز نہیں۔

مسجد میں اعلان کرنے والے کو کیا کہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جس کو تم مسجد میں گم شدہ اشیاء کا اعلان کرتے دیکھو اسے یہ (بد دعا) کہو خدا تم کو گم شدہ نہ دلائے، مسجد اس کے لئے نہیں بنائی گئی۔

(مسلم صفحہ ۲۱۰، ابوداؤد صفحہ ۶۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص مسجد میں گم شدہ کے بارے میں اعلان کر رہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: نہ پاؤ تم۔ (نسائی صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کو خرید و فروخت کرتے ہوئے مسجد میں دیکھو تو کہہ دو: خدا تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم گم شدہ کے تلاش کرنے کو مسجد میں پاؤ تو کہہ دو خدا نہ ملائے تم کو۔ (ترمذی، نسائی، ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۰۳)

مسجد سے باہر کی گم شدہ چیز کا اعلان کرنا کروانا ناجائز ہے چونکہ مسجد میں لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اس لئے پتہ اور علم ہونا آسان ہوتا ہے، بعض لوگ مسجد کے مائک سے گمشدہ کا اعلان کراتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے۔

مسجد کو گزرنے کا راستہ نہ بنائے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوائے ذکر و نماز کے مسجد کو راستہ نہ بناؤ۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

فائدہ: بعض گھروں کا راستہ مسجد سے قریب ہوتا ہے تو لوگ مسجد سے گزر کر گھر چلے جاتے ہیں یہ ناجائز ہے اسی کو آپ نے منع فرمایا ہے کہ اس میں خدا کے گھر کی توہین ہے۔

جوں کھٹمل وغیرہ مسجد میں نہ مارے

ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے کپڑے

میں کھٹمل پائے تو اسے مسجد میں نہ ڈالے۔

مکہ کے بعض شیوخ سے منقول ہے کہ کسی نے اپنے کپڑے میں کھٹمل پایا تو اسے پکڑ کر چاہا کہ اسے مسجد میں ڈال دے تو اسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مت کرو! اسے کپڑے میں رکھ کر مسجد سے باہر نکال دو۔

(مجمع جلد۲ صفحہ۲۰)

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مسجد میں کھٹمل (وغیرہ) کو پاؤ (تو اسے مسجد میں نہ مارو) اسے اپنے کپڑے میں کر کے مسجد سے باہر نکال دو۔

(کنز العمال جلد۷ صفحہ ۶۷۳)

فائدہ: کھٹمل جوں مارنے کی وجہ سے مسجد میں بدبو پیدا ہو جائے گی، اور مسجد میں اس کی غلاظت رہے گی جو بہر حال درست نہیں۔

قبلہ کی جانب تھوکنے کی سزا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ناک کی ریزش قبلہ کی جانب کی گئی ہوگی وہ قیامت کے دن اس کے چہرے پر ہوگی۔ (کشف الاستار صفحہ ۲۰۸، ترغیب صفحہ ۲۰۱)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو قبلہ کی جانب تھوکے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ تھوکا ہوا اس کے دونوں آنکھوں کے درمیان ہوگا۔ (ترغیب صفحہ ۲۰۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب تھوک (بلغم) دیکھا تو اسے کھرچ دیا، اور لوگوں پر متوجہ ہوئے اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہے تو قبلہ کے رخ نہ تھوکے کہ اللہ پاک قبلہ رخ ہوتے ہیں (گویا کہ) جب بندہ نماز پڑھتا ہے۔ (مسلم صفحہ ۲۰۷)

فائدہ: قبلہ رخ کعبہ ہے اور کعبہ خانہ خدا ہے اس کا احترام اور اکرام ہر مؤمن کا اولین فریضہ ہے خصوصاً مساجد اور نماز کی حالت میں تو اس کا اکرام اور زائد ہو جاتا ہے۔

کفار و مشرکین کی قبروں پر مساجد

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مدینہ منورہ کی جگہ (پہلے) مشرکین کی قبریں تھیں اور کوڑے کرکٹ کا مقام تھا اور کھجور کے درخت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو ختم کر دیں، درخت کاٹ دیئے جائیں اور کوڑے کرکٹ کی اونچ نیچ کو برابر کر دیا جائے چنانچہ (یہ سب کر دیئے گئے) اور کھجور کے درخت قبلہ کی جانب کاٹ کر لگا دیئے گئے اور اردگرد پتھر لگا دیئے گئے، اور آپ نے فرمایا اسے موسیٰ علیہ السلام کی عریش (چھت) کی طرح کر دو آپ سے پوچھا گیا، ان کا عریش کیسا تھا آپ نے فرمایا اتنا

اونچا رہے کہ ہاتھ چھت کو چھو جائے (چنانچہ چھت ایسی ہی بنائی گئی کہ ہاتھ چھو جاتے)۔ (کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ مسجد نبوی کے مقام پر بنی نجار کے درخت خرما کچھ کھیت اور مشرکین کی قبریں تھیں آپ نے ان سے فرمایا کہ مجھے بیچ دو، انہوں نے کہا نہیں میں یہ مناسب نہیں سمجھتا چنانچہ درخت خرما کاٹ دیئے گئے زمین برابر کر دی گئی مشرکین کی قبریں مسمار کر دی گئی (اور اس جگہ مسجد بنا دی گئی)۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۶۵)

فَائِدَہ: قبروں پر مساجد کی تعمیر درست ہے مسلمانوں کی قبریں ہوں اور ان کے نشانات مٹ گئے ہوں اسی طرح مشرکین اور کفار کی قبریں ہوں تو ان پر مساجد کی تعمیر میں کوئی حرج نہیں۔ علامہ شعرانی کی کشف الغمہ میں ہے کہ مشرکین کے معبد اور ان کی قبروں پر جب کہ ان کے نشانات مٹ گئے ہوں (یا مٹا دیئے گئے ہوں) مسجد کی تعمیر درست ہے۔ (صفحہ ۸۰)

چنانچہ جہاں مسجد نبوی ہے وہاں مشرکین کی قبریں تھیں۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے روایت ہے مسجد نبوی کا مقام بنو نجار کی زمین تھی جس میں کچھ کھجور کے باغات اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ (ابن ماجہ)

کنیسہ وغیرہ پر مسجد

حضرت عثمان بن ابی العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے بیان فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسجد طائف کے اس مقام پر بنانے کا حکم دیا جہاں ان کا بت تھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۴، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹، ابوداؤد صفحہ ۶۵)

حضرت قیس ابن طلق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں! ہم ایک وفد کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئے بیعت کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی، اور ہم لوگوں نے بتایا کہ ہمارے علاقے میں بیعہ (یہود کے عبادت خانے) بہت ہیں آپ ہمیں اپنا جھوٹا پانی دیجئے۔ چنانچہ آپ نے پانی منگوایا وضو کیا کلی کیا اور ایک برتن میں کلی کیا اور فرمایا کہ لے جاؤ۔ جب تم اپنے علاقے میں جاؤ تو بیعہ (یہود کے عبادت خانے جو شرک اور معصیت کا اڈہ بن گئے تھے) ان کو توڑ دو اور یہ پانی اس پر چھینٹ دو۔ اور اس جگہ مسجد بناؤ۔ (نسائی صفحہ ۱۱۴)

فَائِدَہ: علامہ شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ معابد مشرکین اور ان کی قبروں پر مسمار کے بعد تعمیر مسجد کا حکم دیتے تھے چنانچہ آپ فرماتے تھے ان کے معابد (شیطانی اڈوں) پر مسجد بنا دو۔ (جلد ا صفحہ ۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ شیاطینی اڈے جہاں اکبر کبائر گناہوں کا اڈہ ہو اس کی اصلاح ہونی چاہئے، خیال رہے کہ مذکورہ امور میں اہل علم و افتاء، مصالح زمان اور مقام زمان کی حکمت و مصلحت بھی پیش رکھنی چاہئے کہ دور صحابہ میں اہل کتاب کی عبادت خانوں کو باقی بھی رکھا گیا ہے۔

کشف الغمہ میں علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

”وكان صلى الله عليه وسلم يامر ببناء المسجد فى متعبدات الكفار وقبورهم اذا نبشت ويقول اجعلواها حيث كانت طواغيتهم وكانت الصحابة رضى الله عنهم يصلون فى بيع اليهود الا ما فيه تماثيل. وكان صلى الله عليه وسلم اذا جائه وفد فاسلموا يقول لهم اذا رجعتم الى ارضكم فاكسروا بيعتكم يعنى اهدموها وانضحوا مكانها بالماء واتخذوها مسجداً“

(کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

مسجد کو مزین اور خوشنما بنانے کی وعید

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے مسجد کو بلند (وخوشنما) کرنے کا حکم نہیں دیا گیا حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم مسجد کو ضرور خوشنما اور مزین کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۵، بخاری)

خوشنما مسجد میں نماز نہ پڑھنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خوشنما بلند و بالا مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

(کشف الاستار جلد ا صفحہ ۲۰۹، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹، مرقات صفحہ ۴۵۹)

مسجد پر فخر اور بڑائی قیامت کی علامت

حضرت انس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک لوگ مساجد کے متعلق ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی نہ جتائیں گے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۵، نسائی صفحہ ۱۱۲، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا مسجد تو بنائیں گے اس پر فخر کریں گے۔ لیکن اسے آباد کرنے والے یعنی نمازی کم ہوں گے۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۹۹)

مسجد کی خوشنمائی اور خوبصورتی قیامت کی علامت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے بعد تم لوگ مساجد کو خوشنما اور خوبصورت بناؤ گے۔ اسی طرح جیسا کہ یہود کنیسہ کو۔ نصاریٰ گرجا گھروں کو مزین اور خوبصورت بناتے ہیں۔ (کنز العمال صفحہ ۲۶۸)

فائدہ: چنانچہ دور حاضر میں مساجد کے تعمیر کی خوشنمائی کو دیکھ لیجئے۔ کیسی کیسی خوبصورت اور ٹیپ ٹاپ کی مسجدیں بن رہی ہیں رنگ بیل بوٹے اور ڈیزائن لاکھوں لاکھ روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے۔ کیا آپ کی پیشین گوئی

پوری نہیں ہو رہی ہے مسجد کو مستحکم اور پائدار بنانا تو درست ہے۔ بیل بوٹے خوشنمائی اور خوبصورتی مکروہ اور خلاف سنت ہے۔ مقصد عبادت کے خلاف ہے۔ ظاہر کی تزئین عموماً باطن کی خالی ہونے کی علامت ہے۔ افسوس کہ آپ ﷺ نے جس چیز سے منع کیا تھا۔ اور جسے قیامت کی علامت فرمائی جس پر صحابہ تابعین کی شدت سے وعید ہے آج امت اس پر دولت لگا رہی ہے۔

مسجد کے لئے صرف سفید رنگ ہی بہتر ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر رنگ جو تمہاری میت کے لئے اور تمہاری مساجد کے لئے وہ سفید ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۲۵۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو سفید بنایا ہے۔ اسے سفید پسند ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ صفحہ ۱۳۱)

فائدہ: سفید رنگ تمام رنگوں میں بہترین رنگ ہے خدا نے جنت کا بھی رنگ سفید ہی رکھا ہے اسے سفید رنگ پسند ہے اس لئے مساجد جو اللہ کے گھر ہیں اسے بھی سفید ہی رکھنا خدا کو پسند ہے رنگ برنگوں سے رنگنا خدا کو پسند نہیں ہے۔

ہاں ہلکا سا کسی مقام پر دوسرا رنگ اختیار کرے تو کوئی قباحت نہیں مگر شوخ (بھڑکیلا) رنگ نہیں۔

مسجد کو لال پیلے شوخ رنگوں سے رنگنا ممنوع ہے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسجد نبوی کی تجدید اور اضافے کا حکم دیا جب کہ اس کی چھت کھجور کی تنوں اور شاخوں سے بنی تھی تو تعمیر کے ذمہ داروں کو حکم دیا کہ دھوپ اور بارش سے بچاؤ کی شکل اختیار کرنا خبردار اسے لال پیلے زرد رنگ سے مزین مت کرنا کہ لوگ فتنہ میں پڑیں۔ (کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: مسجد نبوی کی چھت آپ ﷺ نے کھجور کی ٹہنیوں اور شاخوں سے بنائی تھی اس لئے وہ ٹپکتی تھی اس لئے حضرت عمر نے مضبوط اور پائیدار چھت بنوا دی، اور سفید رنگ (چونا) کے علاوہ دوسرے رنگوں کے استعمال سے منع فرما دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مختلف حسین رنگوں سے چٹکیلے رنگوں سے رنگنا ممنوع ہے، سفید رنگ کافی ہے۔

نبی کے لئے نقش ونگار والی مسجد میں جانا مناسب نہیں

نبی پاک ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ کسی نبی کے لئے منقش ومزین مسجد میں جانا جائز یا مناسب نہیں۔
(کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: اس وجہ سے کہ مسجد کو منقش کرنا خدا کو ہرگز پسند نہیں ملعون مغضوب قوم یہود کی عادت اور اس کا مزاج

ہے۔ لہٰذا نبی کے لئے گنجائش ہوگی کہ وہ اس میں داخل ہو اس لئے حضرات صحابہ ایسی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے تھے افسوس کہ آج اسی کو پسند کیا جاتا ہے۔

مسجد کی تزئین اور خوبصورتی قوم لوط کا عمل

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا قوم لوط کا بدترین عمل یہ ہوا کہ انہوں نے مساجد کو مزین اور خوبصورت بنایا۔ (ابن ماجہ، مرقات صفحہ ۴۵۶)

فَائِدَہ: باطن جاتا ہے تو ظاہر کے سجانے اور مزین کرنے میں انسان لگ جاتا ہے جہاں حقیقت نہیں ہوتی وہاں طمع سازی ہوتی ہے یہ حقیقت سے محرومی کی علامت ہے۔ چنانچہ آج یہی طرز مساجد کے ساتھ اختیار کیا جا رہا ہے، نماز کی پرواہ نہیں اور خوشنمائی پر فریفتہ ہیں۔

مساجد کو رنگ برنگ سے منقش کرنا سخت منع ہے

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مسجد کی تعمیر اور اس کے بنانے کا حکم دیا تو فرمایا ایسا بناؤ کہ لوگوں کے لئے بارش سے حفاظت ہو اور خبردار لال اور زرد رنگوں سے مت رنگنا۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۴۵۹)

فَائِدَہ: دیکھئے حضرت عمر فاروق نے مسجد کو مختلف رنگوں سے رنگنے پر شدت سے منع کیا مسجد کو خوبصورت رنگوں سے مزین کرنا، بیل بوٹے بنانا، یہ منع ہے، ذکر تلاوت وعبادت کی جگہوں کو خوش نما بنانا خشوع اور خضوع کو کھو دیتا ہے، اور بلا ضرورت ہونے کی وجہ سے اسراف میں داخل ہے۔

مسجد کو خوبصورت بنانے پر لعنت

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک مسجد کے پاس سے گزرے تو اسے بہت خوبصورت اور مزین پایا تو فرمایا خدا کی لعنت ہو جس نے ایسی حرکت کی۔ (مرقات صفحہ ۴۵۹)

فَائِدَہ: دیکھئے بنانے والے نے یہودی کی طرح عبادت خانہ کو مزین کیا تھا، خیال رہے کہ ظاہر کی تزئین باطن کی خالی ہونے کی علامت ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا کہ شرح السنۃ میں ہے کہ یہود ونصاریٰ نے مسجد خوشنما اور منقش بنانا شروع کیا جب کہ انہوں نے دین میں تحریف کر ڈالی (صفحہ ۴۵۹) یعنی جب اصل دین سے ہاتھ کھو بیٹھے اور دین حقیقی سے محروم ہوگئے تو عبادت خانے سجانے لگے۔ اسی طرح یہ امت جب حقیقی دین اور کتاب سنت سے ہٹنے لگے گی تو مساجد کو سجانے اور مزین کرنے لگے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ عبادت سے محروم فرائض وواجبات کی پامالی اور عبادت خانوں کی ظاہری خوبصورتی اور خوشنمائی میں اضافہ، یہ ہمارے اسلامی ماحول کا حال ہے۔

مساجد تو خوبصورت بنائیں گے مگر دل خراب کریں گے

حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آخر میں ہماری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مساجد کو تو خوبصورت اور مزین بنائیں گے اور اپنے دل خراب رکھیں گے، اپنے لباس کے اعتبار سے تو پرہیزگار بنے ہوں گے مگر دل کے اعتبار سے پرہیزگار نہ ہوں گے ان میں سے ایک ایک کا یہ حال ہوگا کہ ان کی دنیا صحیح وسالم باقی رہے یا نہ رہے خواہ دین باقی رہے یا نہ (اس کی پرواہ نہیں)۔ (سبل الہدیٰ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۴)

دیکھئے یہ ساری علامتیں پائی جارہی ہیں نہایت ہی خوشنما اور خوبصورت خوبصورت دیدہ زیب مساجد بن رہی ہیں مگر قلب جو معرفت اور تقویٰ کا محل ہے اس کے اصلاح اور تزکیہ کی فکر نہیں، حب الدنیا حرص دنیا، کینہ حسد بغض سے دل بھرا ہے۔ حرام وحلال کی کوئی پرواہ نہیں دل میں خلوص نہیں، تقویٰ نہیں خوف خدا نہیں، یہی مطلب ہے دل کی خرابی کا۔ اسی طرح لباس تو زاہد اور اہل تقویٰ کا ہوگا مگر دل تقویٰ سے خالی ہوگا لباس کی صفائی اور ستھرائی کا خیال رکھیں گے مگر دل کی حفاظت اس کی صفائی باطنی گناہوں سے نہیں کریں گے اصل دنیا کی فکر ہوگی آخرت کی فکر برائے نام ہوگی۔ چنانچہ دین صحیح وسالم اچھی طرح ملتی رہے تو خوش رہیں گے خواہ آخرت برباد ہو۔ یعنی دنیا کا مقابلہ میں آخرت کی فکر نہ کریں گے کہ دنیا اصل ہوگی۔

مسجد کی تعمیر تو فخر کی بات مگر نماز کا موقعہ نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام سے گزرے جہاں لوگوں نے ایک نئی مسجد بنائی تھی پوچھنے پر بیان کیا گیا کہ فلاں قبیلے والوں نے بنائی ہے تو آپ نے فرمایا: عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا مسجد تو بنا کر فخر اور بڑائی جتائیں گے مگر اس میں نماز پڑھنے والے کم ہوں گے۔ (مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مال کی فراوانی یا شہرت ونام کی وجہ سے مسجد تو بنانا آسان ہوگا مگر دل میں اور ماحول میں دین اور احکام الٰہیہ اور فرائض کی اہمیت نہ ہونے کی وجہ سے نماز پر توجہ کم ہوگی اس لئے نماز پڑھنے والے کم ہوں گے۔

مسجد میں چھوٹے بچوں کو پڑھنا ممنوع ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد کو چھوٹے بچوں سے بچاؤ۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۴۲)

مکحول سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مساجد کو بچوں سے اور پاگلوں سے بچاؤ۔

(ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۴۲)

واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو بچوں سے اور پاگلوں سے بچاؤ۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۱۹۹)

فائدہ: چھوٹے بچوں کو مسجد میں لانا جس سے بے ادبی ہوتی ہو ممنوع ہے۔

مسجد میں ہوا خارج نہ کرے

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ بالقصد نیند میں نہ ہو مکہ یا محلّہ کی مسجد میں ہوا خارج کر سکتا ہے انہوں نے کہا میں بالکل نہیں پسند کرتا۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۳)

فائدہ: مسجد میں ریح اور ہوا خارج کرنا مکروہ اور بے ادبی ہے آپ نے لہسن کی بو سے نہایت شدت سے منع کیا ہے تو اس کی کیسے اجازت ہوگی ضرورت محسوس کرے تو کسی بہانے سے مثلاً تھوک پھینکنے، ناک صاف کرنے کے بہانے باہر چلا جائے، بعض لوگوں نے معتکف کو بھی ریح کے لئے باہر جانے کا حکم دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ معتکف باہر نہ جائے۔

کافر مشرک کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد ثقیف کو (جو مشرک تھے) مسجد میں ایک خیمہ میں ٹھہرایا تھا تاکہ (نماز اور ذکر تلاوت کو دیکھ کر) انکا دل نرم ہو جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے ان کو مسجد میں اتارا حالانکہ وہ مشرک ہیں تو آپ نے فرمایا: زمین ناپاک نہیں ہوتی انسان ناپاک ہوتا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۴۵، طحاوی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہود مسجد میں آتے اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ (جلد ا صفحہ ۴۴۵)

فائدہ: یہود، نصاریٰ، کافر مشرک کا مسجد میں آنا جائز ہے بلاضرورت ان کو آنے سے روکا جائے ہاں اگر مسجد کا کوئی کام ہو رنگائی پوتائی یا تعمیر یا بجلی وغیرہ کا کوئی کام تو ان سے مسجد میں یہ کام لیا جا سکتا ہے، البتہ گھٹنے کھول کر کام کرنے سے منع کریں کہ مسلمانوں کی نگاہ اس پر پڑنے سے گناہ ہوگا اور کشف ستر سے مسجد کی بے حرمتی ہوگی۔

مسجد میں گفتگو اور باتوں پر وعید

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب آخری زمانہ میں لوگ پیدا ہوں گے جن کی گفتگو کا اڈہ مسجد ہوگا۔ ایسے لوگوں کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۰۵)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز کے لئے نکلتے تو مسجد میں اعلان فرماتے خبردار مسجد میں کوئی اِدھر اُدھر کی

باتیں نہ کرے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۳۸)

فائدہ: حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ مسجدوں میں جمع ہوں گے۔ نماز پڑھیں گے حالانکہ ان میں کوئی (صحیح اور کامل) مؤمن نہ ہوگا۔ (کہ مسجد کی بے حرمتی کریں گے دنیاوی باتیں کریں گے)۔ (اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ ۳۰)

مسجد میں گفتگو نیکیوں کو کھا جاتی ہے

امام غزالی نے یہ اثر نقل کیا ہے کہ مسجد میں دنیاوی باتوں کا کرنا نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح چوپائے گھاس کو چر لیتے ہیں۔ (شرح احیاء جلد۳ صفحہ ۳۱)

مسجد میں ہنسنا قبر کی تاریکی کا باعث ہے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مسجد میں ہنسنا قبر کی تاریکی کا باعث ہے۔ (کنز العمال جلد۷ صفحہ ۶۶۸)

فائدہ: مسجد عبادت توبہ استغفار کی جگہ ہے، خدا کے دربار میں آکر گناہوں پر ندامت کی جگہ ہے رو دھو کر خدا سے معافی اور دوزخ سے پناہ حاصل کرنے کی جگہ ہے۔ ایسی جگہ میں ہنسنا بڑی غفلت اور بدبختی کی بات ہے۔ دربار خداوندی کے وقار کے خلاف ہے۔ وہ شہنشاہوں کے شہنشاہ اور اس کے مالک کا دربار ہے انسانی دربار میں کوئی ہنستا ہے تو اس مردود کو نکال باہر کیا جاتا ہے پھر خدا کے دربار میں ایسوں کا کیا انجام ہوگا۔ خدا کی پناہ!

مسجد میں آوازوں کا بلند ہونا قیامت کی علامت

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب میری امت میں یہ پندرہ چیزیں ہونے لگیں تو ان پر حوادث و مصائب کا سلسلہ شروع ہو جائے گا پوچھا گیا وہ کیا ہیں اے اللہ کے رسول؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

1. جب مال غنیمت (مثلاً وقف اور عام لوگوں کا مال اس میں مدرسہ کا مال بھی شامل ہے) ذاتی ملکیت کی طرح ہو جائے۔
2. امانت اپنا مال ہو جائے۔
3. زکوٰۃ کا ادا کرنا بوجھ تاوان کی طرح ہو جائے۔
4. آدمی بیوی کا فرمانبردار ہو جائے اور ماں سے قطع تعلق کرے۔
5. اپنے یاروں سے اچھا برتاؤ کرے اور باپ پر ظلم کرے۔

۶ مساجد میں آواز بلند ہونے لگے۔
۷ قوم کا سردار اور بڑا رذیل لوگ ہونے لگیں۔
۸ آدمی کا اکرام اس کے فتنے سے بچنے کے لئے کیا جانے لگے (یعنی اس کی نیکی اور بھلائی کی وجہ سے نہیں)
۹ شراب عام ہو جائے۔
۱۰ ریشمی لباس پہنے جائیں۔
۱۱ گانے بجانے والیاں عام ہو جائیں۔
۱۲ پچھلے لوگوں کو اگلے لوگ برا بھلا لعن طعن کرنے لگ جائیں تو اس وقت سرخ آندھی کا دھنسنے اور مسخ ہونے کا انتظار کرو۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۴۴)

فائدہ: دیکھئے آج اس دور میں قریب قریب تمام تر علامتیں پائی جاری ہیں۔ اس حدیث پاک میں پندرہ امور میں ایک مساجد میں بلند آوازوں کا ہونا ہے، محلوں اور قصبوں کی مسجدوں میں یہ علامتیں پائی جارہی ہیں۔ خصوصاً رمضان کے موقعوں پر جو عام لوگ مساجد کی حرمت سے ناواقف لوگوں کی بھیڑ لگتی ہے اس میں بجائے وہ ذکر و تلاوت کے اور خاموشی کے اپنی اپنی ہانکنے لگ جاتے ہیں ذرا سی کوئی بات بولنے کے لائق ہوتی ہے۔ تو زور شور سے بول کر اپنی سربراہی اور جاگیرداری دکھلاتے ہیں افطاری کے وقت افطاری کے سلسلے میں باہم شور کرتے ہیں جھگڑتے ہیں یہ سب امور ناجائز اور حرام ہیں۔ اگر افطاری کی وجہ سے زور وشور ہو تو مسجد میں افطاری بند کر دیں کہ افطاری کا دینا جو واجب نہیں اس کی وجہ سے متعدد حرام اور ناجائز امور ہونے لگ جاتے ہیں دراصل ماہ مبارک میں جوان سے تھوڑی سی نیکی ہو جاتی ہے وہ ان کے چھوٹے شیطان کو بھاتی نہیں اس لئے وہ دوسرے گناہوں میں ڈال کر نیکی کو ضائع کر کے اس کے ذمہ گناہ لاد دیتے ہیں ایسے میں لوگوں کے متعلق آیت کریمہ ہے: ”ضل سعیهم فی الحیاة الدنیا اللهم احفظنا“

مسجد میں زور سے بولنا اور گفتگو کرنا منع ہے

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک آدمی نے میری طرف ایک کنکری پھینکا میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق تھے انہوں نے مجھ سے کہا جاؤ ان دو آدمی کو (جو مسجد میں زور سے بول رہے تھے) پکڑ کر لاؤ میں پکڑ لایا تو آپ نے فرمایا تم دونوں کہاں کے ہو انہوں نے کہا طائف کے آپ نے فرمایا اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو سخت مارتا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔ (بخاری صفحہ ۶۷)

فائدہ: مسجد میں زور سے بولنا اور بلند آواز سے دینی گفتگو کرنا بھی منع ہے۔ آہستہ اور سنجیدگی سے اور یہ دیکھ کر گفتگو کرے کہ کسی نمازی یا ذاکر وغیرہ کو پریشانی اور حرج تو نہیں ہوگا۔ دنیاوی گفتگو کی تو کسی طرح بھی اجازت

نہیں۔

سوائے ذکر اور نیکی کے ہر کلام مسجد میں لغو ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بات مسجد میں لغو ہے سوائے ذکر اور قرآن کی تلاوت یا نیکی کے پوچھنے اور بتانے کے۔ (کنز العمال صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: مسجد میں سوائے ذکر تلاوت و مراقبہ کے کوئی اور عمل جس سے مسجد کا احترام جاتا رہے ممنوع ہے مسجد کا ادب یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہو کر صف میں بیٹھ جائے اور ذکر تلاوت تسبیح میں لگ جائے۔ اِدھر اُدھر کھڑا رہنا احترام مسجد کے خلاف ہے۔

مسجد میں خاموش نہ رہنے والوں پر فرشتوں کی لعنت

ابن الحاج مکی نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منقول ہے کہ آخری زمانہ میں ہماری امت کے لوگ مسجد میں داخل ہوں گے۔ حلقہ حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں گے اور دنیاوی بات کریں گے۔ اور دنیا سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ سوان میں نہ بیٹھنا۔ اللہ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آدمی جب مسجد میں آتا ہے اور باتوں میں لگ جاتا ہے تو فرشتے اسے کہتے ہیں اے اللہ کے ولی خاموش ہو جاؤ۔ پھر بھی نہیں خاموش ہوتا ہے تو کہتا ہے اے اللہ کے دشمن خاموش ہو جاؤ۔ پھر بھی نہیں خاموش ہوتا ہے تو کہتے ہیں خدا کی تم پر لعنت و پھٹکار ہو خاموش ہو جاؤ۔ (مدخل صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: دیکھئے مسجد میں خاموش نہ رہنے پر اور بولنے پر فرشتوں کی لعنت پڑتی ہے۔

ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ ہر جمعہ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں خوشبو کی دھونی دی جاتی تھی۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن مسجد میں دھونی دینے فرمایا۔

فائدہ: جمعہ کے دن دھونی دینا درست ہے چونکہ لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے نامناسب بو پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ آج کل اگربتی کا سلگا دینا کافی ہے۔

ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور دھونی دے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہفتہ میں ایک مرتبہ مسجد میں دھونی دیا کرو۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۶)

فائدہ: لوگوں کے ازدحام اور آمدرفت سے مسجد کی فضا مکدر ہو جاتی ہے۔ اس لئے خوشبو کی دھونی کا حکم دیا۔

مسجد میں روشنی کا حکم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسجد نبوی کی جدید تعمیر کا حکم دیا تو فرمایا جب تعمیر سے فارغ ہو جاؤ تو اس میں قندیل رکھ دو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رمضان میں مساجد کے پاس سے گزرتے اور اس میں قندیل روشن دیکھتے تو فرماتے حضرت عمر کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا ہے۔
(کشف الغمہ صفحہ ۸۰)

فائدہ: مسجد نبوی میں ابتداءً روشنی کا انتظام نہیں تھا حضرت تمیم داری نے یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اولاً اس کا انتظام کیا مسجد میں روشنی دینا یا اس کا انتظام کرنا تیل یا موم بتی دے دی یا بجلی کا انتظام کر دیا یا مسجد کا بل اپنی طرف سے ادا کر دیا تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جس نے مسجد میں روشنی کی ابتداء کی وہ تمیم داری ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۶۰)

مسجد میں بیٹھ کر وعظ وتقریر کرنا

حضرت ابورفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا میں مسافر ہوں دین کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہوں نہیں معلوم کہ دین کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر سے نیچے اترے اور میری جانب متوجہ ہوئے اور خطبہ موقوف کر دیا پھر کرسی لائی گئی (تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر دین کی باتیں سکھائیں) میرا خیال ہے کہ اس کے پائے لوہے کے تھے۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ جو اللہ پاک نے آپ کو بتایا مجھے بتانے لگے پھر خطبہ دیا اور اسے پورا کیا۔ (مسلم نسائی، ادب مفرد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۹۶)

فائدہ: مسجد میں کسی اونچی چیز منبر یا کرسی پر بیٹھ کر وعظ وتقریر بلا کسی کراہت کے سنت ہے۔ اس میں مخاطب کو سننے میں سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔

مسجد میں ذکر اور تعلیمی حلقے اور اس کی مجلسیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو میری مسجد میں آئے اور اس کا کوئی مقصد نہ ہو سوا اس کے کہ کوئی بھلائی (دین آخرت کی بات) سیکھے یا اسے سکھائے تو وہ خدا کے راستے میں جہاد کرنے والے کے مثل ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۷۱، ابن ماجہ، طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد صرف اس ارادے سے جائے کہ وہ کوئی بھلی بات (دین وآخرت کی باتیں) سیکھے یا سکھائے۔ اسے ایسے حاجی کا ثواب ملے گا جس کا حج

کامل اور تام ہو۔ (طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۰۴)

فائدہ: اس میں مسجد میں دینی بیان، وعظ ونصیحت اور تعلیم وتعلّم کی فضیلت کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں نماز کے علاوہ دینی حلقے اور وعظ ونصیحت کی مجلس بھی مشروع ہی نہیں باعث ثواب ہے۔ بعض لوگ وعظ ونصیحت کی مجلسوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ سو یہ درست نہیں۔ صرف جماعت کے وقت اس کا لحاظ کیا جائے۔ بعض لوگ جماعت کے ختم کے بعد دیر تک مسجد آکر تنہا نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ اور وعظ و بیان کی مجلس پر نکیر و اعتراض کرتے ہیں، ان کا اعتراض غلط ہے۔ خود نکیر کے لائق ہیں۔ کہ جماعت تغافل کی وجہ سے چھوڑ دی۔ اور جماعت چھوٹ جانے کے بعد مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اب ان کو نماز گھر میں پڑھنی چاہئے۔ اپنے اہل و عیال میں جماعت بنا کر نماز پڑھنی چاہئے۔ ''دیکھئے جماعت کے بیان میں'' حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے دو حلقے سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں اچھے ہیں۔ البتہ اچھائی میں بہتر ہے دوسرے سے۔ بہر حال یہ لوگ اللہ سے دعاؤں میں لگے ہیں۔ اور اس کی جانب (ذکر وعبادت سے) متوجہ ہیں۔ خواہ اللہ ان کو دیں یا روک دیں۔ بہر حال یہ لوگ فقہ اور علم حاصل کر رہے ہیں اسے سیکھ رہے ہیں۔ اور نہ جاننے والوں کو سکھا رہے ہیں۔ یہ لوگ افضل ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرما ہوگئے۔ (دارمی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: دیکھئے مسجد نبوی میں دو حلقے تھے۔ ایک ذکر و دعاء کا دوسرا دین سیکھنے سکھانے کا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تعریف کی مگر تعلیم کے حلقے مسجد میں قائم رہیں اور اس کا سلسلہ رہے تاکہ لوگوں کو دینی معلومات، مسائل کا علم، حرام وحلال کا علم معلوم ہو۔ یہ بھی مساجد کے مقاصد میں سے ہے۔ صرف نماز و جماعت مساجد کے اعمال نہیں۔ وعظ تقریر بھی اس کے اعمال میں سے ہیں۔

مسجد میں جھاڑو دینا حوروں کا مہر ہے

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد میں جھاڑو دینا حورعین کا مہر ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۰، طبرانی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۹۷)

جنت میں گھر بنایا جائے گا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسجد کو گندگی سے صاف کرے اس کے لئے خدا جنت میں گھر بنائے گا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۵، ترغیب صفحہ ۱۹۸)

ایک عورت مسجد میں جھاڑو دینے کی وجہ سے جنت میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی اس کا انتقال ہوگیا

اس کے دفن کرنے کی اطلاع نہیں دی گئی (اور وہ دفن کر دی گئی) تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے اس کی اطلاع مجھے کرو اور فرمایا کہ میں نے اسے جنت میں دیکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک حبشی شخص یا عورت مسجد کی صفائی کرتی تھی، اس کی وفات ہوگئی آپ نے لوگوں سے پوچھا لوگوں نے کہا اس کا انتقال ہوگیا آپ نے فرمایا مجھے اطلاع کیوں نہیں دی چلو مجھے اس کی قبر بتاؤ آپ قبر پر تشریف لائے اور اس پر نماز پڑھی۔ (بخاری صفحہ ۶۵)

آپ ﷺ نے مسجد کی خدمت اور صفائی کی وجہ سے جنازہ کی اطلاع نہ ہونے پر افسوس کیا، اور قبر پر تشریف لے گئے۔

جھاڑو دینے کا ثواب آپ ﷺ کو دکھایا گیا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اعمال خیر کا ثواب دکھایا گیا۔ یہاں تک مسجد سے گندگی دور کرنے والے کا ثواب اور گناہ بھی دکھایا گیا اور اس سے زیادہ کوئی بڑا گناہ نہیں دکھایا گیا کہ جو قرآن پڑھ کر بھول گیا ہو۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶)

مسجد کے پاس سے گزرے تو نماز پڑھتا گزرے

حضرت سعد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے زمانہ میں بازار جاتے اور مسجد سے گزرتے تو اس میں نماز پڑھ لیتے۔ (نسائی صفحہ ۱۲۰، کشف الاستار صفحہ ۲۱۱)

فائدہ: چونکہ مسجد اور جائے مسجد و نماز گواہی دیتی ہے اس لئے وقت نفل ہو اور موقعہ ہو تو کسی مسجد سے گزرتے ہوئے نماز پڑھ لے۔

مساجد جنت کے باغ ہیں گزرے تو اس میں چرے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب جنت کے باغات سے گزرو تو چر لیا کرو پوچھا جنت کے باغات کیا ہیں فرمایا مساجد پوچھا چرنا کیا ہے فرمایا: "سبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر" پڑھنا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ صفحہ ۷۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد میں آکر خاموش نہ رہے اور نہ اعمال آخرت کے علاوہ میں لگے بلکہ ذکر اذکار تلاوت اور نوافل میں مشغول رہے بہتر ہے کہ تیسرا کلمہ پڑھتا رہے۔

ہمارے لئے ہر زمین نماز کی جگہ ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پوری زمین ہمارے لئے نماز پڑھنے کی جگہ ہے اور پاکی حاصل (تیمّم) کرنے کا ذریعہ ہے امت کا کوئی فرد بھی جہاں نماز کا وقت

آ جائے نماز پڑھ لے (مسجد میں ضروری نہیں کہ تلاش کرے)۔ (بخاری صفحہ ۶۲، نسائی جلد ا صفحہ ۱۲۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ساری زمین نماز پڑھنے کی جگہ ہے سوائے قبرستان اور غسل خانہ پاخانہ وغیرہ کے۔ (ترمذی صفحہ ۷۳)

مطلب یہ ہے کہ تمام زمین سجدہ اور نماز کے لائق ہے، جہاں نماز کا وقت آ جائے نماز پڑھ لے۔ مسجد کی تلاش میں نہ رہے۔ اسی طرح دوسری عبادت ذکر و تلاوت اور نوافل نمازوں کے لئے مسجد ہی کا تلاش کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہر جگہ عبادت ہوتی ہے۔ یہ اس امت کی خصوصیت ہے چنانچہ اس امت کے خصوصیتوں کے ذیل میں محدثین نے اسے بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے کی امت پر نماز کے لئے مسجد کا ہونا ضروری تھا۔ ہر جگہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

مسجد کی تعمیر اور بنانے میں ثواب کے لئے شریک ہونا

حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد کی تعمیر فرما رہے تھے لوگ پتھر اٹھا رہے تھے تو میں بھی پتھر (اینٹ) اٹھانے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اہل یمامہ ہو تم مٹی گارے میں بڑے ماہر ہو۔ تم ہمارے لئے گارا بناؤ، چنانچہ میں ان کیلئے گارا بنانے لگا اور وہ اٹھا کر لے جانے لگے۔

فائدہ: مسجد کی تعمیر کا بڑا ثواب ہے باوجودیکہ کہ مزدور اور معمار لوگ لگے ہوں پھر بھی لوگوں کو اپنی طرف سے پیش کش کر کے شریک ہونا چاہئے اور جو لوگ بھی جس خدمت کے موافق ہو عار نہیں سمجھا چاہئے۔ دیکھئے باہر سے آنے والے معزز صحابی خود شریک ہوگئے۔ مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ جس کو جس کام میں تجربہ اور مہارت ہو اس سے وہی کام لینا بہتر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کی طرح کام کیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (مسجد نبوی کی تعمیر میں) لوگ اینٹوں کو منتقل کر رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی سامنے سے اینٹ اپنے پیٹ پر اٹھائے آ رہے تھے میں سمجھا کہ اس سے آپ کو بہت تکلیف محسوس ہو رہی ہوگی تو میں نے کہا آپ مجھے دے دیجئے اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ دوسری اینٹ اٹھالو اور یہ شعر پڑھا

ع اللهم لا عيش الا عيش الاخرة

اے اللہ دنیا میں عیش آرام نہیں آخرت میں عیش آرام ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۹)

مسجد میں کھانا پینا

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا

گوشت کھایا۔ جب جماعت کھڑی ہوئی تو سنگریزوں سے ہاتھ صاف کر کے نماز میں شریک ہو گئے۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۱)

ابویعلی نے حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے نقل کیا ہے کہ آپ مسجد (فضیح) میں تشریف لائے اور فضیح (نبیذ شربت) نوش کیا اسی وجہ سے اس کا نام مسجد فضیح ہو گیا۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۹۷، مجمع جلد۲ صفحہ۲۱)

حضرت ابن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔ (شمائل صفحہ۱۱)

مسجد میں وضو کرنا

ابوالعالیہ نے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ مجھے یاد ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسجد میں وضو کیا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۱، السیرۃ الشامیہ جلد۸ صفحہ۹۶، مسند احمد)

ابن جریج نے بیان کیا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا مسجد میں وضو کر لیتے تھے۔

(ابن عبدالرزاق)

فائدہ: خیال رہے کہ مسجد کے فرش اور زمین پر وضو کرنا اور فرش و زمین پر پانی گرانا مسجد کی حرمت اور احترام کے خلاف ہے۔ یا تو بالکل مسجد کے کنارے اس طرح بیٹھ کر کرنا مراد ہے کہ وضو کا پانی اور ناک وغیرہ فرش مسجد سے باہر گرے اس میں کوئی قباحت نہیں خلاصہ یہ ہے کہ بیٹھے مسجد میں اور پانی گرائے مسجد کے باہر معتکف کو نفلی وضو اسی طرح کرنے کی اجازت ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں کسی بڑے برتن، تسلے وغیرہ میں وضو کیا اور پانی اسی برتن میں گرایا۔ معتکف کو مسجد میں رہتے ہوئے اسی طرح وضو کرنے کی اجازت ہے۔

مسجد میں وضو کرنے کی جگہ کہاں ہو

حضرت واثلہ بن الاسقع رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہماری مسجدوں کو چھوٹے بچوں اور پاگلوں سے، اور خرید و فروخت کے معاملہ کرنے سے اور اپنے مقدمات کو طے کرنے سے، اور بلند آواز کرنے سے، اور سزاؤں کے نافذ اور جاری کرنے سے اور تلوار کھول کر لانے سے بچاؤ۔ اور وضو خانے وغیرہ مسجد کے دروازے پر بناؤ۔ اور جمعہ کے دن خوشبو کی دھونی دو۔ (ابن ماجہ، کنز العمال جلد۷ صفحہ۶۶۷، بیہقی)

فائدہ: اس حدیث پاک میں مساجد کے مجموعی آداب کو بیان کیا گیا ہے جس میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے طہارت خانہ جس میں وضو گاہ، پیشاب گاہ، اور غسل خانے سب داخل ہیں، کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ مسجد کے دروازے کے پاس ہو۔ یعنی مسجد کے اندرونی حصہ یا وسط، بیچ مسجد میں یا بغل میں، دائیں جانب یا بائیں جانب نہ ہو کہ اس صورت میں وضو خانہ کے پانی وغیرہ سے مسجد کے احترام اور اکرام میں خلل پیدا ہوگا۔ وضو کے پانی اور اس کے متعلقات سے مسجد کی تلویث ہوگی۔ صفیں گندی ہوں گی، اور جماعت ہونے کی صورت میں لوگوں کو

پریشانی ہوگی۔اس لئے وضوخانے مسجد کے پوربی حصہ میں دروازے کے قریب ہونے چاہئے۔تا کہ بے وضواور گندہ شخص پاک ونظیف ہوکر مسجد میں داخل ہو۔مزید خیال رہے کہ وضوخانہ عین مسجد اور حد مسجد سے خارج ہوتا ہے۔اسی وجہ سے تو اس میں ہاتھ پیر کی گندگی اور ناک کی ریزش وغیرہ کو گرانا اور بہانا جائز ہوتا ہے۔

بعض مسجدوں میں وضوخانہ ''حوض'' خوبصورتی کے لئے وسط صحن میں بنادیتے ہیں سو یہ بہتر نہیں۔اس سے مسجد کی بے ادبی ہوتی ہے اسی طرح بعض مسجدوں میں دائیں یا بائیں رخ میں وضوخانہ بنادیتے ہیں۔اس مسجد میں آدمی حد مسجد کو پار کر کے اور اس سے گزر کر وضوخانہ میں وضو کرنے جاتا ہے۔یہ بہتر نہیں، ایسی شکل بہتر ہے کہ باوضو نظافت وطہارت کے ساتھ مسجد میں داخل ہو۔اور مسجد کی صفائی اور نظافت کا پورے طور پر خیال رہے۔ اور استنجاء خانے اور پاخانے ذرا مسجد کے حدود سے ہٹ کر رہیں تا کہ اس کی بو مسجد میں نہ آئے۔کہ مسجد کی نظافت کے خلاف ہے۔

مسجد میں سونا ممنوع ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (کسی کو سوتا دیکھ کر) اٹھو مسجد میں مت سوؤ۔ (کنز العمال جلد۷ صفحہ۴۲۱)

محدث بیہقی ذکر کرتے ہیں حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت ابن عباس حضرت مجاہد اور سعید بن جبیر سے مسجد میں سونے کی کراہیت منقول ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۴۴۷)

حضرت ابوالہیثم کہتے ہیں کہ مجھے حضرت مجاہد نے مسجد میں سونے سے منع کیا ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۴۲۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے ہم مسجد میں لیٹے ہوئے تھے۔آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ تھی اس سے ہمیں مارا اور فرمایا اٹھو مسجد میں مت سوؤ۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ۴۲۲)

فَائِدَہ: مسجد میں سونا لیٹنا مسجد کی حرمت اور احترام کے خلاف ہے۔اس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا خصوصاً اس دور میں مسجد میں سونے کی اجازت دینا متعدد خرابیوں اور احترام کے خلاف امور کا باعث ہے، مسافر اور معتکف کے علاوہ کسی اور کو سونے کی اجازت فقہاء کرام نے بھی دی ہے، اس دور میں گھروں کی قلت لیٹنے سونے کا خاطر خواہ مقام ہو یا نہ ہو اور بچوں اور گھریلو شور وشغب سے پریشان ہوکر مسجد کو جائے آرام بناتے ہیں درست نہیں ہے۔رمضان کے دنوں میں ٹھنڈک اور سکون و آرام ملنے کی وجہ سے مسجد میں سونے کا معمول بنا لیتے ہیں، کمر سیدھی اور کچھ تھکاوٹ دور کرنے کے نام سے مسجد میں لیٹ جاتے ہیں یہ مسجد کی حرمت وادب و مقاصد کے خلاف ہونے کی وجہ سے گناہ اور مکروہ ہے، مسجد کو نظیف اور پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے سونے والے

کا پسینہ ریح کا خروج وغیرہ اس کی صفائی کے خلاف ہے۔ بعض مسجد میں سونے والوں کا بستر بسا اوقات ناپاک یا کم از کم گندہ ہوتا ہے جس کو دیکھ کر ایک شریف ونظیف آدمی بیٹھنے سے گھن کرتا ہے، پھر بھلا اس کی اجازت کہاں ہوسکتی ہے، البتہ معتکف کو اور مسافر کو اور تبلیغی جماعت کو ضرورت کی وجہ سے اجازت ہے اور وہ بھی مسجد کی صفائی اور احترام و ادب کا لحاظ کرتے ہوئے۔ بے ادبی اور بے احترامی کی صورت میں ان کو بھی روکا جاسکتا ہے، اسی طرح عابد ذاکر و شاغل کو بھی مسجد میں احترام مسجد کے ساتھ اجازت دی جاسکتی ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما رات کو مسجد سے عبادت گزار کے علاوہ سب کو نکال دیا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۲۴، ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۴۲۲)

قیامت میں زمین فنا ہوجائے گی مساجد باقی رہیں گی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساری زمین قیامت کے دن فنا ہوجائے گی سوائے مسجد کے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل جائیں گی (اور اوپر اٹھالی جائیں گی)۔

(مجمع جلد۲ صفحہ۶، کنز العمال صفحہ، طبرانی اوسط جامع صغیر صفحہ۱۹۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مساجد فنائیت اور نیستی کو قبول نہیں کریں گی جس طرح زمین پہاڑ ندی نالے نیست نابود ہوجائیں گے بلکہ ان کو اکراماً اور احتراماً جمع کرکے اوپر اٹھالیا جائے گا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی مسجدیت باقی رہتی ہے اور قیامت میں وہ محفوظ طور پر جمع ہوکر اوپر اٹھالی جائیں گی۔

مساجد آسمان والوں کے نزدیک تاروں کی طرح ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ مساجد اللہ کے گھر ہیں، جو زمین پر ہیں آسمان والوں کے نزدیک ایسے چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان کے تارے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۷)

فائدہ: مساجد ذکر و تلاوت کی وجہ سے آسمان والوں کے نزدیک تاروں کی طرح چمکتے ہیں یہ چمکنا تلاوت ذکر اور عبادات کے آثار ہیں۔ زمین پر ذکر و عبادت کے مقامات آسمان والوں کے لئے تاروں کے مانند چمکتے ہیں اور یہ زمین باعث فخر ہوجاتی ہے اسی کو کسی عارف نے کہا ہے ؂

رشک کرتا ہے فلک ایسی زمین پر اسعد
جہاں دو گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

مسجد میں افضل جگہ کون سی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد میں افضل ترین جگہ امام کے بالکل پیچھے ہے رحمت اولاً

امام سے شروع ہوتی ہے پھر جو اس کے پیچھے ہوتا ہے پھر دائیں پھر بائیں پھر پوری مسجد کو گھیر لیتی ہے۔
(کنز العمال صفحہ ۶۱۴)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ امام کے مقابل پیچھے ہونا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

مؤمن کی وفات پر اس کی جائے نماز روتی ہے

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے ایک روایت میں ہے کہ جب مؤمن کا انتقال ہوتا ہے تو زمین کا وہ حصہ جس پر وہ نماز پڑھا کرتا تھا، روتا ہے اور آسمان کا وہ حصہ جہاں سے اس کے اعمال آسمان پر جاتے تھے روتا ہے پھر قرآن کی آیت "**فما بکت علیهم السماء والارض وما کانوا منظرین**" پڑھی۔ (ابن ابی الدنیا الزہد والرقائق اتحاف السادہ صفحہ ۱۳)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ مؤمن کی موت پر زمین چالیس صبح روتی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عالم کی موت پر زمین چالیس صبح تک روتی ہے۔

معاویہ بن قرہ کہتے تھے کہ زمین کے جس حصہ پر وہ نماز پڑھتا تھا وہ مؤمن کے مرنے سے روتی ہے۔

جائے عبادت کی زمین دوسرے مقام پر فخر کرتی ہے

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ زمین کے جس کسی حصہ پر خدا کا ذکر (اس کی عبادت ہوتی ہے) وہ اپنے اردگرد کی زمین پر فخر کرتی ہے اور ساتوں زمین کی تہ تک یہ خوش خبری سناتی ہے (کہ میرے اوپر خدا کی عبادت کی گئی)۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۲، طبرانی)

اسی کو ایک عارف شاعر نے کہا ہے ؎

رشک کرتا ہے فلک ایسی زمین پر اسعد
جہاں دوچار گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

نماز جس جگہ پڑھی جائے وہ جگہ گواہ ہو جاتی ہے

امیر المؤمنین ابن مبارک نے عطا خراسانی سے نقل کیا ہے کہ زمین کے جس کسی حصہ پر مؤمن کوئی ایک بھی سجدہ کرتا ہے وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی اور جس دن اس کی وفات ہوتی ہے وہ روتی ہے۔
(کتاب الزہد اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۳۱)

ابن مبارک اور محدث ابوالشیخ نے ثور بن یزید کی روایت سے نقل کیا ہے کہ زمین جس کسی حصہ پر بھی بندہ اپنی پیشانی خدا کو سجدہ کرنے کے لئے رکھتا ہے وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی اور موت کے دن روئے گی۔ (شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۳۲)

فائدہ: زمین کے جس حصہ پر بھی عبادت کی جائے گی وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی کہ اس نے عبادت کی تھی اس لئے مؤمن کو چاہئے کہ جہاں کہیں جنگل بیابان صحراء پہاڑ دریا کنارے جائے نماز یا بیٹھ کر ذکر کرے تا کہ کل قیامت میں وہ گواہی دے شائد اس کی گواہی سے مغفرت ہو جائے۔

مسجد میں مسواک کرنا منع ہے

حضرت عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مسواک مسجد میں کرنا مکروہ ہے اسی طرح جس طرح مسجد میں ناخن کاٹنا۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۳۹)

فائدہ: مسجد میں مسواک کرنا مسجد کی نظافت کے خلاف ہے اور گندگی کا باعث ہے مسواک کرتے وقت منہ سے گندگی اور بدبو نکلتی ہے اور مسجد کو ان امور سے پاک رکھنے کا حکم ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مسواک کرتے رہتے ہیں اور ٹہلتے رہتے ہیں۔ اور مسواک کے ایک آدھ ریشے جو منہ میں ٹوٹ جاتے ہیں پھینکتے رہتے ہیں، یہ تو اور بری بات ہے۔ اور وہ جو حدیث پاک میں ہے "المسواك عند الصلٰوة" اس کا مطلب عند وضو الصلٰوۃ ہے۔ اس دور میں خصوصاً ضعف لثہ کی وجہ سے مسواک کرتے اور رگڑتے وقت خون نکل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خون نجس اور ناپاک وغلیظ شے ہے، مسجد میں اس کا نکلنا کیسے گوارہ کیا جا سکتا ہے، لہٰذا مسواک مسجد سے باہر وضو خانہ وغیرہ میں کیا جائے۔ مرقات میں بھی مسجد میں مسواک کرنے سے منع کیا ہے۔ (صفحہ ۲۰۳)

کیا کیا چیزیں مسجد میں ممنوع اور درست نہیں؟

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاگلوں سے، چھوٹے بچوں سے اور زور سے بولنے سے، اور تلوار نکالنے سے اور خرید فروخت اور حدوں کے قائم کرنے سے اور لڑائی جھگڑے سے مسجد کو بچاؤ۔ اور ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دو۔ اور وضو خانہ کو مسجد کے دروازے کے پاس بناؤ۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۴۲)

فائدہ: خیال رہے کہ مساجد میں وہ تمام چیزیں عبادت ذکر تلاوت اور آخرت کے اعمال کے علاوہ ہو اور اسی طرح شرافت وقار اکرام کے خلاف ہونا جائز ہیں۔ مثلاً سیاسی باتیں، بازاری باتیں، گھریلو اور معاشرتی باتیں۔ اسی طرح مسجد میں اِدھر اُدھر کھڑے رہنا۔ بلا وصف کے ترتیب کے قبلہ کے رخ کے علاوہ دوسری طرف منہ کر کے بیٹھنا۔ مسجد میں دھلے کپڑے کا سکھانا مسجد میں حجامت بالوں کا بنانا (سوائے معتکف) یہ سب امور منع ہیں۔

مسجد میں خرید وفروخت لین دین منع ہے

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۷، ترمذی صفحہ ۷۳)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب تم مسجد میں کسی کو خرید و فروخت کرتے دیکھو تو اسے کہہ دو کہ خدا تمہیں تجارت میں نفع نہ دے۔ (ابن حبان صفحہ ۵۲۸، ترغیب جلد ا صفحہ ۲۰۳، ترمذی)

حضرت واثلہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اپنی مسجدوں کو خرید وفروخت سے بچاؤ۔ (ترغیب صفحہ ۱۹۹، ابن ماجہ، طبرانی)

فَائِدَہ: معتکف کے علاوہ مسجد میں کسی قسم کا معاملہ خرید فروخت کا کرنا درست نہیں گناہ کی بات ہے۔ حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ مسجد میں بیچنے والے کو یہ کہے: "**لا اربح اللّٰہ تجارتك**" خدا تیری تجارت میں فائدہ نہ دے۔ (ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۴۱)

مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے

عمرو بن شعیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۷۳)

فَائِدَہ: احترام مسجد میں یہ ہے کہ مسجد میں جب داخل ہو اور ابھی جماعت میں وقت ہو تو صف میں قبلہ رخ بیٹھ جائے۔ اور ذکر تسبیح یا تلاوت و مراقبہ میں مشغول ہو جائے اِدھر اُدھر مجلس بنا کر باتوں میں لگنا منع ہے۔ عموماً لوگ دور دراز سے جمعہ کے دن ذرا پہلے آجاتے ہیں۔ اور بجائے ذکر تلاوت کے حلقہ بنا کر ملاقاتی باتیں اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس سے حدیث پاک میں منع کیا گیا ہے۔

مسجد میں شعر پڑھنا ممنوع ہے

حارثہ بن مضرب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جب تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ جمعہ کے دن مسجد میں شعر پڑھ رہا ہے اور جاہلیت کی باتیں ذکر کر رہا ہے تو اس کے سر پر لاٹھی مارو۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۰۱)

جبیر بن مطعم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مطالب صفحہ ۱۰۰)

عورتوں کا مسجد نماز کے لئے جانا کیسا ہے

ابوحمید الساعدی کی بیوی ام حمید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے منقول ہے کہ وہ رسول پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول مجھے یہ بہت پسند ہے کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ نماز پڑھوں (یعنی مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں) آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ہاں مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھنا بہت پسند ہے (سو سن لو) تمہاری نماز چھوٹے کمرے میں پڑھنا بہتر ہے بڑے کمرے سے۔ اور بڑے کمرے میں بہتر ہے گھر میں پڑھنے سے۔ اور تمہاری نماز گھر میں بہتر ہے محلّہ کی مسجد میں پڑھنے سے۔ اور محلّہ کی مسجد

میں تمہاری نماز بہتر ہے میری مسجد سے۔ چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے حکم دیا کہ گھر کے بالکل کنارے میں جہاں زیادہ اندھیرا رہتا ہو نماز کی جگہ بنادی جائے۔ اور اسی جگہ ہمیشہ نماز پڑھتی رہیں یہاں تک کہ خدائے پاک سے جاملیں۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۲۵، مجمع الزوائد صفحہ ۳۴)

فائدہ: دیکھئے ام حمید جو ایک متقی پرہیزگار صحابیہ تھیں درخواست اور تمنا ظاہر کی کہ میں مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھا کروں گی۔ آپ ﷺ نے ان کو نصیحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ چھوٹے حجرے میں جہاں اندھیرا اور تاریکی رہتی ہو وہاں سب سے بہتر ہے بمقابلہ دوسری جگہ کے اور انتہائی پردے کی جگہ کو بہت بہتر بتایا ہے۔ اس کی تمنا کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے اس کے پردہ کو ترجیح دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عورتوں کا مسجد میں نماز کے لئے آنا بالکل پسند نہ فرماتے تھے۔

عورتوں کے لئے گھر کا گوشہ بہتر ہے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر عورتوں کی نماز پڑھنے کی جگہ گھر کا کونا اور کنارے کا کمرہ ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۲۶، مجمع صفحہ، جلد ۲ صفحہ ۳۳)

فائدہ: چونکہ اس میں سب سے زیادہ پردہ ہے۔

عورتوں کی نماز روشنی کے بجائے تاریکی میں بہتر ہے

حضرت ابوالاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے لئے بہترین، باعث فضیلت نماز وہ ہے جو گھر کے کسی زیادہ تاریک اور اندھیرے مکان میں ادا کی گئی ہو۔

(صحیح ابن خزیمہ صفحہ، ترغیب صفحہ ۲۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس عورت کی نماز سے بہتر کسی کی نماز نہیں جس نے گھر کے زیادہ تاریک اور اندھیرے مکان میں ادا کیا ہو۔ (طبرانی، ترغیب جلد ا صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: دیکھئے ان روایتوں میں کس قدر حکیمانہ اسلوب سے مسجد کے مقابلہ میں گھر کے اس مقام کو ترجیح اور باعث فضیلت بیان کیا گیا ہے جہاں زیادہ تاریکی اور اندھیرا رہتا ہو، جیسے گھر کی چھوٹی کوٹھری یا کسی گوشہ اور کنارے میں تاکہ وہ نماز اور عبادت کی حالت میں بھی تنہائی اور ستر کے ساتھ رہے اور ظاہر ہے یہ بات مسجد میں کہاں نصیب ہوسکتی ہے، وہاں مردوں کے اختلاط، وہ بھی اجانب کا آپ ﷺ اسے کہاں پسند کرتے تھے بعد کے حالات کو دیکھ کر آپ ﷺ خود عورتوں کو مسجد سے منع فرمادیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ ان چیزوں کو دیکھ لیتے جن کو انہوں نے بعد میں اختیار کیا تو آپ ﷺ ان کو مسجد آنے سے منع فرمادیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا۔ راوی

نے عمرہ سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں تھیں انہوں نے کہا: ہاں (بالکل مسجد آنے سے اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا)۔ (بخاری صفحہ۱۲۰، مسلم صفحہ۱۸۳ص)

فائدہ: علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے زمانہ میں عورتوں کے بعض منکرات کو دیکھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا تو منع کی قائل ہوگئیں اگر ہمارے زمانہ میں (علامہ عینی کے زمانے میں جب کہ نویں صدی ہجری کا زمانہ تھا) عورتوں کے منکرات کو جو عصری عورتوں میں رائج ہوگئیں ہیں اگر دیکھ لیتیں تو شدت سے انکار کرتیں۔ اور اس زمانہ میں جب کہ پندرہویں صدی ہجری کا عہد ہے عورتوں کی عریانیت اور فتنہ کہاں پہنچ چکا ہے اہل علم پر مخفی نہیں لہٰذا بدرجہ اولیٰ منع اور شدت سے روکی جائیں گی اور ہرگز ان کو اجازت دے کر فتنہ کے دروازے کو مساجد کے حق میں نہیں کھولا جائے گا۔ علامہ تیمی کے قول کو علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث دلیل ہے کہ عورتوں کو فساد حادث کے سبب مسجد جانے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ (عمدۃ القاری جلد۱ صفحہ۱۵۹)

بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد آنے سے کیوں روکا گیا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ قبیلہ مزینہ کی ایک عورت مسجد میں داخل ہوئی زینت کے ساتھ ناز انداز سے مسجد میں چل رہی تھیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو اپنی عورتوں کو لباس زینت سے مسجد اور مسجد میں نزاکت کے ساتھ چلنے سے منع کرو بنی اسرائیل کی عورتوں پر اس وقت تک لعنت نہیں کی گئی جب تک کہ مزین لباس انہوں نے نہیں پہنا اور مسجد میں نزاکت کی چال اختیار نہیں کی۔ (ابن ماجہ صفحہ۲۸۸)

فائدہ: عورتوں کی فطرت میں داخل ہے کہ جب وہ باہر نکلیں گی تو زینت اور کچھ نہ کچھ بناؤ سنگھار ضرور اختیار کریں گے اور چال ڈھال میں کچھ نزاکت اختیار کریں گی۔ مسجد میں نماز پڑھنے آئیں گی وہاں مردوں کی بھیڑ ہوگی تو ضرور کچھ نہ کچھ زینت اور شفافیت اور صفائی اختیار کریں گی اور یہ عوام کے لئے فتنہ کا باعث ہوگا اس لئے بنی اسرائیل کی عورتوں کو بھی مسجد سے روکا گیا ان پر لعنت کی گئی لہٰذا امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں کو بھی روکا جائے گا تاکہ ان کے اور مردوں کے حق میں کوئی خلاف تقویٰ اور خلاف شرع بات نہ پیدا ہوجائے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ نویں ہجری میں فتنہ وفساد کے عام ہونے کی وجہ سے عورتوں کے خروج کے قائل نہیں تھے چنانچہ لکھتے ہیں:

”بخلاف زماننا هذا، فان الفساد فيه فاش والمفسدون كثيرون“

(عمدہ جلد۶ صفحہ۱۵۷)

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عورتوں کو مسجد سے نکلنے کا حکم دیتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے عورتوں کو جمعہ کے دن مسجد جاتے دیکھا تو فرمایا: ان کو نکالو اور کہو گھر جائیں یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۲۷، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۳۵)

فَائِدَہ: عورتیں جمعہ کے موقعہ پر مسجد آرہی تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ گھر جاؤ، تمہارے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ سوچئے کس زمانے کی بات ہے عہد صحابہ کی جسے نبوت کی زبانی خیر القرون کہا گیا ہے اور اب یہ عہد بددینی کے غلبہ کا ہے جس کی شہادت آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دی ہے۔ "ثم فشی الکذب" کہ اس کے بعد بددینی عام ہو جائے گی عورتوں کو مسجد میں کس طرح اجازت دی جائے گی افسوس کہ امت مسلمہ کا ایک طبقہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی ناپسندیدہ چیزوں کی اجازت دے کر عورتوں کے فتنہ کو بازار سے مسجد میں لانا چاہتا ہے۔

باوجود مسجد کے ثواب کے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نہ اجازت دی نہ پسندیدہ سمجھا

ابوحمید الساعدی کی بیوی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آئیں اور یہ درخواست پیش کی کہ اے اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں آپ کے ساتھ (مسجد نبوی میں) نماز پڑھنا چاہتی ہوں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو مگر سن لو تمہاری نماز گھر کے چھوٹے کمرے میں بہتر ہے گھر کے بڑے کمرے میں پڑھنے سے (کہ اس میں پردہ کا زیادہ لحاظ ہے) اور تمہاری نماز بڑے کمرے سے بہتر ہے گھر میں پڑھنے سے اور گھر کی نماز سے بہتر ہے محلّہ کی مسجد میں پڑھنے سے اور محلہ کی مسجد میں بہتر ہے میری مسجد نبوی میں پڑھنے سے۔ (ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۲۲۵)

دیکھئے ابوحمید مشہور جلیل القدر صحابی کی بیوی نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت چاہی تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کس طرح سمجھایا اور اپنی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کو پسند نہ فرمایا اور سمجھایا کہ گھر بہتر ہے مسجد نبوی سے۔

متعدد روایتوں میں مروی ہے کہ مسجد نبوی سے عورتوں کی نماز گھر میں اور گھر میں نہیں بلکہ گھر کی اس کوٹھری میں جہاں تاریکی اور اندھیرا ہو پڑھنا بہتر ہے ادھر دوسری جانب اس فضیلت کو اور اس ثواب کو دیکھئے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مسجد نبوی کا ثواب ایک ہزار نماز بیان کیا ہے اس سے یہ بات بالکل بین اور واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ثواب مردوں کے حق میں ہے عورتوں کے حق میں نہیں اسی وجہ سے محدث ابن خزیمہ نے باب قائم کیا ہے:

"باب اختیار صلاۃ المراۃ فی حجرتها علی صلاتها فی دارها ...... وان کانت صلاۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیه وسلم تعدل الف صلاۃ فی غیره من

المساجد ...... انما اراد صلاۃ الرجال دون صلاۃ النساء'' (ترغیب صفحہ ۲۲۵)

محدث ابن خزیمہ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ باوجود مسجد نبوی میں ایک ہزار کا ثواب ہونے کے آپ ﷺ عورتوں کے حق میں گھر میں چھوٹا کمرہ افضل قرار دے رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ مسجد نبوی کا ثواب ایک ہزار یہ عورتوں کے حق میں نہیں بلکہ مردوں کے حق میں ہے۔ اب یہ بتائیے کہ جب گھر میں افضل ہے تو اس افضل کو چھوڑ، غیر افضل کو اختیار کرنا صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں کاش اجازت دینے والے ان امور پر غور کرتے تو اجازت نہ دیتے۔ نیز زمانہ کے تغیر سے احکام متغیر ہو جاتے ہیں اس اعتبار سے اس زمانہ میں بالکل گنجائش نہیں، مزید یہ مضمون ''جنتی عورت'' کتاب میں دیکھئے۔

حج اور عمرہ کے موقع پر گنجائش

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حلفاً کہا کرتے تھے عورتوں کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ گھر سے بہتر کہیں نہیں ہاں مگر یہ کہ حج و عمرہ کی حالت میں ہو یا یہ کہ بہت زیادہ بوڑھی ہو جس کی وجہ سے چلنا بھی مشکل ہو آہستہ آہستہ چلتی ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۵، عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۵۷، اعلاء السنن)

فائدہ: خیال رہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عورتوں کے مسجد آنے پر سخت تنکیر فرماتے تھے جمعہ کے دن جو عورتیں آتی تھیں ان کو مسجد سے نکال باہر فرماتے تھے۔ جیسا کہ ماقبل میں گزرا اسی طرح علامہ عینی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ایک فتویٰ کو نقل کیا ہے کہ ان سے ایک عورت نے جمعہ کے دن مسجد میں نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا گھر کے گوشہ میں تمہارے لئے نماز پڑھنا افضل ہے بمقابلہ چھوٹے کمرے میں پڑھنے کے۔ اور کمرہ میں پڑھنا بہتر ہے حجرہ میں پڑھنے سے اور حجرہ بہتر ہے محلّہ کی مسجد سے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ حج اور عمرہ کی صورت میں عورتوں کو اجازت دے رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ حج و عمرہ پر جانے والی عورتوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی میں گنجائش دے رہے ہیں اعلاء السنن میں ابن مسعود کی اس روایت کو نقل کیا ہے جس سے اس کا اشارہ ملتا ہے کہ حج و عمرہ پر جانے والی کو گنجائش دے رہے ہیں کہ وہ مسجد حرام و مسجد نبوی میں نماز کے لئے جا سکتی ہیں۔ چنانچہ وہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''فیہ دلالۃ علی خروج النساء مطلقاً سواء کن شواب او عجائز للصلاۃ فی مسجد الحرام او مسجد النبی وعلیہ عمل اھل الحرمین الیوم ولکن ینبغی تقییدہ بالضرورۃ کما اذا حضرت المسجد للطواف فی الحج والعمرۃ.''

(جلد ۴ صفحہ ۳۲۱)

پھر حج و عمرہ پر جانے والی عورتیں عموماً خلاف شرع امور سے محفوظ بھی رہتی ہیں ایسے موقعہ پر خود بھی احتیاط کرتی ہیں اور حجاج بھی احتیاط کرتے ہیں۔ اپنے علاقے اور ملک و محلے میں جس فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔ ایسے مقدس مقام اور وقت پر نہیں رہتا ہے۔ اور امت کا تعامل بھی اسی پر چلا آ رہا ہے اس لئے پردہ اختیار کرتے ہوئے اور مردوں کے اختلاط سے بچتے ہوئے حج اور عمرہ پر جانے والی عورتوں کے لئے حرمین شریفین میں نماز کی گنجائش ہے لیکن وہاں بھی نقاب کھول کر مردوں کی بھیڑ میں مخالطت کریں گی تو روکا جائے گا۔

بہترین اور بدترین مقامات کون سے ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا بدترین مقام کون سا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہیں معلوم یہاں تک کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے معلوم نہ کرلوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں یہاں تک کہ میں حضرت میکائیل علیہ السلام سے نہ معلوم کرلوں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا۔ بہترین مقامات مساجد ہیں اور بدترین مقامات بازار ہیں۔ (ابن حبان صفحہ ۴۷۶، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۶۵، مجمع الزوائد صفحہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بہترین جگہ کون سی ہے انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے پوچھو۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا: اے محمد میری کیا مجال کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کروں وہ چاہیں تو مجھے بتادیں (میری طاقت اور ہمت نہیں کہ بارگاہ ایزدی میں سوال کے لئے منہ کھولوں) چنانچہ وہ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ پھر آئے تو بتایا بہترین جگہ زمین پر خدا کے یہ گھر (مساجد ہیں) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا بدترین جگہ۔ پھر وہ آسمان کی جانب چڑھے اور آئے اور فرمایا: بدترین جگہ بازار ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہ فرماتے تاوقتیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں القانہ کیا جاتا۔ اگر نہ معلوم ہوتا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے یا وحی کا انتظار فرماتے۔

خدا کے نزدیک محبوب اور مبغوض جگہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک محبوب ترین جگہ مساجد اور مبغوض ترین جگہ بازار ہیں۔ (مسلم، ابن حبان جلد ۴ صفحہ ۴۷۷)

فائدہ: مسجد کا بہتر ہونا تو اس وجہ سے ہے کہ یہاں عبادت میں مصروف اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بازار بدتر اس وجہ سے کہ ہر قسم اور نوع کے گناہوں کا اڈہ ہے، دنیا کی رغبت اور حرص کا باعث کفار فساق دنیا دار

سے خلط ہے۔ عورتوں کی عریانیت بے پردگی، جھوٹ مکر، خداع کا شیوع، غرض کہ گناہوں کا ذریعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بازار ضرورت سے ہی جائے۔ تفریح یا یونہی اس کا عادی نہ ہو۔ بازار اور دکانوں میں مجلس لگانے کے بجائے گھر میں بیٹھے۔

مساجد البیوت

گھر میں نماز ذکر وغیرہ کی جگہ متعین کر لینا مسنون ہے

محمود بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عتبان بن مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا میں آنکھوں سے معذور ہوں اپنی قوم میں نماز پڑھاتا ہوں جب بارش ہوتی ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان وادی کے نالے بارش سے بھر کر بہنے لگتے ہیں تو میں مسجد نہیں آسکتا ہوں۔ کہ ان کو نماز پڑھاؤں۔ میں اے رسول اللہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تو میں اسی جگہ کو مصلیٰ (اپنی نماز کی جگہ) بنالوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انشاء اللہ ایسا کر دوں گا۔ عتبان کہتے ہیں کہ جب دن نکل آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صبح تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو (گھر میں) آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دی گھر میں تشریف لانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بھی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ کہاں چاہتے ہو کہ تمہارے گھر میں نماز پڑھوں (جسے تم اپنی مسجد بنالو) میں نے گھر کے ایک کونے کی جانب اشارہ کیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تکبیر کہی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوئے صف کی طرح دو رکعت نماز پڑھی سلام پھیرا تو ہم نے آپ کو روک لیا وہ حلوہ کھلانے کے لئے جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا۔ (بخاری صفحہ ۶۰)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں نوافل وعبادات کی تاکید فرمائی ہے کہ نوافل وعبادات، اذکار وتلاوت کے نور سے گھر منور ہے اور عورتیں بھی گھر میں نماز پڑھتی ہیں اس لئے بہتر ہے کہ گھر میں کوئی ایک نماز اور دیگر عبادات کے لئے متعین کر لی جائے وہیں سب نماز اور دیگر عبادت کریں یہ حصہ گھر کی مسجد ہوگی اسی جگہ عورتیں ماہ رمضان میں اعتکاف کریں گے یہ حصہ برکۃ مسجد ہوگا شرعاً مسجد نہیں ہوگی لہٰذا اجنبی کا آنا یہاں جائز ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں مسجد بنائیں اور اسے پاک وصاف رکھیں اور خوشبو دیتے رہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۶)

فائدہ: محدثین نے بیوت المساجد کے نام سے باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ گھر کے کسی ایک حصہ کو نماز

اور دیگر عبادات کے لئے متعین کر لینا مسنون ہے اس سے گھر میں بہت برکت ہوتی ہے شیاطین اور خبائث کا اثر نہیں ہوتا۔

تحیۃ المسجد

مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (ترمذی صفحہ ۷۱، بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جو مسجد میں داخل ہوا فرمایا کہ بغیر دو رکعت پڑھے مت بیٹھو۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: مسجد میں داخل ہوتے وقت جب کہ وقت ممنوع اور مکروہ نہ ہو تو دو رکعت پڑھنا مستحب ہے دو سے زائد چار بھی پڑھا جا سکتا ہے، یہ جو مشہور ہے کہ اگر بیٹھ گیا تو تحیۃ المسجد ساقط ہو جاتا ہے یہ صحیح نہیں۔ شرح احیاء میں آیا ہے کہ اگر بیٹھ جائے تب بھی دو رکعت پڑھ لے۔ چنانچہ سعید غطفانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے بعد حکم دیا کہ پڑھو اسی طرح مسجد میں آنے کے بعد فرض یا سنت پڑھنے لگا تو تحیۃ المسجد کے لئے کافی ہو جائے گا۔ الگ سے پڑھنے کی ضرورت نہیں خیال رہے کہ داخل ہوتے ہی دو رکعت سنت یہ مسجد حرام کے علاوہ کے لئے ہے مسجد حرام کے لئے تحیۃ المسجد کی رکعت کے بجائے طواف ہے۔ (اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۸)

علامہ شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مسجد کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے پوچھا اس کا کیا حق ہے اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جب تم مسجد میں داخل ہو تو مت بیٹھو تاوقتیکہ دو رکعت نماز پڑھ لو ایک روایت میں ہے کہ تاوقتیکہ دو سجدے نہ کر لو۔

ایک دن حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد میں) لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے وہ آئے اور بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا بیٹھنے سے قبل کس نے دو رکعت پڑھنے سے تم کو منع فرمایا؟ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو بیٹھا پایا (اس لئے بیٹھ گیا) تو آپ نے فرمایا: جب تم مسجد آؤ مت بیٹھو تاوقتیکہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لو۔ (مسلم، کشف الغمۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)

مسجد میں جوتا چپل کہاں اتارے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً منقول ہے کہ جوتوں کو مسجد کے دروازے پر اتارنے کا طریقہ

اختیار کرو۔ (طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۶۳)

فائدہ: مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ مسجد کے حدود میں جہاں نماز اور جماعت ہوتی ہے ایسی زمین پر جوتے چپل کے ساتھ جانا بے ادبی اور اکرام کے خلاف ہے جوتے چپل میں گندگی نہ ہو تب بھی اکرام مسجد کے خلاف ہے۔ لہٰذا دروازے پر ہی جہاں سے مسجد کی حد شروع ہو جاتی ہے جوتے چپل کھول دینا چاہئے۔

جوتے چپل مسجد میں کہاں رکھ سکتا ہے

عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا فتح مکہ کے موقعہ پر (مسجد حرام) میں نماز پڑھی اور اپنے چپل مبارک کو اپنی بائیں جانب رکھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۰۳، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو جوتے اتارے اور آدمی اپنے بغل میں رکھے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۱، ادب مفرد صفحہ ۳۴۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جوتا چپل اتار کر مسجد لے جا سکتا ہے۔ اور مسجد میں کسی محفوظ جگہ میں یا اپنے بغل میں رکھ سکتا ہے۔ چونکہ غیر محتاط جگہ میں رکھنے سے گم ہونے پر شدید پریشانی اور مال کا ضیاع ہو سکتا ہے۔ اگر گرد غبار ہو تو اسے جھاڑ لے تاکہ نہ مسجد میں گرے اور نہ مسجد ملوث ہو۔ بہتر تو یہ ہے کہ کسی پولیتھین یا تھیلے میں ڈال کر پھر مسجد میں رکھے تاکہ نجاست یا غلاظت کے ریزے مسجد میں نہ گریں۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جوتے احترام قبلہ کے پیش نظر آگے کی جانب نہ رکھے اور نہ دائیں جانب رکھے اور نہ پیچھے رکھے کہ کوئی اٹھا لے جائے۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۴۵۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مسجدوں میں سامنے قبلہ کی جانب جو جوتے رکھنے کے بکس وغیرہ بنے ہوئے ہوتے ہیں یہ بہتر نہیں کہ بے ادبی ہے۔ اسے مسجد کے دونوں جانب رکھ دیئے جائیں۔ نیز حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں اپنے بغل میں رکھنا بے ادبی اور شرافت کے خلاف نہیں۔ اس طرح مسجد کے اندر لے جانا اور محفوظ طور پر رکھنا کوئی بے ادبی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں چپل لے کر گئے اور اپنے بغل میں رکھا۔

مسجد سے گزرنا اور نماز نہ پڑھنا قیامت کی علامت ہے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کی علامتوں میں سے ہے کہ آدمی مسجد سے گزرے گا اور دو رکعت نماز نہ پڑھے گا۔ (ابن عبد الرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۲۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ نماز کی اہمیت عبادات کا ذوق شوق جاتا رہے گا چنانچہ آپ دیکھیں گے بہت سے لوگ مسجد کی زیارت کرتے ہیں مسجد کو دیکھتے ہیں مگر ان کو دو رکعت نماز کی توفیق نہیں ہوتی۔ سنت یہ ہے کہ کسی بھی مسجد کی زیارت کرے مثلاً مشہور یا تاریخی مسجد تو وہاں نماز بھی پڑھ لے تاکہ مسجد کا حق ادا ہو اور وہ کل قیامت کے

میدان میں گواہی دے۔

قبلہ کی جانب ایسی چیز کا ہونا جس سے خلل پیدا ہو ممنوع ہے

عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں داخل ہونے کے بعد بلایا اور فرمایا: میں جب بیت اللہ میں داخل ہوا تو مینڈھے کی سینگھوں کو دیکھا میں اس وقت بھول گیا کہ تمہیں کہوں کہ اسے چھپا دو، سو ان دونوں کو چھپا دو (پردہ ڈال دو) اس لئے کہ (بیت اللہ) کے قبلہ کی جانب کوئی ایسی چیز نہ ہو جو نماز میں خلل ڈالے۔ (ابوداؤد، نیل الاوطار صفحہ ۱۶۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے ایک جانب تصویر دار کپڑا بطور پردے کے لگا تھا آپ نے ان سے فرمایا: اس سے اس تصویر کو مٹا دو کہ نماز میں یہ ہمیشہ خلل ڈالتی رہی۔ (بخاری صفحہ ۵۴، نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۶۴)

فائدہ: معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والے کے رخ قبلہ کی جانب کسی بھی ایسی چیز کا ہونا جس سے ذہن اور آنکھ اس کی جانب جائے اور نماز میں دھیان منتشر ہو خلل پیدا ہو خشوع وخضوع میں مخل ہو منع ہے، اسی خلل ہونے کی وجہ سے آپ نے منع فرمایا، اگر کوئی چیز ہو اور زبان سے پڑھ لیا تو نماز ہی فاسد ہوگئی اور دل سے پڑھا تو نماز میں کراہت ہوئی۔ عموماً لوگ مسجد میں قبلہ کی جانب اعلان واشتہار وغیرہ آویزاں کر دیتے ہیں یہ درست نہیں کہ نماز میں ذہن منتشر ہوتا ہے اس سے خلل پیدا ہوتا ہے چنانچہ مدارس کے اشتہار عموماً مسجدوں میں بجانب قبلہ آویزاں کر دیتے ہیں بہت بری بات ہے۔ یہ رنگ برنگ کے خوشنما ہوتے ہیں نماز میں خلل پیدا کرتے ہیں۔ کچھ ناواقف لوگ تو زبان سے پڑھ بھی لیتے ہوں گے تو ان کی نماز ہی فاسد ہو جاتی ہوگی اس سے سختی سے منع کیا جائے، ہاں دائیں جانب یا پیچھے کی طرف لگانے کی گنجائش ہے اگر نماز یا مسجد کے آداب و مسائل کے متعلق کوئی مفید بات ہو تو ذرا اوپر کر کے لگائیں تا کہ نماز میں نگاہ کے سامنے نہ پڑے۔

قبروں کو سجدہ گاہ یا مثل سجدہ گاہ بنانا حرام ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت ہو یہود پر کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (بخاری صفحہ ۶۲، صفحہ ۱۸۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمار ہے تھے۔ اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ میری قبر کو بت (جائے عبادت) بنا دیا جائے۔ سو اللہ پاک جل شانہ کا غضب انتہائی سخت ہوگیا اس قوم پر جس نے حضرات انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۲۲۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ مرض وفات میں ذرا ہوش میں آتے تو فرماتے۔ خدا کی لعنت اور پھٹکار اس قوم پر جس نے نبیوں کی قبروں کو جائے عبادت بنالیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اس طرح فرمایا۔ (مسند بزار، کشف الاستار جلد۱ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: نبی پاک ﷺ مرض وفات میں بہت اہتمام سے بار بار فرمارہے تھے کہ دیکھو خدا کی لعنت و پھٹکار اس قوم پر جس نے معزز ہستیوں حضرات انبیاء کرام کی قبروں کو جائے عبادت بنالیا اس کا مطلب یہ تھا کہ تم ہرگز اس طرح یعنی خدا کے برگزیدہ ہستیوں کی قبروں کے ساتھ عبادت گاہ کی طرح تقرب و تعظیم کا معاملہ کرکے خدائی لعنت میں ہرگز گرفتار نہ ہونا۔

قبروں کو مثل مسجد و عبادت گاہ بنانے کا مطلب

❶ جس طرح مسجد میں نماز، ذکر تلاوت تسبیح و استغفار وغیرہ پڑھی جاتی ہیں اس طرح مقبرہ پر ان عبادتوں کا کرنا گو اللہ کے لئے کرے مگر شائبہ شرک ہے۔

❷ اس طرح نماز پڑھنا کہ رخ قبلہ بھی ہو اور سامنے قبر بھی ہو یہ حرام ہے اس میں شرکت ہے رخ عبادت میں غیر اللہ کی۔

❸ جس طرح مساجد، اللہ کے گھر سے تقرب خداوندی حاصل کی جاتی ہے اسی طرح مزاروں سے ان بزرگوں کے تقرب اور خوشنودی کو حاصل کرنا۔

❹ جس طرح رنج و غم و فکر پریشانی کے موقعہ پر مسجد میں آنا اور دربار الٰہی میں تضرع و انکساری کرنا مشروع اور محمود و مطلوب ہے اسی طرح اور اس مقصد کے لئے مقبروں اور مزاروں پر آنا ممنوع اور حرام ہوگا۔

❺ جس طرح مسجد میں رکنا، ٹھہرنا، تلبث اختیار کرنا جسے اعتکاف سے موسوم کیا جاتا ہے اسی طرح مزاروں پر رکنا ٹھہرنا اور اعتکاف کی طرح رہنا ممنوع ہوگا۔

❻ مزاروں کی مجاورت اختیار کرنا، وہاں شب و روز گزارنا اور اسے باعث ثواب اور فعل محمود سمجھنا ممنوع ہوگا۔

❼ جس طرح مسجد کی خدمت کے لئے وقف کرنا باعث ثواب ہے اسی طرح مزاروں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کرنا ممنوع ہوگا۔

❽ جس طرح مسجدوں کو احترام و اکرام میں خوشنما اور مزین کیا جاتا ہے گو یہ درست نہیں خلاف سنت ہے اسی طرح مزار کو مزین کرنا، روشنی کرنا اور عبرت کے خلاف اسے سجانا درست نہیں۔

❾ مسجد میں خوشبو جلانا، دھونی دینا اور معطر رکھنا مسنون ہے اسی طرح مزار پر اگر بتی جلانا، خوشبو اور دھونی دینا، درست نہیں۔ یہ سب امور مزار اور قبر پرستی کے ہیں جس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ افسوس کہ

آ ج امت اسی میں مبتلا ہے۔

⓾ اللہ پاک کے دربار میں ضرورت و حاجات کو پیش کرنا شریعت کا حکم ہے اسی طرح مزاروں پر حاجات و ضروریات کو پیش کرنا شرک ہے۔

⓫ مزار اور قبروں پر صرف عبرت کے لئے اور ایصال ثواب کے لئے مردوں کا جانا درست ہے اس کے علاوہ کے لئے جانا درست نہیں۔

⓬ عورتوں کا قبروں اور مزاروں پر جانا حدیث پاک کے اعتبار سے باعث لعنت ہے۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت کی مسنون و ماثور دعائیں

❶ ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسجد سے تم نکلو تو یہ دعا پڑھو:

"اللھم افتح لی ابواب رحمتك"

ترجمہ: "اے اللہ اپنی رحمت کے دروازے ہم پر کھول دے۔"

اور جب مسجد سے نکلے تو یہ پڑھے:

"اللھم انی اسئلك من فضلك"

ترجمہ: "اے اللہ آپ سے فضل کا سوال کرتا ہوں۔"

❷ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے:

"باسم اللّٰہ والسلام علی رسول اللّٰہ اللھم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك"

ترجمہ: "اللہ کے نام سے سلامتی ہو خدا کے رسول پر اے اللہ گناہ معاف فرما اور اپنی رحمت کے دروازے ہم پر کھول دے۔" (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۸، ابن ماجہ، سبل الہدیٰ)

اور جب نکلتے تو یہ دعا پڑھتے اور "رحمتك" کے بجائے "فضلك" فرماتے۔

❸ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے: "اعوذ باللّٰہ العظیم و بوجھه الکریم وسلطانه القدیم، من الشیطان الرجیم" پھر فرماتے جو شخص یہ پڑھے گا تمام دن شیطان سے محفوظ رہے گا۔ (ترغیب صفحہ ۴۵۹، ابوداؤد صفحہ ۹۳، بخاری)

ترجمہ: "پناہ مانگتا ہوں اس اللہ سے جو بزرگ و برتر ہے اور اس ذات سے جو محترم ہے اور اس کی قدیم سلطنت سے شیطان مردود کے حملے سے۔"

④ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوتو اولاً نبی پاک پر سلام بھیجے پھر یہ پڑھے: "اللھم افتح لی ابواب رحمتك"

اور جب نکلے تو سلام بھیجے اور یہ پڑھے: "اللھم اجرنی من الشیطان الرجیم" (سنن کبریٰ صفحہ ۴۴۲)

اے اللہ مردود شیطان سے مجھے محفوظ فرمادے۔

⑤ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ جب کوئی تم میں سے مسجد میں داخل ہوتو درود پڑھے پھر یہ دعا پڑھے: "اللھم اغفر لنا ذنوبنا وافتح لنا ابواب رحمتك."

اور جب نکلے تو درود پڑھے پھر یہ دعا پڑھے: "اللھم افتح لنا ابواب فضلك"

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ٦٦٠، مجمع الزوائد صفحہ ۳۲)

⑥ حضرت عبداللہ بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے:

"اللھم افتح لی ابواب رحمتك ویسرلی ابواب رزقك" (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۹)

ترجمہ: "اے اللہ ہم پر رحمت کے دروازے کھول دے اور مرے لئے رزق کے دروازں کو آسان فرما۔"

⑦ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو "اللھم افتح لی ابواب رحمتك" پڑھتے اور جب مسجد سے نکلتے تو "اللھم افتح لی ابواب فضلك" پڑھتے۔ (مجمع الزوئد جلد ٦ صفحہ ۳۲)

⑧ عمرو بن حزم بیان کرتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تو یہ فرماتے: "السلام علی النبی ورحمة الله اللھم اعذنی من الشیطان ومن الشر کله"

سلامتی اور خدا کی رحمت ہو نبی پر اے اللہ ہمیں شیطان اور اس کی تمام برائیوں سے محفوظ فرمایا۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۵)

⑨ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مسجد میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے: "السلام علینا وعلی عبادالله الصالحین" (ابن عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

جب مسجد سے نکلے تو خاص کر کے کیا پڑھے

⑩ عبداللہ بن سعید نے متعدد صحابہ سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے نکلتے تو یہ پڑھتے: "اللھم احفظنی من الشیطان الرجیم" (مطالب عالیہ صفحہ ۱۰۴)

⑪ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد سے نکلنے کا

ارادہ کرنا چاہتا ہے تو ابلیس کے لشکر اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اس طرح اسے گھیر لیتے ہیں جیسا کہ شہد کی مکھی رس چوسنے کی جگہ گھیر لیتی ہے، لہٰذا جب تم مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو تو یہ پڑھو وہ نقصان نہیں پہنچائے گا:

"اللهم انی اعوذبك من ابليس وجنوده"

ترجمہ: "اے اللہ میں ابلیس اور اس کی فوج سے پناہ مانگتا ہوں۔"

فائدہ: ان متعدد دعاؤں میں سے کسی کو پڑھ لے تو سنت ادا ہو جائے گی۔ (کنز العمال صفحہ ٦٦٠، ابن سنی)

اذان کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان

اذان ہوتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اذان دی جاتی ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ (مسند طیالسی مرتب صفحہ ٧٨)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان کے دروازے پانچ اوقات میں کھل جاتے ہیں:

1. تلاوت قرآن کے وقت۔
2. جہاد میں جماعتوں کے مقابلہ کے وقت۔
3. بارش ہونے کے وقت۔
4. مظلوم کی دعا کے وقت۔
5. اور اذان کے وقت۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ٣٢٨)

اذان کے وقت دعا قبول ہوتی ہے

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں رد نہیں کی جاتیں اذان کے وقت (جہاد میں) عین معرکہ اور قتال کے وقت۔ (ابن خزیمہ صفحہ ٢١٩، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ٤١٠)

ان دو موقعوں پر خصوصیت کے ساتھ دعائیں قبول ہوتی ہیں یہ دو وقت مستجابات ہیں۔ مزید مستجابات اوقات کی تفصیل کے لئے کہ کن کن اوقات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں عاجز کی تالیف "الدعاء المسنون" کا مطالعہ کیجئے۔

اذان سے بستی عذاب سے مامون

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی بستی میں اذان دی جاتی ہے تو اللہ عزوجل اس دن اس بستی کو عذاب سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ (عمدہ صفحہ ١١٣، ترغیب صفحہ ١٨٢، تلخیص صفحہ ١٩٩)

ایک روایت میں ہے کہ صبح کو اذان دی جاتی ہے تو شام تک اور شام کو دی جاتی ہے تو صبح وہ بستی خدا کی امان وحفاظت میں ہو جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۱۸۲، ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۷)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس بستی میں اذان نہیں ہوتی یعنی کوئی مسجد نہیں وہ عذاب الٰہی سے محفوظ نہیں خیال رہے کہ جہاں بھی مسلمان کی تھوڑی بھی آبادی ہو مسجد کا بنانا، اذان اور جماعت کا انتظام کرنا اور جماعت کا اہتمام کرنا، اسلام کے اولین فرائض میں سے ہے۔

اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شیطان اذان سنتا ہے تو پیچھے بھاگتا ہے اور اس کی ہوا خارج ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ وہ اذان نہ سنے۔ (اتنی دور بھاگ جاتا ہے)۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۸۵، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۲۰۵، دارمی جلد ا صفحہ ۲۷۳)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن اذان دیتا ہے تو شیطان بھاگنے لگ جاتا ہے یہاں تک کہ روحا پہنچ جاتا ہے، جو مدینہ منورہ سے تین میل پر ہے۔

(ترغیب صفحہ ۱۷۷، مسلم صفحہ ۱۶۷، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: اذان کی آواز شیطان کے حق میں تکلیف دہ ہوتی ہے اور اسے ناگواری ہوتی ہے اس لئے وہ اس سے پریشان ہو کر وہاں تک بھاگتا ہے جہاں اسے اذان کی آواز سنائی نہ دے۔

اذان کا ثواب معلوم ہو جائے تو تلوار سے لڑائی کریں

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگ اذان کے ثواب کو جان لیں تو تلواروں سے لڑائی کریں۔ (مجمع صفحہ ۳۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اس قدر ثواب ہے کہ لوگ اس کے ثواب کو حاصل کرنے کے لئے اذان دینے پر باہم تلوار سے لڑنے کی نوبت آجائے تو دریغ نہ کریں اور لڑ کر اذان دینا گوارا کر لیں۔

مشک کے ٹیلے پر ہوں گے کوئی خوف وغم نہ ہوگا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ بار بار یہاں تک کہ سات مرتبہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو بیان نہ کرتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تین لوگ مشک کے ٹیلے پر ہوں گے جن کو کوئی ڈر و دہشت نہ ہوگی، جس دن کے لوگ بڑے خوف زدہ ہوں گے ایک وہ جس نے قرآن پاک پڑھا اللہ کی رضا کے خاطر اس کے ساتھ قائم رہا (نفل نماز میں پڑھا یا اس پر عمل کیا) دوسرا جس

نے پانچ وقت لوگوں کو اذان دے کر بلایا محض ثواب کے خاطر، تیسرا وہ غلام جس کو غلامی نے خدائے پاک کی عبادت سے روکا نہیں (یعنی غلامی کے حقوق ادا کرتے ہوئے عبادت الٰہی میں لگا رہا)۔

(مجمع جلد اصفحہ ۲۲۷، عمدۃ صفحہ ۱۱۳، ابن عبد الرزاق جلد اصفحہ ۴۸۸)

اذان دین کا شعار ہے

زہری نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اذان ایمان کے شعائر میں سے ہے۔

(مصنف ابن عبد الرزاق صفحہ ۴۸۳)

فَائِدَہ: اذان دین کے شعائر میں ہے اسی وجہ سے تو جس بستی میں اذان کی آواز نہ آتی وہاں جہاد فرماتے، اور اذان کے تارکین سے جہاد ہے۔ دین کے اساسی اور بنیادی امور میں سے ہے۔

خدا کے محبوب بندے کون؟

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر میں قسم کھالوں تو حانث نہ ہوں گا کہ اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں جو سورج اور چاند پر نگاہ رکھتے ہیں یعنی مؤذن۔ کہ پچھلے زمانے میں گھڑی نہ ہونے کی وجہ سے سورج چاند ہی سے وقت پہچانا جاتا تھا) اور وہ لوگ قیامت کے دن اونچی گردن ہونے کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔ (ترغیب: صفحہ ۱۷۸)

ابن ابی اوفی کی حدیث میں مؤذن کو خیار عباد اللہ خدا کا بہترین بندہ کہا گیا ہے۔ اس سے اذان دینے والے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ افسوس کہ آج کے ماحول میں مؤذن کو کس خساست کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کے ساتھ کیسا نچلا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ کاش کہ وہ لوگ ان احادیث کو اگر پڑھ لیتے تو شاید کچھ ذہن بدل جاتا، اور ان کی وقعت نگاہوں میں آجاتی۔ اور ان کے ساتھ وقعت اور احترام کا برتاؤ کرتے۔

اذان کا ثواب معلوم ہو جاتا تو لوگ قرعہ اندازی کرتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اگر لوگوں کو اذان اور صف اول کا ثواب معلوم ہو جائے پھر اسے وہ بغیر قرعہ نہ پاسکیں تو (لڑائی اور تنازع سے بچنے کے لئے) قرعہ اندازی سے اس کا ثواب حاصل کرتے۔ (بخاری جلد اصفحہ ۸۶)

موتیوں کے قبہ میں

حضرت ابی بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا میں جب جنت میں داخل ہوا تو موتیوں کا قبہ دیکھا میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کس کا ہے کہا! آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی امت کے مؤذنوں اور امام

حضرات کے لئے۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۶۶)

قیامت میں اذان دینے والے کی گردن اونچی ہوگی

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مؤذن کی گردن اونچی ہوگی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن مؤذن کی گردن اونچی ہوگی۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۰۳)

فائدہ: متعدد احادیث میں مؤذن کی یہ فضیلت آئی کہ قیامت کے دن اس کی گردن اونچی اور بلند ہوگی۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ مؤذن حضرات قیامت کے دن گردن کی بلندی کے وجہ سے پہچانے جائیں گے۔ (جلد ۵ صفحہ ۱۱۳)

گردن کی بلندی کا مطلب مقام کی بلندی ہے۔ کہ لوگوں میں فضل کے اعتبار سے نمایاں ہوں گے، محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ گردن اونچی ہوگئی رتبہ بلند ہوگیا۔ ملا علی قاری نے اس کا ایک مطلب سردار رئیس ہونا لیا ہے، علامہ مبرک نے ذکر کیا کہ اس سے مراد استقامت اور طمانیت قلب ہے، بعضوں نے یہ مطلب لیا ہے کہ ان کو شرمندگی اور پریشانی نہ ہوگی۔ یعنی ثواب اور نجات سے پر امید ہوں گے۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۴۲۲)

حافظ نے اس کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ مؤذن کو قیامت کے دن پیاس نہیں لگے گی۔

(تلخیص الحبیر جلد ا صفحہ ۲۱۹، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۳)

قیامت کے دن جنت کا جوڑا مؤذنین کو

بشرہ بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء کرام اور شہداء کے بعد جنت کا جوڑا حضرت بلال اور صالح مؤذنین کو پہنایا جائے گا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱۳)

حضرت حسن سے مروی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کے جوڑے مؤذنین کو پہنائے جائیں گے۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۶۷)

فائدہ: چونکہ وہ اللہ کا منادی ہے اس نے اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا ہے وہ قاصد خدا ہے اس لئے اس کے اعزاز واکرام میں جنت کے جوڑے پہنائے جائیں گے۔

انبیاء شہداء کے بعد مؤذن حضرات جنت میں داخل ہوں گے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا! سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے کون لوگ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: حضرات انبیاء، پھر شہداء، پھر بیت اللہ کے مؤذنین، پھر بیت

المقدس کے مؤذنین پھر ہماری (مسجد نبوی کے مؤذن) پھر تمام مساجد کے مؤذنین۔

(عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۱۱۴، بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ۱۱۳)

فائدہ: دیکھئے کتنی بڑی فضیلت ہے مؤذنین کی۔ آج ان کو ماحول میں کمتر سمجھا جاتا ہے۔ مگر کل بہتر ہوں گے۔ قیامت کا دن عجیب ہوگا۔ جو آج ماحول میں کمتر کل قیامت میں بہتر، عموماً ایسا ہی ہوگا۔

ایک سال تک اذان سے جنت واجب

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پابندی سے ایک سال تک اذان دی اس پر جنت واجب ہے۔ (بیہقی فی الشعب جلد۳ صفحہ۱۱۹)

عبادہ بن نسی سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے ایک سال تک پابندی سے اذان دی اس نے جنت کو واجب کر دیا۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۱۱۳)

جس نے پانچ سال تک اذان دی

ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ جس نے پانچ سال تک خلوص اور ثواب کی نیت سے اذان دی اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۱۱۳)

۷ سال تک مسلسل اذان کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سات سال تک مسلسل اذان دی محض ثواب کی نیت سے اس کے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھ دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ۵۳، ترمذی صفحہ۵۱)

فائدہ: اللہ اکبر اذان کی کتنی بڑی فضیلت ہے کہ سات سال تک مسلسل اذان دے (اور کبائر سے محفوظ رہے) تو جہنم سے آزادی کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے۔

۱۲ سال اذان دینے سے جنت واجب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بارہ سال تک مسلسل اذان دیتا رہتا ہے اس کے لئے جنت واجب۔ اور ہر دن اذان پر ساٹھ نیکیاں اور اقامت پر تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(ابن ماجہ صفحہ۵۳، سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۴۳۳)

فائدہ: اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔ ایک مدت تک اذان دینے پر جنت واجب جہنم سے آزادی کا پروانہ۔ افسوس کہ آج اذان کی خدمت کو کمتر سمجھا جاتا ہے جو قیامت کی علامت ہے۔

آسمان والوں کو زمین سے صرف اذان سنائی دیتی ہے

سفیان ثوری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آسمان والے زمین والوں سے صرف اذان ہی سنتے ہیں۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ١١٣)

فَائِدَہ: ملاء اعلیٰ کے رہنے والے مقرب فرشتے صرف اذان ہی سنتے ہیں۔ باقی اور امور کی آواز ان کو نہیں پہنچتی ہے۔ یہ اذان کے شرف کی بات ہے۔

قیامت کے دن گفتگو کی اجازت سب سے پہلے مؤذن کو ہوگی

حضرت ابوالخیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: قیامت میں مؤذنین کی گردن اونچی ہوگی۔ اور بولنے اور گفتگو کی اجازت سب سے پہلے مؤذنوں کو دی جائے گی۔

فَائِدَہ: چونکہ اس نے اللہ کی طرف اس کی عبادت کی طرف بلانے کے لئے دن میں دس مرتبہ لب کشائی کی ہے اس لئے اس کے اعزاز و کرام میں یہ دولت ملے گی۔

اذان کے بعد مؤذن کو خدا کی بشارت

حضرت نعمان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث میں ہے کہ مؤذن جب اذان سے فارغ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے سچ کہا اور حق کی شہادت دی پس تم کو بشارت حاصل ہو۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ١١٣)

فَائِدَہ: یعنی جنت کی بشارت حاصل ہو کہ تم نے حق کی شہادت دی۔

اذان میں سبقت کا حکم

یحییٰ بن کثیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اذان دینے میں سبقت کرو امامت میں نہیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ١ صفحہ ٤٨٨)

مؤذن پر خدا کا ہاتھ

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللہ کا ہاتھ مؤذن کے سر پر رہتا ہے تاوقتیکہ وہ اذان سے فارغ نہ ہو جائے۔ اور یہ کہ منتہائے آواز تک اس کی مغفرت ہو جاتی ہے جہاں تک بھی اس کی آواز پہنچ جائے۔

(عمدۃ صفحہ ١١٣، ترغیب صفحہ ١٧٩)

فَائِدَہ: کہ نماز پڑھانے کی ذمہ بہت اہم ہے۔ مقتدی کی نماز کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

درخت اور پتھر بھی مؤذن کے گواہ ہوتے ہیں

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تمام جنات اور انسان

پتھر اور درخت مؤذن کے گواہ ہوتے ہیں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۵)

فائدہ: کل قیامت میں اللہ پاک درخت اور پتھر کو گویائی کی قوت دے دیں گے جس کی وجہ سے وہ مؤذن کی اذان سننے پر گواہی دیں گے کہ اس نے اللہ کے کلمہ کو بلند کیا اور اس کی عبادت کے واسطے لوگوں کو آواز دی۔

مؤذن مجاہد فی سبیل اللہ ہے

جابر نے محمد بن حنفیہ سے نقل کیا ہے ثواب کے لئے اذان دینے والا راہ خدا میں تلوار کے چلانے والا ہے۔
(ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۶)

جہاں تک اذان کی آواز وہاں تک زمین گواہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان دینے والے کی بخشش کی جاتی ہے جہاں تک اس کی آواز جاتی ہے اور ہر تر اور خشک اس کے لئے گواہی دیتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۳، مشکوٰۃ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنات و انسان جہاں تک مؤذن کی آواز سنتے ہیں وہاں تک زمین مؤذن کے حق میں قیامت تک گواہی دے گی۔ (بخاری صفحہ ۸۶)

حضرت براء عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک اور اس کے ملائکہ صف اول والوں کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ اور مؤذن کی جہاں تک آواز جاتی ہے مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اور جو سبز اور خشک چیزیں سنتی ہیں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ جو اس کی آواز پر نماز میں شریک ہوتے ہیں اس کا ثواب ان کو ملتا ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۷۶)

فائدہ: ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے وہاں تک انسان و جنات ہی سبز و خشک چیزیں حتیٰ کہ پتھر جمادات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اس کے اعلان کلمۃ اللہ پر گواہی دیتے ہیں۔
(فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۸۸)

چنانچہ ابن خزیمہ کی روایت میں ہے کہ درخت، پتھر، انسان جنات جو بھی سنتے ہیں گواہی دیتے ہیں۔
(فتح الباری)

کتنی بڑی فضیلت ہے اذان دینے کی مگر افسوس کہ آج کل ماحول میں اذان دینے کی ذمہ داری اور اس کی خدمات کو نیچی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حدیث پاک میں اسے قرب قیامت کی علامت کہا گیا ہے۔

مؤذن کی قبر میں کیڑے نہ لگیں گے

مجاہد سے منقول ہے کہ مؤذن حضرات کی گردنیں قیامت کے دن اونچی ہوں گی اور ان کی قبروں میں

کیڑے نہیں لگیں گے۔ (مصنف ابن عبد الرزاق صفحہ ۴۸۳)

فائدہ: اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے جنہوں نے اخلاص کے ساتھ خدا کی رضا کے واسطے سنت کے مطابق اذان دی ہوگی اس کی قبر میں کیڑے نہیں لگیں گے۔ آج مؤذن حضرات کو ذلیل اور کمتر سمجھا جاتا ہے حالانکہ قیامت کے دن وہ بلند مرتبہ پر ہوں گے۔

مؤذن قبر سے اذان دیتے ہوئے اٹھیں گے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذن اور تلبیہ پڑھنے والے (حالت احرام والے) اپنی قبروں سے اذان اور تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھیں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۲۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ انکا حشر قبروں سے اذان دیتے ہوئے ہوگا جو بڑی فضیلت کی بات ہے۔

مؤذن مثل شہید کے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے واسطے ثواب کے لئے اذان دینے والا اس شہید کی طرح ہے جو خون میں لت پت ہو رہا ہو، یہاں تک کہ اذان سے فارغ ہو جائے اور خشک اور تر سب اس کے لئے گواہ ہوتے ہیں (کہ اس نے اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا) اور مر جائے تو اس کی قبر میں کیڑے نہ پڑیں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

آخر زمانہ میں مؤذن کمتر اور نچلے طبقہ کے لوگ ہوں گے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن اور مؤذن امانت دار ہے۔ اے اللہ امام کو ہدایت پر رکھئے اور مؤذن کی مغفرت فرمائیے۔ اس پر صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے تو (اس دعا کی وجہ سے) لوگوں میں تنافس پیدا کر دیا۔ (ہر ایک آپ کی دعاء مغفرت کی وجہ سے مؤذن ہونا چاہے گا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد یا تمہارے بعد قوم کے کمتر اور کم درجہ والے لوگ مؤذن ہوں گے۔

(کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، سنن کبریٰ صفحہ ۴۳۱)

فائدہ: اللہ اکبر۔ آج اس دور میں یہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔ مسجد کے مؤذن قوم کے کمتر جاہل کم پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں ماحول میں انکا کوئی مقام عز شرف کے اعتبار سے نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ آج ماحول میں دین ہی غریب اور کمتر ہو چکا ہے۔ تو اہل مدینہ کیوں نہ ہوں گے۔

سب سے پہلی اذان ہند کی زمین پر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سب سے پہلے اذان

دی جب کہ وہ جنت سے اترے تھے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۳)

علامہ شعرانی نے کشف الغمہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سرزمین ہند پر اتارے گئے تو ان کو (اکیلے ہونے کی وجہ سے) وحشت ہوئی، تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ اکبر...... الخ اذان دی۔ جب "اشھد ان محمدا رسول اللہ" دومرتبہ کہا تو حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا یہ محمد کون ہیں۔ فرمایا حضرت جبرئیل نے آپ ﷺ کی اولاد میں آخری نبی۔ (کشف الغمہ صفحہ۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع کو حافظ ابن حجر نے ذکر کرتے ہوئے کہا: اس کی روایت کو ابونعیم نے (الحلیہ) میں ذکر کیا ہے جس کی سند میں مجہول راوی ہیں۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ۷۹)

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی وحشت تنہائی دور کرنے کے لئے کلمات اذان جو ذکر خدا پر مشتمل ہے تعلیم کی۔ ذکر سے قلب کو اطمینان ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" خدا کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے وحشت اور رنج وغم کے موقعہ پر اذان کہنا مشروع اور مواقع اذان میں ہے۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۳)

اذان شب معراج میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب معراج کے لئے آسمان پر تشریف لے گئے تھے تو اس وقت اللہ پاک نے اذان کی وحی کی یعنی تعلیم دی۔ (طبرانی فتح الباری جلد۲ صفحہ۷۸)

فائدہ: ممکن ہے کہ شب معراج میں تو آپ ﷺ کو علم ہوگیا ہو مگر جماعت کے ساتھ نوبت مدینہ میں پیش آئی اس لئے دوخوابوں کی تصدیق کے بعد آپ ﷺ نے عمل شروع کیا اس سے قبل ضرورت نہ سمجھی ہو کہ مکہ میں جماعت کا وجوب کہاں تھا؟

اذان اور اس کی ابتداء

عمیر بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو فکر ہوئی کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے جمع کریں۔ تو آپ ﷺ سے کہا گیا ایک علم جھنڈا نصب کردیا جائے جب نماز کا وقت ہوجائے جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو اطلاع کردیں گے آپ ﷺ کو یہ پسند نہ آیا پھر نرسنگے کا ذکر کیا گیا تو یہ بھی آپ ﷺ کو اچھا نہ معلوم ہوا کہ یہ تو یہودیوں کا ہے پھر ناقوس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو نصاریٰ کا طریق ہے حضرت عبداللہ بن زید (جب اس مجلس سے) واپس ہوگئے تو آپ ﷺ کی وجہ سے وہ بھی متفکر تھے (چنانچہ جب رات سوئے تو) انہوں نے خواب دیکھا۔ صبح حضور پاک ﷺ کے پاس گئے اور خواب

بتایا کہ میں نیند اور جاگنے کے درمیانی حالت میں تھا ایک آنے والا آیا اس نے مجھے یہ اذان سکھا دی اس سے پہلے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ خواب دیکھ چکے تھے مگر بیس دن تک چھپائے رہے پھر انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تم کو بتانے سے کس چیز نے روکا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں پہل کر گئے اور میں شرم سے رکا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے بلال کھڑے ہو جاؤ اور عبداللہ بن زید جس طرح کہیں اسی طرح تم کہو چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۱)

فائدہ: نماز باجماعت جب مدینہ طیبہ میں ہونے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان اور متفکر تھے کہ کن الفاظ اور کس طرح لوگوں کو بلائیں۔ ادھر ایک روایت کے اعتبار سے شب معراج میں جو آپ نے فرشتہ سے اذان سنی تھی اس کا خیال نہ رہا۔ اور لوگوں نے جو مشورہ دیا وہ پسند نہ آیا۔ چنانچہ عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ایک شخص کو ناقوس فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اسے بیچ دو۔ پوچھا کیا کرو گے بتایا اس کے ذریعہ لوگوں کو جمع کروں گا جماعت میں شریک ہونے کے لئے۔ تو فرشتہ نے کہا میں اس سے بہتر کلمہ نہ سکھا دوں۔ چنانچہ انہوں نے اذان اور تکبیر کے کلمے سکھا دیئے۔ بیدار ہونے کے بعد انہوں نے یہ واقعہ آپ سے بتایا۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی خواب بتایا۔ گویا دو سے اس کی تصدیق ہوگئی۔ ادھر آپ کو بھی یاد آ گیا ہوگا۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے اسی طرح اذان دینے کو کہا۔ گویا فرشتہ کی تعلیم کردہ اور آپ کی تصدیق کردہ اذان کی ترویج ہوگئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اذان دی ہے

یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے نماز کا وقت آ گیا ادھر آسمان سے بارش ہونے لگی ادھر نیچے سے زمین تر ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر ہی رہتے ہوئے اذان دی اور اقامت کہی۔

ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۴۱، مسند احمد ترمذی صفحہ ۹۴، دار قطنی)

فائدہ: اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنفس نفیس اذان دی، امام نووی نے اسی سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کے موقعہ پر ایک مرتبہ اذان دی۔ علامہ سیوطی کی بھی یہی رائے ہے کہ آپ ہی نے اذان دی انہوں نے اس مسئلہ پر بسط سے کلام کیا ہے۔ سنن بن سعید بن منصور کے حوالہ سے بھی اس کی تصریح ہوتی ہے، اسی طرح الضیاء نے المختارہ میں بھی اسے ذکر کیا ہے علامہ شامی نے بھی الرد المحتار

میں اسی الضیاء کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے سفر میں ایک مرتبہ خود اذان دی اور تکبیر کہی اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (معارف السنن جلد۲ صفحہ۲۴۴)

اسی طرح علامہ سہیلی کی رائے بھی حافظ نے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ آپ نے سفر میں اذان دی اور اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی اور وہ سب اپنے اپنے کجاوہ میں تھے، اسی طرح بغوی کی رائے کو بھی نقل کیا ہے کہ آپ ہی نے اذان دی۔ مگر خود ابن حجر کی اپنی رائے اس کے خلاف ہے کہ آپ نے اذان دی، بلکہ آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا انہوں نے اذان دی، چونکہ آپ حکم اور امر کرنے والے تھے اس وجہ سے آپ ﷺ کی طرح نسبت کر دی اس سلسلے میں وہ مسند احمد کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ اسی سند سے "**فامر بلا لا فاذن**" سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال نے اذان دی۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ۷۹)

السعایہ میں بھی علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے یہی تحقیق پیش کی ہے علامہ عینی نے بھی عمدۃ القاری میں ترمذی کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ علامہ نووی اور سہیلی کی رائے کو نقد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ (عمدہ جلد۶ صفحہ۱۰۹)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ ابن ملیکہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اذان دی ہے۔

(کشف الغمہ صفحہ۷۷)

اذان کے کلمات کے آخر میں سکون ہے

حضرت ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اذان (کے آخر) میں سکون ہے تکبیر کے آخر میں سکون ہے۔

(کنز العمال صفحہ۳۵۱، العنایہ جلد۲ صفحہ۱۷۸)

حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ اللہ اکبر کے آخر میں سکون پڑھتے تھے۔ (کنز جلد۸ صفحہ۳۵۱)

حضرت ابراہیم نخعی سے موقوفاً اور مرفوعاً منقول ہے کہ اذان (کے آخری کلمات میں) سکون ہے۔

اسی طرح تکبیر میں، اسی طرح اللہ اکبر تکبیر تحریمہ میں۔ (فتح القدیر صفحہ۲۹۷، الشامیہ صفحہ۳۸۶)

فائدہ: حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی نے بیان کیا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابراہیم نخعی ہی کا قول ہے علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اذان کا دوسرا کلمہ اللہ اکبر ساکن پڑھا جائے گا پیش پڑھنا غلط ہے۔ اور پہلے کلمہ تکبیر میں اللہ اکبر کی را کو زبر دیا جائے گا، اس پر بھی ضمہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔ (الشامیہ جلد۱ صفحہ۳۸۶)

اذان اور اقامت کے کلمات آخر میں بہر صورت مجزوم اور ساکن ادا کئے جائیں گے، خواہ کلمات ملا کر کیوں نہ پڑھے جائیں۔ یعنی اکبر کی راء ساکن اور اسی طرح الفلاح کی حاء ساکن ہوگی اور اقامت میں بھی قد قامت الصلوٰۃ کی تاء ساکن ہوگی، چنانچہ بعض لوگ جب تکبیر میں ایک سانس میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح پڑھتے ہیں تو تاء پر زیر پڑھ دیتے ہیں یہ غلط ہے اور مسائل اذان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہے اسی طرح بعضوں کو

دیکھا گیا ہے کہ وہ قد قامت الصلوٰۃ کی تا کے پیش کو ظاہر کرتے ہیں۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ بہر صورت خواہ ایک سانس میں ملا کر پڑھے سکون اور جزم ہوگا فرشتے نے اسی طرح اذان دی تھی۔ ہاں اذان کے علاوہ تلاوت اور عربی کی عبارت میں یہ قاعدہ علی حالہ رہے گا کہ ملا کر پڑھنے سے حرکت ظاہر ہوگی اور رک کر وقف کرنے کی صورت میں حرکت ظاہر نہ ہوگی۔ خوب سمجھ لیا جائے اہل علم لوگ بھی اس میں غلطی کرتے ہیں۔

(کذافی البحر صفحہ، الشامی جلد۱ صفحہ ۳۸۶، فتح القدیر جلد۱ صفحہ ۲۹۷)

سفر کی نماز میں بھی اذان

حضرت مالک ابن الحویرث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں آیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جب تم سفر کرو تو اذان دیا کرو تکبیر کہا کرو۔ اور جو بڑا ہو امامت کیا کرے۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ ۴۱۱)

مالک بن حویرث رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو سفر کا ارادہ رکھتے تھے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا: جب تم سفر میں جاؤ (اور نماز کا وقت آجائے) تو اذان کہو، اقامت کہو پھر جو بڑا ہو وہ تم میں امامت کرے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۸۸)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی نماز اور جماعت کے لئے اذان وتکبیر سنت ہے۔ اگر ماحول اور مصلحت کی وجہ سے بلند آواز سے نہ دے سکے تو آہستہ سے ہی دے دے۔ عمدۃ القاری میں تمام علماء کے نزدیک سفر میں اذان سنت ہے۔ قاضی خاں کے حوالہ سے لکھا ہے بلا اذان واقامت کے نماز مکروہ (تنزیہی) ہے۔ خیال رہے کہ ہمارے ماحول میں جماعت تو رائج ہے مگر اذان نہیں، یہ سنت متروک ہوتی جارہی ہے، سفر کرنے والوں کو اس کا اہتمام چاہئے۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے "**باب الاذان للمسافرین**" کا باب قائم کر کے اس کی سنت ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (جلد۱ صفحہ ۸۸)

جنگل اور صحراء میں نماز پڑھے تو اذان واقامت کہے

حضرت ابن میسّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جو جنگل اور صحرا میں نماز پڑھتا ہے اور اقامت کہتا ہے تو اس کی دائیں اور بائیں جانب فرشتے ہو جاتے ہیں، جو اذان اور اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ مثل پہاڑ ملائکہ شریک ہو جاتے ہیں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۱۰)

حضرت سلمان فارسی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب کوئی آدمی جنگل اور صحرا جہاں کوئی نہ ہو جب نماز کا وقت آجائے تو وضو کرے پانی نہ ملے تو تیمّم کرے اگر وہ صرف اقامت کہہ کر نماز پڑھتا ہے تو دو فرشتے اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اگر اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے

پیچھے اللہ کے وہ لشکر (رجال الغیب) نماز پڑھتے ہیں جسے وہ ان آنکھوں سے دیکھ نہیں پاتا ہے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۱۱)

بہتر ہے کہ جو اذان دے وہی تکبیر کہے

حارث صدائی کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جب صبح صادق ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا چنانچہ میں نے اذان دے دی پھر جب جماعت کھڑی ہونے لگی تو حضرت بلال تشریف لائے تاکہ تکبیر کہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا صدا بھائی نے اذان دی ہے۔ جو اذان دے وہی اقامت کہے۔ (ترمذی صفحہ ۵۰، طحطاوی صفحہ ۸۵)

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ نے خواب دیکھا (اذان کے متعلق) تو آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان دیں پھر عبداللہ کو حکم فرمایا کہ تکبیر کہیں۔ (طحاوی صفحہ ۸۵)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن ہی اقامت کہے اولیٰ ہے بہتر ہے اگر کوئی دوسرا کہہ دے تو یہ بھی جائز ہے، مؤذن کا حق واجب نہیں۔ لہٰذا چونکہ اس نے اذان دی لہٰذا اس کا حق اولویت ہے۔

صبح کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ مؤذن فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہے۔ (تلخیص جلد ۱ صفحہ ۲۱۲)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے صبح کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہنا سکھایا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۸۲)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فجر کی اذان میں حی علی خیر العمل کہا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کی جگہ "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہا کریں۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۳۰)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی اذان کے بعد آپ کو اطلاع کرنے آئے تو آپ کو آرام فرماتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے یہ کہہ کر آپ کو اٹھایا "الصلوٰۃ خیر من النوم" تو آپ نے اسے فجر کی اذان میں داخل فرما دیا۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۲۲، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۰۸)

اذان مسجد سے باہر دینا مسنون ہے

عبداللہ بن سفیان سے مرسلاً مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو۔

(سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۲۲، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۰۸)

اذان مسجد سے باہر دینا مستحب ہے

عبداللہ بن سفیان سے مرسلاً مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر ہو۔ (اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۱۲۱)

بنی نجار کی ایک عورت نے بیان کیا کہ مسجد حرام کے اردگرد کے گھروں میں ہمارا گھر زیادہ اونچا تھا حضرت بلال سحری کے وقت تشریف لائے اور بیٹھتے انتظار کرتے رہتے، فجر کا۔ جب صبح صادق دیکھتے تو اذان دیتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: ابن سفیان کہتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ اذان مینارہ پر اور اقامت مسجد کے اندر دی جائے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۲۴، اعلاء السنن: صفہ ۱۲۱)

عروہ ابن زبیر کی روایت میں ہے کہ مسجد کے اردگرد گھروں میں ہمارا گھر ذرا اونچا تھا حضرت بلال فجر کی اذان اسی پر سے دیتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۵)

مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے زید بن ثابت کی والدہ کے گھر سے اذان دی جاتی تھی۔

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں اذان گاہ نہیں تھی حضرت بلال مسجد کے قریب کسی انصاری کے مکان کی اونچی دیوار پر چڑھ کر اذان دیتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ عین مسجد سے ذرا ہٹ کر اذان دی جائے تا کہ زیادہ دور تک آواز جائے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ حضرت بلال مسجد کی تعمیر سے قبل زید کی والدہ کے گھر سے دیتے تھے۔ پھر مسجد نبوی کی تعمیر ہوگئی۔ تو مسجد کی چھت پر سے اذان دیتے تھے۔

مسجد نبوی میں کوئی الگ سے منارہ یا اذان گاہ نہیں تھی۔ سب سے پہلے اذان گاہ حضرت امیر معاویہ کے حکم سے مصر میں تعمیر کی گئی۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۴)

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ کسی بلند مکان پر اذان دینا مسنون ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۴)

ہاں البتہ لوگ موجود ہیں اِدھر اُدھر سے لوگوں کا آنا نہیں ہے تو کسی بلند مکان کی ضرورت نہیں جیسے سفر وغیرہ میں۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۴)

جہاں لاؤڈ اسپیکر کا انتظام ہو وہاں مؤذن کا کسی اونچے مقام سے اذان کہنا مسنون نہیں ہے، مسجد کے اندر، زمین اور فرش پر سے بھی اذان دی جاسکتی ہے۔

اذان کے درمیان بات ممنوع ہے

ابراہیم نخعی اور ابن سیرین کا قول ہے کہ اذان کے درمیان گفتگو نہ کرے یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۲)

شعبی کا قول ہے کہ اذان کے درمیان گفتگو مکروہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۲)

ابو معشر نے ابراہیم نخعی کا قول ذکر کیا ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان گفتگو مکروہ ہے یہاں تک کہ فارغ ہو جائے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۱۳، ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۶۸)

فائدہ: اذان اور اسی طرح تکبیر کے درمیان بات وغیرہ مکروہ تحریمی ہے۔

اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فرق ہو

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال اذان اور تکبیر (جماعت) کے درمیان اتنا وقت ہو کہ آدمی اپنے کھانے سے فارغ ہو جائے اور وضو کرنے والوں کو وضو کی مہلت اور اس کا موقعہ مل جائے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا تھا کہ اذان اور تکبیر میں اتنا فصل رکھو کہ کھانے والا کھانے سے، پینے والا پینے سے اور قضاء حاجت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔ (ترمذی، عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مغرب کے علاوہ کم از کم پندرہ منٹ یا آدھا گھنٹہ وقفہ رکھے۔ اور مغرب میں فراغت اذان کے بعد شروع کردے کہ تاخیر مکروہ ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۳۸)

مغرب میں اذان و جماعت کے درمیان فاصلہ خلاف سنت ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب جیسے سورج ڈوب جاتا تھا پڑھتے تھے۔

(بخاری صفحہ ۷۹)

حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب اس وقت پڑھتے جب سورج ڈوبتا۔ اور چھپ جاتا۔ (بخاری صفحہ ۷۹، مسلم صفحہ ۲۲۸)

حضرت رافع فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے (اور اتنی جلدی پڑھتے کہ) فارغ ہوتے تو تیر چلانے کے بعد اس کے گرنے کی جگہ دیکھ لیتے۔ (مسلم صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز جیسے ہی سورج ڈوبتا اور اس کا ٹکیہ غائب ہوتا پڑھ لیتے۔ چونکہ جلدی پڑھتے اس وجہ سے فارغ ہونے کے بعد فضاء میں اتنی روشنی رہتی کہ تیر گرنے کی جگہ دیکھ لیا جاتا۔ اس کا واضح اور بین مطلب یہ نکلا کہ اذان کے بعد متصلاً بلا فصل وقفہ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز پڑھتے مغرب میں تاخیر کی گنجائش نہیں اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دونوں دن مغرب سورج ڈوبتے ہیں پڑھایا تھا۔ (دارقطنی صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۲)

حضرت عبداللہ نے ایک مرتبہ مغرب کی نماز پڑھائی ان کے اصحاب سورج دیکھنے لگے کہ آیا وہ ڈوبا کہ نہیں۔ (طحاوی صفحہ۹۲)

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اہل جابیہ کو خط لکھا کہ مغرب کی نماز تاروں کے نظر آنے سے قبل پڑھیں۔ (طحاوی صفحہ۹۲)

ابن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تمام اہل شہر کو لکھ بھیجا کہ مغرب کی نماز (جلد پڑھیں) تاروں کے طلوع ہونے کا انتظار نہ کریں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۵۵۲)

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ بطریق تواتر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سورج ڈوبتے ہی مغرب پڑھنا منقول ہے۔ علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حدیث پاک کی اس بات پر دلالت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ہی جلد پڑھتے کہ جب فارغ ہوتے تو فضاء روشنی باقی رہتی۔ (صفحہ۵۵)

اسی طرح حافظ ابن حجر شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ حدیث کا تقاضہ ہے کہ مغرب بالکل شروع وقت ہوتے ہی پڑھتے اس طرح کہ فارغ ہونے پر روشنی باقی رہے۔ (فتح الباری صفحہ۵۸۰)

معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور خلفاء راشدین کی سنت یہ ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد بلا فاصلہ اور تاخیر کے مغرب کی نماز پڑھنا لکھا ہے۔ چنانچہ علامہ عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں **"لا یفصل بین الاذان والاقامة فی صلوة المغرب لان تاخیرها مکروه"** (البنایہ جلد۲ صفحہ۳۷)

ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ اذان اور اقامت کے درمیان جلسہ خفیفہ کے مثل فصل کیا جا سکتا ہے۔ (جلد ا صفحہ۲۲۷)

چنانچہ آج اسی پر عمل بھی ہے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مغرب کو جلد پڑھنا خیر کا باعث قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر صفحہ۲۲۸)

اور تاخیر میں یہود کی مشابہت ہے۔

حاصل یہ نکلا کہ اور نمازوں کی طرح مغرب میں اذان و جماعت کے درمیان فصل اور وقفہ رکھنا خلاف سنت مکروہ ہے۔ پندرہ، بیس منٹ کا وقفہ مغرب میں باعث کراہت ہے۔ کہ تاروں کے طلوع ہونے کا وقت ہو جاتا ہے۔ جو ممنوع ہے۔

گھر میں اذان واقامت کی ضرورت نہیں

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ اور اسود نے حضرت ابن مسعود نے بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھ لی۔ سفیان نے فرمایا اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا شہر (کے مسجد کی

اذان و) اقامت کافی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۳، ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۵۱۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب کسی شہر و بستی میں جہاں اذان و اقامت (مسجد میں) ہوتی تو اسی کو کافی سمجھتے۔ (ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۵۱۲)

کھڑے ہوکر اذان دینا

ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت بلال کو اذان کی تعلیم دی تو ان سے فرمایا: جاؤ کھڑے ہو نماز کے لئے اذان دو۔ (تلخیص الحبیر صفحہ۲۱۴)

ابن جریج سے منقول ہے کہ انہوں نے عطاء سے پوچھا کہ بلا کھڑے اذان دیا جا سکتا ہے انہوں نے کہا نہیں۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ۴۷۰)

فائدہ: کھڑے ہوکر اذان دینے کی سنت پر اجماع ہے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال اور دیگر مؤذن حضرات کھڑے ہوکر اذان دیتے تھے ابن منذر نے اجماع نقل کیا ہے اہل علم حضرات کہ مؤذن کا اذان کھڑے ہوکر دینا سنت ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد۱ صفحہ۲۱۴)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ بیٹھ کر اذان دینا ناجائز ہے۔ جس پر علماء کا اتفاق ہے۔ ہاں صرف اپنے لئے اذان دے رہا ہو تو بیٹھ کر دے سکتا ہے۔ (محیط، عمدہ جلد۶ صفحہ۱۰۷)

باوضو اذان دینا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا وضو اذان نہ دیا جائے۔
(سنن کبریٰ صفحہ۳۹۷، عمدۃ القاری صفحہ۱۴۹)

ابن جریج کہتے ہیں کہ حضرت عطا کہتے ہیں حق ہے اور سنت ہے کہ بلا وضو اذان نہ دیا جائے وہ نماز میں سے ہے، اس سے نماز کا افتتاح ہوتا ہے، لہٰذا بلا وضو اذان نہ دیا جائے۔ (عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۴۶۶، عمدہ صفحہ۱۴۸)

فائدہ: باوضو اذان دینا سنت ہے اس کے برخلاف اذان مکروہ ہے۔ اگر دے دے تو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہاں اگر ناپاک ہے نہانے کی حاجت ہے تو بلا نہائے اور غسل کئے اذان دینا جائز نہیں۔ امام محمد نے جامع صغیر میں بیان کیا ہے کہ اگر جنابت کی حالت میں اذان دے دے تو اسے لوٹائے۔ مجاہد نے بیان کیا کہ بلا وضو اذان نہ دے۔ ابن وائل نے کہا کہ حق اور سنت یہ ہے کہ بلا وضو اذان نہ دے۔ (عمدۃ القاری جلد۵ صفحہ۱۴۹)

حی کے وقت چہرے کا پھیرنا

حضرت ابن ابوجحیفہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ ابطح کی طرف نکلے۔ اذان دی جب "حی علی الصلاۃ" اور "حی علی الفلاح" پر پہنچے تو دائیں جانب اور بائیں جانب

اپنی گردن کو پھیر لیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳ تا ۵)

فائدہ: ان دونوں کلمات کے وقت مؤذن کا گردن کو دائیں بائیں جانب پھیر لینا مسنون ہے خواہ اذان گاہ اور مینارہ پر دے یا لاؤڈ اسپیکر پر دے۔

بلند آواز سے اذان دینا

ابوصعصعہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم کو جنگل میں بکریوں کا چرانا پسند ہے۔ جب تم اپنی بکریوں میں رہو یا جنگل میں رہو تو نماز کے لئے اذان دیا کرو۔ اور اپنی آواز کو اذان میں بلند کیا کرو۔ یہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے اذان دیا کرو جس کو یہ آواز پہنچے گی وہ تمہارے لئے گواہی دیں گے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: اذان بلند آواز سے دینا سنت ہے اور اس کے مقصد کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ اذان بلند آواز سے دی جائے اس وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "رفع الصوت بالنداء" صفحہ ۸۵، چنانچہ آج کل اس "رفع الصوت" کا مقصد لاؤڈ اسپیکر سے پورا ہو جاتا ہے اس لئے اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال اس سنت کی ادائیگی باحسن وجوہ ہونے کے باعث بہتر اور مستحب ہے، اور نماز میں بھی اس کا استعمال بلا کراہت درست ہے۔

اذان سننے کے وقت کلمات اذان کو لوٹانا مسنون ہے

حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہہ رہا ہے۔ (بخاری صفحہ ۸٦، مسلم صفحہ ترغیب صفحہ ۱۸۳، ابوداؤد صفحہ ۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن کے مثل کہتا ہے۔ (یعنی اذان کے کلمات کو) یقین کے ساتھ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (نسائی صفحہ ۱۰۹)

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت لاحول ولاقوۃ مسنون ہے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن اللہ اکبر کہتا ہے۔ اس کے جواب میں کوئی اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے۔ اسی طرح مؤذن اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اس کے جواب میں وہ بھی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ پھر وہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے اس کے جواب میں اشہد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے۔ پھر وہ حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے تو وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتا ہے۔ پھر وہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا ہے یہ اللہ

اکبر اللہ اکبر کہتا ہے۔ پھر وہ لا الٰہ الہ الا اللہ کہتا ہے یہ بھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ دل سے کہتا ہے تو یہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم صفحہ ۱۶۷، ابوداؤد صفحہ ۸۷، مشکوٰۃ صفحہ ۶۵)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کی اذان سنتے تو اس طرح لوٹاتے جس طرح مؤذن کہتا ہاں جب حی علی الصلوٰۃ کہتا ہے اور حی علی الفلاح کہتا ہے تو آپ لا حول ولا قوۃ الا باللہ فرماتے۔ (طحطاوی صفحہ ۸۶)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے جواب میں وہی کلمات لوٹائے جو مؤذن کہہ رہا ہے البتہ حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں یہی کلمات نہ لوٹائے بلکہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے یہی سنت ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۱۲۰)

اذان کے جواب میں یہ کہے تو گناہ معاف

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مؤذن کے جواب میں یہ کہے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ "وانا اشهد ان لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ وان محمداً عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام ديناً" (مسلم صفحہ ۱۶۷، طحطاوی صفحہ ۸۷)

فجر کی اذان صبح صادق سے پہلے نہ دے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرات مؤذن (عہد نبوت میں) اس وقت تک اذان نہ دیتے جب تک کہ فجر صادق نہ ہو جاتی۔ (کنز جلد ۸ صفحہ ۳۵۰، ابن ابی شیبہ صفحہ، اعلاء صفحہ ۱۱۳)

حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مؤذن فجر کی اذان دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے فجر کی دو رکعت نماز پڑھتے پھر مسجد تشریف لاتے اور (اس وقت سحری) کھانا بند ہو جاتا۔ اور اذان نہ دی جاتی یہاں تک کہ صبح صادق نہ ہو جاتی۔ (بیہقی، اعلاء صفحہ ۱۱۳)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تاوقتیکہ صبح صادق نہ ہو جائے اذان مت دو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے سمجھایا کہ وہ آسمان کی چوڑائی میں ہوتا ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت کے مؤذن مسروح نے اذان صبح صادق سے پہلے دے دی، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دوبارہ حکم دیا کہ اذان دیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے ایک مرتبہ اذان دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے اذان دے دی اے اللہ کے رسول تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک صبح صادق نہ ہو جائے اذان مت دو۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۹۱، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۴۲)

حضرت ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ اگر کوئی مؤذن رات میں اذان دے دیتا ہے تو ان سے لوگ کہتے خدا سے ڈرو اور اذان دوبارہ دو۔ (جلد ا صفحہ ۴۹۱)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت تک فجر کی اذان نہ دیتے جب تک صبح صادق فجر کا وقت نہ ہو جاتا۔ (کنز العمال صفحہ ۳۴۱)

فائدہ: ان روایتوں اور آثار سے معلوم ہوا کہ فجر کی اذان صبح صادق سے پہلے دینی جائز نہیں اگر دے گا تو صبح صادق کے بعد دوبارہ دینا ضروری ہوگا جیسا کہ روایتوں میں مذکور ہے۔

اور وہ جو رات میں اذان دی جاتی تھی وہ صبح صادق کی نماز کے لئے نہیں تھی بلکہ سحری کے لئے اور نماز تہجد کے لئے تھی پھر اس اذان کے علاوہ دوبارہ نماز کے لئے اذان دی جاتی تھی۔ اگر رات کی اذان جو صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی کافی ہوتی تو دوبارہ دوسری اذان کیوں دلوائی جاتی۔ پس معلوم ہوا کہ جس اذان کے لوٹانے کا حکم تھا وہ صبح کی نماز کے لئے تھی۔ لہٰذا جو لوگ صبح صادق کے قبل نماز فجر کی اذان درست سمجھتے ہیں وہ صحیح نہیں۔

وقت ہوتے ہی اذان دے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت بلال اذان کو وقت سے موخر نہیں کرتے تھے (بلکہ وقت ہوتے ہی اذان دیتے تھے)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۲)

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے کہ اذان کو وقت سے مؤخر نہیں کیا جاتا۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وقت ہونے کے بعد مؤذن کو چاہئے کہ اذان دے دے یہ اہتمام خاص کر مغرب اور فجر میں کرے۔ اس لئے عوام الناس آج بھی نماز اور سحری اور افطار میں مؤذن کی اذان کا اعتبار کرتے ہیں خصوصاً عورتیں اگر صبح کی اذان صبح صادق کے بعد کچھ وقفہ سے دے گا تو عموماً عورتیں جو نفلی روزہ رکھتی ہیں ان کا روزہ خراب ہوگا وہ اذان پر اعتماد کر کے سحری کو وقت گزرنے کے بعد بھی کھاتی رہیں گی اسی طرح نوافل اور تہجد پڑھنے والے بھی سوچیں گے ابھی وقت باقی ہے نوافل پڑھتے رہیں گے حالانکہ وقت ختم ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگیا۔ نہ عموماً لوگوں کو صبح صادق کا علم ہوتا ہے اور نہ جنتری ہر گھر میں ہوتی ہے نہ عورتیں اس قسم کا اہتمام کرتی ہیں اسی طرح مغرب میں اگر تاخیر سے اذان دے گا تو روزہ رکھنے والوں کو افطار میں تاخیر ہوگی اس لئے ان دو اوقات میں اذان وقت ہوتے ہی دے دیا کرے تاکہ لوگوں کا روزہ اور نماز درست ہو۔ اور حدیث پاک میں فرمایا بھی گیا ہے کہ مؤذن لوگوں کی نماز اور روزہ کا ذمہ دار ہے لہٰذا اس ذمہ داری کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان دو وقتوں میں اذان وقت کے بعد فوراً دے دے۔

وقت سے پہلے اذان دے دے تو لوٹانا ضروری ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع فجر سے قبل اذان دے دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ واپس جائے اور اعلان کرے کہ بندہ سو گیا تھا (یعنی غفلت سے وقت سے قبل اذان دے دیا ہے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۸۳، طحاوی صفحہ ۸۳، ابوداؤد صفحہ ۷۹)

فائدہ: وقت سے قبل اگر اذان دے دے تو دوبارہ وقت پر اذان دینا لازم ہے اور وقت سے قبل اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۲)

اگر بعض اذان وقت سے قبل اور بعض وقت کے بعد تو کل اذان کا لوٹانا واجب ہوگا۔ (السعایہ صفحہ ۱۱)

دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دینا

حضرت ابو جحیفہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دے رہے ہیں۔ (ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۲۰۳)

عمار بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالیں۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۹۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۲)

حضرت عمار کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اذان دو تو اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالو، یہ بلندی آواز کا باعث ہے۔ (کبریٰ صفحہ ۱۱، عمدۃ القاری صفحہ ۴۸)

فائدہ: اذان کی سنتوں میں سے ہے کہ کان میں انگشت شہادت ڈال کر اذان دے۔ جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔ (ترمذی، عمدۃ صفحہ ۱۴۸)

بعض لوگ تکبیر میں بھی انگلیاں کان میں ڈالنے کو مستحب کہتے ہیں۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۴۸، القاری)

قبلہ رخ اذان دینا

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب انہوں نے خواب دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آئے اور کہا کہ میں ہوش اور نیند کے درمیان تھا کہ ایک شخص کو دیکھا جو سبز لباس میں ملبوس تھا (یعنی فرشتہ) قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ الخ۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۹۱)

سعد قرظ کہتے ہیں کہ حضرت بلال جب اذان دیتے تو قبلہ رخ ہو جاتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۲۱۴)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ اور تابعین کا معمول تھا کہ رخ قبلہ اذان دیا کرتے تھے۔

ابن سیرین کہتے ہیں مؤذن جب اذان دے تو قبلہ رخ اختیار کرے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: اذان قبلہ رخ دینا لازم ہے اس کے خلاف جائز نہیں۔

اذان کسی اونچی اور بلند جگہ پر سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابن مکتوم بیت کے اوپر اذان دیتے تھے۔ ابو برزہ اسلمی نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر اور تکبیر مسجد میں کہے۔ (تلخیص الجبیر صفحہ ۲۱۷)

ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر اذان دیں۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۶۴)

فائدہ: اذان اونچی اور بلند جگہ پر اس لئے سنت ہے تاکہ اذان کی آواز پھیل جائے اور دور تک جائے۔ اب لاؤڈ اسپیکر سے دینے کی صورت میں مؤذن کا کسی اونچی اور بلند جگہ ہونے کی ضرورت نہیں کہ لاؤڈ اسپیکر سے آواز پھیل جاتی ہے۔

نابالغ سمجھدار لڑکے کی اذان درست ہے

ابن جریج نے حضرت عطا سے نقل کیا ہے کہ بالغ ہونے سے قبل لڑکے (جو سمجھدار ہوں) اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۶)

حضرت شعبی نے بیان کیا کہ کوئی لڑکا اچھی طرح اذان دے تو بلوغ سے قبل بھی اس کی اذان صحیح ہے۔
(ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۲۶)

حضرت سفیان ثوری سے پوچھا گیا کہ نابالغ (سمجھدار لڑکا) اذان دے سکتا ہے انہوں نے کہا ہاں دے سکتا ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۶۹)

فائدہ: ایسا نابالغ جو نماز اور اذان کے عرفی مفہوم کو سمجھتا ہو۔ اذان کا مقصد لوگوں کو اس کے ذریعہ بلایا جاتا ہے جانتا ہو اس کی اذان درست ہے۔

شامی میں ہے عاقل غیر بالغ کی اذان درست ہے۔ (الرد المحتار جلد ا صفحہ ۳۱۱، السعایہ صفحہ ۳۸)

اذان آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر دینا مسنون ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا کہ جب اذان دو تو ٹھہر ٹھہر کر دو۔ اور تکبیر کہو تو جلدی کہو۔ (ترمذی صفحہ ۴۸، حاکم بیہقی، سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۸)

حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اذان ترتیل سے دیں اور اقامت ذرا جلدی سے۔ (دارقطنی، تلخیص الجبیر صفحہ ۲۱۱)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس کے مؤذن حضرت ابوالزبیر سے کہا کہ جب اذان دو تو آہستہ آہستہ دو۔ اور اقامت میں جلدی کہا کرو۔ (سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۴۲۸)

فَائِدَہ: احادیث میں اذان کے متعلق ترسل کا لفظ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے کلمات کو جدا جدا ہر کلمہ پر رکتا ہوا ادا کرے۔ بحر الرائق میں ہے کہ کلمات کو ادا کرنے کے بعد وقفہ کرے۔ اور ترسل کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذان کے کلمات کو کھینچے اور طول کرے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ اذان میں اللہ کے لام کو کچھ کھینچا طول کیا جا سکتا ہے۔ ہاں مگر زیادہ طول فاحش نہ کرے۔ اللہ کے لام کو مد کرنے کے متعلق کچھ تفصیل شمائل پنجم میں قرأت النبی کے ذیل میں ملاحظہ کیجئے۔

حدیث پاک میں اذان کے متعلق ترسل کا حکم ہے اس کی تشریح فقہائے کرام نے اطالۃ الکلمہ سے کی ہے۔ اور یہ بین و واضح بات ہے کہ اس اطالۃ سے مراد معروف عادت سے کچھ زائد مد کرنا مراد ہوگا ایک الف ہرگز مراد نہ ہوگا۔ وہ تو ہر الف کی ادائیگی کے لئے لازم ہے۔ اسے عرفاً مد نہیں کہا جاتا مد کا مفہوم ایک الف سے خواہ کچھ ہی زائد ہو مراد ہوگا۔ چنانچہ ابن ہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں "**ومد لام الله صواب**" (صفحہ ۲۹۷)

اسی طرح ابن قیم نے البحرلرائق میں لکھا ہے:

اور نہایۃ المراد کے حوالے سے ہے: "**وَلَو مُدَّ لَامُ اللّٰهِ فَحَسَنٌ مَالَمْ يُخْرَجْ عَنْ حدّها كما فى التبيين**" (البلاغ ماہنامہ صفحہ ۴۷ کراچی)

اسی طرح مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال میں شیخ محمد نے ایک الف سے زائد اللہ کے مد کو کھینچنا جائز قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۶۶)

اسی طرح فن تجوید وقرات کے امام اور جلالت شان کے حامل قاری عبدالرحمٰن پانی پتی نے تحفہ نذیریہ میں ایک الف سے زائد جائز قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۳۰)

اگر اس میں یہ توسع اور گنجائش نہ ہوتی تو یہ ماہرین فن ہرگز اسے جائز قرار نہ دیتے، لہٰذا ان تحقیقات مذکورہ کی روشنی میں اذان میں ایک الف سے زائد کی اجازت ثابت ہوتی ہے۔ اور امت کا اس پر تعامل ہے اور یہ سلسلہ اذان کا عہد قدیم سے چلا آرہا ہے۔ ہاں خیال رہے دوسری تحقیق کہ اللہ کے لام کو ایک الف کی مقدار سے زائد کچھ کھینچنا منع ہے، اس کے قائل بھی جید اور محقق علماء ہیں۔ دونوں جانب محققین علماء اور ماہرین فن ہیں لہٰذا اس کی تردید اور ابطال نہ کیا جائے بلکہ توسع پر محمول کیا جائے اور چونکہ یہ دین کی بنیادی اور اساسی امور میں سے نہیں ہے اور نہ قرآن واحادیث کے نصوص سے ثابت ہے اس لئے اس میں شدت اختیار نہ کی جائے کہ فروعی اختلافی مسائل میں ایک دوسرے پر رد، انکار ابطال منع ہے۔ "**وللناس فيما يعشقوق مذاهب**"

اذان واقامت میں پیروں کو اپنی جگہ رکھنا سنت ہے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم فرماتے تھے کہ ہم جب اقامت کہیں تو

اپنے پیروں کو اپنی جگہ سے نہ ہٹائیں۔ (کشف الغمہ صفحہ ۷۷)

فائدہ: اذان اور تکبیر کہتے وقت پیروں کو نہ حرکت ہوگی اور نہ پیروں کا رخ بدلے گا اس سے معلوم ہوا کہ اذان اور اقامت کہتے ہوئے چلنا ایک صف سے دوسرے صف منتقل ہونا ممنوع ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ مسجد میں اندر آتے ہوئے تکبیر شروع کر دیتے ہیں پھر صف پھاڑتے ہوئے اگلی صف چلے آتے ہیں سو یہ طریقہ خلاف سنت ہے صف میں کسی ایک جگہ جم اور رک جائیں پھر تکبیر کہیں، تکبیر کہتے ہوئے جگہ نہ بدلیں۔

اقامت اور تکبیر مسجد کے اندر سے کہنا سنت ہے

ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ تکبیر اقامت مسجد کے اندر سے ہو مسجد کے باہر اذان گاہ سے نہ ہو۔ (کشف الغمہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱)

عبداللہ بن شفیق سے مروی ہے کہ اذان مینارہ پر (مسجد سے باہر) اور اقامت مسجد کے اندر ہو۔ صحابی کا سنت کہنا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یہ تھا۔ (اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۲۲۱، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۲۴)

مؤذن کیسا ہونا چاہئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں جو بہتر ہو وہ اذان دیا کرے، اور جو زیادہ قرآن پڑھا ہو وہ امامت کیا کرے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۶)

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا مؤذن وہ ہونا چاہئے جو تمہارے میں افضل ہو (یعنی اوقات صلوٰۃ کے اعتبار سے)۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۲۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نابالغ لڑکا امامت نہ کرے اور تم میں جو بہتر ہو وہ اذان دے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۷)

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگوں میں خسیس ذلیل و جاہل ہو خفیف العقل ہو عزت وقار کے خلاف امور کا مرتکب ہو ان کو، خصوصاً جو اوقات سے ناواقف ہو مؤذن نہ بنانا چاہئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا غلام کمتر لوگوں کا مؤذن ہونا تمہارے لئے بڑے نقصان کا باعث ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۷)

مؤذن اور امام لوگوں کی نماز کے ذمہ دار ہیں

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مؤذن لوگوں کی نماز اور سحری کے ذمہ دار ہیں۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہے اور مؤذن ذمہ دار ہے اے اللہ! آئمہ کو رشد سے نوازے اور مؤذن کی مغفرت فرمائے۔ (سنن کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۳۰)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: امام ذمہ دار ہوتا ہے (ضامن) اور مؤذن ذمہ دار ہوتا ہے اللہ پاک امام کو رشد و ہدایت سے نوازے مؤذنوں کو معاف فرمائے۔

(ترغیب جلد ا صفحہ ۱۷۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُمَا کی مرفوع حدیث میں ہے کہ دو امور مؤذن کی گردن پر معلق ہیں مسلمانوں کا نماز اور روزہ۔ (ابن ماجہ جلد ا صفحہ ۵۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ امام نماز کا قائد اور اس کا بوجھ اٹھانے والا ہوتا ہے، لہٰذا نماز کے متعلق جتنی بھی کوتاہی ہوگی فرائض واجبات، سنن، مستحبات، مکروہات اور سجدہ واجب کرنے والی صورتیں۔ ان سب کے ذمہ دار اور مسئول امام ہوں گے۔ اور مؤذن چونکہ لوگوں کو اذان دے کر وقت نماز کی اطلاع کرتا ہے۔ اس لئے اذان میں اقامت کے متعلق کوئی کوتاہی ہو جائے مثلاً اذان وقت سے پہلے دے دے اور لوگ ان کی اذان پر اعتبار کرتے ہوئے نماز پڑھ لیں جیسا کہ عورتیں تو اس کے ذمہ دار مؤذن ہوں گے۔ اس لئے ایسا مؤذن رکھنا جائز نہیں ہے جو اوقات نماز سے واقف نہیں۔ ایسا مؤذن رکھنا واجب ہے جو نماز کے اوقات اور اس کے مسائل سے واقف ہو۔

اچھی آواز والا مؤذن بہتر ہے

ابن ابی محذورہ نے حضرت ابو محذورہ کے متعلق بیان کیا کہ آپ ﷺ جب غزوہ حنین کی جانب نکلے تو میں بھی اہل مکہ کی جانب سے دسویں میں سے ایک تھا ہم نے ان لوگوں کو (مسلمانوں کو) نماز کے لئے اذان دیتا ہوا پایا تو ہم بھی کھڑے ہوئے اذان دے کر ان کا استہزاء اور مذاق اڑانے لگے۔ آپ ﷺ نے میری مذاق والی اذان سن لی) تو فرمایا ان لوگوں میں (کفار میں) تم نے ایک اچھی آواز والے کی اذان کو سنا۔ تو ہماری طرف ایک آدمی بھیجا۔ جس نے ہر ایک کی اذان کا جائزہ لیا۔ میری اذان کا سب سے آخر میں نمبر آیا تو آپ نے اپنے سامنے بٹھایا، میری پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی تین مرتبہ اور فرمایا۔ جاؤ مسجد حرام میں اذان دو۔

(نسائی، اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۱۲۸)

ابو محذورہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے قریب بیس آدمیوں کو اذان دینے کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی۔ آپ ﷺ کو ابو محذورہ کی اذان پسند آئی۔ تو آپ ﷺ نے ان کو اذان سکھائی۔

(سنن دارمی صفحہ ۲۷۱)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ مؤذن دیگر ضروری اوصاف، وقت کی معلومات، صحت اذان کے ساتھ اچھی آواز والا ہو تو بہتر ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو محذورہ کو اچھی آواز کی وجہ سے منتخب فرما کر مسجد حرام کا مؤذن بنایا۔

خیال رہے کہ اذان دینے والا صحیح کلمات کی ادائیگی کے ساتھ اذان دیتا ہو۔ اذان میں صحیح کلمات کا ادا ہونا واجب ولازم ہے۔ ش وحاء، را، کی ادائیگی صحیح نہ ہو، ادائیگی کے قواعد اور رعایت سے ناواقف اور جاہل ہو، یا زبان ہی صحیح نہ ہو تو ایسے کی اذان اور اس کو مؤذن بنانا درست نہیں۔ اگر ایسا مؤذن ہو تو اس کو بدلنا لازم ہے تا کہ اللہ کے کلمات کی ادائیگی درست ہو۔ اذان کی صحت کے ساتھ اچھی آواز ہو تو بہت محمود ہے۔ فقہا نے بھی اچھی آواز والے مؤذن کو بہتر قرار دیا ہے۔ ہاں مگر یہ کہ گانے کی طرح اذان دینے والا نہ ہو کہ ایسی اذان ممنوع ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مؤذن سے فرمایا اذان اچھی طرح دو ورنہ اذان سے ہٹا دوں گا۔

(طحاوی علی المراقی صفحہ ۱۰۵)

اقامت کی آواز آجائے تو رک کر جماعت میں شریک ہوجائے

عمر بن عبید ذکر کرتے ہیں کہ ہم (بسا اوقات) مسجد کے قریب سے گزرتے ہوئے اقامت سن لیتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ یہاں سے گزر کر دوسری جگہ پہنچ جائیں تو فرمایا: حضرات صحابہ ایک دوسرے سے فرماتے تھے جب تکبیر سن لو تو رک جاؤ۔ (ابن عبدالرزاق)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ مسجد سے تکبیر کی آواز جائے تو جماعت میں شریک ہو جائے دوسرا کام نہ کرے ورنہ جماعت چھوٹ جائے گی۔

اذان ہوجائے تو مسجد سے نہ نکلے

حضرت ابن مسیّب سے مروی ہے کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے منافق ہی نکلتا ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۰۸)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مسجد میں تھے مؤذن نے اذان دی ایک صاحب مسجد سے باہر آئے۔ تو حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، اس نے حضرت ابوالقاسم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مخالفت کی ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا کہ ہم جب اذان سنیں تو اس وقت تک مسجد سے نہ نکلیں جب تک کہ نماز نہ پڑھ لیں۔

(مسند طیالسی مرتب جلد ا صفحہ ۸۰)

ابوشعشا کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ مسجد میں تھے مؤذن نے جب عصر کی اذان دی تو ایک شخص مسجد سے نکلا اس پر حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا: اس نے حضرت ابوالقاسم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی مخالفت کی۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

فَائِدَہ: ہاں اگر ضرورت مجبور کرے مثلاً پاخانہ پیشاب کرنا ہو یا کسی ناخوشگوار واقعہ کی اطلاع مل جائے یا دوسری جگہ کوئی ذمہ داری ہو تو مسجد سے نکلنے کی اجازت ہے۔

اقامت کے وقت کیا کہے

حضرت ابوامامہ یا بعض صحابہ سے منقول ہے کہ حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے تکبیر شروع کی۔ اور قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے "اقامھا اللّٰہ وادامھا" فرمایا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۱۱)

فائدہ: تکبیر میں اذان کی طرح جواب دیا جائے گا اور قد قامت الصلوٰۃ کے جواب میں "اقامھا اللّٰہ وادامھا" کہا جائے گا یہی سنت ہے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے مروی ہے۔

اقامت شروع ہوجائے تو دوڑ کر نہ آئے

حضرت ابوقتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جب اقامت ہوجائے تو (رکعت ملنے کے لئے) دوڑ کر مت آؤ ٹھیک سے چل کر آؤ، تم پر اطمینان لازم ہے، جو مل جائے اس میں شریک ہوجاؤ، جو چھوٹ جائے اسے پورا کرلو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۶۷)

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں (جماعت کے لئے) آیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رکوع فرمارہے تھے۔ (دوڑ کر آنے کی وجہ سے) میری سانس پھول رہی تھی میں نے صف کے پیچھے ہی رکوع کرلیا پھر جاملا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کون تھا جس نے صف کے پیچھے ہی رکوع کرلیا؟ ابوبکر نے کہا: میں۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا آئندہ ایسا مت کرنا خدا تیری حرص اور شوق میں زیادتی فرمائے۔ (طحاوی صفحہ ۲۳۰)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: تکبیر ہوجائے (جماعت کھڑی ہوجائے) تو دوڑ کر مت آؤ، اطمینان سے چل کر آؤ، جو مل جائے پڑھ لو، اور جو چھوٹ جائے پورا کرلو۔
(طحاوی صفحہ ۲۳۱، عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ تکبیر ہوجائے، جماعت کھڑی ہوجائے تو رکوع اور رکعت پانے کے لئے دوڑ کر نہ آئے۔ ہاں تیز قدم بڑھا کر آنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوڑ کر رکوع پانا منع ہے۔ اس کا التزام رکھے کہ جماعت شروع ہونے سے قبل مسجد میں آجائے تاکہ شروع تکبیر سے شریک ہو جس کا عظیم ثواب ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے باب قائم کیا ہے۔ نماز کے لئے نہ دوڑے بلکہ اطمینان سکون کے ساتھ آئے۔ (بخاری صفحہ ۸۸)

نماز کے لئے اطمینان سے آئے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نماز کے لئے جب آؤ تو سکون و اطمینان کے ساتھ آؤ (دوڑ بھاگ کر نہ آؤ)۔ (کنزالعمال صفحہ ۲۴۶)

حضرت قتادہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ جلد بازی مت کرو نماز کے لئے آؤ تو سکون و اطمینان کے ساتھ آؤ۔ (ابن حبان، کنز صفحہ ۲۴۷)

مؤذن اقامت کب شروع کرے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اذان دیتے تو رکے رہتے، جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو تکبیر کہتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۷۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن جب امام کو نماز کے لئے آتا دیکھے جب تکبیر شروع کرے۔ ایسا نہ کرے کہ جب وقت ہو جائے تو تکبیر شروع کر دے اور پھر امامت کے لئے آدمی ڈھونڈھتا پھرے۔

اقامت شروع ہو جائے تو کوئی نماز نہ پڑھے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تکبیر ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے۔ (مسلم، طحاوی: مشکوۃ صفحہ ۹۶)

فائدہ: تکبیر اور اقامت شروع ہو جانے پر کسی نماز کی نیت باندھنی درست نہیں ہاں فجر کی سنت جماعت نہ چھوٹنے کی صورت میں پڑھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود آئے اور نماز کھڑی ہو چکی تھی تو ایک ستون کے قریب جا کر فجر کی دو سنت پڑھی پھر جماعت میں شریک ہوئے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۷۵)

تاوقتیکہ امام نہ آئے نہ تکبیر ہو نہ لوگ کھڑے ہوں

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اقامت ہو جائے تو اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ مجھے نہ دیکھ لو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۵)

اوپر کی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ جب امام کو نہ دیکھ لے یا نہ تیار ہو کر آ جائے تکبیر نہ کہے۔ اس میں ہے کہ جب تک مجھے نہ دیکھ لے کھڑے نہ ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا بہتر نہیں جب امام آ جائے تب ہی کھڑے ہوں اور تکبیر کہیں، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام کے دیکھنے سے قبل کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۵۴)

اذان کا جواب دینا جس طرح مردوں پر ہے اسی طرح عورتوں پر بھی

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں اور عورتوں کی صف میں تشریف فرما تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عورتوں کی جماعت جب تم (حضرت بلال) حبشی کی اذان سنو تو اور اقامت سنو تو اسی طرح جواب دو جس طرح وہ کہہ رہے ہیں۔ اس پر تم کو ہر ہر حرف کے بدلے ایک ایک نیکی ملے گی اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اور ہمیں کیا ملے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم لوگوں کو دگنا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۳۳۲، السعایہ)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب دینا جس طرح مردوں کو سنت ہے اسی طرح عورتوں کو بھی ثواب اور سنت ہے، افسوس آج کل لوگ اذان سنتے ہیں مگر اس کا جواب نہیں دیتے ہیں اور اپنے کام یا بات چیت میں مست اور غافل رہتے ہیں۔ سنت اور اس کی تاکید ہے کہ مؤذن کی اذان جب سنے تو خاموش ہو جائے اور اذان کا جواب دے اور اس کے بعد دعا پڑھے پھر کام میں یا بات چیت میں لگے۔ اگر کسی کام میں مصروف ہے تو کام کرتا ہوا زبان سے اذان کا جواب دے اور اذان کے بعد کی دعا کرے۔ عورتوں کو بھی اس کی تاکید ہونی چاہئے۔ عموماً عورتیں اذان سنتی ہیں بسا اوقات خاموش ہو جاتی ہیں مگر جواب اور دعا کا التزام و اہتمام نہیں کرتیں اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کی عورتوں کو تاکید فرمائی تاکہ غافل نہ رہیں۔

کن موقعوں پر اذان کا جواب دینا مشروع نہیں بلکہ ممنوع ہے

ان مقامات میں اذان کا جواب دینا ممنوع ہے۔

1. نماز کی حالت میں۔
2. خطبہ سننے کے وقت۔
3. جنازہ کے وقت۔
4. جماع کے وقت۔
5. قضائے حاجت کے وقت۔
6. علمی مشغولیت کے وقت یعنی علم حدیث وتفسیر وفقہ کی مشغولیت کے وقت اگر منطق وفلسفہ میں مشغول ہے تو جواب دے۔
7. کھانا کھانے کی حالت میں۔

اسی طرح جمعہ کی دوسرے اذان کا جواب جو خطبہ کے وقت منبر کے سامنے دیا جاتا ہے اس کا زبان سے جواب نہ دے۔ جنابت کی حالت میں اذان کا جواب دے۔ (السعایہ صفحہ ۵۱ تا ۵۳)

تلاوت کلام پاک کرنے والا اگر مسجد میں تلاوت کر رہا ہے تو تلاوت کرتا رہے اور اذان کا جواب نہ دے اور گھر میں ہے تو پھر اذان کا جواب دے۔ (کذا فی الظہیر یہ والسعایہ صفحہ ۵۲)

اگر مختلف مسجدوں سے اذان کی آواز آئے تو ایک اذان کا جواب دے۔ (السعایہ صفحہ ۱۱)

عید و بقر عید میں اذان وتکبیر نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے کتنی مرتبہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ عید و بقر عید کی

نماز بلا اذان و اقامت کے پڑھی ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۹، ابوداؤد)

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کے نزدیک عید بقرعید اور کسی نفل نماز کے لئے اذان و اقامت نہیں دی جائے گی۔ (جلد ا صفحہ ۱۱۹)

چنانچہ فقہائے کرام اور ہمارے اصحاب کا اس پر اتفاق ہے کہ عید بقرعید اور نماز کسوف وخسوف و استسقاء وغیرہ کے لئے اذان نہیں ہے۔ ہاں البتہ اعلان اور اطلاع کی ضرورت پڑ جائے تو "الصلٰوۃ جامعۃ" جماعت تیار ہے، جماعت ہونے جا رہی ہے، جماعت کا وقت ہوگیا ہے ان کلموں سے اعلان کیا جا سکتا ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "الصلٰوۃ جامعۃ" منقول ہے۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں کی تفصیل

حافظ ابن حجر عسقلانی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں کی تعداد بیان کرتے ہوئے کہا کہ دو مؤذن متفق علیہ تھے: حضرت بلال، ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ تین مؤذن تھے حضرت ابو محذورہ کا اضافہ کرتے ہوئے حافظ اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سعد القرظ کو ملا کر جو قبا میں تھے چار تھے۔ (تلخیص الحبیر جلد ا صفحہ ۳۱۹)

ابو صالح دمشقی نے ابن قیم کے حوالہ سے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذن تھے (یعنی جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے لئے متعین فرمایا تھا) بلال، ام مکتوم مدینہ میں، سعد قرظ کو قبا میں، اور ابو محذورہ کو مکہ مکرمہ میں جن کا نام اوس بن مغیرہ الجمعی تھا۔ (السبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۸۸)

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے مزید تحقیق کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ مؤذن تھے: حضرت بلال، ابن ام مکتوم، سعد القرظ، ابو محذورہ، زیاد بن الحارث الصدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (السعایہ جلد ۲ صفحہ ۴۲)

کن مقامات اور احوال میں اذان مشروع ہے

علامہ عبدالحیٔ ذکر کرتے ہیں کہ اصل تو اذان کی مشروعیت اور اذان کا اولین مقصد نماز (باجماعت) کے لئے اطلاع کرنا ہے۔ مگر ان مقامات میں بھی مشروع ہے۔

❶ بچوں کی پیدائش کے وقت ان کے کان میں جیسا کہ ابو رافع کی روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن کے کان میں اذان دے رہے تھے۔

❷ صحراء یا جنگل میں جن یا بھوت کا احساس ہو کہ شیطان اذان سن کر بھاگتا ہے۔

❸ سواری پریشان کرے۔

۴ کوئی شخص پریشان ہو اور لوگوں کو پریشان کرے تو اس کے کان میں اذان دے۔
۵ غمزدہ شخص پر۔
۶ مرگی اور بے ہوش ہونے والے پر۔
۷ غیض غصہ میں مبتلا شخص پر۔
۸ لشکر کے مقابلہ کے وقت۔
۹ آگ لگنے کے وقت۔
۱۰ جو جنگل وصحرا میں جہاں کوئی شخص راستہ بتانے والا نہ ہو۔ (السعایہ جلد۲ صفحہ۴۵)

اذان اور امامت میں کون افضل ہے

ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مؤذن مسلمانوں (کی نماز کے) ذمہ دار ہیں اور امام ضامن ہے۔ اور مجھے اذان امامت سے زیادہ محبوب ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۱ صفحہ۴۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور گزارش کی کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤذن ہو جاؤ۔ اس نے کہا میں یہ نہ کرسکوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر امام بن جاؤ۔ اس نے کہا یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر امام کے مقابل (پیچھے) کھڑا ہوا کرو۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ۱۸۱)

فائدہ: اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے پوچھنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً فرمایا کہ مؤذن ہو جاؤ، پھر دوسرے نمبر پر امامت کو فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اذان امامت سے افضل ہے۔ تیسری بات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ مسجد میں اتنے پہلے آؤ کہ بالکل امام کے پیچھے جگہ مل جائے۔ یعنی صرف جماعت ہی میں شرکت نہیں بلکہ جماعت سے اتنے پہلے آؤ کہ امام کے بالکل پیچھے جگہ ملے۔ ظاہر ہے کہ اس کا التزام تکبیر اولیٰ سے بھی زیادہ اہتمام کا حامل ہے، اس لئے کہ کسی بھی صف میں رہ کر تکبیر اولیٰ یعنی امام کی تکبیر تحریمہ میں شریک ہو جائے گا مگر امام کے مدمقابل کھڑا ہونا اس کے لئے تو پہلے ہی آنا پڑے گا۔ تب یہ جگہ ملے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مؤذن لوگ تو ہم پر فضیلت حاصل کر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم بھی اسی طرح کہو جس طرح وہ کہہ رہا ہے۔ (یعنی اذان کے کلمات) اور جب ختم ہو جائے تو دعا کرو۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ۱۷۸)

فائدہ: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی افضلیت کو تسلیم کیا اس سے اس کا افضل ہونا معلوم ہو رہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ محدث رافعی نے احادیث سے (جو اس باب میں افضلیت پر دال ہیں)

اذان کی افضلیت پر استدلال کیا ہے۔ محدث بیہقی نے ”باب فضل التاذین علی الامامۃ“ قائم کیا ہے جس سے وہ اذان کی امامت پر افضلیت کو ثابت کر رہے ہیں۔

شرح احیاء میں ہے کہ علامہ نووی نے اذان کو امامت پر افضل قرار دیا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے اسی فضیلت کی وجہ سے حضرات صحابہ امامت سے بچتے تھے۔ (شرح احیاء جلد۲ صفحہ۱۷۴)

اس کے برخلاف امام غزالی امامت کو افضل قرار دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے اسی پر حضرات خلفاء اور ائمہ مقتدی نے بھی عمل کیا ہے شرح احیاء میں ہے کہ امامت کے افضل ہونے کی تصریح امام شافعی نے کتاب الام میں کی ہے۔ اور یہی رائے قاضی ابوطیب، دارمی، صاحب الافصاح کی ہے علامہ ازرعی نے کہا کہ اسی کو اکثر علماء نے راجح قرار دیا ہے۔ علامہ ردویانی نے امامت کی اولویت کو صحیح قرار دیا ہے۔

(اتحاف السادۃ صفحہ۱۷۴)

علامہ فرنگی محلی نے اس میں تین قول ذکر کیا ہے۔

1. امامت افضل ہے۔
2. اذان افضل ہے۔
3. دونوں برابر ہیں۔ (سعایہ صفحہ۴۳)

مؤذن کی تنخواہ کا حکم

حضرت ابوفروہ نے بیان کیا کہ سب سے پہلے جس نے مؤذن کا وظیفہ متعین کیا وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد۱ صفحہ۴۸۳)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنی نے جو امام الہدیٰ ہیں انہوں نے مؤذن کا وظیفہ متعین کیا۔ (سنن کبریٰ صفحہ۴۲۹)

فائدہ: بعض حدیث میں اذان پر اجرت و تنخواہ لینے کو منع کیا گیا ہے چنانچہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایسے مؤذن کو اختیار کرو جو اذان پر اجرت و تنخواہ نہ لے۔ (ابوداؤد ۷۹، ترمذی ۵۱)

اس حدیث پاک میں امام ترمذی لکھتے ہیں کہ اہل علم کی ایک خاص جماعت نے اجرت و تنخواہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (صفحہ۵۱)

چنانچہ بہتر یہ ہے کہ حسبۃً للہ خالص اللہ کے واسطے اذان دے اسی لئے حدیث پاک میں جو فضیلت ہے وہ محتسباً بلا اجرت ثواب کی نیت سے دینے پر ہے لیکن اگر گنجائش نہ ہو دیگر معاشی سہولت نہ ہو تو تنخواہ کا لینا اور وظیفہ متعین کرنا بھی درست ہے جلیل القدر صحابہ کرام نے درست قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ جو خلفاء راشدین میں ہیں انہوں نے مؤذن کا وظیفہ بیت المال سے متعین کیا اور خلفاء راشدین کا عمل قابل اتباع ہے۔ حدیث پاک میں ان کے طریقہ کے اختیار کرنے کا حکم ہے چنانچہ ابن ماجہ میں ہے تم پر میری اور خلفاء راشدین کی اتباع لازم ہے حضرت عثمان غنی کے اس عمل سے علماء نے جواز اخذ کیا ہے چنانچہ امام بیہقی نے سنن کبریٰ میں باب سے اس جواز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (صفحہ ۴۳۹)

اس کی ایک بہتر صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ طے اور متعین تو اپنی جانب سے نہ کرے کہ اتنا دوگے تب ہی اذان دوں گا، جوار باب نظم دے دیں تعاون سمجھ کر قبول کرلے چنانچہ حضرت قتادہ کی یہی رائے ہے کہ بلاشرط جو مل جائے درست ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۸۳)

ایک صورت یہ ہے کہ مؤذن کو اذان کے علاوہ مسجد سے متعلق دوسرے کام جھاڑو، صفائی پانی وغیرہ کے نظم پر لگادے اور اس خدمت پر تنخواہ متعین کرے، اور ہر ایک یہ سمجھے کہ ان خدمات کی تنخواہ ہے تو بلاشبہ اذان کی فضیلت کا حامل ہوگا عموماً ہمارے دیار میں مؤذن کے ذمہ ایسے امور ہوتے ہیں تو اس شکل میں گویا کہ وہ اذان کی اجرت نہیں لے رہا ہے تاہم یہ شکل نہ ہونے پر بھی مطلقاً اذان اور مؤذن کی تنخواہ جائز اور درست ہے۔ امام محمد نے مبسوط میں اذان، امامت، تعلیم درس تدریس کی تنخواہ کو جائز قرار دیا ہے امام مالک امام شافعی رحمہما اللہ بہر صورت جائز قرار دیتے ہیں۔

احناف کے یہاں متقدمین کے یہاں تو منع ہے مگر متاخرین علماء نے بلاقباحت جائز قرار دیا ہے۔

(معارف السنن جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، ہدایہ)

اذان کے بعد کی مسنون دعائیں

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھے قیامت کے دن اس پر میری شفاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ" (بخاری صفحہ ۸۶، ترمذی، نسائی صفحہ ۱۱۰)

ترجمہ: "اے اس دعاء تام کے اور قائم ہونے والی نماز کے رب۔ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو وسیلہ اور فضیلت کی دولت سے نوازے اور ان کو مقام محمود سے نوازے جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا۔"

حضرت ابودرداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب اذان سنتے تو یہ دعا فرماتے:

"اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوٰۃ القائمۃ صلّ علی محمد واعطہ سُؤالَہٗ یوم القیمۃ" (ترغیب صفحہ ۱۸۷)

ترجمہ: ''اے اللہ اس پوری دعا اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد پر رحمت کاملہ نازل فرمایئے اور قیامت کے دن ان کی مراد برلایئے۔''

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سنتے تو یہ دعا پڑھتے:

''اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة صلّ على عبدك ورسولك واجعلنا فى شفاعته يوم القيمة'' (ترغیب صفحہ ۱۸۸، سبل الہدیٰ صفحہ ۸۹)

ترجمہ: ''اے اس پوری دعا کے رب اور قائم ہونے والی نماز کے رب اپنے بندے اور رسول پر رحمت کاملہ نازل فرمایئے اور قیامت کے دن ان کی شفاعت نصیب فرمایئے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مؤذن کی اذان سنو تو یہ کہو:

''اللهم افتح اقافل قلوبنا بذكرك. واتمم علينا نعمتك من فضلك واجعلنا من عبادك الصالحين''

ترجمہ: ''اے اللہ اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کی بندش کو کھول دیجئے۔ اور اپنے فضل سے اپنی نعمت کو مکمل کر دیجئے۔ اور ہمیں صالح بندے میں بنا دیجئے۔'' (ابن سنی صفحہ ۴۱)

حضرت عبداللہ کی طویل حدیث میں ہے جو یہ کہے (اذان کے بعد) اس پر قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

''اللهم اعط محمدا الوسيلة واجعل فى العليّين درجته وفى المصطفين تحيته وفى المقربين ذكره'' (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۴۵، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۳۳۳، ابن سنی صفحہ ۴۰)

ترجمہ: ''اے اللہ ان کو وسیلہ سے نوازیئے۔ اور علیین میں ان کا درجہ بلند فرمایئے اور برگزیدہ لوگوں میں انکا ادب وتحیہ ہو اور مقربین میں ان کا ذکر ہو۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ اذان کے بعد یہ دعا پڑھے اور پھر اپنی حاجت مانگے:

''اللهم رب هذه الدعوة المستجابة المستجاب لها ودعوة الحق وكلمة التقوىٰ احيينا عليها. وامتنا عليها وابعثنا عليها واجعلنا من خيار اهلها محيا ومماتا''

ترجمہ: ''اے اللہ! اس مستجاب دعا کے رب جو دعا قبول کی جا چکی ہے جو دعا حق ہے کلمہ تقویٰ ہے

اسی پر ہمیں زندہ رکھئے اسی پر ہمیں موت دیجئے اسی پر ہمیں اٹھائیے اور ان کے پسندیدہ لوگوں میں ہمیں حیات وموت کے اعتبار سے کر دیجئے۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مؤذن کی اذان پر یہ کہتا ہے تو اللہ پاک اس کی دعا کو قبول فرماتے ہیں:

''اللھم رب ھذہ الدعوة التامة والصلٰوة القائمة صلّ علی محمد وارض عنا رضی لا سخط بعدہ'' (ابن سنی صفحہ ۳۹، مجمع الزوائد)

ترجمہ: ''اے اللہ اس دعا تام اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد پر رحمت نازل فرمائیے، اور ہم سے ایسے راضی ہو جائیے کہ اس کے بعد ناراضگی نہ ہو۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن کی اذان سنتے تو یہ کہتے:

''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ'' (سبل الھدیٰ جلد ۸ صفحہ ۸۹)

ترجمہ: ''گواہ ہوں کہ کوئی اللہ کے سوا معبود نہیں۔ گواہ ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔''

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اذان سنتے تو یہ دعا فرماتے: ''مرحبا بالقائلین عدلا وبالصلٰوة مرحبا واھلا'' (مطالب عالیہ صفحہ ۶۷، ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۸)

اس کے کہنے والے پر مرحبا ہے ٹھیک ٹھیک اے نماز مرحبا ہے خوش آمدید ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان کے بعد یہ درود پڑھے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

''اللھم صلّ علی محمد وبلغہ درجة الوسیلة عندك واجعلنا فی شفاعتہ یوم القیمة'' اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ بھیجئے اور ان کو اپنے نزدیک وسیلہ کے مرتبہ تک پہنچائیے۔ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت میں داخل فرمائیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بھی نماز کی اذان سنے اور یہ پڑھے تو قیامت کے دن اس کی شفاعت واجب ہو جائے گی:

''اللّٰہ اکبر اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا رسول اللّٰہ. اللھم اعط محمدا الوسیلة والفضیلة واجعل فی العلیین درجتہ وفی المصطفین محبتہ وفی المقربین ذکرہ'' (القول البدیع صفحہ ۱۸۳)

ترجمہ: ''اللہ بڑا ہے گواہ ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ گواہ ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

اے اللہ محمد کو وسیلہ اور فضیلہ سے نوازیئے اور اونچے لوگوں (فرشتوں) میں ان کا درجہ کر دیجئے۔ برگزیدہ لوگوں میں ان کی محبت ڈال دیجئے۔ مقرب لوگوں میں ان کا ذکر کر دیجئے۔"

مغرب کی اذان کے وقت کیا پڑھے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی اذان کے وقت یہ دعا سکھائی:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْ لِيْ"

(کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴۱۰، ابوداؤد صفحہ ۲۹)

ترجمہ: "اے اللہ یہ ترے رات کے آنے کے وقت ہے اور تیرے دن کے جانے کا اور یہ تیرے داعی کی آواز ہے۔ پس میری مغفرت فرما۔"

اذان کی رائج اور مشہور دعاء میں الدرجۃ الرفیعۃ وغیرہ کی علمی تحقیق

خیال رہے کہ صحاح میں جو دعاء اذان منقول ہے اس کے مقابلے میں جو ہمارے عرف اور زبانوں پر رائج ہے اس میں تین کلمات زائد ہیں:

1. "الدرجة الرفيعة"
2. "وارزقنا شفاعته"
3. "انك لا تخلف الميعاد"

"الدرجة الرفيعة" کے متعلق حافظ ابن حجر نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ کسی روایت میں یہ لفظ مروی نہیں ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۲۱)

ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ "الدرجة الرفيعة" جو زبانوں پر مشہور ہے علامہ سخاوی نے اس کے متعلق کہا ہے کہ میں نے کسی روایت میں نہیں پایا۔ (مرقات جلد ۱ صفحہ ۴۲۵)

علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں علامہ سخاوی کی مقاصد سے لکھا ہے۔ یہ مدرج ہے، کسی روایت میں نہیں پایا ہے۔ شفاء کے بعض نسخوں کے حوالے سے حضرت جابر کی روایت میں کسی نے ذکر کیا ہے مگر میں نے شفاء کے تمام نسخوں کو دیکھا تو کسی میں نہیں پایا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۷)

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے بھی یہی کہا کہ حافظ نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں علامہ سخاوی نے کہا کہ میں نے اسے کہیں نہیں پایا۔

السعایہ جلد ۳ صفحہ ۴۷۔ معارف السنن میں بھی ہے لا اصل لہا۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ اذان میں "الدرجة الرفيعة" کا لفظ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اذان کی دعا میں اسے داخل رکھا جا سکتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ بہتر تو یہی ہے کہ اسے داخل نہ رکھا جائے چونکہ اوراد اور دعاؤں میں منقول اور ماثور کا لحاظ رکھنا مامور اور مشروع ہے۔ ہاں مگر گنجائش ہے۔ درجۃ رفیعہ کا ثبوت گو یہاں لفظاً نہیں ہے مگر معنیً ہے۔ اور آپ کے لئے درجہ رفیعہ مطلوب ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو۔ اور وسیلہ کی شرح کرتے ہوئے حافظ نے لکھا ہے "**وتطلق على المنزلة العالية**" (جلد۲ صفحہ ۹۵)

درجہ رفیعہ سے مراد جنت اور تقرب الٰہی کے بلند درجات ہیں۔ اور وسیلہ کی تشریح میں جنت کے درجات عالیہ ثابت ہیں۔

چنانچہ علامہ عینی نے ایک حدیث ذکر کی ہے آپ نے فرمایا میرے لئے وسیلہ کا سوال کرو یہ جنت کا وہ بلند درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں کسی بندے کے لئے ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہوں گا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۲)

اسی طرح ایک حدیث سے درجہ رفیعہ کی دعا کا ثبوت مل رہا ہے چنانچہ محدث ابوالشیخ نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو اذان سنے پھر یہ کہے "**اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك لهٗ وان محمدا عبده ورسوله ابلغها الدرجة. والوسيلة عندك واجعلنا فى شفاعته يوم القيمة الا وجبت لهٗ الشفاعة**" (عمدہ القاری جلد۳ صفحہ ۱۲۴)

دیکھئے اس میں الدرجۃ کی دعا ہے جس سے درجات عالیہ اور درجات رفیعہ ہی مراد ہے۔ لہٰذا درجات رفیعہ کا ثبوت اس سے ہو رہا ہے۔ اسی طرح بروایت ابن مسعود اذان کی ایک دعا میں یہ کلمہ اسی طرح وارد ہے۔ "**اللهم اعط محمدا الوسيلة والفضيلة واجعل فى العليين درجته وفى المصطفين محبتهٗ والمقربين ذكره**" (القول البدیع صفحہ ۲۸۲)

سے بھی اس درجہ رفیعہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔ (ابن سنی صفحہ ۴۰)

نیز یہ کہ کسی محدث نے بھی اسے نہ کرنے اور نہ پڑھنے کو ذکر نہیں کیا۔ صرف عدم ثبوت کی تصریح کی ہے۔ اس کے کرنے پر نکیر یا ترک پر ترغیب نہیں بیان کیا ہے۔ بعضوں نے اس لفظ کو ذکر کیا ہے چنانچہ ابن سنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں جو دعاء اذان نقل کی ہے اس میں "**الدرجة الرفيعة**" ہے۔ (صفحہ ۳۸)

نیز یہ ایک اہم دلیل ہے کہ حضرت اقدس مسند الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب بے مثال تصنیف حجۃ اللہ البالغۃ میں دعاء اذان جو نقل کی ہے۔ اس میں "**الدرجة الرفيعة**" کو ذکر کرتے ہیں۔

(جلد۲ صفحہ ۸۱)

یا تو ان کے زعم میں کسی روایت یا اثر سے ثابت ہے یا اس کی گنجائش ہے۔ اور مشروع ہے تب ہی تو ذکر کیا ہے۔

اسی طرح تلخیص الحبیر میں بھی الرافعی کی دعاء اذان میں "الدرجة الرفيعة" ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ۸۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ اس پر نکیر اور اس کے ترک پر شدت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں دائر گنجائش میں ہے۔ کہ ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا اذان ابن سنی تلخیص میں الرافعی الوجیز کے حوالے سے اور حجۃ اللہ البالغہ میں مذکور ہے۔ "وارزقنا شفاعته"

معلوم ہوتا ہے کہ خطہ عرب کی رائج دعاؤں میں صرف "الدرجة الرفيعة" ہے یہ کلمہ نہیں ہے اسی وجہ سے اصحاب تحقیق اور نقد نے اس پر کچھ کلام ہی نہیں کیا ہے۔

چنانچہ اذان کی دعاء میں یہ بھی کسی روایت سے ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ بنوری معارف السنن شرح ترمذی میں لکھتے ہیں: "وارزقنا شفاعته فلا اصل لهٗ ايضا" (صفحہ۲۳۹)

چنانچہ تحقیق و تفتیش سے یہی معلوم ہوا کہ دعاء اذان کی کسی روایت میں یہ کلمہ اس طرح مروی اور ثابت نہیں ہے۔ گو یہ کلمہ اور لفظ ثابت نہیں مگر دعا شفاعت روایت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث مرفوع میں دعا اذان میں "اجعلنا فى شفاعته يوم القيمة" ہے جس سے معنی کا اثبات ہو رہا ہے اسی طرح ابن علان مکی نے "الفتوحات الربانية على اذكار النووية" میں طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دعا نقل کی ہے۔ "(صل) على عبدك ورسولك واجعلنا فى شفاعته يوم القيمة" جو اذان کے بعد یہ دعا پڑھے گا قیامت کے دن میری شفاعت سے نوازا جائے گا۔ (الفتوحات جلد۲ صفحہ۱۳۲)

رحمت نازل فرما اپنے بندے اور رسول پر۔ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت میں داخل فرما۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ دعاء اذان میں شفاعت کی دعا ثابت ہے۔ جیسا کہ "واجعلنا فى شفاعته" ہے۔ یہی مفہوم "وارزقنا شفاعته" کا ہے۔ لہٰذا دوسری حدیث میں اس کے ثابت اور مذکور ہونے کی وجہ سے دعا اذان میں اسے شامل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس لفظ کے ساتھ اس دعا میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر نکیر اور شدت سے منع وارد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ہاں نہ شامل کرے تو بہتر ہے۔

"انك لا تخلف الميعاد" اس کلمہ کا ثبوت تو صراحتاً احادیث سے روایت ہے۔ چنانچہ ارباب حدیث نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ محدث بیہقی نے سنن کبریٰ میں باب "بالقول اذا فرغ من ذلك" کے تحت جو جابر کی حدیث دعاء اذان نقل کی ہے اس میں "الذى وعدته انك لا تخلف الميعاد" ذکر کیا ہے۔

(سنن کبریٰ صفحہ۴۱۰)

چنانچہ علامہ عینی شرح بخاری میں دعاء اذان کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "**وفی روایة البیهقی الذی وعدته انك لا تخلف المیعاد**" (عمدۃ جلد۵ صفحہ۱۲۳)

اسی طرح اس زیادتی کو حافظ نے فتح الباری میں (جلد۲ صفحہ۹۵)

میں اس زیادتی کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح السعایہ میں بھی اس زیادتی کو بیہقی ہی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (جلد۲ صفحہ۴۷)

لہٰذا دعاء اذان میں "**انك لا تخلف المیعاد**" بعض سند میں ثابت ہونے کی وجہ سے پڑھنا اور اس کا اضافہ صحیح ہے۔

مقتدی کب کھڑے ہوں گے

سعید بن میسّب کہتے ہیں کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے یعنی تکبیر شروع کرے تو کھڑا ہونا لازم ہے۔
(فتح الباری صفحہ۱۲۰)

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب مؤذن (مکبّر) اللہ اکبر تکبیر شروع کرتا۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ۱۲۰)

سعید بن میسّب اور عمر بن عبدالعزیز اس وقت کھڑے ہونے کو لازم قرار دیتے تھے جب مؤذن اللہ اکبر (تکبیر شروع کرے)۔ (عمدۃ القاری صفحہ)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اس وقت کھڑے ہوتے جب کہ قد قامت الصلوٰۃ مؤذن کہتا ہے۔
(عمدۃ القاری صفحہ)

امام اعظم امام محمد اس کے قائل ہیں کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تب کھڑے ہوں اور جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر تحریمہ شروع کر دے۔ (عمدۃ القاری صفحہ)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی حدیث ہے کہ جیسے تکبیر شروع ہوتی ہم لوگ کھڑے ہو جاتے اور صف درست کرتے قبل کہ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لاتے۔ (مسلم عمدۃ القاری)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے نکلنے سے قبل ہم لوگ صف درست کرنے کے لئے (کھڑے) ہو جاتے۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن اللہ اکبر (تکبیر) شروع کرتا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لاتے صفوں کو برابر فرماتے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ۵۰۷)

امام مالک رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز مسجد میں ایسے لوگوں کو بھیجتے تھے جو لوگوں کو کہتے

تھے کہ نماز کے لئے جب اقامت شروع ہو جائے تو کھڑے ہو جائیں۔ (عبدالرزاق جلدا صفحہ ۵۰۶)

ابراہیم کی روایت میں ہے کہ وہ محتسب اور پہرے دار کو بھیجتے تھے کہ (وہ اس پر لوگوں کو عمل کرائیں) جب مؤذن اقامت شروع کرے تو نماز کے لئے لوگ کھڑے ہو جائیں۔ (ابن عبدالرزاق جلدا صفحہ ۵۰۶)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اولاً ایک آدمی کو صف درست کرنے کے لئے مقرر فرما دیتے تھے اور اس وقت تکبیر نہیں کہی جاتی تھی جب تک یہ منادی جاتے تھے کہ صف درست ہوگئی ہے۔ یعنی اس وقت نماز شروع ہوتی جب تک کہ صف درست نہ ہو جاتی۔ (ترمذی صفحہ ۳۱)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو درست فرمانے کے لئے نکلتے تھے۔ (ترمذی، بخاری صفحہ ۱۰۰)

فائدہ: خیال رہے کہ تکبیر اقامت کے وقت کھڑے ہونے کی متعدد صورتیں ہیں احادیث و آثار و اقوال فقہاء کے اعتبار سے ہر ایک کی گنجائش ہے۔ نہ شدت نہ ایک دوسرے پر ملامت۔ حی علی الصلوٰۃ اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت بھی کھڑے ہونے کا احادیث و آثار سے ثبوت ہے۔ امام اعظم امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ روایت سے بھی یہ منقول ہے۔ اور یہ بھی احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ شروع اقامت سے کھڑے ہو جائیں صف درست کی جائے پھر تکبیر تحریمہ امام کہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر کا اہتمام فرماتے کہ نماز سے قبل صف بندی ہو جائے۔ صف درست ہو جائے احادیث پاک میں صف بندی کی بڑی تاکید آئی ہے۔ اس سے غفلت پر سخت وعید و توبیخ ہے۔ اس کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین نے خصوصاً حضرت عمر فاروق حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کا اہتمام کیا تکبیر سے پہلے صف بندی ہو جائے یا تکبیر کے آغاز ہی میں لوگ کھڑے ہو کر صف بندی کر لیں چنانچہ انہی احادیث و آثار کے پیش نظر امت کا ایک طبقہ شروع اقامت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ خصوصاً اس دور میں لوگ صف کی رعایت اور صف بندی کر کے لوگ نہیں بیٹھتے اور تسویہ صفوف کی تاکید سے غافل ہیں اس لئے شروع اقامت سے کھڑے ہونا اور صف کا درست کرنا اولیٰ ہے اور احادیث و آثار کے موافق ہے لہٰذا اس پر ملامت کرنا اسے مسئلہ اور دین کے خلاف سمجھنا نادانی اور جہالت ہے۔ البتہ اس کا ثبوت تو کسی حدیث و آثار سے نہیں اور نہ خیر القرون کے تعامل سے ثابت ہے کہ امام مصلیٰ پر اولاً قوم کی طرف رخ کر کے بیٹھ جائے۔ مؤذن تکبیر کہے پھر حی علی الصلوٰۃ یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہو جائیں۔ امام کا مصلے پر بیٹھنا پھر یہ صورت اختیار کرنا اور اس پر شدت اختیار کرنا اس کے خلاف پر رد و ملامت کرنا یہ اصول شریعت سے نادانی اور جہالت کی بات ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اس موضوع پر لکھے گئے رسائل صدائے رفعت اور مقتدی کب کھڑے ہوں وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

اذان کے متعلق چند اہم مسائل و آداب

اذان سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کسی علاقے کے لوگ اذان بالکل چھوڑ دیں تو ان سے قتال کیا جائے گا۔
(فتح القدیر صفحہ ۲۴۰)

اذان و اقامت دونوں قبلہ رخ سنت ہے۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۲۵۲)

اذان فرض نماز کی ادائیگی کے لئے ہے خواہ قضا ہی کیوں نہ ہو۔ (سنت اور واجب کے لئے نہیں)۔
(الشامی صفحہ ۳۸۴)

کان میں انگلی دیتے ہوئے اذان سنت ہے۔ اقامت میں نہیں۔ (فتح صفحہ ۲۴۵، بحر الرائق صفحہ ۲۷۴)

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت چہرے کا دائیں بائیں پھیرنا سنت ہے۔ (فتح، الشامیہ صفحہ ۲۸۷)

اذان میں اذان کے کلمات کے درمیان وقفہ ہونا چاہئے اور ایک کلمہ دوسرے سے الگ ادا ہونا چاہئے۔
(طحاوی صفحہ ۱۰۵)

اذان میں اللہ اکبر کے کلمہ میں اللہ کے لام کو تھوڑا سا کھینچنا صحیح ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۲۷)

حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے وقت صرف چہرے کا پھیرنا مسنون ہے پیر اپنے جگہ پر جمے رہیں گے۔ (بحر صفحہ ۲۷۲)

اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ ہونا چاہئے کہ آدمی پاخانہ پیشاب اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو جائے۔ (فتح صفحہ ۲۴۴)

ناسمجھ بچے اور نشہ سے مست کی اذان کو لوٹایا جائے گا۔ (فتح صفحہ ۲۴۴)

وقت سے پہلے اذان دینے سے وقت کے بعد دوبارہ اذان دینا ضروری ہے۔ (فتح صفحہ ۲۵۳)

بلا وضو کے اذان دے دے تو جائز خلاف سنت ہوگا مگر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اقامت بلا وضو کے کہنا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۵۲)

اذان کے درمیان اگر بات کر لی گفتگو کر لی تو اذان کا اعادہ کرے۔ (الشامیہ صفحہ ۳۸۹)

چلتے ہوئے آدمی کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ رک کر اذان کا جواب دے اذان کے بعد سلام رسم کے طور پر کرنا بدعت ہے اس کا ترک واجب ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۳۹۰)

عورتوں بچوں کی جماعت کے لئے اذان کی اجازت نہیں۔ (الشامیہ صفحہ ۳۹۱)

عیدین، جنازہ، کسوف اور خسوف، استسقا اور تراویح کے لئے اذان درست نہیں۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۶۹)

فاسق وفاجر کی اذان مکروہ ہے۔ اگر اذان دے دی تو اب دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں۔
(البحر الرائق صفحہ ۲۷۸)
محلے اور شہروں میں جہاں اذان ہوتی ہو وہاں گھر میں نماز پڑھنے والوں کے لئے اذان اقامت نہ کہے تو درست ہے۔ (بحر صفحہ ۲۷۹)
اذان کے تمام کلمات کے آخر میں جزم اور سکون رہے گا حرکت نہیں ادا کی جائے گی۔ (شامی صفحہ ۳۸۶)
پہلے اللہ اکبر کے کلمہ میں زبر اور پیش دونوں کی اجازت ہے۔ (شامی صفحہ ۳۸۶)
اگر کسی نے اذان بہت جلدی جلدی دے دی تو دوبارہ پھر سے آہستہ آہستہ دینا مستحب ہے۔
(الشامی صفحہ ۳۸۷)
فاسق (جس کا گناہ کبیرہ میں مبتلا ہونا معروف ہو) اس کی اذان مکروہ ہے۔ (الشامی صفحہ ۳۹۲، طحطاوی صفحہ ۱۰۰)
ایک مؤذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے۔ (الشامیہ صفحہ ۴۰۰)
عین مسجد کے اندر اذان دینا مکروہ ہے۔ (طحطاوی علی اعراقی صفحہ ۱۰۷، بحر الرائق صفحہ ۲۶۸)
گانے کی طرح ترنم کی شکل بنا کر اذان دینا مکروہ تحریمی ہے۔ (طحطاوی علی الراقی صفحہ ۱۰۷)
عورت کو اذان دینا درست نہیں اسی طرح خنثیٰ بھی عورت کے حکم میں ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۸، بحر الرائق صفحہ ۲۷۷)
قضا نماز کی ادائیگی کے لئے اذان اور اقامت مسنون ہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۸، الشامیہ)
مختلف قضاء نمازوں میں صرف پہلی مرتبہ اذان اس کے بعد ہر ایک کے لئے اقامت کہنا یہ بھی صحیح ہے۔
(طحطاوی صفحہ ۱۰۹)
اذان کے درمیان کھانسنے سے احتیاط کرے۔ ہاں مگر آواز درست کرنے کے لئے گنجائش ہے۔
(الشامیہ صفحہ ۳۸۹)
اذان کا جواب دینا سنت ہے۔ اسی طرح تکبیر کا جواب دینا بھی مستحب ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۷۳)
اذان کی آواز سننے کے وقت باتوں کو بند کر دینا چاہئے اذان سننے اور جواب دینے میں مشغول ہونا چاہئے۔
(بنایہ جلد ۲ صفحہ ۳۲)
جنبی کے لئے بھی اذان کا جواب دینا ہے۔ جواب دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ (الشامیہ صفحہ ۳۹۶)
ان لوگوں کو اذان کا جواب دینا منع ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے والے کو۔ حائضہ اور نفساء کو۔ پاخانہ اور پیشاب کرنے والے کو۔ (الشامی)
مؤذن کے انتخاب کا حق یا تو مسجد کے بانی کو ہے یا پھر اہل محلّہ کو۔ (الشامیہ صفحہ ۴۰۰)

تلاوت کرنے والے کو بہتر ہے کہ اذان کا جواب دے پھر تلاوت کرے۔ (طحطاوی)

اگر اس محلے کی مسجد کی اذان نہیں ہے دوسرے مسجد کی اذان ہے تو پھر گنجائش ہے کہ تلاوت میں مشغول رہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۹)

بعضوں نے کہا مسجد میں بیٹھا تلاوت کر رہا ہے تو تلاوت کرتا رہے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۹)

اذان اور امامت کی تنخواہ شرعاً درست ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۶۸)

مسافر کے لئے سفر میں اداء نماز کے بعد اذان و اقامت مسنون ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۲۷۹)

اذان اور اقامت کے وقت کھانسنا منع ہے۔ (فتح صفحہ ۲۴۸)

اوقات نماز کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور تعلیمات کا بیان

اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل الاعمال ہے

حضرت امام فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ افضل اعمال کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو اول وقت میں ادا کرنا۔ (ابوداؤد ترمذی صفحہ ۶۱، دار قطنی صفحہ ۲۴۸)

حضرت امام فروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ احب الاعمال، اللہ کے نزدیک تمام اعمال میں پسندیدہ ومحبوب عمل یہ ہے کہ نماز کو اول وقت میں ادا کیا جائے۔ (دار قطنی صفحہ ۲۴۷)

شروع وقت میں نماز ادا کرنا خوشنودی رب کا باعث

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول وقت میں نماز ادا کرنا خدا کی خوشنودی کا باعث ہے اور آخری وقت میں ادا کرنا خدا کی طرف سے معافی ہے (یعنی اجازت ہے)۔

(ترمذی صفحہ ۴۳، مشکوٰۃ صفحہ، دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۴۹)

ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول وقت خدا کی رضا مندی کا باعث۔ بیچ کا وقت رحمت خداوندی کا باعث اور آخری وقت معافی ہے۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۵۲)

فائدہ: ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ اول وقت میں ادا کرنا۔ نیکی کی طرف سبقت اور جلدی کرنا ہے۔ اس لے عبادت میں جلدی کی یہی خوشنودی الٰہی کا سبب ہے اور آخری وقت سے مراد آخری مکروہ وقت ہے جیسے عصر کی نماز سورج میں زردی آجانے کے وقت ادا کرنا۔ (مرقات جلد ا صفحہ ۴۰۵)

اول وقت میں ادا کرنا وجوب جنت کا باعث ہے

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جو اول وقت میں اس خوف سے نماز پڑھ لے کہ کہیں نماز رہ نہ جائے اس کے لئے جنت واجب ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۶۱)

فائدہ: حد درجہ مشغولیت ومصروف آدمی اس خوف سے اول وقت میں پڑھ لے کہ کہیں مشغولیت زیادہ تاخیر

یا قضاء کا باعث نہ ہو جائے اسی طرح بیمار آدمی جب اول وقت میں سہولت پائے یا مسافر آدمی کبھی بعد میں پڑھنے کا موقع نہ ملے تو اول وقت میں ہی پڑھ لینا بہتر ہے مسافر کے لئے تو اول وقت ہی میں فارغ ہو جانا بہتر ہے کہ بسا اوقات سفر کے مواقع بعد میں پیش آ جاتے ہیں پھر پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اول وقت کی نماز عرش پر جا کر مغفرت کا باعث

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ اول وقت میں ہی نماز پڑھ لیتا ہے تو وہ نماز آسمان پر چڑھتی ہے یہاں تک کہ عرش پر پہنچتی ہے اور اس کے لئے قیامت میں دعائے مغفرت کرتی ہے اور کہتی ہے خدا تمہاری حفاظت کرے جیسا کہ تو نے میری حفاظت کی۔ (کنز العمال: ۳۶۱/۷)

فائدہ: بسا اوقات تاخیر کی وجہ سے نماز رہ جاتی ہے کبھی مکروہ وقت کی نوبت آ جاتی ہے کبھی قضاء ہو جاتی ہے اس لئے اول وقت میں پڑھ لینا گویا اس کو محفوظ کر لینا ہے خیال رہے کہ سفر میں یا انفرادی حالت میں اس کی فضیلت ہے جماعت چھوڑ کر تنہا اول وقت میں پڑھ لینا باعث فضیلت نہیں کہ جماعت چھوڑ کر تنہا ادا کرنے کی شکل ممنوع ہے ہاں جہاں جماعت کی شکل نہ ہو یا جماعت کے ساتھ اول وقت میں ہو تو ٹھیک ہے۔

اول وقت کو ایسی فضیلت جیسی آخرت کو دنیا پر

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول وقت کو آخر وقت پر ایسی فضیلت ہے جیسی آخرت کو دنیا پر۔ (ترغیب صفحہ ۲۵۶)

اول وقت میں نماز ادا کرنا زیادتی ثواب کا باعث

حضرت عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر خدا کا ذکر لازم ہے اور یہ کہ نماز کو اول وقت میں ادا کرو، اس سے اللہ تعالیٰ ثواب زیادہ دے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۳۰۳)

فائدہ: خیال رہے کہ اول وقت میں جو نماز کی فضیلت مذکور ہے وہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں نہیں بلکہ بعض نماز میں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور قول سے گرمی میں ظہر میں ذرا تاخیر اور مغرب میں ہمیشہ جلدی پڑھنا ثابت ہے سوائے بدلی کی صورت میں۔ چنانچہ محدث ابن خزیمہ فرماتے ہیں: "الصلاة فی اول وقتها لبعض الصلاة دون جمیعها" (مجمع ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۶۹)

ملا علی قاری نے اس سے مراد وقت مستحب جو ہے اس میں شروع ہی میں پڑھنا مراد لیا ہے۔

(مرقات جلد ا صفحہ ۴۰۵)

اسی طرح بیشتر اصحاب تحقیق نے مطلقاً اول وقت سے مراد وقت مستحب کا اول وقت ہی مراد لیا ہے۔

وقت مکروہ میں یا وقت گزرنے کے بعد پڑھنے پر سخت وعید

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے کہ نماز کو وقت سے موخر کر کے پڑھیں گے۔ (یعنی وقت گزرنے دیں گے اور مکروہ یا قضا وقت کر کے پڑھیں گے)۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۲۴)

تاخیر سے نماز پڑھنے والوں کے لئے ویل جہنم

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے "الذین ھم عن صلاتھم ساھون" کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھتے ہیں۔ (ترغیب صفحہ ۳۸۷، مجمع الزوائد صفحہ ۳۲۵)

پرانے کپڑے کی طرح نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز کو اپنے وقت کے علاوہ پڑھے (یعنی ایسی تاخیر سے جو مکروہ ہو یا قضا کر کے) اور نہ ٹھیک سے وضو کرے اور نہ خشوع وخضوع کے ساتھ اسے پورا کرے، اور نہ رکوع وسجدہ ٹھیک سے کرے تو ایسی صورت میں وہ نہایت ہی سخت وتاریک وسیاہ ہو کر ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ خدا تجھے ضائع کرے جس طرح تم نے مجھے ضائع کیا پھر اللہ جیسا چاہتا ہے ہو جاتی ہے پرانے بوسیدہ کپڑے کی طرح اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۵۸)

فائدہ: نماز کے مردود اور غیر مقبول ہونے میں مختلف اسباب اور باتوں کو دخل ہے اس میں ایک سبب نماز کو مؤخر کر کے پڑھنا بھی ہے جو سستی اور غفلت اور کوتاہی سے پیدا ہوتا ہے پرانے کپڑے کی طرح منہ پر ماردی جاتی ہے۔

نماز کو مؤخر کرنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تمہارے امراء حکام نمازوں کی جان نکالیں گے یا نمازوں کو اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے۔
(مسلم صفحہ ۲۳۰، مشکوٰۃ صفحہ ۶۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک نقل کرتے ہیں کہ عنقریب ہمارے بعد ایسے حکام ہوں گے جو نماز کو دوسروں کاموں کی وجہ سے وقت سے مؤخر کر دیں گے یہاں تک کہ نماز کا وقت ہی چلا جائے گا تو تم نماز اپنے وقت پر پڑھ لینا کسی نے پوچھا ان کے ساتھ بھی نماز پڑھوں گا آپ

ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۲، مجمع الزوائد صفحہ ۳۲۵، مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۱)

عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ ولید بن عقبہ نے ایک نماز کو وقت سے مؤخر کردیا (یعنی تقریر کرتا رہا یہاں تک کہ نماز کا وقت مستحب ختم ہو کر مکروہ وقت آگیا) حضرت عبداللہ بن مسعود نے اقامت کہی اور لوگ ان کے ساتھ نماز پڑھنے لگے ولید نے معلوم کرایا! تم کو اس کام پر کس نے آمادہ کیا؟ کیا امیر المؤمنین کا کوئی حکم آیا یا خود سے کوئی بدعت ایجاد کی حضرت ابن مسعود نے کہا نہ امیر المؤمنین کا کوئی حکم آیا نہ بدعت ایجاد کی بلکہ خدا اور رسول ﷺ نے منع کیا کہ ہم تمہارے نماز کے انتظار میں رہیں اور تم اپنے کام میں لگے رہو (یعنی تمہارے ساتھ تاخیر میں موافقت کے بجائے اپنی نماز صحیح وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے)۔

(مجمع صفحہ ۳۲۴)

حکام کی تاخیر میں موافقت کے بجائے صحیح وقت میں نماز ادا کرنے کا حکم

حضرت ابوذر غفاری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب حکام لوگ نماز کی جان نکالیں گے یا اپنے وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں گے؟ حضرت ابوذر نے پوچھا پھر آپ ﷺ کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے صحیح وقت پر نماز پڑھو۔ پھر ان کے ساتھ بھی پڑھنا پڑھے تو اسے بھی پڑھ لو یہ تمہاری نفل ہو جائے گی۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۲، مسلم صفحہ ۲۳۰)

فَائِدَہ: آپ ﷺ کی پیشین گوئی بنی امیہ کے زمانے میں پوری ہوگئی، ولید حجاج وغیرہ طویل خطبہ دیتے تھے اور نماز کو وقت مستحب سے مؤخر کردیتے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اپنی نماز وقت مستحب میں پڑھ لے۔ ظہر اور عشاء کو تو دوبارہ نفل کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے کہ اس کے بعد نفل کا وقت رہتا ہے۔ مغرب عصر اور فجر میں دوبارہ نفل نہیں پڑھ سکتا اس لئے پڑھنا ممنوع ہے۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ نفل کے طور پر دوبارہ پڑھنے کو اس وجہ سے کہا تاکہ کمی کی تلافی ہو جائے۔ (مرقات صفحہ ۴۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حاکم حکماء بڑے سربراہ وغیرہ کی رعایت اور موافقت میں نماز کو مستحب سے مؤخر کرنا درست نہیں ہے ایسی حالت میں جماعت چھوڑ کر تنہا مستحب وقت میں نماز پڑھ لے اور مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کرے "لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق"

نماز میں تاخیر کرنا ہلاکت کا باعث ہے

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ و حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ لوگوں کو تعلیم دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز کو اسی وقت پڑھو جو وقت اللہ پاک نے اس کے لئے مقرر کیا کہ بے وقت پڑھنے میں ہلاکت ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۱۶)

اہل وعیال و مال کی ہلاکت سے برا ہے بے وقت نماز کا پڑھنا

نوفل ابن معاویہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کے اہل و عیال اور مال کا ہلاک ہونا بہتر ہے اس سے کہ نماز اپنے وقت سے فوت ہو جائے۔

(مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۸۳، ترغیب جلد ا صفحہ ۳۸۷)

فائدہ: یعنی نماز کا اپنے وقت سے موخر ہو جانا اس سے زیادہ خسارے اور گھاٹے اور رنج فکر کا باعث ہے جتنا کہ تمام اہل وعیال و جائداد کا ہلاک ہو جانے سے ہوتا ہے مگر افسوس صد افسوس عموماً فجر میں نیند اور راحت میں خلل نہ آئے قضا کر دیتے ہیں خصوصاً جوانوں کا طبقہ تو اس میں بکثرت مبتلا ہے۔ وقت پر فجر ادا کرنے کی اہمیت جاتی ہے۔ یہ نفاق عملی کی علامت ہے۔

اپنے وقت میں نماز ادا کرنا

ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ مجھ سے اس گھر والے نے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ حدیث بیان کی ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے پوچھا خدائے تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے پوچھا پھر کون سا عمل؟ تو آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ بھلائی۔ میں نے پوچھا پھر کون سا تو آپ نے فرمایا: راہِ خدا میں جہاد۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۷۶)

اپنے وقت پر نماز ادا کرنا جنت میں داخلہ کا باعث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ایک دن اپنے اصحاب کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پاک تم لوگوں سے کیا فرما رہے ہیں؟ انہوں نے کہا اللہ و رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اللہ پاک اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں جس نے نماز کے وقت میں نماز ادا کیا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جس نے غیر وقت (مکروہ یا قضاء وقت) میں ادا کیا، چاہے اس پر رحم کروں یا عذاب دوں۔ (مجمع جلد ا صفحہ ۳۰۲)

حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے یہ فرماتے ہیں کہ جو اپنے وقت پر نماز ادا کرے اور اس کی حفاظت کرے اور اس کے حق کو کمتر سمجھتے ہوئے ضائع نہ کرے اس سے میرا عہد و پیمان ہے کہ اسے جنت میں داخل کروں گا۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۵۸)

وقت پر نماز ادا کرنا مغفرت کا سبب

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ پانچ وقت کی نماز

خدائے پاک نے فرض کی ہے جو اچھی طرح وضو کرے اپنے وقت پر اسے ادا کرے رکوع سجود ٹھیک سے کرے اور خشوع کے ساتھ پڑھے تو اللہ کا عہد اس سے ہے کہ وہ اس کی مغفرت فرمادے۔ اور جو ایسا نہ کرے اللہ کا اس سے کوئی عہد نہیں خواہ عذاب دے یا معاف فرمادے۔ (ترغیب جلد اصفحہ ۲۵۷، ابوداؤد، نسائی)

فَائِدَہ: نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا فرض ہے وقت گزرنے دینا اور قضاء پڑھنا بلا عذر شدید کے ناجائز اور اس پر سخت وعید ہے خیال رہے کہ وقت جواز کے اندر پڑھنا واجب ہے اور وقت مستحب میں پڑھنا باعث فضیلت ہے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ وقت مستحب میں ادا کرنا حب الاعمال ہے۔ (جلد ۵ صفحہ ۱۴)

اپنے وقت میں پڑھنے سے مراد یہ بھی ہے کہ خارج وقت میں نہ پڑھے وقت گزرنے سے بچائے۔ نماز کو وقت گزرنے کے بعد پڑھنا حرام ہے۔ (جلد ۵ صفحہ ۱۴)

بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ کام میں مصروف رہتے ہیں وقت گزرتا رہتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتے بڑی بری بات ہے۔

صبح کی نماز کا مسنون وقت

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز فجر (صبح صادق کے بعد فوراً) تاریکی میں ادا فرمائی پھر دوسرے دن خوب روشنی میں ادا فرمائی پھر فرمایا ان ہی دونوں وقتوں کے درمیان صبح کا وقت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح کی نماز کا وقت پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح صادق ہوتے ہی پڑھا پھر دوسرے دن روشنی میں پڑھا پھر آپ نے فرمایا کہاں ہے معلوم کرنے والا؟ انہی دو وقتوں کے مابین وقت ہے۔ (مجمع صفحہ ۳۱۷، بزاز)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ فجر کا وقت صبح صادق ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے اور طلوع شمس تک رہتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن خوب روشنی میں طلوع شمس سے پہلے پڑھ کر دکھایا۔

ذرا روشنی ہو جانے پر صبح کی نماز ادا فرماتے

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے کہ آدمی اپنے بغل والے کو پہچانتا تھا یعنی روشنی ہو جاتی تھی۔ (بخاری جلد اصفحہ ۷۸)

قیس بن السائب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اس وقت ادا فرماتے جس وقت آسمان میں روشنی آجاتی۔ (مجمع جلد اصفحہ ۳۰۵)

عبداللہ بن سحرہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوطریف نے بیان کیا کہ وہ قلعہ طائف کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ تے وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو رسول پاک ﷺ فجر کی نماز اس وقت پڑھاتے تھے کہ اگر کوئی آدمی تیر پھینکتا تو وہ اپنے تیر کی جگہ کو دیکھ لیتا۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۵)

عروہ بن مفرس کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے جب صبح کا وقت شروع ہوتا۔

(بزاز صفحہ ۱۹۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں عورتیں چادر اوڑھے آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جاتیں تھیں اور نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس ہوتی تھیں تو ایک دوسرے کو نہیں پہچانتی تھیں اندھیرا ہونے کی وجہ سے۔ (بخاری، ترمذی صفحہ ۴۰، ابوداؤد، ابن ماجہ)

فائدہ: آپ ﷺ فجر کی نماز کبھی بالکل صبح ہوتے ہی پڑھتے کبھی روشنی ہونے پر ادا فرماتے۔ امام طحطاوی فرماتے ہیں آپ ﷺ نے دونوں وقت میں پڑھ کر دونوں کی اجازت اور گنجائش دی۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۵)

تاکہ امت کو آسانی رہے خیال رہے کہ آپ ﷺ نے صبح ہوتے ہی اندھیرے میں نماز پڑھتے اور اندھیرے میں فارغ بھی ہوتے مگر آپ ﷺ نے اندھیرے میں پڑھنے کی تاکید نہیں کی بلکہ روشنی میں پڑھنے کا حکم دیا اور تاکید فرمائی اور زیادتی ثواب کا باعث قرار دیا۔

صبح کی نماز کو روشنی آجانے پر پڑھنے کا حکم فرماتے

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے صبح کو روشنی ہو جانے دو اس سے تمہیں زیادہ ثواب ملے گا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۱، ابن ماجہ صفحہ ۴۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا صبح کی نماز روشنی ہو جانے کے وقت پڑھو اس میں زیادہ ثواب ہے۔ (کشف الاستار صفحہ ۱۹۴، مجمع صفحہ ۳۱۵)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز روشنی ہو جانے کے وقت پڑھو۔ اس میں تمہیں زیادہ ثواب ہے۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، مجمع صفحہ ۳۱۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ صبح روشن وقت میں پڑھو اس میں تمہیں زیادہ ثواب ہے۔ (مجمع صفحہ ۳۱۵)

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ صبح کے وقت کو روشن ہونے دیا کرو یہاں تک کہ لوگوں کو اپنے تیر کا مقام نظر آجائے روشنی کی وجہ سے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۳۱۶)

حضرات صحابہ وتابعین بھی روشنی کے وقت پڑھتے

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے ساتھ صبح کی نماز روشنی کے وقت پڑھتے تھے۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۸، عبدالرزاق صفحہ ۵۶۹)

حضرت علی بن ربیعہ کہتے ہیں میں نے سنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے مؤذن سے کہہ رہے تھے روشنی ہونے دو روشنی ہونے دو یعنی صبح کی نماز میں۔ ابن ایاس کہتے ہیں سعید بن جبیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اپنے مؤذن سے کہتے تھے روشنی ہونے دو صبح کی نماز میں (یعنی روشنی ہونے دو تب اقامت کہنا اور نماز شروع کرنا)۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۶۹، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۲)

حضرت زیاد بن المقطع کہتے ہیں کہ ہم نے حسین بن علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو دیکھا کہ خوب روشنی جب ہو جاتی تو صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۱)

حضرت جبیر بن نفیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ایک مرتبہ نماز اندھیرے میں پڑھائی تو حضرت ابو درداء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا یہ نماز روشنی ہو جانے پر پڑھا کرو یہ زیادہ فقہ اور سمجھ کی بات ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۲۲)

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا جتنا صبح کی نماز کا اِسفار (روشنی) میں پڑھنے پر اتفاق ہو گیا تھا، اتنا اتفاق اور کسی امر پر نہیں ہوا، یعنی سبھی اِسفار پر عامل یا قائل تھے)۔ (طحطاوی صفحہ ۱۰۹، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۲)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور سفیان ثوری اور حسن بن حی اِسفار کو افضل قرار دیتے تھے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۱۷)

حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ صبح کا وقت تو طلوع فجر سے ہی شروع ہو جاتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ اسے اسفار روشنی کے وقت پڑھا جائے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۵۶۹)

ابن طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت طاؤس صبح کی نماز روشنی ہونے پر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب صبح اسفار میں پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۲)

بشیر عروہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علقمہ کے ساتھ سفر کیا تو وہ روشنی ہونے پر صبح کی نماز پڑھتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱)

(خلیفہ راشد) حضرت عمر بن عبدالعزیز صبح کی نماز اسفار میں پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۲)

فَائِدَہ: ان تمام احادیث وآثار صحابہ سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے طلوع صبح صادق کے بعد اندھیرے میں بھی پڑھا ہے اور اسفار روشنی ہونے کے بعد بھی پڑھا ہے دونوں سنت ہے البتہ اسفار میں پڑھنا زیادہ باعث فضیلت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اسفار میں پڑھا بھی ہے اور اس میں پڑھنے کی تاکید فرمائی اور اس

میں زیادہ ثواب بتایا کہ اس میں لوگوں کو جو پہلے سے اٹھے اور بیدار نہیں رہتے بلکہ صبح صادق کے بعد یا اذان کے بعد بیدار ہوتے ہیں یا ذرا تاخیر سے اٹھتے ہیں ان کو بھی جماعت میں شرکت کا موقع مل جاتا ہے۔ جس سے ثواب کا اضافہ ہوتا ہے اس دور میں تو یہی بہتر ہے کہ اب تہجد کے وقت اٹھنے اور نماز پڑھنے کا ماحول جاتا رہا عشاء کے بعد دیر سے سوتے ہیں دیر سے اٹھتے ہیں اسفار میں پڑھنے سے یہ لوگ جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔
عہد صحابہ اور خیر القرون میں تہجد کا ماحول تھا، تہجد کے بعد صبح صادق تک بیدار اور عبادات میں مصروف رہتے تھے اس لئے صبح صادق کے بعد اندھیرے ہی میں نماز پڑھ لینا سہل اور بہتر تھا سب شریک جماعت ہو جاتے تھے اس وجہ سے ہمارے اکابر نے رمضان المبارک میں کہ سب لوگ سحری اور عبادت کی وجہ سے جاگے رہتے ہیں صبح صادق کے اندھیرے میں پڑھنے کا معمول بنایا ہے اس طرح غَلَس اندھیرے اور اسفار روشنی دونوں پر عمل ہو گیا۔

موسم کے اعتبار سے غَلَس اور اسفار

ملا علی قاری نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت معاذ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یمن بھیجا تو فرمایا کہ جب سردی کا موسم ہو تو فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھو لوگوں کی طاقت کے اعتبار سے قرات طویل کرو ان کو تعب میں مت ڈالو اور موسم گرما ہو تو فجر کی نماز اسفار میں پڑھو کہ رات چھوٹی ہوتی ہے لوگ سوتے ہوتے ہیں لہٰذا ان کو موقعہ دو کہ جماعت پالیں۔ (مرقات صفحہ ۴۰۷)
اس سے معلوم ہوا کہ لوگوں کی رعایت جماعت کی وجہ سے غَلَس اور اسفار کی فضیلت ہے اس روایت کے پیش نظر جاڑے میں غَلَس افضل ہے اور گرمی میں اسفار کا بہتر ہونا معلوم ہوتا ہے۔

عورتوں کے لئے نماز کا افضل وقت کیا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھتی تھیں پھر جب اپنے گھر لوٹتیں تو ان کو اندھیرے کی وجہ سے پہچانا نہیں جاتا تھا۔ (بخاری، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۰)
حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں صبح کی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوتی تھیں اور اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس ہوتی تھیں تو صبح کی تاریکی اور اندھیرے کی وجہ سے ان کو پہچانا نہیں جاتا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)
فائدہ: خیال رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روشنی میں نماز پڑھنے کو فرمایا ہے مردوں کے متعلق ہے چونکہ وہ جماعت کے لئے اپنے گھروں سے مسجد حاضر ہوں گے عورتوں کو چونکہ اپنے گھروں میں نماز پڑھنی ہوتی ہے آپ نے اس کی تاکید بھی فرمائی ہے اور اسے افضل بھی قرار دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اندھیرے میں نماز فجر

میں شریک بھی ہوتی تھیں اس لئے عورتوں کے لئے فجر کی نماز غَلَس اندھیرے میں صبح صادق کے بعد بھی روشنی ہونے سے قبل پڑھنا افضل اور سنت ہے ابن نجیم "البحر الرائق" میں ذکر فرماتے ہیں "الافضل للمراۃ فی الفجر الغلس" (صفحہ ۲۶۰)

اسی طرح ایک اور مقام پر مردوں اور عورتوں کی نماز کے درمیان مختلف فرقوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "ولا یستحب فی حقھا الاسفار بالفجر" عورتوں کے لئے فجر کی نماز میں اسفار (روشنی میں پڑھنا) مستحب نہیں۔ (جلد اصفحہ ۳۳۹)

یعنی اندھیرے میں پڑھنا مستحب اور افضل ہے اسی طرح علامہ حصکفی نے الدر المختار میں اور علامہ الشامی نے الرد المحتار میں عورتوں کو غَلَس اندھیرے میں نماز پڑھنا افضل قرار دیا ہے۔ (جلد اصفحہ ۳۶۶، مصری)

صبح کی نماز وقت پر نہ پڑھ سکنا منافق کی پہچان

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ دو نمازیں منافق پر بہت بھاری ہوتی ہیں۔ عشاء اور فجر۔ (بخاری صفحہ ۹۰، مسلم ترغیب جلد اصفحہ ۲۶۸)

فَائِدَہ: فجر کی نماز کا وقت پر نہ پڑھ سکنا اور اس کا بہت مشکل ہونا یہ منافق ہونے کی پہچان ہے۔ یعنی مؤمن ایسا نہیں کرسکتا۔

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ہم لوگ (اصحاب کی جماعت) جب کسی کو فجر وعشاء میں (اس کی جماعت میں) نہ پاتے تو ان سے بدگمان ہو جاتے تھے (کہ شاید مؤمن نہیں منافق ہے)۔

(ترغیب جلد اصفحہ ۲۶۸)

فَائِدَہ: دیکھئے ایمان کی شان اور مؤمن کی بنیادی علامت ہے کہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ اپنے وقت پر پڑھے فجر کی نماز کو وقت پر نہ پڑھنا منافق ہونے کی پہچان ہے یعنی ان کو منافق خیال کرنے لگ جاتے تھے۔

بڑے افسوس اور حسرت ورنج کی بات ہے کہ امت کا ایک اچھا خاصہ طبقہ جو ماحول میں اہل علم ہونے کی وجہ سے یا کچھ دینی تعلق ہونے کی وجہ سے دیندار کہلاتا ہے وہ بھی فجر کی نماز وقت پر پڑھتے نہیں یا پابند نہیں۔ عوام اور بے دینیوں کا تو کیا پوچھنا؟ حیرت ہے کہ فجر کی نماز وقت پر نہ پڑھنے کا رنج واحساس بھی نہیں، بس یہ عذر کافی سمجھتے ہیں کہ نیند نہیں ٹوٹتی۔ اسی طرح جوانوں کا وہ طبقہ جو اور نمازوں کا پابند ہے فجر میں تغافل کا شکار ہو جاتا ہے اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے جس قدر لوگ ظہر عصر مغرب وعشاء میں ہوتے ہیں اس کا چوتھائی بھی فجر کی نماز میں نہیں آتے، آخر کیا بات ہے؟ یہ تو منافق کی علامت ہے۔ مؤمن کی شان سے بعید ہے ذرا کلفت اور مشقت برداشت کر کے تھوڑی دیر نیند قربان کر کے وقت پر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ ذرا اس کی اہمیت ذہنوں میں ڈالیں گے،

کچھ قربانی دیں گے، کچھ عادت بنائیں گے تو ضروری وقت کے پابند ہو سکتے ہیں۔ رہا عذر کہ نیند نہیں ٹوٹتی تو یہ عذر معتبر نہیں، کسی کو متعین کر دیں، الارم والی گھڑی کا انتظام کریں۔ ایسوں پر یہ امور لازم ہیں۔ جو فرض ہے اس کے اسباب کا اختیار کرنا فرض ہے، اسی طرح غسل کی حاجت ہو جاتی ہو تو غسل کی سہولت کا اختیار کرنا بھی اس کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے تاکہ ادائے فرض میں کوتاہی نہ ہو۔ جاڑے کا موسم ہو، ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہو تو گرم پانی کے اسباب اختیار کرنا واجب ہے۔ بہر حال جس وجہ سے فرض اور واجب کے ادا کرنے میں رکاوٹ اور کوتاہی ہو رہی ہو اس کا دور کرنا اور اس پر مال کا خرچ کرنا واجب ہے۔ یہ جائز نہیں کہ دن ہوگا، دھوپ نکلے گی تو غسل کر کے نماز پڑھ لیں گے۔ افسوس امت کا ایک طبقہ فجر کی نماز وقت پر نہ پڑھنے کے گناہ عظیم میں مبتلا ہے۔ خدا ہی دینی فہم اور سمجھ عطا فرمائے اور ہدایت دے۔

گرمی میں ظہر تاخیر سے ادا فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گرمی تیز ہوتی تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا فرماتے۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۸۷، طحطاوی صفحہ ۱۱۱، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۴)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے ظہر کی اذان کا ارادہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ پھر اس نے ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ (یعنی تیزی ختم ہونے دو) یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں تک آ گیا۔ پھر فرمایا: گرمی کی تیزی جہنم کے سانس سے ہے، جب گرمی تیز ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۷)

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ ظہر عین دوپہر (کی گرمی میں) ادا کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ٹھنڈا ہو جانے پر پڑھو۔ (طحاوی عمدۃ جلد ۵ صفحہ ۲۴)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ مکہ میں عین دوپہر میں ادا فرماتے تھے اور مدینہ میں ذرا گرمی کی تیزی کم ہونے پر ادا فرماتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۴)

موسم گرما میں ظہر کی تاخیر کا حکم فرماتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی تیز ہو جائے تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔ (بخاری صفحہ ۷۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ظہر کو ذرا ٹھنڈے وقت ادا کرو کہ گرمی کی تیزی جہنم کی سانس سے ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۷)

فَائِدَہ: گرمی کی شدت جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے۔ مراد اس سے یا تو حقیقۃً سانس لینا ہے یا مراد اس سے جہنم کا جوش مارنا اور بھڑکنا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ زوال کے وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے۔

(عمدۃ جلد ۵ صفحہ ۲۰)

حاصل یہ ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کے اثر سے ہے۔

جاڑے میں ظہر کی نماز جلد پڑھتے

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جب ٹھنڈک ہوتی تو نماز جلد (زوال کے بعد زیادہ تاخیر نہ فرماتے) ادا فرماتے اور گرمی ہوتی تو ٹھنڈے وقت میں ادا فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۸۷، طحطاوی صفحہ ۱۱۱)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کہتے ہیں کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو دیکھتا کہ ظہر کو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے اور گرمی کی شدت میں تاخیر فرماتے۔ (طحطاوی جلد ا صفحہ ۱۱)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی عادت طیبہ تھی کہ موسم سرما میں کہ دن چھوٹا ہوتا ہے اور لوگوں کو مسجد میں آنے میں تعب بھی نہیں ظہر جلد ہی ادا فرماتے اور موسم گرما میں کہ دن بڑا ہوتا ہے اور لوگوں کو شدت دھوپ سے مسجد آنے میں پریشانی ہوگی ظہر میں اتنی تاخیر فرماتے کہ دھوپ کی تمازت کم ہو جاتی جیسا کہ رائج اور معمول بھی ہے۔

عصر کی نماز سورج میں زردی آنے سے قبل ادا فرماتے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج بلند اور زندہ رہتا۔ (بخاری صفحہ ۷۸، نسائی ۸۷)

زندہ رہنے کا مطلب علامہ عینی نے یہ لکھا ہے کہ روشنی صاف سفید رہتی یعنی زردی نہ آتی۔

(عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۳۵)

حضرت علی بن شیبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے پاس مدینہ منورہ حاضر ہوا (آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو بھی دیکھا) کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عصر کی نماز کو اس وقت موخر فرماتے جب تک کہ سورج صاف شفاف رہتا (یعنی اس میں زردی نہ آتی)۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج میں زردی نہ آئے۔ (ابوداؤد صفحہ ۵۸)

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو لکھ بھیجا تھا کہ عصر کی نماز سورج کے صاف روشن ہونے کے وقت زردی آنے سے قبل تک پڑھ لیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۵۳۶)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ عصر کو تاخیر سے پڑھتے کہ یہاں تک کہ دھوپ دیواروں پر آجاتی (یعنی دیواروں

کا سایہ سورج کے نیچے آنے سے نمایاں ہو جاتا۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۷)

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عصر کو تاخیر سے ادا فرماتے۔ (ابن عبدالرزاق جلد اصفحہ ۵۵۱)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عصر کو اتنی تاخیر سے ادا فرماتے کہ سورج میں زردی آنے کا (گمان) ہوتا۔

ثابت کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے عصر کے وقت کے متعلق پوچھا تو فرمایا: پڑھنے کے بعد چھ میل چلے تو سورج غروب ہو جائے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۲۷)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ عصر اتنی تاخیر سے پڑھنا کہ سورج میں زردی نہ آئے زیادہ بہتر ہے اسی کا تخمینہ سایہ اصلی سے دو مثل ہو جائے کہا گیا ہے۔

عصر میں زیادہ تاخیر کرنا منافق کی علامت ہے

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ عصر کے وقت تاخیر کرتا رہے پھر جب سورج شیطان کی دو سینگوں کے بیچ ہو جائے یعنی سورج میں زردی آ جائے اور قریب غروب ہو جائے تو چار رکعت جلدی جلدی پرندہ کے چونچ مارنے کی طرح پڑھ لے (یعنی اطمینان نہ خشوع وخضوع) کہ خدا کی یاد (نماز وغیرہ کا وقت نہیں فرصت نہیں) کا وقت نہیں مگر تھوڑا۔

(ابوداؤد صفحہ ۶۰، نسائی صفحہ ۸۹)

فَائِدَہ: عموماً دوکان دار تاجر دنیا کے مشاغل میں مصروف لوگوں کی عادت اکثر یہی ہوتی ہے کہ جماعت کے ساتھ یا وقت مستحب میں نماز نہیں پڑھتے۔ کام میں لگے رہتے ہیں پھر جب آخر ہونے لگتا ہے تو جلدی جلدی چار رکعت پڑھ لیتے ہیں۔ نہ اطمینان نہ خشوع سو یہ منافقانہ نماز ہے خدا کو ایسی نماز پسند نہیں۔

مغرب سورج غروب ہوتے ہی ادا فرماتے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مغرب کی نماز سورج غروب ہوتے ہی ادا فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۸۸)

حضرت سلمہ بن اکوع رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جیسے ہی سورج ڈوبتا اور اس کا کنارہ چھپتا ویسے ہی مغرب کی نماز ادا فرماتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، ترمذی صفحہ ۴۲، ابن ماجہ، سنن کبریٰ جلد اصفحہ ۳۶۹)

فَائِدَہ: مغرب کی نماز کا وقت سورج ڈوبتے ہی ہو جاتا ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہمیشہ سورج ڈوبتے ہی ادا فرماتے تاخیر نہ فرماتے سورج ڈوبنے کے کچھ دیر تک روشنی رہتی پھر آہستہ آہستہ تاریکی آ جاتی ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ روشنی ہی میں تاریکی کے آنے سے پہلے نماز ادا فرما لیتے اور تاخیر کو پسند نہ فرماتے بلکہ وعید فرماتے۔

تاریکی آنے سے قبل روشنی ہی میں نماز ادا فرما لیتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مغرب کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا فرماتے پھر تیر چلاتے تو تیر کے لگنے کی جگہ کو ہم لوگ دیکھ لیتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مغرب کی نماز فرض سنت نفل سے فارغ ہونے کے بعد بھی اتنی روشنی رہتی کہ تیر لگنے کی جگہ کو آسانی سے دیکھ لیتے۔ یہ علامت تھی کہ ڈوبتے ہی روشنی میں نماز پڑھ لیتے تاخیر نہ فرماتے۔

تاروں کے نظر آنے سے قبل مغرب کا حکم

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہماری امت ہمیشہ فطرت (صحیح دین) پر باقی رہے گی جب تک کہ وہ تاروں کے طلوع سے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لیں گے۔

(مجمع صفحہ ۳۱۰، ابن خزیمہ صفحہ ۱۷۵)

حارث ابن وہب کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہماری امت ہمیشہ اس وقت تک اسلام پر باقی رہے گی جب تک کہ وہ مغرب کو اتنی تاخیر سے نہ ادا کرے گی کہ تارے طلوع ہو جائیں۔ (مجمع جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہماری امت ہمیشہ خیر یا فطرت (اسلام) پر باقی رہے گی جب تک کہ مغرب کو جلدی ادا کرے گی تاروں کے نظر آنے سے قبل۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، سنن کبریٰ صفحہ ۳۷۰)

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز مغرب ادا فرماتے تھے اور ہم لوگ گمان کرتے تھے کہ ابھی سورج نہیں ڈوبا ہے (یعنی غروب ہوتے ہی پڑھ لیتے تھے اور روشنی کے باقی رہنے پہ شبہ ہوتا تھا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۷۰)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل جابیہ کو لکھا کہ مغرب کی نماز تاروں کے نظر آنے سے پہلے پڑھا کریں۔ (طحطاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹)

فائدہ: گو مغرب کا وقت احناف کے یہاں سفیدی تک جو سورج کے ڈوبنے کے لالی کے بعد آتی ہے باقی رہتا ہے مگر سورج ڈوبتے ہی پڑھنا سنت ہے اور تاخیر مکروہ ممنوع ہے اسی طرح افطار بھی سنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کس وقت پڑھتے

حضرت لقمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت ادا فرماتے تھے جب کہ چاند تیسری رات میں چھپتا۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۷۰، نسائی صفحہ ۹۲)

فائدہ: یعنی تیسری رات کے ڈوبنے کا جو وقت ہوتا تھا عموماً آپ ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے اب رہی بات کہ تیسری رات کا چاند کس وقت غروب ہوتا ہے علامہ بنوری نے معارف السنن میں الجوہر النقی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ہر رات پچھلی رات کے عشاء سے ۴۸ منٹ کے فرق کے ساتھ غروب ہوتا ہے اس طرح غروب شمس کے ڈھائی یا پونے تین گھنٹے کے بعد کا وقت ہوگا اور یہ وقت شفق احمر کے غروب کے کافی بعد ہوگا۔

(جلد۳ صفحہ۷۵)

چنانچہ اگر غروب چھے بجے ہے تو آپ ﷺ اس حدیث کے اعتبار سے ۸:۳۰ پر نماز عشاء پڑھتے تھے۔ امت کا تعامل بھی اسی پر ہوتا چلا آ رہا ہے، نہ اس میں بہت تعجیل ہے۔ درمیانہ وقت ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے العرف الشذی علی شرح الترمذی میں لکھا ہے کہ چاند ہر رات ۶/۷ کے فرق سے ڈوبتا ہے لہٰذا تیسری رات کا چاند ڈھائی پونے تین گھنٹے بعد ڈوبے گا۔ (العرف الشذی، علی الترمذی جلد۱ صفحہ۴۴)

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات میں لکھا ہے کہ چاند دوسرے دن شفق احمر کے بعد غروب ہوتا ہے۔

(جلد۲ صفحہ۳۱۳، جدید)

اس سے معلوم ہوا کہ تیسرے دن شفق احمر کے قریب پون گھنٹہ بعد غروب ہوگا، وہی ڈھائی گھنٹہ کا تناسب نکلے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام) عشاء کی نماز شفق اور رات کے اول تہائی کے مابین (درمیان) پڑھ لیا کرتے تھے۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۸۱)

فائدہ: یہی عشاء کا اول ترین اور افضل وقت ہے اس کا تناسب بھی وہی ۹/۷ کے درمیان نکلے گا کہ ثلث اول چھ کے غروب کے اعتبار سے نو پر ہو جائے گا۔ نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ شفق اور ثلث لیل کے ابتداء کے مابین عشاء کی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ (حاشیہ بخاری صفحہ۸۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز بالکل شفق غروب ہوتے ہی اول وقت میں ادا نہ فرماتے بلکہ کچھ بعد میں ادا فرماتے، اور اس کو پسند فرماتے۔

عشاء میں تاخیر فرماتے اور اس کو پسند فرماتے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے اور اس وقت نماز پڑھ کر نکلتے کہ رات کا قریب نصف حصہ گزر چکا ہوتا...... پھر آپ فرماتے کہ کمزوروں کی کمزوری اور بیماروں کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو عشاء کی نماز کو آدھی رات تک موخر کرتا۔ (ابوداؤد صفحہ۶۱، ابن ماجہ صفحہ، مطالب صفحہ۷۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم صحابہ نے آپ کی عشاء کی نماز میں انتظار کیا

یہاں تک کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گزر گیا تو آپ تشریف لائے۔ (ابوداؤد صفحہ ۶۰، ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۱۷۷)

حضرت نعمان بن بشیر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عشاء کو تاخیر سے ادا فرماتے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۳۱۴)

حضرت ابو برزہ اسلمی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عشاء میں تاخیر کو پسند فرماتے۔

(بخاری صفحہ ۱۸)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عشاء کو ذرا تاخیر سے ادا فرمایا ہے۔ پھر بعد میں لوگوں نے کچھ جلدی کی خواہش کی تو ذرا جلدی ادا فرمانے لگے۔ جیسا کہ آج کل رائج ہے، چنانچہ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قریب تہائی رات تک نو رات عشاء میں تاخیر کی، تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ذرا جلدی کریں تو رات کی نماز تہجد میں ذرا سہولت ہو۔ چنانچہ آپ اس کے بعد ذرا جلدی پڑھنے لگے۔

(مجمع صفحہ ۳۱۴)

معلوم ہوا کہ لوگوں کی رعایت میں تاخیر کرنا مناسب نہیں بلکہ تہائی رات سے قبل پڑھ لیا جائے۔

امت کی رعایت میں عشاء میں زیادہ تاخیر نہ فرماتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، امت کی رعایت کا خوف نہ ہوتا تو عشاء میں تاخیر کا حکم دیتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۰، نسائی صفحہ ۹۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، اگر امت پر خوف نہ ہوتا تو عشاء کی نماز کو تہائی یا نصف رات تک موخر کرنے کا حکم دیتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۵)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ایک رات عشاء میں بہت تاخیر فرمائی، تو حضرت عمر فاروق نکلے اور کہا اللہ کے رسول نماز، کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ تو آپ نکلے آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، اور آپ اسے دونوں جانب سے پونچھ رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے، اگر تم پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو اسی وقت (یعنی نصف شب کے قریب) عشاء کا حکم دیتا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۷۶، نسائی صفحہ ۹۲)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عشاء میں اتنی تاخیر فرمائی کہ رات کا بیشتر حصہ گزر گیا یہاں تک کہ اہل مسجد بھی سو گئے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور فرمایا اگر میری امت پر تعب نہ ہوتا تو یہی عشاء کا وقت تھا۔ (طحاوی صفحہ ۹۴، سنن کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۷۶)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عشاء میں تاخیر پسند فرماتے اور یہ اس وجہ سے کہ نماز کے بعد بس سونا ہی ہو جائے دوسرے امور نہ ہوتا کہ سونا نماز و ذکر الٰہی پر ہو۔ اسی لئے عشاء کے بعد گفتگو پسند نہ فرماتے۔ تاہم اتنی

تاخیر بھی اس زمانہ میں کی جائے کہ لوگ پریشان ہو جائیں۔ اسی وجہ سے آپ نے ہمیشہ تاخیر نہیں فرمائی، ہاں تمنا فرمائی اسی وجہ سے حضرت عمر فرماتے تھے عشاء کو جلدی پڑھ لو کہ کام کرنے والوں کو سستی آئے اور مریض سونے لگیں۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۳۱)

نماز وتر کا وقت

حضرت ابوبصرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ پاک نے ایک نماز وتر کو تم پر زائد کیا ہے، اسے عشاء اور فجر کے درمیان پڑھ لو۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۴۰۸، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۲۳)

حضرت عقبہ بن عامر سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ پاک نے تم پر ایک نماز زائد کیا ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بہتر ہے۔ اس کا وقت تمہارے لئے عشاء اور صبح صادق کے طلوع ہونے کے درمیان ہے۔ اسی طرح خارجہ سے مروی ہے۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۴۰۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۶۸، ابوداؤد صفحہ ۲۰۱)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابوبکر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا کہ وتر کی نماز پڑھ لیتے ہو؟ انہوں نے کہا، عشا کی نماز کے بعد شروع ہی رات میں۔ پھر آپ نے حضرت عمر سے پوچھا اے عمر تم کب پڑھتے ہو؟ فرمایا آخر رات میں۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۴۱۱)

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: صبح سے قبل وتر پڑھ لو۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۷)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: فجر سے قبل وتر پڑھ لو۔ (کنز، بیہقی، صفحہ، ابوداؤد صفحہ ۲۰۳)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سے شروع ہو کر صبح صادق تک رہتا ہے۔ بلا عشاء پڑھے وتر درست نہ ہوگی۔ وتر کی نماز تہجد کے عادی لوگ تہجد کے بعد پڑھیں تو بہتر ہے۔ اسی طرح جن کو شب میں اٹھنے کا یقین ہو، ورنہ عشاء کے بعد متصلاً پڑھ لینی چاہئے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو آپ نے سونے سے قبل ہی وتر پڑھ لینے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۳)

سونے سے قبل ہی وتر کا پڑھ لینا بہتر ہے

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جسے اندیشہ ہو کہ آخر رات میں نہ اٹھ سکے گا وہ شروع رات میں وتر پڑھ لے۔ (مسلم صفحہ ۲۵۸)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ مجھے میرے دوست نے نصیحت فرمائی کہ ہر ماہ میں تین

روزے رکھوں۔ چاشت کی دو رکعت نماز پڑھا کروں، اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لوں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۵، مسلم صفحہ ......، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا! وتر کب پڑھتے ہو فرمایا، سونے سے پہلے پڑھ لیتا ہوں، آپ نے فرمایا تم محتاط اور چالاک آدمی ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۴۵)

فائدہ: وتر کا وقت صبح صادق تک رہتا ہے مگر عشاء کے بعد سونے سے قبل پڑھ لینا بہتر ہے، شاید نیند نہ ٹوٹے اور قضاء ہو جائے۔

نماز اشراق کس وقت ادا فرماتے اور اس کا وقت مسنون

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تو دو رکعت نماز ادا فرماتے۔

(اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فجر پڑھ کر چار زانو بیٹھ جاتے یہاں تک کہ سورج خوب اچھی طرح طلوع ہو جاتا (تو نماز پڑھتے)۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۸، مسلم)

عاصم بن حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب نے ان سے کہا کہ آپ ﷺ جو دن میں نوافل پڑھتے تھے کیوں نہیں آپ بیان فرما دیتے ہیں (تاکہ رات کی نوافل تہجد وغیرہ کے علاوہ دن کے نوافل کا اہتمام کریں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: (زجراً) تم کہاں اس کی طاقت رکھتے ہو؟ لوگوں نے کہا ہم لوگ وسعت کے مطابق عمل کریں گے تو انہوں نے کہا جب سورج مشرق سے نکل کر بلند ہو جاتا ایسا جب کہ عصر کے وقت مغرب کا ہوتا ہے (یعنی کچھ بلند) تو آپ ﷺ دو رکعت پڑھتے پھر مغرب کے اعتبار سے ظہر کے مثل بلند ہو جاتا تو چار رکعت نماز آپ ﷺ پڑھتے۔

(مسند احمد الفتح الربانی صفحہ ۱۹۴، ابن ابی شیبہ، اتحاف جلد ۲ ب صفحہ ۳۷۰)

کشف الغمہ میں ہے کہ رسول پاک ﷺ جب سورج طلوع ہونے کے بعد ایک دو نیزہ بلند ہو جاتا تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ (صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سورج طلوع ہو جانے کے بعد جب کہ وہ ایک نیزے یا سوا نیزے کے برابر ہو جاتا، یعنی اس کی کرنیں جب اس سے جدا ہو جاتیں تو دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ یہی نماز اشراق کی نماز ہے اور یہی اس کا وقت ہے۔ جو چاشت (ضحیٰ) کے علاوہ ہے۔ الفتح الربانی میں عبدالرحمٰن البنانی لکھتے ہیں:

"الضحوة الصغرى وهو وقت الاشراق وهذا الوقت هو اوسط وقت الاشراق

واعلاها، واما دخول وقته فبعد طلوع الشمس وارتفاعها مقدار رمح او رمحين'' (مطبوعہ قاہرہ جلد۳ صفحہ۱۹۴)

اسی طرح علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

''اذا اشرقت الشمس وارتفعت قام فصلى ركعتين وهذه الصلاة المسماة بصلاة الاشراق'' (شرح احیا جلد۳ صفحہ۳۶۹)

اسی طرح انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ میں ہے۔ (صفحہ۸۱)

مزید تفصیل اور اس کی مسنونیت اور اس کا ثبوت نوافل مسنون کے ذیل میں آرہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ جلدی کی وجہ سے سورج طلوع ہونے کے بعد ہی پڑھتے ہیں منع ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے جب تک کہ سورج ایک دو نیزہ بلند نہ ہو جائے نماز سے منع کیا ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۲ صفحہ۴۵۵)

صلوٰۃ ضحیٰ، چاشت کا مسنون وقت

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب دن خوب چڑھ آیا تو آپ ﷺ کپڑے لے کر تشریف لائے جس سے پردہ کیا گیا آپ ﷺ نے غسل فرمایا، پھر کھڑے ہوئے اور آٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ (مسلم صفحہ۲۴۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج نکل کر مطلع پر اتنا بلند ہو جائے جیسا کہ عصر کے وقت مغرب کی جانب رہتا ہے (یعنی خوب اوپر چڑھ جائے) تو وہ دو رکعت پڑھ لے تو اس کے گناہ معاف، اور اس دن انتقال ہو جائے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ۲۳۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ سورج مشرق کی جانب اتنا آ جائے جتنا کہ ظہر کے وقت میں مغرب کی جانب رہتا ہے تو آپ ﷺ چار رکعت نماز پڑھتے۔

(ترمذی صفحہ۱۳۱، ابن ماجہ، صفحہ۳۷۰، مسند احمد مرتب جلد۳ صفحہ۱۹۴)

فائدہ: چاشت کی نماز کا وقت سورج جب خوب بلند ہو جائے اور اس میں گرمی آ جائے اور قریب ایک چوتھائی دن گزر جائے تب ہے۔ مادروی نے بیان کیا کہ اس کا وقت مختار جب چوتھائی دن گزر جائے تب ہے۔ اسی کو نووی نے بھی بیان کیا ہے۔ ابن قدامۃ نے مغنی میں بیان کیا ہے جب اوپر آ جائے اور اس کی گرمی خوب تیز ہو جائے۔ حاصل کلام سورج کے بلند ہونے کے بعد سے لے کر زوال تک رہتا ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۲ صفحہ۳۷۰)

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ زوال سے قبل چار رکعت نماز پڑھتے

تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

درمختار میں ہے کہ صلوٰۃ ضحیٰ چاشت کا وقت سورج بلند ہونے سے زوال کے وقت تک ہے، اور بہتر مختار وقت دن کا اول چوتھائی ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۲)

یعنی اگر ۶ بجے کے قریب طلوع اور غرب ہوتو نو بجے چاشت کا مختار وقت ہے۔ (الشامیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲، مصری)

مزید اس نماز کی فضیلت اور تعداد نوافل کے ذیل میں آ رہی ہے۔

نفل اوابین کا مسنون وقت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے اور اس کے درمیان کوئی اِدھر اُدھر کی بات نہ کرے اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔

(ترمذی صفحہ ۹۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۱)

حضرت مکحول نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے مغرب کے بعد گفتگو سے قبل دو رکعت اور ایک روایت میں چار رکعت ہے پڑھی اس کی نماز علیین میں پہنچا دی جائے گی۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۰۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے مغرب کی نماز کے بعد گفتگو کرنے سے قبل دو رکعت پڑھی اس کو اللہ تعالیٰ حظیرۃ القدس میں جگہ دے گا، جس نے چار رکعت نماز پڑھی اسے حج کے بعد حج کا ثواب ملے گا اور جس نے ۶ رکعت پڑھی اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

(اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۱)

حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ جو مغرب وعشاء کے درمیان مسجد جماعت میں معتکف ہو جائے اور نماز و قرآن کے علاوہ کوئی گفتگو نہ کرے تو اس کا اللہ پر حق ہے کہ اس کے لئے جنت میں دو محل بنائے جس میں ہر ایک کی مسافت سو سال ہو، اس کے درمیان باغیچہ ہو اور تمام اہل زمین اس میں چاہیں تو سما جائیں۔ (اتحاف صفحہ ۳۷۳)

محمد بن منکدر سے مرسلاً مروی ہے کہ مغرب وعشاء کے درمیان کی نماز اوابین کی نماز ہے۔

فائدہ: خیال رہے کہ مغرب کے بعد جن نوافل کی فضیلت بیان کی گئی اس کا وقت مغرب کی نماز کے بعد دنیاوی کام اور بات میں مشغول ہونے سے قبل ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

معلوم ہوا کہ بعض حدیث میں چاشت کی نماز کو بھی اوابین سے موسوم کیا گیا ہے۔

تہجد کس وقت ادا فرماتے اور اس کا وقت مسنون

حضرت مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب رات کو نماز پڑھنے کے

لئے اٹھتے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: جب مرغ کے بانگ کی آواز سنتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: بسا اوقات مرغ نصف رات میں اور کبھی تہائی رات جب رہ جاتی ہے تب بانگ دیتا ہے۔ ابن بطال نے اسی دوسرے قول کو ذکر کیا۔ مطلب یہ ہے کہ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اٹھتے نماز پڑھتے پھر سو جاتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے جو اس کے بعد ہے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت اسعد نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: شروع رات میں سو جاتے اور آخر شب میں بیدار ہوتے۔ (اور نماز پڑھتے)۔ (بخاری صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت عباس نے مجھے کہا کہ میں ازواج مطہرات کے گھر رات گزاروں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کی نمازوں کو یاد رکھوں (کس وقت بیدار ہوتے اور کس طرح نماز پڑھتے ہیں) چنانچہ آپ کے ساتھ عشاء پڑھی (اس کے بعد) پھر آپ سو گئے، پھر بیدار ہوئے، پیشاب کیا، وضو کیا اور دو رکعت نماز نہ لمبی اور نہ مختصر پڑھی۔ پھر لیٹ گئے یہاں تک کہ میں نے خراٹے کی آواز سنی پھر اسی طرح اٹھے اور اسی طرح ۶ رکعت نماز اور تین وتر پڑھی۔ (طحاوی جلد ا صفحہ ۱۶۹)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کی نماز کے بارے میں ذکر کرتی ہیں کہ آپ عشاء کی نماز پڑھتے، پھر تسبیح پڑھنے کے بعد جتنا خدا چاہتا نماز پڑھتے رہتے پھر واپس آتے (مسجد سے) اور لیٹ جاتے اسی مقدار میں جتنا کہ نماز پڑھا تھا پھر نیند سے بیدار ہوتے اور جس قدر سوتے اسی قدر نماز پڑھتے۔

(مختصر نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب آدھی رات یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد بیدار ہوئے۔ (بخاری صفحہ ۳۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۳۶۳)

فائدہ: ان تمام روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز تہجد اکثر و بیشتر بلکہ ہمیشہ نصف رات یا ایک تہائی رات پر بیدار ہو کر پڑھتے۔ تہجد کا یہی مفہوم بھی ہے۔

"الصلٰوة فی اللیل بعد نوم اسم تهجد یقع علی الصلٰوة بعد النوم لا قبله انما التهجد أن یصلی الصلٰوة بعد رقدة" (اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۹)

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر سونے سے قبل بھی رات کی نماز شروع فرماتے۔ بعض علماء دونوں کو صلوٰۃ اللیل موسوم کرتے ہیں۔ بعض لوگ سوار ہو کر اٹھنے کے بعد کی نماز کو تہجد، اور اس کے خلاف بلا سوئے نماز شروع کر دی جائے تو اسے صلوٰۃ اللیل کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ مغرب و عشاء کے درمیان کی نماز بھی قیام اللیل ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۰۵)

ہر موسم میں جمعہ زوال کے بعد بلا تاخیر متصلاً ادا فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی زوال شمس ہوتا جمعہ پڑھتے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ جمعہ جلدی پڑھتے اس کے بعد قیلولہ کرتے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۳)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور دیوار کا سایہ بھی نہیں آتا تھا کہ ہم اس سے سایہ حاصل کرسکیں۔ (مسلم صفحہ ۲۸۳، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۶۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵)

حضرت زبیر سے منقول ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے پھر ٹیلوں پر جاتے تو کوئی سایہ نہ پاتے ہاں مگر اپنے قدم کے برابر (یعنی معمولی سا سورج ڈھلتا)۔ (مسند احمد، عمدۃ القاری صفحہ ۲۰۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ زوال کے بعد پڑھ لیتے تھے۔

(تلخیص الخبیر جلد ۲ صفحہ ۵۷)

فائدہ: تمام صحاح کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موسم میں جمعہ زوال کے بعد متصلاً بلا تاخیر کے ادا فرماتے تھے اگرچہ اس کا جائز وقت ظہر کی طرح مثلین تک رہا ہے، مگر سنت اول وقت میں پڑھنا ہے جیسا کہ معمول اور رائج بھی ہے۔ علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد قیلولہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اول وقت میں پڑھتے تھے موسم گرما اور سرما دونوں میں جلدی پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ جمعہ جلد اور اول وقت میں ہو۔ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گرمی ہو یا جاڑا جمعہ ایک ہی وقت جلدی پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۰۲)

عید و بقرعید کا مسنون وقت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت پڑھتے تھے

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عید یا بقرعید کے لئے تشریف لے گئے، امام نے تاخیر کردی تو فرمایا ہم لوگ (عہد نبوت میں) چاشت کے وقت نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۱، ابن ماجہ صفحہ ۹۳، بخاری)

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی جب کہ سورج دو نیزہ کے مثل بلند ہوگیا تھا اور بقرعید کی نماز جب کہ ایک نیزہ کے مثل بلند ہوگیا تھا۔

(تلخیص الخبیر جلد ۲ صفحہ ۹۸)

ابوالحویرث سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن حزم کو نجران میں یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ بقرعید میں ذرا